سکینۃ العارفین

تحقیق و تحریر

چودھری شہید الدین خان ندیم بھٹی قادری

المعروف

کُندن لاہوری

تذکرۂ اولیائے قادریہ

سکینۃ العارفین

حسب الارشاد

صاحب الحسیب والنسیب

حضرۃ صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی قادری

دامت برکاتھم العالیہ

مسند آرائے درگاہِ معلی

غوث العصر حضرۃ خواجہ محمد عمر عباسی قادری قدس سرہٗ

گوجرانوالہ ۔ پاکستان

تحقیق و تحریر

چودھری شہید الدین خان ندیم بھٹی قادری

المعروف

کُندن لاہوری

عباسی پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۵۹۱ گوجرانوالہ (پاکستان)

128469

بار اول ــــ دسمبر ۱۹۹۶ء

ناشر ــــ عباسی پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۵۹۱۔ گوجرانوالہ۔ پاکستان

منتظم طباعت ــــ محمد اعظم خان لودھی۔ سید حسان بخاری

خطاط ــــ محمد ارشد سلیم قادری (مصفا رقم)

پروف ریڈنگ ــــ چوہدری فرید الدین بھٹی

کمپوزر ــــ حاجی عبد الجبار

کمپوزنگ ــــ سلیم کمپوزنگ سنٹر
مون مارکیٹ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

تعداد ــــ ۵۰۰

نوٹ: ادارہ عباسی پبلی کیشنز کی جملہ مطبوعات کا آمدہ ادارہ ہٰذا کے لیے وقف ہے۔

ملنے کا پتہ

درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ بازار خراداں گوجرانوالہ۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنتساب بنامِ اقدس

سیّدنا و مُرشدنا شیخ المشائخ الحسیبُ النسیبُ

عُمدۃُ الحکماء ، قُدوۃُ الاولیاء ، وارث الاسخیاء

زُبدۃ العارفین ، حُجّۃُ الواصلین ، نائب الغوث الثقلینؒ

امیرُالعصر حضرت خواجہ محمّد بشیر عبّاسی قادرِی قدس سرّہٗ

سجّادہ نشین

درگاہِ مُعلّٰی قادریّہ غوثُ العصر حضرت خواجہ محمد عُمر عبّاسی قادرِی قدّس اللہ اَسرارہٗ

گوجرانوالہ ۔ پاکستان

فہرست

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میاں میر صاحب قدس اللہ اسرارہٗ

قطب الاقطاب حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ اور آپ کے وارثینؒ

فخر اغنیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ

غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ

سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری علیہ الرحمتہ

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری نور اللہ مرقدہٗ

امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری قدس اللہ العزیز

سکینۃ العارفین

سلسلہ عالیہ قادریہ

طریقت و روحانیت کے سلسلوں میں سلسلہ عالیہ قادریہ سب سے زیادہ معتبر رفیع الشان اور قیامت تک قائم رہنے والا سلسلہ طریقت و معرفت ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظمت و بزرگی حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعلیٰ و بےمثال شخصیت کی وجہ سے ہے کہ آپ کا قدم اقدس جملہ اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ آپ کی شخصیت کے فضائل و مناقب صدیوں پر محیط ہیں اور کوئی عہد ایسا نہیں گزرا جس میں آپ کی اعلیٰ و معلیٰ ذات اقدس کو ہدیہ تبریک نہ پیش کیا گیا ہو۔ حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی عنایات و فیوضات صرف سلسلہ عالیہ قادریہ پر ہی نہیں بلکہ جملہ سلاسل طریقت کے پیشواء آپ کے تصرف باطنی سے اپنی منازل طے کرتے آئے ہیں۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے فضائل شخصیت حد شمار سے باہر ہیں یہاں تک کہ نطقِ عارفاں کے لئے بھی آپ کے مناقب و فضائل کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی شان عطا فرمائی ہے کہ کسی ولی اللہ کی ایسی شان نہیں ہوئی۔ آپ صحیح النسب حسنیؓ حسینیؓ اور شجاعت علی المرتضیٰؓ کے مجمع البحرین ہیں۔

حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی ولادت باسعادت پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے والد محترم ابو صالح حضرت سید موسیٰ بن عبداللہ المعروف جنگی دوستؒ سے عالم خواب میں فرمایا "اے میرے بیٹے ابو صالح تجھے اللہ تعالیٰ نے وہ فرزند دیا ہے جو میرا بیٹا اور محبوب اور خدا کا بھی محبوب ہے اور اس کا مرتبہ اولیاء اللہ میں ایسا ہو گا جیسا میرا مرتبہ انبیاءؑ میں ہے"۔ حضور سیدنا

غوث الاعظمؒ کی ولادت سے برس ہا برس پہلے اولیائے متقدمین نے آپ کی آمد کی بشارت سے اپنے معاصر مریدین کے دلوں کو راحت پہنچائی۔ روایت ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دن دوران گفتگو فرمایا "قدمہٗ علیٰ رقبتی" (اس کا قدم میری گردن پر ہے) حاضرین نے دریافت کیا کہ آج آپ نے دوران خطبہ جو الفاظ فرمائے تھے ان کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "حالت کشف میں مجھ پر یہ ظاہر ہوا کہ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں ایک عظیم بزرگ ولی اللہ پیدا ہوں گے جن کا نام عبدالقادر اور لقب محی الدین ہو گا۔ مولد ان کا جیلان اور مسکن بغداد ہو گا اور وہ اللہ کے حکم سے فرمائیں گے۔ قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبتہ کُلّ ولی اللہ یعنی میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ میں نے ان کی عظمت کو دیکھ کر گردن خم کی اور وہ الفاظ کہے جو تم نے سنے"۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ، حضرت شیخ منصور بطائحیؒ، حضرت خلیل بلخیؒ اور حضرت شیخ عقیل منجیؒ کے ساتھ ساتھ بے شمار بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشف حضرت سیدنا غوث الاعظم کے فضائل شخصیت سے آگاہ فرمایا تھا اور انہوں نے آپ کی عظمت کا اعتراف دل و جان سے کیا۔

حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ جب ۴۷۰ھ میں اس دنیا میں تشریف لائے تو بوقت ولادت بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں مثلاً" آپ کی ولادت کی شب بغداد میں سب کے سب لڑکے پیدا ہوئے جن کی تعداد گیارہ سو تھی اور وہ سب اولیاء اللہ ہوئے۔ آپ نے تمام رمضان سحر سے افطار تک دودھ نہ پیا۔ پیدائش کے وقت آپ کا چہرہ اقدس اسقدر بارعب اور پر جلال تھا کہ کوئی شخص آپ کو غور سے دیکھ نہ سکتا تھا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات جو آپ کی گردن پر قدم مبارک رکھا تھا اس کا نشان آپ کی گردن مبارک پر موجود تھا۔ جب حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ اپنی عمر کے اٹھارویں سال بغداد کی جانب محو سفر ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر فاطمہؒ نے آپ کو سچ بولنے کی نصیحت کی اور چالیس دینار آپ کی گدڑی میں سی دیئے۔ جب قافلہ جنگل میں پہنچا تو ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا۔ کسی ڈاکو نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا "ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں" اس نے مذاق سمجھا اور چلا گیا۔ اس کے بعد بہت سے ڈاکوؤں نے آپ سے پوچھا اور آپ نے حسب حال جواب دیا۔ آخر کار ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اس نوجوان کو میرے پاس لاؤ۔ آپ سردار کے پاس آ گئے اور سوال جواب کے بعد گدڑی ادھیڑی گئی تو چالیس دینار سامنے آ گئے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے حیرت سے پوچھا کہ "تم کو پوشیدہ دیناروں کا حال ظاہر کرنے پر کس نے مجبور کیا؟" آپ نے فرمایا کہ "میری والدہ ماجدہ نے مجھے سچ بولنے کی تاکید کی تھی۔" ڈاکوؤں کے سردار نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ "آپ اپنی والدہ ماجدہ سے عہد شکنی نہیں کر سکتے اور میری عمر گزر گئی ہے کہ میں اب تک اپنے پروردگار سے برابر عہد شکنی

کر رہا ہوں"۔ ڈاکوؤں کے سردار اور اس کے ساتھیوں نے حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کے ہاتھ پر توبہ کی اور لوٹا ہوا سامان قافلے کو واپس کر دیا۔

جب حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے تو آپ نے نہایت دل جمعی کے ساتھ علوم و فنون کی تحصیل کی اور فقروفاقہ کی صعوبتیں جھیلیں۔ ایک دن آپ دریا کے کنارے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے سبزی بیچنے والے اپنی سبزیوں کو دھو کر جا چکے ہیں اور سبزیوں کے پتے ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں جنہیں اس وقت کے اہل فقر اولیاء اللہ کھا رہے تھے۔ آپ کا دل مجاہدے میں اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ نے عراق کے بیابانوں میں انتہائی کٹھن مجاہدات کئے یہاں تک کہ عنفوان شباب ہی میں نیند بالکل جاتی رہی۔ بغداد کے ایک ویران برج میں آپ نے گیارہ سال مجاہدہ کیا جس کے باعث اس برج کا نام "برجِ عجمیؒ" پڑ گیا۔

آپ کو مجاہدوں کے دوران ابلیس نے بارہا آزمایا لیکن آپ ہر طرح سے ایفائے عہد میں کامیاب ہوئے۔ ایک مرتبہ جنگل میں کثرت ریاضت کے باعث آپ کے باطن سے "بھوک بھوک" کا شور اٹھا لیکن آپ نے مطلق پرواہ نہ کی یہاں تک کہ حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ اس جگہ پر آن نکلے اور پوچھا کہ "یہ شور کیسا ہے؟" آپ نے حقیقت حال بیان فرمائی تو وہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے گئے اور اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا' ہر لقمہ گویا حدیقہ نور تھا۔ کھانا کھلانے کے بعد حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ نے آپ کی خدمت میں ایک خرقہ پیش کرتے ہوئے فرمایا "اے عبدالقادر یہ وہ خرقہ ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کیا تھا اور ان سے حضرت حسن بصریؒ کو ملا اور ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا" حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ کا پیش کردہ خرقہ جب حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ نے زیب تن فرمایا تو تجلیات الٰہی اور برکاتِ محمدیؐ کا نزول شروع ہو گیا۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کو اپنایا۔ روایت ہے کہ "مدرسہ میں آپ ایک سبق تفسیر کا ایک حدیث کا' ایک فقہ کا اور ایک اختلاف ائمہ اربعہؒ اور ان کے دلائل کا آپ خود دیتے تھے۔ یوں صبح و شام تفسیر و حدیث ' اصول فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے تھے۔ نحو کے بعد ظہر اور عصر کے درمیان علم تجوید کی تعلیم ہوتی تھی۔ فتویٰ نویسی کا شعبہ اس کے علاوہ تھا اور مواعظ حسنہ کی مجالس اس کے سواء"

حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ ادبیات اسلامیہ پر عبور رکھتے تھے۔ مادری زبان فارسی تھی اور عربی بھی بہت اعلیٰ سطح پر جانتے تھے لیکن گفتگو میں روانی نہ تھی۔ روایت ہے کہ ۱۶ شوال سہ شنبہ ۵۲۱ ھ میں آپ کو عالم رویت میں نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے تلقین ارشاد کا حکم فرمایا۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ نے عرض کیا کہ

"حضور میں عجمی ہوں بغداد کے فصحاء کے سامنے زبان کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ میں ان حضرات کے سامنے کیونکر کلام کروں، ایسا نہ ہو کہ بغداد کے فصیح و بلیغ حضرات مجھ پر طعن کریں کہ اولاد نبیؐ ہونے کے باوجود عربی سے نابلد ہے اور پھر بھی وعظ و پند میں سرگرم ہے" اس پر حضور نبی کریمؐ نے سات مرتبہ کچھ پڑھ کر آپ کے دہن مبارک پر دم کیا بعد ازاں دوسرے روز جب آپ وعظ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو حضرت علی مرتضیٰؓ تشریف لائے اور انہوں نے بھی چھ مرتبہ کچھ پڑھ کر آپ کے دہن اقدس پر دم کیا اور آپ نے ۵۲۱ ھ میں پہلی تقریر ارشاد فرمائی۔ آپ کی تقریر گویا نغمہ صور اسرافیل تھی کہ چہار اطراف سے لوگ امڈ آئے اور رفتہ رفتہ پورے بغداد میں آپ کی اثر آفرینی کی شہرت ہو گئی۔ جب مسجد میں لوگوں کی گنجائش نہ رہی تو آپ کا منبر عید گاہ میں سجایا گیا۔ آپ کے ارشادات عالیہ کو سننے کے لئے ستر ہزار افراد حاضر ہوتے تھے۔ جب آپ مضامین تذکیر و خوف کو بیان کرتے تو لوگوں کے رنگ اڑ جاتے۔ جب بشارت و تبشیر کا بیان ہوتا تو سامعین کی روحیں گلاب کی طرح کھل جاتیں اور بعض لوگ فرط وجد سے انتقال کر جاتے۔

حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ نے اپنے ارشادات میں ہر چند کہ عباسی خلفاء کو سخت لفظوں میں نصیحت فرمائی لیکن عباسی خلفاء کی سعادت مندی تھی کہ وہ پھر بھی آپ کے قدموں میں جھکے رہتے اور آپ کے ارشادات کی تعمیل میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ نے نہ صرف حکمرانوں بلکہ جملہ حکومتی اہلکاروں، ظاہر پرست مولویوں، ریاپیشہ صوفیوں، یاد حق سے غافل رہنے والے لوگوں الغرض جملہ موجودات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا اور آپ کی محفل میں ارواح انبیاء و اولیاء و ملایکہ کے علاوہ کثیر تعداد میں جنات بھی حاضر ہو کر آپ کا وعظ سماعت کرتے تھے۔ آپ غوث الثقلین ہیں یعنی جملہ ظاہری و باطنی عالموں میں غوث العالمین ہیں۔ آپ کا وہ مشہور خطبہ جس میں آپ نے اذن حق سے اپنے مقام ولایت کا اعلان فرماتے ہوئے "قدمی ھٰذہ علیٰ رقبتہ کلُّ ولی اللہ" فرمایا اس عہد ساز اور تاریخی خطبے کی روداد ویعہد شاہجہانی معتبر حوالوں سے اس طرح لکھتے ہیں۔

> "حضرت غوث الاعظمؓ نے ایک دن اپنی خانقاہ میں مجلس منعقد کی۔ قریب ایک سو مشائخ موجود تھے جن میں شیخ علی ہیتیؒ"، شیخ بقائیؒ بن بطو، شیخ ابو سعید قیلویؒ"، شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ" جو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ" کے چچا ہیں۔ شیخؒ جاگیر، قضیب البان موصلیؒ" شیخ ابوسعید مسعودؒ"، شیخ عزاز بطائحیؒ"، شیخ منصور بطائحیؒ"، شیخ حماد بن مسلم دباسؒ"، خواجہ یوسف بن ایوب ہمدانیؒ جو خواجگان نقشبندیہ کے سردار ہیں، شیخ عقیل بن یحیٰؒ"، شیخ ابوالغراء مغربیؒ"، شیخ عدی بن مسافرؒ"، شیخ علی

بن وہب سنجاری‌ؒ، شیخ موسیٰ بن یامین زولیؒ، شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی‌ؒ، شیخ عبدالرحمٰن طفسونجیؒ، شیخ علی مطریاؒ، شیخ ماجد کردیؒ، شیخ ابو محمد قاسم بن عبد منصور بصریؒ، شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوقؒ، شیخ سوید سنجاریؒ، شیخ حیات بن قیس حرانیؒ، شیخ مرسلان دمشقیؒ، شیخ عبدالکریم الاکبر العزؒ، شیخ ابوالعباس الجوسقی الصرصریؒ، شیخ ابو حکیم ابراہیمؒ بن دینارؒ، شیخ مکارم اکبریؒ، شیخ صدقہ بغدادیؒ، شیخ یحییٰ دوری مرتعشؒ، شیخ ضیاء الدینؒ ابراہیمؒ بن ابی عبداللہؒ بن علی جوینیؒ، شیخ ابوعبداللہؒ شیخ ابوبکر الحمامی المزینؒ، شیخ جمیلؒ، شیخ ابو محمد عبدالحق حریمیؒ، شیخ ابو عمر الکہامیؒ، شیخ ابو حفصؓ عمر بن ابی النصر الغزالؒ، شیخ مظفر الجمال محمد بن درمانی القزوینیؒ، شیخ ابوالعباس احمد یمانیؒ، شیخ ابوالعباس احمدؒ بن العربیؒ، شیخ ابو عبداللہ محمد المعروف الخاصؒ، شیخ ابو عمرو عثمان بن احمد شوکیؒ وغیرہم یہ سب اکابرین مردان حق اور رجال الغیب مجلس شیخ میں حاضر تھے اور شیخ سلطان بن احمد المزینؒ، شیخ ابوبکر بن عبدالحمید شیبانیؒ، شیخ ابوالعباس احمد بن الاستاد و شیخ ابو محمد بن عسکیؒ المعروف بہ کو سجؒ، شیخ مبارک بن علی الحملؒ، شیخ ابوابرکات بن معدن العراقیؒ، شیخ عبدالقادر بن حسن بغدادیؒ، شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر عطارؒ، شیخ ابوعبداللہ محمد الادنیؒ، شیخ ابو یعلی و شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزارؒ، شیخ ابوالمنار محمود بن عثمان ابقالؒ، شیخ عباد البوابؒ، شیخ عبدالرحیم فتادیٰ مغربیؒ، شیخ ابو عمرو عثمان بن مروزہؒ، شیخ مکارم نہر خالصؒ، شیخ بن موسیٰ نہر ملکیؒ، شیخ ابوالحسن جوسقیؒ، شیخ عبداللہ قریشیؒ، شیخ ابوابرکات بن صحرا مویؒ، شیخ ابوالحق ابراہیم بن علی اغلبؒ و شیخ غوث رضی اللہ عنہم و دیگر مشائخ کبار و اولیاء کرام مجلس میں حاضر تھے اور حضرت غوث الثقلین شاہ عبدالقادر جیلانیؒ ممبر پر جلوہ افروز تھے اور ایک بلیغ خطبہ فرماتے تھے۔ درمیان خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا:

قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کلُ ولی اللہ

شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر منبر کے قریب آئے اور حضرت غوث اعظمؒ کا پائے مبارک اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ کر آپ کے دامن کے نیچے سے ہو کر نکلے۔ حاضرین میں تمام اولیاء اللہ نے اپنی

گردنیں جھکا دیں۔ شیخ ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس وقت آپ یہ کلام مذکور فرما رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب صافی پر تجلی ڈالی اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس ملایکہ کی ایک جماعت کے جلو میں اور تمام ارواح اور تمام اولیاء کرام کے سامنے تشریف فرما ہوئے اور حضرت غوث الاعظمؓ کو خلعت پہنایا۔ ہر چہار طرف سے ملایکہ و رجال الغیب کی جماعت آپ کو اپنے جلو میں لئے ہوئے تھی۔ فضا میں صفیں باندھے سب حاضر تھے اور زمین پر کوئی ولی اور بزرگ ایسا نہ تھا جس نے اپنی گردن کو آپ کے روبرو خم نہ کیا ہو۔"

سفینۃ الاولیا، ویعقد شاہجہانی، مترجمہ محمد علی لطفی، صفحہ ۷۷، ۷۸، نفیس اکیڈمی کراچی

عرب و عجم کے طالبان حق کے لئے حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی ذات اقدس فقر محمدیؐ کا چشمہ اور آپ کا فیضان نگاہ خوشنودی حق کا اعلان ثابت ہوا۔ آپ کے دست اقدس پر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور لاکھوں کی تعداد میں طالبان حق نے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کی کرامات حد شمار سے باہر ہیں کہ عقل و فہم کو ان تک رسائی نہیں یعنی قم باذنی کہہ کر مردے کو زندہ کر دینا، ناقصوں کو ایک لمحے میں کامل اور کاملوں کو اکمل بنا دینا، دستگیری کے لئے پکارنے والے کی پکار پر مشرق و مغرب میں پہنچ جانا، ہر ولی اللہ کے احوال میں اس کی استعانت کرنا گویا ایسی کرامات ہیں کہ ان کا تسلسل آپ کے خلفاء کے ذریعے بھی مشرق و مغرب میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے جلال و جمال کا باعث ہے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ نے جو الہامی کلام بزبان عربی و فارسی فرمایا وہ بھی آپ کی کرامات میں شامل ہے کہ آج تک اسے احباب طریقت اوراد روحانیہ کے طور پر پڑھتے اور مستفیض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمکلامی کا شرف بخشا اور غوث الاعظم کے خطاب سے نوازا، آسمانوں میں آپ کا خطاب باز اشہب اور دین کو زندہ کرنے کے سبب آپ کا لقب محی الدین مشہور ہے۔ ہر ولی اللہ خواہ اس کا تعلق کسی بھی سلسلہ سے ہو، اپنے احوال کی درستگی کے معاملے میں حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کا محتاج ہے کیونکہ سلسلہ عالیہ قادریہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اختیار خصوصی سے جاری فرمایا ہے اور اس سلسلے کے جلال و جمال کا شمار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روشن معجزات میں ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے وسیلے سے لاکھوں خانوادہ طریقت فروغ اسلام کا باعث ہوئے ان میں آپ کے بیٹوں سے جاری ہونے والے سلسلہ عالیہ قادریہ کے خانوادے خصوصی عظمت کے وارث ہوئے ہیں۔

حضور غوث الاعظمؓ کے گیارہ بیٹوں کا تذکرہ ملتا ہے جو آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو

کر دین و دنیا میں مشعل راہ ہدایت ہوئے ان میں سب سے پہلے السید الشیخ، امام المقتداء حضرت سیدنا عبدالرزاق قادری الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ہے جن کے فیوضات و حسنات سے مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں اجالا ہے۔ آپ کی ولادت ۵۲۵ھ میں ہوئی اور ۶۵۳ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کے ملفوظات "جلاء الخاطر" کے عنوان سے مرتب کئے۔ ہر چند کہ حضور سیدنا غوث الاعظمؒ کے مواعظ حسنہ کو نقل کرنے والے سینکڑوں لوگ ہر مجلس میں موجود ہوتے تھے لیکن "جلاء الخاطر" کا ایک اپنا تاریخی و روحانی مقام ہے۔ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کے زہد و ورع، اصول و معارف، وراثت روحانی اور اعلیٰ مجاہدات میں نمایاں درجہ حاصل کیا چنانچہ آپ کے وسیلے سے جو سلسلہ عالیہ قادریہ جاری ہوا اس میں ترک و تجرید، فنا و تفرید، مجاہدہ و ریاضت، گمنامی و یاد حق کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ آپ کے مریدوں میں اور مریدوں کے مریدوں میں جلیل القدر اولیاء اللہ ہوئے ہیں جنہوں نے دنیا کی لذات کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر ترک وجود کے باعث محفل محمدؐ رسول اللہ میں جگہ پائی۔ حضرت سیدنا عبدالرزاقؒ کے سلسلہ عالیہ قادریہ پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی ایسی نگاہ پسندیدگی رہی کہ اس سلسلے میں حضرت خواجہ حسن قرشیؒ، حضرت شیخ حفص ابوبکرؒ، حضرت شاہ سلیمانؒ، حضرت شیخ ابوداؤدؒ، حضرت خواجہ ابوبکر مقتولؒ، حضرت خواجہ موسیٰ حلبیؒ، حضرت شیخ ابوالقاسمؒ، حضرت سید عابد کبیرؒ، حضرت سید احمد ولیؒ، حضرت خضر ابدال بیابانیؒ اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے اسماء شہرہ آفاق ہیں۔ ان اصحاب نے ترک و تجرید و تفرید و گمنامی و یاد حق کو اسقدر اعلیٰ معیار پر قائم فرمایا کہ جملہ تعلیمات غوث الاعظمؒ ان بزرگوں کی اقدس سیرتوں سے ظاہر ہوتی رہیں۔ حضرت سیدنا عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ عالیہ قادریہ اور آپ کی شخصیت کو بہت سی منفرد فضیلتیں حاصل ہوئیں بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ عالیہ قادریہ کا جلال و جمال آپ ہی کی نگاہ لطف کا کرشمہ ہے۔ حضرت سیدنا عبدالرزاقؒ کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کے دیگر تمام بیٹے زہد و ورع و تقویٰ و ولایت میں مقام اعلیٰ پر فائز ہوئے اور ان کے ذریعے کثیر مخلوق خدا فیض یاب ہوئی۔ ان بیٹوں میں حضرت عبدالعزیزؒ، حضرت عبدالجبارؒ، حضرت عبدالوہابؒ، حضرت عبدالغفارؒ، حضرت عبدالغنیؒ، حضرت صالحؒ، حضرت محمدؒ، حضرت شمس الدینؒ، حضرت ابراہیمؒ اور حضرت یحییٰؒ کے اسمائے گرامی منقول ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوضات و حسنات اولیائے سہروردیؒ، اولیائے چشتؒ اور بالخصوص اولیائے قادریہؒ کے باعث اس شان و عظمت سے ظاہر ہوئے کہ اسلام نگاہ صوفیانہ سے بڑی تیزی کے ساتھ پھیلا اور یہ سلسلہ ہر عہد میں فائق رہا۔ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ (ملتان) حضرت جلال الدین تبریزیؒ (بنگال) سید جلالؒ سرخ (اچ) شاہ جلال مجردؒ (سلہٹ) اور

حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر صاحبؒ نے پنجاب سے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا اور برصغیر پر محیط کر دیا۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ سے محبت و عقیدت انتہا درجہ تھی۔ آپ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے اویسی اور آپ کی ذات و صفات کے مظہر تھے۔ آپ نے حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی زیارت بعالم بیداری متعدد بار فرمائی۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی نگاہ کرم خصوصیت کے ساتھ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اور آپ کے جاری کردہ سلسلہ عالیہ قادریہ پر تھی۔ بارگاہ غوثیت میں حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر صاحبؒ کی مقبولیت کے متعدد نکات ولیعہد شاہجہانی نے "سکینہ الاولیاء" میں لکھے ہیں۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے ارشادات کی عملی تصویر حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سیرت و کردار میں نظر آئے گی۔ اتباع مرشد کا اس سے بڑا اور کوئی معیار نہیں کہ امام سلسلہ کے ارشادات مجسم سیرت و کردار سے ظاہر ہوں۔ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے مصحف شخصیت حضرت خضر ابدال بیابانیؒ، کے معیار قادریہ سے اپنایا اور مجسم تعلیمات و معیار سلسلۂ عالیہ قادریہ ہوئے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ اپنے اخلاص معلّی کے باعث اور حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی خصوصی پسندیدگی کے باعث حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی سیرت و تعلیمات کا عہد متاخر میں جلال و جمال ہیں۔

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہٗ

وَالْفَجر

قبلہ مشائخ ہر زماں، علیم رموز معرفت، محرم اسرار وجدانی، مخزن اسرار غیبی، مطلع انوار لاریبی، سردار اہل عالم، پیشرو اہل شریعت، رہنمائے اہل سلوک و طریقت، سرفراز ارباب یقین، محرم حریم جلال و جمال، محبوب بزم وصال، امیر الاولیاء، منبع خوارق و کرامات، قطب الاقطاب، غوث الافاق، شہنشاہ فقر و ولایت، جنید ثانی، مظہر ذات شاہ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ، امام تصوف قرآنی حضرت سیدنا شاہ محمد میر المعروف حضرت میاں میر بالا پیر صاحب قادری لاہوری قدس اللہ اسرارہٗ کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے امیرالمومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اور آپ کا سلسلہ حسب اقدس اس طرح ہے کہ حضرت سیدنا میاں میرؒ درخدمت حضرت خضر ابدال بیابانیؒ درخدمت حضرت سید احمد ولیؒ درخدمت حضرت سید عابد کبیرؒ درخدمت حضرت شیخ ابوالقاسمؒ درخدمت حضرت موسیٰ حلیؒ درخدمت حضرت خواجہ ابوبکرؒ درخدمت حضرت شیخ ابوداؤدؒ، درخدمت حضرت شاہ سلیمانؒ درخدمت حضرت شیخ حفص ابوبکرؒ درخدمت حضرت خواجہ حسن قرشیؒ درخدمت حضرت سیدنا عبدالرزاقؒ درخدمت حضرت ابو محمد شاہ محی الدین غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ درخدمت حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ درخدمت حضرت شیخ حسن ہنکاریؒ درخدمت حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ درخدمت حضرت شیخ عبدالواحد یمنیؒ درخدمت حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ درخدمت حضرت سیدنا جنید بغدادیؒ درخدمت حضرت سیدنا سری سقطیؒ درخدمت حضرت سیدنا

معروف کرخیؒ درخدمت حضرت سیدنا ابوداؤد طائیؒ درخدمت حضرت خواجہ حبیب عجمی درخدمت حضرت خواجہ حسن بصریؒ درخدمت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ حبیب مصطفیؐ اسد اللہ الغالبؓ درخدمت سید الانبیاء والمرسلین رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

برصغیر پاک و ہند میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے اسمائے صفات میں "پیر پیراںؒ" "خواجہ خواجگاںؒ" "جنید ثانی" "مظہر ذات غوث اعظمؒ" "میاں جیوؒ" "مرشد شہنشاہان ہند و سندھ" "سرکار پنجاب" "فخر الفقراء" اور "امام المشرق" معروف و مشہور ہیں۔

والدین صاحبان تکریم حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے آباء و اجداد باب الاسلام خطہ سندھ کے شہر ٹھٹھہ اور بھکر کے درمیان واقع تاریخی شہر سیوستان میں جلوہ افروز رہے۔ آپؒ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی سائیں دتاؒ بن قاضی قلندرؒ فاروقی ہے اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی فاطمہؒ ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے والدین صاحبان تکریم زہد و ورع' استغناء و قرب الٰہی سے سرشار تھے بالخصوص آپ کی والدہ ماجدہؒ نے اپنے والد محترم قاضی قادنؒ جو اپنے عہد کے معروف عالم دین اور صوفی کامل تھے' سے علوم معقول کی تحصیل بدرجہ اتم کی تھی اور کثرت عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ کوئی لمحہ یاد حق سے خالی نہ تھا۔ بارگاہ حق میں آپ کی مقبولیت اور دربار رسولؐ میں آپ کی پسندیدگی جملہ مقربین حق پر ظاہر تھی۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی والہانہ محبت نے ترک و تجرید اور گوشہ نشینی پر مائل رکھا تھا۔ آپ نے تعلیم علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ رموز طریقت و اشغال اذکار کی تعلیم بھی اپنے والد بزرگوار ہی سے حاصل کی تھی۔ آپ مستجاب الدعوات' صاحب کرامات اور رابعہ عصر تھیں۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے والدین کریمینؒ جس طرح خود یاد حق میں مستغرق تھے اسی جذبہ حق کی توسیع وہ اپنی اولاد میں چاہتے تھے۔

والدینِ میانمیرؒ آفاق کے شمس و قمر ۔ راست باز و عابد و در بزم حق صد معتبر
یادِ حق سے یک نفس خالی نہ تھا بہرِ سلوک ۔ اولیائے عصر پر فائق تھے مثلِ تاجور
محفلِ بغداد میں توقیر رکھتے تھے مدام ۔ غوث اعظمؒ کا سدا ان پر رہا نورِ نظر
صفحۂ قرآن ان کے سیرت و اخلاق تھے ۔ اس جہانِ عارضی سے گرچہ تھا ان کا گزر
تھی نگہ ان کی سرِ عرشِ کریمِ ذوالجلال ۔ سندھ ان کے جلوۂ ہستی سے ہے نوری نگر
معرفت کے آسماں پر وہ عقابِ برق رو ۔ کائنات ان کے اثر سے تجلۂ اہلِ بصر
پاک تھے وہ شہرتِ دنیا سے مثلِ بوئے گل ۔ شہرت ان کی حلقۂ افلاک میں تھی ہمسفر
وہ سراپا جسد نورانی و برہانی رہے ۔ بزمِ غوث پاکؒ سے حاصل ہوا ایسا ہنر
جس نے کی ان کے وسیلے سے دعا مقبول ہے ۔ وہ الف قد ہو گیا جس نے جھکایا در پہ سر

مدحت ان کی حیطۂ تحریر میں آتی نہیں لختِ دل ان کا ہوا ہندوستاں کا چارہ گر

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے والدین کریمینؒ کا معیار یادِ حق اور طریق ترک و تجرید اسقدر اعلیٰ تھا کہ جب حضرت میانمیرؒ کے بڑے بھائی پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہؒ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ نومولود ان کے معیار ترک و تجرید پر پورا نہ اتر سکے گا چنانچہ انہوں نے ایک رات خصوصیت کے ساتھ تہجد کے وقت غسل کر کے بارگاہ حق تعالیٰ میں دعا کی کہ "اے اللہ مجھے ایسا بیٹا عطا فرما جو عارف و تارک ہو اور روز و شب تیری یاد میں محو رہے" اس دعا کے ساتھ ہی ہاتف غیبی نے صدا دی کہ "اللہ تعالیٰ تجھے اس خوبی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی دے گا" اور ایسا ہی ہوا۔

ولادت اقدس شہنشاہ فقرو ولایت حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر صاحب قادری قدس اللہ اسرارہ، ۹۳۸ھ بمطابق ۱۵۳۱ء کو شہر درویشاں سیوستان میں پیدا ہوئے۔ بوقت ولادت ہی چہرہ ضوفشاں سے آثار ولایت و نیابت و معرفت جلوہ فرما تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت کی برکت کا اثر اس قدر محیط ملک ودیں تھا کہ صوفیائے ہمعصر کے احوال روحانیہ کو برکت نصیب ہوئی۔ برصغیر کے طول و عرض میں اہل بصیرت کو بذریعہ القا و وجدان معلوم ہوا کہ ایک روح اقدس کی ولادت ہوئی ہے جس کے ذریعے سے اہل تصوف و سلوک کی عظمت و توقیر آفاق پر محیط ہو جائے گی۔

مبارک ہو شہنشاہِ دلِ ہندوستاں آئے مبارک ہو تصوف کے امیرِ کارواں آئے
زمیں سے تا فلک نورِ حقیقت سے اجالا ہے مبارک ہو کہ اسرافیلؑ کے اب ہمزباں آئے
ہے اقدس سندھ کا خطہ، ہے اس پر ضوفگن مولیٰ کہ اس میں نورِ حق بن کر غیاثِ ہر زماں آئے
سنہری ان کی رنگت ہے، تنومند ان کے بازو ہیں اٹھانے اہلِ حق کے واسطے ہفت آسماں آئے
بشارت نورِ حق سے فاطمہؒ کے لاڈلے کو ہے وفائے کربلائے فقر لے کر سیوستاں آئے
یہ خطہ گنج بخش عالمؒ کا یہ لاہورِ زندہ دل ہے خوش قسمت کہ اس کی عفتوں کے پاسباں آئے
شہنشاہی حقیقت میں ولی اللہ کی ثابت ہے شہنشاہوں کو سکھلانے رموزِ عاشقاں آئے
ولادت جب ہوئی ان کی تو بھاگا ہند سے شیطاں کہ گرزِ الحسینیؓ رکھ کے کندھے پر جواں آئے
حریمِ کربلائے عشق کے شبیر میاں میرؒ محمدؐ کی طریقت کا لئے روشن نشاں آئے

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے بھائیوں کے نام قاضی بولنؒ، قاضی عثمانؒ، قاضی طاہرؒ، قاضی محمدؒ اور لطف اللہؒ تھے آخرالذکر بھائی لطف اللہؒ آپ کی بہن حضرت بی بی جمال خاتونؒ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئے تھے اور صغر سنی ہی میں انتقال فرما گئے تھے، اس کے علاوہ دوسری بہن بی بی باویؒ تھیں۔ حضرت سیدنا میاں میرؒ بھائیوں میں دوسرے تھے۔ بشارت حق کے مطابق فقرو روحانیت میں حضرت سیدنا میانمیرؒ اور آپ کی بہن حضرت بی بی جمال خاتونؒ کو مقام اعلیٰ و معلیٰ حاصل ہوا ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت جب حضرت سیدنا میانمیرؒ کی عمر اقدس سات برس کی تھی تو آپ

کے والد ماجدؒ وصال فرما گئے۔ صغر سنی ہی میں آپ نے اپنی والدہ ماجدہؒ سے قرآن مع ترجمہ پڑھا اور نماز روزہ کے رموز طریق حاصل کئے۔ صرف بارہ برس کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہؒ نے آپ کو علم باطن سکھانا شروع کیا اور آپ تائید حق سے بہت جلد مستحکم المزاج اور صائب الادراک ثابت ہوئے اور عالم ملکوت منکشف ہو گیا۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کی ذات اقدس سے خوارق و کرامات کا صدور صغر سنی ہی میں ہو چکا تھا۔ آپ تہہ دل سے اپنی والدہ ماجدہؒ کی خدمت کرتے تھے اور گاہے گاہے مناظر فطرت سے کشائش باطن کے لئے ویرانوں میں چلے جاتے تھے۔ آپ کا دل مطلع محبت الٰہی تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے دکھ درد کو تہہ دل سے محسوس کرتے تھے۔

اس ضمن میں ایک واقعہ یوں ہے کہ بھکر کے بلوچ امراء میں سے اس قوم کا ایک سرکردہ شخص فوت ہو گیا جس کی وفات کے بعد اس کا مال و دولت دیگر رسوم و اخراجات میں جاتا رہا' اس کے پس ماندگان میں ایک بیوہ اور ایک جوان لڑکی تھی۔ اس قوم میں یہ رسم تھی کہ جب تک کسی کے پاس جانوروں کا ریوڑ اور مال و دولت نہ ہو اس کی لڑکی سے کوئی رشتہ نہیں مانگتا تھا۔ اس خاندان کی اسقدر تباہ حالت کو معلوم کر کے حضرت سیدنا میانمیرؒ کا معصوم دل بہت رنجیدہ ہوا۔ آپ ہر روز اس بیوہ کے گھر کے سامنے سے گزرتے اور اس کی لڑکی کو ہمدردی سے ایک نظر دیکھ کر گزر جاتے۔ آپ کے رخ روشن سے فقر و ولایت کے آثار نمایاں تھے اور لباس کی سادگی اور اطوار کی پاکیزگی کو اس نوجوان لڑکی نے جان لیا۔ ایک دن اس لڑکی نے اپنی ماں سے کہا کہ "کسی طرف سے ہمارے حالات کی کشائش نہیں ہوتی' ایک درویش پاکیزہ صورت معصوم لڑکا ہر روز یہاں آتا ہے' میری طرف دیکھتا ہے اور چلا جاتا ہے' اس کی خدمت میں التجا کرو کہ شاید اس کی برکت سے ہماری روزی کھل جائے"۔ جب حضرت سیدنا میانمیرؒ آئندہ روز تشریف لائے تو اس لڑکی کی ماں آپ کے پاس آ گئی اور کہا کہ "تو ہر روز یہاں آتا ہے اور ایک نظر دیکھ کر واپس چلا جاتا ہے' کیا تیری نظر کی برکت سے ہماری بہتری نہیں ہو سکتی؟" آپ نے فرمایا "کیا چاہتی ہو؟" اس نے کہا "میں لڑکی کی شادی کرنا چاہتی ہوں' میں غریب ہوں مال و دولت پاس نہیں ہے۔" آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر شہر سے باہر لے گئے اور ایک تاجر کی دکان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "جسقدر گھوڑے' شتر' کپڑے غلہ' نقدی چاہئے' اس سے لے لیا کر' لیکن یاد رہے اسے ذخیرہ کرنے کا خیال دل میں نہ لانا" یہ کہا اور تشریف لے گئے۔ وہ عورت تاجر کی دکان پر جاتی اور جس قدر اونٹ گھوڑے کپڑا اور نقدی چاہتی اسے مل جاتے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس نے اپنی بیٹی کی شادی نہایت دھوم دھام اور شان و شوکت سے کی۔ شادی کے بعد لڑکی کی ماں ایک روز پھر تاجر کی دکان پر گئی اور بہت سا غلہ لے آئی اور گھر میں ذخیرہ کر لیا جو سال بھر کے لئے کافی تھا۔ جب دوسرے دن پھر دکان پر گئی تو وہاں کچھ نہ پایا' نہ دکان نہ تاجر نہ بازار' سخت شرمندگی کے عالم میں پریشان نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی

کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ نظر آئے۔ آپ کو دیکھتے ہی وہ بڑی عقیدت کے ساتھ آئی اور قدموں کو چھو کر سلام پیش کیا اور کہا "سچ بتایئے یہ سب کیا معاملہ تھا؟" آپ نے فرمایا "تم نے میری بات نہ مانی اور تاجر کی دکان کھو بیٹھی ہو۔ اب اگر تم اس کا حال پوچھو گی تو مجھے بھی کھو دو گی' وہ تاجر وہ گھوڑے وہ اونٹ وہ نقدی سب کچھ میں تھا۔"

وجودِ مظہرِ توحید سے پیدا ہے خلاقی — خدا جب دل میں آ جائے تو ہے تسخیرِ براقی
کئے ہیں آپؒ نے تجرید سے تعمیر ہفت اقلیم — زبانِ حق فشاں سے ہے بیانِ نورِ اخلاقی
زمانِ بیش و کم ان کے لئے اک ساعتِ گزراں — کہ لکھ سکتی نہیں کلکِ جہاں کی بیش اوراقی
یہ مسروری نجف کے پیرؒ سے بچپن میں حاصل ہے — قدم کو بوسہ دیتی ہے یہ دنیائے مے و ساقی

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے وجود اقدس کو آپ کی والدہ ماجدہؒ نے خاص اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے دین اسلام کی بزرگی و سرفرازی کے لئے اللہ تعالیٰ سے طلب فرمایا تھا چنانچہ جس طرح حضرت غوث الاعظمؓ کی والدہ ماجدہؒ نے حضرت غوث اعظمؓ کو اشارہ غیبی پر صغر سنی کے عالم میں بغداد کے سفر پر روانہ فرمایا تھا اسی طرح حضرت سیدنا میانمیرؒ کی والدہ ماجدہؒ نے الہام الٰہی کی متابعت میں حضرت سیدنا میانمیرؒ کو عنفوان شباب سے پہلے ہی راہ حق میں رخصت فرمایا اور آپ اپنی والدہ ماجدہؒ کی دعاؤں اور حق تعالیٰ کے منشاء و رضا کے عین مطابق سیوستان کے بیابانوں کی طرف چل پڑے۔

غلبہ عشق الٰہی نے سیاحت و ریاضت کو بہشت آثار بنا دیا تھا۔ عزم و ہمت' جوش بخشش' معیت الٰہی' سرپرستی غوث الاعظمؓ' رضائے مصطفیٰؐ' امر خداوندی اور پاکیزہ باطن و ظاہر آپ کا زادسفر تھا۔ اللہ تعالیٰ کے الہامات کی حکمت کا ادراک عام انسانی عقل سے ممکن نہیں ہے بظاہر یہ معاملات کس قدر عجیب معلوم ہوتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیر خوارگی میں دریا کے سپرد کر دیا گیا' حضرت اسمٰعیلؑ کو صغر سنی میں حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں ذبح بنایا گیا' حضرت امام حسینؓ نے برستے ہوئے تیروں میں علی اصغرؓ کو ہاتھوں میں اٹھا کر ہاتھوں کو بلند کر دیا' حضرت غوث الاعظمؓ صغر سنی میں بغداد کی جانب چل پڑے' حضرت میانمیرؒ صغر سنی میں امر حق کو پورا کرنے کے لئے بیابان میں آ گئے' ان اللہ غالب علیٰ کل امر۔

سلام اس پر کہ میانمیرؒ جس کا ہے لقب مسطور — سلام اس پر کہ مسافت جسکی ہے صد رشکِ کوہِ طور
سلام اس پر کہ جس کے بچپنے پر قدسی قرباں ہیں — سلام اس پر کہ جسکے پاؤں کے نیچے ہے زلفِ حور
سلام اس پر کہ حجت جس نے قائم کی تصوف پر — سلام اس پر کہ غوثِ پاکؓ کا جس سے ہے ظاہر نور
سلام اس پر سفر جس کا نجاتِ فقر و درویشی — سلام اس پر کہ جس کا منتظر ہے خضرؑ المنصور
سلام اس پر کہ پیشانی ہے جس کی مطلعِ میثاق — سلام اس پر کہ سائے سے ہوں جسکے سب بلائیں دور

سلام اس پر خدا ہے ساتھ جس کے کوہساروں میں
سلام ان پر جو قدموں کے نشاں ہیں ریگزاروں میں
سلام اس پر سنہری جسکے چہرے سے نجف ظاہر
سلام اس پر سفر پر جسکے نغمہ خواں زمین سندھ
سلام اس پر کہ اذنِ مصطفیٰؐ سے جو ہوا مسرور
سلام اس پر حکومت جسکی ہندوستان میں مشہور
سلام اس پر جو ربِ دوجہاں کا عادلِ محصور
سلام اس پر جو ربِ لایزل کا مقصد و منشور

حضرت خضر ابدال بیابانیؒ حضرت سیدنا میانمیرؒ سفر کرتے ہوئے سیوستان کے پہاڑوں میں پہنچے۔ پہاڑوں میں گھومتے ہوئے آپ نے زمین میں بنا ہوا ایک تنور دیکھا جو اوپر سے ڈھکا ہوا تھا۔ آپ نے تنور کو کھولا اور اندر دیکھا کہ ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ آپ فوراً سمجھ گئے کہ کسی بزرگ نے یہ جگہ اپنے لئے بنائی ہے تاکہ سردی کی شدت سے محفوظ رہ کر یاد الٰہی کی جا سکے۔ اس جگہ کے ماحول میں عجیب نورانیت اور دل جمعی کی کیفیت محسوس کر کے حضرت سیدنا میانمیرؒ نے ارادہ کیا کہ اس بزرگ کی زیارت کئے بغیر یہاں سے نہیں جانا چاہئے۔ شدید سردی کا موسم تھا اور سارا دن انتظار میں گزر گیا لیکن وہ بزرگ نہ آئے۔ آپ کا دل چاہا کہ رات کے وقت اس تنور میں بیٹھ جانا چاہئے لیکن بہ پاس ادب تنور میں داخل نہ ہوئے اور ساری رات سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے گزار دی لیکن صبح ہونے پر بھی وہ بزرگ نہ آئے یہاں تک کہ بھوکے پیاسے اور شدید سردی کے موسم میں تین دن اور تین راتیں گزر گئیں۔

یہ پاک استھان قطب الاولیاء عارف کامل، تخت معرفت کے جلیس، اہل سعادت کے تاج، اہل حقائق کے شیخ، جملہ علائق سے بے نیاز، متوکلوں کے امام، صدیقوں کے رہنما، اہل عالم کے برگزیدہ، یگانہ آفاق اور ترک و تجرید میں بے مثال سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام طریق حضرت شیخ خضر ابدال بیابانی قدس اللہ اسرارہ کا تھا۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ موسم سرما میں لوگوں سے الگ رہ کر کوہستان میں محو عبادت رہتے تھے، علائق دنیا سے متعلق کوئی چیز قبول نہ فرماتے تھے نہ اہل دنیا کی نذر نیاز قبول کرتے تھے۔ جنگل کے پھل ان کی غذا تھی اور لباس حضرت سیدنا ابوبکر شبلیؒ کی طرح صرف ناف سے زانو تک ہوتا تھا۔ سردیوں کے لئے انہوں نے تنور بنا رکھا تھا، جنگل سے لکڑیاں لاتے اور تنور گرم کر لیتے اور یوں رات تنور ہی میں بسر کرتے لیکن شدت استغراق کے باعث بعض اوقات تنور میں بھی رات بسر نہ کرتے بلکہ سخت سرد ہواؤں ہی میں یاد حق میں مستغرق ہو جاتے تھے۔
آپ صاحب کشف و کرامات اور سندھ کے عام و خواص میں مشہور تھے۔ اہل حکومت و سطوت آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دینا اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے لیکن آپ کی طبع رب ذوالجلال والاکرام کا آئینہ تھی، آپ کسی سے نہ کچھ چاہتے نہ زیادہ التفات فرماتے البتہ آپ کا اخلاق حضور علیہ الصلوٰۃ کے خلق عظیم کی متابعت میں تھا۔ ایک مرتبہ سیوستان کا حاکم آپ کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ آپ دھوپ میں ایک پتھر پر محو یادِ حق ہیں۔ وہ آپ کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کا سایہ آپ پر

پڑا تو آپ نے سر اٹھا کر فرمایا "کیسے آنا ہوا؟" اس نے عرض کیا کہ "میری التماس ہے کہ کوئی خدمت فرمایئے کہ میں اسے بجا لاؤں"۔ آپ نے فرمایا "پہلی خدمت جو میں چاہتا ہوں یہ ہے کہ اپنا سایہ ہٹا لو" اس نے ایسا ہی کیا اور عرض کیا کہ "میرے لئے دعائے خیر کریں"۔ آپ نے فرمایا "حق تعالیٰ وہ وقت نصیب نہ کرے کہ غیر کا خیال تمہارے دل میں آئے" یہ سن کر حاکم شرمسار ہوا اور واپس چلا گیا۔ حکام کی خواہش اکثر مال و دنیا کی کثرت کے لئے ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ نے تین دن رات جب بہ پاس ادب تنور میں قدم نہ رکھا اور نہ آرام کیا تو یہی مجاہدہ اور ادب بارگاہ حضرت خضر ابدال بیابانیؒ میں مقبول ہو گیا۔ آپ جب تشریف لائے تو والضحائی چہرہ دیکھ کر حضرت سیدنا میانمیرؒ نے آگے بڑھ کر سلام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا "وعلیکم السلام یا میر محمد" آپ کی زبان سے اپنا نام سن کر حضرت سیدنا میانمیرؒ بہت خوش ہوئے اور حسن اعتقاد اور مستحکم ہوا' انہوں نے استفسار کیا کہ "کہو کب آئے؟" آپ نے عرض کیا کہ "تین دن رات سے آپ کی تشریف آوری کا منتظر ہوں" انہوں نے ارشاد فرمایا "میں تو یہاں سے آج ہی گیا تھا لیکن تمہیں دیکھا نہیں" آپ نے عرض کیا کہ "میں غلط نہیں کہتا" اس پر ارشاد فرمایا "ایسا ہی ہو گا" یہ محویت کا عالم تھا کہ شب و روز کی کوئی تقسیم ہی آپ کے ادراک نورانی میں نہ تھی۔ حضرت خضر ابدال بیابانیؒ نے حضرت سیدنا میانمیرؒ کو سعادت بیعت سے مشرف فرمایا اور ذکر الٰہی میں مشغول کر دیا۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ نے ریاضت کو شعار بنایا اور تھوڑی ہی مدت میں اعلیٰ درجات روحانیہ کو پہنچ گئے اور قلب و شعور سے ماسواء اللہ نابود ہو گئے۔

حضرت سیدنا میاں میرؒ کے تین شب و روز انتظار کرنے اور حضرت خضر ابدال بیابانیؒ کے نام لے کر سلام کا جواب دینے سے بہت سے حقائق واضح ہوتے ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "کیا یہ لوگ ایسا گمان کرتے ہیں کہ یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور آزمائے نہ جائیں گے؟" جب تک کسی کے صبر و ضبط کی آزمائش نہ ہو اس کی شخصیت خود اس سے محجوب رہتی ہے۔ خدا اس لئے نہیں آزماتا کہ وہ کسی کی شخصیت کی وسعت سے لاعلم ہے بلکہ خدا اس لئے آزماتا ہے کہ سائل خود اپنی حقیقت اور وسعت جان لے تاکہ تقاضا کرنے میں حیاداری کو اپنائے "ہر نفس اپنی وسعت پر مکلف ہے" دوسرے یہ کہ جب حضرت خضر ابدال بیابانیؒ حضرت سیدنا میانمیرؒ کا اسم گرامی لے کر سلام کا جواب دیتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ اس وقت بھی حضرت سیدنا میانمیرؒ سے روحانی طور پر متعارف ہو چکے تھے جب حضرت میانمیرؒ گھر سے چلے تھے۔ درحقیقت یہ ایک امر غیبی تھا اور آزمائش صبر و ضبط طریق و قاعدہ کی حجت کے لئے تھی' جو لوگ اپنی آزمائش کئے بغیر درویشوں کا دامن تھام لیتے ہیں اکثر درویشوں کے لئے وبال جان ثابت ہوتے ہیں۔ ارادت' عزم و ہمت اور صدق نیت ہی سے عبارت ہے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ عالم ملکوت گھر سے طے کر کے چلے تھے اور حضرت خضر ابدال بیاباںیؒ کی توجہ سے آپ بہت جلد مجاہدے میں ثابت قدم اور حریم جروت کے محرم بن چکے تھے اور آسمان معرفت پر عقاب ذوالجلال کی طرح محو پرواز تھے۔ حضرت خضر ابدال بیاباںیؒ کو جس طرح جملہ علائق دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا اسی طرح وہ حب جاہ وکلاہ سے بھی بے نیاز تھے' زیادہ مرید بنانے اور اپنے آپ کو شیخ شیخاں کہلانے کی حرص سے وہ کامل طور پر پاک تھے انہوں نے حضرت سیدنا میانمیرؒ کو اشارت غیبی اور امر الٰہی سے تھوڑی ہی مدت میں شاہباز لامکانی بنا دیا۔ حضرت خضر ابدال بیاباںیؒ کے اوصاف و مناقب کا چرچا ان کے عہد سے موجودہ دور تک شہرہ آفاق ہے۔

جلالِ فقرؒ حضرت خضرِ ابدال بیاباںیؒ جلیسِ تختِ عرفاں مظہرِ انوارِ ربانی
امیرِ الاولیاء تاجِ سعادت لوحِ پیشانی تصرف ہے محیطِ عالمین وجدانِ رحمانی
ہے ان کا دستِ حکمت قاسمِ فیضانِ جیلانیؒ امام اتقیاء و شارحِ تقویمِ قرآنی
یگانہ غوث لاقطابِ زماں آئینِ برہانی جمالِ مصطفیؐ سے ان کے قلب و جاں نورانی
کمال ترک و تجرید انتہائے زہدِ ایمانی مثالِ بوبکر شبلیؒ لباسِ وصفِ سلطانی
جہاں والوں سے پوشیدہ فلک والوں کی شہرت ہے مدینے سے چلا آتا ہے ہر شب جامِ صمدانی
میانمیرؒ ولی کا دستِ بیعت ہاتھ میں ان کے مثالِ عرش اعظم ان کے سینے میں ہے تابانی
ادائیں مصطفائی' مرتضائی ذات ہے کندن ہمیشہ محوِ استغراق و قربِ ربِ سبحانی

عنفوان شباب تک آتے آتے حضرت سیدنا میانمیرؒ کا عقاب آسمان معرفت ہو جانا اللہ تعالیٰ کے خصوصی فیصلے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصی توجہ کا رہین منت ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کی والدہ ماجدہؒ نے آپ کو اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے لئے طلب کیا تھا' نہ کہ دنیاوی کاروبار اور منفعت اسباب کے لئے چنانچہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی توجہ اور خصوصی عنایات سے مزین ہے۔ آپ وہ نفس اقدس ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و بزرگی کا جلال و جمال آویزاں کرنے کے لئے خطہ مشرق میں پیدا کیا۔ آپ اویسی نسبت کی وجہ سے اپنے پیر طریقتؒ کے ساتھ ساتھ براہ راست حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روحانی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے بمنزلہ اویس ہونے اور نسبت اویسی کی وضاحت کرتے ہوئے ولیعہد شاہجہانی داراشکوہ لکھتے ہیں کہ۔

> "اگرچہ حضرت میاں جیوؒ نے بظاہر حضرت شیخ خضرؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن وہ خود بھی بمنزلہ اویس تھے اور بلاواسطہ آسمان ولایت کے قطب' فلک سعادت کے ماہتاب فضائے لاہوت کے شہباز'

میدان جبروت کے شاہسوار، جہان ملکوت کے سمندر کے غواص، عالم ناسوت کے سیاح، اولیائے کامل کے سلسلے کے منتظم، مشائخ کامل میں برگزیدہ، علم وکمال کے سورج، حلم جمال اور جلال کے خورشید کے مشرق، اکابر زمین و زماں کے پیشواء، یقین کی بلندیوں کے مبارک فال ہما، عالی جاہ عارفوں کے بادشاہ، صاحب قول "قدمی هذه رقبته کل ولی الله" اولیائے نامدار کے سلطان، عالی مقام، پرہیز گاروں کے امام، قطب ربانی، محبوب سبحانی، پیرودستگیر، غوث الثقلین شاہ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت نے ان (حضرت سیدنا میانمیرؒ) کی تربیت کی اور مرتبہ کمال کو پہنچایا"

حضرت خضر ابدال بیابانیؒ کو حضرت سیدنا میانمیرؒ پر فخر تھا، یہ فخر درحقیقت فخر فقر تھا جو سنت رسولؐ ہے چنانچہ جب حضرت سیدنا میانمیرؒ نے منازل سلوک بدرجہ اتم طے کر کے حریم لاہوت تک رسائی حاصل کی اور آپ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے اویس جانثار دل فگار ہر طرح سے کامیاب اور صاحب کمال ہو گئے تو حضرت خضر ابدال بیابانیؒ نے آپ کو خلافت قادریہ سے سرفراز کرتے ہوئے اجازت بیعت و ارشاد کے ساتھ رخصت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اب تمہیں کوئی ضرورت نہیں، جہاں چاہو اور جہاں خواہش ہو، وہاں قیام کرو"۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ نہایت قلیل مدت میں امر حق سے علوم روحانیہ سے فارغ التحصیل ہو کر سیوستان سے رخصت ہوئے۔

جب حضرت سیدنا میانمیرؒ اذن حق سے علوم ظاہریہ کی تکمیل کے لئے لاہور تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر پچیس برس تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے پیر طریقت سے اجازت رخصت کے بعد ایک عرصہ کوہساروں میں گوشہ نشینی میں گزارا جیسا کہ حضرت خضر ابدال بیابانیؒ کا طریق حیات تھا۔ اس کے بعد دوران سفر آپ بہت سے مقامات پر سیاحت فرماتے رہے لیکن کسی جگہ قیام نہ کیا یہاں تک کہ آپ لاہور تشریف لائے۔

لاہور میں آمد اقدس جب حضرت سیدنا میانمیرؒ لاہور بغرض تعلیم ظاہری تشریف لائے تو اس وقت مغلیہ حکمران شہنشاہ جلال الدین اکبر (۱۵۴۲ء - ۱۶۰۵ء) کی حکومت تھی اور لاہور صوبائی دارالخلافہ تھا۔ لاہور میں آپ کے ورود اقدس کا سال ۱۵۷۵ء ہے۔ لاہور کا نظام تعلیم عہد قدیم کے اصولوں کے مطابق تھا جس میں عہد مغلیہ تک بھی چنداں تبدیلی نہ آئی تھی کیونکہ یہ نظام تعلیم طلباء کی قابلیت سے موافقت رکھتا تھا۔ اس نظام تعلیم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ سال بہ سال جماعتوں کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ تعلیم کی تحصیل کی تقسیم کتب کے اعتبار سے تھی۔ ہر تعلیمی ادارہ، خانقاہ یا مدرسہ مخصوص کتب شروع کراتا تھا جن کا پڑھنا اور امتحان دینا لازم تھا، محنتی طلباء

اپنے نصاب کی کتب کو جلد از جلد پڑھتے تھے اور فارغ التحصیل ہو جاتے تھے۔ غیر محنتی اور درمیانی عقلی استعداد رکھنے والے اس وقت تک فارغ التحصیل نہ ہو سکتے تھے جب تک مجوزہ کتب پڑھ کر یاد نہ کریں اور امتحان نہ دیں۔ سال بہ سال جماعتوں کی تقسیم نہ ہونے کی وجہ سے محنتی طالب علموں کے آگے بڑھنے کے مواقع بے شمار ہوتے تھے۔ اس نظام تعلیم میں اصل تقسیم نوع علم کے اعتبار سے تھی یعنی حفظ، تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، صرف و نحو، کیمیاء، تاریخ اور الہیات وغیرہ۔ اس نظام تعلیم کی دوسری اہم خصوصیت یہ تھی کہ طالب علموں کے لئے صرف شوق تحصیل علم ہی کافی تھا انہیں کسی قسم کی فیس یا عوضانہ ادا نہ کرنا پڑتا تھا۔ لاہور ہر طرح سے علوم و فنون کا ایک بہت بڑا مرکز تھا جس میں لاتعداد سرکاری و نیم سرکاری تعلیمی اداروں کے لئے بے شمار خانقاہوں اور مساجد میں ہر نوع علم پر کتب پڑھائی جاتی تھیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے لاہور تشریف لانے کے بعد دراصل لاہور اہل تصوف کے لئے قبلہ طریق بن گیا تھا۔ آپ کی عالی شان خانقاہ آپ کے وصال سے دو صد سال کے بعد ایک عظیم تعلیمی یونیورسٹی میں بدل چکی تھی اس کے علاوہ آپ کے پیر بھائی حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف صدر دیوان رحمتہ اللہ علیہ (برادر حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ) نے بھی بے پناہ علمی خدمات انجام دیں۔ لاہور کے بے شمار باغات بھی تعلیم و تدریس کے لئے مخصوص رہے چنانچہ جب حضرت سیدنا میانمیرؒ لاہور تشریف لائے تو اس وقت مساجد ہی تعلیمی لحاظ سے معتبر سمجھی جاتی تھیں جہاں بڑے بڑے علماء مخصوص و مروجہ کتب پڑھاتے تھے۔ ہر بڑی جامعہ مسجد کے زیر انصرام طلباء کے حجرے بھی ہوتے تھے اور الگ سے بااختیار مدرسے بھی قائم تھے جن کے اخراجات شاہی خزانے اور مخیر حضرات کے تعاون سے پورے ہوتے تھے۔

قابل غور معاملہ یہ ہے کہ علوم ظاہری کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ علوم عالیہ روحانیہ حاصل کرنے کی اہلیت پیدا ہو جائے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ علوم روحانیہ میں شہباز لاہوت بن کر تشریف لائے تو پھر آپ کو علوم ظاہری کا اذن حق کیوں ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت سیدنا میانمیرؒ کو محض ایک صوفی کامل صاحب استغراق پیدا نہیں کیا تھا بلکہ امام تصوف کا تاج آپ کے سر پر رکھا تھا اور اس کی کماحقہ حجت پوری کرنے کے لئے اور علماء کو ان کی زبان میں جواب دینے کے لئے آپ کو اذن حق ہوا کہ علوم ظاہریہ میں کمال حاصل کریں چنانچہ آپ مساجد میں وقت گزارنے لگے اور مختلف علمائے دین سے مجوزہ و مروجہ نصابی و اضافی تحقیقی کتب نہایت قلیل عرصہ میں پڑھیں اور ان پر اسقدر عبور حاصل کیا کہ آپ کے جملہ اساتذہ آپ کی بے حد عزت و تکریم کرتے تھے۔ آپ نے دوران تدریس نہ کبھی کوئی ناوک کشف کسی پر کھینچا نہ اپنی باطنی حالت کو کسی پر ظاہر کیا بلکہ نہایت تادیب و اخلاق کے ساتھ جملہ کتب تمام کیں۔ آپ کے شریک درس طلباء آپ کی شخصیت سے ہمیشہ

مرعوب رہے اسی طرح آپ کے اساتذہ تہہ دل سے آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا سعداللہ لاہوری" (۹۲۱ھ - ۹۹۹ھ ر ۱۵۱۶ء - ۱۵۹۱ء) کا نام سرفہرست ہے جو معتبر عالم دین اور صوفی تھے' ان ہی کے ایک شاگرد مولانا نعمت اللہ لاہوری" سے بھی حضرت سیدنا میانمیر" نے کتب پڑھیں۔ ان سے ایک روایت و بعد شاہجہانی داراشکوہ اپنے استاد ملا میرک المعروف اخوند جیو کی زبانی یوں بیان کرتے ہیں کہ مولانا نعمت اللہ لاہوری" کہا کرتے تھے کہ "حضرت میانمیر" میرے درس میں رہے۔ کئی سال میں نے انہیں پڑھایا اور ان کی رہنمائی کی' انہوں نے میرے تمام علوم حاصل کئے لیکن اس عرصے میں ان کی حقیقت حال مجھ پر ظاہر نہ ہو سکی اور یہ حضرت کا کمال ستر ہے"۔ مذکورہ اساتذہ کے علاوہ مولانا مفتی عبدالسلام لاہوری کا نام بھی بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر" نے جس قلیل مدت میں لاہور کے علماء سے تحصیل تعلیم ظاہریہ کی اس سے بہت سے نکات روشن ہوتے ہیں' اول یہ کہ لاہور کے جملہ علماء میں آپ کی ذکاوت و روشن ضمیری کی شہرت عام بقائے دوام ہوئی اور آپ علماء میں ہردلعزیز ہو گئے' جس کسی نے بھی آپ سے کوئی علمی مسئلہ دریافت کیا آپ نے ایسا مناسب جواب دیا کہ سائل نے جس عالم کے سامنے بھی وہ جواب پیش کیا صدائے آفریں بلند ہوئی۔ اس عہد میں اہل وجد و حال کی لاہور میں کمی نہ تھی لیکن حضرت سیدنا میانمیر" کی عظمت اور شان رفیع علماء و صوفیاء دونوں گروہوں میں تسلیم کی گئی۔ حضرت سیدنا میانمیر" کا شوق تحصیل علم ظاہری علماء میں شہرت حاصل کرنے کے لئے نہ تھا اور نہ ہی وہ اپنی ذہانت کی داد و تحسین کے طالب تھے' یہ تو ایک امر حق تھا جسے آپ نے بدرجہ احسن پورا کیا اور مدینۃ الاولیاء لاہور میں ایسی کلاہ فقر پہنی جس کی براق شعاعوں سے سارا برصغیر جگمگانے لگا۔

اے خطۂ لاہور ترا بختِ جواں اور
تُو مسکنِ شہ میرؒ ہے اب ایسا کہاں اور

ہے داتاؒ ترے پاس ہے زنجانیؒ ترے پاس
میں نام لوں کس کس کا' ہے گنجینہ نہاں اور

ہیں تیری فضاؤں میں میانمیر" کی سانسیں
ہے شیریں و دلخواہ ترا آبِ رواں اور

دنیا میں کوئی شہر نہیں تیرے مقابل
تو اہلِ محبت کے لئے نجفِ عیاں اور

یہ سچ ہے کہ برباد ہوا بارہا' پر آج
شہ میرؒ کے صدقے میں نشاں اور زماں اور

بوسہ دیا مٹی نے تری ان کے قدم کو
جس سے کہ عطا تجھکو ہوئی شانِ شہاں اور

واعظ کو خبر ہی نہیں کیا ہے دمِ شمشیر
جو روح سے اٹھتی ہے وہ تکبیر و اذاں اور

داتاؒ کے نگر میں ہیں مدینے کے اجالے
دیکھیں وہ جو رکھتے ہیں بہت وہم و گماں اور

باطن کی نگاہوں سے میں لاہور کو دیکھوں
کُندنؔ یہ لبِ نہر نظر آئے جہاں اور

اشغال شب و روز حضرت سیدنا میانمیر" کو نیند نہیں آتی تھی' کئی سال نہ دن کو سوئے نہ رات کو۔ آپ فجر سے قبل اقامت گاہ سے نکلتے تو احباب عقیدت زیارت باسعادت کو چلے آتے۔

آپ احباب کو لے کر کسی باغ یا پرفضا مقام میں تشریف لے جاتے اور احباب کو الگ الگ ایک فاصلے پر بیٹھ کر یاد حق میں مشغول ہونے کی تلقین فرماتے بعد ازاں فجر کی نماز کے وقت تمام احباب جمع ہو جاتے اور نماز فجر باجماعت ادا کرتے۔ کچھ احباب رخصت لے کر چلے جاتے اور باقی آپ کے ساتھ اولیائے لاہور" کی درگاہوں میں زیارت و ہدیہ سلام کے لئے جاتے اور ذکر الٰہی میں محویت اختیار کرتے۔ حضرت سیدنا میانمیر" کا کوئی لمحہ یاد حق سے خالی نہ ہوتا تھا' آپ ہمہ وقت بارگاہ حق میں حاضر اور متوجہ رہتے تھے۔ استغراق و محویت کا یہ عالم تھا کہ قطع عناصر مخلوق کے لئے حبس دم کا طریق اپنایا ہوا تھا۔ آپ رات کو ہمیشہ بیدار رہتے اور ایک سانس میں رات گزار دیتے تھے۔ صرف آخری عمر میں جب آپ کی عمر کریمہ اسی برس سے زائد ہو گئی تھی تو بوجہ ضعف ایک رات چار سانسوں میں گزارتے تھے۔ آپ کی ساری رات قبلہ رو محویت حق میں گزر جاتی تھی۔ دن کے وقت آپ تنہائی و یکسوئی کے لئے شہر سے باہر چلے جاتے اور کسی باغ یا کسی ویران جگہ پر جہاں لوگوں کا گزر نہ ہو محویت حق اختیار کرتے۔ حضرت سیدنا میانمیر" کا عنفوان شباب انتہائی ریاضت و مجاہدہ سے تعبیر ہے اور حبس دم اس پر مستزاد ہے۔

راقم الحروف نے ایک مرتبہ اپنے پیر طریقت امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری" سے استفسار کیا کہ حضور آپ ارشاد فرمایئے کہ کیا حضور میانمیر صاحب" نے حبس دم کا طریقہ کسی ہندو جوگی سے سیکھا تھا کیونکہ یہ طریق جوگ پنتھ سے تعلق رکھتا ہے۔ پیر طریقت حضرت امیر العصر" نے ارشاد فرمایا کہ "نہیں حبس دم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ جس کے لئے باقاعدہ کسی کی تربیت کی ضرورت ہو۔ اس میں مشق ہی مہارت بہم پہنچاتی ہے جس قدر کوئی اس میں مہارت حاصل کرتا ہے مشق ہی سے حاصل کرتا ہے' حبس دم بعض متقدمین صوفیاء کے عمل میں تھا اور اس کا مقصد رجوع الی اللہ کی ایک مخصوص کیفیت ہے جس میں طمانیت روح سے پھیل کر جسم پر محیط ہو جاتی ہے' وہم و خیال و گمان و ادراک محو ہو جاتے ہیں تم یہ سمجھ لو کہ جس طرح بندوق چلانے والا گولی چلانے سے پہلے نشانہ درست کر کے سانس روک لیتا ہے اور پھر گولی چلاتا ہے تاکہ اس کا نشانہ خطا نہ ہو' حبس دم زندگی کے اس سرچشمے سے جسم کو زندگی دیتا ہے جس سرچشمے سے روح بغیر کھائے پئے زندہ ہے"۔

حبس دم ایک مشکل مہارت ہے لیکن جیسا کہ صوفیاء کی کتب سے ظاہر ہے کہ انسان جب اپنا سانس اوپر کھینچتا ہے تو روح کے قریب ہو جاتا ہے اور محویت فی الفور قائم ہو جاتی ہے اس کے علاوہ یہ بات منقول ہے کہ حبس دم کی اور حکمتوں میں یہ حکمت بھی ہے کہ انسانی زندگی کو فطرت کاملہ نے سانسوں میں شمار کیا ہے' حبس دم کرنے والوں کا جسم شفاف اور عمر طویل ہوتی ہے اور ضعف کا اثر ساٹھ سال کے بعد شروع ہوتا ہے حبس دم کے شغل میں تنہائی اور یکسوئی بہت اہم ہے ورنہ اعصاب

پر برا اثر پڑتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا میانمیرؒ رات کے وقت اپنے حجرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیتے تھے اور محویت حق سے تمام شب سرشار رہتے تھے۔ بہت کم اصحاب ایسے تھے جو کبھی شب بھر یا رات کا ایک مخصوص حصہ آپ کے پاس گزارنے کا شرف رکھتے تھے۔ آپ کی زبان پر اکثر یہ شعر رہتا تھا۔

کسی کو غافل از حق یک زمانست
در آندم کافر است اما نہانست

(جو شخص حق تعالیٰ سے گھڑی بھر کو غافل ہے اس وقت وہ کافر ہے لیکن پوشیدہ)

زہد و تقویٰ

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر صاحب قادری قدس اللہ اسرارہٗ کا زہد و تقویٰ بدرجہ انتہا تھا۔ اہل تحقیق اور تاریخ نویسوں نے آپ کے زہد و اتقاء کو "زہدِ عیسوی" لکھا ہے۔ آپ شریعتِ محمدیؐ پر اسقدر سختی سے عمل پیرا تھے کہ آپ کے معاصرؒ آپ کا اسم گرامی اتباعِ شریعت کے ضمن میں سند کے طور پر پیش کرتے تھے۔ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجلیاتِ آفاق گیر آپ کے زہد و تقویٰ کی پہچان تھیں۔ غوث الاعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کو سلسلہ بیعت کی نسبت کے ساتھ ساتھ والہانہ عشق و محبت کا ایسا تعلق تھا کہ برصغیر کے اولیائے کرامؒ میں سے جس قدر انعامات و تصرفاتِ قادریہ کا اظہار آپ سے ہوا اس کی اور کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ ہر طرح سے حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے طریق کے پاسدار اور مفسرِ روحانی تھے یہاں تک کہ کثرتِ تجلیاتِ غوث الاعظمؓ آپ کی شخصیت اور آپ کے زہد و ورع کی روشن دلیل تھی۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی ذاتِ اقدس میں فنا و بقا کا یہ عالم تھا کہ اولیائے معاصر نے آپ کو ہر طرح سے مظہرِ ذاتِ جمالِ غوث الاعظمؓ دیکھا اور مظہرِ جمالِ مرتضائی کا لقب حاصل ہوا۔ باوجود اس کے کہ آپ حنفی المذہب تھے لیکن فنائے ذاتِ غوث الاعظمؓ ہونے کے باعث آپ کے افعال و اتقاء کو تاریخ نویسوں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی فقہ حنبلی سے منسوب کیا ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب ساری زندگی حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کا اسمِ ذاتی بغیر وضو زبان پر نہ لائے۔ حضرت سیدنا

میانمیرؒ کی سیرت و شخصیت در حقیقت حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی سیرت شخصیت کی عملی تفسیر ہے۔

شہنشاہِ فقر میاں میرؒ ہیں — ذاتِ غوثِ پاکؓ کی تفسیر ہیں
مظہرِ اوصافِ نورِ مصطفیٰؐ — قابَ قوسینِ وفا کے تیر ہیں
ہیں جمالِ مرتضائیؓ سے گداز — خُلقِ قرآنی کے جوئے شیر ہیں
اک نظر سے پاک کر دیں جان و تن — سربسر والفجر کی تکبیر ہیں
ہے لبادہ ان کا زہدِ عیسویؑ — قصرِ ابراہیمؑ کی تعمیر ہیں
عدل و احسان آپ کا صد مرحبا — عمر بن خطابؓ کی شمشیر ہیں
اذنِ حق سے آپ کے زیرِ قدم — ہند سندھ پنجاب اور کشمیر ہیں
رنگ کُندَن مظہرِ وجہہُ الکریم — آپ شاہانِ جہاں کے پیر ہیں

حضرت سیدنا میانمیرؒ کو دنیا سے اس قدر بے تعلقی تھی کہ نام و نمود اور شہرت زہد و تقویٰ کی کوئی صورت آپ کو پسند نہ تھی۔ لاہور میں جب آپ علوم ظاہریہ کی تکمیل کر رہے تھے تو آپ نے اپنے باطنی و روحانی اعلیٰ درجات کو کبھی ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ لباس پہننے اور عبادت کے لئے قیام کرنے میں بھی آپ کسی ظاہری خصوصیت کو پسند نہ کرتے تھے۔ تکمیل علوم ظاہریہ کے بعد جب رفتہ رفتہ لاہور کے درویشوں میں آپ کا چرچا ہوا تو بہت سے طالبان حق آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے لیکن آپ نے کسی کو بیعت نہ کیا بلکہ اللہ کی یاد اور دنیا سے لاتعلقی و بے نیازی کی نصیحت کی۔ جب آپ کی شہرت پھیلنا شروع ہوئی اور عقیدت مندوں کے جھرمٹ لگنے لگے تو آپ کو حجاب شہرت کا خدشہ گزرا چنانچہ آپ لاہور سے سرہند چلے گئے اور وہاں ایک گمنام شخص کی طرح ایک جگہ قیام کیا اور اللہ کی یاد میں محو ہو گئے۔

یہ معیار زہد ہی تھا کہ آپ نے قدم بوس لاہور کو ترک کر کے سرہند میں سکونت اختیار کی لیکن حق تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ آپ آب شور سرہند کی بجائے مدینۃ الاولیاء لاہور ہی میں جلوہ افروز رہیں۔ سرہند میں دوران قیام آپ کے گھٹنے میں درد رہنے لگا اور اس کے علاوہ اور عارضے بھی عود آئے جس کے باعث آپ کچھ عرصہ جسمانی تکلیف میں مبتلا رہے لیکن یاد حق سے ایک لمحے کے لئے بھی غفلت منظور نہ تھی اور نہ ہی اہل لاہور کی والہانہ عقیدت مندی کا خیال دل میں آیا۔ ایک رات آپ نے حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی روح پر فتوح کی جانب توجہ کی اور استمداد کی گزارش کی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ تشریف لائے ان کے ساتھ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ نے آپ پر بہت شفقت فرمائی اور ایک کشتی نما برتن میں آب شفا آپ کو پینے کے لئے عنایت فرمایا جسے پیتے ہی آپ پر استغراق کا عالم طاری ہو گیا اور جملہ

عوارض سے شفائے کاملہ ہو گئی۔ سرہند میں آپ کی تیمارداری کے لئے آپ کے پاس کوئی واقف کار دوست اور عقیدت مند نہ تھا لیکن سرہند کے ایک نیک خو شخص حاجی نعمت اللہ سرہندی نے آپ کی بہت خدمت کی۔ جب آپ شفایاب ہو گئے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ "آپ نے بہت خدمت کی ہے' میرے پاس مال و دولت نہیں کہ آپ کو دوں مگر ہاں اگر آپ چاہیں تو میں کچھ عرصے میں آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ دکھا سکتا ہوں" حاجی نعمت اللہ بہ دل و جان راہ حق کے طالب ہوئے اور حضرت سیدنا میانمیرؒ کی توجہ روحانی سے صرف ایک ہفتے کی مدت میں اعلیٰ درجہ روحانی پر پہنچے اور عالم ملکوت منکشف ہو گیا اور جمعیت قلب حاصل ہو گئی۔ حاجی نعمت اللہ سرہندی پہلے شخص ہیں جنہیں حضرت سیدنا میانمیرؒ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ سرہند میں تقریباً" ایک سال کا عرصہ گزارنے کے بعد آپ بہ اذن حق لاہور تشریف لائے تو اہل لاہور نے خدا کا شکر ادا کیا اور لوگ جوق درجوق آپ کی زیارت کو آنے لگے اور آپ کے فیوضات روحانیہ اور دعائے مستجاب سے مستفید ہونے لگے۔ آپ نے اپنے گزشتہ طریق گوشہ گیری اور محویت یاد حق میں قدرے اضافہ کر دیا۔ مختلف باغات اور مقابر پر رونق افروز ہوتے اور کسی ایک جگہ پر مستقل محویت اختیار نہ کرتے مبادا لوگوں کا اژدھام ہو جائے اور یاد حق میں خلل واقع ہو۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ یاد حق اور مشاہدہ حق میں اسقدر استغراق رکھتے تھے کہ غذا انتہائی قلیل تھی' اکثر شب و روز میں ایک مرتبہ چند لقمے تناول فرماتے تھے اس کے باوجود آپ انتہائی تنومند' مضبوط جسم اور ہشاش بشاش والضحائی چہرے کے مالک تھے۔ عوام الناس سے ملنا جلنا اور ان کی نذر قبول کرنا آپ کے معمول میں نہ تھا۔ خواص سے بھی بہت کم نذر قبول کرتے تھے۔ نذر پیش کرنے والے مال وزر کے تھال اور پر تکلف کھانے پیش کرتے تھے لیکن آپ روپیہ پیسہ مال و زر واپس کر دیتے تھے اور بقدر خاطر لحاظ تھوڑا سا طعام قبول فرماتے تھے۔ درحقیقت آپ کی غذا ذکر الٰہی تھی اور آپ کے روح وبدن کی پرورش انوار و تجلیات الٰہی سے ہوتی تھی۔ اگر کوئی صاحب حال متقی پرہیز گار نذر پیش کرتا اور قبول فرمانے کے لئے شدید اصرار کرتا تو آپ تھوڑا سا طعام تناول فرما کر باقی مال و زر غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ نے اپنے پاس کبھی روپیہ پیسہ نہ رکھا۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ خطرات نفس کی طرف سے اس قدر محتاط اور حساس تھے کہ خطرات نفسانی کے شائبہ کو بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ آپ کا خطرات نفسانی سے اس قدر محتاط اور ہوشیار رہنا دنیاوی سود و زیاں کے معنی میں نہ تھا کیونکہ دنیاوی سود و زیاں کو تو آپ صغر سنی ہی میں پائے حقارت سے ٹھکرا چکے تھے۔ آپ جن خطرات نفسانی سے محتاط تھے ان کا تعلق غفلت اور دھیان کے ٹوٹنے سے تھا چنانچہ آپ کا توکل و غنا انتہا درجہ تھا' حب جاہ اور لوگوں کی عقیدت کی آپ کے نزدیک کوئی

وقعت نہ تھی۔ آپ کی عقیدت و محبت اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص اذن سے عوام و خواص میں پیدا کر دی تھی لیکن آپ لوگوں کی عقیدت کو اپنے رجوع الی اللہ کے ضمن میں آزمائش تصور کرتے تھے۔

ولیعہد شاہجہانی داراشکوہ نے "سکینتہ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "زمانے بھر کے سلاطین، امراء خواص اور عوام آپ سے عقیدت رکھتے تھے لوگ ہمیشہ نذر نیاز لے کر حضرت کی بابرکت خدمت میں چلے آتے تھے۔ سلاطین اور امراء کی کوئی نذر قبول نہ فرماتے۔ اگر ان میں سے کوئی نقدی لاتا تو فرماتے "مجھے فقیر سمجھا ہے کہ یہ نقدی لائے ہو؟ میں فقیر اور مستحق نہیں، غنی ہوں۔ جس کا خدا ہو وہ فقیر نہیں، یہ لے جاؤ اور کسی مستحق کو دے دو"

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے معاصر جملہ مشائخ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ حضرت کی نگاہ میں دنیا جسقدر حقیر ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ دنیا سے لاتعلقی اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کے معاملے میں آپ کا عمل حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی تعلیمات کا زندہ اور عملی ثبوت تھا۔ دنیا سے اس قدر لاتعلقی آپ کے اعلیٰ و ارفع احوال کی غماض تھی اور آپ ظاہر دار علماء کی طرح نہیں تھے جنہیں نفس نے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے اور جو سمجھتے ہیں کہ دین اور دنیا کو ایک ساتھ کما حقہ ساتھ چلایا جا سکتا ہے۔ آپ کا عمل حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس قول معظم کی عملی تفسیر تھا کہ "دنیا اور آخرت کا معاملہ ایسا ہے جیسے ایک شخص کی دو بیویاں ہوں ایک کو راضی رکھے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے" حقیقت یہی ہے کہ فقر اور آخرت کی شادمانی اہل دنیا کے نصیب میں نہیں۔ دین و دنیا دونوں کی بادشاہی کی خواہش دراصل نفس کا فریب ہے اس فریب سے اہل حال صدق ہی نجات پاتے ہیں۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ توحید کے سمندر کے ایسے پیراک تھے کہ غیر کے ساحل سے آشنائی آپ کی طبع ہی میں نہ تھی۔ آپ کے نزدیک ماسواء اللہ پر ایک لحظہ متوجہ ہونا دام شرک میں الجھنے کے برابر تھا، تنہائی و کم گوئی آپ کے زہد و تقویٰ اور دائمی رجوع الی اللہ کی خصوصیات میں سے تھی۔ اگر کوئی شخص آپ کی ملاقات کو آتا تو اخلاق رسولؐ کی متابعت میں اذن باریابی عطا فرماتے اور اس کے حق میں دعا کر کے رخصت فرما دیتے اور کہتے کہ "دوستو! تمہارے اپنے بھی شغل اور کام ہوں گے، اسی طرح ہمارے بھی کام ہیں اب جاؤ، اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ اور ہم اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔"

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے زہد و تقویٰ کا معیار دائمی حضور قلب اور شائبہ بشریت سے اپنے روح و وجدان کو پاک رکھنا ہے چنانچہ آپ کے زہد و اتقاء اور حضور قلب کی تجلیات ربانی کی آپ کے معاصر میں مثال نہیں ملتی، حضور قلب کی اہمیت کو آپ اپنے احباب سے بیان کرتے اور اسی کو زہد کا معیار قرار دیتے تھے۔ آپ کی زبان حق ترجمان پر بعض اوقات یہ اشعار ہوتے تھے۔

یک نفس بی او بر آوردن خطاست　　چه بہ کج زوباز مانی چہ براست

چوں ترا خود اندک آمد بند راہ　　چہ بہ کوہی باز مانی چہ بہ بکاہ

(اس اللہ کے بغیر سانس لینا بھی خطا ہے خواہ اس کی طرف سے منہ موڑو یا کہ اس کی طرف منہ کرو، جب تمہارے لئے راستہ بند ہے تو خواہ پہاڑ کی وجہ سے بند ہے یا تنکے کی وجہ سے)۔

غیاب و حضور کا تسلسل آپ کی طبیعت ثانیہ تھی اور اشتیاق حضور حق کا یہ عالم تھا کہ آپ زندگی کو ایک تیز رفتار برقی رو کی طرح محسوس کرتے تھے جس کا ایک ایک لمحہ آپ یاد حق ہی میں گزارنا چاہتے تھے۔ آپ کی یہ چاہت درحقیقت اللہ تعالیٰ کا امر تھا کیونکہ آپ کی ولادت باسعادت یاد حق ہی کے لئے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مقصد زندگی میں اس قدر کامیاب و سرفراز فرمایا کہ آپ کو زہد عیسویؑ کی زندہ مثال بنا دیا۔ آپ کا مطلوب و مقصود و محبوب اور مخاطب حقیقی اللہ وحدہ لا شریک کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اور ہر ایک معاملے میں اللہ تعالیٰ غیب سے آپ کی مدد و استعانت فرماتا تھا۔

ولیعہد شاہجہانی داراشکوہ نے "سکینہ اولیاء" میں لکھا ہے:۔

"کہا جاتا ہے کہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ ہفتہ دو ہفتہ تک بھی بھوکے رہتے تھے اور اپنا حال کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ "تیس سال تک میرے گھر میں کوئی چیز نہیں پکائی گئی۔" ان کا رزق اس آیہ کریمہ کے مطابق تھا۔

وفی السماء رزقکم وما توعدون

(تمہارا رزق اور جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے آسمان میں ہے)

آپ نے فرمایا، ایک دن میرا بھائی طویل عرصے بعد وطن سے یہاں میرے پاس آیا۔ اسے دیکھ کر میں فکر مند ہوا کہ میرے پاس اس وقت کوئی مرید یا معتقد نہیں کہ اسے بھائی کے لئے کھانا لانے کو کہوں، نہ میرے پاس ہی کھانے کی کوئی چیز ہے جو اسے کھلا کر مہمان داری کا فرض بجا لاؤں۔ میں نے بھائی سے کہا، آپ حجرے میں بیٹھئے تو میں آپ کے کھانے کا انتظام کروں۔ میں اٹھ کر باغ میں گیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کی کہ خدایا! گھر میں مہمان آیا ہے اور میں نے تیری امید میں اسے بٹھایا ہے۔ تیرے سوائے کوئی مددگار اور مہربان نہیں۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ "تیری دعا سے پہلے ہی

تیری خواہش پوری کر دی گئی ہے۔" اسی اثناء میں میرا بھائی آیا اور کہنے لگا' آپ کے جانے کے بعد ایک شخص کھانا لایا ہے اور آپ کا انتظار کر رہا ہے مجھے بھیجا ہے کہ آپ کو بلا لاؤں۔ میں جب حجرے میں پہنچا تو ایک خوش وضع جوان کو دیکھا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور آہستہ سے کہا کہ حق سبحانہ' تعالٰی نے اپنے کرم سے یہ طعام اور نقدی بھیجی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے بعد جو ضرورت ہو ہم سے مانگنا ہم قبول کریں گے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے جواب میں کہا' "میں خدا کا بندہ ہوں۔" میں اور میرا بھائی کھانے میں مشغول ہوئے' اسے بھی کھانے کو کہا لیکن اس نے معذرت کی اور کہا' "میں روزے سے ہوں۔" ہم کھانا کھا چکے تو اس نے خالی برتن اٹھائے اور سلام کر کے رخصت ہوا۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں سوچتا رہا آخر معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ ہے"۔

فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ حضرت سیدنا میاں میرؒ کو اللہ تعالٰی نے غنی پیدا کیا اور تمام عرصہ حیات میں اسی تمکنت اور رعب و جلال کے ساتھ زندہ رکھا کہ دنیا کے بادشاہوں نے آپ کے در پر اپنا سر جھکانا باعث سعادت سمجھا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جس دنیا کے غریب اور متوسط لوگ بھی بغیر آزمائش اور مشاہدہ کرامات کے کسی درویش کے قائل نہیں ہوتے وہاں بادشاہوں کو مطیع و فرماں بردار بنانا رعب و جلال فقر مصطفائیؐ کی تجلیات کے بغیر ممکن نہیں' چنانچہ ولیعہد شاہجہانی نہایت صاف گوئی سے "سکینہ الاولیاء" میں لکھتے ہے کہ شہنشاہ ہندوستان نورالدین جہانگیر اولیاء اللہ اور درویشوں پر چنداں اعتقاد نہ رکھتا تھا بلکہ اکثر فقراء کو تکلیف پہنچاتا اور برا سلوک کرتا تھا۔ جب اس کے دل میں آپ کی ملاقات و زیارت کا شوق پیدا ہوا تو اس نے اپنی شاہانہ تمکنت کا دامن نہ چھوڑا اور خود آنے کی بجائے یہ عذر کیا کہ " لاہور کے قیام کے دوران اگر آپ کا اسم شریف سن پاتا تو خود حاضری دیتا لیکن اب جو وہاں سے آ گیا ہوں تو واپس لاہور آنا ممکن نہیں آپ خود تشریف لا کر ممنون فرمائیں"۔

سکینۃ الاولیاء' ولیعہد شاہجہانی دارا شکوہ' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۵۴' ۵۵

ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث نبویؐ کے بموجب "من دعی فلیجب" (جو بلائے اسے قبول کرے) دعوت قبول کی اور بادشاہ کے ہاں گئے"

حضرت سیدنا میاں میرؒ کا روشن متجلی و الضحائی چہرہ دیکھتے ہی شہنشاہ نورالدین جہانگیر کے چودہ طبق

روشن ہو گئے اور اس نے اپنی عادت کے خلاف نہایت تعظیم کی اور آپ سے تبادلہ خیال کیا۔ آپ نے اسے پند و نصیحت کی۔ آپ کی شخصیت اور گفتگو کا بادشاہ پر ایسا اثر ہوا کہ کہنے لگا "جاہ و حشمت مال و جواہر جو کچھ میرے پاس موجود ہے میری نظر میں سنگ و خس کے برابر ہے' اگر آپ توجہ فرمائیں تو میں علائق دنیا کو ترک کر دوں۔" حضرت سیدنا میاںمیرؒ نے جہانگیر کو اللہ کی مخلوق کی پاسداری' رحم' اخلاق' نرمی و انصاف اور ملک کی پاسبانی کی نصیحت کی۔اور جہانگیر کے قلبی احوال کی اصلاح پر اس کی حوصلہ افزائی فرمائی لیکن جہانگیر آپ کی بیعت کرنے پر بضد ہوا اور آپ نے اسے فرمایا کہ "پہلے اپنے جیسا پاسبان ملک مہیا کرو" جہانگیر نے نہایت عاجزی کے ساتھ آپ سے گزارش کی کہ "مجھے کوئی خدمت ارشاد فرمایئے جسے میں بجا لاؤں۔" آپ نے ارشاد فرمایا "جو طلب کروں وہ دو گے؟" بادشاہ نے نہایت خوشی سے کہا "بسر و چشم" آپ نے شان استغناء سے ارشاد فرمایا کہ "بس یہ چاہتا ہوں کہ اب مجھے رخصت دو اور آئندہ یہاں بلانے کی زحمت نہ دینا" بادشاہ جہانگیر نے نہایت شان و احترام کے ساتھ آپ کو وداع کیا۔

مذکورہ بالا واقعہ شہرہ آفاق ہے اور معاصر مورخین و تذکرہ نویسوں سے منقول چلا آتا ہے۔ اس واقعے سے حسد کرتے ہوئے ایک اوز سلسلہ کے لوگ یہ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ایک پیشواء کو جہانگیر بادشاہ نے اپنا تخت پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ حکومت کریں میں فقیر ہو جاتا ہوں حالانکہ تواریخ کی مستند کتابوں میں منقول ہے کہ موصوف پیشواء نے خود درخواست کی تھی کہ مغل فوج میں ملازمت مرحمت فرمائی جائے چنانچہ موصوف کو مغل فوج میں بطور ہیڈ مولوی ملازمت دے دی گئی تھی۔ اہل فقر کی شان کے خلاف ہے کہ بادشاہوں کی نوکری کریں۔

جہانگیر اگر حضرت سیدنا میاںمیرؒ کے شان رعب سے مرعوب ہوا تو اس کا اہم باعث یہ تھا کہ حضرت سیدنا میاںمیرؒ زہد و تقویٰ میں حضرت سیدنا غوث اعظمؓ کی تجلیات کے ایسے مظہر تھے کہ ایسا انسان کامل جہانگیر نے دیکھا ہی نہیں تھا ورنہ جہانگیر بادشاہ اپنی سرشت کے مطابق اہل فقر کا قائل ہی نہ تھا۔ حضرت سیدنا میاںمیرؒ کی شخصیت کا جہانگیر بادشاہ پر اسقدر اثر ہوا کہ وہ تازیست آپ کی شخصیت کے رعب و جلال کے سامنے سرنگوں رہا۔

باوجود اس کے کہ جہانگیر نے حضرت سیدنا میاںمیرؒ کی انتہائی تعظیم کی اور آپ نے بھی اس پر شفقت فرمائی لیکن جب جہانگیر نے دکن کی مسلمان ریاست پر یلغار کی اور شکست سے دوچار ہونے لگا تو فوراً آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور نہایت ادب کے ساتھ بغرض دعا حجرے کے باہر ہی دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت سیدنا میاںمیرؒ نے بادشاہ کی باطنی حرص کو جان لیا اور التفات نہ کیا' اسی اثناء میں ایک مفلوک الحال مرید حاضر ہوا اور اس نے ایک چاندی کا سکہ حضرت سیدنا میاںمیرؒ کے حضور

نذر پیش کی۔ آپ نے نذر قبول کرتے ہوئے درویش سے کہا کہ یہ حجرے سے باہر کھڑے اس بھکاری کو دے دو جو بظاہر تو بادشاہ ہے لیکن اس نے مال و زر کی ہوس میں مسلمانوں پر تلوار اٹھائی ہے۔ یہ بات سن کر جہانگیر انتہائی شرمندہ ہوا اور شرم کے پسینے میں نہا گیا اور بغیر التجا واپس چلا گیا۔ اس مذکورہ معرکے میں مغل فوج کا مقصد پورا نہ ہوا۔ علامہ اقبال نے اپنی مشہور شعری تصنیف "اسرار و رموز" میں اس واقعے کو یوں منظوم کیا ہے۔

حضرتِ شیخِ میاں میرؒ ولی
ہر خفی از نورِ جانِ او جلی

بر طریقِ مصطفیٰ محکم پئے
نغمۂ عشق و محبت را نئے

تربتش ایمانِ خاکِ شہرہا
مشعلِ نورِ ہدایت بہرہا

بر درِ او جبہ فرسا آسماں
از مریدانش شہِ ہندوستان

شاہ تخمِ حرص در دل کاشتے
قصدِ تسخیرِ ممالک داشتے

از ہوس آتش بجاں افروختے
تیغ را "ہل من مزید" آموختے

در دکن ہنگامہ ہا بسیار بود
لشکرش در عرصۂ پیکار بود

رفت پیشِ شیخ گردوں پایۂ
تا بگیرد از دعا سرمایۂ

مسلم از دنیا سوئے حق رم کند
از دعا تدبیر را محکم کند

شیخ از گفتارِ شہ خاموش ماند
بزمِ درویشاں سراپا گوش ماند

تا مریدے سکۂ سیمیں بدست
لب کشود و مُہرِ خاموشی شکست

گفت ایں نذرِ حقیر از من پذیر
اے ز حق آوارگاں را دستگیر

غوطہ ہا زد در خوے محنت تنم
تا گرہ زد درہمے را دامنم

گفت شیخ ایں زر حقِ سلطانِ ماست
آنکہ در پیراہنِ شاہی گداست

حکمرانِ مہر و ماہ و انجم است
شاہِ ما مفلس ترینِ مردم است

دیدہ بر خوانِ اجانب دوخت است
آتشِ عشقِ جہانے سوخت است

قحط و طاعوں تابعِ شمشیرِ او
عالمے ویرانہ از تعمیرِ او

خلق در فریاد از ناداریش
از تہی دستی ضعیف آزاریش

سطوتش اہلِ جہاں را دشمن است
نوعِ انساں کارواں او رہزن است

از خیالِ خود فریب و فکرِ خام
می کند تاراج را تسخیر نام

عسکرِ شاہی و افواجِ غنیم
ہر دو از شمشیرِ جوعِ او دو نیم

آتشِ جانِ گدا جوعِ گداست
جوعِ سلطاں ملک و ملت را فناست

ہر کہ خنجر بہر غیر اللہ کشید
تیغِ او در سینۂ او آرمید

اردو ترجمہ از مولانا غلام رسول مہر

۱۔ حضرت شیخ میانمیرؒ وہ بزرگ تھے، جن کی جان کے نور سے معرفت حق کا ہر چھپا ہوا بھید روشن ہو جاتا تھا۔

۲۔ آپؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مضبوطی سے قائم تھے اور آپ ایسی بانسری تھے جس میں سے عشق و محبت حق کے نغمے نکلتے تھے۔

۳۔ آپؒ کا مزار ہمارے شہر (لاہور) کی خاک کے لئے ایمان کا سرمایہ ہے اور ہمارے لئے نور ہدایت کی مشعل ہے۔

۴۔ حضرت شیخ کا رتبہ اتنا بلند تھا کہ آسمان بھی آپ کے دروازے پر پیشانی ملتا تھا۔ ہندوستان کا بادشاہ (جہانگیر) آپ کا مرید و عقیدت مند تھا۔

۵۔ بادشاہ نے دل میں حرص کا بیج بو رکھا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ بہت سے ملک فتح کرے۔

۶۔ ہوس نے اس کی جان میں آگ دہکا دی تھی اور وہ اپنی تلوار کو یہ کلمہ سکھاتا تھا، "کیا کچھ اور بھی ہے"؟

۷۔ اس وقت دکن میں بڑا ہنگامہ بپا تھا۔ لڑائیاں ہو رہی تھیں اور بادشاہ ہند کا لشکر بھی وہیں مصروف تھا۔

۸۔ بادشاہ اس بزرگ کی خدمت میں پہنچا جس کا رتبہ بلندی میں آسمان کے برابر تھا تاکہ ان سے دعا کی برکت حاصل کرے۔

۹۔ مسلمان کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ دنیا سے ہٹ کر خدا کی طرف دوڑتا ہے اور دعا سے تدبیر کو تقویت پہنچاتا ہے۔

۱۰۔ شیخ میاں میر رحمتہ اللہ علیہ نے بھی دعا کے لئے بادشاہ کی درخواست سنی تو چپ ہو گئے۔ آس پاس جو درویش بیٹھے تھے وہ پوری توجہ سے اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ شیخ کی زبان سے جو کچھ نکلے اسے سنیں۔

۱۱۔ اس اثناء میں ایک مرید جس کے ہاتھ میں درہم تھا بولا اور مجلس کا سکوت ٹوٹا۔

۱۲۔ مرید نے کہا، حضرت آپ خدا کی راہ سے بھٹکنے والوں کا ہاتھ تھام لیتے ہیں، یہ حقیری نذر آپ کی خدمت میں لایا ہوں اسے قبول فرمائیں۔

۱۳۔ میرے بدن نے محنت و مشقت کے پسینے میں کئی غوطے کھائے تو میں اس قابل ہوا کہ یہ درہم اپنے دامن کے پلے میں باندھوں۔

۱۴۔ اب شیخ بولے اور فرمایا کہ "یہ سکہ ہمارے بادشاہ کا حق ہے، وہی بادشاہ جو بادشاہی کے لباس میں فقیر ہے۔

۱۵۔ سورج، چاند، ستاروں پر حکمران ہے، لیکن ہمارا بادشاہ پھر بھی سب سے زیادہ غریب ہے۔
۱۶۔ لیکن اس نے اپنی نگاہیں غیروں کے دسترخوان پر جما رکھی ہیں اور اس کے اندر بھوک کی جو آگ بھڑک رہی ہے اس نے ایک دنیا کو جلا کر خاکستر بنا رکھا ہے۔
۱۷۔ اس کی تلوار جدھر چمکتی ہے ساتھ ہی قحط اور طاعون لے جاتی ہے، اس نے اپنے لئے تعمیر کا جو نقشہ تیار کر رکھا ہے اس کی وجہ سے ایک جہان ویرانہ بن گیا ہے۔
۱۸۔ وہ نادار ہے اور جو کچھ جہاں سے ملے لے لینا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے دنیا آہ فریاد میں مبتلا ہے اس کا ہاتھ خالی ہے اور وہ ضعیفوں اور کمزوروں کو دکھ دے رہا ہے تاکہ دولت سمیٹ لے۔
۱۹۔ اگرچہ وہ بڑی شان و شکوہ اور دبدبے کا مالک ہے لیکن یہ خصوصیت دنیا والوں سے دشمنی کا باعث بن گئی ہے، یوں سمجھنا چاہئے کہ انسان ایک قافلہ ہے اور ہمارا بادشاہ اس قافلے کے لئے ایک رہزن ہے۔
۲۰۔ پھر یہ عجیب و غریب معاملہ دیکھو کہ سوچ بچار کی خامی اور خود فریبی سے اس نے لوٹ مار اور بربادی کو ملک فتح کرنے کا نام دے رکھا ہے۔
۲۱۔ بادشاہی لشکر اور غنیم کی فوجیں دونوں اس کی حرص کی تلوار کے باعث ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہیں۔
۲۲۔ اگر فقیر بھوکا ہو تو اس کی بھوک صرف اس کی جان کے لئے آگ بن کر اسے جلا دیتی ہے لیکن بادشاہ کی بھوک ملک اور قوم کو فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔
۲۳۔ یاد رکھو کہ جس نے خدا کے سواء کسی کے لئے تلوار کھینچی وہ تلوار اسی کے سینے میں اترے گی اور سب کچھ پارہ پارہ کر ڈالے گی۔

معرکہ دکن تاریخ کی کتابوں میں گمنام نہیں ہے۔ یہ معرکہ مغل فوج اور دکنی ریاست احمد نگر کے سلطان نظام شاہ کے حبشی وزیر ملک عنبر کے درمیان تھا جو اپنی سپاہ کا جرنیل بھی تھا۔ جہانگیر نے ۱۶۱۶ء میں شہزادہ خرم (شاہجہاں) کو "شاہ سلطان" کا خطاب دے کر اس مہم پر روانہ کیا اور خود جہانگیر دعا کی غرض سے حضرت سیدنا میاں میرؒ کے حضور لاہور حاضر ہوا۔ اگرچہ شہزادہ خرم ماہر جرنیل اور بہادر تھا لیکن جو بات حضرت سیدنا میاں میرؒ کی زبان حق ترجمان سے نکل گئی تھی وہی پوری ہوئی۔ مغل فوج کو جزوی کامیابی ہوئی لیکن ملک عنبر نے ۱۶۲۰ء میں مغلوں سے تمام مفتوحہ علاقے چھین لئے۔ ۱۶۲۱ء میں شہزادہ خرم نے پھر پیش قدمی کی اور ملک عنبر نے باج دینا منظور کر لیا لیکن جلد ہی مغلوں کی فتح پر پانی پھر گیا۔ ملک عنبر نے ۱۶۲۶ء میں وفات پائی۔

"یوں کامیابیوں کے باوجود جہانگیر کی توسیع پسندانہ دکن پالیسی مکمل طور پر کامیابی سے ہمکنار نہ ہوئی وہ ملک عنبر کی قوت کو کچلنے میں

بری طرح ناکام ہوا اور حدود سلطنت[1] کو وسعت دینے کی بجائے مقبوضہ علاقوں کو بھی زیر نگیں نہ کر سکا"

جہانگیر اچھی طرح جانتا تھا کہ اہل فقر و ولایت کی دعا بادشاہوں کی رہین منت نہیں ہوتی نہ اہل فقر بادشاہوں کی خواہش کا احترام کرنا لازم سمجھتے ہیں چنانچہ باوجود اس کے کہ دکن پالیسی پر حضرت سیدنا میانمیرؒ نے جہانگیر کی التجا کو ٹھکرا دیا تھا لیکن پھر بھی جہانگیر کی عقیدت میں کمی نہ آئی بلکہ اس نے اہل دکن کے ساتھ مصالحت کا رویہ اپنا لیا۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے آئینہ زہد و تقویٰ میں امر حق کے علاوہ کچھ نہ تھا کہ وہ جہاد اسلامی کے تصور کو شمشیر جہانگیری کے حوالے کر دیتے۔ عوام و خواص کی عقیدت کا آپ پر کوئی اثر نہ تھا اس قسم کے خطرات سے آپ کا آئینہ زہد و اتقاء پاک تھا۔

ولیعہد شاہجہانی داراشکوہ نے مذکورہ واقعے کو "سکینۃ الاولیاء" میں اس لئے نہیں لکھا کہ اس طرح اس کے دادا کی توسیع پسندانہ کمزوری کا اظہار ہوتا تھا چنانچہ اس نے مصلحت کے طور پر اس واقعے کو حذف کر دیا ہے لیکن تاریخ کسی چیز کو حذف نہیں کرتی۔ ولیعہد شاہجہانی نے جہانگیر بادشاہ کے عقیدت بھرے چند رقعے سکینۃ الاولیاء میں نقل کئے ہیں، اسی طرح جب حضرت سیدنا میانمیرؒ نے دیکھا کہ جہانگیر درخواست ٹھکرائے جانے کے باوجود انتہائی عقیدت مند ہے تو آپ نے بھی اس کے اس وصف کو پسند کیا کہ اس نے نظریہ جہاد اسلامی کے بارے میں کوئی مولویانہ اجتہاد ظاہر کرنے کی بجائے معاملے کو اہل فقر کی بصیرت کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

نورالدین جہانگیر کا پہلا نیاز نامہ اس طرح تھا۔

"یہ مخلص حقیقی عرض نیاز کے بعد اپنا خلوص حضرت تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، یہ بھی خواہش ہے کہ حضرت کی ملاقات نصیب ہو ...... نوشتہ جہانگیر بن اکبر شاہ حضرت پیر دستگیر شیخ میر کے حضور پہنچے"۔

جہانگیر کا دوسرا رقعہ جو منقول ہے اس وقت تحریر کیا گیا جب ایرانی بادشاہ نے قندھار پر چڑھائی کی تھی، اس میں درپردہ استمداد روحانی کے لئے درخواست کی گئی تھی چنانچہ قبول ہوئی۔ اس رقعے کا مضمون کچھ یوں تھا کہ۔

"حضرت پیر دستگیر شیخ میر کی خدمت میں بارگاہ الٰہی کے نیاز مند جہانگیر کی طرف سے بعد از دعا التماس ہے کہ مجھے دعا کے وقت گاہے گاہے یاد فرما لیا کریں۔ نیز عرض ہے کہ خدا کے بندوں کو ظالم، راہ گم کردہ

---

[1] تاریخ پاک و ہند، پروفیسر محمد عبداللہ ملک، سابق صدر شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج لاہور، صفحہ ۲۸۳

یاد فرما لیا کریں۔ نیز عرض ہے کہ خدا کے بندوں کو ظالم' راہ گم کردہ
کے ہاتھ سے نجات دلادیں۔ جو شخص بدعہدی کرتا ہے' امید ہے وہ
غضب الٰہی میں گرفتار ہو گا..... آمین"

جہانگیر کی طرح شاہجہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کو بھی حضرت سیدنا میاںمیرؒ کے حضور حاضر ہونے اور سلام نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت سیدنا میاںمیرؒ کے زہد اقدس کا رعب تیغ فقر کی ایسی روشنی تھی کہ بادشاہوں کی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں سبحان اللہ کہ جسے حق تعالیٰ کے علاوہ کسی سے کوئی امید و سروکار نہ ہو اور جسے بلادہند میں اسی مقصد کے لئے ہی بھیجا گیا ہو کہ ظاہری بادشاہوں کی اصلاح کرے وہ نفس قدس کس طرح احوال بادشاہاں پر موثر نہ ہو۔ ہندوستان کے شاہان و سلاطین کا آپ کے در پر سرنیاز جھکانا تو متعدد تواریخ میں ملتا ہے اس کے علاوہ غیر ہندوستانی بادشاہوں کی عقیدت اور آپ سے مرعوب ہونے کے واقعات کی بھی آثار و احوال میں کمی نہیں ہے جن سے آپ کے استغناء اور شان زہدو تقویٰ کا اظہار ہوتا ہے' ان بہت سے واقعات میں سے صرف ایک واقعہ جو تحقیق شدہ ہے پیش قارئین ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک غیر ملکی بادشاہ لاہور کی سیر کرنے آیا اور لاہور قلعہ میں تھوڑی دیر شاہی میزبانی سے مستفیض ہونے کے بعد حاکم لاہور سے کہنے لگا کہ "اس شہر لاہور میں جہاں علیؒ بن عثمانؒ (حضرت داتا گنج بخشؒ) اور حضرت زنجانیؒ (حضرت میراں حسین زنجانیؒ) جیسے اولیاء اللہ نے ڈیرہ لگایا ہے' موجودہ دور میں بھی کوئی ایسا ولی اللہ ہے جسے دیکھ کر اسلاف یاد آ جائیں؟" حاکم لاہور نے حضرت سیدنا میاںمیرؒ کا اسم گرامی لیا اور حجرہ شریف کا پتہ بھی بتایا اور خواہش کی کہ آپ چاہیں تو ہم آپ کو ساتھ لے کر چلتے ہیں لیکن اس غیر ملکی بادشاہ نے کہا کہ نہیں میں خود ہی جاؤں گا۔ روایت ہے کہ وہ غیر ملکی بادشاہ جب آپ کے حجرے کے دروازے پر پہنچا تو ایک خادم دروازے کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے آپ کے بارے میں پوچھا' اس خادم نے عرض کیا کہ "شیخ میریاد حق میں مصروف ہیں بوقت عصر حجرے سے باہر تشریف لائیں گے۔" بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی اور پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ بادشاہ نے خادم سے کہا کہ "کاغذ لاؤ میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں اپنے شیخ سے کہنا کہ اس کا جواب لکھ دیں میں رات کو آؤں گا اگر ان سے ملاقات نہ ہو سکے گی تو جواب ضرور حاصل کر لوں گا" چنانچہ خادم نے کاغذ قلم پیش کر دیا اور بادشاہ نے نہایت حقارت کے ساتھ بغیر سلام و دعا شکایت پر مبنی یہ مصرعہ لکھا کہ۔

در درویش را درباں نباید

(درویش دروازے پر دربان نہیں بٹھاتے)

یہ لکھ کر بادشاہ رخصت ہوا' جب بوقت عصر حضرت سیدنا میاںمیرؒ حجرہ اقدس سے باہر تشریف لائے تو

خادم نے وہ کاغذ اور قلم پیش کر دیا' آپ نے مصرعہ پڑھا اور مصرعے کے نیچے دوسرا مصرعہ لکھ دیا کہ

بباید تا سگِ دنیا نہ آید

(دربان بٹھاتے ہیں تاکہ دنیا کا کتا نہ آئے)

جب بعد از عشاء وہ بادشاہ سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر آپ کے حجرے کے دروازے پر پہنچا تو آپ اندر سے حجرے کا دروازہ بند کر کے یاد حق میں محو ہو چکے تھے۔ خادم نے وہ کاغذ بادشاہ کے حوالے کر دیا' جب بادشاہ نے پڑھا تو سخت شرمندہ ہوا اور کہا "سبحان اللہ' آپ کے شیخ نے سچ کہا جو بھی کہا' اگر لوگوں کے حاکم (بادشاہ و وزیر) مصروفیت کی کثرت کی وجہ سے دربان بٹھاتے ہیں تو جو شخص یاد حق میں مصروف ہے وہ تو اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ دربان بٹھائے تاکہ کوئی مخل نہ ہو" بادشاہ نے حضرت سیدنا میانمیرؒ کے حجرے کی دہلیز کو بوسہ دیا اور رخصت ہوتے ہوئے یہ کہا کہ۔

"ایسا عابد زاہد شاید اس زمانے میں کوئی اور نہیں ہے"

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے ترک و تجرید' زہد و تقویٰ اور رفعت شان کے بارے میں شہنشاہ شاہجہان اکثر کہا کرتا تھا کہ "ہم نے ترک و تجرید اور بے نیازی و بے تعلقی میں حضرت میاں جیوؒ کی مانند کوئی درویش نہیں دیکھا۔" "سکینۃ الاولیا" میں لکھا ہے کہ جب وزرائے سلطنت میں سے ایک نے کہا کہ "کبھی خوش وقتی میں مجھے بھی یاد فرمایئے" حضرتؒ نے شیخ خضر ابدالؒ کا قول یاد کرتے ہوئے فرمایا "ایسے وقت پر خاک پڑے کہ تیرا خیال میرے دل میں آئے" ولیعہد شاہجہانی داراشکوہ نے حضرت سیدنا میانمیرؒ کے زہدواتقاء کو جگہ جگہ حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ، حضرت ابوبکر شبلیؒ، اور سیدنا حضرت اویس قرنیؓ کے واقعات سیرت کی مثال دے کر واضح کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کا زہد و اتقاء ہر طرح سے اولیائے متقدمین کی یاد تازہ کرتا ہے۔ آپ کا وجود اقدس دسویں صدی ہجری میں اصحاب رسولؐ اور اولیائے اولین و متقدمین کی تجلیات زہد و تقویٰ کی حجت تامہ پیش کرتا ہے۔ سچ ہے کہ آپ کے مقام زہدواتقاء کو پہنچنا تو درکنار اس مقام ورع و تقویٰ کو شایان شان طریق سے بیان کرنا بھی شاید ہی کسی سے ممکن ہو۔ سبحان اللہ کہ آپ لاہور میں نماز عشاء کی تکبیر کہتے تھے اور جسد و روح کے ساتھ غار حرا میں حاضر ہو جاتے تھے اور ساری رات بعض اوقات غار حرا میں محو عبادت رہتے تھے۔ اتباع رسولؐ کی یہ عظمت و شان وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

عاشقِ والضحیٰ ہیں میانمیرؒ اسدِ کبریاء ہیں میانمیرؒ

حجتِ اتباعِ خُلقِ رسولؐ محوِ حق در حرا ہیں میانمیرؒ

شہنشاہ شاہجہاں اس بات پر فخر کیا کرتا تھا کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ ہم سے اپنے مریدوں جیسا

سلوک کرتے ہیں اور شفقت سے پیش آتے ہیں چنانچہ اس کی خواہش تھی کہ آپ کسی طرح نذر قبول کریں لیکن آپ نے اس کی بارہا کوشش کو نابود کر دیا آخر کار وہ ایک شاہی شال کی دستار اور خرما کی تسبیح لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "آپ مال دنیا قبول نہیں فرماتے یہ نذر تو میری طرف سے ضرور قبول فرمائیے" آپ نے اس پر بڑی شفقت فرمائی اور تسبیح قبول فرما کر ولی عہد داراشکوہ کو عطا فرما دی اور دستار واپس کر دی یعنی قبول نہ فرمائی کیونکہ جس کے سر پر کلاہ کبریائی جلوہ افروز ہو وہ بادشاہوں کی عطا کردہ دستار کیونکر زیب سر کر سکتا ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ انتہائی معمولی کپڑے کی سفید دستار پہنتے تھے اور گیروی رنگ کا لباس زیب تن فرماتے تھے لیکن آپ کے چہرے کا رعب ایسا تھا گویا نور کوہ طور ہو۔ عوام وخواص جانتے تھے کہ شاہان ہند آپ کی غلامی کا دم بھرتے ہیں اور آپ کے بعض نیاز مند اور خدمت گزار بعض اوقات آپ سے اپنے کسی کام کے لئے بادشاہ سے سفارش کرنے کے لئے کہتے تھے لیکن غیرت زہد میں بادشاہ کے جانے کے بعد فرماتے "ہمیں بھول ہی گیا ورنہ فلاں شخص کی سفارش بادشاہ سے کراتے' اس کی کیا حاجت ہے اس کی سفارش ہم نے خدا کے حضور میں کی ہے یہی کافی ہے"۔

"سکینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے گھر کا فرش پرانے بوریئے کا تھا۔ فقرو غنا کا یہ عالم تھا کہ اس سے اور زیادہ ممکن نہیں۔ دنیا کی کسی چیز سے دل بستگی نہ تھی۔ فقراء کو صاحب ثروت لوگوں سے بہتر سمجھتے تھے۔ اور اس گروہ کے دولت مندوں پر اعتراض کرتے تھے چنانچہ فرماتے تھے' میں حیران ہوں کہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کیسے فقیر ہیں' بہتر ہوتا کہ دنیا میں وہ پھر آتے اور مجھ سے فقیری سیکھتے انہیں معلوم ہو جاتا کہ درویشی اور فقیری سے کیا مراد ہے۔" آپ نے جو ایسا فرمایا تو اس میں تکبر کا کوئی شائبہ نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "الفقر فخری" کے اعلان کی مدحت ہے۔ اسی طرح حضور بارگاہ حق میں محویت کے معاملے میں آپ کا معیار اسقدر اعلیٰ و ارفع تھا کہ آپ کے مقابلے میں حضرت شیخ بلاولؒ اور ان کے مرشد کی نماز خطرات بشری سے پاک نہ تھی۔ خطرات بشری اور توجہ کے مضمحل ہونے کو آپ اسی قدر ناپسند فرماتے تھے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضورؐ ایک دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے' یہ توبہ استغفار کسی گناہ سے نہ تھی کیونکہ حضورؐ معصوم عن الخطا ہیں بلکہ یہ توبہ محویت الی الحق کے ذرہ برابر مضمحل ہونے سے تھی جسے حضورؐ نے دل پر ابر چھا جانے سے تعبیر کیا ہے گویا حضرت سیدنا میانمیرؒ تجلیات حق اور قرب حق میں اضمحلال کا شائبہ بھی پسند نہ کرتے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق کے عین مطابق ہمہ وقت حضور حق میں رہنے ہی سے شاد کام رہتے تھے۔ حضور حق میں دائمی طور پر مشاہد رہنے کا یہ جذبہ ہی تھا کہ آپ کی طبع زہد عیسویؑ میں ڈھل گئی اور فقرو بے سامانی و لاتعلقی دنیا ہی سے لاہوت لامکانی کے مکین ہو گئے۔ آپ اپنے نیاز

مندوں کو بھی حب جاہ و آلائش سامان دنیا سے پرہیز کرنے اور ہمہ وقت قناعت و یاد حق کی طرف مائل رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "جاہ و مرتبہ کا کوئی اثر آپ پر نہ تھا' اصحاب و احباب کو جاہ کا خیال ترک کرنے کے بارے میں بہت تلقین فرماتے تھے اکثر یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پڑھتے تھے۔

آخر مایخرج من روس الصدیقین حب الجاہ

(سب سے آخری چیز جو صدیقوں کے سروں سے نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے)

حضرت سیدنا میاں میرؒ فرائض و سنن موکدہ اور تہجد کی پابندی ہر حال میں بہ اذن حق فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ زیادہ وقت یاد حق میں محویت و استغراق میں گزرتا تھا' رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ ساتھ نفلی اور روزے بھی رکھتے تھے۔ آپ کے مریدین کا بھی یہی معمول تھا۔ آپ اپنے احباب اور مریدوں کو زہد و تقویٰ کی خصوصی نصیحت کیا کرتے اور یہ شعر پڑھتے۔

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزای بر مصطفیٰؐ

(زہد پرہیز گاری اور صدق و صفا میں کوششیں کرتا رہ' لیکن ان اوصاف میں کوئی رسولؐ اللہ سے بڑھ نہیں سکتا)

حضرت سیدنا میاں میرؒ کے زہد و تقویٰ میں جس طرح ترک و تجرید و تفرید' کم خوری و کم خوابی اور محویت حق اہم ہیں اسی طرح آپ کے زہد و تقویٰ میں یہ بات بھی نہایت نمایاں تھی کہ آپ عوام الناس سے توحید و وحدت کے مسائل پر کبھی گفتگو نہ کرتے تھے بلکہ خواص کے سامنے بھی وہ از خود کبھی کسی موضوع پر گفتگو کا آغاز نہ کرتے تھے' اگر احباب گفتگو کرتے اور بحث ہونے لگتی تو آپ بحر علم کی طرح حقائق تصوف و توحید و وحدت جواہر آبدار کی طرح بکھیرتے اور بحث کو نہایت اعلیٰ روشن اور حسب حال نکات کے ساتھ سمیٹ دیتے یہاں تک کہ خواص کو بھی احساس ہو جاتا کہ معرفت و توحید پر گفتگو کبھی بھی صاحبان حال کو راس نہیں آسکتی کیونکہ بیان معرفت عین معرفت نہیں ہے۔ حضرت سیدنا میاں میرؒ پر چونکہ زہد و مجاہدہ اور تصدیق احوال کا تحقیقی رنگ غالب تھا اس لئے آپ کبھی اپنے دوستوں کو کثرت مطالعہ کا شوق نہ دلاتے بلکہ صدق نیت' پابندی شریعت اور اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی طرف راغب فرماتے تھے۔ معاملات تصوف کے بارے میں گفتگو کے حوالے سے حضرت سیدنا میاں میرؒ کا طریق سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی طرح تھا۔ حضرت سیدنا میاں میرؒ اکثر صدق حال کی جانب متوجہ کرنے اور لایعنی مباحث سے گریز کرنے کو زہد کی مبادیات میں ایک لازمی قدر قرار دیتے تھے' آپ اکثر یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے۔

سخن وحدت است ہمچو سراب از سراب اے پسر کہ شد سیراب

(وحدت کی بات تو سراب کی مانند ہے' اے فرزند سراب سے کون سیراب ہوتا ہے؟)

سخن وحدت آنکہ از عامی ز آنچہ خیزد بغیر بدنامی؟

(وحدت کی بات اگر کوئی عامی کرتا ہے تو سوائے بدنامی کے اسے کیا حاصل ہو گا؟)

وحدت و توحید میں آپ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے کہ "اگر چھری لا کر میرا بند بند کاٹ دو تو مجھے ہرگز خبر نہیں ہو گی' اہل شریعت کے نزدیک کوئی شخص کلمہ پڑھنے سے کفر کے بعد مومن ہو جاتا ہے لیکن اہل حقیقت کے نزدیک کوئی چیز غفلت کا علاج نہیں کر سکتی۔"

حضرت سیدنا میانمیرؒ کا زہد و تقویٰ بارگاہ حق میں اسقدر مقبول تھا کہ اگر کسی برہنہ مجذوب کو دیکھتے تو فرماتے "بے ادب اپنے آپ کو ڈھک لے" آپ کی آواز سنتے ہی وہ جس قسم کا بھی مجذوب ہوتا فوراً ہوش و شعور کی دنیا میں آ جاتا اور کسی سے کپڑا لے کر اپنے آپ کو ڈھک لیتا۔ قطب الاقطاب کی زبان ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے حکم و امر سے مجذوب کی شدید بے شعوری و مستی تعطل کا شکار ہو جاتی ہے ورنہ جس طرح لاٹھی مارنے سے دریا کا پانی تقسیم نہیں ہوتا اسی طرح مجذوب کی مستی اور غیر اختیاری و جذب معطل نہیں ہو سکتا لیکن جب موسیٰؑ اپنا عصا نیل کے دریا پر مارتا ہے تو نیل دولخت ہو جاتا ہے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے زہد و تقویٰ میں غفلت و اندیشہ ہائے غیر سے اسقدر امن و عافیت تھی کہ ایک لمحے کا خسارہ گوارا نہ تھا' ایک نگاہ کا زیاں مطلوب نہ تھا' ایک لقمہ زائد کی طلب نہ تھی۔ روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام ایک ہی کپڑوں کا جوڑا رکھتے تھے' اسے ہی دھو دھو کر پہنتے تھے اور پیوند لگاتے تھے' حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں "اے کاش آپؐ کے اور بھی کپڑے ہوتے جنہیں میں سنوار سنوار کر رکھا کرتی" حضرت سیدنا میانمیرؒ کے پاس اتباع اخلاق رسولؐ میں ایک ہی کپڑوں کا جوڑا ہوتا تھا جسے پہنتے تھے اور میلا ہونے پر اپنے ہاتھوں سے دھوتے تھے۔ سچ ہے کہ جب فقر اختیاری ہوتا ہے اور جب دنیا سے لاتعلقی اور بے نیازی خود دعائیں کر کے خدا سے طلب کی جاتی ہے تو انتہائی مفلسی اور بے سامانی انتہائے طمانیت و مسرت بن جاتی ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کی شخصیت میں زہد و تقویٰ کی تجلیات کی اور کیا مثال دی جائے کہ آپ کا رعب و دبدبہ اور انوار شخصیت کا جلال ایسا تھا کہ جو بھی آپ کی طرف دیکھتا نظریں پست کر لیتا' اسے یاد ہی نہ رہتا کہ جب آپ کو دیکھا تو آپ کے بدن پر کس قسم کا لباس تھا اور سر اقدس پر دستار کس رنگ کی تھی۔

طریقِ تربیتِ مریدین

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میا نمیرؒ بالا پیر صاحب قادری قدس اللہ اسرارہٗ نے جس طرح اپنے مریدین کی تربیت فرمائی وہ ہر طرح سے حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی تربیت مریدین کے طریق سے ہم آہنگ ہے۔ حضرت سیدنا میا نمیرؒ طالبان حق کی نہایت اعلیٰ سطح پر آزمائش کرتے تھے اور بہت کم لوگوں کو اپنی بیعت میں قبول فرماتے تھے چنانچہ آپ کے تمام مریدین اور خلفاء دنیائے تصوف میں دائمی عظمت و بزرگی کے مالک ہوئے ہیں۔ طریقت و تصوف. میں حضرت سیدنا میا نمیرؒ کا معیار جس قدر اعلیٰ اور آپ کے اشغال محویت حق جس قدر کٹھن تھے اس کے پیش نظر آپ کے مریدین نے نہایت اعلیٰ آزمائشوں میں کامیاب ہو کر آپ کے دست حق پرست پر شرف بیعت کی فضیلت حاصل کی۔ اگر کوئی شخص آپ کی ملاقات کے لئے آتا تو آپ خنداں پیشانی سے ملتے اور اس کے حق میں دعا کر کے رخصت فرما دیتے لیکن اگر کوئی مرید ہونے کی خواہش کا اظہار کرتا تو آپ فرماتے "بھائی جاؤ، طلب حق آسان نہیں ہے" آپ کی شخصیت پر آپ کے مرشد حق حضرت خضر ابدال بیاباتیؒ کی شخصیت کا بہت اثر تھا، حضرت خضر ابدال بیاباتیؒ نے حضرت میا نمیرؒ کو صغر سنی میں بھی تین دن رات سخت سردی میں ٹھٹھرنے کی آزمائش میں ثابت قدم دیکھے بغیر بیعت نہ کیا تھا۔ حضرت سیدنا میا نمیرؒ صاحب کا کوئی مرید ایسا نہیں ہوا جو ظاہری علوم سے نابلد رہا ہو چنانچہ جب آپ کسی طالب صادق کو بیعت کرنے کا ارادہ فرماتے تو اگر وہ ظاہری علوم سے نابلد ہوتا تو اسے

تحصیل علم کے لئے روانہ فرما دیتے۔ آپ کے بہت سے مریدین عبادت و ریاضت میں فرد ہونے کے باوجود آپ کے حکم سے قبل از بیعت علوم ظاہریہ حاصل کرنے پر مامور ہوئے۔ شرف مریدی عطا فرمانے کے حوالے سے ولی عہد شاہجہانی دارا شکوہ نے "سکینۃ الاولیاء" میں بہت اعلیٰ بحث کی ہے جس کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے' ولی عہد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

"حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کم ہی لوگوں کو مریدی کا شرف بخشتے تھے کیونکہ ایسے مرید جو دراصل خدا طلب ہوں کم ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حضرت کا بابرکت دامن تھامیں اور درجہ کمال حاصل کریں۔ آپ کی تربیت اور ارشاد کا قاعدہ یہ تھا کہ طالب کو مطلوب تک پہنچا دیتے تھے۔ آپ ہمارے زمانے کے ان مشائخ کی طرح نہ تھے جو نذر نیاز اور شہرت و جاہ کی خاطر بہت سے مرید بنا لیتے ہیں' ان پر اپنا دعویٰ ظاہر کرتے ہیں اور اہل دل اور مستعد کار بزرگوں سے برسرپیکار رہ کر ان پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں' یہاں تک کہ ان کے قتل کا فتویٰ بھی دے دیتے ہیں چنانچہ اسی سلسلے میں حضرت ملا شاہ نے فرمایا ہے۔

رباعی

شیخا! ما را مرید گیری ہنراست　　بسیار مریدی وراء سیم و زراست
مشغول بتوبہ دادن گاؤ خراست　　معلوم نہ کرد کار مردان دگر است

(اے شیخ! ہمارے لئے مرید بنانا ایک ہنر ہے' بہت سے مرید سیم و زر سے بھی زیادہ نفع بخش ہوتے ہیں توبہ میں مشغول کرنا تو گاؤ خر (افسوس ہے) یہ معلوم نہ ہوا کہ جواں مردوں کا کام یہ نہیں بلکہ اور ہی کچھ ہے یعنی مشاہدہ حق)

نیز فرمایا۔

نظم

کسانی کہ حضرت بنام اندراند　　چہ حضرت کہ حسرت ز پا تا سرند

(وہ لوگ جو نام کے حضرت ہیں وہ دراصل از سرتاپا حسرت ہیں)

ہمہ خضرِ وقت اند در رنگ و بو　　ازیں خضر ہا خود حذر ہا نکو

(ظاہر اطوار پر وہ سب وقت کے خضر بنے ہوئے ہیں اس قسم کے خضروں سے پرہیز بہتر ہے)

ہر بوریائے کہ دارند جا　　کجا بوریا جملہ بوی ریا

(جس بوریئے پر وہ بیٹھتے ہیں وہ بوریا نہیں بلکہ بوئے ریا ہے)

چہ پرسی کہ طفلی بود کارِ شان خنک رو مریدان مردارِ شان ۰

(تو کیا پوچھتا ہے کہ ان کا کام طفلانہ ہے، ان کے خنک رو مریدان کے لئے بمنزلہ مردار ہیں)

مریدان فزوں تر زدیو و دواند چہ دانم مرید اند یا مرتد اند

(یہ مرید دیو و در سے بھی بڑھ کر ہیں، میں کیا جانوں یہ مرید ہیں کہ مرتد)

بخروار خروار خوردہ طعام سرِ سفرہ ہر صبحدم تا بشام

(صبح سے شام تک دسترخوان پر بیٹھے گدھے کے بوجھ کے برابر خوراک کھاتے ہیں)

رہِ خانۂ دل نیابد بدست شکم در بروی دلِ خواجہ بست

(خانہ دل کا راستہ ہاتھ نہیں آتا، بس مرشد کے سامنے اپنا پیٹ باندھنا چاہئے)

چونکہ ہر شخص میں اتنی استعداد نہیں ہوتی لہٰذا جس میں سعادت کی استعداد دیکھتے اس کو مریدی کے لئے قبول فرماتے۔

"نفحاتُ الانس" میں مذکور ہے کہ مرید اور ہے اور مراد اور۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہے مرید سینکڑوں ہزاروں نیازوں کے ساتھ مراد مانگتا ہے اور مراد اس سے سینکڑوں ہزاروں ناز و انداز سے کنارہ کرتی ہے۔

حضرت میاں جیو" کا طریقہ بہت دشوار ہے۔ ہر کسی میں اتنی استعداد اور طاقت نہیں کہ اسے اختیار کر سکے۔ چنانچہ کوئی شخص جب مریدی کا ارادہ ظاہر کرتا تو یہ شعر پڑھتے:

شرطِ اول در طریقِ معرفت دانی کہ چیست؟
ترک کردن ہر دو عالم را و پشتِ پا زدن

(معرفت کے طریقے کی پہلی شرط جانتے ہو کیا ہے؟ دونوں جہانوں کو ترک کرنا اور پشت پا سے ٹھکرانا)

آخر جب طالب ترک و تجرید اختیار کرنے کے لئے مصمم ارادہ ظاہر کرتا اور قطع علائق کر لیتا تو اس حالت میں اسے ریاضت شاقہ یعنی کم خوری کم خوابی اور کم گوئی وغیرہ کی تلقین فرماتے اور وہ اس لئے کہ جو شخص ریاضت اختیار کرتا ہے اس کے لئے کوئی آفت نہیں ہوتی"

آزمائشِ ارادت حضرت سیدنا میانمیر" طالبان حق کی ارادت کی جب تک حسب دلخواہ آزمائش نہ کرتے انہیں بیعت میں قبول نہ فرماتے۔ حضرت ملا شاہ بدخشانی" جب آپ کا تذکرہ خیر ن

سکینۃ الاولیاء، دیعد شاہجہانی داراشکوہ، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۴۷، ۴۹، پیکجز لاہور

کر لاہور تشریف لائے تو تین سال تک حاضری دیتے رہے لیکن آپ نے توجہ نہ فرمائی اور بعد از بسیار آزمائش شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔ ولی عہد شاہجہانی داراشکوہؒ نے متعدد بار آپ سے گزارش کی کہ آپ اسے بیعت سے سرفراز فرمائیں لیکن آپ نے شفقت فرمانے کے باوجود آخری عمر تک شرف بیعت میں قبول نہ کیا بلکہ حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کے سپرد فرمایا۔ ملا عبدالغفورؒ جو لاہور کے عالم فاضل اور مدرس تھے متعدد بار آپ کی خدمت میں بیعت کی درخواست کرتے رہے لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا یہاں تک ملا عبدالغفورؒ انتہائی مایوسی کے عالم میں آپ کے خادم میاں حاجی محمد سے عرض گزار ہوئے لیکن مقصد براری نہ ہوئی آخر کار داراشکوہ سے گزارش کی اور روتے ہوئے کہا کہ "میں حضرت میاں جیوؒ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن انہوں نے مجھے گوارا نہ کیا اور فرمایا "ہم تمہیں ذکر حق میں مشغول نہیں کریں گے" اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ زنار باندھ کر اور قشقہ لگا کر سربازار کافروں میں جا بیٹھوں گا اگر لوگ پوچھیں گے تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو کہوں گا کہ ظاہر تو میں مومن تھا مگر باطن میں کافر تھا' اس لئے میں نے چاہا کہ ظاہر کو بھی باطن کے مطابق بنالوں تاکہ میرا ظاہر اور باطن ایک سا ہو جائے" یہ سن کر داراشکوہؒ کو رونا آگیا اور حضرت سیدنا میانمیرؒ کی خدمت میں اسے ساتھ لے آئے اور ساری صورتحال عرض کر دی۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ملا عبدالغفورؒ کی طرف دیکھا اور فرمایا "اسے میرے پاس لے آکہ اسے ذکر حق میں مشغول کر دوں" آپ نے اسے بیعت سے سرفراز فرمایا اور مدت قلیل میں درجات اعلیٰ تک پہنچا دیا۔ بعض ایسے مریدوں کے تذکار ملتے ہیں جنہیں آپ نے عرصہ دس سال تک حصول تعلیم کے لئے روانہ کر دیا اور بعد از تحصیل علوم ظاہریہ بیعت میں قبول کیا۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے مریدوں میں صرف حاجی محمد عباسی بنیانیؒ ایسے واحد مرید ہیں جن کی پہلی گزارش پر ہی آپ نے شرف بیعت سے سرفراز فرمایا ہے۔

مریدوں کو مقام روحانیت کے شہباز بنا دینا ایک ایسی ذمہ داری ہے جو اہل امانت صوفیاء کی نگاہ میں اعلیٰ ترین ذمہ داری ہے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اس ذمہ داری کو اعلیٰ سطح پر محسوس کرتے تھے چنانچہ آپ نے جس کو بھی شرف بیعت سے سرفراز فرمایا وہ اعلیٰ روحانی درجات پر پہنچا' ورنہ جس قدر لوگ آپ سے بیعت کی درخواست کرتے تھے آپ اگر سب کو قبول کر لیتے تو شاید آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی لیکن آپ تعداد کی بجائے معیار کو فوقیت دیتے تھے' آپ حب جاہ و شہرت مشائخانہ کی نیت سے کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے جس قدر آپ کی نیت مقدس تھی ایسے ہی نتائج برآمد ہوتے تھے۔ ارادت کی آزمائش حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اور آپ کے تمام خلفاء و مریدین کا طریقہ رہا ہے۔ ولی عہد شاہجہانی لکھتے ہیں کہ۔

"یہ خاص طریقہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ اور اب

میرے شاہ کا ہے کہ شروع میں محبوبانہ شیوہ اختیار کرتے ہیں اور طالب سے عاشق کی سی توقع رکھتے ہیں، کچھ مدت بعد جب اسے عشق میں ثابت قدم پاتے ہیں تو خود اس کے عاشق ہو جاتے ہیں اور طالب ان کا محبوب بن جاتا ہے۔ یہ استغناء محض آزمائش کے لئے ہوتا ہے کیونکہ بعض ہوس پیشہ لوگوں کے دل میں طلب گاری تو پیدا ہوتی ہے لیکن کچھ ہی عرصے بعد یہ زائل بھی ہو جاتی ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ اس قسم کے طالبوں کے متعلق فرماتے ہیں، والذی خبث لایخرج الا نکدا (اور جو خراب ہے اس کی پیداوار سے بہت کم نکلتا ہے) یعنی وہ دل کہ متاثر نہیں ہوتا اور قابل نہیں ہوتا۔ اس میں طلب نہیں ہوتی مگر تھوڑی سی۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ طالب کی طلب کامل ہو، طلب میں وہ ثابت قدم رہے اور اپنے آپ کو بھول جائے۔ شیخ جس قدر استغناء کرے وہ اور زیادہ فریفتہ ہو جائے اور اس کے دل میں ذوق و وجدان بڑھتا جائے[1]"

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے طریق تربیت مریدینؒ پر غور و خوض کیا جائے تو اسے بیان کرنے کے لئے اعتقادی تربیت، اعمال حسنہ، اشغال محویت اور اخفائے خوارق کے اصولوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ان حسنات تصوف کو الگ الگ بیان کرنا بہت مناسب ہے۔

اعتقادی تربیت درست عمل کی بنیاد درست اعتقاد پر ہوتی ہے۔ اگر اعتقادات میں کجی کا شائبہ بھی ہو تو عمل درست نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ فقہی طور پر اہل سنت والجماعت اور طریق اسلاف احناف کے پابند تھے۔ معارف تصوف آپ کے نزدیک گفتگو کی بجائے تحقیق بالحال سے تعبیر تھے جس کے لئے آپ حسن عمل پر زور دیتے تھے۔ اہل سنت والجماعت کے اعتقادات شہرہ آفاق ہیں ان کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں البتہ امور تصوف کے بارے میں اعتقادی نکات کا بیان ضروری ہے جو وقتاً فوقتاً آپ مریدین سے ارشاد فرماتے تھے۔

"حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سلوک کے مرتبوں میں سے پہلا مرتبہ شریعت ہے۔ شریعت کے سالک کے لئے لازم ہے کہ احکام شریعت کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ جب اپنی اہلیت کے مطابق کوشش کر لے اور شریعت کی پیروی میں مستحکم ہو جائے تو احکام شریعت کی پیروی کی برکت سے اس کے دل میں طریقت کا مرتبہ کمال

---

[1] سکینۃ الاولیاء، و یعد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۵۱، ۵۲

حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو گی اور پھر جب طریقت کے فرائض درست طور پر ادا کرے گا تو حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے دل کی آنکھوں سے بشریت کا پردہ اٹھا دے گا اور حقیقت کے معنی اس پر ظاہر ہو جائیں گے جس کا تعلق روح سے ہے۔ پس شریعت سے روحانی تعلق کی نگہداشت ہوتی ہے اور مرتبہ طریقت کے حاصل ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اور طریقت بری خصلتوں سے باطن کو پاک کرنے، مقام حقیقت کو سمجھنے، فنائے وجود کی اصلیت کا ادراک کرنے، ماسواء اللہ سے دل کو خالی کرنے اور درجہ قرب میں واصل ہونے کا موجب ہے۔ یہ بھی جان لو کہ آدمی تین چیزوں یعنی نفس، دل اور روح کا مجموعہ ہے اور ہر ایک کی اصلاح تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ اصلاح نفس، شریعت کی پیروی ہے، اصلاح دل، طریقت کے فرائض ادا کرنے سے۔ اصلاح روح، حقیقت کے مرتبوں کی حفاظت سے۔"

نفس جو اپنی سرشت میں نابینا ہوتا ہے ایمان بالغیب پر بھروسا کئے بغیر بینا نہیں ہوتا، اصلاح نفس میں عقل سے زیادہ اعتقادی عمل کے ذریعے جلد نتائج نکل آتے ہیں۔ جب تک نفس کی اصلاح نہ ہو عقل ناقص رہتی ہے، چنانچہ ناقص العقل سے عقلمندی بعید ہے۔ شریعت ایمان بالغیب پر بھروسا کرنے اور اصلاح نفس کے آسان طریقے پر مائل کرتی ہے اور اصلاح نفس ہی درحقیقت عقلمندی ہے اس عقلمندی کے بغیر علم طریقت سیکھا نہیں جاتا کیونکہ ہر علم کے سیکھنے کے لئے عقل لازم ہے، علم طریقت کی مطلوبہ عقل اصلاح نفس ہے۔ یہی اعتقاد شریعت کے ساتھ انسان کو حقیقی اور نافعانہ معنوں میں ہم آہنگ کرتا ہے۔

طریقت کے فرائض ادا کرنے سے دل کی اصلاح ہوتی ہے۔ طریقت کے فرائض حاصل شریعت ہیں یعنی ہر شرعی عمل اس کے معینہ نتائج کے ساتھ ظہور پذیر ہو گویا نماز سے حیا، روزے سے تقویٰ، زکواۃ سے کشود، حج سے مشاہدہ اور بصارت سے بصیرت حاصل ہو ورنہ اہل طریقت کے نزدیک سب اکارت ہے۔ طریقت کے فرائض کی ادائیگی طبع سالک میں "صداقت" کی تخلیق و ترویج کرتی ہے۔ ریاکاری اور فساد خلائق سے نجات عطا کرتی ہے اور انسان کے اعمال وبال جان نہیں ہوتے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول مشہور ہے کہ "جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ جہنم سے قریب اور جنت سے دور ہے۔" حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ "کشف المحجوب" میں "طریقت کی نماز" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

---

۷ (سکینۃ الاولیاء)

"مریدوں کے لئے طہارت (وضو) توبہ کا قائم مقام، پیروی کا تعلق (مسلک) قبلہ شناسی کا قائم مقام، مجاہدہ نفس پر قیام قیام کا قائم مقام، ذکر الٰہی کی مداومت قرات قرآن کا قائم مقام، تواضع رکوع کا قائم مقام، معرفت نفسی سجود کا قائم مقام، مقام امن تشہد کا قائم مقام، دنیا سے علیحدگی سلام کا قائم مقام اور نماز سے باہر آنا مقامات کی قید سے خلاصی کا قائم مقام ہے[۱]"

حضرت علی المرتضیٰؓ کا یہ قول کریمہ منقول ہے کہ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا اور فرماتے کہ "اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا ہے جس کا بوجھ زمین و آسمان اٹھانے سے عاجز رہے تھے" درحقیقت نماز اور دیگر شرعی اعمال اہل طریقت ہی ادا کرتے ہیں ورنہ عقل کے اندھوں کا نظارہ گلستاں چہ معنی دارد؟ روزہ ایک ایسا عمل ہے کہ اہل طریقت کے نزدیک اس کے معارف پر ہزاروں صفحات کی گفتگو منقول ہے اس کے معارف کی وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی کفایت کرنے کے لئے کافی ہے کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں" جو روزہ دار خدا کی معرفت اور تقویٰ کی شادمانی سے محروم رہ گیا اس نے نعمت زندگی کی توہین کی ہے، اسی طرح حج ایک بہت بڑی شرعی عبادت ہے لیکن فرائض طریقت کی ادائیگی کے بغیر محض سیاحت ہے۔

ایک شخص نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے فخریہ بیان کیا کہ "حج کر کے آیا ہوں۔" آپ نے پوچھا "حج کر لیا؟" اس نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا "جب تم اپنے مکان سے چلے، وطن سے کوچ کیا اس وقت کیا تم نے گناہوں سے بھی کوچ کیا؟" اس نے کہا "نہیں" فرمایا "پھر تم نے کوچ ہی نہیں کیا" اس کے بعد ارشاد فرمایا "جب تم گھر سے چلے اور ہر منزل میں رات کو قیام کیا تو کیا تم نے راہ حق کا قیام بھی طے کیا؟" اس نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "تم نے کوئی منزل طے نہیں کی" پھر ارشاد فرمایا "جب تم نے میقات سے احرام باندھا تو کیا تم بشری صفات سے جدا ہو گئے تھے؟ جیسے کہ تم کپڑوں سے جدا ہوئے تھے؟" اس نے کہا "نہیں" آپ نے ارشاد فرمایا "تو تم محرم بھی نہ ہوئے" پھر آپ نے ارشاد فرمایا "جب تم نے عرفات میں وقوف کیا تھا تو کیا مجاہدے کے کشف میں بھی وقوف کیا تھا؟" اس نے کہا "نہیں" فرمایا "تمہیں عرفات کا وقوف بھی میسر نہ آیا"۔ پھر فرمایا "جب تم مزدلفہ میں اترے تھے اور تمہاری مراد بر آئی تھی تو کیا تم نے تمام نفسانی خواہشوں کو چھوڑ دیا تھا؟" اس نے کہا "نہیں" فرمایا "بس تمہیں مزدلفہ کا نزول بھی حاصل نہ ہوا" پھر فرمایا "جب تم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا تھا تو کیا تم نے اپنے سر کی آنکھوں سے مقام تنزیہہ میں حق تعالیٰ

---

[۱] (کشف المحجوب، حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ، مترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی۔ صفحہ ۴۲۷۔ مدینہ کمپنی کراچی"

کے جمال کے لطائف کو بھی دیکھا تھا؟" اس نے کہا "نہیں"۔ فرمایا "بس تمہیں طواف بھی حاصل نہ ہوا" پھر ارشاد فرمایا "جب تم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی تو صفا کے مقام اور مروہ کے درجہ کا ادراک کیا تھا؟" اس نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "ابھی سعی بھی نصیب نہ ہوئی" پھر فرمایا "جب منیٰ میں آئے تھے تو کیا تمہاری ہستیاں تم سے جدا ہو گئی تھیں؟" اس نے کہا "نہیں" فرمایا "ابھی تم منیٰ بھی نہیں پہنچے" پھر فرمایا "جب قربان گاہ میں تم نے قربانی کی تھی اس وقت نفسانی خواہشوں کی بھی تم نے قربانی کی تھی؟" اس نے کہا "نہیں" فرمایا "بس تو تم نے قربانی بھی نہیں کی" پھر فرمایا "جب تم نے شیطانوں پر سنگریزے پھینکے تھے اس وقت تمہارے ساتھ جو نفسانی تمنائیں تھیں کیا ان سب کو بھی پھینک دیا تھا؟" اس نے کہا "نہیں" فرمایا "تم نے سنگریزے بھی نہیں پھینکے اور حج بھی نہیں کیا، جاؤ اور ان صفات کے ساتھ پھر حج کرو تاکہ مقام ابراہیم علیہ السلام تک رسائی ہو"۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے نزدیک فرائض طریقت کی ادائیگی کا یہی تصور ہے کہ عقل حقیقی یعنی اصلاح نفس کے بعد اعمال کی بنیاد عقل روشن اور علم تحقیقی یعنی بالمشاہدہ انعامات اخلاص کے ساتھ ہو، ایسا کرنے ہی سے دل کی اصلاح ممکن ہے چنانچہ جس طرح حضرت سیدنا میانمیرؒ زندگی کا ایک ایک لمحہ احتیاط کے ساتھ یاد حق میں گزارنے کی تلقین فرماتے تھے کس طرح بے اخلاص فرائض طریقت کو گوارا کر سکتے تھے، جو وقت ضائع کرنا برداشت نہیں کرتا وہ اعمال کو ضائع ہوتے دیکھنا نہیں چاہے گا اور ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب حقیقی شریعت یعنی طریقت کے فرائض ادا کئے جائیں اور ان کی ادائیگی کے لئے اعتقادی تربیت کا ہونا اشد ضروری ہے کیونکہ اس ناوک نیم کش پر حیف ہے جس کا ہدف ہی درست نہ ہو۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ جو اپنے طالبوں کو تحصیل علم کے لئے فرماتے تھے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہ تھا کہ لوگ آپ کی تعریف کریں کہ دیکھو حضرت کتنے بڑے شیخ ہیں کہ آپ کے سب مرید عالم فاضل ہیں بلکہ اس کا مقصد یہی تھا کہ اہل سنت والجماعت کے عین مطابق درست علم شریعت حاصل کریں تاکہ ہر عمل کا قبلہ درست رہے اور اعتقاد راسخ ہوں۔

حقیقی شریعت یعنی فرائض طریقت کی ادائیگی سے اصلاح دل ہوتی ہے اور جب دل اصلاح پذیر ہو جاتا ہے تو ادراک و علم باطنی سے دل خود دماغ و عقل کا رہبر بن جاتا ہے، مبارک ہیں وہ لوگ جو اصلاح نفس سے حقیقی عقل پیدا کرتے ہیں اور پھر حقیقی عقل سے اپنے دل کو مائل بہ حسن عمل رکھتے ہیں اور نہایت ہی مبارک ہے وہ دل جو خود عقل کی حفاظت کرتا ہے اور جملہ قوائے عقلیہ کا استاد بن جاتا ہے۔ صاحبان دل پر ہی دریچہ روح کھلتا ہے۔ وہ روح جو اللہ کا امر ہے جو اپنی نہایت اور اعلیٰ سطح پر ایسے ہی اللہ کا امر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ کا امر یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ

کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور ہو جاتا ہے" طریقت کے فرائض کے بعد مقامات حقیقت کی بصیرت فرائض طریقت کی ادائیگی کی برکت سے اللہ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے اور حقیقت کے مراتب اور فرائض کی ادائیگی ہی سے روح کی اصلاح ہوتی ہے یعنی انسانی روح حقیقی معنوں میں اللہ کا امر بن جاتی ہے جو "قم باذن اللہ" اور "قم باذنی" کی تجلیات سے جہان تکوین میں نیابت الٰہی کے جلوے رونما کرتی ہے۔

عارف حق کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ درجات و مقامات کے مطابق فیصلہ کرے' اہل حقیقت اپنی حقیقت احوال کے پابند ہیں' عوام الناس یا ظاہر پرست لوگوں کے لحاظ خاطر کے لئے اہل حقیقت اپنی منزل کے کاذب نہیں ہوتے خواہ ظاہر پرست نفسانی علماء کی عقل سے احوال و اقوال عارف بالا ہوں۔ حضرت مخدوم العصرؒ اپنی شہرہ آفاق پنجابی شعری تصنیف "گنج عرفان" میں لکھتے ہیں کہ "جو امور شرع میں حلال اور جائز ہوتے ہیں وہ طریقت میں حرام ہو جاتے ہیں اور جو امور طریقت میں جائز ہوتے ہیں وہ حقیقت میں جائز نہیں رہتے" وہ اس کی مثال دیتے ہیں کہ جس طرح شریعت میں جانوروں کا شکار کرنا اور بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنا جائز ہے لیکن یہ دونوں امور حج کے موقع پر اس لئے حرام ہو جاتے ہیں کیونکہ حج عبادت کا ایک اعلیٰ مقام ہے چنانچہ اسی پر اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہئے کہ کیونکر امور طریقت اہل حقیقت کے قابل نہیں رہتے۔ درحقیقت سلوک و معرفت میں آخری مقام کوئی نہیں ہے ہر منزل ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے' سالک کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے احوال کے مطابق صدق اور حقیقت کا دامن کبھی نہ چھوڑے اور اپنے احوال اعلیٰ سے کفر کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمت اعلیٰ کا انکار نہ کرے لیکن اگر کچھ امور ایسے ہوں جن کے اظہار سے ناسوتی لوگ معترض ہوتے ہوں تو خاموشی لازم ہے۔

اہل حقیقت کے فیصلے اس قلب روشن کی پابندی کرتے ہیں جو بمنزلہ عرش الٰہی ہے چنانچہ جب تک اہل حقیقت دنیائے معروض سے بے نیاز ہو کر اتباع نور حق کرتے رہتے ہیں ان کے درجات روحانیہ میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے لیکن جب وہ کسی ادنیٰ سے معاملے میں بھی رضائے حق کے مخفی اشاروں کو بھلا دیتے ہیں تو ان پر رجعت طاری ہو جاتی ہے جس سے بڑی مصیبت اہل سلوک کے لئے اور کوئی نہیں۔ راہ سلوک کے مسافر کے لئے لازم ہے کہ وہ بحر ظلمات نفس میں پیرا کی سے پہلے درست اعتقادات اہل تصوف کو زاد راہ بنائے' گلستان قلب کے ثمرات شیریں کو دنیا کے پھلوں اور پھولوں پر فضیلت دے اور اصلاح روح کے لئے منازل حقیقت کی حفاظت کرنے والے بزرگوں کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنائے تاکہ اس کے پاس تمام ضروری علم اور متحقق اعتقاد زاد سفر کی حیثیت میں موجود ہو یہاں تک کہ جیسے ہی اس کا ہاتھ کسی مرد کامل کے ہاتھ میں آئے اس کا اعتماد اور شخصیت کی بردباری' ہر قسم کی نفسانی یلغار اور ظاہر پرست ناسوتی علماء کے اعتراضات کے

بچھوؤں کو اپنے پائے حقارت سے مسل دے۔

اعمال حسنہ اس عمل پر حیف ہے جو اپنے نتیجے سے خالی ہو اور اس عمل پر بھی حیف ہے جو درست علم پر استوار نہ ہو۔ حسن عمل در حقیقت' صدق نیت' وقت متعینہ' اخلاص اور عشق و محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ صدق نیت سے مراد یہ ہے کہ عمل مبنی بر خیر اور اطاعت رسولؐ کی نیت سے کیا جائے' وقت متعینہ سے مراد یہ ہے کہ ہر عمل کے لئے ایک متعینہ اور فطری وقت ہوتا ہے۔ پنجابی میں ایک کہاوت ہے کہ "ویلے دی نماز تے کویلے دیاں ٹکراں" وقت پر ادا کی گئی نماز دراصل نماز ہے ورنہ محض زمین پر ٹکر ہے۔ جس طرح عمل کا ایک متعینہ اور فطری وقت ہے اسی طرح ہر عمل کے کرنے کے لئے ایک مخصوص عرصہ دورانیہ ہوتا ہے اس کا لحاظ رکھنا عمل کی نفاست ہے۔ اخلاص سے مراد یہ ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خشنودی کے لئے عمل کیا جائے اور عشق و محبت کے اس جگہ معنی یہ ہیں کہ عمل کو دل جمعی' شوق و ذوق اور عمل کے نتائج کے شایان شان عمل کیا جائے۔

اگر عمل اپنی مطلوبہ جزویات کے ساتھ کیا جائے تو رحمت حق سے وہ عمل ثمر بار ہوتا ہے اور اس عمل سے متعلقہ علمی نکات بھی روشن ہو جاتے ہیں۔ بے عمل شخص خواہ کیسا ہی عالم ہو وہ اعمال کی جزویات کے نکات سے آگاہ نہیں ہو سکتا اس لحاظ سے عمل ایک مخصوص علم کی تخلیق بھی کرتا ہے اور دراصل وہی علم راسخ ہے جو عمل کے بعد حاصل ہوتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا میانمیرؒ اپنے احباب و مریدین کو کثرت مطالعہ کی بجائے حسن عمل کی طرف مائل کرتے تھے کیونکہ عمل سے جو حقیقی علم حاصل ہوتا ہے وہ تحقیق کے درجے پر ہے۔ عمل کی فوقیت اور عظمت کے بارے میں ولی عہد شاہجہانی داراشکوہ نے "سکینۃ الاولیاء" میں اس حدیث کہ "اے فاطمہؓ اس بات پر بھروسہ نہ کرو کہ تم رسول خدا کی بیٹی ہو۔ عمل کرو عمل کرو" کے بارے میں بحث کرتے ہوئے اہل حقیقت کے عمل کی وضاحت کی ہے اور لکھا ہے کہ۔

> "وہ کون سا عمل ہو گا جو حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے وقوع میں آیا ہو گا کیونکہ آپؓ انتہائی عبادت گزار تھیں اور غایت درجہ ریاضت کرتی تھیں لیکن یہ جو سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ "اے فاطمہؓ اس بات پر بھروسا نہ کرو کہ تم رسول خدا کی بیٹی ہو عمل کرو عمل کرو" سے مراد یہ ہے کہ دل کی صفائی اور باطن کی پاکیزگی اس حد تک کرو کہ جیسا میں تمہیں کہتا ہوں ویسا ہی تمہارا دل تم کو کہے اور تمہاری رہبری کرے۔ میرے کہنے پر نہ رہو۔ شروع شروع میں اگرچہ مرید شیخ کے کہنے پر عمل کرتا ہے لیکن بالاخر وہ اپنے

دل کے کہنے پر چلنے لگتا ہے۔ لہٰذا حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنے یاروں کو فرمایا کرتے تھے کہ عمل کرو۔ آپ مشائخ متقدمین کی کتابیں پڑھنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے تھے مبادا پڑھنے والے اس مقام پر پہنچے بغیر کتاب کے بیانات کو اپنے آپ پر صادق کرنے لگیں۔ آپ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

شعر

کار کن کار و بگذر از گفتار
کہ دریں راہ کار دارد کار

(کام کر کام، باتیں چھوڑ کہ اس راہ میں کاموں ہی سے کام ہے)

اگرچہ شیخ کی ہدایت، مطالعہ کتب اور ریاضت سے مطلب حاصل ہو جاتا ہے لیکن جو خوش دلی، خوش وقتی، یقین اور تسکین خود نکات و اسرار دریافت کرنے سے حاصل ہوتی ہے وہ شیخ کے بتانے سے حاصل نہیں ہوتی اگرچہ یہ دریافت بھی شیخ ہی کی رہنمائی کی برکت کا نتیجہ ہے"[1]

جس طرح سنا ہوا دیکھے ہوئے کے برابر نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح محض عقل ظاہری سے اعمال شریعت کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ جب شخصیت میں عمل کے ذریعے عمل کے بارے میں علم تخلیق ہوتا ہے تو درحقیقت اسی علم کو علم کہنا چاہئے کیونکہ وہ شنید نہیں بلکہ دید ہے۔ علم اکتسابی اور علم تخلیقی و ذاتی کے بارے میں جدید علم نفسیات نے بہت ترقی کی ہے۔ علم ذاتی کی علم اکتسابی پر فوقیت کا فلسفہ درحقیقت صوفیاء کے ذریعے ہی مستحکم ہوا ہے۔ اس کے لئے صوفیاء حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کریمہ سے دلیل لاتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فطرت مطلقہ کی فطرت پر اور آپ کی فطرت پر کائنات کو پیدا کیا ہے، نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ "اے اللہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "کیا تجھے یقین نہیں؟" فرمایا "کیوں نہیں لیکن میں اس مشاہدے سے علم الیقین میں اضافہ کروں گا" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ مشاہدہ کرایا۔ حقیقت یہی ہے کہ علم اکتسابی کا مرکز دماغ اور عقل ہے جبکہ یقین کا مرکز دل ہے اور دل ہرگز اس وقت تک یقین کی منزل تک نہیں آتا جب تک وہ جذباتی و محسوساتی طور پر اور اپنے خاص ادراک سے کسی چیز کی حقیقت معلوم نہ کرلے۔

انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ انسان لوگوں کی نصیحت کی بجائے اپنی خطاؤں اور اپنی کوششوں

---

[1] سکینۃ الاولیاء، و بعد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۱۰۹ ار ۱۱۰، ہیکز لاہور

سے زیادہ نصیحت' ہدایت اور عبرت حاصل کرتا ہے چنانچہ اسی تصور پر نظریہ خودی اور تصور بیخودی کی بنیاد ہے۔ وجود انسانی بذات خود ایک الٰہی عمل ہے اور ایک مسلسل تجربہ ہے اسی وجہ سے انسان اپنے تجربات سے حاصل ہونے والے علم پر زیادہ بھروسا کرتا ہے اور تجربات ہی زندگی کے ارتقاء کا باعث ہوتے ہیں۔ حسن عمل کے معاملے میں حضرت سیدنا میانمیرؒ کے تصور کی بنیاد فطرت انسانی کی حقیقت پر ہے جسے جدید نفسیات اور سائنسی تجربات سے بھی واضح کیا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ہر طرح سے اپنے مریدین کو عالم ملکوت تک رہنمائی عطا فرمانے اور مشغول حق کرنے کے بعد سالک کی خودی کی نمود خود سالک کے قلب کے حوالے کر دیتے تھے۔ جبر اور استبداد آپ کے مزاج میں نہ تھا جس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ اصل رہنما قلب مومن ہی ہوتا ہے۔ جس شخص کی رہنمائی اس کا دل نہ کر سکے اس کے لئے ہزار فیضی و اخوند بھی اتالیق ہوں پھر بھی وہ نادان ہی رہتا ہے کیونکہ عقل حقیقی اور علم ذاتی عمل کے ذریعے ہی پیدا ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ عمل کے معاملے میں اسقدر اعلیٰ نفسیاتی شعور رکھتے تھے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ امر نہایت دلچسپ ہے کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے بہت سے مریدین بیعت سے قبل آپ کے مخالفین میں شامل تھے اور اپنی اپنی جگہ اعلیٰ درجے کے علماء اور محققین سمجھے جاتے تھے لیکن آخر کار آپ ہی کے وسیلے سے وہ حقیقی تحقیق کے قابل ہو سکے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے طریق تربیت میں نمود خودی اور پرواز آزادانہ اسقدر اہم ہے کہ آپ کے ایک مرید حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے جوش نمود ذات میں چند ایک معاملات میں اپنی ایک الگ راہ نکال لی اور حضرت سیدنا میانمیرؒ کے انفرادی طریق کو چھوڑ دیا لیکن اس کے باوجود حضرت سیدنا میانمیرؒ نے ان سے تعرض نہ کیا' اسی طرح آپ نے حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اللہ کی مخلوق کو اگر چاہیں تو اپنے تدریجی و تحقیقی طریق پر مشغول حق کریں۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ اللہ کی مخلوق کے حق میں آسانی چاہتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کے سلسلہ ارادت میں جو آئے وہ اعلیٰ درجات روحانیہ کو پہنچے۔

حضرت سیدنا میاں میرؒ نے جس طرح خود ترک و تجرید' اخلاص و امانت' احسان و عدل' محافظت مقامات روحانیہ' محویت حق' عشق رسولؐ فنائے ذات غوث اعظمؓ ہو کر اپنے حسن عمل کو نکھارا اور علوم تحقیقی کے اقلیم کے تاجدار ہوئے اسی طریق پر آپ نے اپنے مریدوں کی تربیت کی۔ آپ کا طریق تجرید و تفرید اور محویت حق کا معیار انتہائی اعلیٰ تھا اور آپ ایک نگاہ میں طالب حق کو حق تک پہنچا دینے کی ہمت رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے کبھی اپنے کثیر مجاہدات اور ارفع درجات روحانیہ پر غرور نہ کیا' آپ کے حسن عمل کا یہ رخ انتہائی طور پر قابل مدحت ہے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے طریق تربیت مریدین میں امانت کا تصور خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کے نزدیک زندگی کی اساس ہی امانت پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ہم نے اپنی امانت

زمینوں آسمانوں کو پیش کی لیکن وہ ڈر گئے اور انسان نے امانت اٹھائی" حضرت سیدنا میانمیرؒ کے مریدوں میں امانت کا تصور اسقدر راسخ تھا کہ ان کے تمام اعمال کا مرکزی نکتہ امانت حیات ہی تھا۔ آپ نے اپنے مریدوں کی اس طرح تربیت فرمائی تھی کہ وہ ہر چیز سے بیگانہ و بے پرواہ ہو کر صرف حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے اور تجلیات عرفان الٰہی سے روشن رہتے۔ لاتعلقی و بے سامانی کا یہ عالم تھا کہ تمام مریدوں میں شوق محویت الٰہی کے علاوہ کوئی شوق ہی نہیں تھا۔ ایک مرتبہ ولی عہد شاہجہانی داراشکوہ اپنے مرشد حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ سے ملنے کے لئے گئے تو رات کا وقت تھا۔ ولی عہد یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ آپ نے چراغ تک روشن نہ کیا ہوا تھا اور تنہا بدستور اندھیرے میں بیٹھے تھے۔ مہمانداری کے لئے حضرت شاہؒ نے پڑوسی سے چراغ منگوایا اور بتایا کہ وہ چراغ نہیں جلاتے۔ درحقیقت جن نفوس قدسیہ کے سینوں میں چراغ طور روشن ہو ان کی آنکھوں میں دنیاوی قمقموں کی کیا وقعت ہے؟ زندگی اگر بندگی کے لئے امانت کے طور پر ملی ہے تو کیا ہی خوب ہیں وہ لوگ جو اپنے حسن عمل سے اس زندگی کے خاکستر سے کیمیاء پیدا کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ اپنے مریدوں اور خادموں کی ہمیشہ نگہداشت نور باطنی سے کرتے تھے اور ان کا دھیان رکھتے تھے کہ کہیں امانت داری میں کوتاہی نہ کریں۔ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "کوئی شخص اگر آپ کے لئے ہدیہ لاتا تو جتنے لوگ خدمت میں حاضر ہوتے ان میں تقسیم فرما دیتے۔ بغیر غور و فکر کے بھی تقسیم کرتے تو بھی سب کو برابر کا حصہ پہنچتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں کچھ سنگترے لایا۔ آپ نے اہل مجلس میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سنگترے دیئے۔ حاضرین میں سے ایک کو حصہ کو نہ ملا۔ اتفاقاً" ایک خادم نے پانچ سنگترے اٹھا کر کسی جگہ رکھ دیئے تھے۔ حضرت نے اس خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اپنے حصے کے علاوہ جو پانچ سنگترے تو نے فلاں جگہ رکھے ہیں وہ اس شخص کا حصہ ہیں' لا اور اسے دے" خادم شرمسار ہوا اور سنگترے لا کر اسے دے دیئے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ نے اپنے مریدین و خلفاء کی ایسی اعلیٰ تربیت فرمائی تھی کہ وہ باوجود انتہائی مفلسی کے تونگر اور غنی تھے' نہ کسی سے سوال کرتے تھے نہ ہر کسی کی نذر قبول کرتے تھے' خوف و حزن ان کے مزاج ہی میں نہ تھا' غیر کے خیال کو شرک سے اور مخلوق سے امید باندھنے کو کفر سے تعبیر کرتے تھے۔ آپ کے ایک مرید حضرت شیخ احمد سنائیؒ کے بارے میں مرقوم ہے کہ اکثر فاقے سے رہتے تھے لیکن روٹی کا ایک ٹکڑا اپنی چادر میں باندھ کر رکھتے تھے' اگر کوئی جاننے والا واقف کار مل جاتا اور کھانا کھانے کے لئے کہتا تو یہ فوراً" وہ خشک روٹی نکال کر کھانے لگتے اور فرماتے "میں نے روٹی کھالی ہے اور کھانے کے لئے اور باقی بھی ہے اب اور کھانے کی احتیاج نہیں ہے" ناقص لوگوں سے نذر قبول کرنا یا ان کی دعوت قبول کرنا حضرت سیدنا میانمیرؒ کے مریدوں کی طبع کے خلاف تھا۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے اعمال حسنات کی برکت ایسی تھی کہ اگر آپ پان چبا کر پھینک دیتے یا اپنا پس خورہ کسی کو عنایت فرماتے یا کوئی شخص آپ کی چبائی ہوئی کوئی چیز کھالیتا تو اس کی حالت متغیر ہو جاتی اور اذکار اعلیٰ جاری ہو جاتے، حجابات ہٹ جاتے اور صفات بشری سے صفات ملکوتی میں پہنچ جاتا ایسے متعدد واقعات ہیں اور یہی عالم آپ کے مریدین کا تھا کہ منبع برکت و حسنات تھے۔

صدقِ عمل سے زندہ ہیں ہردم فصاحتیں — اخلاص ہی سے ہوتی ہیں حاصل محبتیں
شانِ عمل ہی منبعِ علمِ یقین ہے — حُسنِ عمل سے ہوتی ہیں راسخ بصیرتیں
کام آئے علم وہ کہ جو دل سے کشید ہو — عرشِ عظیم لاتی ہیں دل میں ارادتیں
درگاہِ میاں میرؒ پہ پہنچا جو خوش نصیب — اوجھل ہوئیں نگاہ سے دنیا کی ظلمتیں
کُندَن یہ آدمی بھی عمل ہے اِلٰہ کا — خوئے عمل سے پیدا ہیں ساری حقیقتیں

اشغالِ محویّت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "مومنین کی اللہ تعالیٰ سے محبت شدید ہے"۔ عشق و محبت ہجر و فراق اور حجاب سے شدید تنفر پیدا کئے گئے ہیں۔ اہل عشق کو قرب کے بغیر آرام نہیں۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہی عاشق زار تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مومنین کے بارے میں شدید محبت کا دعویٰ ہے۔ "جو دم غافل سو دم کافر" آپ کی زندگی کا نصب العین تھا چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اتباع رسولؐ میں انتہائی سخت مجاہدے کئے اور عشق رسولؐ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف محویت کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ محویت حق کے لئے حبس دم کیا کرتے تھے۔ یہ نہایت مشکل اور کٹھن طریقہ ہے۔ آثار سے ثابت ہے کہ اسلاف میں حضرت سیدنا غوث اعظمؒ اور حضرت ابراہیم خواصؒ کے علاوہ بھی کچھ بزرگ اس طریق پر محو ہوتے تھے۔ برصغیر میں حضرت سیدنا میانمیرؒ کے سلسلے کے علاوہ اور کسی سلسلہ طریقت میں یہ طریق محویت نہیں ہے۔ آپ کے مرید حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کے حوالے سے "سکینۃ الاولیاء" میں یہ روایت ملتی ہے کہ "ابراہیم خواصؒ بھی حبس دم کا شغل کرتے تھے لیکن خدا ہی جانتا ہے کہ ان کا طریقہ کیا تھا۔ حبس دم بعض دوسرے مشائخ بھی کیا کرتے تھے لیکن ہمارا طریقہ حضرت غوث الثقلینؒ کے زمانے سے پہلے موجود نہ تھا۔ بعض اصحاب حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ یہ حضرت غوث الثقلینؒ کا مخصوص طریقہ تھا اور یہ شعر پڑھا جو غوث الثقلینؒ سے منسوب ہے واللہ اعلم بالصواب۔

چشم بندو گوش بند و لب بہ بند — گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

(آنکھ کان اور لب بند کرلے پھر اگر حق تعالیٰ کو نہ دیکھے تو سمجھنا کہ جو کچھ میں نے کہا وہ مجذوب کی بڑ تھی)

حبس دم کے ساتھ ذکر الٰہی کرنے سے عنصری حجاب اختیاری طور پر منقطع ہو جاتے ہیں اور سانس کے اوپر اٹھ جانے سے روح کے قرب کے ساتھ اعصاب اسی طرح راحت میں آ جاتے ہیں

جیسے نیند سے لیکن بشرط مہارت۔ یہی وجہ ہے کہ جس دم کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہونے سے نیند جاتی رہتی ہے جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ اور آپ کے بعض رفقاء مریدین کئی کئی سال تک نہ سوئے۔ ذکر الٰہی جب غذائے حقیقی بن جاتا ہے تو خورد و نوش کی خواہش اور ضرورت بھی محو ہو جاتی ہے چنانچہ اکثر اوقات حضرت سیدنا میانمیرؒ احباب کا ساتھ دینے کے لئے کھاتے تھے نہ کہ بھوک کی وجہ سے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ "سچی بھوک تین ماہ کے بعد لگتی ہے"۔ گویا جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اگر انسان اس وقت اور مقام پر ہو تو بھوک تین ماہ کے بعد عود کرے گی۔ اکثر لوگ جو ذکر الٰہی میں محویت نہیں رکھتے حیوانی سطح پر ہونے کی وجہ سے بلاناغہ کھانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ نے اپنے مریدین کی اس طور تربیت کی تھی کہ وہ کسی معاملے میں بھی کسی پر انحصار نہ کرتے تھے' نہ کسی کو خدمت خوش دلی سے سپرد کرتے تھے' نہ سفر کو پسند کرتے تھے درحقیقت یہ تمام باتیں وقت کا مصرف ہیں اور وقت کو ضائع کرنا ان بزرگان دین کے نزدیک امانت حیات کا ضائع کرنا ہے کیونکہ اصل مقصد حق یاد حق میں محویت ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے مرید حضرت ملاشاہ بدخشانی دریائے راوی کے کنارے اپنے کپڑے دھو رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ذکر حق تعالیٰ میں بھی محویت اختیار کئے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نمودار ہوئے اور آپ کو سلام پیش کرتے ہوئے گزارش کی کہ "میں آپ کو ذکر الٰہی میں مشغول دیکھ رہا ہوں' اپنے کپڑے مجھے دے دیجئے اور آپ ذکر میں مشغول رہیں" حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ نے فرمایا "میں بے کار کیوں رہوں؟ اپنے دونوں کام میں خود کروں گا" یہ جواب سن کر حضرت خواجہ خضرؑ چلے گئے۔ جب یہ واقعہ انہوں نے حضرت سیدنا میانمیرؒ کے حضور بیان کیا تو آپ نے فرمایا "جو شخص ذکر خدا میں مشغول ہو' دوسرے کی طرف کیونکر توجہ کر سکتا ہے؟" حضرت سیدنا میانمیرؒ نے جس شان استغناء کے ساتھ مداومت ذکر الٰہی کی تلقین فرمائی تھی آپ کے مریدین ہر حال میں اس پر عمل پیرا رہتے تھے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ جب کسی میں راہ حق کی صادق طلب دیکھتے اور آزمائش کر کے مطمئن ہو جاتے تو آپ طالب حق پر اپنے ذکر الٰہی کے ساتھ توجہ فرماتے اور چشم زدن میں طالب حق پر عالم ملکوت منکشف ہو جاتا اور وہ اس کیفیت باطنی کو دونوں جہانوں سے افضل و اعلیٰ قرار دیتا چنانچہ اس کو اس ذکر پر مداومت کا حکم فرماتے۔ شیخ محمد لاہوریؒ بیان کرتے ہیں کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے جب مجھے ذکر الٰہی میں مشغول کیا تو چند دن بعد دریافت فرمایا کہ "کہو اب حق تعالیٰ سبحانہ کے مقابلے میں یہ ساری دنیا تمہیں کیسی نظر آتی ہے؟" میں نے عرض کیا کہ آسمان کا ہر ستارہ مجھے ناخن کی پشت کی مانند نظر آتا ہے میری نگاہ کا عالم یہ ہے کہ وہ خود لامحدود ہو کر ذات لامحدود پر پڑ رہی

ہے اور اس کے مقابلے میں تمام موجودات مجھے ہیچ نظر آتے ہیں۔"

حضرت سیدنا میاں میرؒ جب کسی کو مشغول حق کرتے تھے تو پھر روحانی طور پر اس کی نگہداشت بھی کرتے تھے یہاں تک کہ طالب حق کیفیت محویت میں راسخ ہو جائے آپ کی ذات اقدس برصغیر میں نعمت عرفان الٰہی کے معاملے میں ایک بحر نور تھی چنانچہ بے شمار سلاسل کے درویش آپ کے پاس حاضر ہوتے اور فیض نگاہ کے طالب ہوتے۔ حاجی نوشہ گجراتیؒ جن سے سلسلہ نوشاہیہ منسوب ہے وہ عنفوان شباب میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کی التجا پر ان کو محویت حق کی نعمت عطا کی جس کے باعث ان کے سلسلے نوشاہیہ میں اب تک خرقہ میرؒ کی روایت منقول چلی آتی ہے یہ "خرقہ میر" ان خلفاء کو دیا جاتا تھا جو تجرید میں استعداد کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اسی طرح حاجی محمد عباسی بنیانیؒ جو سلسلہ چشتیہ کے بزرگ تھے اور حضرت سیدنا میاں میرؒ کے بحر مواج کا تذکرہ سن کر حاضر ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ان کی زبانی مشغول حق ہونے کا تذکرہ "سکینۃ الاولیاء" میں یوں ملتا ہے کہ "شروع میں میرا پیشہ ملازمت تھا اور صدی منصب پر فائز تھا۔ آخر میں نے ملازمت چھوڑ دی اور قبلہ عارفاں (حضرت میاں جیوؒ) کی خدمت سے وابستہ ہوا۔ حضرت نے دریافت فرمایا "تمہاری عمر کتنی ہے؟" میں نے عرض کی "اکتیس سال" مجھے انہوں نے مریدی میں قبول فرما لیا اور پوچھا "کسی اور جگہ بھی ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے تھے؟" عرض کی کہ "سلسلہ چشتیہ میں مشغول رہا ہوں" پھر دریافت کیا کہ "اب تک کشائش ہوئی کہ نہیں؟" میں نے صورت حال عرض کی کہ اپنے بائیں میں نے اتنی توجہ کی کہ وہ جگہ سخت ہو گئی لیکن کشائش نصیب نہ ہوئی۔ پھر حضرت نے مجھے ذکر الٰہی میں مشغول فرمایا اور دو تین دن میں ہی ریاضت کے بغیر مجھے کشائش نصیب ہو گئی جس سے میں حیران رہ گیا۔ اس کشائش کا کچھ حال میں نے حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا "ہمارا طریقہ ایسا ہی ہے یعنی بغیر اس کے کہ کوئی جوڑ ٹوٹے اور ورم آئے کشائش ہو جاتی ہے"۔

حاجی محمد عباسی بنیانیؒ سے یہ بھی روایت منقول ہے کہ "حضرت میاں جیوؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے کسی رات بھی پہر دوپہر سے زیادہ نہیں سو سکا تھا اور بیداری کی حالت میں بھی اکثر پریشان رہتا تھا لیکن حضرت میاں جیوؒ کی خدمت میں آنے کے بعد دو تین دن ہی گزرے تھے کہ ایک رات میں ذکر الٰہی میں مشغول بیٹھا اور لذت و ذوق کے عالم میں تمام رات بیدار رہا۔ لیکن نیند کا کوئی اثر مجھ پر ظاہر نہ ہوا دل میں خیال آیا کہ یہ قدرت مجھے کیونکر حاصل ہوئی۔ حضرت میاں جیوؒ نے فرمایا "تو خود بیدار نہیں رہا' جب شکاری شکار کو پکڑ لیتا ہے تو تمام رات جاگ کر اس کی نگہداشت کرتا ہے۔ میں نے تمہیں اپنے ہاتھ سے پکڑا اور جاگ کر تمہاری نگہداشت کی اس وجہ سے تم رات بھر جاگے ہو" یہ سن کر میں نے توبہ کی اور مرشد کامل کے قدموں میں سر رکھا"۔

جن طالبان حق پر خودی غالب ہوتی اور جب حضرت سیدنا میاں میرؒ ان کی التجا پر انہیں ذکر حق

تعالیٰ میں مشغول فرماتے تو طالبوں کی حالت غیر ہو جاتی تھی' ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ حضرت شاہ ابو المعالیؒ کو مشغول حق کرنے کا واقعہ خود ان کی زبان سے "سکینۃ الاولیاء" میں اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ "حضرت نے مجھ پر ایسی نظر عنایت کی کہ تھوڑے ہی عرصے میں دلی کشائش حاصل ہو گئی اور کچھ ایسی حرارت پیدا ہوئی کہ جسم جلنے لگا' ہرچند کہ دھنیا میرے جسم پر ملا گیا اور مجھے کھلایا بھی گیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا" ایسا ہی کچھ حال کچھ عرصہ کے لئے حضرت ملا شاہ بدخشانی کا ہوا۔ حضرت سیدنا میا نمیرؒ کے لئے کشود ملکوت ایک نگاہ کی بات تھی۔ آپ کے ایک مرید حضرت میاں محمد مرادؒ کہا کرتے تھے "سبحان اللہ! ہمارے شیخ کی قدر کسی نے نہ جانی کہ خدا رسیدہ بنانا ان کے نزدیک بہت آسان تھا"۔

حضرت سیدنا میا نمیرؒ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے "تنہائی اختیار کرو اور لوگوں سے میل جول نہ رکھو' جنگلوں اور ویرانوں میں وقت گزارنے سے بہت جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے۔" حضرت سیدنا میا نمیرؒ خود بھی باغات' مقابر' درگاہ ہائے صوفیاء اور قبرستان میں مشغول حق رہتے تھے اور اپنے احباب کو بھی ساتھ رکھتے تھے۔ سب دوستوں کو قبل از فجر لے کر نکلتے اور باغات میں الگ الگ مقام پر بٹھا دیتے اور ذکر حق میں مشغول رہنے کی تلقین کرتے اور خود بھی مشغول حق ہو جاتے بعد ازاں فجر کے وقت سب احباب نماز باجماعت[۶۸] ادا کرتے تھے۔ اس طریق مشغولیت حق کے بارے میں ولی عہد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

> "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کا طریق کار یہ تھا کہ روزانہ مشائخ لاہور کی قبروں کی زیارت کرتے' پھر جنگل یا باغوں میں جا کر جمعیت خاطر اور رفع خطرات کی غرض سے کسی ایسی جگہ مشغول ریاضت ہو جاتے جہاں لوگوں کا گزر نہ ہوتا تھا۔ کچھ رفقاء بھی ساتھ ہوتے' وہ بھی الگ الگ درختوں کے سائے میں مصروف ریاضت ہو جاتے۔ نماز کا وقت آتا تو سب اکٹھے ہو کر نماز با جماعت ادا کرتے۔ باغوں میں جا کر گویا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طریقے کی پیروی کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کے طریقے کی روایت "صحیح مسلم" میں اور "مشکوٰۃ" کی فصل سوم "کتاب الایمان' میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے"۔

حضرت سیدنا میا نمیرؒ اپنے مریدوں کو ذکر حق تعالیٰ کی مداومت کی سخت تلقین فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "اگر ذکر حق چھوڑ دو گے تو الٹے پاؤں پھر جاؤ گے"۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید حاجی نعمت اللہؒ جنہیں آپ نے سرہند میں مشغول ذکر حق فرمایا تھا عالم ملکوت میں محو رہتے تھے اور عجیب و غریب لطائف باطنی سے سرشار ہوتے تھے' انہوں نے اپنی اس باطنی حالت اور مشاہدات کا ذکر اپنے ایک دوست سے کیا جو جہالت کینہ میں گرفتار تھا اس نے انہیں اس وہم میں مبتلا

کر دیا کہ یہ عالم جنات ہے عالم ملکوت نہیں چنانچہ انہوں نے ذکر حق چھوڑ دیا اور مایوسی کے عالم میں آپ کے پاس لاہور آئے اور حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا "حاجی! یہ کیسی افتاد پڑی تم پر؟" حاجی نعمت اللہ نے سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا "اس نے تمہیں بھٹکایا ہے اسے عالم ملکوت کی خبر نہیں" حاجی کا دل قرار میں نہیں تھا چنانچہ حج پر جانے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا "اگر حج کی سعادت تمہیں یہاں مل سکے اور مکہ عظیم کا مشاہدہ ہو جائے تو پھر کہو" اس نے عرض کی کہ "اگر ایسا ہو جائے تو مجھے اپنی مراد حاصل ہو جائے گی اور میں آپ کی خدمت میں یہیں رہ جاؤں گا"۔ آپ نے حاجی کے لئے ایک جگہ مقرر کر دی اور فرمایا کہ "آج رات کو یہ اسم پڑھنا"۔ حاجی نے ویسا ہی کیا۔ دوسرے دن اس نے آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور معذرت چاہی۔ آپ نے فرمایا "کہو حج کیا؟" اس نے جواب دیا "حضرت کی توجہ سے مسنونہ طریقے کے مطابق منزل بمنزل چل کر مکہ پہنچا، مناسک حج بجا لایا اور مجھے حج کی سعادت یہیں حاصل ہو گئی" آپ نے حاجی کو پھر مشغول حق کر دیا اور آخر کار وہ کاملوں میں ہو گیا۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ اشغال محویت حق کے لئے تجرید و تفرید کو ہر طرح سے اپنے مریدوں کے اذہان میں تازہ رکھتے تھے اور انہیں روز کی محنت روز کرنے اور ذکر حق میں کامل بقا کے لئے مائل رکھتے تھے۔ اعلیٰ مقامات پر پہنچنے والے مریدوں کو بھی نصیحت کرتے تھے کہ وہ ہر لحظہ اپنا احتساب کریں اور غفلت کے شائبہ کو بھی پاس نہ پھٹکنے دیں چنانچہ آپ کے مریدین کسی سے کوئی ربط و دل بستگی نہ رکھتے تھے۔ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے۔

> "حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اگر کسی شخص کے سر کا ایک بال ناپاک ہو اور جسم کے تمام اعضا دھو دیئے جائیں ناپاکی باقی رہتی ہے اور وہ پاک نہیں ہو سکتا، اسی طرح اگر کسی نے ترک علائق کیا ہو اور ایک بھی دنیاوی اندیشہ اس کے دل میں باقی رہے تو وہ تعلقات سے بری نہیں ہوتا، نہ وہ مجرد کہلا سکتا ہے اس کی باطنی ناپاکی برقرار رہتی ہے۔"

حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے شیخ چرند پرند کو بھی مشغول حق فرما دیتے ہیں" سبحان اللہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے صفائے باطن اور قلب متجلی پر ہزاروں سلام ہوں کہ آپ نے جس قدر محنت راہ حق میں کی اس کے ثمر اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے آپ نے ایک زمانے کو یاد حق میں مشغول فرمایا اور ایک ایسی نعمت کے خزانے لٹائے جس کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے سلسلہ ولایت و نیابت جاری کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کا یہ اخلاق بیان کیا ہے کہ "یہ لوگ تم سے کچھ نہیں مانگتے" یعنی لوگوں سے کچھ نہیں مانگتے بلکہ عطا کرتے ہیں یہی معاملہ اولیاء اللہ کا ہے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں چاہتے اور اگر کسی کی نذر قبول کرتے ہیں تو اس کے وسیلے سے

نذر پیش کرنے والے کے باطن کو نور حق سے آراستہ فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ یاد حق میں اس قدر انہماک چاہتے تھے کہ مریدوں کو کہہ رکھا تھا کہ "اگر مسلسل کسی عقیدت مند کے گھر سے طعام آئے تو منع کر دو کیونکہ اس سے خانقاہ کے درویشوں کے توکل میں خلل آ جاتا ہے اور وہ ایک مخصوص گھر کی طرف امید کی نظریں لگائے بیٹھ جاتے ہیں۔" اگر توکل علی اللہ میں نقص آ جائے تو گردن ہلانے سے ذکر الٰہی نہیں آتا بلکہ اس کا زینہ ضبط نفس اور نطق لسان و خیال و تصور و ادراک کی خاموشی ہے۔ آپ کا یہ قول کریمہ منقول ہے۔ "جو شخص لگاتار کوئی چیز بھیجتا ہے تو دل کو اس سے امید لگ جاتی ہے۔ توکل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور خطرہ نفس پیدا ہو جاتا ہے" ہر وہ بات جو دل کو مضمحل کرے آپ اس کو مشغولیت حق کے لئے زہر قاتل تصور کرتے تھے بمطابق "اللہ کافی باقی ہوس"

اخفائے خوارق حضرت سیدنا میانمیرؒ اور آپ کے جملہ خلفاء سے لاتعداد کرامات و خوارق ظاہر ہوئی ہیں۔ خوارق و کرامات علامت قرب و نیابت ہیں۔ اولیاء اللہؒ نے کرامات و خوارق کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فیضان نظر سے تعبیر کیا ہے کیونکہ ہر امت اپنے نبی کے معجزات کی وارث ہوتی ہے اور ہر نبی کے اولیاء اللہ اپنے نبی کے معجزات میں سفر کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی امت کے اولیاء اللہ سے جس قدر کرامات و خوارق سرزد ہوئی ہیں اس کی مثال گذشتہ امتوں میں نہیں ملتی کیونکہ تمام گذشتہ انبیاءؑ نے درحقیقت درجات محمدؐیہ میں ہی سفر کیا ہے۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے آخری نبیؐ بھی ہیں اور ضرورت نبوت کا اتمام کرنے والے بھی ہیں چنانچہ آپ کے بعض اولیاء کو گزشتہ امتوں کے انبیاءؑ کے مطابق درجات عطا ہوئے ہیں ایسے ہی اولیاء اللہ حضرت سیدنا غوث اعظمؒ، حضرت جنید بغدادیؒ حضرت داتا گنج بخشؒ حضرت معین الدین چشتیؒ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ اور حضرت سیدنا میانمیرؒ ہیں۔ ان اولیاء اللہ کا معیار سیرت الطریقہ الرسولؐ ہے۔ باوجود اس کے کہ حضورؐ نے ہر شعبہ زندگی کو مکمل فرمایا اور آپ سے بے شمار معجزات ظاہر ہوئے اور اللہ کی آخری کتاب القران الفرقان آپ پر نازل ہوئی لیکن آپ نے یہ فرمایا ہے کہ "میں مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے آیا ہوں" چنانچہ اولیاء اللہ نے استقامت یاد حق کو کرامات و خوارق پر فوقیت دی ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ فرمایا کرتے تھے کہ۔

کرامت اولیاء را اضطراب است

(اولیاء کے لئے کرامت موجب اضطراب ہے)

اس ایک مصرعے میں اصول طریقت و محبت کا ایک سمندر ہے۔ اول یہ کہ کرامات و خوارق کا عمومی تصور معروضی ہوتا ہے۔ ایسے عوامل جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتے ہوں اور لوگ ان کا عام مشاہدہ کریں چنانچہ جب لوگ کسی کی کرامت دیکھ کر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دراصل لوگوں کے پیش نظر اس ولی اللہ کی اصلی شخصیت نہیں ہوتی بلکہ لوگ اپنے ذہن میں اس کرامت کے پس منظر

میں اس ولی اللہ کی شخصیت کی تعبیر کرتے ہیں یہ معکوس نظری لوگوں کے لئے خوش آئند نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے لوگوں کو ولی اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ عموماً" ہر شخص اللہ کے وجود پر ایمان رکھتا ہے یہاں تک کہ شیطان بھی اللہ کے وجود کا منکر نہیں ہے' شیطان دراصل انسان کی عظمت کی حقیقت کا منکر ہے چنانچہ خدا دعویٰ کرتا ہے کہ "شیطان نے کفر کیا" کفر کا مطلب خدا کی ذات اور خدا کے وجود سے انکار کرنا ہی نہیں ہے ورنہ شیطان جو خدا کے سامنے ہر شک سے بلند ہو کر للکارتا تھا کہ "میں لازمی تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا" کیسے کافر ہو سکتا ہے؟ دراصل انسان کو جس مقام اعلیٰ پر پیدا کیا گیا ہے اس مقام کا منکر ہونا کفر ہے' یہی کفر شیطان نے کیا ہے کہ اس نے انسان کی عظمت کا انکار کر دیا اور یہی کفر شیطان کے پیروکار کرتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ خدا کی ذات کا کوئی منکر نہیں ہے بلکہ شیطان بھی خدا کی ذات کا اقرار کرنے والوں میں شامل ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی رنگ میں خدا کی ذات کا اقرار کرتا ہے لیکن کیا جو انسان کے ذہنوں میں اللہ کا تصور ہے اللہ کی ذات ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ انسانوں کی دماغی عقلوں میں خدا کا جو بھی تصور ہے وہ مخلوق ہے نہ کہ ذات حق خالق کائنات۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی عقلوں اور اذہان کی گرفت میں نہیں آتا کیونکہ وہ لا محدود ہے۔ ہر وہ چیز جس کا تصور انسانی عقلوں میں ہے وہ محدود ہی ہوتی ہے یا محدود ہو جاتی ہے ورنہ انسان ادراک نہیں کر سکتا چنانچہ انسانوں کا ایمان' ذات خدا کے بارے میں انسانی ذہنوں کے تصورات اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے بارے میں انسانی خیالات جس قدر بھی اچھے اور اعلیٰ ہوں' سیرت رسولؐ یا ذات حق کا عین نہیں ہیں۔ انسانی ذہنوں میں خواہ کچھ ہو' ایک محدود عکس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " اور نظریں (وسعت ادراک) اس (اللہ) کو نہیں پا سکتیں لیکن وہ لوگوں کی نگاہوں کو پا لیتا ہے" انسانی مدرکات انتہائی وسعت کے عالم میں بھی محدود ہیں اور اللہ کی صفات اپنے افعال میں ظاہر ہو جانے پر بھی لا محدود ہیں' ذات' صفت اور صفت کا فعل تخلیق یہ تین درجات ہیں۔ ذات حق اور صفت حق کا ذکر ہی کیا کہ وہ وراء ہیں' صفت کا فعل یعنی موجودات کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ دعویٰ کرتا ہے کہ ان کا شمار انسانی عقلیں نہیں کر سکتیں۔ کیا انسان نے ساری کائنات کا ادراک کر لیا ہے؟ انسانی معلومات چند نظام ہائے شمسی سے آگے نہیں بڑھ سکیں بلکہ انسانی نفسیات کے بعض حقائق ابھی تک انسانی علم کی گرفت سے باہر ہیں۔ جب اللہ کے فعل کی وسعت کا یہ عالم ہے تو اس کی صفات جو اس کی ذات کے ساتھ قدیم ہیں اور اس کی وراء الوراء ذات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ معلوم ہوا کہ جہاں تک ادراک معروضی کی بات ہے انسان محض فریب نظر کا شکار ہے۔

انسان کا باطن بحر لامحدود ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں زمینوں آسمانوں میں نہیں سماتا لیکن مومن کے دل میں سما جاتا ہوں" انسان کے دل کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس مقصد کے

لئے کیا ہے کہ یہ دل اللہ کا گھر بن جائے۔ اولیاء اللہ کا دل بمنزلہ عرش الٰہی ہے اور حضور علیہ الصلوا ۃ والسلام' اللہ تعالیٰ کی ذات کے فعل یا صفت کے ہی نہیں بلکہ ذات الٰہی کے مظہر ہیں اور اولیاء اللہ فنافی الرسولؐ ہو کر حقیقت انسان یعنی مظہر حق ہوتے ہیں۔ ولی اللہ کی ذات مقام وحدت یعنی مظہر قاب قوسین ہے' ولی اللہ کی صفت مشعل نور یعنی باعث ہدایت و نجات ہے اور ولی اللہ کا فعل اس کی کرامت اور خرق عادت ہے۔ چنانچہ میزان عقل و شعور پر بھی اس معاملے کو پرکھا جائے تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اللہ کے ولی کی ہزاروں خوارق و کرامات میں سے کسی ایک کرامت کو ولی اللہ کی ذات سمجھ لینا ایسے ہی گمراہ کن ہے جیسا کہ اللہ کے کسی فعل کو اللہ کی ذات قرار دینا۔ مثلاً" اللہ کی تخلیقات زمین و آسمان و اشیاء ہجوم اصنام کی طرح ہیں کسی چیز کو خدا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح ولی اللہ کے کسی فعل کو اس کی ذات قرار نہیں دیا جا سکتا۔ عام لوگوں کی عقل ظواہر پرست ہوتی ہے' وہ ولی اللہ کے فعل کو اس کی ذات یعنی شخصیت سمجھ بیٹھتے ہیں اور فعل سے مرادیں طلب کرتے ہیں۔

ولی اللہ کی کرامات سے توقعات وابستہ کرنا اور اس کی صفات اور ذات سے محجوب رہنا ہی بت پرستی ہے جیسا کہ لوگ خدا کی بنائی ہوئی اشیاء کے لالچ میں خدا کو بھول جاتے ہیں درحقیقت یہی بت پرستی ہے۔ یہ بہت نازک معاملہ ہے کہ فعل کو عین ذات قرار دے دیا جائے اور ذات سے بے ادبی کی جائے۔ جب لوگ ولی اللہ سے اس کی کرامات کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے اور اس کے پیغام تعلیمات اور مقصد زندگی ہر چیز کو فراموش کر دیتے ہیں تو اس سے اولیاء اللہ متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اسے اپنے لئے موجب فتنہ سمجھتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس سے کرامات و خوارق کا صدور نہ ہو وہ ولی اللہ نہیں ہوتا' کرامت علامت ولایت ضرور ہے لیکن فعل ہے اسے ذات کا عین قرار دینا گستاخی ہے چنانچہ اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے کرامات و خوارق کو پردہ اخفاء میں رکھنا چاہئے۔ انبیاء کے لئے معجزات کا ظاہر کرنا اور اولیاء اللہ کے لئے کرامات کا پوشیدہ رکھنا فرض ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اپنے مریدین کو اختیاری خوارق اور ارادی کرامات کے ظاہر کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے البتہ اضطراری کرامات جو ولی اللہ کے اثبات میں اللہ تعالیٰ ظہور میں لاتا ہے ان پر پابندی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ فرمایا کرتے تھے کہ " خوارق دو قسم کے ہوتے ہیں "اختیاری" اور "اضطراری" اختیاری خوارق اہل دعوت سے ظہور میں آتے ہیں جو حصول مراد کے لئے اسمائے الٰہی میں سے کسی اسم کا ورد کرتے ہیں اور وہ مراد اس اسم شریف کی برکت سے پوری ہو جاتی ہے۔ اضطراری خوارق وہ ہیں جو اختیاری طور پر کسی شخص

سے ظاہر نہ ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے ہوں۔"

نیز یہ بھی فرماتے تھے، "جہاں تک ممکن ہو خوارق و کرامات کو مخفی رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے" اور یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

رہا کن ترہات و شطح و طامات — خیالِ نور و اسبابِ کرامات

(لاف و گزاف اور غیر یقینی باتوں کو چھوڑ، نور کے خیال اور اسباب کرامات کو ترک کر)

کراماتِ تو اندر حق پرستی — جز ایں کبر و ریا و عجب و مستی

(حق پرستی میں تیری کرامات کبرو ریا اور عجب و مستی کے سوا اور کچھ نہیں)

دریں ہر چند کان از بابِ فقراست — ہمہ اسبابِ استدراج و مکراست

(یہاں فقر کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سب مکرو ریا کے اسباب ہیں)

ز ابلیسِ لعینِ بے سعادت — شود پیدا، ہزاراں خرقِ عادت

(بے سعادت ابلیس لعین سے بھی ہزاروں خرق عادت باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں)

کراماتِ تو گر در خودنمائی ست — تو فرعونی و ایں دعویٰ خدائی ست

(اگر تمہاری کراماتیں خود نمائی کے لئے ہیں تو تو فرعون ہے اور یہ کراماتیں خدائی کا دعویٰ ہیں)

کسی کو راست باحق آشنائی — نیاید ہرگز از وی خود نمائی

(جسے حق تعالیٰ کی آشنائی حاصل ہے وہ کبھی خود نمائی نہیں کرتا)

ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں کہ "کوئی شخص اگر حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کشف و خوارق کی بات کرتا تو اسے پسند نہیں فرماتے تھے" اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے نزدیک فقر مصطفائی سے بڑی کوئی کرامت نہ تھی اور حق تعالیٰ سے بہتر مونس جاں نہ تھا۔ باوجود اس کے کہ آپ کا ایک ایک عمل اور ایک ایک سانس زندہ کرامت تھا اور آپ سے لاکھوں خوارق و کرامات ظاہر ہوئیں لیکن آپ ان معاملات کو اہمیت نہ دیتے تھے کیونکہ کرامات کی شہرت سے طالبان دنیا جمع ہونے لگتے ہیں، لوگوں کے مطمح نظر کرامات ہو جاتی ہیں اور یاد حق کے طریق معلوم کرنے والے طالبان حق کو جو وقت اور توجہ ملنی چاہئے اس امانت میں خیانت ہوتی ہے۔ درویش کی دنیا دل کی موضوعی دنیا ہے جبکہ خوارق و کرامات کی دنیا اکثر معروضی و بیرونی دنیا ہوتی ہے، مقصد درویشی اور شہرہ خوارق میں بعد المشرقین ہے چنانچہ حضرت میانمیرؒ جو اس قدر سختی کے ساتھ مریدین کو اختیاری خوارق سے منع کرتے تھے تو اس کے پیش نظر ان کا نصب العین الفقر فخری تھا اخفائے خوارق کی سرزنش کے ضمن میں چند ایک واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ اخفائے خوارق کو کس قدر ضروری اور اہم سمجھتے تھے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے ایک مرید حضرت میاں نتھا اکثر استغراق میں رہتے تھے۔ ان سے غیر اختیاری طور پر خوارق صادر ہوتی رہتی تھیں جس پر آپ معترض نہ تھے لیکن میاں نتھاؒ اختیاری طور پر بھی کرامات ظاہر کرنے میں کوئی عار نہ سمجھتے تھے اور اکثر حضرت سیدنا میانمیرؒ ان کی سرزنش کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ گلی میں ایک چوہا مرا پڑا تھا جس سے بدبو اٹھ رہی تھی۔ میاں نتھاؒ قریب سے گزرے تو چوہے سے کہا "اے مردار! اٹھ اور جا" چوہا اسی وقت زندہ ہو کر بھاگ گیا۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ نے اس بات پر میاں نتھا کو جھڑکا کیونکہ آپ کو یہ بات ناگوار گزری کہ انہی باتوں کی شہرت سے لوگ عقیدت کے پھندے سے سالک کے قیمتی وقت کو پھانسی دے دیتے ہیں، ہجوم ہو جاتا ہے اور یاد حق سے غفلت کے امکانات پیدا ہونے سے خوامخواہ آفت سر پر آن گرتی ہے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے ایک مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ بہاریؒ صاحب اہل کشف و کرامت تھے اور آپ کے حجرے کے قریب ہی خدام کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک دن ایک بے اولاد عورت حضرت سیدنا میانمیرؒ کے حضورؐ فریاد کرنے لگی کہ "میری کوئی اولاد نہیں ہے میں آپ سے بیٹا مانگنے آئی ہوں۔" آپ کو اس کی حالت پر بہت ترس آیا، فرمایا "اللہ تمہیں بیٹا دے گا، جاؤ" جب وہ عورت خانقاہ سے نکلنے لگی تو سامنے سے حضرت خواجہ بہاریؒ آ رہے تھے، وہ بھی تمام علاقے میں صاحب کشف و کرامت مشہور تھے، اس عورت نے حضرت خواجہ بہاریؒ سے بھی وہی سوال کیا کہ "میں بے اولاد ہوں، بیٹا اللہ دے دے دعا کرو" حضرت خواجہ بہاریؒ نے اپنے کشف سے معلوم کر لیا کہ یہ عورت میرے پیر حضرت سیدنا میانمیرؒ سے بیٹے کی خوشخبری سننے کے باوجود مجھ سے سوال کر رہی ہے۔ اس بات سے آپ کو اس عورت پر غصہ آگیا کہ کیا حضرت سیدنا میانمیرؒ کے کہنے پر اس کی تسلی نہیں ہوئی؟ چنانچہ آپ نے غصے کا اظہار کیئے بغیر آہستگی سے کہا "فکر نہ کرو گھر جاؤ، اللہ بیٹی دے گا" وہ عورت بیٹی کا سن کر چپ سادھ گئی اور چلی گئی کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو چاند جیسے بیٹے سے نوازا۔ وہ عورت بڑی خوشی کے ساتھ سلام کرانے کی غرض سے بیٹے کو گود میں لئے حجرہ شریف کی جانب چل پڑی۔ حجرہ شریف کے باہر ہی اس کی نظر حضرت خواجہ بہاریؒ پر پڑی وہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگی "واہ بھئی واہ تم کہتے تھے کہ بیٹی ہو گی، میرے ہاں تو بیٹا ہوا ہے" حضرت خواجہ بہاریؒ نے فرمایا "بیٹی ہوئی ہے دیکھو" جب عورت نے دیکھا تو وہ لڑکا لڑکی بن چکا تھا، عورت کی چیخیں نکل گئیں، وہ روتی پیٹتی حضرت سیدنا میانمیرؒ کے حضور پہنچی اور اصل بات چھپاتے ہوئے فریاد کی کہ "حضور آپ نے کہا تھا کہ بیٹا ہو گا یہ تو بیٹی ہے" آپ نے اس عورت سے کہا "اللہ نے تمہیں بیٹا دیا ہے بیٹا، جاؤ چلی جاؤ" اس عورت نے دیکھا تو واقعی وہ لڑکا بن چکا تھا۔ وہ عورت واپسی پر پھر حضرت خواجہ بہاریؒ سے الجھ پڑی اور کہا "بیٹا ہے بیٹا" آپ نے غصے سے فرمایا "بیٹی ہے بیٹی" اس عورت

نے دیکھا تو وہ لڑکا پھر لڑکی بن چکا تھا۔ وہ عورت پھر فریاد کرتی ہوئی حضرت سیدنا میانمیرؒ کے پاس پہنچی اور آپ نے حسب سابق پھر فرمایا اور جب عورت نے دیکھا تو وہ لڑکا تھا' وہ عورت پھر حضرت خواجہ بہاریؒ کے ساتھ جھگڑنے لگی چنانچہ انہوں نے پھر حسب سابق فرمایا۔ چوتھی بار جب وہ عورت لڑکی لے کر حضرت سیدنا میانمیرؒ کے پاس پہنچی اور فریاد کی تو حضرت سیدنا میانمیرؒ کو جلال آگیا۔ یہ غصہ حضرت خواجہ بہاریؒ پر تھا لیکن اس عورت سے آپ نے نہایت نرمی کے ساتھ فرمایا "اے کم عقل عورت! اللہ نے تجھے بیٹا دیا ہے یہ قیامت تک بیٹا ہی رہے گا' تو بار بار جس شخص کے ساتھ جا کر جھگڑتی ہے اب اس کے پاس نہ جانا بلکہ سیدھی گھر چلی جاؤ" وہ عورت سہمی ہوئی اور ڈری ہوئی اپنا بیٹا لے کر گھر چلی گئی اور حضرت سیدنا میانمیرؒ نے خادم سے کہا کہ "بہاری کو بلاؤ" حضرت خواجہ بہاریؒ ہاتھ باندھ کر حاضر ہو گئے۔ آپ نے جلال کے ساتھ ان کی طرف دیکھا اور فرمایا "میں تیرے مقام کو سلب نہیں کرنا چاہتا' جو شخص میں نے محنت سے بنایا ہے مٹاؤں گا نہیں' لیکن تم اب یہاں نہیں رہو گے کہیں اور ٹھکانہ کرو' یا اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ"۔

حضرت خواجہ بہاریؒ نے اپنا مذکورہ عذر پیش کیا اور نیز یہ عرض کیا کہ "حضور میں تو مرتے دم تک آپ کے قدموں سے جدا نہ ہوں گا" آپ نے فرمایا "کہیں بھی جاؤ' اس خانقاہ سے چلے جاؤ" خواجہ بہاریؒ نے عرض کیا "حضور جہاں آپ بھیج دیں گے چلا جاؤں گا لیکن قریب ہی رکھیں' دوری برداشت نہیں کر سکتا" آپ نے خواجہ بہاریؒ کے لئے وہ جگہ تجویز فرمائی جہاں حضرت خواجہ بہاریؒ کا مزار شریف ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ حجرے سے باہر ایک دیوار کے سائے میں میاں نتھاؒ' ملا محمد سیالکوٹی اور دیگر چند احباب محو گفتگو تھے کہ اچانک بادل نمودار ہوئے' تیز ہوا چلنے لگی اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا " ناچار یہاں سے اٹھنا ہی چاہئے" میاں نتھاؒ بولے "اگر فرمائیں تو یہ بادل ہوا بجلی کی کڑک اور بارش جاتی رہے تاکہ ہوا صاف ہو جائے اور یہاں سے اٹھنا نہ پڑے" یہ سن کر آپ کی طبیعت سخت برہم ہوئی۔ آپ نے میاں نتھاؒ کو تنبیہہ کی اور فرمایا "تیلی کے بچے کا کام اب یہاں تک پہنچا ہے کہ کرامت ظاہر کر کے خود نمائی کرنا چاہتا ہے؟" میاں نتھاؒ یہ جواب سن کر منہ پھلا بیٹھے۔ آپ نے فرمایا "ہم اگر یہاں سے اٹھ کر حجرے میں چلے جائیں تو اس میں کیا قباحت ہو گی اور جمعیت میں کیا فرق آئے گا؟ کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ فعل المحمود محمود یعنی محمود کا فعل بھی محمود ہوتا ہے۔ خبردار! اس قسم کے افعال اعمال اور اقوال سے پرہیز کرنا اور کارخانہ حق تعالیٰ میں دخل نہ دینا اور اس کی رضا پر راضی رہنا۔"

جس طرح حضرت سیدنا میانمیرؒ اپنے مریدوں کو اختیاری خوارق سے منع کرتے تھے اسی طرح

آپ کے مریدین بھی اپنے مریدین کی تربیت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ولی عہد شاہجہانی دارا شکوہ ایک ایسے شخص کو حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ کے پاس لائے جو متعدد بار حضرت سیدنا میانمیرؒ سے گزارش کر چکا تھا کہ اسے بیعت میں قبول کیا جائے لیکن حضرت سیدنا میانمیرؒ نے اسے بیعت کے شرف سے سرفراز نہ کیا تھا۔ اسے دیکھ کر ملاشاہ بدخشانیؒ نے ولی عہد شاہجہانی سے فرمایا کہ "یہ شخص حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا' انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا' ہم کیسے قبول کریں؟" ولیعہد شاہجہانی نے اپنے پیرومرشد حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ کی بہت منت سماجت کی اور عرض کیا کہ "یہ بہت دور سے آیا ہے اور مجھے اپنا وسیلہ بنایا ہے میری خاطر اسے اپنی خدمت کے لئے قبول کیجئے۔ ولی عہد کی گزارش بسیار کے بعد حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ نے اسے ذکر حق میں مشغول کر دیا۔ ولی عہد شاہجہانی لکھتے ہیں کہ چند دن بعد میری اس سے ملاقات ہوئی' میں نے دیکھا کہ وہ بہت خوش ہے اور کچھ تمکنت بھی اس میں آ گئی ہے۔ میں نے پوچھا کہو، کیا حال ہے؟ وہ بولا "مجھ میں اتنی اہلیت پیدا ہو گئی ہے کہ تمام لوگوں کی پیشانیوں پر جو سعادت یا بدبختی لکھی گئی ہے اسے معلوم کر لوں" میں نے کہا "خبردار ہزار بار خبردار! اس اہلیت پر خوش نہ ہونا اور غرور نہ کر بیٹھنا۔ اسے پوشیدہ رکھنا' کہیں مقصود حقیقی سے دور جا پڑو۔ ایسی بات کی کچھ بھی اہمیت نہیں۔ اس گروہ یعنی سلسلہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے پیش نظر اور بھی کام ہیں جو تمہیں کرنے ہیں۔ ایسی تو بہت باتیں نظر آئیں گی' ان کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ صوفی کو ان سے کیا سروکار۔ صوفی کو ہستی اور فنا درکار ہے۔ اس کی توجہ کرامت کی طرف نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود ایک کرامت ہے۔ اس کے نزدیک ایسی چیزیں بمنزلہ آفات ہیں۔ حقیقت ان سے بہت بالا ہے۔ کرامتیں عارفوں اور ابدالوں کو زیب دیتی ہیں۔"

اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ نے جیسی تربیت اخلاص اپنے گھر' اپنے پیرومرشد حضرت خضر ابدال بیابانیؒ' بطریق اویسی حضور علیہ الصلواۃ والسلام اور حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ سے حاصل کی تھی اس کے اعلیٰ و معلیٰ اصولوں کے مطابق آپ نے اپنے مریدین کی تربیت تفرید و اخلاص ' امانت و محبت اور عشق رسولؐ کے ساتھ کر کے یہی اوصاف حمیدہ ان میں بہ حق پیدا کر دیئے اور انہیں دنیائے ظواہر پرست میں مینار ہائے نور کی طرح اس انداز سے قائم کر دیا کہ قیامت تک ان کے سیرت و کردار اہل فقر و اخلاص کے لئے باعث رشد و ہدایت رہیں گے۔

ابتدائی مباحث

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب قدس اللہ اسرارہٗ کے طریق زندگی، اقوال و ارشادات، تاویلات و استخراج، تشریح احادیث، تفسیر آیات قرآنی اور استدلال برہانی گنج معانی سے بہت سے مباحث پیدا ہوتے ہیں جو جادہ حق پر ثابت قدمی کے ساتھ چلنے والے عارفوں کے علاوہ تحقیقات تصوف کرنے والے زیرک اور ذہین لوگوں کے لئے بمنزلہ گنج عرفاں ہیں۔ آپ کا کوئی بھی قول زریں آپ کے احوال کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ کی زندگی حسن عمل پر استوار ہے۔ آپ کے نکات و اشارات ہر طرح سے ایک ایسا صدقہ جاریہ ہیں کہ ان میں غور و غوض کرنے والے قیامت تک ہدایت و رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ آپ کے جملہ مریدین عملی طور پر آپ کے طریقے اور آپ کے عارفانہ نظریات کے زندہ و جاوید شاہکار تھے چنانچہ آپ کے طریق کے حوالے سے جو استدلال آپ کے مریدین نے کیا ہے وہ بھی بالواسطہ طور پر آپ ہی کے نظام بصیرت کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔

آپ کی سیرت کے ذریعے جو عارفانہ مباحث اہل تصوف کے لئے بمنزلہ مینار نور ہیں ان میں مجاہدہ، نسبت اویسی، بشارت، تاثیر قدوم، خطرات نفس کا تدارک، تجرید و تفرید، حقیقۃ الروح، سلوک و جذب، عمل بحیثیت علم تخلیقی، تصور بیخودی، سماع، حدیقہ عمردراز، رویت حق، تصور دعا، نظریہ استغفار، وجد و شعور اور تصرف اولیاء اللہ نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ ان مباحث کو بقدر تفصیل

بیان کیا جائے تو یہ موضوع بجائے خود ایک الگ تصنیف کا متقاضی ہے لیکن انہیں قدرے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا جائے گا' انشاء اللہ تعالیٰ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

مجاہدہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی سیرت میں مجاہدہ بہت اہمیت رکھتا ہے لیکن آپ کا مجاہدہ اہل حجاب کی طرح نہیں ہے بلکہ آپ کا مجاہدہ آپ کے وفور مشاہدہ کی روشن مشعل اور بمنزلہ کرامت ہے۔ مبتدی کا مجاہدہ اصلاح نفس اور حجاب غینی کو دور کرنے کے لئے اور اولیاء اللہ کا مجاہدہ اثرات مشاہدہ کو جذب کرنے کے لئے اور بارگاہ حق تعالیٰ میں شکر کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کا مجاہدہ سیرت رسولؐ کی اتباع میں ہوتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انتہائی زاہد اور ارفع مجاہدہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس قدر مشقت اور مجاہدے کا سبب دریافت کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "کیا میں اپنے بھائیوں (گذشتہ انبیاءؑ) سے پیچھے رہ جاؤں؟" اور یہ بھی فرمایا کہ "کیا میں اپنے رب کا شکر ادا نہ کروں؟" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود سید الانبیاء والمرسلین اور افضل الخلائق ہونے کے اس قدر عبادت و مجاہدہ کرتے تھے کہ وفور قیام کی وجہ سے آپ کے قدوم اقدس متورم ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ "اے حبیب! آپ پر قرآن ہم نے اس لئے نازل نہیں کیا کہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالیں" اس کے باوصف سیرت رسولؐ گواہ ہے کہ آپ کے مجاہدے اور مشقت میں کوئی کمی نہ آئی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مجاہدہ الی المشاہدہ ہے اور مشاہدہ الی المجاہدہ ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب نے جس قدر مجاہدات فرمائے ہیں ان کی مثال آپ کے اولیائے معاصرین میں کہیں نہیں ملتی۔ جس کا مجاہدہ' مجاہدہ کرنے کے احساس سے پاک ہو اور نفس کی مشقت کی طرف ایک لحظہ خیال نہ جائے اسی کا مجاہدہ دراصل مشاہدہ الی المجاہدہ ہے۔ مجاہدہ مشاہدے کا لازمی باعث یا علت و سبب نہیں ہے کیونکہ مشاہدہ حق اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جسے بندے کے فعل یعنی مجاہدے کا لازمی نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن مجاہدے کے بغیر کوئی شخص نعمت بندگی سے شناسا نہیں ہوتا اور نہ ہی مشاہدے کے فضل عظیم کا شکر ادا کر سکتا ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے اپنے مجاہدات' کثرت عبادات و اذکار' ترک و تجرید و تفرید سے اللہ تعالیٰ کے انعامات کثیرہ کا شکر ادا کیا ہے اور صفات بشری یعنی بھوک پیاس آسائش دنیاوی پر غالب آ کر اور ملکی صفات' احساس وجود نوری' ادعائے اختیار و عہدہ سے گزر کر صفات الٰہی کی جلوہ گاہ میں قرار کیا ہے چنانچہ آپ کو کئی سال تک نیند نہ آئی اور ہفتوں کی بھوک بھی آپ کے رخ اقدس کی بشاشت و تر و تازگی کو ماند نہ کرتی تھی' ذکر الٰہی ہی آپ کے غذائے حقیقی تھی اور آپ کا جسم و روح بمنزلہ امر الٰہی تھا۔ آپ کے جملہ مجاہدات آپ کی کرامات میں شامل ہیں کیونکہ یہ فنائے حق سے ظاہر ہوئے اور بقائے حق سے انہیں تائید حاصل ہوئی۔ آپ فنافی اللہ بقا باللہ اور محوذات

کبریاء تھے۔ ہر وہ جہد انسانی جو عقل و شعور و ادراک سے ماوراء ہو اس کی نسبت نفس انسانی سے نہیں بلکہ امر رب ذوالجلال والاکرام سے ہے۔ آپ نے سرچشمہ غوث اعظمؒ سے سیراب ہو کر تجلیات ذات غوثیت مابؒ کے جلوے بکھیرے چنانچہ آپ کے نزدیک ارادت قادریہ کی منزل نہایت ارفع تھی یہی وجہ تھی کہ جب آپ کے پاس کوئی شخص بیعت ہونے کی نیت سے آتا تھا تو آپ پہلے اسے لازماً" سمجھاتے تھے کہ "طلب حق آسان نہیں ہے" اس کا حقیقی مطلب یہ تھا کہ اے شخص تو جس شخص سے خواہش ارادت کر رہا ہے اس کے قدم بقدم واصل باللہ ہونا آسان نہیں ہے کیونکہ آپ اس امر کو اپنے لئے باعث عار سمجھتے تھے کہ کوئی شخص آپ کا مرید ہو کر طریقت کی اس شان اعلیٰ کو پہنچنے سے رہ جائے جو سلسلہ عالیہ قادریہ کے شایان شان ہے۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب کبھی بغیر وضو حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کا اسم گرامی اپنی زبان پر نہ لاتے تھے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ جب کسی شخص کو مشغول بحق کرتے تھے تو بغیر مجاہدے کے اسے ذکر حق کی اعلیٰ منازل پر پہنچا دیتے تھے' ایسی منازل جو سالہا سال کے مجاہدے کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتیں لیکن آپ اپنے مریدوں کو مشغول حق فرمانے کے بعد مجاہدے کی تلقین فرماتے تھے کیونکہ آپ کے نزدیک مجاہدے کے بغیر مشغولیت حق کی نعمت اعلیٰ کی محافظت اور شکر ادا کرنا ممکن نہیں تھا اور یہ بات جملہ اولیائے کبارؒ سے ثابت ہے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ جس مجاہدے پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے وہ کثرت ذکر حق ہے۔ آپ کے نزدیک محض بھوکا پیاسا رہنا مجاہد نہیں ہے بلکہ آپ کا طریق مجاہدہ انسانی نفسیات کے اعلیٰ شعور کو واضح کرتا ہے' نفس کی اصلاح مقصود ہوتی ہے نہ کہ اس کا قتل محض کیونکہ نفس انسانی انسان کے وجود میں تعین ذات کی علامت ہے اگر بنیاد ہی گرا دی جائے تو اس پر عمارت کا تصور کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نفس کشی سے صرف اس قدر مراد ہے کہ نفس امارہ کو نفس لوامہ میں فنا کر کے نفس مطمنہ تخلیق کیا جائے۔ اگر غور کیا جائے تو روحانی رفعت درجات ایک حکیمانہ اور تخلیقی عمل ہے جس میں قاہرانہ شدت نفس انسانی کی فطری استعداد کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ نفس کو روح کی متابعت کے لئے رفتہ رفتہ اس طرح مائل کیا جاتا ہے کہ وہ کثرت مجاہدات کا عادی بن جانے کے باوجود گھبراہٹ محسوس نہ کرے اور نہ ہی کمزوری کی وجہ سے غشی و بیہوشی میں گر کر عقل گنوا بیٹھے۔ نفس کی فطرت سے عارفانہ آگہی کے بغیر اعلیٰ مجاہدات محض ایک ایسی جنگ ہیں جن کا نتیجہ تاوان عقل و ہوش کے سواء اور کچھ نہیں۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب کے ایک مرید حضرت سید عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ "جن دنوں حضرت میاں جیوؒ نے مجھے ذکر الٰہی میں مشغول فرمایا اور جمعیت اور مشغولی کی غرض سے مجھے جنگل کی طرف جانے کا حکم دیا تو یہ بھی فرمایا کہ بھوکے نہ جانا' گھر سے کچھ کھا کر جانا اور کھانا ساتھ بھی لے جانا کیونکہ فاقے کر کے مشغول رہنا ہمارا طریقہ نہیں۔ بھوک کی وجہ سے نفس گھبراہٹ محسوس کرتا ہے"۔

دہن سگ بلقمہ دوختہ بہ

(کتے کے منہ میں لقمہ دینا ہی بہتر ہوتا ہے)

اس کا باعث یہ ہے کہ جب تک انسان کثرت ذکر الٰہی سے خود اس منزل پر نہ آ جائے کہ خورد و نوش کے بغیر بھی بشاش رہے، کھانا ہی بہتر ہے کیونکہ اصل مقصد بھوکا رہنے میں مہارت بہم پہنچانا نہیں بلکہ درجہ ملکوت میں قرار پکڑنا اور کثرت ذکر الٰہی کرنا ہے۔ جہاد نفس دراصل بحکم رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جہاد اکبر ہے۔ اگر جہاد اصغر میں ہزاروں اصول، احکام حکمت اور تدابیر ہیں تو جہاد اکبر میں کیوں نہ ہوں گی؟ اگرچہ جہاد نفس میں دکھ اور تکلیف کی ایک الگ نوعیت ہے لیکن یہ کسی بھی طرح جہاد بالسیف سے کم نہیں ہے۔ جہاد نفس میں بھی قاہرانہ اداؤں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ مقصود حقیقی نہیں ہے اگر نفس اطاعت حق پر آمادہ رہے تو کھانا پینا اور آرام کرنا عبادت اور مجاہدے ہی میں شامل رہے گا۔ یہ طریق الطریقہ الرسولؐ سے ثابت ہے، حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات جب غار حرا میں بغرض یاد حق جاتے تھے تو بقدر ضرورت سامان خورد و نوش ساتھ لے کر جاتے تھے۔ نفس کی روح میں تحلیل اور نفس کا قتل دو الگ باتیں ہیں چنانچہ روحانی درجات اعلیٰ کی تحصیل کے لئے الطریقہ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبی المقبول سے بہتر اور کوئی طریق نہیں اور حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب کا عمل طریقت نبویؐ پر تھا۔

نسبتِ اویسی عشق ایک موضوعی جذبہ ہے اگر انسان کے پاس عقل و شعور و علم ہو لیکن عشق نہ ہو تو جملہ قوائے ذہنی اور استعداد جسمانی ناکام رہتے ہیں۔ جذبہ عشق کی اپنی کوئی متعینہ جہت نہیں ہے بلکہ جس سے عشق کیا جائے اس کی رضا و رغبت عشق کے تعینات کی جہات تخلیق کرتی ہے۔ عشق اپنی ماہیت میں ایک تخلیقی جذبہ ہے۔ عشق کی عظمت کا دارومدار اس کی عظمت پر ہے جس سے عشق کیا جائے۔ عشق ہمیشہ صدق ہے لیکن اپنی صداقت کی گواہی کے لئے دنیا سے بے نیاز ہے۔ عشق کی صداقت کا دارومدار اس کی تائید پر ہے جس سے عشق کیا جائے۔ بندہ اصل میں وہ ہے جسے خدا اپنا بندہ کہہ دے، اسی طرح عاشق وہی ہے جسے وہ بھی اپنا عاشق تسلیم کرے جس سے عشق کیا جا رہا ہو۔ ذات کی عظمت کے لحاظ سے خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علی رحمتہ للعالمین سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔ آپؐ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کی رضا کا متلاشی اور عاشق قدیم ہے،
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

حضور نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نور من نور اللہ کا عشق صفت الٰہی ہے یہ کسی کے کسب و اختیار میں نہیں ہے۔ اہل برہان کے نزدیک وہ امانت جسے زمین و آسمان اٹھانے سے عاجز آ گئے تھے عشق رسولؐ ہی تھا کیونکہ عشق رسولؐ میدان کربلا ہے، کردار انبیاءؑ ہے افتخار اولیاءؒ ہے، راز ذات خدا ہے۔ تمام بیدار نصیب انسان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق و محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں اور

یہ اقرار محبت ذریعہ نجات اخروی ہے لیکن سبحان اللہ وہ نفوس قدسیہ جن کے عشق کو حضورؐ نے تسلیم کیا ہے اور حضورؐ نے اپنے خصوصی شعار سے ان کی روحانی و باطنی تربیت فرمائی ہے۔ عشق میں فراق موت سے زیادہ شدید ہے اور عشق رسولؐ کی شدت ہر عشق سے زیادہ ہے تو عشق رسولؐ میں فراق کی شدت کیا ہوگی، عقل و ادراک اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ فراق رسولؐ سے تڑپنے میں حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اسم گرامی شہرہ آفاق ہے کہ جن کے فضائل معلی حدیث رسولؐ سے ثابت ہیں اور جن کی مدحت اصحاب رسولؐ سے منقول ہے آپ کا عشق رسولؐ اپنی معصومیت اور تقرب رب ذوالجلال کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔ دنیائے طریقت و حقیقت میں آپ کو امام عشق رسولؐ کہا جاتا ہے اور جو اولیاء اللہ عشق رسولؐ کی اس منزل پر ہوتے ہیں کہ حضورؐ ان کو اپنا والہانہ طالب تسلیم کرتے ہوئے براہ راست خود ان کی روحانی تربیت فرمائیں انہیں حضورؐ کے اویسی کہا جاتا ہے۔ نسبت اویسی سے مراد وہ سعادت عظیم ہے کہ جس کا بیان احاطہ قرطاس و قلم سے ماوراء ہے۔

ولیعہد شاہجہانی داراشکوہ لکھتے ہیں۔

> "حضرت میاں جیو فرماتے تھے کہ حضرت غوث الثقلینؒ کی تربیت سید المرسلین خاتم النبیینؐ یوم قیامت کے شفاعت کنندہ، سرور کونین قاب قوسین کے مرتبے کے مالک، بہترین موجودات اشرف المخلوقات سَلِّمُوْ یَاقَوم بَلْ صَلُّوْا علی الصدر الامین مصطفٰی ماجاءالاّ رحمۃً للعالمین، صلوٰۃ اللّٰہ وسلامہٗ علیہ (اے قوم! صدرِ امینؐ پر سلام بھیجو بلکہ درود بھیجو مصطفٰی صرف رحمۃً للعالمین بن کر تشریف لائے ہیں) نے بصورت جسمانی و روحانی تربیت فرمائی جیسا کہ اویسیوں کی تربیت کے سلسلے میں "نفحاتُ الانس" میں ذکر آیا ہے پیر طریقت شیخ فریدالدین عطار قدس اللہ سرہ، فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں جنہیں مشائخ طریقت اور اکابر حقیقت "اویسی" کہتے ہیں۔ انہیں بظاہر کسی پیر طریقت کی ضرورت نہیں چونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی واسطے کے ان کی تربیت اپنی حمایت اور عنایت سے فرماتے تھے جیسا کہ حضرت اویسؒ کی تربیت ہوئی تھی یہ بہت بلند مقام ہے یہ رتبہ عالی ہر کسی کو نہیں ملتا اور یہ سعادت ہر کسی کو میسر نہیں آتی۔
>
> ذالک فضل واللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم[1]

---

[1] سکینۃ الاولیاء، ولیعہد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۴۰، ھیکز لاہور

(یہ محض خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے)

نسبت اویسی رکھنے والے اولیاء اللہ کا تصرف اپنی ایک الگ شان رکھتا ہے جس طرح عام مشاہدہ ہے کہ سچی محبت کرنے والوں کو سبھی عزیز رکھتے ہیں خواہ یہ محبت مجازی ہی کیوں نہ ہو محب اگر مجنوں ہو تو اس پر برسنے والی چھڑی کے نشان لیلیٰ کے جسم پر ابھرتے ہیں یہ مجازی محبت کی سچائی کا عالم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق، عشق کبریائی ہے کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کی ذات کے مظہر اتم ہیں چنانچہ حضورؐ جن لوگوں کو اپنا سچا طالب تسلیم کرتے ہیں انہیں کسی قدم پر مایوس نہیں کرتے بلکہ ان کے وجود سے اپنی تجلیات کا اظہار فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی شان اویسی مستزاد ہے کیونکہ آپ کل موجودات کے لئے حضورؐ کے نائب ہیں اور جملہ اولیاء اللہ میں سب سے زیادہ رفیع الشان ہیں۔ جو شخص حضرت سیدنا غوث اعظمؓ کا اویس ہو جائے اس کی شان بھی خیال و گمان سے ماوراء ہے کیونکہ حضرت سیدنا غوث اعظمؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے مظہر ہیں۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ بفضل خدا حضورؐ سے بھی نسبت اویسی رکھتے ہیں اور وفور عشق سیدنا غوث الاعظمؓ کے باعث حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ سے بھی نسبت اویسی رکھتے ہیں۔ نبیوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبی المختار اور غوث صمدانیؓ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا میانمیرؒ کی ظاہری و باطنی تربیت براہ راست فرمائی ہے اور آپ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کو برصغیر کے تمام سلسلہ ہائے طریقت پر یہ فضیلت ہے کہ اس سلسلہ عالیہ قادریہ کے اکثر مشائخ عشق رسولؐ کے اس اعلیٰ مقام کو پہنچے ہیں کہ جنہیں نسبت اویسی کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ درحقیقت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا سلسلہ عالیہ قادریہ عشق رسولؐ کے جلال و جمال اور نسبت اویسی کی تجلیات میں اپنا ثانی نہین رکھتا۔ یہ آپ ہی کے سلسلے کا اعزاز ہے کہ اس سلسلہ عالیہ قادریہ میں لسان اللہ حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ، فخرالسخیاء، حضرت سخی احمد یار عباسی قادریؒ، غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ، سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ، مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ شامل ہیں جنہیں بعالم بیداری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار حاصل ہوا اور جن کی نسبت اویسی حجت عشاق رسولؐ ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے جذبہ عشق حق اور نسبت اویسی کے بارے میں ویعمد شاہجہانی لکھتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی کرنے والے بعض اولیاء اللہ نے اپنے بعض طالبوں کی خود اپنی روحانیت کے ذریعے تربیت کی ہے، بغیر اس کے کہ بظاہر وہ ان کے مرید ہوں، یہ جماعت بھی اویسیوں میں داخل ہے۔ پس اس اعتبار سے حضرت میاں جیوؒ ایک واسطے سے آنحضرتؐ کے اویسی ہیں اور آپ کی ارادت کی نسبت دو طرف سے حضرت غوث الثقلین تک پہنچتی ہے۔"

محب وہ ہوتا ہے جو اپنے دکھ سکھ اور ہر حال میں اپنے محبوب ہی سے استمداد چاہتا ہے اور محبوب بے پردہ سامنے آکر مداوا کرتا ہے، حجاب اہل عشق کو راس نہیں آتا۔ بقول حضرت ملا شاہ صاحب بدخشانیؒ ؎

وحدتِ ذات بود، عاشق و معشوق یکیست
قابلِ وحدتِ ذات، ارچہ کہ تنہا باشد
یارِ ما نیست کہ پوشیدہ بود در عالم
یار پیداست اگر چشمِ تو بینا باشد

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ جب سرہند میں علیل ہو گئے تو آپ نے حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی روحانیت کی طرف توجہ کی تو حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ اپنے اس عاشق صادق اور نائب مقام صمدانی کے لئے بہ نفس نفیس مع حضرت خواجہ خضرؑ کے تشریف لائے۔ یہ محبانہ واقعہ حضرت سیدنا میانمیر صاحب کی زبان حق ترجمان سے ویعھد شاہجہانی اس طرح نقل کرتے ہیں۔

"میں نے ایک رات حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روحانیت کی طرف توجہ کی، اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے ہمراہ عیادت کو تشریف لائے ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؓ سے میں نے صحت کی دعا کے لئے عرض کی۔ غوث الاعظم نے دست مبارک میرے جسم پر پھیرا اور ایک کشتی نما برتن جس میں پانی تھا مجھے دیا اور فرمایا "اس میں سے پانی پی لو" میں نے پانی پی لیا۔ مجھ پر استغراق کا عالم طاری ہوا، پھر یہ کیفیت ختم ہوئی تو تکلیف کا کوئی اثر باقی نہ رہا تھا۔"[1]

حضرت غوث اعظمؓ کی تشریف آوری بعالم بیداری ہوئی، نہ خواب نہ رویت۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ نے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کو جس کشتی نما برتن میں پانی پلایا تھا آپ اسے بطور تبرک اپنے ساتھ لاہور لے آئے تھے اور بعد ازاں اپنے ایک مرید خادم نور محمدؒ کو عطا کر دیا تھا "سکینۃ الاولیاء" میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نسبت اویسی رکھنے والوں میں سردار ہوئے ہیں آپ کے مریدوں میں بہت سے اس نسبت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اور آپ کے احباب مریدین گنجینہ فقر کے علاوہ کسی مرتبے کے شائق نہ تھے۔ کامل ترک و تجرید و تفرید اور مردار خانہ دنیا

---

[1] سکینۃ الاولیاء، ویعھد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۴۴

سے لا تعلقی ان کے مزاج اطہر کا خاصہ تھی ۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی نسبت اویسی ، عشق رسولؐ اور اتباع شیوہ رسولؐ کا تذکرہ احاطہ قرطاس و قلم سے ماوراء ہے کہ آپ اکثر اپنی رات غار حرا میں گزار کر اس حکم قرآنی کو اعلیٰ سطح پر پورا کرتے تھے کہ "اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو" سبحان اللہ کہ اطاعت کا یہ معیار نسبت اویسی ہی سے ممکن العمل ہے۔ عقل و فہم و ادراک اس معیار اتباع رسولؐ کو نہیں پہنچ سکتے صرف ایک ہی کلمہ زبان پر آتا ہے کہ "جو اللہ کا ہو جاتا ہے سب کچھ اسی کا ہو جاتا ہے۔"

بشارت بشارت سے مراد نجات اخروی کی خوشخبری سنانا ہے۔ بشارت کا اختیار اور منصب بنیادی طور پر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور انبیاءؑ بشارت کے عطا کرنے میں درجہ بدرجہ خصوصی اختیارات بھی رکھتے ہیں۔ اہل اصول نے بشارت کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم کی حیثیت میں پیش کیا۔ غور کیا جائے تو اس میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ انبیاءؑ کے افعال وحی اور امر الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و تسلیمات کے اخلاق عظیم اور سیرت اقدس پر قرآن ناطق ہے کہ آپ نے کچھ بھی اپنی جانب سے نہیں کہا بلکہ وہی کچھ بیان کیا ہے جو حق تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے۔ کیا حضورؐ کا اپنی جانب سے کچھ ارشاد کرنا اصول بشارت کے مانع ہے؟ ہرگز نہیں "اپنی جانب سے" سے مراد صفات بشری کے ذریعے کلام کرنا ہے جبکہ آپ کا کلام صفات الٰہی سے نمود و ظاہر ہے۔ بشری صفات کا کوئی اثر آپ پر یا آپ کے منصب پر نہیں تھا چنانچہ "اپنی جانب سے" کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اے لوگو! یہ نبیؐ صفات بشری سے کلام ہی نہیں کرتے ان کا ہر ارشاد صفات الٰہی کے تابع اور امر الٰہی کا مظہر ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحابؓ میں سے متعدد کو بشارت سنائی ہے ان اصحابؓ میں اصحابؓ عشرہ مبشرہ زیادہ معروف ہیں۔ یہ بشارت غیر مشروط ہے یعنی ایسا نہیں کہ فلاں عمل اگر کرتے رہو گے تو جنت میں جاؤ گے بلکہ ایسا فرمایا ہے کہ "اب نئے سرے سے عمل کرو اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام گناہ بخش دیئے" یہ حیات ثانوی کا تصور بشارت میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتا ہے کیونکہ یہ کسی چیز سے مشروط نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اور حضورؐ کی خوشنودی کا اظہار ہے۔

اس کے علاوہ بشارت کی دوسری نوعیت مشروط ہے جو تمام کتب سماوی اور انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا خاصہ ہے جس میں کچھ باتوں سے روکا جاتا ہے اور کچھ باتوں اور اعمال کے اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور بشارت و نجات اخروی کو مخصوص اعمال کے ساتھ مشروط کیا جاتا ہے اور اسے سعادت متصور کرتے ہوئے آخر کار نجات کو ہر عمل کے نتیجے سے ماوراء عطائے رب عظیم قرار دیا جاتا ہے تاکہ لوگ اپنے اعمال کو ذریعہ نجات جاننے کی بجائے فضل الٰہی پر نظر رکھیں اور عجب و غرور سے نجات پائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجات اخروی کا سب سے آسان طریقہ بتایا ہے اور

آپ کی امت کو جس قدر تحفہ ہائے نجات عطا ہوئے ہیں اس کی مثال اقوام سابقہ میں نہیں ملتی چنانچہ حضورؐ کی نبوت کی فضیلت اور آپ کی بعثت بجائے خود نوع انسان کے لئے نجات کا مژدہ ہے۔
فضائل میں یہ بات منقول ہے کہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

"مجھے دیگر انبیاءؑ پر چھ چیزوں کے باعث فضیلت دی گئی ہے۔ میں جوامع الکلم سے نوازا گیا ہوں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میرے لئے اموال غنیمت حلال کئے گئے ہیں اور میرے لئے ساری زمین پاک کر دی گئی ہے اور سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد سے انبیاءؑ کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے"۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراپا بشارت ہیں آپ جب کسی شخص کے کسی خاص عمل یا قول پر خوش ہوتے تو اصحابؓ سے فرماتے "کیا تم کسی جنتی کو دیکھنا چاہتے ہو، اسے دیکھ لو" آپ نے ایسا جس شخص کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا وہ بفضل الٰہی اہل جنت و نجات میں سے ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کی حقیقی نجات کے ایسے خواہش مند تھے کہ آپ کی نرمی اور شفقت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ جب عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرتے تھے تو ایک کی بجائے دو جانور ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک میری طرف سے اور ایک میری غریب امت کی طرف سے۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر جب بھوک پیاس اور عسرت کا ماحول تھا تو خندق کھودتے وقت اصحابؓ نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے جب کسی نے آپ سے عسرت کا ذکر کیا تو آپ نے اپنا دامن اٹھا کر دکھایا تو آپ کے شکم اقدس پر ایک کی بجائے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ کو بھوک پیاس کی شدت دوسروں کے مقابلے میں دوگنا تھی بلکہ ایک پتھر اصحابؓ کی تالیف قلوب کے لئے تھا اور دوسرا پتھر تمام امت محمدیہؐ کی طرف سے تھا تاکہ اس جہاد اور خندق کے کھودنے کا اجر تمام امت کو بھی عطا ہو جائے صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ وسلم۔ حضورؐ کو اپنی امت سے جس قدر محبت ہے اس کا تذکرہ قرآن حکیم نے بارہا فرمایا ہے۔ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

"(اے مسلمانو!) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسولؐ آئے ہیں۔ جو تکلیف تم کو پہنچتی ہے وہ تم سے زیادہ ان پر گراں گزرتی ہے اور تمہارے لئے فراوانی کے طالب رہتے ہیں اور مومنین کے حق میں رؤف و رحیم ہیں"۔

اور یہ بھی اللہ کی طرف سے حضور کی نعت ہے کہ۔

"بے شک آپ اخلاق عظیم پر فائز ہیں"

اولیاء اللہ صوفیائے کرامؒ نے حضورؐ کی بشارت کو کثرت ذکر الٰہی کے ساتھ اختیار کیا ہے چنانچہ جو شخص کثرت ذکر الٰہی کرتا ہے اور ثمرات ذکر الٰہی سے ظاہری باطنی طور پر آگاہ ہوتا ہے صوفیائے کرام ایسے لوگوں کو نجات اخروی کی بشارت سناتے ہیں۔ یہ بشارت سنت رسولؐ کی پیروی میں ہے نہ کہ غیر مشروط۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے" یہ اعمال صالحہ کی بنیاد اور نجات کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ ولیعہد شاہجہانی دارا شکوہ لکھتے ہیں۔

"حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کا طریق کار یہ تھا کہ روزانہ مشائخ لاہور کی قبروں کی زیارت کرتے، پھر جنگل یا باغوں میں جا کر جمعیت خاطر اور رفع خطرات کی غرض سے کسی ایسی جگہ مشغول ریاضت ہو جاتے جہاں لوگوں کا گزر نہ ہوتا تھا۔ کچھ رفقاء بھی آپ کے ساتھ ہوتے وہ بھی الگ الگ درختوں کے سائے میں مصروف ریاضت ہو جاتے۔ نماز کا وقت آتا تو سب اکٹھے ہو کر نماز باجماعت ادا کرتے۔ باغوں میں جا کر گویا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طریقے کی پیروی کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کے طریقے کی روایت "صحیح مسلم" میں اور "مشکوٰۃ" کی فصل سوم "کتاب الایمان" میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب کرامؓ کے درمیان میں سے اٹھے اور کسی ایک طرف کو تشریف لے گئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت تلاش کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بنی نجار کے ایک باغ میں پایا۔ آنحضرتؐ نے اپنا نعلین مبارک انہیں دیا اور فرمایا "اے ابو ہریرہ! جس کو تو ملے، اسے بشارت دے کہ از روئے یقین لاالہ الا اللہ کہنے والا بہشت میں داخل ہو گا" اس حدیث سے صریحاً یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مشغولیت اور جمعیت خاطر کے لئے باغوں میں جاتے تھے۔ ان مقامات میں آنحضرتؐ کو کیفیت و ذوق اور کشادگی میسر آتی تھی لہٰذا اس قسم کی بشارت خوشی اور کشادگی کی غرض سے مومنوں کو بھیجی اور لاالہ الا اللہ کے ذکر کی تلقین فرمائی جو ہر فضیلت کی کلید ہے۔[1]"

---

[1] سکینۃ الاولیاء، ولیعہد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۴۲۔ پیکجز لاہور

ذکر الٰہی کی بہت سی منزلیں اور مقامات ہیں چنانچہ بشارت رسولؐ ایسے ذکر کے ساتھ مشروط ہے جو "یقین" کے درجے پر ہو۔ یقین کا تعلق دل سے ہے چنانچہ وہ ذکر الٰہی جس کے بارے میں بشارت قطعی وارد ہوئی ہے وہ ذکر قلب ہے۔ اولیائے کرامؒ نے ذکر الٰہی کے باب میں ذکر قلبی کو بنیاد اور ابتدائے ذکر قرار دیا ہے جو یقین کی پہلی منزل ہے اس کے بعد ذکر روحی اور ذکر سری اور ذکر قاب قوسین اور عالم لاہوت میں محویت اعلیٰ روحانی درجات ہیں۔ حضورؐ پر جان و دل قربان ہوں کہ انہوں نے نجات کی بشارت ذکر کی پہلی منزل یعنی ذکر قلبی پر ہی عطا فرما دی ہے۔ یاد رہے کہ زبانی ذکر جسے ذکر جہر کہا جاتا ہے' اذکار طریقت میں شامل نہیں ہے یہ محض غفلت دور کرنے اور قلب کو ذکر الٰہی کی طرف مائل کرنے کا ایک معروضی ذریعہ ہے' یقین کا منبع دل ہے نہ کہ زبان۔ زبان سے ذکر کرنا پرندوں کا شیوہ ہے۔ مردان حق ذکر الٰہی قلب سے شروع کرتے ہیں اور عالم لاہوت کی طرف شاہباز ایقان بن کر پرواز کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ صوفیائے کرامؒ نے ذکر قلب کو بشارت اخروی قرار دے کر اہل دنیا کو منزل یقین عطا کی ہے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی حقیقی پیروی کی ہے۔ زبان سے ذکر الٰہی اس کے شایان ہے جس کا قلب روح سر الغرض کہ جملہ وجود ذکر الٰہی میں ڈھل چکا ہو چنانچہ زبان کو بھی اس ذکر میں شمولیت ہو جاتی ہے لاالہ الا اللہ میں "اللہ" صدر ذکر ہے اور حاصل کلمہ طیبہ ہے۔ "اللہ" اسم ذاتی اور اسم اعظم ہے تمام اولیائے حق قلب سے روح اور روح سے سر اور سر سے قاب قوسین کے اذکار اسم ذاتی "اللہٗ" ہی طے کرتے رہے ہیں۔ اس ضمن میں امام العارفین حضرت سیدنا ابوبکر شبلیؒ اور شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے ارشادات کلیدی رہنمائی عطا فرماتے ہیں۔

بوقت وصال امام العارفین حضرت سیدنا ابوبکر شبلی قدس اللہ اسرارہ' کا سارا وجود جب ذکر الٰہی میں ڈھل چکا تھا تو آپ کی زبان اقدس بھی اس سے باہر نہ رہی چنانچہ آپ "اللہٗ اللہٗ اللہٗ" کہہ رہے تھے۔ قریب ہی کھڑے ایک شخص نے معترض ہوتے ہوئے کہا کہ "حضور لاالہ الا اللہ پڑھیئے" آپ نے ارشاد فرمایا "لاالہ رفع غیر اللہ کے لئے ہے' میرے وجود میں اللہ تعالیٰ نے غیر چھوڑا ہی نہیں اس لئے میری زبان پر اللہ ہی اللہ ہے۔" اسی طرح سکینۃ الاولیاء" میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے وصال کا تذکرہ ہے کہ جب آپ کا وقت رخصت آیا تو کعبہ عاشقان رسول آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اپنے آقاؐ کے استقبال کے لئے چارپائی سے اتر کر زمیں پر آئے اور سلام عشق پیش کرتے ہوئے فرمایا "الصلواۃ والسلام علیک یا رسولؐ اللہ"۔ اس کے بعد آپ کا سانس چھوٹا ہونے لگا۔ آپ کو خدام نے دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔ آپ کی زبان پر "اللہ اللہ" تھا مسکراتے تھے اور دونوں ہاتھ اہل وجد کی طرح ہلاتے تھے یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ کے جوار رحمت میں جا پہنچے۔

سبحان اللہ اولیاء اللہ نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے اس منصب اعلیٰ کی نیابت کی ہے جو حضورؐ کا مقصد بعثت تھا کہ اہل ذکر اللہ کے لئے اسی دنیا میں بشارت ہے لیکن یہ ذکر الٰہی درجہ ایقان میں ہونا چاہئے یعنی اس کی ابتداء دل کے ذکر سے ہونی چاہئے۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اولیائے کرامؒ کی بشارت خواص کے لئے عام ہے اور عوام کے لئے مشروط بہ اطاعت ہے۔ اس بشارت کا استحقاق آسان نہیں ہے اس کے لئے تہہ دل سے ذکر الٰہی اسم ذات "اللہ" اختیار کرنا چاہئے اور دراصل ذاکر وہی ہے جسے دوران ذکر الٰہی ماسواء اللہ کی کچھ خبر نہ ہو۔

تاثیرِ قدوم انسان کے اچھے برے اعمال و افعال کا اثر نہ صرف خود انسان کی اپنی شخصیت پر ہوتا ہے بلکہ وہ جگہ اور وہ مقام جہاں نیک و بد افعال کئے جائیں وہ بھی اس کی تاثیر قبول کئے بغیر نہیں رہتا۔ روایات مصدقہ میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام اہل عرب کو عاد و ثمود کے کھنڈرات سے جلد از جلد گزرنے کے لئے فرماتے تھے کیونکہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا تھا۔ حج کے موقعہ پر کوہ صفا و مروہ کے دامن میں جو سعی کا حکم ہے تو اس سے مراد اس پاک جگہ سے برکت حاصل ہے کیونکہ اس جگہ حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی اہلیہ نے رضائے حق کے لئے اس قدر سعی کی کہ قدوم لہولہان ہو گئے تھے۔ بیت المقدس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم نے اس کے اردگرد کو بابرکت بنایا ہے" اس سے مراد انبیاءؑ کی قبور ہیں جو انبیاءؑ بیت المقدس کے اردگرد دفن ہیں۔ برکت اور نیکی کے اعتبار سے بیت الحرام خانہ کعبہ' مسجد نبویؐ روضہ رسولؐ' بیت المقدس' درگاہ معلیٰ نجف اشرف' بغداد اقدس' کربلائے معلیٰ اور دیگر اولیاء اللہ کے مزارات و درگاہوں کے علاوہ جملہ مساجد مسلمین کو درجہ بدرجہ بزرگی اور فضیلت حاصل ہے۔

اولیاء اللہ کی عادت اقدس رہی ہے کہ وہ مشغول بہ ذکر الٰہی ہونے کے لئے آبادیوں سے دور ویرانوں جنگلوں' مقدس مقاموں یا ایسی جگہوں جہاں اگر برکت نہ ہو تو کم از کم سایہ معصیت بھی نہ ہو' وہاں جا کر یاد حق کرتے رہے ہیں اس کی محکم روایت حضرت غوث الاعظمؒ سے ہے کہ آپ مشغول بہ ذکر الٰہی ہونے کے لئے دریا کے کنارے چلے جاتے تھے' عراق کے بیابانوں اور باغات میں مشغول حق ہوتے تھے۔ برصغیر میں یہ روایت ابتدائے فروغ اسلام سے سلاطین دہلی تک ملتی ہے کہ مسلمان اپنے گھروں میں کسی خاص جگہ کو بطور مسجد استعمال کرتے تھے اور وہاں بیٹھ کر ذکر و عبادت کرتے تھے۔ اس روایت کو بعض کم فہم لوگ ہندوؤں کی تقلید قرار دیتے ہیں کہ ہندو اپنے گھروں میں کسی خاص جگہ کو مندر قرار دیتے تھے جہاں دیوی دیوتا کی مورتی رکھتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔ حجتہ الاسلام حضرت امام الغزالیؒ روایت کرتے ہیں کہ اولیائے سلف میں یہ طریقہ تھا کہ گھر میں کسی ایک مخصوص جگہ کو مسجد قرار دیتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی دنیا دار ملنے کے لئے آجاتا تو ملازم آنے والے سے کہہ دیتا کہ "جناب گھر میں نہیں ہیں" چونکہ مسجد کسی کا گھر نہیں ہوتا بلکہ خدا کا

گھر ہوتا ہے اس لئے ملازم کے ذمے بھی "جھوٹ" کی تہمت نہ آ سکتی تھی الغرض ذکر و عبادت کے لئے جگہ کا پاک صاف اور معصیت و نافرمانی کے ہر شائبہ سے مبرا ہونا ذکر الٰہی کے ثمرات کو بہت بڑھا دیتا ہے۔

اولیاء اللہ صوفیائے کرامؒ نے صدق اور ایقان کو جملہ فضائل پر فضیلت دی ہے چنانچہ لا حاصل اعمال خواہ اعمال حسنہ ہی میں کیوں نہ شمار ہوں صوفیائے کرامؒ اسے صدق و ایقان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ صوفیائے کرام اولیائے عظامؒ ذکر الٰہی جیسی قیمتی چیز کو بے ثمر قبول نہیں کرتے اور جمعیت خاطر کے لئے ہر موزوں تدبیر کرتے ہیں۔ اہل عمرانیات اسلامیہ نے علمی طور پر اس حقیقت پر بہت تدبر کیا کہ اولیاء اللہ نے بیابانوں کو آباد کر دیا جس کسی ویرانے میں کسی ولی اللہ نے ڈیرہ لگایا وہاں ایسی برکت اور رحمت الٰہی نازل ہوئی کہ طمانیت کے شائق لوگ لاشعوری طور پر اس جگہ کے اردگرد آباد ہو گئے یہاں تک کہ ویرانے شہروں میں بدل گئے۔ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ قلب و روح کی حقیقی طمانیت اللہ کی یاد ہی میں ہے چنانچہ جب شہروں میں معصیت بڑھ جاتی ہے اور یاد حق کرنے والے نہ ہونے کے برابر ہو جاتے ہیں یا شہروں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو شہر ایک مرتبہ پھر ویرانوں جیسی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ حقیقی آبادی و دلشادی محبت الٰہی ہی سے حاصل ہوتی ہے جس کا خاصہ کثرت ذکر الٰہی ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے ایک مرید روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت میانمیر صاحبؒ نے مجھے ذکر الٰہی میں مشغول کیا تو نصیحت فرمائی کہ یکسوئی کے ساتھ ذکر الٰہی کروں اور تنہائی اختیار کروں۔ آپ کے یہ مرید خوش نصیب حضرت سید عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں۔

> "ایک دن میں نے دو تین جگہیں بدلیں لیکن اطمینان حاصل نہ ہوا۔ آخر اٹھا اور ایک مینار کے سائے میں جا بیٹھا' یہاں مجھے اطمینان نصیب ہوا مگر اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی اس کے بعد بھی جب میں وہاں بیٹھتا تو اطمینان ہوتا' کسی اور جگہ بیٹھتا تو اطمینان جاتا رہتا۔ ایک دن میں نے یہ صورت حال حضرت میاں جیوؒ کی خدمت میں عرض کی آپ نے فرمایا "اس جگہ کا اتا پتا بتاؤ جہاں تمہیں اطمینان نصیب ہوتا ہے" میں نے مینار اور جگہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا "تمہاری جمعیت خاطر کا سبب یہ ہے کہ شروع شروع میں میں بھی اس مینار کے پاس جا کر بیٹھتا تھا۔ تمہاری جمعیت اسی وجہ سے ہے" میں نے کہا سبحان اللہ اولیاء اللہ کے قدم کی برکت زمین پر بھی اپنا اثر کرتی ہے"۔

سکینۃ الاولیاء' و یعمد شاہجہانی' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰

جس طرح اولیاء اللہ کے قدوم کی برکت اور ان کے مشغول بحق ہونے کا اثر ماحول پر ہوتا ہے اسی طرح لوگوں کی معصیت اور نافرمانی کا برا اثر بھی ہوتا ہے کہ وہاں جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی اور اطمینان قلب میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ جمعیت خاطر اور بد اطمینانی کے فرق کو وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو بہ قلب صمیم ایقان کے ساتھ ذکرالٰہی کے عادی ہوں اور وہ لوگ جن کے ذکر اذکار کبھی حقیقی طمانیت سے آگاہ ہی نہ ہوں وہ اس کی حقیقت سے مطلع نہیں ہو سکتے۔ ظاہر پرستوں کا ذکر صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ وہ ذکر کرتے ہوں تو اردگرد کے لوگ ان کے ذکر کے شور اور ہنگامے کے گواہ ہو جائیں اور بس۔ حقیقی مشغولیت ذکر اس سخاوت کی طرح ہے جیسا کہ حضورؐ سے منقول ہے کہ سخی جب ایک ہاتھ سے دیتا ہے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی۔ ذکر حق تعالیٰ کا معیار اعلیٰ ذکر روحی و سری ہے کہ جو فرشتوں کے علم اور ان کے حساب کتاب سے بھی ماوراء ہے اور صرف ذات حق تعالیٰ ہی اس پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قلب صمیم کے ساتھ ذکر کرنے والے جب کسی جگہ مشغول بذکر اللہ ہوتے ہیں تو اس جگہ کی برکت اور نحوست سے فوراً مطلع ہو جاتے ہیں اس ضمن میں حضرت شاہ ابوسعیدؒ کی روایت دعوت فکر و نظر ہے جسے ولیعهد شاہجہانی نے "سکینۃ الاولیاء" میں نقل کیا ہے۔

"حضور میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں مشغول حق ہونے کی غرض سے چند روز ایک خاص سمت میں جاتا رہا۔ شہر سے باہر ایک پرانا مکان تھا جو خالی پڑا تھا۔ تقریباً پندرہ دن وہاں جا کر بیٹھتا اور مشغول حق رہتا۔ چند دن مشغولیت میں گزرے لیکن آخر میں کچھ بے اطمینانی ہوئی۔ جی میں آیا کہ یہاں سے چلنا چاہئے۔ نزدیک ہی ایک کنواں تھا' اس کے قریب ایک سقہ رہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ چند روز سے میں یہاں بیٹھتا ہوں۔ جونہی میں وہاں سے چلا' سقہ میرے راستے پر آ کھڑا ہوا اور واپس جانے کا سبب پوچھا میں نے جواب دیا' آج مجھے یہاں اطمینان نصیب نہیں' معلوم نہیں کیوں' وجہ کیا ہے؟ سقے نے کہا کہ "کل کچھ لوگ کسی شادی میں شہر جا رہے تھے' یہاں پہنچے تو رات ہو گئی۔ اس گھر میں انہوں نے تمام رات لہو ولعب میں گزاری" میں سمجھ گیا کہ ان کے لہو ولعب نے اس ویرانے پر بھی اپنا اثر کیا ہے جو میری پریشانی اور بے اطمینانی کا باعث بنا ہے' اس لئے میں نے اس جگہ کو چھوڑا اور کسی دوسری جگہ جانا شروع کیا"۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے لاہور کے جن مقامات کو مشغولیت ذکر اللہ کے لئے منتخب فرمایا

ان میں درگاہ معلٰی حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ اسرارہ' کے علاوہ جن مقامات و باغات کا تذکرہ منقول ہے ان میں' موضع میرداد میں شیخ ہود کا بالائی حجرہ جو گرد و نواح کے سایہ دار درختوں کے نیچے اب شیخ بلاولؒ کی قبر کے قریب' مشرقی لاہور موضع بھوگیوال کے قریب ریت کے ٹیلے' سوامی جل کا باغ' نولکھا باغ میں سرس کے درخت' باغ مرزا کامران موجود درمیان دریائے راوی' باغ قلیچ خاں' باغ انار کلی کے گرد و نواح' گنبدے بے در' "انتا" تالاب کے کنارے' گنبد "کنبھ" نزد فیروز پور روڈ' قبرستان بی بی پاک دامناںؒ بیری کے درختوں کے سائے' نزد مقبرہ پیش روخاں' بدو باغ نزد بھوگیوال' زیر سایہ شجر شیشم نزد باغ قاسم خاں' گنبد نزد پرانی عیدگاہ نزد مقبرہ احمد بیگ خاں' باغ فیضی' مقبرہ شیخ رکن الدین نزد عالم گنج' باغ مقبرہ شیخ جوہڑ نزد باغ خان اعظم' باغ راجو نزد اچھرہ' مقبرہ شاہ مراد قریب باغ خان اعظم' جھنگی نزد باغ جواہر خاں' کھیت گندم نزد باغ ہوشیار خاں' مزار شیخ عبدالرحمٰن نزد باغ ہوشیار خاں' باغ مرتضٰی خاں موجود باغ وزیر خاں' دیوان محمد تقی در محلات جہانگیر' باغ ملک علی کوتوال' باغ خاتون باغ مرزا مومن اور دریائے راوی سے متصل شاہدرہ کے قریب بیلے کے تذکار برائے محویت حق منقول ہیں۔

مذکور بالا تمام باغات و مقامات میں سے درگاہ معلٰی حضرت داتا گنج بخشؒ قبرستان حضرت بی بی پاک دامناںؒ' باغ مرزا کامران جو دریائے راوی میں ہے' موضع بھوگیوال اور درگاہ حضرت شاہ بلاولؒ کے علاوہ تمام باغات و مقابر شہری آبادی کی یلغار میں گم ہو چکے ہیں۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے عہد میں مذکورہ بالا مقامات واقعی تاریخی حیثیت رکھتے تھے جہاں آب و ہوا اور حسن نگاہ دل کی بہشت ثانی کی رونق تھی اور اس پر مستزاد کہ اولیاء اللہؒ ان مقامات پر ذکر الٰہی کرتے تھے' تصور کیا جا سکتا ہے کہ ان مقامات پر کس قدر طمانیت قلبی اور برکت قدوم اولیائےؒ ربانی تھی۔

ذکر الٰہی جو ظاہر و باطن پر محیط ہو جاتا ہے اس بات کا مقتضی ہے کہ نہ صرف قلب خیال غیر سے آزاد ہو بلکہ ماحول میں بھی نورانیت آسودگی اور پاکیزگی ہو یہی وجہ ہے کہ عہد جدید میں مزارات اولیاء اللہؒ سے بہتر کوئی جگہ ذکر الٰہی کے لئے مناسب نہیں کیونکہ مساجد میں بھی اکثر اوقات لایعنی مباحث کی وجہ سے طمانیت قلبی نصیب نہیں یا عہد قدیم کی طرح گھر میں کسی خاص جگہ کو بطور مسجد انتخاب کر لیا جائے اور آخری راستہ ویرانوں اور بیابانوں کی تلاش ہے کیونکہ کثرت آبادی کی وجہ سے ویرانے اور بیابان بھی سمٹ کر فنا ہو رہے ہیں اور باغات کے تحفظ اور اہمیت کا کم لوگوں کو احساس ہے۔ ایک وقت تھا کہ اندرون شہر لاہور کے ارد گرد نہایت خوبصورت باغ تھا جس کے ساتھ ساتھ نہر بہتی تھی اب باغ اجڑ چکا ہے اور نہر کو گندے نالے کے طور پر نکاس کے لئے استعمال کر لیا گیا ہے۔ بادشاہ جہانگیر' ملکہ نور جہاں اور شاہجہاں نے لاہور میں متعدد عالیشان باغات تعمیر کئے۔ درحقیقت شہروں کے فطری مزاج کے تحفظ کے لئے شجر کاری اناج کی ضرورت کی طرح اہمیت رکھتی

ہے۔ گرد و غبار سے پاک ماحول اور تازہ آب و ہوا انسان کے ظاہر و باطن کے لئے آب حیات ہے۔

خطراتِ نفس کا تدارک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "زیادہ گمان نہ کرو بے شک بہت سے گمان گناہ ہیں" ایک جگہ اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ "جب ابلیس دل میں برا خیال پیدا کرتا ہے تو اہل ایمان (راہ ہدایت) دیکھ لیتے ہیں" یعنی انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خیال شیطان کی طرف سے ہے کہ رحمٰن کی طرف سے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ "انسان کو اچھائی برائی (فطری طور پر) الہام کر دی گئی ہے" انبیاءؑ اور اولیاءؒ کا معاملہ خصوصی ہے لیکن عام لوگوں کا معاملہ اسقدر ہے کہ لوگ اچھے اور برے کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ برا انسان وہ ہوتا ہے جس کی برائیاں اس کی اچھائیوں سے زیادہ ہوں اور بہتر انسان وہ ہوتا ہے جس کی اچھائیاں اس کی برائیون سے زیادہ ہوں۔ حکماء کے نزدیک نیک وہ ہے جو نیکی کرنے میں مستعد اور تیز ہو اور گناہ کرنے میں تاخیر کرنے والا ہو اور برا وہ ہے جو گناہ کی طرف جلدی جائے اور نیکی کے معاملے میں ست ہو۔ اہل نفسیات کے نزدیک برا انسان وہ ہے جو لوگوں کے عیب دیکھے لیکن اچھائی نہ دیکھ سکے اور بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کی اچھائی پر نظر رکھتا ہے اور غلطیوں سے درگزر کرتا ہے۔ اہل قانون کے نزدیک بے گناہ وہ ہے جس کی غلطیاں قانون شکنی کے زمرے میں نہ آئیں اور گناہ گار وہ ہے جس پر قانون کی حجت و حد قائم ہو جائے۔ جاہلوں کے نزدیک نیک وہ ہے جو جاہلوں کے ہر کام کی تعریف کرے اور برا وہ ہے جو نصیحت کرے الغرض ہر گروہ کے اپنے اپنے اصول ہیں لیکن اہل تصوف کے ہاں خیر و شر کی میزان محاسبہ نفس ہے' نفس اپنی تعریف' نیکی کی شہرت 'گناہ کا اخفاء' غرور' حب جاہ اور لوگوں سے عقیدت چاہتا ہے جبکہ روح خدا کا قرب' خدا کی پسندیدگی' ظاہر پرستوں سے بے نیازی اور پرواز چاہتا ہے چنانچہ اہل تصوف روح کے جملہ تقاضوں کی پابندی کرتے ہیں اور ظاہر پرستوں سے بے نیاز رہتے ہیں۔ نفسانی خطروں کا مکمل تدارک توکل' رضا' اطاعت اور حکمت سے ہے۔ اس ضمن میں ایک حکایت ہے کہ ایک درویش غسل خانے میں نہا رہا تھا اور اپنے کپڑے دھونے میں مصروف تھا اور اس کا خادم غسل خانے سے باہر موجود تھا۔ اچانک دروازے پر کسی بھکاری نے روٹی کے لئے صدا دی۔ درویش نے غسل خانے کے اندر ہی سے خادم کو کہا کہ "روٹی اس مانگنے والے کو دے دو" خادم نے روٹی بھکاری کو دے دی لیکن خادم کا دل اس درویش کی عقیدت سے خالی ہو گیا' وہ اس گمان میں گرفتار ہو گیا کہ شریعت نے اس بات سے سختی سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص برہنگی کے عالم میں آواز دے اگر اس درویش میں اتنی سی تادیب نہیں تو اس کی خدمت سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ جب درویش غسل سے فارغ ہو کر اور کپڑے پہن کر باہر آیا تو اس نے خادم کے لٹکے ہوئے چہرے کو دیکھ کر معاملہ سمجھ لیا۔ درویش نے خادم سے کہا "آج میرا روزہ ہے اور میرے پاس ایک ہی روٹی تھی جو میں نے افطار کے

لئے رکھی تھی۔ جب اس بھکاری نے آواز دی تو میرے دل نے کہا کہ اسے روٹی دے دینی چاہئے لیکن میرا نفس اس فیصلے سے سخت پریشان ہوا چنانچہ اس سے پہلے کہ مجھ پر نفس کی خواہش غالب آ جاتی میں نے اندر ہی سے کہا کہ "روٹی دے دو" اس حکایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے مقام کی حفاظت کرنے پر مامور ہے۔ درویش نے بظاہر شریعت کا حکم توڑ دیا لیکن ایمان بچا لیا کیونکہ درویش کا ایمان نفس کی خواہش کی مخالفت ہی سے قائم رہتا ہے۔ نفس کی مخالفت ہی میں روح کی راحت ہے خواہ نفس اپنی حمایت میں شریعت کا بہانہ ڈھونڈ کر لائے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اور آپ کے جملہ مریدین محاسبہ نفس کے معاملے میں بہت شدید تھے۔ اس گروہ اقدس کا توکل اور تسلیم و رضا انتہائی تھا۔ یہ اصحاب نور قدسیہ مشاہدہ باطن میں اس قدر صاحب حکمت تھے کہ بیرونی دنیا سے یکسر لا تعلق رہتے تھے۔ جہاد اکبر کے محاذ پر ایسے ہی نفوس نور قدسیہ غازی کہلاتے ہیں جو شریعت کو طریقت کے آئینے میں طریقت کو حقیقت کے درجہ پر اور حقیقت کو معرفت کے حصول کی طرف قائم رکھنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان اصحاب اقدس کو کوئی خطرہ ایمان نہیں تھا بلکہ ان کے قدم محبت کے پل صراط پر برقی تیزی کے ساتھ چلتے تھے اور یہی اہل عشق رسولؐ کا شیوہ ہے۔

ولی عہد شاہجہانی داراشکوہ لکھتے ہیں کہ "حضرتؒ کا توکل بدرجہ کمال تھا چنانچہ راتوں کو پانی جو کوزے میں ہوتا اسے گرا دیتے۔ کسی وقت اور کسی وجہ سے ان کے دل میں کوئی ایسی بات نہ آتی جس سے خطرہ ایمان لاحق ہو، آپؒ کے اصحاب کو بھی کسی قسم کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا تھا۔ حضرت میاں جیوؒ خطرات رفع کرنے کے متعدد طریقے جانتے تھے اور اکثر رفع خطرات پر متوجہ رہتے تھے۔ مشائخ رحم اللہ نے رفع خطرات کے لئے بہت سی باتیں بتائیں ہیں لیکن یہ فقیر (داراشکوہ) اس سلسلے میں مختصراً" یہ دو کلمے عرض کرتا ہے۔ خطرہ ذاتی مفاد کی وجہ سے ہوتا ہے جب ذاتی مفاد کا خیال نہ ہو تو خطرہ کیسا؟ اور چونکہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب کا کوئی ذاتی مفاد نہیں اس لئے انہیں کوئی خطرہ ایمان بھی نہیں"۔

صاحب مقام درویشوں میں بھی کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی قوت روحانی کے ادراک سے لوگوں میں اپنی عقیدت دیکھنے کے فرعونی جذبے کی نظر ہو جاتے ہیں درحقیقت غیر اللہ کا خیال خواہ کشف ہی ہو حماقت کے سواء اور کچھ نہیں ہے۔ لوگوں کے دلوں کے احوال پڑھ لینا اور لوگوں کی جیبوں کے روپے گن لینا درویشی نہیں ایسا تو بعض راہب اور جوگی بھی کر لیتے ہیں درویشی تو رضائے ابراہیمؑ اور جذبہ حسینیؓ ہے کہ رضائے حق میں اپنا سب کچھ قربان کر کے خدا سے بھی اجر کی تمنا نہ کی جائے لوگوں کی عقیدت اور محبت کا سودا کیا حقیقت رکھتا ہے؟

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے جملہ مریدین اعلیٰ مقامات روحانیہ کو پہنچے اور صاحب کشف و

کرامات ہوئے لیکن پھر بھی حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ ان کو خلق عظیم کے نصیب العین کی طرف راجع رکھتے تھے اور حب جاہ سے گزرنے کی نصیحت کرتے رہتے تھے کیونکہ یہ آزمائش اہل صدق ہی کو پیش آتی ہے۔ جو اپنے منصب' جہت' ہمت اور پرواز میں سچا ہو وہ اس کے اعتراف میں کسی بھی وقت مستعد ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اپنے مریدوں کو حب جاہ سے پاک رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ولی عہد شاہجہانی نے حضرت خواجہ بہاریؒ کا ایک واقعہ حضرت خواجہ بہاریؒ صاحب کی زبان سے یوں نقل کیا ہے کہ حضرتؒ خواجہ بہاریؒ فرماتے تھے۔

"ایک دن میں چند اصحاب کے ساتھ گھر میں بیٹھا ہوا تھا' اچانک گھر کی چھت کے گرنے کے آثار نظر آئے۔ اصحاب کو میں نے کہا آپ اٹھ کر باہر چلے جائیں کہ چھت گر رہی ہے۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں وہیں رہا اور بلند آواز میں کلمہ طیبہ پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ چھت نیچے آگری۔ دو لکڑیاں ایک دوسری پر آگئیں اور میں ان کے درمیان میں سلامت رہا۔ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کو جب یہ بات بتائی گئی تو لوگوں کا خیال تھا کہ آپؒ ملا (خواجہ بہاریؒ) کی تعریف کریں گے لیکن آپ نے فرمایا "ہائے جاہ وائے جاہ کہ اس کا خیال مرتے وقت بھی نہیں جاتا' کلمہ طیبہ بلند آواز میں کیوں پڑھا؟ وہ دراصل یہ چاہتا تھا کہ لوگ سن لیں اور کہیں کہ مرتے وقت بھی خدا کو یاد کرتا تھا' اسے کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ دل میں پڑھنا چاہئے تھا۔"

مذکورہ بالا واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے نزدیک خطرات نفس کا علاج یہی ہے کہ ما سواء اللہ سے بے نیازی اس قدر ہو کہ وجود میں سوائے حق کچھ نہ رہے جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ "میرے جبے میں خدا کے سواء کچھ نہیں ہے"۔

تجرید و تفرید تجرید کا لغوی معنی جدا کرنا ہے اور اصطلاحی طور پر اس کے معنی دنیا تج دینا یعنی تیاگ ہیں۔ تفرید کا لغوی معنی ایک ثابت ہونا اور اصطلاحی طور پر اس کے معنی یاد حق کے لئے اپنے آپ کو اس طرح تنہا کر لینا ہے کہ وجود سالک میں سوائے حق کچھ نہ رہے۔ تجرید و تفرید اہل عشق حق کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالٰی کے اسمائے صفات میں فرد' واحد' احد' تفرید کا اجر و حصول ہیں۔ حضرت اویس قرنیؓ کا مشہور قول ہے کہ "سلامتی تنہائی میں ہے"۔

تاریخ کی رو سے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا عہد امن و امان اور خوشحالی کے ساتھ ساتھ

سکینۃ الاولیاء' ولی عہد شاہجہانی' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۸۰' فیکٹ لاہور

سیاسی استحکام کا عہد ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ عمرانی اور ثقافتی مطالعے اس کے برعکس شواہد بھی فراہم کرتے ہیں۔ ثقافتی سطح پر دیکھا جائے تو مغلیہ عہد بنیادی طور پر محلاتی سازشوں' علاقائی افراتفری' جبرو استبداد' عارضی مصلحتوں اور ارضی ثقافتی حقائق سے روگردانی کا عہد بھی ہے۔ ایسے دور میں دین و دنیا ساتھ ساتھ رکھنا اور اعلیٰ روحانی مدارج حاصل کرنا ایسے ہی تھا جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

حضرت میانمیر صاحب ؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس دور میں الفقر فخری کا جلال و جمال بنا کر بھیجا جس عہد میں دنیا پرست اپنی نفسانی خواہشات کے زیر اثر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے تفرید و تجرید کو رہبانیت اور جوگ پنتھ سے تشبیہ دیتے تھے۔ ظاہر پرستوں کو شیطان نے اس قدر گمراہ کیا کہ وہ اس بات کو بھول گئے کہ نفس پرستی کے دور میں جہاں لاکھوں میں سے کوئی ایک شخص دنیا کو تیاگ دیتا ہو وہاں ترک دنیا کے خلاف شور مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ملا ازم برسرمنبر ترک دنیا کو رہبانیت سے تشبیہ دے اور ظالم تاجروں ذخیرہ اندوزوں' قانون کے ساتھ کھلواڑ کرنے والوں' ڈاکوؤں درندوں کے ساتھ تعاون کرے' ظالموں کے ہاتھ مضبوط کرے ملاوٹ کرنے والوں سے چندے وصول کرے اور مطلقاً" نہ شرمائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا میانمیر صاحب ؒ کو اہل ترک و تجرید و تفرید کے زمرے میں مینارہ نور کی طرح آویزاں کر کے تارک الدنیا فقیروں درویشوں' سادھوؤں' جوگیوں سنتوں مہنتوں رشیوں کی آبرو بڑھائی اور اس حقیقت کو اظہر من الشمس کیا کہ جب انسانی معاشرت حیوانی سطح پر گر جائے تو ایسے معاشرے کے ساتھ زندہ رہنے والے خود ظالم ہیں۔ حضرت امام حسین ؓ کا ارشاد اقدس ہے کہ "ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود ایک ظلم ہے"۔ برصغیر کے ازمنہ قدیم میں ایسے ادوار بھی تاریخ کا حصہ ہیں جب کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہوتا تھا جس کا کوئی فرد دنیا کو تیاگ کر راہ حق کی تلاش میں نہ نکلا ہو۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت مند ہے اس کی طرف جو نکلتا ہے وہ اسے راستہ دکھاتا ہے بقدر صدق نیت اسے ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحب ؒ کے حجرہ اقدس کے چاروں طرف سنتوں رشیوں کی ٹولیاں براجمان رہتی تھیں جب آپ گزرتے تو وہ لوگ دست بستہ کھڑے ہو جاتے اور نگاہیں جھکا لیتے' آپ کے فیض نظر کے طلب گار رہتے۔ حق یہ ہے کہ جن لوگوں نے وحدت حق کے لئے زندگیاں وقف کر دی تھیں اور جن جوگیوں سادھوؤں نے انتہائی سخت مجاہدے کئے تھے کہ انہیں

مقام وحدت میں فنا نصیب ہو جائے وہ جب ناکام ہوتے تو آپ کی زیارت باکرامت سے اپنی منزل طے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کو امام المشرق بنا کر بھیجا تھا چنانچہ آپ کی نگاہ فیض قاسم الانعام جس پر بھی پڑ گئی اسے نعمت عرفان حاصل ہو گئی۔ آپ کے معاصر بڑے بڑے اولیاء اللہؒ ہوئے ہیں لیکن جب گورو ارجن دیو صاحب نے دربار صاحب امرتسر کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھوانے کی غرض سے مراقبہ کیا تو بار بار حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا اسم گرامی روح میں گونجا۔ "تحقیقات چشتی" کے مصنف مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں کہ "گورو ارجن صاحب نے حضرت میانمیر صاحبؒ کے زہد اعلیٰ کے باعث سنگ بنیاد رکھنے کی گزارش کی۔" روایت ہے کہ لاہور کے معروف صوفی شاعر حضرت شاہ حسینؒ اپنی ایک کافی لے کر خود گورو ارجن دیو صاحب کے پاس گئے اور گزارش کی کہ "مجھے معلوم ہوا کہ آپ سنتوں کے کلام کو گرنتھ کی صورت میں مرتب کر رہے ہیں میرا کلام بھی شامل کریں" لیکن گورو ارجن دیو صاحب نے حضرت شاہ حسینؒ کی گزارش کو تسلیم نہ کیا کیونکہ حضرت شاہ حسینؒ کا طریق ملامتیہ تھا جبکہ گورو ارجن دیو صاحب ایک ایسی کتاب ترتیب دے رہے تھے۔جو ان کے پنتھ کے لئے مذہبی طور پر ہدایت کا موجب ہو اور جس میں تمام اہل زہد کا کلام شامل کیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو ارجن دیو صاحب کے نزدیک حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا کیا مقام تھا۔

اہل لاہور میں یہ روایت آج بھی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے پاس آئی اور عرض کی کہ "میرا بچہ کھو گیا ہے" آپ نے فرمایا "اللہ سے دعا ہے کہ جلد آ جائے، پریشان مت ہو گھر چلی جاوہ آ جائے گا" وہ عورت چلی گئی لیکن بے چین رہی دوسرے دن پھر آئی اور گزارش کی، آپ نے حسب سابق جواب دیا۔ وہ عورت جب آپ کے حجرے کے باہر بیٹھے ہوئے جوگیوں کے قریب سے گزری جو ٹولیوں کی صورت میں فیض نگاہ کے لئے موجود رہتے تھے تو اس عورت نے ایک جوگی سے بھی یہی بات کہی اس جوگی نے آنکھیں بند کیں اور آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ اے عورت تیرا بچہ فلاں جگہ پر ہے وہ تین دن بعد آ جائے گا۔ جوگی نے بچے کا حلیہ بھی بتا دیا چنانچہ عورت مطمئن ہو کر چلی گئی اور جوگی کے بتائے ہوئے وقت پر وہ بچہ گھر آ گیا۔ ایک صبح حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ جب حجرے سے باہر تشریف لائے تو تمام موجود جوگی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور دست بستہ مودب تعظیم بجا لائے۔ آپ اس جوگی کے پاس گئے جو اپنے کئی ایک چیلوں کے ساتھ دست بستہ کھڑا تھا۔ آپ نے اس جوگی سے فرمایا۔ "اپنا سامان سنبھالو اور یہاں سے چلے جاؤ، اس بچے کو تقدیر الٰہی کے مطابق جب واپس آنا تھا آ گیا، میں بھی اس عورت کو بتا سکتا تھا کہ وہ بچہ کب آئے گا لیکن وہ جس اخلاص سے خدا کے حضور التجائیں کر رہی تھی یہ خدا کی مرضی تھی کہ وہ تین دن مزید اس کے نام کا واسطے دے، جو کارخانہ قدرت میں دخل دیتا ہے ہم میں سے نہیں"۔ آپ نے یہ فرمایا

اور آگے بڑھ گئے اور وہ جوگی اپنا سامان سمیٹنے میں مصروف ہو گیا۔ یہ ماجراء دیکھ کر اس جوگی کے چیلوں نے جوگی سے کہا۔ "گورو جی! ایک تو آپ نے عورت کو بچے کا اتاپتا بتایا اور آنے کا کہا پھر وہ بچہ آپ کے بتانے کے سمے آ بھی گیا۔ کیا آپ اس فقیر (حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ) سے ڈرتے ہیں کہ اس قدر گھبرا گئے ہیں اور سامان سمیٹ رہے ہیں؟" جوگی نے کہا "کم بختو! تم نہیں جانتے یہ مہاتما کیا چیز ہیں' ان جیسا پورے ہندوستان میں نہیں' اگر میں نے ان کا حکم نہ مانا اور اپنا بوریا بستر نہ لپیٹا تو جو کچھ میں نے ان سے حاصل کیا ہے وہ سب کچھ چھین لیں گے' جلدی سے سامان سمیٹو اور نکلو۔"

ایک اور واقعہ یہ معروف ہے کہ۔

ایک ہندو جوگی جس نے بہت سے مجاہدے کئے تھے لیکن حقیقت سے وحدت حاصل کرنے سے محروم تھا وہ بڑی آس اور بڑے یقین کے ساتھ آپ کے حجرہ مبارک کے سامنے آیا لیکن آپ اس وقت حجرے کا دروازہ اندر سے بند کئے ہوئے محو حق تھے۔ اس جوگی نے اپنے وشواس اور گیان کے مطابق آپ کے حجرے کی دہلیز پر بوسہ دیا اور توجہ کی' اسی لمحے اسے مطلوبہ مقام حاصل ہو گیا اور نہایت خوشی کے ساتھ اس نے سر اٹھا کر "الکھ" پکارا اس کی خوشی دیکھ کر قریب ہی ڈیرہ لگائے ہوئے ایک سید زادے فقیر کو رشک آیا جو کہ عملیات کا ماہر تھا' اس سید زادے نے توجہ کی اور پوری قوت کے ساتھ جوگی پر عمل کا وار کر کے وہ نعمت اس سے چھین لی اور جوگی خالی ہو گیا ابھی وہ سید زادہ اپنی فتح پر خوش ہوا ہی تھا کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے حجرے کا دروازہ کھلا اور آپ بڑے جلال میں باہر تشریف لائے۔ مذکورہ جوگی وہیں موجود تھا' اسے درشن ہوئے تو اس نے دست بستہ سر جھکا دیا لیکن آپ اس کی جانب متوجہ نہ ہوئے اور سیدھے اس سید زادے کے پاس آئے اور نہایت جلال کے ساتھ فرمایا "ہندو کی جیب کاٹتے ہوئے سید زادے کو شرم تو نہیں آئی؟ اگر تو سید زادہ نہ ہوتا تو تجھے زندہ زمین میں گاڑ دیتا۔ اس غریب کی چیز اسے واپس کر دے ورنہ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے سب کچھ اسے دے دوں گا" سید زادے نے توجہ کی اور وہ نعمت جو چھینی تھی جوگی کو واپس لوٹا دی اور معافی کا خواستگار ہوا۔

اولیاء اللہ کے کردار سے یہ بات واضح ہے کہ وہ تجرید و تفرید کے اس اعلیٰ مقام پر ہوتے ہیں جہاں ظاہری مذہبی تعصب' قومیت کے دم چھلے اور ظاہر پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اولیاء اللہ تمام نوع انسانی سے اس لئے شفقت فرماتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے عشق کرتے ہیں وہ رب جو رب العالمین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ اپنا نام و نسب و قومی تشخص ہر چیز خدائے واحد کی ذات میں فنا کر دیتے ہیں' وہ ظالم کے مخالف اور مظلوم کے طرفدار ہوتے ہیں اور یہی سنت اللہ اور سنت الرسولؐ ہے' حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ فرماتے ہیں "عرفان ہی ایمان ہے" یعنی ناسوتی لوگوں میں کفر

وایمان کی بحث محض ایک سطحی مصلحت ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ظالم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا کہ اس کی حمایت میں اس کے ہم مذہب لوگ فساد میں کود پڑیں۔ ظالم ظالم ہے خواہ اس کا نام رام بھگت ہو کہ عبدالرحیم، تعلق داریاں اور قومیں ناسوتی لوگوں کی زنجیریں ہیں اہل تجرید و تفرید اس شرک خفی سے بہت دور ہوتے ہیں۔ ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے طریقے میں تجرید اس لئے ہے کہ جو شخص تجرید میں کامل ہو جائے وہ جلد مراد کو پہنچ جاتا ہے۔ خواجگان بزرگوار رحمہ اللہ کے طریقے میں اسے کندن اور پیوستن یعنی چھوڑنا اور ملنا کہتے ہیں"

اگرچہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے اپنے مریدین پر سخت مجاہدے اور مکمل ترک دنیا فرض قرار نہ دیا تھا اور نگاہ عنایت سے مقامات اعلیٰ توجہ روحانی سے عطا فرماتے تھے لیکن انفرادی طور پر ان کا عالم ایسے ہی تھا جیسا کہ ولی عہد شاہجہانی لکھتے ہیں کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ حضور اور ترک و تجرید کے لئے کامل تاہل اختیار کرنے کو نہیں کہتے تھے اگرچہ آپ نے تمام دنیاوی تعلقات چھوڑ رکھے تھے اور تفرد و تجرد آپ پر عیسیٰ بن مریمؑ کی طرح غالب تھا"۔

حضرت ابوالفضل ختلیؒ کا قول اقدس ترک و تجرید کے بارے میں معروف ہے کہ:-

"دنیا ایک دن کی ہے اور اس دن ہم نے روزہ رکھا ہے"

یہ اولیاء اللہ کی شان ہے کہ ان میں بعض نکاح سے بے نیاز رہے ہیں کیونکہ وہ یاد حق میں اس قدر محو رہتے ہیں کہ ہر حال میں حرمت ستر قائم رہتی ہے۔ اولیاء اللہ میں سے جنہوں نے نکاح سے بے نیازی اختیار کی ہے ان کی حکمت کے بارے میں شیخ المشائخ حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ اسرارہ فرماتے ہیں۔

"اس زمانہ میں ایسی بیوی ملنا ناممکن ہے جو حاجت سے زیادہ اور فضول و محال چیزوں کی طلب کے بغیر اچھی رفیقہ حیات ثابت ہو۔ اسی بنا پر مشائخ کی ایک جماعت مجرد رہنے کو پسند کرتی ہے، ان کا عمل اس حدیث پر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

خیر الناس فی آخر الزمان خفیف الحاذ

آخر زمانہ میں وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جو خفیف الحاذ ہوں

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ خفیف الحاذ کیا ہے؟ فرمایا۔

الذی لا اهل له ولا ولدله وہ لوگ ہیں جن کی نہ بیوی ہو نہ بچے نیز فرمایا سیروا سبق المفردون، دیکھو اکیلے لوگ تم پر سبقت لے گئے۔"

کشف المحجوب، حضرت داتا گنج بخشؒ، مترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی صفحہ ۵۱۹، مدینہ کمپنی کراچی

ثانوی مباحث

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میاں میر صاحب قدس اللہ اسرارہ عالم روحانیت کے ایسے محقق ہیں کہ آپ کی زبان حق ترجمان سے ادا ہونے والے ارشادات سے بہت سے ایسے مسائل پر روشنی پڑتی ہے جو ازمنہ قدیم سے مابعد الطبیعیات کا موضوع رہے ہیں۔ اسی طرح آپ کے طریق سے ایسے بہت سے معاملات کی وضاحت نہایت اعلیٰ سطح پر ہوتی ہے جس کا تقاضا علمائے ظاہر سے نہیں کیا جا سکتا۔ ابتدائی مباحث سیرت کے بعد ثانوی مباحث سیرت میں حقیقت الروح، سلوک و جذب، عمل بحیثیت علم تخلیقی، تصور بیخودی اور سماع جیسے مسائل پیش کئے جاتے ہیں کہ ان سے حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ کے روحانی محققانہ کردار کی عظمت کا ادراک قدرے آسان ہو جاتا ہے۔

حقیقۃُ الروح ولیعہد شاہجہانی "سکینۃُ الاولیاء" میں لکھتے ہیں۔

"ایک دن کچھ عالم لوگ آپؒ کی خدمت میں موجود تھے "التعظیم لامر للہ الشفقتہ علیٰ خلق اللہ (امر الٰہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت ضروری ہے) کا ذکر آیا تو حضرتؒ نے ایک عالم شخص سے اس کا مطلب دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا "امر خدا کی تعظیم یہ ہے کہ جو امر ہو اسے بجا لایا جائے اور خدا کے بندوں پر مہربانی کی جائے۔" فرمایا "کیا اس سے کوئی اور بہتر مفہوم ہو سکتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا

"آپ اپنی زبان مبارک سے فرمائیے" آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کا امر روح ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

قل الروح من امر ربی

(آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے)

پس اس کی تعظیم یہ ہے کہ روح کو یاد حق سے غافل نہ ہونے دیا جائے اور خطرات نفس کو رفع کیا جائے اور خلق سے مراد خلقت یعنی اعضاء جوارح مراد ہیں، پس اعضا و جوارح پر شفقت یہ ہے کہ شرع کے خلاف کوئی ناشائستہ فعل سرزد نہ ہو اور انسان لذات دنیا کا حریص نہ بنے تاکہ یہ خلقت عذاب عاقبت میں گرفتار نہ ہو جائے اور اس آیہ کریمہ کے بموجب قل الله ثمر ذرهمه فی خوضهم یلعبون (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے) حق سبحانہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو غیر کی طرف توجہ کرنے سے منع فرماتے ہیں تاکہ غیر کی توجہ سے فارغ ہو کر ہمیشہ اس اسم (اللہ) میں مشغول رہیں۔[1]"

مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ روح انسانی کی حقیقی طلب اور غذا اللہ تعالیٰ کے اسم ذات اللہ کا ایسا ذکر ہے جو بصورت غلبہ ہو اور جس میں نہ صرف یہ کہ غیر اللہ کی جانب خیال نہ جائے بلکہ ماسواء قعر عدم میں متحقق ہو جائیں جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ اسرارہ، کا معروف ارشاد ہے کہ "تصوف کا مقصد یہ ہے کہ روح کو اس مقام پر واپس لایا جائے جہاں وہ یوم الست کے دن تھی" اور یہی شیوہ صوفیاء ہے۔

اسی ضمن میں چند ایک نظری مسائل پر بھی نظر رہنی چاہئے کہ یہ روح کیا چیز ہے؟ اس کا مقدم و موخر کیا ہے؟ اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیا یہ مخصوص روح صرف انسانوں میں پائی جاتی ہے یا اس کا امکان دیگر مخلوقات میں بھی جائز ہے؟

حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ اسرارہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کشف المحجوب" میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ "روحیں لشکر پیوستہ ہیں تو جو اس کی معرفت کی کوشش کرتا ہے، وقت ضائع کرتا ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ غلطی پر ہے" اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبی المختار نے تقدیر کی طرح روح کے

---

[1] سکینۃ الاولیاء، و یعد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۵۹،۵۸

معاملے میں بھی بحث کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ دونوں پر ایمان بالغیب واجب ہے اور ان کی حقیقی معرفت کا ذریعہ گفتگو نہیں بلکہ جہد و عمل ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ ایک حکایت یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں محو سفر تھا کہ راستے میں اس نے ایک فقیر کو ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے دیکھا جو اپنا سر گھٹنوں میں دیئے ہوئے محو تھا۔ مسافر نے اس فقیر سے کہا کہ میں شہر تک کتنی دیر میں پہنچ جاؤں گا؟ فقیر نے سر اٹھا کر کہا "معلوم نہیں" جب وہ مسافر چل پڑا اور چند قدم ہی آگے بڑھا ہو گا کہ فقیر نے آواز دے کر کہا کہ "تم تین دن میں شہر تک پہنچ جاؤ گے" اس مسافر کو فقیر کی اس بات پر تعجب ہوا' اس نے فقیر سے کہا کہ "جب میں نے پہلے تم سے پوچھا تھا تو تم نے کہا تھا کہ معلوم نہیں' اب کیسے معلوم ہو گیا؟" اس فقیر نے جواب دیا "میں نے تمہاری رفتار نہیں دیکھی تھی تو کیسے بتاتا کہ تم کتنی دیر میں پہنچ جاؤ گے اب دیکھ لیا ہے کہ تمہاری رفتار کیا ہے سو بتا دیا ہے"۔

جو شخص اپنی کوشش کی آنکھوں سے اپنی تقدیر کو نہیں دیکھتا وہ اپنے ان امکانات سے محروم رہ جاتا ہے جو خالق قدر و قضا نے اس کے لئے مقرر کئے ہیں یہی معاملہ روح کا ہے کہ جس شخص نے کثرت ذکر حق کے ذریعے اپنے نفس کی زنجیریں کاٹ کر روح کی طمانیت کا رخ روشن نہیں دیکھا' جو شخص خلاف نفس روح کی حمایت میں اس قدر سرگرم عمل ہی نہیں ہوا کہ اپنے وجود میں روح کو نفس پر غالب کر دے اس کے لئے روح محض ایک لفظ ہے اس سے زیادہ وہ روح کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔

نظری طور پر روح کے بہت سے معنی ہیں۔ روح "جاَن" کو بھی کہتے ہیں جس سے جاندار چلتے پھرتے ہیں چنانچہ اسی رعایت سے متکلمین نے "روح حیوانی" "روح انسانی" اور "روح ملایکہ" کی تراکیب تراشی ہیں۔ درحقیقت روح نوع انسانی کا خاصہ ہے جو روح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں پھونکی ہے اور جس کے باعث ملائکہ نے سجدہ کیا ہے وہ روح دیگر مخلوقات میں نہیں ہے۔ چنانچہ جب تک انسانوں میں نفس امارہ کا غلبہ رہتا ہے انسان بھی دیگر جانداروں کی طرح ایک جاندار ہے جسے قرآن حکیم نے "جانوروں سے بدتر" قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان ہو کر روح حیوانی میں مقید رہنا انتہائی ناقدری رحمت حق کی بات ہے۔ زندہ روح یعنی روح کا دیگر قوائے نفسیہ و عقلیہ پر غلبہ ایک بہت بڑا وسیلہ ہے جس کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ روح کی پہچان نفس کے مغلوب ہونے سے پہلے ناممکن ہے۔ روح اور تقدیر انسانی کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دیگر موجودات کے مقابلے میں آزاد اور صاحب ارادہ پیدا کیا ہے لیکن جسم و روح کے اتصال اور انجام کے معاملات اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں چنانچہ انسان مجبور بھی ہے اور مختار بھی ہے۔ عمل کے لحاظ سے آزاد ہے لیکن عمل کے

حقیقی اور مطلوبہ نتیجے کے اعتبار سے مجبور ہے کیونکہ روح کی کامیابی وفور اخلاص اور اللہ تعالٰی کے فضل عظیم ہی سے ممکن ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے اعضاء کو رعیت سے مثال دے کر ایک بہت بڑے اصول کی تشریح فرمائی ہے کہ دراصل روح انسانی وجود میں ایک قدر معصومیت ہے جس پر نفس امارہ کی ستم کاری جاری رہے تو رعیت جسم تباہ ہو جاتی ہے چنانچہ انسان کو چاہئے کہ اپنے جسم پر ترس کھائے اسے جہنم کی آگ سے بچائے، ذکر الٰہی کی غذا سے روح کو قوی کرے اور وجود پر غلبہ روح کے بعد امر حق کا عارف ہو، قوائے انسانی کی معرفت کا یہی ایک طریقہ ہے ورنہ محض گفتگو ایک لاینحل معاملہ ٹھہرے گا۔ جب روح مقام قلب کے شہباز میں بقا حاصل کر کے محو پرواز ہو گی تو واجد الحق ہو گی یہی وہ انسانی روح ہے جس کے باعث ملایکہ سجدے میں گر گئے تھے۔ روحانی تجربے کے بغیر، روح، قلب، قرب، اور فضیلت انسانی محض لفظ ہیں۔ از روئے الغزالیؒ۔

"اس سلسلے میں الغزالیؒ نے یہ کہا ہے کہ معرفت کے لئے "وجد" ضروری ہے ورنہ کوئی بھی شخص روحانی تجربے تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ الغزالیؒ کے مطابق انسان کے جسم میں اللہ نے روح پھونکی ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے سورج اپنی شعائیں باہر کی طرف پھینکے اور ان اشیاء کو حرارت ملے جن پر یہ شعائیں پڑیں۔ روح کا کوئی حجم یا شکل صورت نہیں مگر جسم پر اسی طرح حکومت کرتی ہے جیسے اللہ تعالٰی دنیا پر۔ اس روح کا امتیازی وصف اس کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالٰی نے بھی "کن" ہی سے کائنات کو تخلیق کیا تھا لہٰذا خدا کائنات میں جاری و ساری نہیں بلکہ اس کے حکم سے یہ کائنات معرض وجود میں آئی ہے۔

الغزالیؒ کے مطابق وجود کی تین سطحیں ہیں۔

۱۔ عالم الملک، جس میں حواس کے ذریعے کائنات کا ادراک ہوتا ہے، اس کائنات کا جو ہر دم تغیر پذیر ہے۔

۲۔ عالم الملکوت، تغیر ناآشنا اور لازوال حقیقت کی وہ دنیا جو خدا کے حکم سے عالم وجود میں آئی۔ مادے کی دنیا دراصل اسی لازوال حقیقت کا محض ایک عکس ہے۔

۳۔ عالم الجبروت، یعنی وہ درمیانی صورت جو ہے تو عالم الملکوت کے دائرے میں مگر نظر عالم الملک کے دائرے میں آتی ہے۔ انسانی روح

اس درمیانی منطقے کی شے ہے جو درحقیقت تغیرنا آشنا اور لازوال حقیقت سے منسلک ہے مگر بظاہر عالم الملک کی گرفت میں ہے، تاہم آخر میں وہ (یعنی روح) لازوال حقیقت کی طرف لوٹ جاتی ہے[1]"۔

اگرچہ روح اپنی خلقت میں حادث ہے لیکن اپنی ماہیئت میں "ذہن" کی طرح لامکانی ہے کیونکہ یہ وجود کے کسی ایک حصے میں نہیں بلکہ پورے وجود میں سرایت ہے، اس حیثیت میں روح "جان" کے معنوں میں ہے لیکن جب یہی روح وجود پر حقیقی حاکم بن کر مقام قلب کا آئینہ بن جائے اور لکڑی میں آگ کی طرح یا لوہے میں آگ کی طرح لکڑی یا لوہے کی بجائے آگ کی صفت کا اظہار کردے تو یہ حقیقی معنوں میں امر خدا ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کا امر خدا کی صفت ہے نہ کہ غیر، اسی مشابہت کی وجہ سے بعض لوگ نظری بحث میں گمراہ ہو کر روح کو قدیم مانتے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ روح کے ارتقائی مراحل ہی روح کی منازل کا تعین کرتے ہیں چنانچہ یہی روح جب انسان کامل سے ظاہر ہوتی ہے تو اس کی کیفیت اسی امرالٰہی کی طرح ہے جیساکہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ "اللہ کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا سو ہو جاتا ہے"۔

تصوف میں روح محل ارادت ہے اسی لئے علم تصوف کا ایک نام "روحانیت" بھی ہے یعنی تصوف انسان کے ارادے کو اللہ تعالٰی کے ارادے اور رضا کے اس قدر عین مطابق بنا دیتا ہے کہ تقدیر، عظمت انسانی کی گرد پا کو بھی نہیں چھو سکتی جب انسان مظہر نور خدا بن جاتا ہے تو قدر و قضا بہت پیچھے رہ جاتے ہیں علامہ اقبالؒ نے انہی معنوں میں کہا ہے کہ۔

ترے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ تقدیر و قسمت انسانی کو جامد تصور نہیں کرتے بلکہ روحانی ارادت کو جوش میں لانے کا پیغام دیتے ہیں جس سے ناسوتی تقدیریں نابود ہو جاتی ہیں۔ ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

"حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ سعدیؒ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے

خوی بد در طبیعتی کہ نشست
نرود جز بوقت مرگ از دست

(بری عادت جب کسی کی طبیعت کا حصہ بن جائے تو وہ مرنے پر ہی ساتھ چھوڑتی ہے)

اس شعر کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ موت طبعی موت نہیں کیونکہ

---

[1] تصورات عشق و خرد، ڈاکٹر وزیر آغا، صفحہ ۵۹، ۶۰، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور

بعض مشائخ کبار ایسے بھی ہیں جو توبہ کرنے سے پہلے لوٹ مار اور دیگر
برے کاموں میں مشغول رہے لیکن توبہ (ارادت) کر لینے کے بعد ان
کا شمار کامل اولیاء میں ہوا۔ اب یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ بری عادت
موت تک ساتھ نہیں چھوڑتی معاذ اللہ تم ایسا اعتقاد نہ رکھنا۔ پس یہ
سمجھ لو کہ اس موت سے نفس اور جسمانی خواہشات کی موت مراد ہے
جیسا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

موتوا قبل ان تموتوا

(مرنے سے پہلے مر جاؤ)

سالک کا کام نفس اور جسمانی خواہشات کو مارنا ہے پس اس طرح جب
تک انسان اپنے نفس کو نہیں مارتا اور آرزوؤں اور خواہشوں کو
ترک نہیں کرتا بری عادت اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ یہ بات اچھی
طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اولیاء اللہ کی موت ان کے نفس کی موت
ہوتی ہے اور نفس کی موت کے بعد انہیں ابدالاباد کی زندگی حاصل
ہوتی ہے[1]"

اصلاح نفس اور غلبہ روح کے بعد ہی نفس کی پہچان ممکن ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا" روح کی حقیقت سے حقیقی معنوں میں وہی لوگ متعارف ہو سکتے ہیں جو روح کو ایک معصوم شخصیت کی طرح ہر لحظہ اپنی ذات میں محسوس کریں۔ یہ جوہر لطیف شخصی تعین سے ماوراء نہیں ہے کہ روح کو محض ایک عنصر غیر متعینہ سمجھا جائے۔ حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ اسرارہ فرماتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو اللہ تعالیٰ کے
حکم سے آتی جاتی ہے۔ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم فرماتے ہیں کہ شب
معراج میں نے حضرت آدمؑ صفی اللہ، یوسفؑ صدیق موسیٰ کلیمؑ اللہ،
ہارونؑ حلیم اللہ، عیسیٰؑ روح اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم
السلام کو آسمانوں پر دیکھا بلاشبہ وہ ان کی ارواح مقدسہ تھیں۔ اگر
روح شئے عرضی ہوتی تو از خود قائم نہ ہوتی اور اسے ہستی و وجود کی
حالت میں نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اگر وہ عرضی ہوتی تو اس کے وجود کے
لئے کوئی مقام درکار ہوتا۔ تاکہ عارض اس مقام میں قیام کرے اور

[1] سکینۃ الاولیاء، ویعد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۱۱۱

وہ مقام اس کا جوہر ہوتا اور جواہر مرکب و کثیف ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ روح کے لئے جسم لطیف (شخصیت) ہے جبکہ وہ صاحب جسم ہے تو اس کا دیکھنا بھی ممکن ہے۔ خواہ دل کی آنکھ سے ممکن ہو یا سبز پرندوں کی شکل میں یا صف بستہ لشکری کی صورت میں جن سے وہ آئیں اور جائیں"[1]۔

صاحب الروح کہلانے کے قابل وہی لوگ ہیں جن کے جسموں میں روح بمنزلہ دوست عزیز ہو نہ کہ خادمہ نفس، اہل استقراء کہتے ہیں کہ روح رے واؤ اور حا سے مرکب لفظ ہے رے سے مراد رویت حق کی قابلیت، واؤ سے مراد وودویت یعنی دوستی اور حا سے حکم الٰہی ہے الغرض وجود انسانی ایک میدان کربلا ہے جس میں روح حسینؓ اور نفس یزید پلید کی حیثیت رکھتا ہے اس میدان کارزار میں داد شجاعت دیئے بغیر روحانیت حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ روح و نفس کے میدان کربلا میں جذبہ حسینیؓ کے ساتھ فاتح ہیں۔

شاہ میانمیرؒ بالاپیر است — کربلائے عشق را شبیر است
معنیٔ سردفترِ عرفانِ حق — لوحِ استفسار را تعمیر است
لرزہ بر اندام بزمِ شرقیاں — حلقۂ آفاق را تکبیر است
آں پناہِ اہلِ حرمت اہلِ رزم — صد جنوداں یک نگہ را تیر است
صف بہ صف آید سپاہ قادری — گردشِ دوراں دمِ شمشیر است

سلوک و جذب ولی عہد شاہجہانی "سکینۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں۔

"ایک دن ملا عبدالحکیم سیالکوٹی حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ حضرتؒ فرما رہے تھے کہ "خداوند تعالیٰ کو پانے کے دو طریقے ہیں، پہلا جذبہ ہے کہ حق تعالیٰ یکبارگی بندے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اسے اپنے میں واصل کر لیتا ہے۔ دوسرا طریقہ سلوک ہے اس سے مراد ریاضت و مجاہدہ ہے یعنی کسی بزرگ کا دامن پکڑنے سے بھی حق تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اس طریقے میں پہلا مقام "ملکوت" ہے جب سالک ریاضت و مجاہدہ کر کے اس مقام پر یعنی عالم ملکوت کے کشف کے مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا پیر، جس نے اسے شغل کا طریقہ بتایا ہے اسے جنگلوں میں بھیج دیتا ہے کہ جنگل یا باغ میں تنہا مشغول ریاضت رہے تاکہ مخلوقات سے بے تعلق ہو جائے

---

[1] کشف المحجوب، حضرت داتا گنج بخشؒ، مترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی، صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵ مدینہ کمپنی کراچی

اور ان سے اجتناب کرنے لگے اور خالق کا اسے قرب حاصل ہو جائے" ملا عبدالحکیم یہ سن کر کہنے لگے کہ اس طریقے سے نماز باجماعت تو ادا نہیں ہو سکتی" آپ نے فرمایا "تعجب ہے کہ تم ایسی بات کہہ رہے ہو مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اول نماز کی تحقیق کرے اور حضور قلب حاصل کرے تاکہ اس کی نماز درست ہو جائے کیونکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے کہ جب تک حضور قلب نہ ہو گا اور نماز کی حقیقت کو نہ سمجھے گا، نماز باجماعت سے اسے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اگر نماز کے طریقے واقعی جان لے اور اسے حضور قلب حاصل ہو جائے تو وہ نماز باجماعت نماز سے بہتر ہے۔ ہم جب جنگل میں مشغول ذکر ہوتے ہیں تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نماز باجماعت ادا نہ ہو۔ ہمارے اصحاب جو ادھر ادھر جا کر درختوں کے نیچے یا گوشوں میں مشغول ذکر ہوتے ہیں نماز کے وقت سب ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور نماز باجماعت ادا کرتے ہیں"[1]۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحب" کو اللہ تعالیٰ نے بلاد ہند میں نائب غوث الاعظم اور مظہر ذات تجلیات غوثیت ماب بنا کر پیدا کیا تھا چنانچہ آپ نے نہایت مقام حقیقت پر بھی شریعت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا بلکہ دور آخریں میں شریعت کو قائم رکھتے ہوئے منازل حقیقت کو رہنما بنایا تاکہ اولیائے ہند پر حجت قادریت قائم ہو جائے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحب" نے جس قدر اعلیٰ مجاہدات اور مشغولیت حق کا اعلیٰ معیار قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ نماز باجماعت کا اہتمام فرمایا ہے وہ در حقیقت بلاد مشرق میں آپ کے امام تصوف ہونے پر ناطق ہے ورنہ آپ صرف ذوق کی درنگی اور احوال کی سچائی کے علاوہ دیگر شرعی قیود کو جائز قرار نہ دیتے جیسا کہ بعض اولیائے سابقین میں صداقت احوال ہی قدر طریقت رہی ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحب" نے دیگر اولیائے کرام" کی طرح احوال باطنی کے ساتھ ہم آہنگی عقل و شعور پر اس قدر زور دیا ہے کہ آپ کے بعض مریدین اگر کسی بے حال امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنے کو اپنے احوال کے لئے ناقص تصور کرتے تھے تو آپ انہیں اجازت دیتے تھے کہ چاہیں تو انفرادی نماز ادا کریں اس ضمن میں آپ کے ایک مرید کا واقعہ "سکینۃ الاولیا" میں درج ہے کہ جو ولی کامل اور صاحب کشف و کرامات تھے، مسجد میں قیام کے باوجود مسجد کے پیش امام کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے تھے جس کے باعث مسجد کے پیش امام کو پرخاش ہو گئی تھی چنانچہ ایک روز اس مولوی نے

---

[1] سکینۃ الاولیاء، داراشکوہ، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۶۶،۶۵

حضرت سیدنا میانیرؒ کے حضور شکایت پیش کی۔ آپ نے فرمایا "اس کا معاملہ ہمارے ساتھ ہے" معاملہ اس قدر ہے کہ پراگندہ خیال پیش امام مسجد اس قابل نہیں ہوتا کہ کسی صاحب حال کی نماز کی امامت کرے۔ طریقت میں یہ کفران نعمت ہے جس کی سزا لازما" صاحب حال درویش کو ہی ملتی ہے کیونکہ وہ کلف ہے جبکہ پراگندہ حال امام مسجد اس کا کلف نہیں کیونکہ محاسبہ علم اور مقام کے مطابق ہوتا ہے۔

اہل سلوک کی عبادت و اذکار اہل علم سمجھ سکتے ہیں لیکن اہل جذب و مستی کے احوال اور عبادات سوائے اہل سلوک کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ سید المجاذیب صحابی رسولؐ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ اپنے احوال روحانیہ کے اس قدر مکلف تھے کہ ان کی عبادات اور طریقے کو بعض معاصر کبھی نہ سمجھ سکے لیکن اعتراض کرنے کی جرات اس لئے نہ ہوئی کہ آپ صحابی رسولؐ تھے اور حضورؐ کی زبان سے حضرت ابوذر غفاریؓ کی تعریف و توصیف سے ساری دنیا آگاہ تھی۔

"جس طرح آج اسلام کی مختلف شاخیں اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اسی طرح طائفہ مجاذیب و بہالیل جو فقراء کی مشہور جماعت ہے اس کی سنگ بنیاد و خشت اول قرن صحابہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ تھے[1]"۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی ظاہری وضع منتشر تھی۔ راہ چلتے تلاوت قرآن کرتے رہتے تھے جہاں آیت سجدہ آتی فورا" بغیر جگہ کی نوعیت دیکھے سجدے میں گر جاتے۔ اہل سطوت پر اعتراض کرتے تھے کہ شرعی زکواۃ ناکافی ہے اس سے زیادہ ادا کرو ورنہ جہنم میں جاؤ گے۔ آپ اپنے مقامات معلیٰ میں اس قدر راسخ تھے کہ صحابہ کبارؓ حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ بھی آپ سے بحث نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے اگر حضرت عمر فاروقؓ کی زبان سے بوجہ غایت غیرت احوال کلام فرمایا ہے تو حضرت ابوذر غفاریؓ کے ذریعے صداقت احوال کی حجت پیش کی ہے۔ اصحابؓ رسول ایک دوسرے کے مقام کو خوب پہچانتے تھے چنانچہ مقربین بارگاہ رسولؐ آپس میں کبھی معترض نہ ہوئے۔ اگر اہل سلوک و صحو و مستی کے لئے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ تربیت رسولؐ کا لاثانی شاہکار ہیں تو حضرت ابوذر غفاریؓ اہل جذب و مستی پر حجت ہیں۔ اہل جذب و مستی دنیائے معروض کے سامنے ایسی تحقیق اپنے احوال سے لاتے ہیں جو اگرچہ منضبط قلم و قرطاس نہ ہو لیکن وہ اللہ تعالی کا اعلان ہوتی ہے۔ اہل صحو سے اللہ کا جمال و کمال اور اہل جذب و مستی سے اللہ کا جلال ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے انفاق فی سبیل اللہ کے معاملے میں جو اجتہاد آج سے صدیوں پہلے اپنے احوال اور تحقیق کی صداقت سے کیا تھا آج پوری دنیا زبان حال سے اسی منزل کی

---

[1] حضرت ابوذر غفاریؓ" از مولانا سید مناظر احسن گیلانی، صفحہ ۱۱۳، نفیس اکیڈمی کراچی

متلاشی ہے کہ سونے چاندی اور روپے پیسے کو معاشروں میں گردش کرتے رہنا چاہئے اور زکواۃ کی مقدار سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عشق کی سطح پر ہمت کرنی چاہئے جیسا کہ حضورؐ اور صحابہ کبارؓ کی سنت رہی ہے۔

"حضرت ابوذرؓ کا اصرار جو کچھ بھی تھا وہ محض چاندی سونے کی حد تک محدود تھا اور اس کا منشا بھی وہی تھا کہ یہ دونوں چیزیں بیکار رکھ چھوڑنے کی نہیں ہیں اور اس میں ایسی کونسی بات ہے جسے ہم فطرت اسلامی پر ظلم قرار دے سکتے ہیں؟ بہرحال میں بتا چکا ہوں کہ حضرت ابوذرؓ تدین و تمدن دونوں اعتبار سے کنز کو غیر مفید سمجھتے تھے اور اس پر آیت قرآنیہ، احادیث نبویہؐ نیز اصول اسلامیہ سے روشنی ڈالتے تھے لیکن کعب احبار نے مسئلہ کی لم کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منشاء کے موافق نہ سمجھ کر اور یہ خیال کر کے کہ مطلقاً" مال جمع کرنے کو (حضرت ابوذرؓ) حرام کہتے ہیں اعتراضات کر دیئے، اور اس پر طرہ یہ کہ یہ (کعب احبار) بیچارے صحابی بھی نہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایمان لائے تھے اور اعتراض بھی کیا تو اس شخص پر جس پر عام صحابیوں کو بھی نکتہ چینی اور اعتراض کی ہمت مشکل ہی ہوتی ہے۔

الغرض مجموعی طور سے یہاں پر کچھ ایسی باتیں جمع ہو گئیں کہ حضرت ابوذرؓ کا غصہ تھم نہ سکا اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی چھوٹا آدمی کسی بڑے آدمی پر ناسمجھی کے ساتھ اعتراض کرتا ہے اور پھر بطور پوچھنے کے نہیں بلکہ الزام دینے کے لئے تو یقیناً" آدمی بے اختیار ہو جاتا ہے خصوصاً" جب اس میں مجذوبیت کی بھی کچھ لٹک پائی جاتی ہو۔

نتیجہ یہ ہوا کہ (حضرت ابوذرؓ) جواب وغیرہ تو کیا دیتے وہیں بھرے دربار (دربار خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفانؓ) میں حضرت ابوذرؓ نے سونٹا اٹھا کر (کعب احبار سے) کہا "او یہودی! یہ کیا باتیں بناتا ہے؟" کعب احبار نے دیکھا کہ معاملہ بگڑتا ہوا نظر آتا ہے کہیں حضرت ابوذرؓ سونٹا رسید نہ کر دیں، بیچارے بھاگے۔ حضرت ابوذرؓ کب چھوڑنے والے تھے، غصہ بھڑکا ہوا تھا، یہ بھی لاٹھی لئے ہوئے ان کے

پیچھے روانہ ہوئے۔ وہ (کعب احبار) بھاگتے جاتے تھے اور یہ کچھ برا بھلا کہتے ہوئے تعاقب کرنے لگے۔ اخیر میں تھک کر کعب احبار، حضرت عثمانؓ کی طرف بڑھے اور اپنے کو ان کی پشت مبارک پر ڈال دیا مگر حضرت ابوذرؓ وہاں بھی پہنچ ہی گئے، کہ گو حضرت عثمانؓ کو وہ خلیفہ ضرور سمجھتے تھے لیکن اپنا بھائی اور ساتھی بھی تو خیال کرتے تھے غرض پہنچ کر آپ نے ایک سونٹا چلا ہی دیا۔ عام روایت تو یہی ہے کہ وہ مجذوبی لاٹھی کعب ہی پر پڑی لیکن بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اچٹ کر حضرت عثمانؓ کی پشت پر جا کر ٹھہر گئی۔ ممکن ہے کہ ایسا ہو گیا ہو کہ اس قسم کی دھینگا مشتیوں میں یہ کوئی بعید نہیں لیکن منقول نہیں کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر اس سے کوئی بل بھی آیا ہو اور کس طرح آ سکتا تھا وہ خلیفہ کیا بلکہ اس زمانہ میں ایشیاء اور افریقہ کے سب سے بڑے بادشاہ تھے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی جانتے تھے کہ ابوذرؓ بھی ایک ایسے طائفہ کا سرخیل اور سلطان ہے جس کی گالیوں اور لاٹھیوں پر دنیا کے ہزاروں بادشاہ اپنے زروجواہر نثار کریں گے اور پھر انہیں حسرت رہ جائے گی کہ حق ادا نہ ہوا۔[۱]"

اگر اہل سلوک حقیقتاً صاحبان صحو ہوں تو وہ کبھی مجاذیب کی توہین یا ان کے احوال کی صداقت سے انکار نہیں کرتے جس طرح حضرت عثمان بن عفانؓ نے کیا اسی طرح اگر اہل جذب و مستی اپنی مستی میں رفیع الدرجات ہوں تو کبھی اہل سلوک پر معترض نہیں ہوتے جس طرح حضرت عثمان بن عفانؓ نے جب حضرت ابوذر غفاریؓ کو عمائدین ریاست کی ممکنہ بغاوت کے خدشہ سے مدینے سے ہجرت کر جانے کے لئے کہا تو آپ نے سر تسلیم خم کر دیا جس سے حضرت عثمانؓ کے مخالفین نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا کہ وہ اگر حضرت عثمانؓ کے خلاف ہماری قیادت کریں تو علم بغاوت بلند کریں گے لیکن حضرت ابوذر غفاریؓ سے زیادہ مقام عثمان بن عفانؓ کو کون جانتا تھا آپ نے سرکشوں سے نہایت جلال کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"مجھ پر یہ بات ہرگز نہ پیش کرو، دیکھو! اپنے بادشاہ کو ذلیل و رسواء نہ کرو! میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جس نے اپنے بادشاہ کو ذلیل و رسواء کیا اس کے لئے توبہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم، عثمانؓ

---

[۱] حضرت ابوذر غفاریؓ، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، صفحہ ۲۰۷، ۲۱۰، نفیس اکیڈمی کراچی

مجھے اونچی سے اونچی لکڑی یا بلند سے بلند پہاڑ پر بھی چڑھا کر اگر پھانسی دے دیں گے تو میں اسے مانوں گا۔ ان کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دوں گا۔ صبر کروں گا اور خدا سے اس صبر پر ثواب کی امید رکھوں گا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر عثمانؓ ایسا کریں گے تو میں اپنے لئے اسی کو بہتر سمجھوں گا۔ اسی طرح اگر عثمانؓ آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک مجھے دوڑنے کا حکم دیں گے' یا جہاں سے آفتاب اگتا اور جہاں جا کر ڈوبتا ہے اس کے درمیان میں مجھے چلنے کا امر کریں گے تو میں اسے مانوں گا' سنوں گا' بجا لاؤں گا اور صبر کروں گا اور اس صبر پر خدا سے ثواب کی امید رکھوں گا اور اپنے حق میں اسی کو بہتر خیال کروں گا"[1]

علمائے ظاہر مجاذیب کے احوال کو کیا سمجھیں گے اہل ظاہر تو اہل سلوک و صحو سے بھی الجھتے ہیں کیونکہ جب علم کے نصیب میں منزل عمل نہ ہو تو وہ عذاب الٰہی بن جاتا ہے جس کی نحوست کا لازمی و بدیہی اثر علمائے ظاہریہ پر یہ ہوتا ہے کہ اہل سلوک و صحو پر معترض ہو کر عذاب محشر کے استحقاق کی حجت اپنے آپ پر لازم کرتے ہیں۔

اہل صحو و سلوک پر بھی جذب و کیف کی واجدانہ حالت طاری ہوتی ہے لیکن وہ بہ امر الٰہی ہوش و حواس سے یکسر بیگانہ نہیں ہوتے جبکہ اہل جذب و مستی پر کوئی شرعی حد قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ حدود شرعی عقل و شعور ظاہری سے بحث کرتی ہیں۔ سلوک و جذب میں کونسی رغبت بہتر ہے اس میں اہل تصوف کی متعدد آراء ہیں جس کا ماحصل یہی ہے کہ صحو و سکر کسی کے اپنے اختیار کی بات نہیں ہے یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ کس کے ذریعے کیسی تحقیق سامنے لاتا ہے درحقیقت اہل سلوک و جذب دونوں گروہ محققین روحانیہ ہوتے ہیں۔ اہل سلوک کے اعمال و افعال کی نسبت مشرب اہل سلوک کی طرف ہوتی ہے جبکہ اہل جذب و مستی کے افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کے افعال سے ہوتی ہے۔ اوتاد' ابدال اور اقطاب میں یہ دونوں رغبتیں اور تاثیریں مجمع البحرین کی طرح ساتھ ساتھ ملتی ہیں ان کے خوارق جذب و مستی سے تعبیر ہوتے ہیں اور فروغ فیضان روحانیہ سلوک سے عبارت ہوتا ہے چنانچہ غوث الاغواث حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ نے جب ایک عیسائی راہب کے دلائل کافرہ کو رد کرنے کے لئے مردے کو زندہ کیا تو "قم باذنی" کہا یعنی "میرے حکم سے اٹھ" یہاں انائے حق تعالیٰ میں بقا در بقا کے مقام کا اظہار فرمایا اور مقام جذب و سکر سے مردے کو زندہ کر دیا۔ آپ نے "قم باذن اللہ" نہیں کہا۔

---

[1] حضرت ابوذر غفاریؓ' مولانا سید مناظر احسن گیلانی' صفحہ ۲۴۲ر ۲۴۳' نفیس اکیڈمی کراچی

اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو اس لئے وسیلہ بنا کر مبعوث کیا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کا اس طور تزکیہ کریں کہ ان کے وجود تجلیات ربانی سے آباد ہو جائیں اور انائے انسانی انائے مطلق سے اس طور مطلع ہو کہ بشری و ملکی صفات محو ہو جائیں اور اللہ ہی اللہ رہ جائے جیسا کہ ارشاد ہے کہ "جب فقر تمام ہوتا ہے تو اللہ ہی رہ جاتا ہے" "قم باذنی" مقام ولایت معلیٰ ہے چنانچہ عروج جذب حق میں بھی کسی ولی اللہ کے منہ سے یہ نہیں نکلا کہ "انا نبی اللہ" بلکہ۔

"حضرت شیخ حسین بن منصورؒ نے انا الحق" کہا شیخ بایزیدؒ کی زبان پر "سبحانی ما اعظم شانی (میں اپنی پاکیزگی بیان کرتا ہوں میری شان کتنی بلند ہے) آیا اور شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ لیس فی جبتی سوی اللہ (میرے جبے میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں) بول اٹھے اور حضرت شیخ عبدالقادر قدس اللہ سرہ' کی زبان سے قدمی ھذا اعلیٰ رقبتہ کل ولی اللہ (یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر) ظاہر ہوا۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ میں خود اپنی ذات میں حق ہوں۔ ان اولیاء اللہ کی بلند مرتبہ نظر اس وجود لا محدود پر پڑی ہے اور جب انہوں نے اپنی ذات کو اس بے حد لا انتہا اور بے پایاں وجود میں فنا کیا ہے تو اس صورت میں جب وہ اپنے آپ کو "حق" کہتے ہیں تو اس سے خداوند تعالیٰ کا وجود مطلق ہی مراد ہوتا ہے ان کی نظر میں (خود اپنی ذات نہیں بلکہ) اس ذات لامحدود کا نقشہ ہوتا ہے الحمد اللہ علی کل حال (ہر حالت میں خدا کا شکر ہے) کہ ہم فقیروں کا مشرب اسی مرتبہ عالیہ کو پہنچتا ہے جو اس طریقے میں بوجہ احسن میسر آتا ہے اور بدرجہ اتم اس کی تکمیل ہوتی ہے"۔[1]

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت سیدنا غوث الاعظم نے "قم باذن اللہ" کہہ کر مردے کو زندہ کیا ہے وہ آپ پر بہتان لگاتے ہیں "قم باذنی" ولایت' خرق استغراق اور بقادر بقائے ذات حق کی شہادت ہے اور اسی پر اہل تصوف قادریہ کا اجماع ہے کہ آپ نے "قم باذنی" کہہ کر مردے کو زندہ کر دیا۔

جملہ سلاسل طریقت کے تمام احوال و ترغیبات بشمول سلوک و جذب یعنی صحو و سکر اور رویت و القاء والہام کا کوئی راستہ دعویٰ نبوت کی طرف نہیں جاتا۔ حضرت غوث الاعظمؒ پر جو القاء و الہام ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ سے ہمکلامی فرمائی وہ بھی آپ کی رفعت شان

---

[1] سکینۃ الاولیاء' داراشکوہ شاہجہانی' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۲۲۳' ۲۲۴

اور ولایت معلیٰ کی شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔

ابلیس لعین اس ولایت معلیٰ سے حسد کرتا ہے چنانچہ مذکورہ الہامات سے حسد کرتے ہوئے مرزا قادیانی لعنتہ اللہ علیہ نے جھوٹا دعویٰ نبوت کر دیا کیونکہ وہ اہلسنّت کے طریق اور تصوف کی حقیقی غایت اور مقامات سلوک و جذب سے جاہل مطلق تھا اور اس کا تعلق غیر مقلدین کے گروہ سے تھا اور فرنگی نے اس کی پیٹھ ٹھونکی تھی چنانچہ مردود اور غرق جنہم ہوا۔

ختم نبوت کا نوع انسانی پر ایک احسان یہ بھی ہے کہ اب تمام نوع انسانی کسی نئی نبوت کے اقرار و انکار کی آزمائش سے مبرا ہے۔ اعمال ظاہریہ کے لئے شریعت محمدؐیہ اپنی وسعت و جامعیت میں حتمی حیثیت رکھتی ہے جس کی ارتقائی اور علمی و فقہی نوعیت بمع روحانی واردات و احوال کے اصحاب رسولؐ سے منقول ہے۔ درحقیقت فقہ کا دارومدار اصحاب رسولؐ کے اجماع و اجتہاد پر ہے۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے کسی جامد شکنجے میں اصحاب کو گرفتار کر کے تعلیم نہیں دی بلکہ ہر شخصیت کی فطری خوبیوں اور اوصاف کے ذریعے نمود ذات کا موقع دیا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ "میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے"۔ اصحاب کبار خلفاء راشدینؓ اہل سلوک و تصوف کے امام ہیں' حضرت داتا گنج بخشؒ نے اصحاب کبارؓ اور اہل بیعت اطہارؓ کو ائمہ طریقت قرار دے کر اہل مشرق کی کامل رہنمائی فرمائی ہے۔ چنانچہ تصوف کی ہر رغبت اصحاب رسولؐ اور ان کے تربیت کردہ تابعین و تبع تابعین سے علمی و احوالی طور پر ثابت ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ تک پہنچنے والے تمام حسب سب سے زیادہ معتبر ہیں کیونکہ یہ سلسلہ حسب اویسی شدت کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے"۔ اور یہ کہ "میں اور علیؓ ایک ہی نور سے ہیں"۔ جسے آپ کی نسبت حاصل ہو گئی وہ مظہر العجائب کی تجلیات کا عارف ہو گیا۔ آپ کے زیر قدم اولیاء اللہ اور اصفیاء و اتقیاء کا مقام حدود قرطاس و قلم میں نہیں سماتا۔ تجلیات جذب و سلوک کے امام الائمہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

مظہر العجائب نگاہِ مرتضیٰ مولا علیؓ ہے سیفِ جوہردار
مظہر العجائب ستونِ عرش کو چھوتا ہے دستِ حیدرِ کرار
مظہر العجائب امامت اہلِ عرفاں کی ہے شیوۂ سخا ان کا
مظہر العجائب وہ دیدار خدائے لم یزل کے مظہرِ انوار
مظہر العجائب سرِ خاک درِ حیدرؓ شفائے قلبِ مسلم ہے
مظہر العجائب کہ ہے گہوارۂ نورِ نبیؐ تربیتِ کردار

مظہر العجائب ہے زورِ بازوئے حیدرؓ سے جبریلؑ امیں حیراں
مظہر العجائب وہ بابُ العلمِ شہرِ علم و حکمت صاحبِ اسرار
مظہر العجائب حریمِ خلوتِ خیر الانامؐ انکی نشستِ خاص
مظہر العجائب سرِ جلوت وہی ناموسِ امت کے ہیں پہرے دار
مظہر العجائب شبِ درویش میں مُحبِ علیؓ مولا چراغِ نور
مظہر العجائب پیامِ صبحِ فقرِ انبیاءؑ کے وارثِ مختار
مظہر العجائب محبانِ علیؓ ابنائے رزم دل نہ کیوں ٹھہریں
مظہر العجائب کہ خود شیرِ خدا مشکل کشا ہیں بر سرِ پیکار

عمل بحیثیت علم تخلیقی اولیاء اللہ میں سے جن بزرگوں نے تحریر و تصنیف اور شعر گوئی کی ہے اس سے ان کا مقصد تصوف کے طریق کی محققانہ جہت کو واضح کرنا نیز گروہ صوفیاء کے بارے میں مفسدین کی منفی آراء اور قیاس باطلہ کو رد کرنا اور عوام و خواص کو حقیقی منزل زندگی سے آگاہ کرنا تھا۔ اس کے علاوہ اس حقیقت کو ثابت کرنا بھی ان کی تصانیف کا سبب تھا کہ طریق صوفیاء کو تواتر کے ساتھ عہد اصحاب رسولؐ کی روایت اور تربیت و حجت سے ثابت کیا جائے اور اس حقیقت کی وضاحت کی جائے کہ طریقت صوفیاء الطریقت الرسولؐ پر مبنی ہے اور یہ طریق نہ صرف کہ بدعت و توضیح جدید نہیں بلکہ شریعت کے حقیقی مطالب کو سامنے لاتی ہے اور نیز یہ کہ صوفیانہ واردات روحانیہ کے بغیر حقائق و دقائق کی تحقیق محض زبان کا جمع خرچ ہے جس کا اعمال صالحہ سے کوئی تعلق نہیں۔ باوجود اس قدر کاوش و جہد و جہد تصنیف کے جملہ صوفیاء مصنفین یہی کہتے اور لکھتے آئے ہیں کہ معرفت کا بیان عین معرفت نہیں ہے کہ معرفت حیطہ اظہار لسانی سے ماوراء ایک واجدانہ قدر روحانیہ ہے۔

اولیاء اللہ میں سے وہ بزرگان دین جنھوں نے تصوف پر کتب تصنیف نہ کیں بلکہ واردات روحانیہ کے بارے میں الحاقی و حاشیہ نگاری سے بھی احتراز کیا اور ان کو بیان کرنے کی طرف مطلقاً متوجہ نہ ہوئے ان کی خاموشی کا مقصد بھی خیر تھا تاکہ ظاہر پرست حقیقت عارفین کا انکار کر کے آزمائش میں مبتلا نہ ہوں اور ان پر غضب الٰہی جوش نہ کرے۔ انہی اولیائے کرام میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا شمار ہے۔ آپ نے نہ کوئی تصنیف لکھی نہ شعر گوئی اختیار کی اور نہ کسی کتاب صوفیاء کی شرح و تقدیم رقم فرمائی۔ چند ایک تذکرہ نگاروں نے چند ایک اشعار حضرت میانمیر صاحبؒ سے منسوب کئے ہیں لیکن کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے چنانچہ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ کا شوق شعر گوئی کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ البتہ آپ کے مریدین میں سے بعض نہایت اعلیٰ درجے کے فارسی صوفی شعراء ہوئے ہیں جن میں حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ حضرت سیدنا

میاںمیر صاحبؒ علوم روحانیہ کے ساتھ ساتھ علوم ظاہریہ میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اس لئے وہ اکثر اوقات بعض شعراء کے کلام سے استدلال کرتے ہوئے اشعار پڑھتے تھے تاکہ سامعین معاملے کو دل نشین کر لیں لیکن بذات خود وہ شعر گوئی سے کوئی شغف نہ رکھتے تھے بلکہ ضرورت سے زیادہ ایک لفظ بھی زبان پر نہ لاتے تھے۔ آپ کے نزدیک علم محض کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ حاضرین و مریدین کو حسن عمل کی تلقین فرماتے تھے اور درستگی احوال کے پیش نظر متقدین کی کتب کے مطالعے کے لئے بھی نہ کہتے تھے البتہ علوم شریعت و فقہ کی تحصیل آپ نے خود بھی بدرجہ اعلیٰ کی اور متعدد مریدین کو بھی تحصیل علم کا حکم ارشاد فرمایا۔ ولیعهد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

"حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ حضرت سید الطائفہ شیخ جنید قدس اللہ سرہ' اور حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے طریقے کے مطابق شرع شریف کی پیروی کرتے تھے۔ جس بات کا سمجھنا دوسروں کے لئے مشکل ہوتا ہو وہ کبھی آپ کی زبان سے نہیں نکلتی تھی۔ حوصلہ آپ کا بڑا تھا۔ یاروں کو کچھ کہنا ہوتا تو اشارے سے کہتے۔ دوسرے لوگوں کو اشارہ بھی نہیں کرتے تھے' فرماتے تھے "اگر کام کیا جائے تو پوشیدہ باتیں خود بخود عیاں ہو جاتی ہیں ۔ کام نہ کیا جائے تو معمولی بات کا سمجھنا بھی مشکل ہوتا ہے" وہ لوگ جنہوں نے کتابوں میں اسرار بیان کئے ہیں۔ ان پر آپ کو یہ اعتراض تھا کہ جو چیز حال کے مطابق ہے اس کے لکھنے اور پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں' اس سے یہ ہوتا ہے کہ لکھنے والے کو ملامت اور انکار کا نشانہ بننا پڑتا ہے اور طالب حق طلب و کوشش سے باز رہ جاتے ہیں' تحریر میں وہ جو عمر صرف کرتے ہیں اپنے شغل میں کیوں کوشش نہیں کرتے اور اپنے اصل کام کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے۔

حضرتؒ کمال و فضیلت کے باوجود اپنے اقوال کو احاطہ تحریر میں نہیں لائے' نہ شعر کہے' آپ جس وقت بعض آیات' احادیث اور اکابر کے مشکل اشعار کے معنی سمجھاتے تو تمام علماء فضلاء اور حاضرین حیران رہ جاتے۔ حضرت میاں جیوؒ یہ نہیں پسند کرتے تھے کہ کوئی انہیں خط لکھے"۔

حضرت سیدنا میاںمیر صاحبؒ زبدہ محققین تھے۔ آپ اولیائے متقدمین کی طرح عقائد اسلامیہ

ے سکینۃ الاولیاء' ولیعهد شاہجہانی' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۸۴، ۸۵

کے روحانی تجزیئے اور واجدانہ تحقیق کو سامنے لائے اور عمل کے ذریعے علم کو تحقیقی و تخلیقی سطح پر بیان کیا اور فیضان نگاہ سے سلیم الفطرت علماء کو درجات روحانیہ عطا فرما کر درجہ تحقیق پر استوار کیا۔

عمل کے بحیثیت علم تخلیقی ہونے پر نظری بحث گزشتہ صفحات پر گذر چکی ہے چنانچہ اس کے اعادے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن یہ امر واقعی ہے کہ حضرت میاں میر صاحبؒ جس طرح مشاہدہ الی المجاہدہ کے قانون کو تحقیق کے ساتھ اپنے مریدین کی طبائع میں راسخ کرتے تھے اس طرح وہ علم جو محض معلومات حافظہ ہو ان کے نزدیک پر کاہ کی حیثیت بھی نہ رکھتا تھا۔ حسن عمل پر محویت و اشغال کی شدت کا دارومدار یہاں تک تھا کہ اگر آپ کے حلقہ ارادت کا کوئی شخص جہد و عمل شاقہ میں غفلت کا مرتکب ہوتا تو کشائش کے بعد جلد ہی اس کا واسطہ تنگی نفس سے پڑتا گویا اس مجاہدانہ طریق میں یہ امر بدیہی تھا۔ حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ فرماتے ہیں "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے مشائخ و اصحاب کو تنگی اور کشادگی نفس سے اکثر سابقہ پڑتا تھا لیکن جب سے مجھے یہ سعادت (وحدت حقیقت الحقائق) حاصل ہوئی ہے مجھ کو اور میرے اصحاب کو کبھی تنگی کی کیفیت محسوس نہیں ہوتی اور میرے طریقے میں تو کسی قسم کی تنگی ہے ہی نہیں" حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ نے حضرت سیدنا میاں میرؒ کے طریق میں اس قدر جانفشانی اور جانبازی دکھائی کہ بدرجہ تحقیق اعلیٰ سے نئے امکانات تربیت حاصل کئے چنانچہ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ نے حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ وہ اپنے مریدین کو چاہیں تو اپنے طریق تدریجی سے مشغول بحق کریں اور چاہیں تو حضرت کے مخصوص طریقے پر مشغول کریں جس پر حضرت ملا شاہ بدخشانی نے آپ سے تربیت پائی تھی۔

حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ کے طریق حیات اور سیرت کردار پر تدبر کیا جائے تو حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے طریق تربیت اصحابؓ کے معارف کھل کر سامنے آتے ہیں۔ حضورؐ نے اپنے اصحاب کی روحانی تربیت جامد طریق سے نہیں کی بلکہ ہر صحابی کو نمود خودی اور فطری جوہر کے چمکانے میں رہنمائی کی اور اس قابل بنایا کہ اپنے فیصلے خود کر سکیں۔ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ نے بھی اپنے مریدین کی اس اعلیٰ اور فطری نہج پر تربیت فرمائی کہ وہ حقیقی معنوں میں محقق صائب الرائے اور صاحب شخصیت ہو گئے۔ حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ فرماتے ہیں۔

> "جو شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے وہ اچھی طرح قیاس کر سکتا ہے کہ وہ کیا ذات ہے! کیا ذات عزیز ہے! کیا ذات عظیم ہے اور کیا ذات خالق ہے کہ تمام کام اسی کی مرضی سے ہوتے ہیں اور تمام ہونے والی باتیں اسی کے سبب ظہور میں آتی ہیں اس کے سوائے اور کوئی نہیں۔ پس سعادت مند شخص وہ ہے جو کاموں کو اس سے متعلق سمجھے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر شخص کا دل اسی طرح کا ہوتا ہے جس طرح کے

اس کے معلومات ہوتے ہیں چنانچہ عالموں کا دل علم اور اس کے مطالب یعنی مسائل عالم سے عبارت ہے۔ زاہدوں کے دل میں زہد تقویٰ خوف دوزخ آرزوئے بہشت اور حصول مقصد پر عمل پیرا ہونے کی تمنا ہوتی ہے۔ عارفوں کا دل یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ انہیں معلوم ہے اسے دیکھیں کہ کیا ہے؟ (زہے نصیب) کیا خوب ہے ان کا علم اور کیا اچھے ہیں ان کے معلومات! اور کیسے (بلند مرتبہ) ہیں وہ اہل علم! وہ شخص سعادت مند ہے جو اس علم سے معلوم تک پہنچا ہو اور جب معلوم پر اس کی نظر پڑے تو وہ اپنے آپ کو دل سے ہٹا دے اور معلوم سے وابستہ ہو جائے گویا حقیقی ہستی میں مبدل جائے اس صورت میں جس کے ساتھ وہ اپنے دل کو وابستہ کرتا ہے، خود وہی ہو جاتا ہے اور اس کا جسم اور دل و جان ایک ہو جاتے ہیں۔ جب کسی صاحب شعور، جو قطرے کی مانند ہے کی نظر ناپیدا کنار سمندر پر پڑتی ہے تو وہ قطرے ہی میں مقید کیوں رہے، جب تک (اپنی ہستی سے) واقف نہیں، وہ قطرہ ہی ہے جب وہ اس شے واقف ہو جاتا ہے تو قطرے سے خلاصی پا لیتا ہے۔ اس کا جزوی علم، کلی علم میں تبدیل ہو جاتا ہے بلکہ جہاں وہ پہنچتا ہے وہاں علم اور جہل کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔[1]"

تصوّرِ بیخودی ہر وہ روحانی تجربہ جو صدق احوال پر مبنی ہو یعنی جس میں ذات و صفات الٰہی کا ایسا مشاہدہ شامل ہو جو بشری صفات کے انقطاع اور نورحق سے نورحق کا عرفان رکھتا ہے الہیات کی تحقیقات میں ایسے ہی اضافہ کا باعث بنتا ہے جیسے کسی سائنس دان کی کوئی تخلیقی ایجاد سائنسی ایجادات میں اہمیت حاصل کرتی ہے۔ اہل قول و مقال ساحل کے تماشائی ہوتے ہیں اقرار و انکار دونوں حقیقت سے بعید اور غیر متحقق ہوتے ہیں بقول علامہ اقبال۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

روحانی تجربہ جس یوم الست کی بازیافت کرتا ہے اس کی کیفیت اولیاء اللہ میں قریب قریب ایک جیسی ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اہل تصوف حقیقت زندگی اور غایت واجدانہ میں باہمی طور پر اختلاف نہیں کرتے لیکن ہر تجربے کی ارتقائی نوعیت منفرد ہوتی ہے کیونکہ ہر خودی یا انا منفرد ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں اور وہ اپنی ہستی میں احد ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ

---

[1] سکینۃ الاولیاء، و یعد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷

نے اپنی تمام تخلیقات میں احدیت کی ایسی جلوہ نمائی فرمائی ہے کہ کوئی دو چیزیں ایک جیسی نہیں بنائیں اسے ہی کثرت میں وحدت کی جلوہ نمائی قرار دیا جاتا ہے چنانچہ روحانی تجربے کے ارتقائی ارتقاع کے معاملے میں نظری انفرادیت صوفیاء میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے اہل تصوف کا یہ کہنا ہے کہ "حق تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے ہی ذرائع (روحانی تجربے) ہیں جس قدر نفوس انسانی ہیں۔"

خودی انائے متعینہ اور بیخودی انسان کی انائے محدود پر اللہ تعالیٰ کی انائے لا محدود کی اس تجلی کو کہتے ہیں جس سے انسانی خودی، انا، روح یا آتما بحر ذات حق کی لا محدوددیت کا عکس بن کر ابھرتی ہے۔ انسانی انائے متعینہ کی بیخودی دراصل اللہ تعالیٰ کی خودی ہے۔ اس معاملے کی وضاحت میں ابن عربیؒ امام غزالیؒ، مولائے رومؒ اور علامہ اقبالؒ نے نہایت عمیق مباحث بیان کئے ہیں جس کی اصل میں اتحاد اور فروع میں کہیں کہیں اختلاف پایا جاتا ہے جو انفرادیت کا خاصہ ہے۔

از روئے تصوف بیخود وہ ہے جس کے وجود سے غیر اللہ اور ماسواء اللہ کے تمام اثرات محو ہو جائیں۔ اس درجہ اعلیٰ معلیٰ کی عظمت اور رفعت و شان کے بارے میں اولیاء اللہ میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے صوفیاء اہل صحو و سلوک ہوں یا صاحبان جذب و مستی ان کی غایت بیخودی ہی ہے لیکن اس مقام ارفع کی معروضی تعبیر اور وضاحت کے معاملے میں صوفیاء آپس میں شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ اسرارہ، اور آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ صوفیاء یہ حکم دیتے ہیں کہ مقام بیخودی بفضل تعالیٰ حاصل ہو جائے تو اُس کی ارتقائی توجیہات پر گفتگو کی ممانعت ہے ایسے شخص کو خاموشی کی شراب نوش کرنی چاہئے اور اپنے استغراق سے دل بہلانا چاہئے اسرار الٰہی کی حفاظت اور حرمت وحدت کے لئے زبان کو گونگا کر دینا چاہئے کیونکہ جو شخص اسرار وحدت کو بیان میں لائے گا وہ جس سے بھی بیان کرے گا اس شخص کی خودی کا اثبات اور خدا کی حقیقی خودی کا انحراف کرے گا کیونکہ اصل سامع اللہ کی ذات ہے۔ جب ارض و سماء میں اللہ ہی اللہ مشاہدے میں آگیا ہے تو مخاطب غیر کی حقیقت موہوم ہے۔ یہ گروہ کہتا ہے کہ معرفت کا بیان معرفت نہیں ہے بلکہ بیان معرفت ہے اور بیان معرفت سے بہتر ہے کہ شریعت اور طریقت کو بیان کیا جائے جبکہ حقیقت و معرفت کے معاملات پر گفتگو نہ کی جائے کیونکہ جو شخص اہل حقیقت و معرفت ہے اس سے گفتگو کی کوئی ضرورت نہیں اور جو شخص بے حقیقت اور بے معرفت ہے وہ گفتگو سے حقیقت و معرفت کو نہیں پہنچ سکتا چنانچہ دونوں طرح سے معرفت پر گفتگو عارفانہ فعل نہیں ہے بلکہ محض دیوانگی ہے۔

اس کے مقابل دوسرا گروہ جو حضرت حسین بن منصور حلاجؒ سے دلیل لاتا ہے یہ نظریہ رکھتا ہے کہ اہل وصل حق کو اپنی نہج وجد پر گفتگو کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہئے اس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں اول یہ کہ اہل وصل حق کا جلال ظاہر ہوتا ہے دوم یہ کہ اہل ظاہر علماء کی

بودی اور کھوکھلی شخصیت کو عوام پر قبضہ کرنے کی جرات نہیں ہوتی' سوم یہ کہ روحانی تجربے کی انفرادیت اہل حکمت اور اہل فلسفہ کے لئے مطالعے کا ذریعہ بن جاتی ہے جس سے انسانی نفسیات کے محققانہ اصولوں کو دیکھنے اور تجزیہ کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ چہارم یہ کہ نقلی صوفیاء جو تصوف کے نام پر فرعونیت کرتے ہیں میدان سے فرار ہو جاتے ہیں پنجم یہ کہ اہل ملامت کے دل کو تسکین پہنچتی ہے جو بے چارے صادق الاحوال ہونے کے باوجود ظاہر پرستوں کے طعنوں کے تیروں سے چھلنی ہوتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اہل فلسفہ کو تحقیق میں رہنمائی ملتی ہے اور نفسیاتی اصول وضع کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے ایک قرین قیاس عذر ہے لیکن اس میں نقص صرف اسقدر ہے کہ ہر گروہ کے اپنے اپنے تحقیقی اصول ہوتے ہیں' جس طرح اصول تفسیر قرآن کی مدد سے اصول فن عروض کی تحقیق بے معنی بات ہے اسی طرح فلسفیانہ اصولوں کے مطابق روحانی تجربے کے تجزیئے میں وہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں جو الغزالیؒ' ابن عربیؒ' مولائے رومؒ اور علامہ اقبالؒ کی طرح بیک وقت نسبت طریقت بھی رکھتے ہوں اور فلسفی بھی ہوں ورنہ مذکورہ قیاس مسترد کر دینے کے قابل ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ اسرارہ' کے طریق پر تھے چنانچہ آپ کے نزدیک اہل بیخودی کے لئے خاموشی تشکر انعام کا درجہ رکھتی ہے آپ کے نزدیک صاحبان بیخودی کو بھی اپنی گفتگو شریعت اور طریقت کے حصار میں رکھنی چاہئے ویعمد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

> "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حسین بن منصورؒ بے حوصلہ تھے' کہ اونچی بات ان کی زبان سے نکلی۔ اس گروہ (یعنی اہل وصال حق) کے بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر دریائے حقیقت کو پی بھی لیں تو خاموش رہیں اور کبھی جوش میں نہ آئیں[1]۔"

جب قطرہ خودی اللہ تعالیٰ کے بحر لامحدود میں فنا اور بقا حاصل کرنے کے بعد اپنی نوعی شخصیت یعنی ادعائے بیخودی پر اتر آتا ہے تو درحقیقت اہل سلوک اسے بے ادبی تصور کرتے ہیں کیونکہ کہنے والا "اناالحق" کسے کہہ رہا ہے؟ اصل سامع اور اصل وجود تو اللہ ہی کا ہے۔ اگر غیروں سے کہہ رہا ہے تو اس کے استغراق کی صداقت مجروح ہوئی اور اگر خدا سے کہہ رہا ہے تو بے معنی ہے کیونکہ دوسرا کوئی خدا نہیں بحکم "کہہ دیجئے کہ آپ کا پروردگار ایک ہی ہے" ادعائے بیخودی کرنے والا بحر محیط کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ اور اپنے انفرادی تعین سے سوائے ملامت دنیا کے کیا حاصل کر سکتا ہے؟ نہ اس سے بحر لامحدود کی جامعیت اور لاکنار ہستی پر کوئی اثر ہے نہ واجد کے درجات میں یہ

---

[1] سکینۃ الاولیاء' ویعمد شاہجہانی' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۸۷

عمل صدق میں اضافے کا باعث ہے چنانچہ درحقیقت ادعائے بیخودی سوائے جنون و دیوانگی کے اور کچھ نہیں جس کا دعویٰ حال صادق لیکن عمل باطل ہے۔ حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ نے بہت نازک بحث کی ہے، فرماتے ہیں۔

"جب بحر محیط سے مراد محیط کل ہے تو سمندر کے ایک قطرے کے نقصان (یعنی دعویٰ تعین ذات در استغراق) سے سمندر کو کیا نقصان ہو سکتا ہے اور پھر جب عالم سے مراد کل زمین آسمان عرش، کرسی اور ہزاروں لاکھوں ایسے عرش اور کرسیاں (قلوب المومنین) ہیں تو یہاں چیونٹی کے پاؤں کو ضرر پہنچنے (یعنی دیوانگی دعوی انا) سے عظمت اور بزرگی والی دنیا کو کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ یہ عظمت و بزرگی کے باوجود اس صاحب حقیقی کے بے نہایت، بے پایاں اور بے حد وجود کے سامنے (کہ اس طالب کی ہزار جانیں اس کی قدرت پر فدا ہوں) وہی نسبت رکھتی ہے جو ایک چیونٹی کا پاؤں ساری موجودات کے مقابلے میں رکھتا ہے، کیوں؟ اس وجہ سے کہ مذکورہ موجودات اپنی عظمت اور بزرگی کے باوجود حد اور انتہا رکھتی ہیں لیکن اس (اللہ) بزرگ و برتر کے وجود کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے۔

وَھُوَ لَامَحْدُوْدَ وَھُوَ لَانِہَایَتَہ لَہٗ

(نہ وہ محدود ہے اور نہ کوئی اس کی انتہا ہے)

نیز شرع شریف میں بھی ایسا ہی ہے پس معلوم ہوا کہ سب چھوٹی بڑی چیزیں (اناہائے خودی) موجود ہیں، اس وجود لا محدود کے مقابلے میں بمنزلہ عدم ہیں۔ پس مومن ہو یا کافر بہشت ہو یا دوزخ سب محدود ہیں۔ اسی طرح بہشت کی لذتیں اور دوزخ کے عذاب بھی محدود ہیں"[1]

سماع تمام کائنات آپس میں متحد، متوازن اور ایک الٰہی قانون کے مطابق گردش میں ہے، ایک غیر مرئی برقی لہر نے اس کائنات کے ورق ورق کو بصورت شیرازہ کتاب باندھ رکھا ہے ورنہ یہ بکھر جائے۔ یہ پر اسرار لہر کیا ہے اور اس کی ماہیت کیا ہے کہ جس سے موسموں کا تغیر اور اجزائے موجودات تحلیل ہوتے اور نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ اس پر اسرار شے کا حقیقی نام کسی نے تجویز

---

[1] سکینۃ الاولیاء، ویعد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۲۲۲

نہیں کیا البتہ ہر گروہ اپنے خاص تقاضوں کے پیش نظر اسے کوئی نا کوئی نام دیتا ہے۔ اہل شعر و ادب اسے "روح کائنات" کہتے ہیں۔ اہل موسیقی اسے "سور" اور سر کہتے ہیں۔ اہل مصوری اسے "رنگ" کہتے ہیں۔ اہل فلسفہ اسے "کشش" کہتے ہیں۔ اہل مذہب اسے "امر" کہتے ہیں اور اہل تصوف سب سے زیادہ محتاط ہیں اس لئے اس پر اسرار شے کو "راز" کہتے ہیں۔ حضرت امام الغزالیؒ "آداب و احکام سماع و وجد" کے ابتدائیے میں لکھتے ہیں۔

"جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز بھی ہے جو (دیگر کائنات میں سرایت ہونے کے ساتھ) آدمی کے دل میں ایسے ہی نہاں ہے جس طرح کہ لوہے اور پتھر میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے (حالانکہ بظاہر نہ لوہے میں آگ دکھائی دیتی ہے اور نہ پتھر کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے اندر آگ چھپی ہوئی ہو گی لیکن) جونہی پتھر پر لوہے کی ضرب پڑتی ہے وہ چھپی ہوئی آگ ظاہر ہو جاتی ہے اور صحرا میں پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح اچھی اور موزوں آواز ہر دل میں جنبش پیدا کر دیتی ہے اور اس میں ایک کیفیت ظہور پذیر ہو جاتی ہے جو بالکل بے ساختہ ہوتی ہے اور آدمی کو اس پر کچھ اختیار نہیں ہوتا اور مناسبت کے سبب سے کہ جوہر آدمیت کو عالم علوی سے ربط ہوتا ہے جسے عالم ارواح کہتے ہیں (یہ کیفیت ظہور میں آتی ہے کہ عالم علوی درحقیقت) عالم حسن و جمال ہے اور حسن و زیبائی نام ہے تناسب و موزونیت کا اور ہر وہ چیز جو صفت تناسب سے مزین ہے وہ اس عالم جمال کی جھلک لئے ہوتی ہے[1]۔"

از روئے اسلام سماع مباح ہے لیکن جس طرح صوفیائے کرام بغرض مجاہدہ بہت سی جائز اور مباح چیزوں کو بھی ترک کر دیتے ہیں اور مخصوص حالات اور خصوصیت کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں اسی طرح سماع کو بھی بعض سلسلہ ہائے طریقت میں اہلیت کی بنیاد پر جائز قرار دیا جاتا ہے ورنہ اس سے منع کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ متعلقات سماع میں وجد اور وجد و رقص میں فرق یہ ہے کہ وجد یعنی قرب حق میں مقام وحدت کو پا جانا ہر درویش کی طبیعت میں شامل ہوتا ہے اور یہ وجد بغیر سماع بھی احوال و واردات صوفیاء کا ایک لازمی حصہ ہے جسے قرب حق نہیں وہ درویش ہی نہیں لیکن جب "وجد و رقص" ایک ساتھ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ مخصوص جنبش رقص اور حرکت ہے جو سماع کے دوران سامع کو حاصل ہوتی ہے۔ اصطلاحی طور پر وجد غم کو بھی کہا جاتا ہے چنانچہ اس

---

[1] نسخہ کیمیاء، ترجمہ کیمیائے سعادت، حجۃ الاسلام امام الغزالیؒ، مترجمہ پروفیسر غلام یزدانی صفحہ ۴۷۱۔

حقیقت کو لغوی و معنوی طور پر حضرت داتا گنج بخشؒ نے نہایت خوبصورتی سے یوں بیان کیا ہے۔

"واضح رہنا چاہئے کہ وجد و وجود دونوں مصدر ہیں' وجد کے معنی اندوہ وغم اور وجود کے معنی پانے کے ہیں جب دونوں کا فاعل ایک ہو تو بجز مصدر کے فرق کے اور کوئی فرق نہیں باقی رہتا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "وجد' یجد' وجود اور وجدانا" اور جیسے "وجد یجد وجدا" جس کے معنی اندوہ گیں کے ہیں۔"[1]

اہل ہمت و جامع الصفات دوران سماع واجد ضرور ہوتے ہیں یعنی حیطہ وجد میں ہوتے ہیں لیکن وجد و رقص کے ارتعاشات ان سے ظاہر نہیں ہوتے لیکن بیخود اور عاشق وارفتہ اپنے آپ کو دل میں پیدا ہونے والی کیفیت کے سپرد کر دیتے ہیں اور یہ ان کے لئے درست ہے وہ جنبش و رقص کرتے ہیں اور سر الٰہی سے مطلع ہوتے ہیں۔ اختیاری اور شعوری رقص کی اسلام میں کوئی اصل منقول نہیں ہے لیکن بیخودی میں جنبش و حرکت و رقص مباح ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں۔ حضرت امام الغزالیؒ لکھتے ہیں۔

"حضورؐ کے یہ الفاظ سن کر کہ "اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں" حضرت علیؓ بے اختیار رقص کرنے لگے اور کئی بار زمین پر پاؤں مارے جیسے کہ شادی و نشاط کی صورت میں عربوں کی عادت ہے"۔[2]

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اور آپ کے مریدین سماع سے شغف رکھتے تھے اور دوران سماع چہرہ ہائے اقدس سورج کی طرح روشن اور دفور وجد سے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے اور آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود ظاہری جنبش و رقص پر غالب رہتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے۔ حضرت میانمیر صاحبؒ اور آپ کے مریدین نے کبھی اپنے اختیار و ارادہ سے قوالوں کو طلب نہ کیا نہ فرمائش کر کے کوئی چیز سنی نہ سماع متواتر اختیار کیا۔ سکینۃ الاولیاء میں ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

"حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ سماع بھی فرماتے تھے۔ ہندی راگ کو خوب سمجھتے تھے اور اسے بہت پسند فرماتے تھے۔ قوال آتے تو ان سے سماع فرماتے لیکن ایسا نہیں کہ قوال ہمیشہ ان کے پاس رہیں یا انہیں خود طلب فرمائیں۔ شریعت کی پیروی اور اپنے آپ پر ضبط ہونے کی وجہ سے وجد و رقص ہرگز نہیں کرتے تھے۔ سماع فرما کر جب کبھی

---

[1] کشف المحجوب' حضرت داتا گنج بخشؒ' مترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی' صفحہ ۵۷۹' مدینہ کمپنی کراچی

[2] نسخہ کیمیا' ترجمہ کیمیائے سعادت' حجتہ الاسلام امام الغزالیؒ' مترجمہ پروفیسر غلام یزدانی' صفحہ ۴۹۳

خوش ہوتے تو خوشی ان کے روئے مبارک اور چہرہ پر نور سے ظاہر ہوتی۔ ریش مبارک کے بال ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاتے اور چہرہ تمتما اٹھتا لیکن تمکین و وقار کا یہ عالم تھا کہ نہ کوئی حرکت صادر ہوتی نہ ہاتھ اٹھاتے۔

ابو بکر مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کے ساتھ تھا۔ قوالی ہو رہی تھی۔ ابوالحسن نوریؒ اٹھا اور رقص کرنے لگا۔ حضرت جنیدؒ بیٹھے ہوئے تھے' نوریؒ آپ کے سر کے قریب آیا اور کہا کہ "اٹھو!" اور یہ آیت پڑھی۔

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ

(جو سنتے ہیں وہ ضرور جواب دیتے ہیں)

حضرت جنیدؒ نے یہ آیت پڑھی۔

وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ

(تو پہاڑوں کو جامد سمجھتا ہے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں)

وہ لوگ جو سماع کرتے ہیں لیکن خاموش رہتے ہیں اور وجد کی کیفیت ان میں ظاہر نہیں ہوتی' یہ لوگ وقار و تمکین میں پہاڑوں کی طرح ہیں لیکن درحقیقت یہ عین وجد و رقص کی حالت میں ہوتے ہیں[۱]"

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت سیدنا میانمیر صاحب سے سماع و وجد کی اباحت و حرمت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے حضرت شیخ سعدیؒ کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

سماع ای برادر' بگویم کہ چیست ۔۔۔ اگر مستمع را بدانم کہ کیست
گر از اوجِ معنی پرد طیرِ او ۔۔۔ فرشتہ فرو ماند از سیرِ او
اگر مردِ لہو است و بازی ولاغ ۔۔۔ فزوں تر شود دیوش اندر دماغ

(اگر میں سماع کرنے والے کو جان لوں کہ وہ کون ہے تو اے بھائی میں تمہیں بتاؤں کہ سماع کیا ہے۔ اگر اس کا طائر خیال حقیقت کی بلندی سے پرواز کرے تو اس کی پرواز سے فرشتہ بھی عاجز آ جاتا ہے اور اگر اس کا مقصد محض لہو و لعب اور فریب کاری ہے تو اس سے اس کے دماغ کا شیطان قوی تر ہو جاتا ہے)

سلسلہ عالیہ قادریہ میں سالک جب تک مقامات سلوک و اذکار طے نہ کرے اس کے لئے سماع کی اباحت نہیں ہے کیونکہ سماع کا خاصہ اور شرط اولیں صدق احوال اور صفائے قلب ہے۔ جس کے

---

[۱] سکینۃ الاولیاء' و بعد شاہجہانی' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۸۷، ۸۸

دل میں غیر اللہ کا اثر باقی ہو اس کی سماع وقت کا زیاں اور طبع کی پراگندگی کے سواء کچھ نہیں لیکن اگر صادق الاحوال ہو تو خواہ صبر و تمکین رکھے یا جنبش و رقص کرے، جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ سماع کی سچی طلب کا ہونا بہت ضروری ہے سچی طلب کے بغیر سماع کرنا اہل نفاست کو پسند نہیں ہے۔

موجودہ دور میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس دور میں ایسے درویش نہیں رہے جو سماع کے لائق ہوں اور دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ سماع میں سازوں کا استعمال حرام ہے کیونکہ قرون اولیٰ میں سماع بغیر سازوں کے مباح تھی۔ یہ اعتراضات درست نہیں ہین۔ کوئی بھی عہد صاحبان صادق الاحوال سے خالی نہیں ہے اور سازوں کی حرمت سامع کی طلب صدق سے اباحت حاصل کرتی ہے چنانچہ موجودہ دور میں جو سازوں کے ساتھ قوالی ہوتی ہے اسے شرعی طور پر حرام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بقول شیخ الاسلام حضرت امام الغزالیؒ۔

> "حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن دو کنیزیں میرے سامنے دف بجا بجا کر گا رہی تھیں کہ حضورؐ اندر تشریف لائے اور دوسری طرف منہ کر کے بستر پر سو گئے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی وہاں آ پہنچے اور ان (کنیزوں) کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ "رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر میں مزمار شیطانی؟" حضورؐ نے فرمایا "اے ابوبکر! ان کو چھوڑ دو کہ آخر تو آج عید کا دن ہے" پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دف بجانا اور گانا مباح ہے اور شک نہیں کہ خود حضورؐ کے گوش مبارک میں اس کی آواز پہنچتی رہی ہے اور آپ کا خود اسے سننا اور ابوبکر صدیقؓ کو اس کے انکار سے منع فرمانا اس کے مباح ہونے کی صریح دلیل ہے۔[1]"

سالک کے لئے طلب صدق عید کے دن سے کم نہیں ہے چنانچہ صاحبان دل مصفا اس طرح سے بھی سماع کرتے ہیں جس طرح موجودہ دور میں سازوں کے ساتھ سماع رائج ہے۔ چنانچہ قادریہ مشرب میں سخت شرائط کے ساتھ سماع کی اجازت منقول ہے۔ ان شرائط میں عبور اذکار، صدق طلب، شیخ طریقت کی موجودگی اور ضبط و تمکین بہت اہم ہیں۔ ویعمد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

> "اکثر مشائخ الاماشاء اللہ سماع اور نغمہ و آواز کو پسند کرتے ہیں مثلاً حضرت سید الطائفہ شیخ جنیدؒ، حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاریؒ اور متعدد دوسرے متقدمین، حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ اور میرے شیخ ملا شاہ

---

[1] نسخہ کیمیا، کیمیائے سعادت، حجۃ الاسلام امام الغزالیؒ، مترجمہ پروفیسر غلام یزدانی، صفحہ ۴۷۴، ۴۷۵

سلمہ اللہ تعالٰی و ابقاہ' لیکن سلسلہ قادریہ اور طریقہ میاں جیوؒ میں رقص و وجد نہیں کرتے اور بعض مشائخ مثلاً" امام العارفین ذوالنون مصریؒ استاد الموحدین ابو سعید خرازؒ' ابوالحسین نوریؒ ابوبکر شبلیؒ' ابو الحسین دراجؒ' اور خواجہ قطب الدین اویسیؒ' تو وجد میں اپنے آپ کو بھلا بیٹھتے تھے۔ ابو حمزہ خراسانیؒ' ابوعلی رودباریؒ' ابو سعید ابوالخیرؒ اور صاحب کشف المحجوب حضرت علی ہجویریؒ' حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحم اللہ اور دوسرے متقدمین اور متاخرین مشائخ چشت مثلاً" حضرت شیخ فریدالدین شکر گنجؒ اور سلطان المشائخ نظام الدین دہلویؒ سماع فرماتے اور وجد و رقص کرتے تھے اور اسے جائز قرار دیتے تھے لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں یہ معمول نہیں۔

حضرت خواجہ (بہاء الحق) نقشبندؒ سے لوگوں نے سماع کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "میں سماع نہیں کرتا لیکن اس سے منع بھی نہیں کرتا۔ مشائخ میں سے ایک کا کہنا ہے کہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے وجدو رقص کرنے کی وجہ سے مجھے ان پر اعتقاد نہ تھا لیکن ایک مرتبہ عالم خیال میں دیکھا کہ میں ابو سعید ابوالخیرؒ کی مجلس میں موجود ہوں اور ابوسعیدؒ کچھ لوگوں کے ساتھ محو رقص ہیں اور ملایکہ کی آواز آتی ہے قوموا وارقصوا لله (اٹھو اور اللہ کے لئے رقص کرو!)

یہ کیفیت دیکھ کر میرا سب انکار جاتا رہا۔ یہ اس شخص کا حال ہے جس پر حق وارد ہوتا ہے اس سے اس کا حال متغیر ہو جاتا ہے۔ اس کا دل مسرور ہوتا ہے اور وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اب خواہ وہ سماع کرے یا وجد و رقص۔ یہ اس کے لئے مبارک ہے کیونکہ حال کی درستی اور مقامات کی بلندی اسے حاصل ہے اس کے علاوہ جو شخص اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اس کے لئے قوالی نہ سننا اور وجد نہ کرنا ہی بہتر ہے تاکہ وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔ اور وہ جو لوگ شیخان دہلی کی طرح ہوا و ہوس کی غرض سے اہل مجلس کا تماشا دیکھنے کے لئے وجد کرتے ہیں اور وجد و رقص ہی کے لئے دہلی سے چل کر لاہور آتے اور رقص کرتے ہیں اور اگر کوئی انہیں منع کرے تو رنجیدہ ہو جاتے ہیں' ان کے لئے یہ شغل حرام محض ہے۔"

ارتقائی مباحث

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہٗ کے جوش عشق حق نے انہیں ایسے مشکل مجاہدات سے گزارا کہ نفسی طور پر انہیں ان کی دقت اور مشکل محسوس نہ ہوئی' اس قدر اعلیٰ مجاہدات کہ جن میں حبس دم جیسا مشکل عمل شامل ہے جسے انہوں نے ساری زندگی ترک نہ کیا ان کی کرامات میں شامل سمجھنا چاہئے لیکن اس عمل اور ایسے ہی دیگر مجاہدات سے جو اصول واضح ہوتے ہیں وہ فکر و نظر کے لئے فکری' علمی' نفسیاتی اور عارفانہ جذبات کے تجزیئے کے ارتقاع کا باعث ہیں جن پر آج بھی اہل وجد و حال اور اہل حکمت غور و فکر کرتے ہیں اور اصول اخذ کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی سیرت اقدس سے پیدا ہونے والے ان ارتقائی مباحث میں حدیقہ عمر دراز' رویت حق پر آپ کے ارشادات' آپ کا تصور دعا' نظریہ استغفار' وجد و شعور اور تصرف اولیاء اللہ کے بارے میں آپ کے محکم فیصلے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

حدیقہٓ عمرِ دراز زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ارشاد ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات پسند نہ اتی کہ بچپن میں فوت ہو جاتا اور جنت میں جاتا بلکہ مجھے یہ بات محبوب ہے کہ جوان ہوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور نیکی کر کے شعور و عقل کے ساتھ بہشت میں جاؤں۔ کسی صوفی کا قول ہے کہ طویل العمر لوگوں کو بچوں کا ادب کرنا چاہئے کیونکہ ان کے گناہ کم ہیں اور بچوں کو چاہئے کہ طویل العمر لوگوں کا ادب کریں

کیونکہ ان کی نیکیاں زیادہ ہیں۔ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اہل عقل و شعور اپنی زندگی کو ایسے مقاصد کے ساتھ منسوب کرتے ہیں جو دائمی اور ہمیشہ رہنے والے مقاصد ہوں۔ دائمی مقاصد میں سب سے بڑا مقصد وہی ہے جس کی خاطر زندگی کو پیدا کیا گیا ہے کہ امانت عشق حق کی قدر کی جائے اور اس میدان میں کردار جوہردار پیش کیا جائے۔ اس کرہ ارض پر انسانوں کی زندگی انتہائی محدود ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ایک صدی سے زائد بھی عمر پائے تو جب یوم الحشر میں انسان کے نوری اور حقیقی قوائے عقل بحال ہونگے تو سمجھے گا کہ اس نے زمین پر محض آنکھ جھپکنے کی ساعت جیسا قلیل وقت گزارا ہے۔ اہل عقل و شعور نعمت زندگی کا اس قدر احساس رکھتے ہیں کہ اس دنیا سے اپنے وقت رحلت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ بقول غالب ،

نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

و یعہد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

"حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی الہامی باتیں بجائے خود کرامت اور ترجمان وحی ہوتی تھیں۔ اگر کوئی شخص کسی سلسلے میں آپ سے سوال کرتا تو اس کا جواب کمال عرفان اور علم لدنی سے اس طرح دیتے کہ سوال کرنے والا مطمئن ہو جاتا اور اسے قبول کرنے کے سواء چارہ نہ ہوتا۔ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے "ایک دن شہر لاہور کے علماء نے جمع ہو کر کہا کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

یشیب ابن آدم ویشیب فیه خصلتان الحرص وطول الامل

(آدمی بوڑھا ہوتا جاتا ہے اور دو خصلتیں اس کی جوان ہوتی جاتی ہیں ایک حرص اور دوسری درازی عمر)

اس حدیث میں ہمارے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے حق میں حرص اور لمبی چوڑی امیدوں کا ہونا کس طرح درست ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ہر کسی کی جوانی میں کوئی نہ کوئی حرص ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں یہ حرص زیادہ ہو جاتی ہے۔ انبیاءؑ و اولیاءؒ کو رضائے حق، اعمال نیک کی طلب اور معرفت توحید کی خواہش ہوتی

ہے اور بڑھاپے میں یہ طلب و خواہش اور زیادہ ہو جاتی ہے جس طرح جوانی میں، اگر کسی کو طلب دنیا ہو تو بڑھاپے میں جوانی کی نسبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے لمبی چوڑی امیدوں کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے"

حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ نے طویل عمر پائی ہے۔ آپ کی عمر اقدس بعض روایات میں ایک سو سات سال بھی منقول ہے، اور بعض نے ستاون سال بتائی ہے اور بعض اٹھاسی سال بتاتے ہیں الغرض آپ کی تمام تر زندگی مشغولیت یاد حق ہی میں گزری ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ حبس دم آپ کے معمول میں تھا۔ آپ نے حبس دم کو طویل العمری کے مقصد سے نہیں اپنایا تھا بلکہ آپ کے جوش عشق الٰہی نے آپ کو اس کی طرف مائل کیا لیکن حبس دم کا ایک اثر طویل العمری بھی ہوتا ہے اور سادہ غذا، نیک نیتی اور اعمال حسنات بھی طویل عمری کا باعث ہوتے ہیں لیکن حبس دم میں طویل العمری کا ایک لازمی اثر ہوتا ہے۔ حبس دم ایک مشکل مہارت ہے۔ آپ کے بہت سے مریدوں نے اس طرز پر مشغول حق رہنے کے معمول کو اپنایا تھا اور جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ اولیائے متقدمین میں یہ طریقہ رائج تھا لیکن برصغیر کے سلاسل طریقت میں اس کا وجود آپ ہی کے سلسلے میں پایا جاتا تھا۔ حبس دم کے بارے میں چند باتیں مزید جاننا چاہئیں۔

زمین پر انسانی زندگی کی معیاد کی تقسیم ماہ و سال میں نہیں ہے بلکہ سانسوں کی گنی ہوئی تعداد سے ہے گویا دفتر الٰہی میں ہر شخص کی عمر کا اندراج سانسوں کے شمار سے ہے۔ سانس لینے کا عمل جسے نظام تنفس کہتے ہیں جملہ انسانوں اور حیوانوں میں پایا جاتا ہے۔ انسانوں میں نظام تنفس کی خصوصیت یہ ہے کہ جب سانس اوپر کھینچا جاتا ہے تو روح سے متصل ہو جاتا ہے۔ درحقیقت سانس ایک ایسی ڈور ہے جس کا ایک سرا انسان کے وجود سے اور دوسرا سرا پروردگار سے ملتا ہے۔ ہر سانس کو خدا کا مہمان بھی کہا جاتا ہے اس کے علاوہ شعر و ادب میں سانس کو "اپنی" چیز سمجھا ہی نہیں جاتا بلکہ یہ گمان بھی کیا جاتا ہے کہ ہماری سانس درحقیقت ہماری سانس نہیں ہے بلکہ یہ محبوب حقیقی کی عطا ہے اور اسی کا سرمایہ ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات نظام تنفس سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ نظام تنفس کا خالق ہے لیکن مجازی معنوں میں سانس کو اپنی ملکیت نہیں سمجھا جاتا اور بیداری کی سانس کو حجت محبوب حقیقی جانا جاتا ہے اور ہر ایک سانس کو ذکر حق سے شاد رکھنا لازم سمجھا جاتا ہے جیسا کہ "جو دم غافل سو دم کافر" معروف ہے۔ سانس کو غیر ذاتی چیز متصور کرنا ایک عاشقانہ کنائیہ ہے۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے کیا خوب کہا ہے۔

"وہ آیا اور میرے پاس بیٹھ گیا لیکن میں جاگ نہیں سکا ہائے کتنی منحوس نیند تھی مجھ بدنصیب کی! وہ آیا رات کے سناٹے میں اس کے

ہاتھوں میں اس کی بینا تھی جس کے گیتوں سے میرے سپنے گونج اٹھے۔
افسوس میری سب راتیں اس طرح کیوں ضائع ہو جاتی ہیں؟ آہ میں
اس کے درشن سے کیوں برابر محروم رہ جاتا ہوں جس کی سانس میری
نیند کو چھوتی ہے[1]"

ہم حق سے غافل ہو سکتے ہیں لیکن محبوب حقیقی کا پیغام بر اور اس کی ڈور ہمیں اپنے آپ سے باندھے رکھتی ہے، وہ حق تعالیٰ انسانوں سے کس قدر محبت کرتا ہے۔ عاشق کی پہلی صفت ہی یہی ہے کہ وہ محبوب کے بغیر سانس لینا گوارا نہیں کرتا۔ حبس دم ایسا ہی ایک عمل ہے کہ جس کا اشتیاق و عشق سے تعلق ہے، حبس دم سے نیند جاتی رہتی ہے اور انسان کے وہ اعصاب جو نیند لینے کے لئے سونے کا تقاضا کرتے ہیں عمل تنفس ہی سے تھکتے ہیں۔ حبس دم میں اعصاب کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور بیداری پر بیداری یعنی شعور کا ارتقائی تسلسل بڑھتا رہتا ہے۔ ہر سانس ایک نیا جنم ہے اور اگر انسان اپنی ٹکڑے ٹکڑے زندگی جو سانسوں میں منقسم ہے متحد کر لیتا ہے تو یہ اس شعور اعلیٰ کی صورت میں بدل جاتا ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ "میں سمجھتا ہوں کہ صوفیانہ وجد بھی عقل و شعور کی ضد نہیں بلکہ عقل و شعور کا ارتقاء اور ارتفاع ہے" محویت حق کے صوفیاء میں متعدد اشغال ذکر ہیں ورنہ ایک ناپائیدار سانس کا عشق پائیدار ہستی مطلق سے عشق نہیں کہلا سکتا علامہ اقبالؒ کے یہ شعر دیکھئے۔

کیا عشق ایک زندگی مستعار کا — کیا عشق پائیدار سے ناپائیدار کا
وہ عشق جسکی شمع بجھا دے اجل کی پھونک — اس میں مزا نہیں تپش و انتظار کا
میری بساط کیا ہے؟ تب و تاب یک نفس — شعلہ سے بے محل ہے الجھنا شرار کا
کر پہلے مجھ کو زندگیٔ جاوداں عطا — پھر ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا

ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی — اک دانش نورانی اک دانش برہانی
اس پیکر خاکی میں اک شے ہے سو وہ تیری — میرے لئے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی
ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی — تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں

حبس دم حواس ظاہر کی قلب ماہیئت کرتا ہے اور باطنی حواس کے ساتھ ہم آہنگ کر دیتا ہے۔ مشاہدہ حق کی ساعت کو ارادی اور شعوری طور پر طاری نہیں کیا جا سکتا لیکن مشاہدے کی بازیافت کو محویت انوار ذات میں تحلیل کیا جا سکتا ہے اور یہ تجربہ جس قدر دہرایا جائے گا اسی رفتار سے صفات بشری سے نجات ہے۔

رویتِ حق اللہ تعالیٰ احد ہے اور اس کا دیدار اسی کے نور سے ممکن ہے ورنہ وجود غیر

[1] (نغمہ بہار (گیتانجلی)، رابندر ناتھ ٹیگور، مترجمہ فراق گورکھپوری، صفحہ ۶۲، مکتبہ اردو ادب لاہور

اس کے مشاہدے سے محروم ہے۔ رویت حق ایک ایسی حقیقت ہے جس کے لئے قلب انسانی کی تخلیق ہوئی ہے اور رویت حق سے انکار کرنے والے یعنی وہ لوگ جو رویت حق کو محال اور ناممکن جانتے ہیں، حیوانیت کے اسیر ہیں اور مقصد تخلیق انسانی سے ناواقف ہیں۔ البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھوں ہی سے دیکھا جا سکتا ہے اور مشاہدے کی تاثیر سے ہر چیز میں اسی واحد اور احد اللہ کے افعال و صفات کے درشن ہوتے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ جنت میں اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی ہر گمان سے پاک اور واضح دیکھیں گے جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ نے دیگر اولیائے کرام کی طرح رویت حق کے بارے میں اعلیٰ استدلال اور اپنے احوال کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے۔ ویعد شاہجہانی "سکینہ الاولیاء" میں لکھتے ہیں۔

> "ملا سعد اللہ نے مجھے بتایا کہ ایک دن حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں میں نے عرض کی کہ مسئلہ رویت کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے، ہمارا نفس تو جسمانی صورت دیکھنے کا عادی ہے لیکن اللہ کی ذات پاک بے مقابل بے جہت اور لامکاں ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا "ایک صحیح حدیث ہے جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل بہشت کی پنڈلیوں کا مغز ستر کپڑوں میں سے بھی نظر آ جائے گا۔ پس جب مغز استخواں اس طرح دکھائی دے سکتا ہے تو یہ بصارت بصیرت کا کام کیوں نہیں دے گی؟ اور لطیف کو لطیف کا ادراک کیوں نہ ہو سکے گا؟
>
> وھو اللطیف الخبیر (وہ لطیف اور خبیر ہے)
>
> یہ جواب حضرتؒ نے ایک عالم ظاہر کو اس کے فہم کے مطابق دیا۔ ورنہ اس مسئلے پر حضرت میاں جیوؒ اور اکثر اکابر نے بہت تحقیقات کی ہے اور متعدد اشارات و نکات پیش کئے ہیں۔
>
> حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے یاروں میں سے ایک نے فقیر (داراشکوہ) کو بتایا کہ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ "نہایہ جزری" میں ذکر آیا ہے کہ ابن شفیع تابعی نے حضرت ابوذر غفاری صحابیؓ کو کہا کہ اگر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھتا تو پوچھنے کی جسارت کرتا کہ حضورؐ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم سے یہ سوال کیا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا "نورانی اراہ (وہ نور ہے میں اسے کیونکر دیکھ سکتا ہوں) یہ بات واضح رہے کہ اس عبارت میں تجنیس خطی ہے "نورانی اراہ یعنی وہ جسے میں دیکھتا ہوں' اس تجنیس کی بنا پر بعض نے اس کے آخری معنی مراد لئے ہیں۔ اس کے معنی کے متعلق دو روائتیں ہیں جو ایک دوسری سے مختلف ہیں۔ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روایت اول کے مطابق وجود مطلق ایسی ذات صرف ہے کہ انبیاؑ کے لئے بھی اس (وجود مطلق) کا دیکھنا محال ہے اور حدیث:لم کشف سبحان وجھہ لاحترق کل ماانتھی الیہ بصرہ

(اگر حق تعالٰی کا نور ذاتی ظاہر ہو جائے تو بیشک ہر اس چیز کو جلا دے جس تک نگاہ پہنچے) کا اشارہ بھی اسی طرف ہے یعنی اگر حق تعالٰی کا نور ظاہر ہو جائے تو بیشک ہر اس چیز کو جلا دے جو نور کے مقابل میں ہو۔ پس ذات مطلق کا دیکھنا ممکن نہیں۔ حضرت موسیٰ کلیمؑ اللہ نے پروردگار سے التجا کی تھی ربّ ارنی انظر الیک یعنی میرے پروردگار مجھے ذات معری کو صفات سے بے پردہ کر کے دکھا۔ اس کا جواب انہیں "لن ترانی" ملا یعنی تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔

ترا تا کوہ ہستی پیش باقی است
جواب رب ارنی' لن ترانی است[1]

(جب تک تمہاری ہستی کا پہاڑ باقی ہے۔ رب ارنی کا جواب لن ترانی ہو گا"

تصوّرِ دُعا

ویعمد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

"حضرت میاں جیو قدس اللہ روحہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اس آیہ الکریمہ سے

ادعونی استجب لکم

(مجھ سے دعا کرو میں تمہارے لئے قبول کروں گا)

کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ تم دعا کرو میں تمہارے لئے قبول کرتا ہوں لیکن بہت سی دعائیں قبول نہیں ہوتیں' اس کے بارے میں کیا

---

[1] (سکینہ الاولیاء' ویعمد شاہجہانی' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۹۳٫۹۲)

ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حق جل وعلانے فرمایا ہے "مجھے یاد کرو' خالصتاً" ایسی حالت میں یاد کرو جب کہ تمہارے دل میں اور کوئی خیال نہ ہو۔ پس اگر کوئی شخص نہایت خلوص سے اور ماسواء اللہ سے دل کو خالی کر کے دعا کرتا ہے تو وہ قبول ہوتی ہے اور رد نہیں ہوتی لیکن دعا کرتے وقت کسی کا خیال آئے اور کوئی اندیشہ ہو' تو ایسی دعا کا اثر نہیں ہوتا "ادعونی" تو صرف خدا کی ذات کے لئے ہے پس اگر دعا قبول نہ ہو تو آیت کریمہ کے مضمون کی نفی نہیں ہوتی۔

مولانائے روم قدس اللہ سرہ' فرماتے ہیں۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤخر این چنیں تسبیح کے دارد اثر

(زباں پر تو ذکر الہی ہو اور دل میں گاؤخر کا خیال! بھلا ایسے ذکر کا کیا اثر ہو گا؟)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واذکر ربک اذا نسیت

(اور جب آپ (ماسواء اللہ) بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجئے)

میں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ پروردگار کو ایسے وقت میں یاد کرو' جب تم اپنے آپ کو اور غیر کو فراموش کر دو کیونکہ اس کے حضور غیر کا خیال شرک ہوتا ہے"[1]

نظریۂ استغفار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کسی صوفی کا یہ قول فرماتے ہیں کہ "عوام کی توبہ گناہوں سے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے" عوام کی توبہ نصوح سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور خواص کی توبہ سے جمعیت قلبی اور ارتقاع روحانی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن خواص الخواص کے استغفار سے کثرت تجلیات وقوع میں آتی ہیں اور ہر آن ایک نئی شان حاصل ہوتی ہے۔ ویعہد شاجہانی لکھتے ہیں۔

"اس حدیث انی لاستغفر اللہ کل یوم سبعین مرۃ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ میں بے شک ہر روز اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ معذرت چاہتا ہوں۔ ان معنوں میں بظاہر اشکال نظر آتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے وہ کونسا ایسا امر وقوع میں آیا جس کے لئے حق تعالیٰ سے ستر مرتبہ معذرت چاہتے ہیں؟ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیاں لامحدود ہیں' وہ "آناً" فاناً" تمام موجودات پر نئی تجلی ظاہر کرتا ہے اور تجلی میں تکرار نہیں ہوتا۔ ہر تجلی

---

[1] سکینۃ الاولیاء' ویعہد شاجہانی' مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۱۰۳' ۱۰۴

سابقہ تجلی سے لطیف تر ہوتی ہے۔ پس معذرت چاہنے سے یہ مراد ہے
کہ ہر تجلی جو آنحضرت پر وارد ہوتی تھی اور آنحضرت اسے سابقہ تجلی
سے لطیف تر سمجھتے تھے تو یہ خیال فرماتے تھے کہ اس سے لطیف تر اور
تجلی نہیں ہوگی اور انسان کے کمال کا حال بھی یہی ہے لیکن آنحضرت
جب نئی تجلی کو پہلی تجلی سے زیادہ لطیف پاتے تو اپنے پہلے خیال سے
استغفار کرتے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ انی لیغان علی
قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم مائتہ مرتہ یعنی میرے
دل پر حال پوشیدہ ہو جاتا ہے اور یہ پوشیدگی گمان کی وجہ سے ہے اس
لئے بھی استغفار کرتے تھے۔"

وجد و شعور ویعد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

"میاں حاجی محمد کہتے ہیں کہ ایک سائل نے حضرت میاں جیو
رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ان دو اقوال میں مطابقت کیسے پیدا
ہو سکتی ہے۔ پہلا قول یہ کہ صوفی کو وجد کی حالت میں اس قدر شعور
ہونا چاہئے کہ اگر مٹھی چنے سے بھری ہو اور ایک دانہ چنے کا مٹھی سے
گر جائے تو اسے خبر ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے' صوفی کو وجد کی
حالت میں فانی ہونا چاہئے اور فنا عدم شعور کی حالت ہوتی ہے۔ حضرت
" نے جواب میں فرمایا کہ صوفی جب وجد میں ہوتا ہے تو وہ اپنی ہستی
سے خالی ہوتا ہے اور بقائے حق میں مل کر باقی ہو جاتا ہے۔ پس جب
وہ بقائے حق میں مل جائے گا تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ چنے کا دانہ
گرنے سے یا اس سے کمتر کسی چیز کے گرنے کی بھی اسے خبر ہو جائے
گی لہٰذا یہ کہا گیا ہے کہ وجد کی حالت میں صوفی کو زمینوں اور آسمانوں
کی چیزیں پشت ناخن کی طرح نظر آتی ہیں۔[1]"

وجد جب فنائے کامل سے حاصل ہو تو اس کے اثر کو بقا کہتے ہیں یہ بقائے مطلق نہیں ہے
کیونکہ بقائے مطلق سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کے لئے جائز ذاتی طور پر نہیں ہے۔ یہ صفت بقا جو
وجد سے حاصل ہوتی ہے قوائے حواس روحانیہ کے لئے غذائے باطن کا درجہ رکھتی ہے۔ عاشق کو
محبوب کے دیدار سے جو خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے اس کا مقابلہ دیگر دنیا کی آسائشوں سے
نہیں کیا جا سکتا چنانچہ علامہ اقبال" نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "وجد بھی تحقق علم کا بہت بڑا ذریعہ

---

[1] (سکینہ اولیاء' ویعد شاہجہانی' مترجمہ مقبول بیگ بدخشانی' صفحہ ۱۱۰)

ہے"۔ جو قوائے بشری سے فانی ہے وہی مشاہدہ حق میں باقی ہے چنانچہ مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بقا ایک کیفیت ہے جو وجد میں موجود ہے ورنہ نہیں ہے اور یہ جو تصور نصاریٰ میں ہے کہ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ خدا میں ایسے باقی ہو گئے کہ اس کی ذات کے ساتھ بقا حاصل کر کے خدا کی ذات کی بقا کے مصداق ٹھہرے ایک باطل تصور ہے۔ تمام نفوس قدسیہ کی بقا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے نہ کہ ذات حق کا عین۔ وجد و شعور دو الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ وجد میں ایسا شعور باطنی ہے جس کا مقابلہ شعور ظاہری سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی نوعیت کو اس حدیث قدسی سے بھی سمجھا جا سکتا ہے جس میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نوافل کی کثرت سے اس قدر قرب حاصل کر لیتا ہے کہ وہ میری آنکھوں سے دیکھتا ہے میرے ہاتھوں سے پکڑتا ہے میرے قدموں سے چلتا ہے وغیرہ اب لائق غور معاملہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جسمانی آنکھوں ہاتھوں اور قدموں سے پاک ہے کیوں کہ وہ بے جہت لامکاں ہے تو پھر وہ "میری آنکھوں" "میرے ہاتھوں" اور "میرے قدموں" کا صیغہ کیوں استعمال کرتا ہے؟ درحقیقت میری آنکھوں سے مراد "قدرت بصارت حق" میرے ہاتھوں سے "قدرت طاقت" اور قدموں سے "قدرت ہمت" مراد ہے۔ وجد و شعور اور فنا و بقا کے ضمن میں حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ سرہ' فرماتے ہیں۔

> "خواص اہل طریقت کے نزدیک فنا و بقا سے متصف وہ حضرات ہیں جو مجاہدے کی مشقت سے آزاد ہیں اور مقامات کی قید سے اور احوال کے تغیر سے نجات پا کر حصول مقصود میں فائز المرام ہو چکے ہیں۔ ان کے دیکھنے کی تمام صلاحیتیں حق تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ وابستہ ہیں ان کے سننے کی تمام قوتیں کلام الٰہی کی سماعت کے ساتھ پیوست ہیں اور دل سے جاننے کی تمام استعداد' اسرار الٰہی کے حصول میں منہمک ہو چکی ہے۔ یہ صاحبان ولایت' اپنے اسرار کے حصول میں خود بینی کی آفت کو دیکھ چکے ہیں۔ وہ سب سے کنارا کش ہو کر مراد میں ہیں' ان کے ارادے فنا ہو چکے ہیں۔ وہ واصل بحق ہو کر ہر دعوے سے بیزار اور ہر لحاظ سے منقطع' کرامتوں سے محجوب مقامات کو دیکھنے والے ہوتے ہیں اور عین مراد میں آفتوں کا لباس پہننے سے بے مراد ہوتے ہیں اور ہر مشرب سے جدا ہو کر ہر مانوس شے کی انسیت سے علیحدہ ہوتے ہیں۔
>
> "لیهلک من هلک عن بینته ویحیی من حی عن بینته"
> تاکہ ہلاک ہوں تو مشاہدے میں ہلاک ہوں اور زندہ رہیں تو مشاہدے میں زندہ رہیں۔[1]"

---

[1] (کشف المحجوب' حضرت داتا گنج بخشؒ' مترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی' صفحہ ۳۴۸

تصرّفِ اولیاء اللہؒ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے لگے اور رحلت کے آثار نمایاں ہوئے تو اصحاب رسولؐ اندوہ و رنج میں مبتلا ہوئے' کسی نے بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں فریاد کرتے ہوئے کہا کہ اب ہمارا کیا ہو گا' اس کے جواب میں رحمت دو جہاںؐ نے فرمایا کہ "میری امت کے لئے میری زندگی بھی رحمت ہے اور میری پوشیدگی بھی رحمت ہے" اس ارشاد سے تصرف انبیاءؑ و اولیاءؒ اللہ صریحاً" ثابت ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ حضورؐ کی طریقت کے رازداں اور دین اسلام کے وارث ہیں اور اپنی ظاہری زندگی اور بعد از وفات اپنی نوری زندگی میں بھی اللہ کی مخلوق کے لئے مددگار ہوتے ہیں۔ جو لوگ انبیاءؑ اور اولیاء اللہ کے تصرف کے منکر ہیں وہ دراصل غایت حیات انسانی کے منکر ہیں وہ اس بات سے محجوب کئے گئے ہیں کہ زندگی کا مقصد اعلیٰ پیدا ہونا اور مر جانا نہیں بلکہ غایت حیات زندگی ہی زندگی ہے لیکن ان کے لئے جن کے دل زندہ ہوں بقول علامہ اقبالؒ۔

تنِ بے روح سے بے زار ہے حق
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی شان میں فرمایا ہے کہ "آپؐ کا آنے والا ہر وقت گزشتہ سے بہتر ہے" اسی طرح حضورؐ کے عاشقان زار اولیاء اللہ ہر آن نئی شان میں ہیں۔ ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

"حضرتؒ میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے بعض یاروں نے کہا کہ حضرتؒ نے فرمایا ہے "زندگی میں اور موت کے بعد بھی اولیاء اللہ کا تصرف ایک سا رہتا ہے بلکہ موت کے بعد ان کی توجہ اور تصرف بیشتر اور بہتر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ زندگی میں تو جسمانی حجاب اور ستر احوال بعض چیزوں میں مانع ہوتا ہے لیکن موت کے بعد سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ گویا جب شمشیر نیام سے باہر آتی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اس شمشیر کی نسبت زیادہ کارگر ہوتی ہے جو نیام میں ہے"۔

ہرکار کہ مشکل است' درویش کند
مرہم بدلی نہد' او ریش کند
چوں فوت شدن تصرفش افزاید
شمشیر برہنہ کار را بیش کند

(جو کام کہ مشکل ہوتا ہے وہ درویش کرتا ہے جس دل کو زخمی کرتا ہے اس پر مرہم لگاتا ہے۔ جب وہ راہی ملک بقا ہوتا ہے تو اس کا تصرف اور بڑھ جاتا ہے جیسا کہ برہنہ شمشیر زیادہ کارگر ہوتی ہے)

اس فقیر (داراشکوہ) کے دل میں اکثر یہ خیال آتا تھا کہ آیا موت کے بعد اور روح کے قالب سے جدا ہونے پر روح کی یہی حالت یہی شعور اور یہی ذوق و وجدان اور شغل میسر ہو گا یا نہیں! ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میری روح قالب سے جدا تو ہو گئی ہے لیکن قبر کے ارد گرد وجد شغل اور تمام تر ذوق کے ساتھ ہوا کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز گردش کر رہی ہے۔ وہ شعور جو اسے پہلے حاصل تھا' جوں کا توں قائم ہے' بلکہ بہت بہتر اور پر سرور ہو گیا ہے۔ اس کی لطافت بہت بڑھ گئی ہے اور جس شغل میں وہ تھی اس سے زیادہ مشغول ' بے اندیشہ اور بے تعلق ہو گئی ہے۔ بعد ازاں وہ پھر آئی اور میرے بدن میں داخل ہو گئی۔ داخل ہونے کے بعد اطمینان اور ذوق کے آثار تو مجھ پر ظاہر ہوئے لیکن یہ ویسے نہ تھے۔ معلوم ہوا' اس حالت کو' اس حالت کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ اولیاء اللہ کو موت کے بعد ترقی ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ حق تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں مت کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے"[1]۔

ولی الحق حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ فرماتے تھے۔

"ہمارے دل میں مرنے کا کوئی غم اور خوف نہیں۔ جس حالت میں یہاں بیٹھے ہیں اسی حالت میں وہاں بیٹھیں گے۔ فرق اس قدر ہے کہ ہم ایک سرائے سے دوسری سرائے کو اٹھ جائیں گے۔ درحقیقت جس کا بدن روح کی طرح لطیف ہو جائے' اس کے لئے مرنا اور زندہ رہنا یکساں ہے"

اہل سنت و الجماعت اولیاء اللہؒ کے تصرف پر کامل یقین اور مشاہدہ رکھتے ہیں اور تصرف اولیاء اللہؒ کے منکرین کے بیہودہ عقیدے کو فاسد قرار دیتے ہیں۔ تصرف اولیاء اللہ کا اعتقاد بظاہر ضروریات دین میں شامل نہیں ہے لیکن درحقیقت تصرف اولیاء اللہؒ کے عقیدے کا تعلق اہل اسلام کی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے کیونکہ اعلیٰ مقاصد ہی اعلیٰ شخصیت پیدا کرتے ہیں۔

---

[1] (سکینۃ الاولیاء' وبعد شاہجہانی' ترجمہ پروفیسر مقبول بدخشانی' صفحہ ۱۱۳' ۱۱۴)

فضائلِ شخصیت

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہٗ کی شخصیت کا بنیادی وصف عشق رسولؐ اور حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس میں فنا حاصل کر کے مظہر تجلیات غوثیت مآبؒ ہونا ہے۔ حضرت سید قطب" حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ" ولیعہد شاہجہانی اور بہت سی محقق اور قد آور شخصیات نے اس حقیقت کی گواہی دی ہے کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ غوث الثقلین ثانی تھے۔ حضرت غوث الثقلینؒ کا کوئی ولی اللہ شخصی طور پر ثانی نہیں ہے بلکہ بزرگوں کے ارشاد کا اصل معنی یہ ہے کہ آپ وفور عشق اور قرب غوث الاعظمؒ کی برکات سے حضرت غوث الاعظمؒ کے ظاہری اور باطنی وارث اتم اور مظہر حسنات غوث الاعظمؒ تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر انعام عظیم تھا کہ آپ کو جو مقام عطا ہوا وہ آپ کے جملہ معاصر اولیائے کرامؒ سے فائق ہے اسی حقیقت کی بنا پر آپ کے اسم گرامی کے ساتھ "بالا پیر قادری" لکھا اور بولا جاتا رہا ہے چنانچہ آپ کا سلسلہ عالیہ قادریہ برصغیر کے تمام سلاسل طریقت پر فوقیت رکھتا ہے۔ آپ کی شخصیت کی عظمت و بزرگی اور آپ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی فوقیت کے بارے میں ولیعہد شاہجہانی نے کیا خوب لکھا ہے۔

"جس طرح حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے
کو تمام سلسلوں پر فضیلت ہے، اسی طرح ہمارے شیخ کا طریقہ صلاح،
تقویٰ، زہد و ورع، ترک، تجرید و تفرید، سیر و سلوک، فتوح و کشائش،

اوضائع و افعال، اطوار، اقوال اور اشغال میں دوسرے مشائخ قادریہ
سے مستثنیٰ اور ممتاز ہے۔ ہر امر میں ان کے طریقے کی بناء احادیث
صحیحہ اور کلام مجید پر ہے۔ ان سے نسبت رکھنے والے تمام لوگ
شریعت، حقیقت اور معرفت سے آرستہ ہیں"۔

حضرت سیدنا میاں میر صاحب قدس اللہ اسرارہ کی شخصیت برصغیر کے لئے اطاعت حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا ایک زندہ معجزہ ہے کہ حضرت میاں میر صاحبؒ کا ہر عمل اور ہر حکمت معجزانہ طور پر اتباع سنت رسولؐ کا جلال و جمال اور رفعت کمال ہے زندگی بھر کپڑوں کا ایک جوڑا رکھنا، اپنے خاندان کے لوگوں کو راہ حق تلقین کرنا اور بیعت کرنا، شب و روز داد بندگی اور نیند سے پاک اور بے نیاز رہنا، خواص و عوام سے ان کی عقل اور مقام کے مطابق کلام کرنا، ایک ہی نگاہ میں ملکوت و جبروت پر قائم کر دینا، صغر سنی سے خوارق کا اظہار ہونا، اخفائے حال، قناعت، مال و زر کو حقیر جاننا، جملہ فتوح و نذرانے مستحقوں میں فوراً تقسیم کر دینا، شہنشاہوں بادشاہوں کے گلے میں حلقہ تادیب ڈالنا، امیر و فقیر کو صرف بنام خدا پیار کرنا، محض تقویٰ کی بنا پر درویشوں میں امتیاز کرنا، بعالم رویت منازل روحانیہ طے کرانا، خادموں اور مریدوں کو اپنی اولاد کی طرح چاہنا اور ان کے متعلقات کی اعلیٰ سطح پر نگہداشت کرنا، بیماروں کو شفا دینا، محروموں کو عطا کرنا، غار حرا میں مشغول حق ہونا، حسن عمل کی قدر کرنا، خدمت کا صلہ خدمت سے بڑھ کر دینا، بے زبانوں جانداروں کی بھی مدد کرنا اور فریاد کو پہنچنا، ہر طالب حق کو واصل باللہ کر دینا ایسے اوصاف کریمہ ہیں جو اتباع سنت رسولؐ کی اعلیٰ و معلیٰ مثال ہیں اور مظہر تجلیات غوث الاعظمؓ ہونے پر شاہد و ناطق ہیں۔ آپ کی شخصیت کے اوصاف و فضائل احاطہ تحریر میں نہیں آتے۔ ولیعہد شاہجہانی منقبت گزار ہیں۔

سلسلۂ زلفِ یار سلسلۂ ما بود   طالبِ ای روی را خوشتر ازیں جا بود

(ہمارا سلسلہ زلف یار کا سلسلہ ہے اس چہرے کے طالب کے لئے اور کونسی جگہ اس سے بہتر ہے)

ہر کہ دلِ خویش رابست بایں سلسلہ   ہر دم و ہر ساعتش کار بہ بالا بود

(جس نے اس سلسلے سے دل لگایا، ہر آن اور ہر گھڑی اس کے کام میں ترقی ہوئی)

دست بدست آمدہ سلسلۂ پیرِ ما / تا بہ قیامت ہمیش سلسلہ برپا بود

(ہمارے پیرؒ کا یہ سلسلہ ہاتھوں ہاتھ چلا آ رہا ہے یہ سلسلہ قیامت تک یونہی چلتا رہے گا)

پیر ہمہ اولیاء میرِ محمدؒ بعصر   از ہمہ افضل بود سلسلہ اش تا بود

(اس زمانے میں سب اولیاء کے رہبر حضرت میانمیرؒ ہیں جب تک دنیا قائم ہے ان کا سلسلہ سب سے افضل رہے گا)

مظہرِ او شاہِ من بہترِ اہلِ زماں　　ذاتِ عزیزش یقین، ذاتِ معلّٰی بود

(اس کا مظہر ہمارا شاہ (پیر) ہے جو اہل عالم سے بہتر ہے یقیناً" اس کی محترم ذات، ذات عالی ہے)

دست دریں سلسلہ ہر کہ زندہ قلب او　　نرم شود، ہمچو موم گرچہ چو خارا بود

(جو شخص اس سلسلے میں بیعت کرتا ہے اس کا دل خواہ پتھر کی طرح سخت ہو، موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے)

سلسلہ، قادریست آنکہ بحکم خدای　　بر ہمہ قادریہ بود تا ہمہ دنیا بود

(قادری سلسلہ ایسا ہے کہ خدا کے حکم سے جب تک دنیا قائم ہے یہ سب سلسلوں پر فائق ہے)

بیعتِ اہلِ خاندان حضرت سیدنا میانمیر صاحب" کی والدہ ماجدہ" کے درجہ ولایت کو آپ کا تمام خاندان جانتا تھا اور حضرت سیدنا میانمیر" کے اوصاف و مناقب آپ کی والدہ ماجدہ" کی زبان حق ترجمان سے سن چکا تھا چنانچہ جب آپ علوم ظاہری سے فراغت پا کر لاہور میں موجودہ انار کلی مشرق رویہ متصل نیلا گنبد ایک مکان میں سکونت پذیر ہوئے اور طالبان حق کا رجحان آپ کی طرف ہوا تو لاہور کے لوگوں کے بیان کردہ مناقب و محاسن کا شہرہ سیوستان میں بھی ہوا اور آپ کے خاندان کے کئی ایک بزرگوں نے آپ کی زیارت باکرامت کے لئے لاہور کا سفر اختیار کیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے چاروں بھائی صاحبان حضرت قاضی بولن"، حضرت قاضی عثمان"، حضرت قاضی طاہر" اور حضرت قاضی محمد" نے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا اور اعلیٰ مدارج روحانیہ کو پہنچے، عشق حق میں بے نیازی، گمنامی اور جاہ و حشمت سے کنارہ کش رہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ حضرت بی بی جمال خاتون" رابعہ ثانی صاحب کشف و کرامات کثیر نے بھی آپ ہی سے اسباق روحانیہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے تمام خاندان پر آپ ہی کے مزاج طریق کا رنگ غالب رہا۔

معیارِ طریق حضرت سیدنا میانمیر" کو مریدوں کی تعداد بڑھانے کی فکر کبھی دامن گیر نہ ہوئی۔ آپ کی شخصیت جاہ و حشم کی دنیاوی آلائشوں سے پاک اور مبرا تھی۔ آپ کے نزدیک کسی کو بیعت کرنا ایک ذمہ داری اور اعلیٰ درجہ کی امانت تھا۔ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "حضرت میاں جیو" کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص خدمت میں حاضر ہوتا تو دریافت فرماتے کہ کیسے آیا ہے؟ اور کیا کام ہے؟ اگر وہ کہتا کہ حضرت کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں تو اس کی دلجوئی کرتے اور فرماتے "آؤ بیٹھو! کچھ دیر کے بعد ہاتھ اٹھا کر کہتے "دعا کرو اور جاؤ" لیکن اگر وہ کہتا کہ طلب حق کے خیال سے حاضر ہوا ہوں تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے، اسے پاس نہ بٹھاتے، واپس چلے جانے کو کہتے اور فرماتے "بابا حق تعالیٰ کی طلب آسان نہیں، یہ بہت جان جوکھوں کا کام ہے۔ جب تک اس کی طلب و جستجو میں یگانہ نہ ہو جاؤ، اسے نہیں پا سکتے۔" اور جب طالب حق کو بارہا آزما لیتے تو تحصیل علم ظاہری کے لئے روانہ فرماتے، بعض طالبان حق عرصہ دس سال کے بعد تحصیل علم کر کے آتے ... آپ ایک نگاہ کرم سے مشغول حق فرماتے اور تنہائی و کثرت یاد حق کی تلقین فرماتے۔ آپ کے

تمام مریدین سلسلہ قادریہ کے لئے فخر کا باعث ہوئے ہیں۔

فقراء کی امراء پر فوقیت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی شخصیت ایسی جامع الصفات تھی کہ ملک کے امراء اور وزراء جب آپ کے سامنے آتے تو آپ کی ہیبت اور جلال سے لرزہ براندام رہتے جبکہ فقراء اور اہل تصوف آپ کی محفل میں شفقت و دلجوئی حاصل کرتے۔ آپ کا طریق حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی سنت اطہر کے عین مطابق تھا اور آپ ہر آن فقراء کو امراء پر فوقیت اور فضیلت دیتے تھے۔ بے نیازی اور متعلقات دنیا سے گریز آپ کی فقیرانہ شخصیت کا امتیاز تھا چنانچہ تیس سال آپ کے گھر میں کوئی چیز نہ پکائی گئی لیکن جب آپ کے مریدوں میں اضافہ ہوا اور ان میں نادار اور ضرورت مند بھی شامل ہوئے تو آپ نے خدام کو کھانا پکانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ "سکینہ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "صرف ایک قسم کا کھانا پکانے کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ خادم برتنوں میں کھانا لے آتا اور آپ سب مریدوں کے ساتھ مل کر تناول فرماتے۔ اگر کوئی مرید موجود نہ ہوتا تو اس کا حصہ الگ کر دیتے خاص طور سے شیخ محمد لاہوریؒ کے لئے فرمایا کرتے تھے' یہ عیال دار آدمی ہے۔ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ اکثر استغراق میں رہتے تھے۔ دن رات میں بہت کم کھاتے تھے جو تھوڑا بہت کھاتے' اس کی بھی خبر نہ ہوتی کہ کیا کھایا ہے۔ آپ باکمال جمال ایزدی کے مشاہدے میں اس طرح مستغرق رہتے کہ اس کے بیان سے زبان قلم قاصر ہے۔"

استغناء حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا استغناء دنیائے تصوف میں اپنی مثال نہیں رکھتا' کوئی بادشاہ آئے کہ فقیر چہرے کی رنگت اور مزاج کبھی متغیر نہ ہوا۔ جو زبان سے نکلا وہ ہو کر رہا۔ جو دعا کی فوراً حق تعالٰی سے جواب آگیا۔ جملہ امراء و فقراء و سلاطین نذرانوں کے طشت لئے دروازے پر منتظر نگاہ قبولیت ہوتے لیکن آپ نے کبھی اہل طالبان دنیا کی نذر قبول نہ فرمائی' آپ نے اہل صدق کے علاوہ کسی کے نذرانے کو شرف قبولیت نہ بخشا۔ دنیا جس قدر آپ کی نگاہ میں حقیر تھی اس کی مثال آپ کے معاصر درویشوں میں اور متاخرین میں بھی کہیں دیکھی نہ گئی۔ اہل غرور اور اہل تمکنت کو آپ نے گھٹنوں کے بل گرایا اور فقر کی عظمت کی گواہی دی۔ نماز مغرب کے بعد حجرہ اقدس میں تشریف لے جاتے اور اندر سے زنجیر لگا دیتے۔ یاد حق کی محویت نے دونوں جہانوں کو آپ کی نگاہ میں پرکاہ سے زیادہ حقیر بنا دیا تھا "سکینہ الاولیاء" کی روایت ہے کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ بہت کم بولتے تھے۔ راہ چلتے ہوئے اگر اصحاب ایک دوسرے سے باتیں کرتے تو آپ کو ناگوار گزرتا تھا۔ آپ انہیں منع کرتے اور فرماتے کہ "آپس میں باتیں کرنے سے دل شغل حق سے غافل ہو جاتا ہے۔ حرف و حکایت کی خاطر تم کیوں حق سبحانہ و تعالٰی کی یاد سے محروم ہوتے ہو"۔ نیز اصحاب کو فرماتے کہ "بازاروں اور گزرگاہوں میں دو اکٹھے مل کر نہ چلو' اگر تنہا چلو گے تو یاد الٰہی میں مشغول رہ سکو گے"۔ آپ کسی کے گھر آتے جاتے نہ تھے فرماتے تھے "جو شخص اپنے گھر میں

دوسروں کے آنے سے بیزار ہو' وہ خود دوسروں کے گھروں میں کیوں جائے گا۔"

شاہجہان کی سعادت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی درگاہ قادریہ پر متعدد ملکی وغیر ملکی سلاطین اور بادشاہوں کی گردنیں جھکی ہیں۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر اپنی فاسدانہ "مذہبی سیاست" کے باوجود آپ کا ذکر خیر نہایت احترام سے کرتا تھا۔ جہانگیر آپ سے ملاقات کے بعد ہمیشہ آپ کے ذکر خیر سے اپنے دل کی طمانیت اور روحانی سکون کا خواستگار رہا لیکن جو سعادت شہنشاہ شہاب الدین محمد شاہجہان (۱۵۹۲ء۔۱۶۶۶ء) کے حصے میں آئی وہ اس کا نصیب تھا۔ یہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ عہد مغلیہ میں اس کے عہد کو عہد زریں کہا جاتا ہے۔ اس نے اپنی زندگی کا آخری دور وسعت نظری کی سزا جھیل کر گزارا لیکن مردانہ وار اپنے موقف پر قائم رہا۔ حضرت امیر العصرؒ "شاہجہاں کی ارادت اور بیعت" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

> "آپ کے روحانی کمالات کا یہ اثر ہوا کہ شاہجہاں تادم زیست آپ کا معتقد رہا۔ شاہجہان جب بھی آپ کی درگاہ اقدس پر حاضر ہوا' آپ اس کو ہمیشہ فیض باطنی کے ساتھ ساتھ بہت سی نصیحتیں بدیں صورت فرمایا کرتے تھے "بادشاہوں پر فرض ہے کہ ملک اور رعایا کے حالات سے باخبر رہیں اور ہمیشہ ان کے آرام کی فکر رکھیں۔ عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور شریعت اسلامیہ کی حدود سے تجاویز نہ کریں[1]"

شاہجہاں نے اپنے دادا اور اپنے باپ سے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مناقب سن رکھے تھے اس کے علاوہ حاکم لاہور وزیر خاں بھی اولیائے لاہور کی زبان سے منقول آپ کے مناقب آگرہ بھجواتا تھا۔ از روئے تاریخ شاہجہان نے پہلی مرتبہ ۷ اپریل ۱۶۳۳ء میں آپ کی قدم بوسی کی' دوسری مرتبہ ۹ اپریل ۱۶۳۴ء کو عمائدین سلطنت اور اپنے ولیعہد شہزادہ داراشکوہ کے ساتھ حاضر ہوا۔ تیسری مرتبہ ۱۸ دسمبر ۱۶۳۴ء کو حاضر ہوا جب ایک روایت کے مطابق اس کے چاروں بیٹے داراشکوہ' مراد' شجاع اور اورنگ زیب ساتھ تھے۔ ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

> "دوسری مرتبہ جب بادشاہ حضرتؒ کے ہاں گئے تو یہ فقیر (داراشکوہ) اور وہی لوگ جو پہلی مرتبہ ساتھ آئے تھے' ہمراہ تھے۔ بہت لطیف اور خوشگوار باتیں ہوئیں۔ بادشاہ نے حضرت کی خدمت میں عرض کی "توجہ فرمائیں کہ دنیا سے دل ہٹ جائے"۔ آپ نے فرمایا کہ "جب آپ کوئی نیک عمل کریں جس سے مسلمانوں کا دل

---

[1] میر فقر' امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادریؒ' صفحہ ۷' عباسی پبلیکیشنز گوجرانوالہ

آسودہ ہو' اس وقت اپنے لئے خود دعا کریں اور خدا سے خدا کے سواء نہ مانگیں" پھر یہ شعر پڑھا۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

(تم خدا کو بھی چاہتے ہو اور دنیائے دوں کو بھی۔ ان کا اکٹھا ہونا محض خیال ہے اور جنون ہے)

شیخ بلاول اکابر شہر میں سے تھے' شب بیدار اور صائم الدہر تھے اکثر ریاضت کیا کرتے تھے۔ بادشاہ انہیں دنوں ان کے ہاں بھی گئے تھے۔ جب انہوں نے حضرت میاں جیوؒ سے شیخ بلاول کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا "میں نے ان کے پیر (شمس الدینؒ) کو بھی دیکھا ہے۔ چار رکعت نماز جو وہ ادا کرتے' وہ بھی بے خطرہ نہیں ہوتی تھی۔ بے خطرہ نماز وہ ہے کہ نماز کے دوران حق تعالٰی کے سوائے دل میں اور کوئی خیال نہ آئے" ۔ باخطرہ نماز کو حضرتؒ نہ صرف یہ کہ قبول نہ کرتے تھے بلکہ اسے پسند بھی نہ کرتے تھے"۔

"بادشاہ ایک بار اور آکر حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھے اور پھر رخصت ہوئے۔ میاں شیخ محمد لاہوری کہتے ہیں کہ جب بادشاہ حضرتؒ کے حجرے سے نکلے تو میں نے حضرتؒ کی خدمت میں عرض کی کہ صحبت کیسی رہی؟ فرمایا "بادشاہ اپنی ذات میں کامل اور مظہر خاص ہوتے ہیں لیکن ان کے یہاں آنے ان سے ملنے اور ان کے ساتھ باتیں کرنے سے مجھ میں کوئی فرق نہیں آتا' جس کام میں مصروف ہوں بدستور مصروف رہتا ہوں۔ صوفی کامل ہو جائے تو اس کا دل خطرات سے پاک ہو جاتا ہے۔ کوئی چیز اسے ضرر نہیں پہنچا سکتی وہ خود بادشاہ ہوتا ہے (دنیاوی) بادشاہ اس کی نظر میں کیونکر آ سکتا ہے سب بادشاہ اس سے مسخر ہو جاتے ہیں۔

مَن لہُ المولیٰ فلہُ الکل

(جس کا خدا ہے اس کا سب کوئی ہے)

(سکینۃ الاولیاء)

بعض تذکرہ نگار دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ مغل بادشاہ جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے اپنی

مثنوی "اسرار و رموز" میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی حکایت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے "شاہجہان" ہے' بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ "اورنگ زیب" ہے اور بعض "داراشکوہ" قرار دیتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ کسی نے تاریخ کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اس مہم دکن کا جزوی تذکرہ گزشتہ صفحات میں آچکا ہے لیکن چند دلائل نہایت اہم ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ مثنوی میں جس "شہ ہندوستان" کا ذکر ہے جہانگیر ہے۔ "جہانگیر" حاضر لاہور ہوا تھا۔ شاہجہان اس وقت سپہ سالار کی حیثیت میں جہانگیر کی شاہی فوج کی قیادت کر رہا تھا اور دکن میں برسرپیکار تھا' شاہی فوج کے سپہ سالار کا فوج کو چھوڑ کر لاہور آنا محال ہے۔ اورنگ زیب کی اس وقت اتنی وقعت نہیں تھی کہ اسے "شہ ہندوستان" کہا جاسکے اور ولیعہد شاہجہانی داراشکوہ ساری زندگی کسی دنیاوی مقصد کے لئے کبھی باریاب نہ ہوا چنانچہ تاریخ برصغیر میں دکن کی ان مہمات کا تذکرہ محفوظ ہے جو حضرت میاں میرؒ کے عہد میں روانہ کی گئیں اور بالآخر مصلحت پر ان مہمات کا انجام ہوا۔

غلام رسول مہر نے بھی شاہجہان ہی لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے تشکک کا واضح اظہار کرتے ہوئے شاہجہان کے پیشرو یعنی جہانگیر کا اشارہ بھی دے دیا ہے جو کہ درست ہے۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

> "تعجب اس امر پر ہے کہ نکلسن نے "اسرار خودی" کے انگریزی ترجمے میں بادشاہ کا نام اورنگ زیب لکھا' حالانکہ اورنگ زیب' حضرت شیخ میانمیرؒ کی وفات سے کم وبیش تیئس (۲۳) برس بعد تخت نشین ہوا۔ یہاں سوال اصل واقعے کی صحت و عدم صحت کا نہیں (کیونکہ یہ مصدقہ ہے) لیکن یہ شاہجہان یا اس سے پیشتر (جہانگیر) کا زمانہ ہونا چاہئے۔"[1]

اس معاملے کی تحقیق کو سامنے لانا اس لئے ضروری ہے کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی ارفع شخصیت کا جس قدر گہرا اثر شاہجہان اور ولیعہد شاہجہانی داراشکوہ نے قبول کیا تھا ایسا اثر کسی بھی مغلیہ خاندان کے فرد کو نصیب نہ ہوا تھا البتہ ایک خاتون جہاں آراء بنت شاہجہان ہمشیرہ داراشکوہ ضرور اس سلسلہ طریق سے منسوب ہوئیں اور حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ نے انہیں اپنی بیعت میں قبول فرمایا۔ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ کی شخصیت والنحائی تجلیات کی مظہر تھی۔ آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہونے والا کوئی شاہ ہو کہ فقیر ہو آپ سے کسی ظالمانہ فعل پر مدد طلب کرنے کی جرات ہی نہ کر سکتا تھا اور جہانگیر بھی صرف اس خیال سے حاضر ہوا تھا کہ وہ سمجھتا تھا کہ آپ شاہان مغلیہ کے مرشد اور فریاد رس ہیں چنانچہ آپ کی فہمائش کے بعد اس کا دل بھی ٹھکانے آگیا تھا۔ یہ سب کچھ

---

[1] مطالب اسرار و رموز' مولانا غلام رسول مہر' صفحہ ۱۷۳' غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور

آپ کی شخصیت کی عظمت و بے نیازی اور حق کی گواہی کی دلیل ہے کہ شاہان مغلیہ بھی اپنے پیر و مرشد کے سامنے گستاخی کے مرتکب نہ ہو سکے۔ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ کے وصال کے بعد بھی شاہجہان بغرض استمداد ۱۶۳۸ء ۱۶۴۵ء اور ۱۶۴۸ء میں لاہور آیا اور آپ کی مرقد پر انوار کو بطرف قدوم اطہر بوسہ دیا۔

فنا در فنا، بقا در بقا حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہ کی شخصیت میں بقائے حق کے روبرو عاشقانہ فنا اہل فقر و فنا کے لئے قیامت تک حجت تامہ ہے کہ آپ کو ہرگز کسی مقبرے یا عالیشان مزار کی تعمیر کی حرص نہ تھی اور نہ ہی اپنی قبر کی پرستش کا سودا تھا۔ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے کہ "وفات کے بعد مجھے شور زمین میں دفن کرنا کہ میری ہڈیوں کا نشان باقی نہ رہے اور قبر کی صورت بھی نہ بنانا' اس شعر کے مطابق۔

صورت قبرم ز بعد مرگ ویراں خوشتر است نیستی مانند من خاک یکساں خوشتر است

(مرنے کے بعد میری قبر کی صورت ویران ہی رہے تو بہتر ہے میرے مرنے کے بعد میرے آثار بھی خاک کے برابر ہو جائیں تو اچھا ہے)

بعض اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "میری ہڈیاں نہ بیچنا اور میری قبر پر دوسروں کی طرح دکان نہ لگانا" حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ کا یہ قول اکثر آپ کی صدق بیان زبان پر ہوتا تھا کہ "صوفی وہ ہے جو نہ ہو" اس پر خود ہی اضافہ فرماتے تھے کہ "اگر ہو تو بھی نہ ہو"

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کو دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشق کی خواہش فنا در فنا کو بقا در بقا کا ایسا جلال عطا فرمایا ہے کہ آپ کی درگاہ معلیٰ قادریہ کا جلال و جمال برصغیر کی خانقاہوں میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان انعامات کثیرہ کی بنیاد آپ کی ایسی قلندرانہ شخصیت پر ہے جو لامثال و بینظیر ہے بقول علامہ اقبال۔

خودی سے مرد خود آگاہ کا جلال و جمال
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

اخلاقِ معظم حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا اخلاق معظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیم کی عارفانہ تجلیات سے روشن تھا اور اتباع قدوم نبیٔ آخر نے آپ کی شخصیت کو قرون اولیٰ کے اولیائے کرام کی طرح دلاویز و پر کشش بنا دیا تھا۔ "سکینۃ الاولیا" میں لکھا ہے کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کا خلق اس مرتبے کا تھا کہ جو شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوتا' اگرچہ حضرت اسے تھوڑی دیر ہی پاس بٹھاتے' تاہم اس طرح توجہ اور مہربانی فرماتے کہ وہ سمجھتا' جس قدر لطف و عنایت اس پر ہوئی' کسی دوسرے پر نہیں۔ یہ بات میں نے اکثر لوگوں سے سنی ہے کہ جس پر

شفقت فرماتے' اس کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر بات کرتے۔ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ آیہ رحمت تھے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے لوگوں پر نازل کی۔ ابو جعفر حداد کہتے تھے "اگر عقل مرد کی صورت میں ہوتی تو جنیدؒ کی صورت میں ہوتی اور اگر خلق مرد کی صورت میں ہوتا تو حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی صورت میں ہوتا۔" آپ جس پر عنایت فرماتے اسے "یار عزیز" کہہ کر مخاطب کرتے۔ ملک کی خوشحالی اور لوگوں کی خبر گیری اور ان پر شفقت کرنے کی تلقین کرتے نیز مستحق لوگوں کو صدقہ دینے کی نصیحت کرتے۔ مریدوں کو وہ دوست سمجھتے تھے۔ لفظ مرید آپ کی زبان پر کبھی نہ آتا تھا۔ فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں پیری مریدی کا سلسلہ نہ تھا لیکن صحبت ہوتی تھی' جس کی پیروی میں ہماری صحبت ہوتی ہے جو ہمارے ساتھ مل بیٹھتا ہے وہ ہمارے دوستوں میں ہے"۔

آپ کے اخلاق معظم سے نہ صرف مسلمان علماء و صوفیاء متاثر تھے بلکہ دیگر ہندو سکھ جوگی سنت مہنت سادھو بھگت گورو سوامی رشی سبھی آپ کے حیطہ اخلاق میں اسیر تھے اور آپ کی دوستداری کا تہہ دل سے اقرار کرتے تھے اور آپ کے صلح کل کے طریق کو برصغیر کے لئے نجات سمجھتے تھے۔ گورو ارجن دیو صاحب' چھجو بھگت' کاہنا بھگت' اور بہت سے نام آور لوگ آپ سے انتہائی محبت اور دوستی کا تعلق رکھتے تھے۔ مذکورہ اشخاص برصغیر کی تاریخ میں انتہائی قد آور شخصیات ہیں جن کے پیروکاروں اور عقیدت مندوں کی تعداد اس وقت لاکھوں میں تھی اور آج کروڑوں میں ہے۔ باوجود اس کے کہ مذکورہ شخصیات بذات خود صاحبان کشف و کرامات تھیں لیکن ان کے دل میں حضرت میاں میر صاحبؒ کا مقام انتہائی اعلیٰ تھا۔

انکساری و عاجزی حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ انتہائی منکسر المزاج اور عاجزی میں رہنے والے تھے۔ حق بات بیان کرنا آپ کی سرشت تھی اور آپ کا جلال و جمال خدا کا انعام اور اوج معرفت کی دلیل تھا لیکن آپ شخصی زندگی میں ہر تکلف سے مبرا تھے۔ آپ کا کمرہ جو مرکز تجلیات حق تھا اس کا کل سامان ایک دری چٹائی اور مٹی کا کٹورہ تھا۔ آپ اپنے خدام سے کبھی جرح نہ کرتے تھے جیسا کہ حضرت انسؓ نے حضورؐ کا اخلاق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "میں نے بیس سال حضورؐ کے گھر میں خادم کی حیثیت سے گزارے لیکن ایک دن بھی حضورؐ نے یہ نہ کہا کہ فلاں کام کیوں نہیں ہوا اور فلاں کام کیوں کیا؟" آپ کے خدام جب رخصت چاہتے آپ رخصت دے دیتے اور ایک دن کے لئے بھی مزید نہ روکتے بلکہ بعض اوقات خود ہی خدام کو ان کے گھر کچھ عرصہ کے لئے بھیج دیتے تھے تاکہ ان کے لواحقین کے احساسات متاثر نہ ہوں چنانچہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ کے پاس کوئی بھی خادم موجود نہ ہوتا تھا۔ ترک و تجرید میں آپ کو کسی کے ہونے اور کسی کے نہ ہونے سے کبھی فرق نہ پڑتا تھا۔ جس طرح آپ خود ترک و تجرید میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے اسی

طرح اپنے مریدوں کی تربیت فرماتے تھے۔ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "شیخ داؤد بھیرویؒ" نے مجھے بتایا کہ میں ہمیشہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آتا تھا اور مجھ پر توجہ فرماتے تھے۔ ایک دن شیخ حامد گجر، جو لاہور کے علماء میں سے تھے اور آخر عمر میں انہیں حضرتؒ نے مشغول ذکر فرمایا تھا، اس کی بیوی نے مجھے بلا کر کہا کہ "اے شیخ داؤد! خدا کے لئے حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرو کہ آپ نے مجھ کو شوہر کی زندگی ہی میں بیوہ بنا دیا ہے۔ میری اولاد تباہ حال اور میرا گھر ویران ہو گیا ہے۔ شوہر ہماری طرف توجہ نہیں دیتا۔"

راوی کا کہنا ہے کہ جب میں حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے حجرہ میں گیا کہ پیغام پہنچاؤں، اس وقت میاں مرادؒ میرے ہمراہ تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضرتؒ تنہا پڑے ہیں۔ تکیہ کے بجائے دستار سر کے نیچے رکھی ہوئی ہے۔ گرمی شدت کی ہے، آپ کے جسم مبارک پر بہت پھنسیاں نکلی ہوئی ہیں۔ زخموں کے اوپر مکھیاں بیٹھی ہیں، کوئی خادم نہیں کہ مکھیاں اڑائے۔ آپ کے سینہ مبارک سے آواز سی نکلتی سنائی دیتی ہے۔ حضرتؒ کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے رونا آگیا اور ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ حضرتؒ نے آنکھ کھولی اور پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کی "داؤد اور مراد" فرمایا "کیسے آنا ہوا؟" میں نے ملا حامد کی بیوی کا پیغام کہہ سنایا۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ہمیں بھی بٹھایا۔ پیغام کے جواب میں حضرتؒ نے فرمایا کہ "ملا حامد کی بیوی جو کچھ چاہتی ہے، اب اس کا شوہر اس کے کام کا نہیں اور یہ ہمارے شغل کا خاصہ ہے کہ صاحب شغل غیر کی طرف توجہ نہیں دیتا۔" شیخ داؤدؒ کہتا ہے میں روتا رہا اور عرض کی "میاں جیو! یہ کیا حالت ہوئی ہے آپ کی؟ کچھ اپنے وجود کی بھی آپ کو خبر ہے؟ یہ وجود بہت اشرف ہے۔ یہاں کوئی شخص بھی تو موجود نہیں کہ آپ کی مکھیاں اڑائے" فرمایا "اے داؤد! مجھے اپنی خبر مطلقاً" نہیں۔ اگر چھری لا کر میرا بند بند کاٹ دو تو مجھے ہرگز خبر نہیں ہو گی۔ اہل شریعت کے نزدیک کوئی شخص کلمہ پڑھنے سے کفر کے بعد مومن ہو جاتا ہے لیکن اہل حقیقت کے نزدیک کوئی چیز غفلت کا علاج نہیں کر سکتی۔"

فنا فی الرسولؐ بقاباللہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا وجود اقدس فنائے غوثیت مابؒ میں اس قدر لطیف ہو چکا تھا کہ جسم و روح کے درمیانی فاصلے تمام و معدوم ہو چکے تھے۔ یاد حق میں مشغول ہوتے اور مقامات مقدسہ میں حاضر ہو جاتے۔ "سکینہ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خادم نور محمدؒ نے بیان کیا کہ حضرتؒ ضعیفی کی وجہ سے شغل حق کی خاطر جنگل میں نہیں جا سکتے۔ ہمیشہ گھر ہی میں رہتے ہیں۔ دن کے وقت لوگ فیض حاصل کرنے کے لئے حضرتؒ کی خدمت میں آتے ہیں۔ راتوں کو آپ حجرے کا دروازہ بند کر کے خلوت میں وقت گزارتے ہیں۔ میں ہمیشہ خدمت میں حاضر رہتا ہوں۔ گرمی زیادہ ہو تو حجرے کی چھت پر تشریف لے جاتے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ پانی کا کوزہ پنکھا اور ہمارے جوتے اوپر رکھ آؤ اور چلے جاؤ۔ میں

ایسا ہی کرتا۔ ایک دن فجر کے وقت پانی کا پیالہ اور مسواک طلب کی۔ میں نے دونوں چیزیں پیش کر دیں۔ مسواک کر کے فرمانے لگے "میں نے کشمیر نہیں دیکھا' دل چاہتا تھا اسے دیکھوں۔ آخر میں وہاں گیا کشمیر میں ایک دریا ہے جس کے کنارے میں نے آج کی رات گزاری ہے۔ اگر تو نے کشمیر دیکھا ہو تو وہاں کی تمام نشانیاں تمہیں بتا سکتا ہوں" عرض کی میں نے تو کشمیر نہیں دیکھا۔

ایک رات حضرتؒ نے مجھے فرمایا کہ کوزہ آب پنکھا اور میرے جوتے اوپر رکھ آ اور جا کر سو رہ۔ میں نے جوتے اور پنکھا تو رکھ دیا لیکن پانی کا کوزہ رکھنا بھول گیا۔ آدھی رات گزرنے پر خیال آیا کہ میں نے پانی نہیں رکھا۔ اٹھا اور کوزے میں پانی بھر کر اوپر لے گیا۔ وہاں دیکھا تو حضرتؒ کی جگہ خالی تھی۔ میں حیران ہوا' خیال آیا کہ بیت الخلا گئے ہوں گے لیکن وہاں بھی نہیں تھے۔ میرے دل میں وہم پیدا ہوا۔ چراغ جلا کر حجرہ اور دوسری جگہیں' جہاں ان کے جانے کا امکان تھا' دیکھیں لیکن آپ کہیں نہ تھے۔ حیران رہ گیا اور فکر مند ہو کر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی دفعتہً میں نے سنا کہ حضرتؒ نے کوٹھے پر سے مجھے آواز دے کر کہا "نور محمد وضو کا پانی لاؤ" میں اسی وقت اٹھا۔ مسواک اور پانی لے کر حاضر ہوا سخت حیران تھا۔ بے اختیار آگے بڑھ کر عرض کی حضرت کہاں تشریف رکھتے تھے؟ فرمایا "تو کیا کہہ رہا ہے؟ کیا کوئی خواب دیکھا ہے؟" میں نے عرض کی کہ "یہ خیال میرے دل سے زندگی بھر نہیں نکلے گا" جب انہیں محسوس ہوا کہ مجھے آپ کے یہاں نہ ہونے کا علم ہو گیا ہے تو فرمایا کہ "میں اس شرط پر بتاتا ہوں کہ تم اسے ظاہر نہیں کرو گے' ورنہ تمہیں نقصان پہنچے گا' آج رات میں غار حرا میں تھا۔" میں نے پوچھا غار حرا کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟" فرمایا "مکہ مکرمہ کے قریب ہے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نبوت عطا ہونے سے پہلے اس غار میں حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ مجھے تعجب ہے کہ حاجی جو حج کرتے ہیں گھڑی بھر اس غار میں نہیں گزارتے" پھر فرمایا کہ "وہ کشائش جو غار حرا میں ایک رات میں حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسری جگہ چالیس سال میں میسر نہیں آتی۔" اس عظمت و رفعت کے باوجود فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ آج کوئی شخص مجھ سے بہتر ہے تو میں ضرور حصول فیض کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں"

ذوقِ سخن حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ کی مادری زبان سندھی تھی لیکن اس کے علاوہ آپ عربی فارسی' ہندی اور لاہور کے قیام کی وجہ سے پنجابی زبان سے بخوبی واقف و آگاہ تھے اور بلا تکلف بولتے تھے۔ جدید اردو جو اس وقت اردو ہندی اور برج بھاشا کہلاتی تھی' عوام سے گفتگو کرتے وقت آپ کی زبان پر ہوتی تھی۔ علماء سے آپ اس عہد کے رواج کے مطابق فصیح و بلیغ فارسی اور عربی میں تبادلہ خیال فرماتے تھے۔ روایت ہے کہ آپ کا انداز بیاں انتہائی دلکش تھا اور روح کی گہرائی میں اتر جاتا تھا' اسلوب فہمائش ایسا تھا کہ علماء گواہی دیتے تھے کہ آج حضرت شیخ میر جیسا فطین فقیہہ

اور کوئی نہیں۔ صوفیاء شہادت دیتے تھے کہ حضورؒ جیسے رموز و اشارات ارشاد فرماتے ہیں نادر اور فقید المثال ہیں۔ شعراء کو آپ کی بارگاہ اقدس میں قصیدہ گوئی کی سعادت نصیب ہوتی رہتی تھی۔ آپ کا ذوق سخن انتہائی شائستہ تھا' عربی و فارسی کے بے شمار اشعار معنوی ازبر تھے اور موقع محل کے مطابق اپنی گفتگو میں اشعار بھی استعمال کرتے تھے تاکہ مسائل طریق دلنشیں ہوں۔ آپ کو خود شعر کہنے کا مطلقاً شوق نہ تھا اور نہ کبھی شعری طبع آزمائی کی۔ آپ کا عمل ہر طرح سے سنت رسولؐ کے عین مطابق تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کی شان میں ارشاد فرماتا ہے کہ "(اے حبیبؐ) ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ آپ کے شایان شان ہے" لیکن جس طرح حضورؐ اچھے اشعار سماعت فرماتے تھے اور گاہے کسی شاعر کے شعر سے کوئی مثال بھی دیتے تھے ایسے ہی آپ کا عمل تھا۔ بعض لوگوں نے چند اشعار حضرت میاں میرؒ سے منسوب کئے ہیں جو درست نہیں ہے کیونکہ اگر آپ شاعر ہوتے تو یہ بات ناممکن ہے کہ ولیعہد شاہجہانیؒ' ملاشاہ بدخشانیؒ' ابو المعالیؒ اور سید عبدالرحمٰنؒ جیسے صاحبان اسلوب شعراء آپ کی شاعری کا ذکر نہ کرتے یا کلام محفوظ کرنے کی ہمت نہ کرتے۔ آپ حضرت مولانا رومؒ' حضرت شیخ سعدیؒ اور دیگر عربی فارسی کے صوفی شعراء کی شاعری کی تعریف کرتے تھے۔ بعض اوقات اکابر شعراء کے پسندیدہ اشعار اپنے قلم سے لکھتے تھے جن کا موضوع تصوف و پند و نصائح ہوتا۔ حاجت مندوں اور مریدوں کے لئے بعض اوقات سفارشی رقعہ بھی لکھ دیتے تھے لیکن اہل دنیا کے نام کچھ نہ لکھتے' آپ کا طرز تحریر نستعلیق مائل بہ شکستہ تھا۔

حلیہ اقدس "سکینۃ الاولیاء" میں آپ کا حلیہ اقدس اس طرح مرقوم ہے کہ "حضرت اکمل الاولیاء کا قیافہ مبارک جو بھی دیکھتا اس کی آنکھیں پر نور اور دل مسرور ہو جاتا۔ آپ کا رنگ مبارک گندمی اور بہت ملیح تھا۔ ناک اونچی اور پیشانی کھلی تھی جس سے سعادت و کرامت کے آثار صبح صادق کی طرح روشن تھے۔ ابرو ایک دوسرے سے پیوستہ تھے۔ حق بیں آنکھیں نہ چھوٹی تھیں نہ بہت بڑی تمام اعضاء متناسب اور متوسط تھے۔ ریش مبارک اتنی تھی کہ مٹھی میں آسکے۔ ان دنوں آپ کے بال سفید ہو گئے تھے۔ کثرت ریاضت سے جسم بہت نحیف ہو گیا تھا۔ آپ کا قد مبارک مصداق "خیر الامور اوسطہا میانہ تھا۔ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ کا حلیہ مبارک پیدائشی طور پر فنائے عشق مصطفیٰؐ ہونے کی کرامت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلیہ مبارک کے مطابق ہے جیسا کہ معتبر کتب سیرت میں لکھا ہے' اور آخری عمر میں آپ کا نحیف البدن ہونا حضرت غوث الاعظمؓ کے مظہر ظاہر و باطن ہونے کی معروضی شہادت ہے۔

"سکینۃ الاولیا" کی روایت ہے کہ "حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کا لباس فقراء اور درویشوں کا سا نہ تھا۔ خرقہ مرقع نہیں پہنتے تھے۔ کم قیمت کی سفید دستار سر پر اور خرقہ کے بجائے کھدر کا کرتا زیب تن ہوتا تھا۔ جب یہ قدرے میلا ہو جاتا تو دریا کے کنارے جا کر دست مبارک

سے دھو لیتے" بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کا لباس اکثر اوقات گیروی رنگ کا ہوتا تھا۔ ارشاد حق تعالٰی کے بموجب اصل لباس تقویٰ ہے اور آپ کا لباس اتقاء نہایت استوار تھا۔ سید عبدالرحمٰنؒ فرمایا کرتے تھے "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ اپنے طریقے کے احوال و افعال میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی کرتے تھے' اس سے حضرت میاں جیوؒ کی ریاضتوں کا قیاس کرنا چاہئے۔ آنحضرتؐ کی متابعت' تحقیق اور خوبی کسی اور طریقے میں ایسی نہیں دیکھی گئی جیسی حضرت میاں جیوؒ کے طریقے میں ہے"۔ آپ کے بیٹھنے کے دو طریقے تھے اول قبلہ رو' دونوں گھٹنوں کو اٹھا کر کمر اور گھٹنوں پر پٹکا لپیٹ کر بیٹھتے تھے اسے حیوۃ کہتے ہیں اور یہ طریق نشست سنت رسولؐ ہے۔ دوم' آلتی پالتی مار کر بیٹھتے تھے۔ آپ کے مریدین بھی ایسے ہی نشست فرماتے تھے۔ اگر چارپائی پر تشریف فرما ہوتے تو کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہاتھ کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر چہرہ اوپر اٹھا کر بیٹھتے اور کبھی چار زانو پاؤں کی دو بڑی انگلیوں کو دونوں زانوؤں کے اندر دبائے رکھتے تھے۔

اہل لاہور کے لئے دعائے خصوصی

اہلیان اندرون لاہور روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ حجرہ شریف (موجودہ انار کلی نزد نیلا گنبد) سے باہر تشریف لائے تو بہت سے ہندو اور مسلمان بچے آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے' ان کے والدین نے انہیں سکھایا تھا کہ حضرت جب حجرہ اقدس سے تشریف لائیں تو آپ کے گرد گھیرا ڈال لیں اور عرض کریں کہ اہل لاہور کے لئے دعا فرمائیں۔ ان دنوں شاہ ایران کے حملے کا خطرہ تھا۔ آپ نے نہایت شفقت سے ارشاد فرمایا "بچو! کیا بات ہے؟" بچوں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی "ہم آپ سے بنتی کرتے ہیں کہ آپ لاہور کے لئے دعا کریں"۔ آپ نے متبسم لبوں سے ارشاد فرمایا۔ "لاہور میں بہت بڑے بڑے اولیاء اللہ کے مزارات ہیں' ابھی بزرگوں کی دعا لاہور کے لئے ہے' راستہ چھوڑو"۔ بچوں نے اصرار کیا کہ "آپ بھی دعا کریں"۔ آپ نے نہایت پیار سے فرمایا "دعا کریں گے اب جانے دو" بچوں نے پھر ضد کرتے ہوئے عرض کی "ہمارے سامنے دعا کریں تاکہ ہم بھی سنیں کہ بھلا آپ ہمارے لئے کیا دعا کرتے ہیں"۔ آپ نے بہت شفقت فرمائی اور سر راہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور حمد و ثناء اور ہدیہ درود کے بعد یوں دعا فرمائی۔

"اے محمدؐ رسول اللہ کے رب اہل لاہور کی نیکی کو بڑھا اور غلطیوں کو معاف کر لاہور کے لوگ محبت کرنے والے اور بھولے بھالے ہیں' کسی کو ان پر غلبہ نہ دے' آمین"

تمام بچے آپ کے قدموں میں منہ کے بل گرے اور شکر گزار ہوئے۔

آپ کی تصاویر

"ڈاکٹر تارا چند سفیر کبیر بھارت متعینہ ایران نے سید محمد رضا جلالی

نائینی کے تعاون سے ایران سے "سکینۃ الاولیا" فارسی کا نسخہ شائع کرایا تھا۔ یہ کتاب مطبع علمی تہران سے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں ان اصحاب کی یکجا تصویر ہے۔

۱۔ حضرت میاں میرؒ ۲۔ حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ ۳۔ شہزادہ داراشکوہ، ۴۔ حضرت خواجہ حسینؒ، ۵۔ حضرت خواجہ بہاریؒ، ۶۔ حضرت میاں نتھاؒ اور ۷، ۸، ۹، ۱۰، نا معلوم الاسم خدام کی ہے۔

عجائب گھر لاہور میں بھی پرانی تصویر موجود ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ آثار قدیمہ لاہور میں بھی آپ کی ایک تصویر ہے اور گوردوارہ ڈیرہ صاحب (بیرونی صدر دروازہ شاہی قلعہ لاہور) گورو ارجن دیو کی سمادھی میں بھی ہے"۔

وصال، الصلواۃ والسلام علیکَ یا رسولؐ اللہ سنت رسولؐ آپ کی سرشت تھی چنانچہ قبل از وصال بیماری وارد ہوئی۔ ضعف کی وجہ سے بصارت کمزور ہو چکی تھی اور جسم اسہال سے قدرے نحیف ہو چکا تھا۔ وقت قریب آیا تو حاکم لاہور نواب وزیر خاں ایک حکیم کو لے کر حاضر ہوا لیکن آپ نے واپس بھیج دیا اور فرمایا "میرے لئے حکیم مطلق کافی ہے" قرب رحلت میں بے قراری ظاہر ہوئی، خدام نے وجہ بے قراری دریافت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا "اگر یہ بے قراری ہے تو سمجھو کہ میں نے تمام عمر اپنے خدا کو بے فائدہ یاد کیا ہے" اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بے قراری غایت محبت اور محبوب حقیقی کی ملاقات بے محابا کے اشتیاق کے باعث ہے کہ اہل عشق کا انتظار موت سے بھی شدید ہوتا ہے۔ اچانک آپ چارپائی سے اٹھنے کے لئے کوشاں ہوئے۔ آقائے نامدار نبی مختار احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے تھے۔ خادم نے آپ کو سہارا دے کر اٹھانا چاہا لیکن آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا "چھوڑ دے" پھر آپ خود چارپائی سے فرش پر اترے اور کہا "الصلواۃ والسلام علیک یا رسولؐ اللہ" اس کے بعد آپ کا سانس چھوٹا ہونے لگا اور آپ کی زبان پر اللہ اللہ تھا۔ خدام نے آپ کو دوبارہ چارپائی پر لٹا دیا۔ آپ کا ذکر حق آپ کے ظاہر و باطن میں تحلیل تھا اور ساعت اقدس میں حق تعالیٰ سے جا ملے۔ وصال کے وقت حضرت خواجہ بہاریؒ، حضرت شیخ محمد لاہوریؒ، حاجی محمد عباسی بنیانیؒ، اور خادم نور محمدؒ موجود تھے اور انہی اصحاب نے آپ کی آخری دنوں میں شب و روز خدمت کی۔ آپ کا وصال ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ بروز سہ شنبہ بمطابق ۱۶۳۵ء پانچ روز بیمار رہنے کے بعد ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے وصال کی خبر سن کر حاکم لاہور نواب وزیر خان مع عمائدین و اکابر و علماء حاضر ہوا اور

صوفیاء و مریدین نے غسل دیا اور تکفین کی۔ آپ کے جنازے میں شہر کا شہر اُمڈ آیا اور کثیر خلقت نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ بے شمار صوفیاء کو عالم رویت میں آپ کے وصال کی خبر پہنچی اور وہ دور دراز کے شہروں سے شرکت کے لئے آئے۔ آپ کے جسد اقدس کو دارا پور عالم گنج لایا گیا جہاں غایت احترام کے ساتھ آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

قطعہائے وصال و ولادت

میاں میرؒ سر دفترِ عارفاں — کہ خاکِ درش رشکِ اکسیر شد
سفر جانبِ شہرِ جاوید کرد — چوزیں محنت آباد دلگیر شد
خرد بہرِ سالِ وفاتش نوشت — بفردوسِ والا میاں میرؒ شد
۱۰۴۵ھ

ہادیٔ صدق میر اشرف خوانی — وصل آں شاہ زبدۃ الاخیار
نیز فیاضِ حق ولی آمد — ہم میاں میرؒ دستگیر اے یار
۱۰۴۵ھ

باز فرمودۂ شیخ والا جاہ — عقل تولیدِ او بعد تکرار
بندۂ مقتداء میاں میرؒ است — سالِ تولید آں شہِ ابرار
۹۵۷

منقبت

فروغِ شوکتِ فاروقِ اعظمؓ آیتِ قرآن
صبیحِ سالکاں، خلقِ نبیؐ، تصویرِ الجیلانؓ
تبسم ریز ہے الفقر فخری کا پیامِ شوق
جمالِ بندگی الفجر الفقرِ شہِ شاہان
معانی گنجِ جیلانیؓ حصارِ شہ جنیدِؒ عصر
سرورِ رفتہ، نخلِ کوہِ فاراں منبرِ ایقان
ہلالِ ابروئے عیسیٰؑ، خرامِ نازِ ابراہیمؑ
جلالِ شرحِ خوئے انبیاءؑ آئینۂ یزدان
نثار ان کے درِ اقدس پہ کُندَن ہر جہانگیری
طلب ہائے مشاغل سے ہے مطلب جوہرِ ایمان

گہوارۂ الطریقۃُ الرّسولؐ

حضرت سیدنا میاںمیر صاحبؒ کے والد ماجدؒ اور والدہ ماجدہؒ کا گھر گہوارہ علم و حکمت و معرفت تھا۔ اس خاندان میں غنائے وقار کے ساتھ ساتھ فقر محمدیؐ کی روایت نسل در نسل تھی۔ حضرت سیدنا میاںمیر صاحبؒ کی والدہؒ نے جس طرح حضرت سیدنا میاںمیر صاحبؒ کو عالم صغر سنی ہی میں روحانی توجہ سے سرفراز کر کے عالم ملکوت طے کرا دیا تھا اور اللہ کے راستے میں بھیج دیا تھا اس سے حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی زندگی کے بہت سے واقعات مشابہت رکھتے ہیں۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی والدہ ام الخیر حضرت سیدہ فاطمہؓ نے بھی آپ کو عالم ملکوت طے کرا کے بغداد کی طرف تحصیل علم کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا میاںمیر صاحبؒ سیدنا غوث الاعظمؓ کے قدم بقدم گھر سے نکلے اور پھر دوبارہ اپنے علاقے کی طرف رجوع نہ کیا بلکہ اہل علاقہ نے لاہور آکر آپ سے کسب فیض کیا۔ ان میں علاقہ کے جید علماء کے ساتھ ساتھ آپ کے برادران بھی تھے۔

آں کہ گہوارۂ فقرِ مصطفیٰؐ — بام و در روشن ز نورِ مرتضیٰؓ
شہرِ سیوستان شہرِ معرفت — فطرتش ایقانِ عشقِ کبریاء

حضرت قاضی بولن فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت قاضی بولن فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میاںمیر صاحبؒ کے بڑے بھائی تھے۔ پیشہ تجارت تھا اور بہت خوشحال زندگی گزارتے تھے۔ حضرت سیدنا میاںمیر صاحبؒ کا شمس الفجر الفقر جب ہر سمت روشنی پھیلا

رہا تھا تو آپ بھی لاہور تشریف لائے اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی خصوصی توجہ سے مقبول بارگاہ حق ہوئے۔ آپ تنہائی و کم گوئی اور ذکر حق میں کامل محویت کے باعث درجہ ابدال کو پہنچے اور ہر قسم کی شہرت و گمنامی سے بے نیاز رہے۔ غنا اور فقر دونوں صفات آپ کی شخصیت میں جمع تھیں۔

شاہ بولنؒ شہنشاہِ صدق و فقرِ حق مقال — بیعتِ شہ میرؒ را کردد ولیٔ حق تعال
ہمتِ مرداں کہ اخلاق اش در عالم ضوفشاں — صاحبِ فقر و غنا آں امتزاجِ بے مثال
قاضیٔ حکمِ شریعت ناطقِ عزمِ طریق — منبعؒ حلم و حیا سر چشمۂ عشقِ بلالؓ
ظاہر و باطنِ مثالِ مہر و مہ روشن شود — تا قیامت شہرۂ او مردِ حق صاحب کمال
عاجزاں را دستگیر و ناقصاں را پیرِ حق — مظہرِ جوش عمرؓ آئینۂ قرب و وصال

حضرت قاضی عثمان فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قاضی عثمان فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے بھائی تھے اور آپ کے حق پرست دست بیعت سے سرفراز ہو کر اعلیٰ روحانی منازل کو پہنچے۔ آپ صائم الدہر قائم اللیل صاحب تجرید و تفرید مقبول بارگاہ حق ولی اللہ ہوئے۔ آپ سے متعدد کرامات و خوارق عادت کا اظہار ہوا اور کثیر مخلوق آپ کے روحانی فیض سے سرفراز ہوئی۔ آپ کا روضہ اقدس سیوستان ہی میں ہے۔ آپ مسکینوں کے دستگیر اور اہل سلوک کے حق میں مشکل کشا تھے۔

شاہ عثمانؒ اہلِ جرات سیرتِ قرآن است — منبعٔ جود و سخاء آئینۂ فرقان است
محو در ذکرِ خدا آں صاحبِ تفریدِ حق — صاحبِ کشف و کرامات انقلابِ شان است
ہمت اش مسکین پرور روئے او مثلِ صبح — صاحبِ اخلاقِ اعلیٰ شارحِ وجدان است
آں فنا فی اللہ بقا باللہ ولیٔ روزگار — در حیاتِ پاک دارد جلوۂ رحمان است
عارفِ حق بود در عالم مثالِ نورِ حق — درحقیقت رہنما و درشریعت جان است
در رضائے حق مثالِ موسیٰؑ جوشِ عشقِ او — منبعٔ حُسنِ تکلم چشمۂ ایقان است

کُندنِ لاہور گوئید مدحتِ عثمان شاہؒ
نسبتِ شہ میرؒ دارد، شارحِ انسان است

حضرت قاضی طاہر فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قاضی طاہر فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت سیدنا میانمیرؒ کے بھائی تھے اور مرید و خلیفہ ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ نہایت منکسرالمزاج، حلیم الطبع، اخلاق عظیم کا آئینہ اور صاحب کشف و کرامات ولی اللہ ہوئے ہیں۔ آپ سے کثیر مخلوق نے راہ حق دریافت کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوارا۔ آپ میں غنا و فقر کا خوبصورت امتزاج تھا۔ اہل علاقہ آپ کے احترام اور عقیدت کو زندگی کی سب سے بڑی خوش نصیبی سمجھتے تھے۔ آپ کا روضہ اقدس سیوستان میں ہے۔

حضرتِ طاہرؒ کمالِ فقرِ حق	سیرت اش مثلِ بلالؓ فقرِ حق
روز و شب ذکرِ الٰہی کارِ او	شہرتِ او حق مقالِ فقرِ حق
منبعؔ عرفان و علم و آگہی	ہر نفس غرقِ خیالِ فقرِ حق
جان او را کوہِ استحکام داد	محرمِ اسرارِ حالِ فقرِ حق
جرات اش تکبیرِ حق اندر وجود	باطن اش جذب و وصالِ فقرِ حق

حضرت قاضی محمد فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قاضی محمد فاروقی رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے بھائی تھے۔ آپ عالم صغر سنی ہی میں صاحب کشف و کرامات تھے پھر حضرت سیدنا میانمیرؒ کے مرید و خلیفہ ہوئے اور شمس تاباں بن کر چمکے۔ ولیعہد شاہجہانی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "قاضی محمد تصوف اور ولایت میں مرتبہ کمال کو پہنچے لیکن وہ حضرت میاں جیوؒ کی زندگی میں ہی رحمت حق سے جا ملے" آپ کا روضہ اقدس سیوستان میں ہے۔

حضرتِ قاضی محمدؒ بہترینِ اصفیاء	آپ سے ظاہر مقامِ شاہ میرؒ اہلِ بقا
پست ان کے سامنے رفتارِ رخشِ سرسمند	حضرتِ قاضی محمدؒ کا مقامِ حق بلند
آپ کے اخلاقِ حق سے سیتاں شہرِ عظیم	آپ کا شانِ تجملِ شہرِ دل میں مستقیم
آپ نے فقرِ محمدؐ عام دنیا میں کیا	آپ کا اسمِ گرامی پیرِ پیراںؒ کی عطا
عشقِ غوث پاکؓ میں رتبہ ملا اعلیٰ انہیں	قربِ حق میں جلوۂ منبر وہ دکھلایا انہیں
آپکے قدموں کو چھو کر سنگ کُندن بن گئے	آپکے چہرے سے لاکھوں دل کے گلشن بن گئے
آپ کی خاموشیاں سرِّ الٰہی کا خیال	آپ کا حُسنِ کلام آئینۂ حکمِ تعال
آپ کی مدحت کے قابل لفظ ملتے ہی نہیں	آپ کے احسان سے پتھر ہوئے رشکِ نگیں
آپ کا عفو و کرم مثلِ خروشِ العرؒ	آپ کا انعام حُبِّ مرتضائیؓ بے خطر
آپ سے سُنّت نبیؐ کی زندہ سیوستان میں	تذکرے ہیں زندہ پاکستان ہندوستان میں
آپ نے دل کی نظر سے پار بیڑے کر دیئے	اک نگہ سے دامن استغفاریوں کے بھر دیئے
جس پہ ٹھہری اک نظر وہ الاحد مطلوب ہے	آپ کا محبوب سارے دہر کا محبوب ہے
بیعتِ شہ میرؒ سے شانِ کریمی ہے عطا	اک نگاہِ شاہ میرؒ اللہ کی قدر و قضا
جس طرف شہ میرؒ دیکھیں حق اُدھر ہو جائے گا	سنگریزہ اک نظر سے بحرِ زر ہو جائے گا
ہمتِ مرداں شہنشہ میرؒ کا عشقِ علیؓ	مظہرِ ذات و صفاتِ غوث الاعظمؓ الجلی
کائنات اک جسم ہے اور جان ہے حُبِّ علیؓ	اہلِ ہمت دیکھ لے مولا کے خادم ہیں ولی

حضرت بی بی جمال خاتون قدس اللہ اسرارہٗ

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی ولادت کی بشارت کے ساتھ آپ کی والدہ ماجدہؒ کو جس خوش بخت ولی اللہ خاتون کی خوشخبری ملی تھی

وہ حضرت بی بی جمال خاتون قدس اللہ اسرارہ ہیں۔ آپ اپنے ایک بھائی لطف اللہ" کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئیں تھیں۔ لطف اللہ" پیدائش کے چند ہی روز بعد انتقال فرما گئے تھے۔ حضرت بی بی جمال خاتون صاحب" ترک و تجرید و تفرید اور رابعہ وقت تھیں۔ آپ نے مشغولیت حق کی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ" سے حاصل کی اور اپنے والد صاحب" سے بھی تعلیم پائی۔ حضرت قاضی طاہر" کی وساطت سے حضرت سیدنا میانمیر" صاحب نے اپنا طریق بھی کہلا بھیجا تھا جس سے آپ منازل روحانیہ کی اعلیٰ منزلوں پر پہنچیں۔ آپ ایک ولی اللہ حضرت جلال خاموش" کے روضہ پر بھی جایا کرتی تھیں۔ آپ سے متعدد خوارق و کرامات ظہور میں آئیں اور ایک کثیر مخلوق نے آپ کے وجود اقدس سے روحانی رہنمائی حاصل کی۔ آپ پر جذب و استغراق کی کیفیت اکثر ظاہری رہتی تھی چنانچہ شادی کے دس سال بعد حجرے میں کامل طور پر خلوت اختیار کر لی۔ ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں کہ "جس زمانے میں حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے وطن مالوف کو خیرباد کہا اس وقت سے نہ یہ بی بی" میاں جیو" کو دیکھنے آئیں نہ حضرت" ہی ان سے ملنے گئے البتہ خیریت کی خبر آتی رہتی تھی حضرت" اکثر ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔"

آپ بزرگوں کی ارواح کو ایصال ثواب کے لئے اکثر ختم شریف کا اہتمام کرتی تھیں اور اپنے دست اقدس سے نیاز کو تقسیم کرنے کا آغاز فرماتی تھیں۔ آپ رجوع الی اللہ کو بہت اہمیت دیتی تھیں۔ حضرت سیدنا میانمیر" کے بھتیجے محمد امین فرماتے تھے کہ میں نے بی بی" سے یہ سنا کہ "جب حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو عالم ملکوت میں انہوں نے مجھ سے ملاقات کی اور فرمایا فلاں مہینے فلاں دن ہم ملک بقا کی مسافرت اختیار کریں گے لیکن تم ہمیں موجود سمجھ کر ذکر حق میں مشغول رہنا" حضرت بی بی جمال خاتون قدس اللہ اسرارہ سیوستان میں عرصہ دراز تک مقیم رہیں۔ آپ نے ساٹھ سال سے زائد عمر اقدس پائی۔ آپ کا وصال ہفتم ماہ ربیع الاول بروز سہ شنبہ ۱۰۵۷ھ بمطابق ۱۶۴۸ء میں ہوا۔ آپ کی مرقد اقدس موضع میانمیر صاحب" میں حضرت خواجہ بہاری" کے مقبرہ سے جانب مغرب اونچ چبوترے پر بتائی جاتی ہے۔ یہاں ون کے قدیم درخت تھے۔ اب اس چبوترہ پر تین قبریں ہیں۔ آپ کی ایک بہن بی بی باوی" بھی تھیں جو زہد و تقویٰ میں بے مثال اور قرب حق تعالیٰ میں درجہ اعلیٰ رکھتی تھیں۔ آپ کی مرقد اقدس روضہ حضرت ملا شاہ بدخشانی" کے جانب مغرب بتائی گئی ہے۔

حضرت بی بی جمال خاتون قدس اللہ اسرارہ سے متعدد کرامات و خوارق عادات ظاہر ہوئیں ہیں۔ ایک مرتبہ کوئی شخص ایک مچھلی لے کر آیا' آپ پر اس وقت استغراق کی کیفیت تھی جب آنکھ اٹھا کر مردہ مچھلی کو دیکھا تو اس میں آثار حیات پیدا ہو گئے اور وہ چمکنے اور روشنی دینے لگی۔ اس طرح یہ کرامت بھی منقول ہے کہ کسی کو دودھ درکار تھا آپ نے گھی رکھنے والا برتن طلب کیا اور

اس میں ہاتھ ڈالا تو وہ برتن دودھ سے بھر گیا۔ اسی طرح ایک امیر خاں حاکم ٹھٹھہ کے ہاں چند لڑکیاں پیدا ہوئیں تو اس کی بیگم اولاد نرینہ کے لئے آپ سے التماس دعا کرنے آئی۔ حضرت بی بی جمال خاتونؒ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو یکے بعد دیگرے پانچ بیٹے عطا کئے۔ اسی طرح ایک کرامت یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنے دست اقدس سے دو من گندم کوٹھی میں ڈالی۔ آپ کے ہاتھ کی برکت سے سال بھر کا خرچہ اسی سے چلا اور گندم پھر بھی اسی مقدار میں موجود رہی۔ حضرت بی بی جمال خاتونؒ کے بیٹے حضرت خواجہ محمد شریفؒ کو ولیعہد شاہجہانی نے سندھ سے بلا کر درگاہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا سجادہ نشین مقرر کیا تھا۔

رابعۂ عصر خاتونِ جمالؒ تقویٰ مریمؑ مجسم از تعال
طاہرہ و عابدہ و زاہدہ لحظہ لحظہ قربِ حق سیفِ مقال
صاحبِ کشف و کراماتِ کثیر قلب او عرشِ معلّٰی رعبِ حال
کربلائے حق بصد مشہودِ جاں بنتِ حضرت فاطمہؓ زینبؓ مثال
سطوتِ حلم و حیائے بندگی از درش فیضِ علیؓ اظہر مآل
آں کہ ہمشیرِ محمد میرؒ است
صاحبِ تجرید و تفریدِ جلال

حضرت خواجہ محمد شریف فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ

امیر العابدین، زبدہ عارفین، نور چشم بی بی جمال خاتونؒ، حضرت خواجہ محمد شریف فاروقی قادریؒ زہد و تقویٰ میں بے مثال اور ہمت و عرفان میں ولی کامل تھے۔ آپ کی بیعت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے ہاتھ پر منقول ہے۔ ولیعہد شاہجہانی نے دربار حضرت میانمیر صاحبؒ کے قرب و جوار کی زمین ڈھڈی راجپوتوں سے خرید کر دربار کے نام منتقل کر دی۔ یہ علاقے دارا پور، عالم گنج اور ہاشم پور، کہلاتے تھے۔ اس جملہ زمین و باغات کے کاغذات خواجہ محمد شریفؒ کے سپرد کر دیئے گئے اور آپ نے اعلیٰ روحانی روایات کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا۔ آپ کا وصال ۱۰۵۴ھ بمطابق ۱۶۴۵ء کو ہوا اور آپ کی قبر حضرت میاں میر صاحبؒ کے دربار کے پائنتی میں نیچے موجود ہے۔ آپ کے وصال کے وقت اورنگ زیب عالمگیر حکمران تھا۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے حضرت مہدی شاہؒ سجادہ نشین ہوئے۔

حضرتِ خواجہ شریف آئینۂ حُسنِ خدا ظاہر و باطن ہے اقدس مثلِ نورِ مصطفیٰؐ
عشقِ احمد مصطفیٰؐ میں نائبِ غوثِ جلیؓ آپ کا احسان و ہمت ہے بقائے اصفیاء
آپ نے حُسنِ عمل سے قلب جیتے خلق کے آپ کا طرزِ سخاء شہ میرؒ کا طرزِ سخاء

صاحبِ سجادہ اوّل درگہِ شہ میرؒ کے آپ کا رتبہ رہی آنکھوں میں سایہ عرش کا

تارکِ دنیا حلیم و مقتدائے اہلِ فقر کچھ نہ چاہا دہر سے جز عشقِ ذاتِ مرتضیٰؓ

بادشاہی آپ کے قدموں میں ایسے جھک گئی جس طرح بادِ خزاں پتّوں کو دیتی ہے گرا

کُندنؔ لاہور کیا جرات کہ مدحت کر سکے

ہے ورائے ہر قلم راز حبیبِ کبریاء

کرامات و خوارق

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہ کی کرامات و خرق عادات حد و شمار سے باہر ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت عہد متاخرین میں لامثال ہونا اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ اسرارہ اور حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزم طریق کی کامل پاسداری کرنا ہے۔ آپ کے در اقدس سے عارفوں' سالکوں' مجذوبوں' عالموں فاضلوں اور بادشاہوں نے رہنمائی حاصل کی ہے۔ ولی عہد شاہجہانی "سکینۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں۔

"اس (سکینۃ الاولیاء) میں حضرت میاں جیو" اور اپنے شیخ ملاشاہ بدخشی" اور دوسرے اصحاب کے جو حالات و واقعات اور کرامتیں درج کی گئی ہیں' وہ بلاشبہ ہزارواں حصہ ہیں اس گروہ کی لاتعداد کرامتیں لوگوں کی زبان پر ہیں اور بہت مشہور بھی ہیں' ان کا زبانی ذکر خواہ معتبر لوگ ہی کیوں نہ کریں' ان میں رفتہ رفتہ فرق آتا جاتا ہے اور بعض خاص باتیں حافظوں سے اتر بھی جاتی ہیں۔ قریبی زمانے کے لوگ اگر تحقیق کر کے انہیں قلمبند کرلیں تو جوں جوں وقت گزرے گا ہر شخص انہیں حقیقی واقعات کے مطابق تحریر کرے گا اور ان میں کسی قسم کا فرق نہیں آنے پائے گا۔ اسی وجہ سے ان واقعات کو حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ

علیہ کے اصحاب سے تحقیق کرنے کے بعد بڑی احتیاط سے احاطہ تحریر
میں لایا ہوں، اس سے میرا مقصد عبارت آرائی ہرگز نہیں ہے"۔[1]

ولیعہد شاہجہانی کا مذکورہ بالا بیان حرف بہ حرف درست ہے کیونکہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی بہت سی کرامات بالخصوص لاہور میں مشہور ہیں جو کسی تذکرے میں شامل نہیں ہیں۔ حضرت سیدنا میاں میر قدس اللہ اسرارہ کی سیرت اقدس کے حوالے سے جس تذکرہ نگار نے بھی قلم اٹھایا ہے اس کا بنیادی ماخذ "سکینۃ الاولیاء" ہی ہے۔ حضرت سیدنا میاں میر قدس اللہ اسرارہ کی سیرت اقدس کے بارے میں آج تک جو کچھ بھی لکھا گیا ہے اس دفتر ادب میں آج بھی "سکینۃ الاولیاء" کے مقابل کوئی تصنیف سامنے نہیں آسکی اور ولیعہد شاہجہانی نے اپنی اس تصنیف کے بارے میں جو دعویٰ کیا ہے وہ آج بھی درست ہے کہ۔

صد شکر کہ ایں سکینۂ میاں میرؒ
بس خوب تمام شد ز حُسنِ تحریر
چوں حضرتِ میاں میر را نبودہ ثانی
البتہ مرا ایں سکینہ را، نیست نظیر

(صد شکر کہ حضرت میانمیرؒ سے متعلق یہ کتاب سکینۃ الاولیاء حسن تحریر سے تکمیل پذیر ہوئی ہے۔ جیسے کہ حضرت میاں میرؒ کا کوئی ثانی نہ تھا ویسے ہی اس کتاب کی بھی کوئی نظیر نہیں ہے)

اگر کرامات کے ضمن میں ان کرامات کو جمع کیا جائے جو حضرت سیدنا میانمیر بالاپیر قدس اللہ اسرارہ کے وصال ارتحال کے بعد ظاہر ہوئی ہیں تو شاید اس کے لئے کئی دفتر درکار ہوں گے کیونکہ آپ کی درگاہ معلیٰ قادریہ ہر آن مرجع و منبع کرامات و تصرفات ہے لیکن تحقیقی سطح پر جن کرامات کا شامل ہونا ایک تحقیقی اضافہ ثابت ہو سکتا ہے وہ ایسی کرامات ہی ہیں جن کا صدور آپ کی حیات ظاہریہ میں ہوا ہے۔ راقم الحروف نے اس سلسلے میں کاوش بسیار کی ہے اور خوش قسمتی سے میری پیدائش بھی موضع حضرت میاں میر صاحب" یعنی باغ حضرت ملا شاہ بدخشانی" میں ہوئی ہے اور بچپن بھی وہاں گذرا ہے لیکن تحقیقی طور پر تمام سنی ہوئی کرامات کو درج کروں تو مناسب نہ ہو گا چنانچہ میں نے "سکینۃ الاولیاء" کے علاوہ صرف ان کرامات کو درج کیا ہے جس کی روایت سینکڑوں لوگوں کی زبان پر ہے اور جو بے حد مشہور و معروف ہیں۔

حاجی نعمت اللہ کو جب آپ نے مشغول بریاضت فرمایا اور ان پر علم ملکوت منکشف ہو گیا آخر ایک دن شیخ جمیل الدین نامی درویش سے ملے جو شیخ وجیہہ الدین کے خلیفہ تھے اور سرہند میں مقیم تھے۔ ان سے ذکر کیا کہ مجھے ایک ایسا عالم دکھائی دیتا ہے جس کی وجہ سے مجھے بہت حظ نصیب

---

[1] سکینۃ الاولیاء، ولیعہد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۲۸۶

ہوتا ہے۔ یہ سن کر وہ بولا "اس عالم کو تیرے پیر نے کیا نام دیا ہے؟" حاجی نے جواب میں کہا "عالم ملکوت" درویش نے کہا "یہ عالم ملکوت نہیں بلکہ عالم جنات ہے" یہ حال تمہیں نقصان پہنچانے کا باعث ہوگا" اور پھر اس نے اپنی بات پر اس حد تک زور دیا کہ حاجی کا اعتقاد متزلزل ہو گیا اور اس نے ریاضت کا شغل ترک کر دیا۔ ترک شغل کے بعد جب وہ روحانی حظ سے بے نصیب ہو گیا تو مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا اور حضرت میاں جیوؒ سے اجازت حاصل کرنے لاہور آیا۔ حاجی کو دیکھتے ہی حضرتؒ نے اس سے شغل ترک کرنے اور یاد حق سے روگردانی کرنے کا سبب دریافت کیا اور فرمایا "حاجی! یہ کیسی افتاد پڑی تم پر؟" حاجی نے حقیقت حال عرض کر دی۔ آپ نے سن کر فرمایا "اس درویش نے تمہیں بھٹکا دیا ہے۔ اسے عالم ملکوت کی خبر نہیں"۔ حاجی کے دل میں انکاری کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ اس لئے عرض کی کہ "میں نے حج کو جانے کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے رخصت فرمایئے" آپ نے فرمایا "حاجی! اگر حج کی سعادت تمہیں یہاں مل سکے اور مکہ مکرمہ کا مشاہدہ ہو جائے تو پھر کہو!" اس نے عرض کی کہ "اگر ایسا ہو جائے تو مجھے اپنی مراد حاصل ہو جائے گی اور میں آپ کی خدمت میں یہیں رہ جاؤں گا" حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی کے لئے ایک جگہ مقرر کر دی اور فرمایا "آج رات کو یہ اسم پڑھنا" حاجی نے ویسا ہی کیا۔ دوسرے ہی دن آکر اس نے حضرت کے پائے مبارک پر سر رکھا اور معذرت چاہی۔ آپ نے فرمایا "کہو حج کیا؟ اس نے جواب دیا "حضرت کی توجہ سے میں مسنونہ طریقے کے مطابق منزل بمنزل چل کر مکہ مکرمہ پہنچا، مناسک حج بجا لایا اور مجھے حج کی سعادت یہیں حاصل ہو گئی"۔ حضرت نے حاجی کو پھر مشغول حق کر دیا اور بالاخر وہ کاملوں میں ہو گیا۔

ایک مرتبہ اس فقیر (داراشکوہ) کو بیماری لاحق ہوئی۔ علاج کرنے سے طبیب عاجز آ گئے۔ بیماری نے چار ماہ تک طول پکڑا۔ فقیر (داراشکوہ) کو اب تک حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ سے نیاز حاصل نہیں ہوا تھا اور انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ بادشاہ (شاہجہاں) مجھے اپنے ساتھ حضرتؒ کی خدمت میں لے گئے اور کمال اخلاص اور نیاز مندی کے ساتھ التماس کی کہ "اس فقیر کی شفا اور صحت کے لئے دعا فرمائیں"۔ بادشاہ نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "حضرت میاں جیوؒ! میرا یہ بڑا بیٹا آپ کا معتقد ہے، طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے ہیں، حضور توجہ فرمائیں" حضرتؒ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر مٹی کا پیالہ، جس میں خود پانی پیا کرتے تھے، پانی سے بھر کر ہاتھ میں لیا۔ اس پر دعا پڑھی اور پانی پینے کے لئے پیالہ اس فقیر کو دیا۔ پانی پینے کے ایک ہفتہ بعد میری سب بیماری جاتی رہی اور صحت ہوتی گئی۔ اسی ہفتے پھر میں نے حضرتؒ کی خدمت میں کسی کو بھیج کر کامل صحت یابی کی دعا کے لئے التماس کی۔ حضرت نے فرمایا "ان چار دنوں میں فلاں وقت اور فلاں ساعت کامل شفا حاصل ہو جائے گی" آپ کے ارشاد کے مطابق اسی روز عین اسی وقت مجھے خدا نے شفائے کامل عطا کی۔

حضرت سیدنا میاںمیر صاحب" کا ایک خادم شیخ عبدالواحد بنیانی روایت کرتا ہے کہ ایک دن حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ باغ کامران راوی دریا کے کنارے آرام فرما رہے تھے اور آپ کے پاؤں میں کچھ تکلیف تھی اور میں پاؤں دبا رہا تھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا سانپ چلا آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا "اسے آنے دو" جونہی وہ قریب آیا' حضرت" اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سانپ آپ کے حضور میں بلند ہو کر بیٹھ گیا اور کچھ کہا' جسے میں نہ سمجھ سکا۔ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا "خوب! ایسا ہی سہی"۔ سانپ اٹھا' تین مرتبہ حضرت" کے گرد پھرا اور چلا گیا۔ میں نے حضرت" سے دریافت کیا کہ سانپ نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا "سانپ نے یہ کہا تھا کہ میں نے تہیہ کیا تھا' جب آپ کو دیکھوں گا تو آپ کے گرد طواف کروں گا" جواب میں میں نے کہا "بہتر ایسا ہی سہی"۔

شیخ عبدالواحد نے کہا کہ ایک دن حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ زین خاں کے باغ میں مشغول ذکر تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک فاختہ درخت پر بیٹھی چہک رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا "سنو! کس خوش بیانی سے خالق کے نام کا ورد کر رہی ہے"۔ اس کی آواز سے آپ بہت محظوظ ہو رہے تھے۔ دفعتہ" ایک شخص آیا' اس کے ہاتھ میں غلیل تھی۔ فاختہ کا شکار کرنے کے لئے اس نے غلہ پھینکا جو فاختہ کے جا لگا۔ وہ درخت سے نیچے آگری اور مرگئی۔ اس شخص کو مہلت ہی نہ دی کہ اسے ذبح کرتا' فاختہ وہیں چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہوا۔ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ بہت آزردہ ہوئے اور فرمایا "جا اور فاختہ کو اٹھا لا"۔ میں فاختہ کو آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس پر پھیرا تو وہ فورا" ہاتھ سے نکل کر اڑ گئی اور اسی شاخ پر جا بیٹھی اور اسی طرح ذکر باری تعالٰی میں مصروف ہو گئی۔ اتنے میں وہ شکاری واپس آیا اور پھر اسی فاختہ کے شکار کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت" نے مجھے فرمایا کہ "جا اسے منع کر۔" میں نے ہرچند اسے منع کیا لیکن وہ نہ مانا' بلکہ میرے ساتھ سختی سے پیش آیا۔ اس نے فاختہ کا نشانہ کرنے کے لئے غلہ پھینکنا چاہا۔ غلہ فاختہ پر لگنے کے بجائے پوری شدت کے ساتھ اس کی انگلی پر لگا جس سے وہ بیتاب ہوا اور چکرا کر گر پڑا۔ حضرت" نے فرمایا "جا اور اس سے کہہ کہ فقیر کی بات تو نے نہ مانی اور اپنا حشر دیکھ لیا' وہی ہوا جو ہونا تھا۔ اب اگر فاختہ کو پھر نہ مارے تو تمہاری انگلی کا درد جاتا رہے گا" میں نے جا کر اسے یہ کہا۔ وہ بولا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کسی جانور کو نہیں ماروں گا۔" فورا" ہی اس کا درد جاتا رہا اور وہاں سے رخصت ہوا۔

ایک شخص جو سفر پر جانا چاہتا تھا بغرض دعا حضرت میاں میر صاحب" کی خدمت میں رخصت حاصل کرنے کے لئے آیا۔ حضرت" نے دریافت فرمایا "کہاں جا رہے ہو؟" اس نے خراسان جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "اس سال نہ جاؤ' راستہ بند ہے" ہرچند کہ امن تھا اور قافلے

آتے جاتے تھے۔ اچانک اطلاع آئی کہ حکمرانوں میں جنگ چھڑ گئی ہے اور قندھار کا راستہ بند ہو گیا ہے چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی سامنے آیا۔

حاجی علی کوسوی نے بیان کیا کہ میں نے ایک سفر میں حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی ایک عجیب کیفیت دیکھی ہے۔ ایک دن اصفہان اور یزد کے درمیان ہمارا قافلہ دریا کے کنارے اترا ہوا تھا۔ میں اپنے چند رفیقوں کے ساتھ کھانا پکانے میں مشغول تھا۔ اچانک دور سے ایک شخص لباس فاخرہ پہنے نظر آیا۔ اسے دیکھنے سے مجھے بہت فرحت اور راحت محسوس ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ بزرگ میرے قریب آ گئے۔ غور سے دیکھا تو یہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ تھے جو مجھے بلا رہے تھے۔ میں بڑے شوق سے دوڑتا ہوا خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے قدموں پر سر رکھا۔ حضرتؒ مجھ سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا "آپ کا کاروان نشیبی جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے' بہت بڑا طوفان آنے والا ہے' جلدی کرو اپنے سازوسامان اور خیمے کو کہیں اونچی جگہ منتقل کرو اور قافلے کو بھی مطلع کر دو" اس اثناء میں میں نے چاہا کہ حضرتؒ سے دریافت کروں کہ اس سرزمین میں تشریف آوری کیونکر ہوئی؟ نیز کھانا کھانے کے لئے بھی التماس کروں کہ اچانک ناگوار سی آوازیں سنائی دیں۔ حضرتؒ کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں کہیں نہ پایا۔ وہ نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔ اس واقعے سے میرے دل پر بہت خوف طاری ہوا اور وہاں سے لوٹ کر اپنا خیمہ اور سازوسامان اونچی جگہ پر لے گیا اور اہل قافلہ کو بھی اوپر آنے کو کہا۔ لوگوں نے کہا' اس قسم کی تیز دھوپ میں خیمے کہاں اکھاڑیں اور کیا تکلیف اٹھائیں۔ بعض لوگوں نے میری بات پر اعتماد کر کے اس پر عمل کیا اور اونچی جگہ پہنچ گئے۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ شدید طوفان آیا اور جن لوگوں نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور وہیں نشیب میں رہ گئے وہ مع مال و اسباب طوفان کی نذر ہو گئے۔

ایک دن ایک درویش عمامہ اور خرقہ پہنے دو تین خادموں کے ہمراہ حضرت میاں میر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل مجلس پر اپنی برتری ظاہر کرتے ہوئے غرور و تمکنت سے بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں ایک شکستہ حال مغل داخل ہوا اور جوتیاں رکھنے کی جگہ پر بیٹھ گیا۔ گھڑی بھر گزری ہو گی کہ ایک شخص نے پینتیس روپے حضرتؒ کی خدمت میں نذر گزاری۔ آپ نے خلاف عادت ہاتھ بڑھا کر لے لئے اور نذر پیش کرنے والا اجنبی واپس چلا گیا۔ حضرتؒ نے وہ روپے اس سروپا برہنہ اور شکستہ حال مغل کو دے دیئے اور فرمایا "ان سے ایک گھوڑا اپنے لئے خریدو' کچھ رقم اپنے لئے رکھو اور فلاں شہزادے کی خدمت میں جا کر ملازمت اختیار کر لو" اس متکبر اور ریاکار درویش نے جب دیکھا کہ تمام رقم اس مغل کو دے دی گئی ہے تو بہت برہم ہوا اور کہنے لگا "یہ فقیروں کا حق تھا اور پھر میں تو اس مغل سے پہلے آیا تھا' میرا حق اس کی نسبت زیادہ تھا' مجھے کیوں اس میں سے حصہ نہیں دیا گیا؟" حضرتؒ نے فرمایا "ظاہرا" تو اس کا حق تمہاری نسبت زیادہ ہی ہو گا" یہ سن کر وہ جل

بھن گیا اور اٹھ کر چل دیا۔ حضرت‌ؒ نے فرمایا" کھانا آ رہا ہے کھا کر جانا" لیکن اس نے یہ دعوت قبول نہ کی اور باہر نکل گیا۔ حضرت‌ؒ نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا "اس شخص کو عجیب واقعہ پیش آئے گا" حاضرین نے دریافت کیا "کیا واقعہ ہو سکتا ہے؟" فرمایا "باوجود یہ کہ اس کی کمر کے ساتھ تھیلی میں ایک سو بائیس روپے آٹھ آنے بندھے ہیں' اس پر بھی وہ اپنا حق جتا رہا تھا۔ اس کی تھیلی گم ہو جائے گی اور مال کی محبت میں وہ جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اس کے ساتھیوں پر بھی اس مال کی وجہ سے شامت آئے گی اور وہ بھی مارے جائیں گے" حاضرین میں سے ایک شخص حقیقت حال دیکھنے کے لئے باہر گیا اور دو آدمی اس درویش کے پیچھے گئے کہ اس کے ساتھ رہیں اور جو واقعہ پیش آئے اس سے مطلع کریں۔ راوی کا کہنا ہے کہ جب دو تین دن گزر گئے تو وہ درویش غسل کی غرض سے دریا کی طرف گیا اور تھیلی خرقے میں رکھ کر خود پانی میں اترا۔ غسل سے فارغ ہو کر خرقہ پہنا اور حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ کمر کھول کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ جب اس نے ہاتھ کمر پر ڈالا تو تھیلی غائب تھی۔ سراسیمہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا "گھبراہٹ کا کیا سبب ہے؟" اس نے کہا' کوئی چیز کھو گئی ہے' اسے کہیں جا کر ڈھونڈتا ہوں" باہر گیا' ہر چند تھیلی کو ڈھونڈا لیکن وہ کہیں نہ ملی۔ ناکام ہو کر حضرتؒ کی خدمت میں لوٹ آیا اور اپنی بے ادبی کی معافی چاہی۔ آہ زاری کرتے ہوئے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور التماس کی کہ میری نقدی جو کھو گئی ہے' اسے دلانے کی تدبیر کیجئے۔" آپ نے فرمایا "ہم کیا جانیں کہ وہ کیا تھی اور کہاں گئی؟" وہ بولا "میں یا تو اپنی نقدی آپ سے لوں گا یا پھر یہیں جان دے دوں گا" اس کی گریہ و زاری جب حد سے بڑھی تو اہل مجلس نے اس کی سفارش کی۔ اب پر حضرتؒ نے فرمایا " دریا کے کنارے جاؤ' فلاں جگہ ایک بڑی سی کشتی ہے وہاں ایک فقیر بیٹھا ہوا گودڑی سی رہا ہے وہ تمہیں تمہاری تھیلی دے دے گا" حسب ارشاد وہ وہاں گیا۔ کشتی میں ایک فقیر کو گودڑی میں پیوند لگاتے دیکھا۔ اس نے خیال کیا' یہ تو کوئی مزدور ہو گا اور جس شخص کے متعلق حضرتؒ نے فرمایا ہے وہ کوئی دوسرا شخص ہو گا۔ یہ گمان اس کے دل میں گزرا ہی تھا کہ فقیر نے دفعتہ" سر اٹھایا اور کہا "ہاں میں مزدور ہی تو ہوں لیکن وہ بوجھ اٹھانے والا مزدور ہوں جس کے لئے تمہیں حضرت میاں جیوؒ نے یہاں بھیجا ہے"۔ اس نے کہا "بیشک ایسا ہی ہے"۔ درویش بولا "آ اور اپنی تھیلی پہچان کر لے لے"۔ اس نے جب دیکھا تو وہاں بہت سی تھیلیاں تھیں۔ اس نے اپنی تھیلی اٹھالی۔ درویش نے کہا گن لے' جب اس نے گنے تو ایک سو بائیس روپے آٹھ آنے تھے۔ پھر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ کھوئی ہوئی چیز آپ کی توجہ سے مجھے مل گئی ہے۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلا آیا۔ رقم گم ہو جانے کی وجہ سے سخت بیتاب ہوا تھا' جب تک اسے واپس نہ ملی اسے خون کے دست آتے رہے۔ رقم پانے کے دو تین دن بعد اسی عارضے سے وہ فوت ہو گیا۔

اس کے دو مریدوں میں سے ایک اس کی تھیلی لے کر کسی طرف نکل گیا۔ دوسرے مرید کو جب معلوم ہوا تو اس کا تعاقب کر کے راستے میں اسے جا لیا اور رقم حاصل کرنے کے لئے اسے مار ڈالا۔ راہداروں کو خبر ہوئی تو انہوں نے قصاص کی غرض سے اسے بھی ہلاک کر دیا اور جیسا حضرت سیدنا میانمیرؒ کی زبان حق بیان سے ارشاد ہوا تھا قدرت ایزدی سے ایسا ہی سامنے آیا لیکن اس سروپا برہنہ مغل کو جس کا پہلے ذکر ہوا ہے حضرتؒ کی توجہ سے شہزادے کے ہاں ملازمت مل گئی اور وہ انتہائی خوشحال اور امیر ہو گیا۔

جب ملک کو کوئی عسکری مہم درپیش ہوتی تھی تو حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اس کے احوال معلوم کیا کرتے تھے چنانچہ جب ازبکوں نے قلعہ کابل کا محاصرہ کیا اور بہت نازک صورتحال پیدا کر دی اور تمام شہر اور علاقہ ان کے قبضے میں آ گیا تو ایک شخص حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا' اسی وقت آپ کی زبان حق بیان سے یہ فقرہ نکلا کہ "ازبک بھاگ گئے" اس شخص نے اختلاف کیا اور کہا "ازبکوں نے تو پورے استحکام کے ساتھ علاقہ مسخر کر لیا ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ وہ اب تک قلعہ بھی فتح کر چکے ہوں گے" لیکن ایک ہی ہفتہ گزرنے پایا تھا کہ جو کچھ آپ کی زبان اقدس سے نکلا تھا ویسا ہی ہوا اور خبر آئی کہ ازبک کابل سے نکل گئے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت میانمیر صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ "میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے۔ یہ امید لے کر آیا ہوں کہ آپ توجہ فرمائیں گے" حضرتؒ نے جب اس کی گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کیفیت میں کچھ کمی واقع ہوئی تو آپ نے پانی کا پیالہ طلب کیا۔ اس پر دعا پڑھی اور اس شخص کو دیا کہ اسے لے جائے اور اپنے بیٹے کو پلا دے۔ جب وہ پانی اسے پلایا تو اسے شفا ہو گئی۔ پھر وہی شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ سات سال کا ہو گیا ہے لیکن گونگا ہے بول نہیں سکتا۔ حضرتؒ نے اس لڑکے سے فرمایا "کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" آپ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ لڑکے کی زبان کھل گئی اور اس کا گونگا پن جاتا رہا اور پھر یہ بھی ہوا کہ تھوڑی ہی مدت میں اس نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ حضرتؒ نے اس پر یہ عنایت بھی کی کہ وضو کرتے وقت جس رومال سے ہاتھ اور منہ پونچھتے تھے وہ اسی کو دے دیا اور فرمایا "جس وقت کوئی بیماری تمہارے بیٹے کو لاحق ہو یہ رومال اس کے سر پر لپیٹ دینا' خدا شفا دے گا" اس شخص نے اس کو عطیہ مقدس سمجھا اور رومال کو سر آنکھوں پر لگا کر لے لیا۔ کہتے ہیں کہ یہ رومال آج بھی اس کے پاس ہے جب کبھی اس کو یا اس کے بیٹے کو کسی قسم کی بیماری یا تکلیف ہوتی ہے تو وہ اسی طرح کرتا ہے جیسے حضرتؒ نے ہدایت فرمائی تھی چنانچہ اسی دن اسے شفا ہو جاتی ہے۔

ایک دن حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اپنے اصحاب کے ساتھ باغ نولکھا میں تھے کہ آپ نے

ایک مرید سے کہا کہ فلاں درخت سے پوچھو کہ کیا تسبیح پڑھ رہے ہو۔ مرید نے پوچھا تو درخت باتیں کرنے لگا۔ درخت نے کہا کہ میں "یانافع" کی تسبیح کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ درخت نے اپنی شاخوں اور پتوں کے خواص بھی بتائے۔ وہ "سرس" کا درخت تھا۔

حضرتؒ کے ایک خادم غیاثؒ نے بیان کیا کہ میری شادی کو کئی برس گزر گئے تھے لیکن اولاد نہ ہوئی چنانچہ میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التماس کیا کہ میری بیوی کے ہاں بچہ نہیں ہوتا اس لئے کسی اور عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "خاطر جمع رکھو' اسی عورت سے بہت لڑکے پیدا ہوں گے" حضرتؒ کے فرمانے کی برکت سے اسی عورت سے دس بچے ہوئے جو سب لڑکے تھے۔

حضرت خواجہ بہاریؒ جو حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مریدان کبار میں سے تھے' فرماتے تھے کہ حضرتؒ کا ایک طالب ایک ایسی مسجد میں رہتا تھا جس کا امام مسجد ایک نامور عالم اور حافظ قرآن تھا لیکن آپ کا مذکورہ طالب اپنے ارفع بے خطر احوال کے باعث اس پیش امام کے پیچھے نماز نہ پڑھتا تھا جس پر پیش امام بہت معترض تھا۔ اتفاقاً ایک روز وہ مولوی چیں بہ جبیں حضرتؒ کی خدمت میں آیا اور گلہ گزار ہوا کہ آپ کا مرید نماز باجماعت کا پابند نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا "تم اب جا سکتے ہو' تمہیں اس سے کیا سروکار! وہ جہاں چاہے نماز ادا کرے" وہ مولوی وہاں سے چل کر باہر گیا ہی تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور جو کچھ پڑھا تھا سب بھول بیٹھا اور چند ہی دن بعد دنیا کو خیرباد کہہ دیا۔

جب جہانگیر بادشاہ کشمیر میں تھا اس وقت بعض لوگوں نے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شیخ احمد سرہندیؒ کے ایک مرید مرزا حسام الدینؒ کے متعلق بادشاہ سے شکایات کیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت محدث دہلویؒ اور مرزا حسام الدینؒ کو حضور میں حاضر کیا جائے اور شیخ نورالحقؒ پسر عبدالحق محدثؒ کو کابل بھیج دیا جائے تاکہ تدارک فتنہ ہو۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ انتہائی پریشانی کے عالم میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے حضور استمداد کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ "اس سن وسال میں مجھے وطن اور بچوں سے جدا ہونا پڑے گا اور میرے بیٹے کو کابل جانا ہوگا" حضرتؒ نے فرمایا "خاطر جمع رکھو' یہ میرا ذمہ ہے کہ بادشاہ سے ملے بغیر ہی تم وطن واپس چلے جاؤ گے اور بچوں کے ساتھ یکجا رہو گے" شیخ مطمئن ہو کر وہاں سے اٹھے۔ چار روز بعد جہانگیر فوت ہو گیا اور شیخ محدثؒ اپنے بیٹے کے ساتھ دہلی لوٹ گئے۔

میرک حسین خافی نے بیان کیا کہ جب طاعون کی وبا پھیلی تو میرے بیٹے کے کان کے نیچے گلٹی نکل آئی جو موت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ بیٹے کی زندگی سے میں مایوس ہو گیا اور بے اختیار ہو کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹے کی صحت کے لئے دعا کے لئے التماس کی۔ آپ نے فرمایا "قدرت کے کاروبار میں کسی کو دخل نہیں ہوتا' لیکن جب انہوں نے مجھے سخت فکری مندی کی حالت

بیٹے نے پانی پی لیا اس کے
میں دیکھا تو پانی کا کوزہ طلب کیا' اس پر دعا پڑھی اور مجھے عنایت کیا۔
مرض میں افاقہ ہو گیا اور صبح تک مرض کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔

ایک شخص بخارا کے لئے روانہ ہوا لیکن چودہ سال تک اس کی کوئی خبر نہ آئی پندرھویں سال اس کی خبر آئی کہ وہ انتہائی بیمار ہے اور قریب المرگ ہے۔ اس شخص کی ہمشیرہ بہت متفکر ہوئی اور بغرض دعا اپنے ایک عزیز کو حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی بارگاہ اقدس میں بھیجا۔ اس سے پہلے کہ وہ شخص آپؒ سے کچھ عرض کرتا آپ نے زبان الہام فشاں سے ارشاد فرمایا "جس غرض سے تم یہاں آئے ہو خاطر جمع رکھو' غائب شخص صحیح و سالم ہے اور جلد ہی وطن لوٹ آئے گا۔" چنانچہ ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ شخص بخارا سے سلامتی کے ساتھ وطن واپس آگیا۔

عمائدین سلطنت مغلیہ میں سے ایک شخص بیان کرتا ہے کہ جب جہانگیر بادشاہ کشمیر گئے تو میں بھی ان کی خدمت میں تھا۔ راستے میں مجھے لاہور کے ایک عزیز کا ایک خط موصول ہوا۔ مضمون یہ تھا کہ حضرت میاں جیوؒ نے فرمایا ہے کہ تم جلد ہی واپس لاہور آؤ گے۔ آخر اسی دن بادشاہ نے مجھے ایک خدمت پر مامور کر کے لاہور بھجوا دیا۔ میں جب لاہور پہنچا تو چند ہی روز بعد خبر ملی کہ بادشاہ نے مجھے کابل میں تعینات کر دیا ہے۔ لاہور میں رہنے کی خواہش بہت تھی۔ حقیقت حال حضرت میاں جیوؒ کی خدمت میں عرض کر دی۔ حضرتؒ نے فرمایا "اطمینان رکھو تم یہیں رہو گے" اسی دن خبر ملی کہ کابل کی خدمت پر مامور کرنے کا حکم نامہ لکھے جانے کے بعد یہ فرمان صادر ہوا کہ بدستور لاہور ٹھہرے رہو۔

ایک راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی حویلی میں کنواں کھودا تو پانی کھارا نکلا۔ پانی کا کوزہ بھر کر حضرت میاں میر صاحبؒ کی خدمت میں لے گیا اور حقیقت حال عرض کر دی۔ آپ نے دعا پڑھ کر فرمایا "اس پانی کو کنوئیں میں ڈال دو" چنانچہ اس حکم کی تکمیل کے بعد کنوئیں کا پانی میٹھا ہو گیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں اور میرے ساتھ کچھ لوگ کسی ظالم کی قید میں گرفتار ہو گئے۔ مخلصی اور زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ ایک دن میرا بیٹا حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عاجزی سے التماس کی۔ آپ نے فرمایا "اپنے باپ کو لکھ بھیج کہ جلد ہی رہائی ہو جائے گی" جب خط ملا تو کچھ امید بندھی۔ پندرہ روز نہیں گزرے تھے کہ حق تعالیٰ کے کرم سے مجھے اور میرے رفیقوں کو اس ظالم کی قید سے رہائی ہو گئی۔

جن دنوں طاعون کی وبا پھیلی اور چند سال جاری رہی تو شیخ پیر میرٹھی حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس بلا کے دفع ہونے کے لئے مل کر توجہ کریں۔ آپ نے فرمایا "اٹل قضا میں دعا فائدہ نہیں کرتی" شیخ پیر نے جب تنہا خود ہی توجہ کرنی چاہی تو اس اثناء میں وہ بے ہوش ہو گئے اور تین دن تک تن من کی خبر نہ رہی۔ تین دنوں کی نمازیں بھی قضا ہوئیں۔

ہوش میں آنے کے بعد حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کیفیت حال بیان کی۔ حضرتؒ نے فرمایا "میں نے تمہیں منع کیا تھا تم نے بیباکی کی جس کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔"

سید محمد کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے ایک شخص میرک حسین خافی کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے عرض کی کہ آج کل بادشاہ ان پر بہت مہربان ہے جس کی وجہ سے ان کی بڑی قدرو منزلت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا "ایسا نہیں بلکہ بادشاہ اس پر ناراض ہے" چنانچہ چند ہی روز بعد خبر ملی کہ میرک حسین کا منصب موقوف اور جاگیر ضبط کر لی گئی ہے اور قید کر کے قلعہ میں بھجوا دیا گیا ہے۔

شیخ بہوا دہلوی جس کا شمار امراء میں تھا' ٹھٹھہ اور بھکر کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے ایک شخص کو حضرت سیدنا میانمیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کی التماس کے لئے بھیجا کہ خیرو سلامتی سے وطن واپس آئے۔ فرمایا کہ "وہ واپس نہیں آسکے گا" آپ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور اسی صوبے میں اس کا انتقال ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ ابو سعید معصومؒ جو حضرت سیدنا میانمیرؒ کے مریدین کبار میں سے تھے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت نے پوچھا "کہو تمہارے گھر کی کیا خبر ہے؟" عرض کی "میری بیوی سے دو بار بیٹیاں ہی پیدا ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک فوت ہو گئی ہے۔ اب میری بیوی پھر حاملہ ہے۔ ہر رات برہنہ سر ہو کر خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے بیٹا عطا کرے" فرمایا "خداوند تعالیٰ سے تو بہت مشکل کام کے لئے التماس کرتا ہے کہ وہ ایک بیٹا دے اور اگر وہ دو بیٹے عطا کرے تو کیا ہو؟" شاہ ابو سعید معصومؒ نے عرض کیا کہ "یہ آپ کی توجہ ہی سے ہو سکتا ہے" آپ نے فرمایا "دو بیٹے پیدا ہوں گے" اس کے چند ماہ بعد دو توام بیٹے پیدا ہوئے۔

صوفی ناصر نامی درویش جو شیخ محمد زاہد جامیؒ کے خلیفہ تھے اور خود وہ حضرت مخدومی اعظم شیخ حاجی محمد خبوشانیؒ کے خلیفہ تھے' ہندوستان آئے اور لاہور میں سکونت اختیار کی۔ انہوں نے اکبر بادشاہ سے ملاقات کی تو بادشاہ نے ضروری اخراجات کے لئے ایک اشرفی فی یوم کے حساب سے روزینہ مقرر کر دیا لیکن کسی وجہ سے انہیں دو ماہ کا روزینہ نہ مل سکا۔ صوفی ناصر حضرت میاں میر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی کہ روزینہ سے محروم ہوں جس کی وجہ سے تمام لواحقین چند روز سے فاقہ کر رہے ہیں۔ حضرت سے دعا کا طالب ہوں کہ روزینہ بحال ہو جائے۔ آپ نے فرمایا " آپ خود اہل خیرو تقویٰ ہیں اللہ کی بارگاہ میں دعا کیوں نہیں کرتے؟" انہوں نے کہا "اگر میری دعا میں اثر ہوا ہوتا تو میں آپ سے عرض نہ کرتا۔" فرمایا " اطمینان رکھو کہ اسی رات اللہ تعالیٰ روزینہ کھول دے گا" یہ کہہ کر صوفی ناصر کو رخصت کر دیا۔ اتفاقاً" اسی رات بادشاہ نے انہیں طلب کر کے دریافت کیا کہ کیا روزینہ ملتا ہے؟ صوفی نے حقیقت حال عرض کی۔ بادشاہ نے

حکم دیا کہ گزشتہ دنوں کا روزینہ انہیں اکٹھا ادا کیا جائے نیز یہ حکم بھی صادر کیا کہ انہیں باقاعدہ روزینہ ملتا رہے۔

حضرت شاہ ابو سعید معصومؒ ایک دن ظہر کے وقت حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا میاں میرؒ حجرے میں آرام فرما رہے تھے چنانچہ خیال ادب سے واپس جانے کے لئے سوچ ہی رہے تھے کہ خادم آیا اور کہا کہ حضرتؒ کی آنکھیں ڈھکی ہوئی تھیں اور سو رہے تھے کہ اچانک بیدار ہوئے اور فرمایا "ملا سعید خاں باہر بیٹھا ہے اسے بلا لاؤ" چنانچہ حضرت شاہ ابو سعید معصومؒ بصد اشتیاق حاضر خدمت ہوئے۔

ایک دن ایک مغل بڑے اضطراب کی حالت میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے دعا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا " اہل دنیا عجیب لوگ ہیں، مطلب کے حصول کے لئے درویشوں کی دعا کو کس قدر آسان سمجھتے ہیں، اگر بھوکے کو روٹی کھلائیں اور ننگے کو کپڑا پہنائیں تو میں ضامن ہوں کہ ان کی مراد بر آئے گی" یہ سن کر وہ مغل رخصت ہو گیا اور دوسرے دن پھر حاضر ہوا اور کچھ نقدی اور چند طشت شیرینی کے لایا۔ نقدی تو آپ نے واپس کر دی اور شیرینی درویشوں میں تقسیم کر دی اور اس کا حال پوچھا۔ اس نے کہا " میرا بیٹا سخت بیمار تھا اس کی زندگی کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ کل جب میں خدمت میں حاضر ہوا تھا اور حضرت نے دعا کے بعد بھوکے کو روٹی اور ننگے کو کپڑا پہنانے کی تلقین فرمائی تھی تو یہاں سے رخصت ہوتے ہی مجھے ایک مستحق درویش ملا۔ میرے پاس ایک انگوٹھی تھی وہ میں نے اسے دے دی۔ گھر کے قریب آیا تو کچھ فقیر نظر آئے جن کے تن پر کپڑا نہ تھا میں نے کچھ اپنے کپڑے انہیں پہنا دیئے۔ وہاں سے چلا تو گھر سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ میں خوف زدہ ہوا کہ شاید کوئی بری خبر لایا ہے۔ جب اس سے دریافت کیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیٹے کی جان بچا لی ہے اسے اب صحت ہے اور پھر میرے منہ سے یہ نکلا کہ یہ سب کچھ حضرت کی توجہ کی برکت سے ہوا ہے"۔

ملا محمد ٹھٹوی جو آصف خاں کے استاد تھے تین بار حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی خدمت میں بغرض فیض حاضر ہوئے۔ دو مرتبہ حضرتؒ نے اسے فرمایا "ملا! اب تمہیں تارک الدنیا ہو جانا چاہئے اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی چاہئے" تیسری بار اسے فرمایا "ہم نے تمہیں آزما لیا ہے تم قطع تعلقات نہیں کر سکتے۔ یہ ہمت تم میں نہیں لیکن اتنا کرو کہ آصف خاں کی صحبت ترک کر دو کیونکہ اس صحبت سے تمہیں بہت نقصان پہنچے گا"۔ ملا نے حضرتؒ کی نصیحت پر توجہ نہ دی اور آصف خاں کے ہمراہ کابل روانہ ہو گیا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ دشمن نے آصف خاں کو "دریائے بہت" کے کنارے قتل کر دیا اور ملا کی خبر نا جانے کیا ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ ابو سعید معصومؒ آگرہ گئے تو بیمار پڑ گئے اور لاہور میں ان کی موت کی خبر

مشہور ہو گئی۔ کسی نے اس بابت حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ زندہ و سلامت ہے" جب حضرت شاہ ابو سعید معصومؒ لاہور آکر حضرت کی بندگی میں حاضر ہو گئے تو آپ نے فرمایا "لوگوں نے تمہارے متعلق غلط خبر اڑا دی تھی لیکن ہم تمہیں زندہ و سلامت دیکھ رہے تھے۔"

ملا فتح محمد کے والد ایک مرتبہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی بندگی میں سلام کے لئے حاضر ہوئے تو ان کے دامن میں ایک روپیہ بندھا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا "کیا ہے؟" عرض کیا کہ "ایک روپیہ ہے"۔ آپ نے فرمایا "اس کا خیال رکھنا کوئی اڑا نہ لے"۔ عرض کیا "مجھ سے کون لے سکے گا؟"۔ جب وہ رخصت ہو کر سرائے حکیم کے پاس پہنچے تو کسی نے روپیہ اڑا لیا۔ جب دوبارہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے صورت دیکھتے ہی زبان الہام بیان سے فرمایا "روپیہ کھو بیٹھے ہو؟ میں نے نہیں کہا تھا کہ اس کی حفاظت کرنا؟"

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے ایک نیاز مند فاضل نامی ایک شخص نے بیان کیا کہ " میرا بیٹا قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ رنج و اندوہ کی حالت میں میں حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک گوشے میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔ باوجود یہ کہ حضرتؒ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے میرے آنے کا حال انہیں معلوم ہو گیا۔ اپنے ایک مرید نتھا پراچہ سے دریافت فرمایا "کون ہے؟ جو یوں آکر خاموش بیٹھ گیا ہے" نتھا نے میرا نام لیا اور کہا "بہت غمگین ہے شاید کچھ زیادتی ہوئی ہے" حضرتؒ نے فرمایا "کسی نے اس پر زیادتی نہیں کی لیکن قضائے الٰہی کے سامنے کسی کو چارہ نہیں۔ اسے کہو! بیٹے کی وفات پر غمگین نہ ہو، عنقریب خدا اس سے بہتر فرزند عطا فرمائے گا اور اسے یہ بھی کہو کہ دو ماہ اور بیس روز بعد ہمیں یاد دلائے" یہ بشارت سن کر مجھے خوشی ہوئی۔ گھر آیا اور گھر والوں کو یہ بات سنائی۔ اس پر میری بیوی نے بتایا کہ وہ حاملہ ہے معلوم ہوا کہ یہ امر حضرت پر منکشف ہوا تھا اور مجھے بشارت دے کر تسلی دی تھی۔ مذکورہ مدت گزرنے پر میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس روز کی استدعا یاد دلائی نیز پوشیدہ حال کا بھی ذکر کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ "اس مرتبہ بیٹی کی پیدائش ہونی تھی لیکن تین مرتبہ میں نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی اور بیٹا بیٹی پر مقدم ہو گیا۔ اس کا نام عالم ملکوت میں محمد افضل ہے" نیز مسکراتے ہوئے فرمایا "باپ کا نام فاضل اور بیٹے کا نام افضل" ایک شخص نے حضرتؒ سے دریافت کیا "کیا بیٹی کی پیدائش موقوف ہو گئی ہے؟" فرمایا "نہیں! اس کے بعد ایک لڑکی اور بعد میں اور لڑکیاں بھی ہوں گی" اس وقت سے آج تک چھ سال کے عرصے میں خداوند تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں عنایت کی ہیں۔

مذکورہ بالا راوی کہتا ہے کہ "میرے دادا نے کہا تھا کہ ایک رات کان کے درد کے باعث میں صبح تک سو نہ سکا۔ اچانک صبح کے وقت حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور میرے

عرض حال کے بغیر ہی فرمایا "مجھے کان دکھا تاکہ درد کا مداوا کروں" ارشاد کے مطابق میں نے کان آپ کے سامنے کر دیا۔ آپ نے دیوار کی مٹی کی چٹکی لے کر میرے کان پر چھڑکی' اسی وقت درد رفع ہوا گویا کبھی تھا ہی نہیں۔

راوی مذکور کہتا ہے کہ میں نے اپنے دادا سے یہ بھی سنا کہ "میرے ایک شاگرد نے کچھ نقد و جنس میرے پاس امانت رکھی لیکن ایک رات میری کنیز وہ اسباب لے کر فرار ہو گئی۔ صبح کو میں حیران اور فکر مند ہو کر حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورتحال عرض کی اور دعا کے لئے استدعا کی۔ ایک دو مرتبہ انہوں نے میری التماس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بعد میں فرمایا "جا کہ وہ کنیز جو امانت لے گئی تھی تمہارے گھر واپس آ گئی ہے"۔ دو مرتبہ جو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تھا اس سے میں مایوس ہوا کہ مجھے شاید ناکام بھیج رہے ہیں۔ بہر حال میں فکر مندی کی حالت میں گھر پہنچا تو وہ کنیز امانت لئے ہوئے واپس آ گئی تھی۔ میں حیران ہوا اور اس سے واپس آنے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں فلاں جگہ پر تھی کہ ایک شخص مجھے بازو سے پکڑ کر یہاں لے آیا ہے۔"

کہتے ہیں کہ سلطان علی نامی ایک شخص کے بیٹے کو آسیب کا سایہ تھا۔ آسیب اتارنے والے اور حاذق طبیب سب اس کے علاج سے عاجز آ گئے تھے راوی کہتا ہے کہ میں اس لڑکے کو حضرت میاں جیو کی خدمت میں لے آیا اور اس کا حال کہہ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "دو روٹیاں گھی سے چپڑ کر کسی بھوکے کو کھلا دو" یہ بات میں نے لڑکے کے بزرگوں سے کہی لیکن ان کمینوں نے دو روٹیاں دینے میں بھی غفلت کی۔ کچھ عرصے بعد جن نے اس لڑکے کی آواز میں مثنوی مولائے رومؒ پڑھنی شروع کر دی۔ بعض اوقات وہ لڑکا اس طرح کی باتیں کرتا کہ دوسرے طالب علم جو حاضر ہوتے حیران رہ جاتے کیونکہ وہ لڑکا تو روانی سے عبارت پڑھنے کا بھی اہل نہ تھا۔ جب معلوم ہوا کہ اس کا استاد جن ہے تو میں جو اس سے سوال کرتا وہ جواب دیتا اور اطلاعات بہم پہنچاتا۔ میں نے اس سے پوچھا "جناتی علم جاننے والوں نے تمہیں دور کرنے کے لئے جو تعویذ لکھے ان میں کونسا تعویذ موثر تھا؟" اس نے جواب میں کہا "سب بے اثر تھے' علاج وہی تھا جو حضرت شیخ میر قدس اللہ سرہ' نے بتایا تھا اگر اسی دن دو روٹیاں بھوکے فقیر کو کھلا دیتے تو اسی دن لڑکے کو چھوڑ دیتا"۔

ایک مرتبہ ولیعہد شاہجہانی کے استاد علامہ اخوند میرک ولیعہد کا رقعہ لے کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رقعہ دستار میں چھپا رکھا تھا۔ حضرتؒ بڑی محبت کے ساتھ پیش آئے۔ اسی اثناء میں علامہ میرک کے دل میں خیال گزرا کہ حضرتؒ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرتؒ نے ہاتھ بڑھا کر علامہ میرک کی دستار میں سے رقعہ نکال لیا اور شروع سے آخر تک پڑھا حالانکہ اس وقت آپ کی بصارت بہت کمزور ہو چکی تھی اور حجرے میں کچھ ایسی روشنی بھی نہیں تھی۔

ملا اسحاق نامی ایک شخص جس کا باپ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ سے بڑی عقیدت اور خلوص رکھتا تھا اور خود حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کی خدمت میں رہتا تھا' بیان کرتا تھا کہ روستاق کا رہنے والا ایک شخص ملا سنگین صوفی' حضرت کا با اخلاق مرید تھا۔ کافی عرصہ حضرت کی خدمت میں رہا اور توجہ سے فیض یاب ہوا۔ ایک دن حضرتؒ نے اسے فرمایا "صوفی! تمہیں اپنے وطن جا کر اپنے لواحقین کی خبر لینی چاہئے" صوفی تو تمام تعلقات منقطع کر چکا تھا' اس نے عرض کی "مجھے اب وہاں سے کوئی سروکار نہیں رہا اس لئے وطن جانے کا ارادہ نہیں"۔ حضرتؒ نے پھر زور دیا اور فرمایا" تمہیں ایک بار ضرور وطن جانا چاہئے"۔ آپ کی تاکید حد سے بڑھی تو صوفی ناچار وطن کو روانہ ہوا اور کئی منزلیں طے کرتا ہوا بدخشان آیا۔ شام کے اندھیرے میں روستاق آ پہنچا' گھر کے قریب آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ لوگوں کا عجیب ہجوم ہے اور بہت سی شمعیں جل رہی ہیں۔ اس نے سوچا کہ کوئی ضیافت ہو گی۔ ایک شخص سے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ اس نے کہا " یہ گھر ملا سنگین نامی کا ہے جو آٹھ سال سے ہندوستان چلا گیا تھا۔ اس کی موت کی خبر آنے پر اس کے فاتحہ کے لئے کھانا دیا گیا ہے۔ نیز فلاں شخص نے اس کی بیوی سے عقد کرنے کی خواستگاری بھی کی ہے' آج اس کے عقد کی تقریب بھی ہے۔ یہ خبر سنی تو حضرت میاں میرؒ کے کشف و کرامت کا تصور کر کے اس پر بیخودی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی اثناء میں اس کے رشتہ داروں اور آشناؤں کو صوفی کے آنے کی خبر ملی تو وہ اس کے پاس آ کر جمع ہوئے اور خوشی خوشی اسے گھر لے گئے۔ آخر وہ لوگ جو اس کی بیوہ سے عقد کی تقریب کے لئے جمع ہوئے تھے وہاں سے اٹھ کر کھسک گئے۔ صوفی کچھ عرصہ گھر میں رہا اور نان و نفقہ کا بندوبست کر کے پھر واپس لاہور آیا اور حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرتؒ نے مسکرا کر فرمایا "صوفی! اگر گھڑی بھر تو دیر سے پہنچتا تو بتا کیسی قباحت ہوتی؟" اس نے اپنا سر حضرتؒ کے پاؤں میں رکھا اور کچھ دیر بے سدھ پڑا رہا آخر حضرتؒ کی توجہ سے اس کے حواس بحال ہوئے۔

ولیعہد شاہجہانی جب شاہجہان کے ساتھ حضورؒ کی زیارت کو آیا اور محفل برخاست ہونے کے بعد جب بادشاہ اٹھ کر چلا گیا تو بغرض اجازت رخصت اور فرط عقیدت سے ولیعہد شاہجہانی نے تنہائی اور مہلت کو غنیمت جانا اور حضرت سیدنا میاں میرؒ کے حضور آپ کے پاؤں مبارک پر سر رکھ دیا۔ آپ نے نہایت شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھتا ہے کہ "آپ کمال بشاشت اور خوش حالی سے دست مبارک میرے سر پر پھیرتے رہے گویا فقیر کے سر کو عرش معلی تک پہنچا دیا اور بہت مہربانی فرما کر رخصت کیا۔"

حاجی محمد عباسی بنیانیؒ یہ کرامت بیان کرتے ہیں کہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے میں نے سنا کہ چار فقیر مل کر سیوستان کے پہاڑوں میں سفر کر رہے تھے۔ کچھ ایسا اتفاق پیش آیا کہ تین دن انہیں کھانے پینے کو کچھ میسر نہ آیا۔ اسی فکر میں تھے کہ کوشش کریں کہ کھانے کو

کچھ مل جائے۔ ان میں سے ایک نے کہا، میں آگے چل کر کوئی چیز مہیا کرتا ہوں۔ تم آہستہ آہستہ چلے آؤ۔ وہ فقیر تھوڑی دور گیا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے راستے میں پھلوں سے لدا ہوا ایک درخت دیکھا اس کی شاخیں پھل کے بوجھ سے جھک کر زمین تک آ رہی تھیں۔ درخت کے نیچے ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ فقیر درخت کے نیچے آئے حسب خواہش پھل کھایا پانی پیا اور کہنے لگے کہ اس جیسا پھل دنیا میں اور کوئی نہیں شاید بہشت کا میوہ ہے۔ انہوں نے ساتھی کا حصہ لے لیا اور وہاں سے چل دیئے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ وہ ساتھی ان سے آن ملا جو خوراک کا بندوبست کرنے کے لئے گیا تھا۔ وہ بولے "افسوس! تم موجود نہ تھے ہمیں میوے سے بھرا ہوا درخت اور بہتا پانی میسر آیا۔ تمہارا حصہ ہم ساتھ لے آئے ہیں، لو اور کھاؤ" اس درویش نے جواب دیا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" یہ بیان کر کے حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "بابا وہ درخت وہ میوہ وہ چشمہ وہی فقیر تو تھا جو خوراک کی تلاش میں نکلا تھا" حاجی محمد عباسیؒ کہتے ہیں کہ وہ فقیر دراصل حضرت میاں جیوؒ تھے۔

جہانگیر نے وفات پائی تو اس کے بیٹوں میں سے جانشینی اور حکمرانی کی اہلیت نہ رکھنے والے ایک شہزادے نے لاہور میں تخت نشین ہو کر ایک آدمی کو حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں تائید و حمایت کے لئے یہ پیغام بھیجا کہ میرے ہاں تشریف لایئے اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی بندھی ہوئی دستار بطور تبرک ارسال فرما دیں۔ حضرتؒ نے اس کے پیغام کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور ایلچی کو لوٹا دیا اور فرمایا کہ "بادشاہوں کو گداؤں سے کیا سروکار" بادشاہت کے دعوے دار نے باردگر اپنا ایلچی مذکورہ استدعا کے ساتھ بھیجا کہ اپنی بندھی ہوئی دستار عنایت فرمایئے۔ حضرتؒ نے غصے کی حالت میں دستار سرمبارک سے اتار کر دے ماری اور فرمایا "لے جا اسے" ایک ہی ماہ گزرا تھا کہ اس قاصد کو اندھا کر کے مار دیا گیا گویا بے ادبی کے باعث جو حضرتؒ کی خدمت میں کی تھی اسی کے باعث کیفر کردار کو پہنچا۔

ایک مرتبہ شاہجہان بادشاہ اپنے ولیعہد داراشکوہ کے ساتھ حضرتؒ کی ملاقات کو آ رہا تھا کہ بادشاہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کیا ہی خوب ہو کہ اگر حضرتؒ ہمیں اس موسم میں انگور کھلائیں۔ ہرچند کہ وہ موسم انگوروں کا نہیں تھا لیکن جب بادشاہ آپ کے حضور پہنچا تو آپ نے خادم سے انگور لانے کو کہا اور خادم حجرے سے انگوروں بھرا طشت لے کر حاضر ہو گیا۔

آپ کی ایک بہت اہم کرامت جس پر اکثر تذکرہ نگاروں کی نظر نہیں حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضرت سیدنا میاں میرؒ باوجود طویل العمری کے اسقدر ہشاش بشاش تھے کہ آپ کے چہرہ والضحائی پر نہ کوئی شکن تھی، نہ تیوڑی اور نہ چھائیاں تھیں۔ آپ کا چہرہ انتہائی صاف شکنوں سے پاک اور جلد نوجوانوں سے بھی زیادہ پرتپاک، روشن اور نورفشاں تھی۔ آپ نے ساری زندگی غیر کی طرف

سے آنکھیں بند رکھی تھیں چنانچہ آخری عمر میں آپ کی سفید بھنویں لمبی ہو گئی تھیں اور آنکھوں کو ڈھانپے ہوئے تھیں۔ جب کوئی شخص آتا تو آپ ہاتھ سے بھنویں اٹھا کر دیکھتے۔ سبحان اللہ

قلعہ کانگڑہ کی فتح کے لئے کئی مہمات ناکام ہو چکی تھیں اور قلعہ فتح نہ ہوا تھا۔ حضرت کے ایک عقیدت مند نے عریضہ لکھ کر بھیجا جس میں فتح و نصرت کے لئے دعا کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ آپ نے رقعہ پڑھتے ہی اس رقعے کی پشت پر لکھ دیا کہ انشاء اللہ اسی سال فتح ہو گئی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سرہند سے واپسی پر حضرت" افغانوں کی بستی کی ایک مسجد میں قیام پذیر ہوئے جہاں تین دن تک کچھ کھانے کو میسر نہ آیا چنانچہ نفس نے چال چلی اور مشورہ دیا کہ خیانت کے ذریعے ہی روٹی حاصل کرو کہ ضرورت کے وقت خیانت کی جا سکتی ہے۔ آپ ایک گھر کے قریب سے گزرے جہاں روٹی اور چاول موجود تھے اور کھڑکی سے اٹھانا ممکن تھا لیکن آپ نے اپنے نفس کی خواہش پر عمل نہ کیا اور واپس مسجد میں آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہی روٹی اور چاول لے کر ایک شخص مسجد میں وارد ہوا اور آپ کو کھانا دیا تو آپ ہنس دیئے اور کھانا قبول نہ کیا۔ جب اس شخص نے سبب دریافت کیا تو آپ نے نہایت صاف بیانی سے نفسانی خواہش کے بارے میں بیان کر دیا اور حال کہہ سنایا یہ سن کر اس شخص نے گاؤں میں آپ کی بہت مدحت کی جب لوگوں میں شہرت ہو گئی تو آپ وہاں سے چل دیئے اور لاہور آ گئے۔

ایک مرتبہ کسی ملک کا بادشاہ مغلیہ بادشاہ سے راہداری کی اجازت لے کر مع لشکر کے آپ کے حجرے کے قریب سے گزرا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ حجرہ یقیناً" کسی ولی اللہ کا ہے' جا کر سلام عرض کرنا چاہئے۔ وہ حضرت کے حجرے میں حاضر ہوا اور سلام پیش کیا۔ حضرت" نے بہت شفقت فرمائی اور چند باتوں کے بعد اسے کھانا کھانے کے لئے کہا تو اس نے عرض کیا کہ "حضور! میں ایک رعایا پرور بادشاہ ہوں جب تک میرا لشکر بھوکا ہے میں نہیں کھاؤں گا آپ رخصت کے لئے اجازت دیں تاکہ سفر پر روانہ ہو جاؤں" آپ نے فرمایا "لشکر بھی کھا لے" چنانچہ حجرے کے باہر لشکر کو قطاروں میں بٹھا دیا گیا اور خادم نے آدھی ہنڈیا دال اور چنگیر میں چند روٹیاں حضرت" کی خدمت میں پیش کر دیں حضرت" نے اپنے دست مبارک سے دو روٹی ہر شخص کے لئے بمع دال کے تقسیم کرنا شروع کی اور جانوروں گھوڑوں کے لئے تھوڑی سی گھاس منگوا کر خادموں کو دی کہ جانوروں کو ڈالتے جائیں۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام لشکر نے کھانا کھا لیا اور جانور بھی پیٹ بھرنے لگے۔ بادشاہ نے جب حضرت" کی بادشاہی دیکھی تو حیران رہ گیا کیونکہ بدستور ہنڈیا میں اسی قدر دال موجود تھی اور چنگیر میں اتنی ہی روٹیاں تھیں۔ بادشاہ نے اپنا سر حضرت" کے پاؤں پر رکھ دیا اور عرض کیا "حضور اصل بادشاہ تو آپ ہیں میں آپ کے قدموں سے جدا نہ ہوں گا اور فوج کو واپس وطن بھیج دوں گا۔ آپ

نے اسے رعایا کی خدمت کی نصیحت کر کے اجازت رخصت عطا کی لیکن وہ جانے کے لئے رضا مند نہ ہوا اور آپ سے شرف بیعت کے لئے مسلسل گزارش کرتا رہا۔ آپ نے نہایت دلنشین انداز سے اسے سمجھایا کہ رعایا کی خدمت بھی ایک طرز کی فقیری ہے اگر کوئی صحیح معنوں میں بادشاہ ہو چنانچہ آپ نے اسے مشغول بجق فرمایا اور رخصت کر دیا۔ بعض لوگ مذکورہ واقعے کو حضرت خواجہ بہاری ؒ سے منسوب کرتے ہیں لیکن خواجہ صاحب ؒ کے حوالے سے اس کی شہادت تصنیفی موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ عالم ایران سے بادشاہ جہانگیر سے ملنے ہندوستان آیا تو حضرت سیدنا میانمیر ؒ کے حضور بھی سلام کرنے حاضر ہوا۔ سلام و دعا کے بعد حضرت میاں میر صاحب ؒ نے ایرانی عالم سے پوچھا "آپ کبھی کربلائے معلیٰ بھی حاضر ہوئے ہیں؟" اس نے کہا "الحمد للہ" کئی بار یہ سعادت حاصل کر چکا ہوں"۔ آپ نے فضائل پوچھے تو وہ بولا "اس خاک پاک کی ایک ادنی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے نواح میں سات سات کوس تک دفن ہونے والے روز محشر بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوں گے۔" آپ نے پوچھا "کیا یہ فضیلت انبیاء کی قبور کو بھی حاصل ہے؟" اس نے کہا "کیوں نہیں، نبیؑ کے مرقد کے اردگرد دس دس کوس تک دفن ہونے والے بلا حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔" حضرت میاں میر صاحب ؒ نے فرمایا "جب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مرقد کے چاروں اطراف دس دس کوس تک مدفون لوگ جنتی ہیں تو پھر ان دو بزرگوں کی بھی بخشش کی امید ہو سکتی ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پہلو بہ پہلو دفن ہیں" (یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ) یہ بات سن کر ایرانی مجتہد کی حالت متغیر ہو گئی اور بادشاہ سے ملنے کی بجائے لاہور ہی سے واپس ایران چلا گیا۔

خلفاء و مریدین

شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہ کی شخصیت پر آپ کے پیر طریقت قطب الاقطاب حضرت خضر ابدال بیابانی قادری قدس اللہ اسرارہ' کا بہت اثر تھا۔ آپ اپنے پیر طریقت کے عزم طریق اور معیار ارادت کو بحال رکھتے ہوئے کبھی کثرت مریدان کے شوق میں گرفتار نہ ہوئے اور ہر قسم کے جاہ و مرتبہ و شہرت دنیا سے الگ رہے لیکن جب کسی میں طلب حق درجہ صدق و صفا پر ملاحظہ فرماتے اور قدرے آزمائش کے بعد اس کی باطنی استعداد سے مطمئن ہوتے تو بیعت کی سعادت سے مشرف فرماتے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ جس طرح قلیل وقت میں درجات روحانیہ کی اعلیٰ منازل تک رسائی عطا کرنے پر قادر تھے تو اسی طرح وہ مریدین کے معاملے میں بھی سخاوت باطنی کی قدر ارفع کو لازم سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے مریدوں نے فروغ معرفت الٰہی کے سلسلے میں ایک دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور سخاوت معرفت کے گنجینہ حق کو بغیر منفعت دنیوی صرف فی سبیل اللہ عام فرما کر اپنے شیخ طریق کے عزم کی اعلیٰ درجہ پاسداری فرمائی۔ ترک و تجرید و تفرید' علائق دنیا سے بے نیازی اور ذوق خاموشی و گمنامی آپ کے جملہ ارادت مندوں مریدوں اور خلفاء کا اخلاق کریمہ تھا۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب کی عادت تھی کہ بعض طالبان حق کو نگاہ کرم فرما کر اپنے کسی مرید و خلیفہ کے سپرد فرماتے اس طرح طالبان حق کی تربیت ہر طرح سے مکمل اور دنیا کے لئے قابل

فیضان حق ہوئی۔ آپ کے تمام مرید عارف باللہ اور شیخ طریقت ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ ابوسعید معصوم قادری رحمتہ اللہ علیہ امیر شریعت، رہبر طریقت، عمدہ کاملاں، زبدہ عارفاں، کریم العصر حضرت شاہ ابوسعید معصوم قادری رحمتہ اللہ علیہ صحیح النسب خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہ، کے عالم شباب ہی میں مرید ہوئے اور زندگی کے پچاس سال آپ کی خدمت میں گزارے۔ آپ عیال دار ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی عابدو زاہد اور رفیع الدرجات تھے۔ آپ کے مجاہدات، طریق ارشاد اور جملہ خصائل مرشد روشن ضمیر جیسے تھے۔ فنافی الشیخ کا یہ عالم تھا کہ آخری عمر میں آپ شکل وصورت کے اعتبار سے بھی حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ کی تصویر معلوم ہوتے تھے۔

حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ حسب عادت اپنے بعض ارادت مندوں کو تربیت روحانیہ کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجتے تھے ان میں حضرت شاہ جمال اللہ نوری قدس اللہ اسرارہ، اعلیٰ روحانی مقامات پر پہنچے۔ ولیعہد شاہجہانی نے "سکینۃُ الاولیاء" میں متعدد واقعات آپ سے روایت کئے ہیں کیونکہ آپ کو ایک طویل عرصہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے ساتھ رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کا اسم گرامی ملاسعید خاں، ملا محمد سعید اور شاہ ابوسعید معصوم روایت کیا ہے، آپ نے بہت طویل عمر پائی اور بعد از وصال دھرم کوٹ ضلع امرتسر میں مدفون ہوئے۔ آپ کے فضائل و مناقب حد تحریر سے باہر ہیں۔

سید ابو سعید ولیؒ مہربانِ ما — من طائرِ یقین کہ تو آسمانِ ما
جرات وفا فروغ کہ تو امتحانِ ما — عشقِ رسول پاکؐ ترا رازدانِ ما
روئے ضیاء فشاں دلِ اہلِ حریمِ نور — صدق و صفا کہ آئینہؔ ہر زمانِ ما
شہ میرؒ را مرادِ ولایت بقدرِ جوش — در خانقاہِ فقر توئی داستانِ ما
تو سرگروہِ اہلِ حشم اغنیاء را پیر — محبوبِ اہل فقر و فنا شہ جہانِ ما
ظلمت ربا تبسمِ تو زیرِلب کریم — من ریزۂ تپاں کہ توئی کہکشانِ ما

کُندن مدح گزارِ سخن بس غلامِ عشق
اے مشعلِ امیرِ دلِ کاروانِ ما

حضرت حاجی نعمتُ اللہ قادری سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سالک راہ ہدایت، صاحب سبقت بیعت، صاحب زہد و تقویٰ، واقف اسرار الٰہی، حضرت حاجی نعمت اللہ قادری سرہندی رحمتہ اللہ علیہ "سکینہ الاولیاء" کی روایت کے مطابق سب سے پہلے بارگاہ فقرو ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ میں شرف بیعت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کو عرصہ دراز تک اپنے پیر طریقت کی

خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ صاحب کشف و کرامات ہوئے اور اعلیٰ درجات روحانیہ تک پہنچے۔

روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی عاجزی سے عرض کی کہ میں نے قرض لے کر اپنے بیٹے کو بغرض تجارت روانہ کیا لیکن یہ کہتا ہے کہ سب مال و اسباب ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے لڑکے سے کہا کہ "تو جھوٹ کیوں کہتا ہے؟ یہ رقم تو نے فلاں گنبد میں مٹی میں دبا رکھی ہے۔" یہ سن کر وہ لڑکا آپ کے قدموں میں گر گیا اور رقم لا کر باپ کے حوالے کر دی۔ اسی طرح ایک شخص کی دلربا کنیز فرار ہو گئی اور وہ دل شکستہ آپ کے حضور فریادی بن کر آیا، آپ نے اسے کہا کہ فلاں راستے میں انتظار کر، وہاں ایک بھلی نظر آئے گی، کنیز کو آواز دینا وہ نکل آئے گی لیکن بھلی کے متعلق متفکر نہ ہونا کہ کہاں سے آئی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کا وصال ۱۰۱۷ھ میں ہوا۔

خطہ سرہند کی شاہنشہی زیرِ پائے نعمتُ اللہ قادریؒ
وصف میں کیا کہہ سکیں گے ہم بجز صاحبِ اسرارِ حق اور متقی
آپ کی سطوتؔ پہ دل قربان ہے خدمتِ شہ میرؒ اور عشقِ نبیؐ
ترُش سرہند آپ سے گلشن ہوا آپ کے دل سے وہاں ہے روشنی
صاحبِ کشف و کراماتِ کثیر لحہ لحہ ارتقائے بندگی
عشقِ غوثِ پاکؒ حق معمور ہے تحفہؔ دستار بہرِ عاشقی

کُندنؔ لاہور ہے خاکِ نجف
پنجتنؔ کا ایک نعرہ حیدریؒ

حضرت میاں نتھا قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

سربرآوردہ اولیائے زماں، زبدہ سالکاں، شیخ دوراں، صاحب کشف و کرامات، صوفی صافی، عارف ربانی، غرق بحر فنا حضرت میاں نتھا قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کا اصل وطن سرہند تھا لیکن جب حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا تو لاہور ہی میں رہ گئے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور آپ کے حال پر آپ کی نگاہ شفقت دوستانہ اور محبانہ تھی۔

حضرت میاں نتھا ذات کے تیلی تھے اور علوم ظاہری سے بھی نابلد لیکن جذب و استغراق، ہمت و استقامت اور فقر و فنا میں اپنی مثال آپ تھے۔ ساری زندگی بیابانوں قبرستان اور مقابر اولیاء پر جذب و استغراق میں گزاری اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی زندگی ہی میں وصال فرمایا۔ ولیعہد شاہجہانی نے "سکینۃ الاولیاء" میں آپ کا تذکرہ مذکورہ بالا القاب ہی سے کیا ہے اور آپ کی تعریف و توصیف حضرت سیدنا میانمیرؒ اور آپ کے جملہ مریدین سے منقول ہے۔ عالم ارواح، عالم

جنات اور عالم حیوانات پر کامل تصرف رکھتے تھے۔ ملکوت و جبروت میں عالی ہمت اور معرفت میں مرشد المجاذیب تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۲۷ھ بروز پنج شنبہ ہوا۔ آپ کا مزار حضرت سیدنا میاں میرؒ کی درگاہ عالیہ قادریہ کے قریب ہی ہے۔

شاہ میرؒ محبِ نتھاؒ حضرتِ فقیر
قہرِ قلبِ فقر بر جانِ فقیر
اس سے باہر سیر کرتے ہیں کبیر
حجرۂ کون و مکاں کیا چیز ہے
میکدے دنیا کے بے اصل و حقیر
جامِ استغراق کا اپنا سرور
وہ "نہ تھا" دنیائے ظاہر کا اسیر
اسَ کے باطن پر تجلیٰ نور کا
بے نیازِ مدحتِ روح و سریر
وہ کہ اپنی مدح سن کر ہو خفا

ہو سلامِ عشق کُندنؔ عشق پر
کب قبولؔ اس کو ہوئی نذرِ خطیر

حضرت حاجی مصطفیٰ قادری سرہندی رحمتہ اللہ علیہ

صاحب زہد و تقویٰ، پاک از خواہشات نفسانی، شائق وجد و استغراق، حضرت حاجی مصطفیٰ قادری رحمتہ اللہ علیہ خطہ سرہند سے بغرض فیض روحانی حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی خصوصی توجہ روحانی سے اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ آپ ذات کے اعتبار سے کلال تھے اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ شریعت کی پابندی زمانہ جذب و استغراق میں بھی ترک نہ کی۔ اہل عقیدت ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو سعادت سمجھتے تھے لیکن ایک دن نماز پڑھاتے ہوئے جب رکوع میں گئے تو از خود رفتگی کی کیفیت میں تسبیح اس قدر طویل کر دی کہ مقتدی نماز پڑھ کر چلے گئے آپ بدستور رکوع ہی میں رہے، میاں نتھا کے ساتھ بے تکلفی تھی اور رندانہ مشرب رکھتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۳۹ھ ۱۴ ماہ صفرالمظفر بروز چہار شنبہ ہوا۔ آپ کی قبر مبارک حضرت میاں نتھاؒ کی قبر کے ساتھ ہے۔

اگر محبتِ حق کو قرار مل جائے
مزارِ دوست سے آخر مزار مل جائے
جو مصطفیٰؒ کو ہوا ہے نصیب عشقِ رسولؐ
تو مے کدے سے نہ کیوں مے ادھار مل جائے
فقیرِ خاک بسر کو نہیں غرور کوئی
بلا سے خاک میں دل کا غبار مل جائے
ہے شاہ میرؒ کی نسبت کا کس کو اندازہ
جسے ملیں اسے پروردگار مل جائے
حقیقتوں کا فقط وہم ہے زمانے کو
حقیقت اس کی جسے اعتبار مل جائے
نمازِ عشق کی تکبیر بس ہے الاّ اللہ
وفا ملے نہ ملے دیدِ یار مل جائے

وراء ہے سود و زیاں سے جنونِ اہلِ وفا
طلب فقط ہے یہ کُندنؔ شعار مل جائے

حضرت مُلّا حامد گجر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ فانی راہ حق، جویائے خدائے مطلق، سرگروہ فقہاء، زعمائے اولیاء، صاحب نصیب وافر حضرت ملا حامد گجر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے آخری مریدوں میں شمار ہوتے ہیں۔ لاہور کے عظیم المرتبت علماء و مدرسین و معلمین میں ان کا شمار تھا۔ ابتدائے احوال میں دین و دنیا کو ایک ساتھ رکھنے کے جنون لا حاصل میں گرفتار تھے اور حضرت میاں میرؒ کے مخالف تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جب باب الہدیٰ ان پر کھول دیا تو حضرت میانمیر صاحبؒ کے حلقہ ارادت سے منسوب ہو گئے۔ ترک و تجرید و علائق دنیا سے بے نیازی اختیار کی۔ عہدہ و منصب اور درس تدریس چھوڑ کر مشاہدہ حق میں صاحب استقامت ہو گئے۔ ذکر حق میں مشغولیت سے پہلے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حضور کے پاؤں سے اپنا چہرہ ملتے اور پھر جا کر ذکر حق میں مشغول ہو جاتے عالم ملکوت و جبروت ان پر ظاہر ہوا اور صاحب کشف و کرامات اور عشق رسولؐ میں سینہ سوز ہو گئے۔ مرید ہونے کے صرف سات ماہ تک حیات رہے اور پھر عشق حق نے قفس عنصری سے نجات عطا کر دی۔

آپ کا وصال ۱۷ رمضان المقدس ۱۰۴۴ھ میں ہوا۔ آپ نے اپنے پیر حقیقت حضرت میانمیرؒ کے وصال سے پانچ ماہ انیس دن پہلے پیر حقیقت کے استقبال کے لئے عالم برزخ کو اپنایا۔ حضرت میانمیر صاحبؒ حاضرین کو آپ کی مرقد پر انوار پر فاتحہ کے لئے روانہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ "جاؤ ملا حامد کی قبر پر فاتحہ پڑھو کہ وہ مردانہ وار یہاں سے گیا ہے۔"

مدحتِ حامدؒ بجز خاموشی و وجدان کیا ۔۔۔ جب کہ ظاہر ہو گیا ایمان کیا قرآن کیا
وہ امیرِ درس فقہ و نازشِ تفسیرِ روح ۔۔۔ اس نے دکھلایا جہاں کو فقر کا گزران کیا
شاہ میرؒ اس پر کیا کرتے تھے فخر اے دوستو! ۔۔۔ خاکِ مرقد ہو گی اسکی کم زہے احسان کیا
عالم و فاضل کبیرُ الاتقیاء مشہور ہے ۔۔۔ اہلِ ظاہر بیں سمجھ سکتے ہیں اسکی شان کیا
اس کے رخساروں پہ خاکِ پائے میانمیرؒ ہے ۔۔۔ اہلِ دل! حامد سے پوچھو، ہے دلِ ایقان کیا
وجد و استغراق کی دنیا ہے صدقِ بندگی ۔۔۔ خرقہ و جُبّہ ہے کیا اور سطوتِ سلطان کیا

کُندنؔ لاہور کو روکو عجب شاعر ہے یہ
ورنہ مستی میں کہیں کہہ دے کہ ہے انسان کیا

حضرت خواجہ ابراہیم المعروف مُلّا روحی قادری رحمتہ اللہ علیہ سیاح دنیائے طلب حق، والی مملکت ادب حق، زبدہ عارفین، خواجہ اقلیم حضرت ابراہیم المعروف ملا روحی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے خلفائے کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنے پیر حقیقت کے طریق پر انتہائی سخت مجاہدے کئے اور سلطان ریاضت کہلائے۔ آپ کی کرامات کثیر ہیں۔ حضرت سیدنا میانمیرؒ نے کچھ طالبان حق کو بغرض تربیت آپ کے سپرد کیا تھا۔

حضرت روحیؒ کے فیضان نگاہ اور اثر نیابت سے میوات، ہرات اور نارنول میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی شایان شان ترویج ہوئی۔ محویت و مشغولیت حق تعالیٰ میں مردانہ وار استقامت رکھتے تھے اور جو زبان فیض ترجمان سے نکلتا حق تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی ظہور میں آتا۔ بے ریائی بے خوفی اور قلندرانہ مزاج رکھتے تھے حیوانات و شجرات پر بھی متصرف تھے۔ آپ کا وصال حضرت سیدنا میانمیرؒ کی زندگی ہی میں ۱۰۲۵ھ میں ہوا۔ آپ کی قبر اقدس حاجی سلیمان صاحبؒ سے متصل ہے۔

حضرتِ روحیؒ حبیبِ اصفیاء عاشقِ حضرت محمد مصطفیٰؐ
نکتہ دان و صاحبِ فکرِ عمیق از لقائے چہرۂ خیرالوریٰؐ
نسبتِ شہ میرؒ را مینارِ نور منبعٔ احسانِ ربِ کبریاء
بندہ پرور مرجعٔ الہامِ حق پیشوائے اہلِ خوئے اتقیاء
منبرِ نورِ ولی را حق امام خدمتِ شہ میرؒ کردد کیمیاء
ہمتِ او از ہمالہ سربلند اسمِ ابراہیم دارد مرحبا
کُندنِ لاہور گوئید مدتے
شاہِ روحیؒ مصدرِ فقر و فنا

حضرت مُلا خواجہ کلاں قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

بزرگ صاحب تمکین، سالک راہ یقین، طالب حق سبحانہ، منبع حلم وحیا، صاحب فقروفنا، اہل ہمت بقاء، زبدہ عارفاں حضرت ملا خواجہ کلاں قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ ضلع لاہور کے ساکن اور جویائے علم تصوف تھے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے دست حق رسا پر بیعت کر کے عرصہ قلیل میں مدارج اعلیٰ پر پہنچے۔ آپ سے متعدد کرامات و خوارق کا اظہار ہوا۔ اوراد قادریہ میں سند اور محقق سمجھے جاتے تھے۔ کشف قبور میں بدرجہ اتم مہارت رکھتے تھے۔ جب لاہور میں طاعون کی وبا ابھی نہیں پھوٹی تھی تو وبا سے کئی سال پہلے انہوں نے پیش بینی کی تھی کہ ایک وبا آنے والی ہے اس کے آنے سے پہلے جو شخص ستر بار لاالہٰ الا اللہ بغرض عافیت پڑھے گا تو بمع اہل و عیال امان پائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جن لوگوں نے آپ کا کہا مانا اور ورد کلمہ طیبہ کیا وہ محفوظ رہے۔

حضرت شاہ ابو سعید معصومؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بغرض مشغولیت حق ہم سب احباب حضرت سیدنا میانمیرؒ کے ساتھ قبرستان مزنگ میں ذکر الٰہی کر رہے تھے کہ خواجہ کلاںؒ نے ایک قبر کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ اہل قبر کہتا ہے کہ "میں سترہ سال کی عمر میں فوت ہوا اور بدکرداریوں کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہوں۔ آپ جیسے برگزیدہ انسان میری قبر کے پاس ہوں تو تعجب ہے کہ عذاب سے رہائی نہ ملے" حضرت نے فرمایا کہ "اس سے پوچھ تیرا عذاب کس چیز سے رفع ہو گا"۔ ملا خواجہ کلاںؒ نے پوچھا تو اس نے کہا "اگر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے تو عذاب

رفع ہو جائے گا" چنانچہ تمام اصحاب نے مل کر کلمہ طیبہ پڑھ کر اسے ایصال کیا تو اہل قبر نے کہا کہ "حق تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی برکت اور آپ کے مبارک انفاس کی بدولت مجھے اس عذاب سے رہائی عطا کی ہے" حضرت ملا خواجہ کلاںؒ کا وصال حضرت سیدنا میانمیرؒ کی زندگی ہی میں ہوا۔

حضرتِ خواجہ کلاںؒ منجملۂ ابرار است — از خدائے ذوالمنن دارد رفیع اذکار است
شاہ میانمیرؒ بخشد نعمتِ درجاتِ نور — نسبتِ ابرار کردد مثلِ نور اظہار است
عاشقِ آخر نبیؐ خواجہ کلاںؒ اہلِ وصال — عشقِ ربِ ذوالجلال آں شہرۂ بیدار است
تارک الدنیا بہ اہلِ دہر، ایں قولِ یقین — روز و شب اشغالِ ذکرِ حق ز استغفار است

شہ کلاںؒ حاصل کند رازِ حیاتِ جاوداں
حالِ اہلِ محوِ حق بالائے استفسار است

حضرت حاجی صالحؒ قادری کشمیری رحمتہ اللہ علیہ

سالک باوقار، آگاہ اسرار الٰہی، متصف صفت روشن ضمیری، امیر الصالحین حضرت حاجی صالح قادری کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کشمیر جنت نظیر سے بغرض ارادت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے پاس آئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ انتہا درجہ زاہد و عابد اور مجاہدات میں مرد یگانہ تھے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے ان کو تکمیل منازل روحانیہ کے لئے حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کے سپرد کیا تھا اور آخر کار آپ بلند مراتب روحانیہ کو پہنچے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ سے غایت درجہ محبت و عقیدت رکھتے تھے چنانچہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے اپنی رحلت کے بعد بعالم خواب اپنے پاس آنے کی بشارت دی چنانچہ آپ حضرت کے وصال کے چوالیس روز بعد رحمت حق سے جا ملے۔ آپ کا وصال جمادی الاولیٰ ۱۰۴۵ھ میں ہوا اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے روضہ اقدس کے قدموں میں مدفون ہوئے۔

صالحؒ دوراں مریدِ شاہ میرؒ — حجتِ عرفاں مریدِ شاہ میرؒ
فقر کی مسند، کمند افلاک پر — ہمتِ شاہاں مریدِ شاہ میرؒ
حق بجی نعمت بہ اذنِ مصطفیٰؐ — عارفِ قرآں مریدِ شاہ میرؒ
صاحبِ جذب و لقائے کبریاء — مظہرِ یزداں مریدِ شاہ میرؒ
صدق ہستی جس کا اخلاص و کرم — منبعٔ فرقاں مریدِ شاہ میرؒ
گوہرِ کشمیر ہے لاہور میں — نازشِ طہراں مریدِ شاہ میرؒ

دیکھ کندنؔ حق ارادت کا عجب
شان کے شایاں مریدِ شاہ میرؒ

حضرت مُلّا عبدالغفور قادری کلا نوری رحمتہ اللہ علیہ دائی ملک قناعت، صاحب مجاہدہ و ریاضت، شیخ صبور شکور حضرت ملا عبدالغفور قادری کلا نوری رحمتہ اللہ علیہ لاہور کے علمائے حق میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ ساری زندگی قرآن و حدیث وفقہ و تفسیر کی تدریس میں گزاری۔ آپ بارہا حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی خدمت میں بغرض ارادت و بیعت حاضر ہوئے لیکن حضرت نے توجہ نہ فرمائی۔ قطع تعلقات دنیا کر کے حضرت کی ارادت کے لئے کوشاں رہے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ آخر کار ولیعہد شاہجہانی حضرت محمد داراشکوہ شہید قادری رحمتہ اللہ علیہ کو وسیلہ بنایا اور انتہائی گریہ و زاری کے ساتھ اپنا مقصد بتایا چنانچہ ولیعہد شاہجہانی نے حضرت ملاشاہ بدخشانیؒ کے طریق کے مطابق انہیں ذکر حق تعالیٰ کی ابتدائی تعلیم دی اور بعدازاں غایت نیاز مندی کے ساتھ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ سے سفارش کی چنانچہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے آپ کے احوال صادق کو ملاحظہ فرمایا اور شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے انتہائی زہدو ورع وتقویٰ اور مشغولیت حق میں جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ آپ حضرت میانمیر صاحبؒ کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے آپ کی مرقد پرانوار شہر کلانور میں ہے۔

بندۂ ربِ شکور اہلِ شعور عبدالغفورؒ | روز و شب قائم بہ درگاہِ حضور عبدالغفورؒ
ہاتھ آیا حق وسیلہ جب شہیدِ قادریؒ | نعمتِ حق سے منور تھے ضرور عبدالغفورؒ
زہد و تقویٰ، عفت و حرمت ارادت آپکی | شارحِ سرمستی وجذب و سرور عبدالغفورؒ
شہرتِ دنیا سے جب پردہ کیا اخلاص کا | رشتۂ دنیا سے تھے تامرگ دور عبدالغفورؒ
سینہ ان کا مرکزِ انوارِ حق ہوتا نہ کیوں | نورِ عشقِ مصطفےٰؐ تھے مثلِ طور عبدالغفورؒ
جب نظر آیا مقامِ قابَ قوسینِ رسولؐ | محو ٹھہرا علمِ ظاہر کا غرور عبدالغفورؒ

ظاہر و باطن میں کُندن آپؒ کا اخلاص ہے
شاہِ میرِ قادریؒ کا ہیں ظہور عبدالغفورؒ

حضرت مُلّا محمد شاہ قادری بدخشانی رحمتہ اللہ علیہ سالک راہ حقیقت، مصدر رموز طریقت، مقتدائے زماں، یگانہ وقت، غریق بحر توحید، سیاح بادیہ تجرید و تفرید، صاحب اسرار وحدت، مبرہ آفات کثرت، شاہ محققاں، دلیل مریداں، مالک القلوب، ماحی عیوب، کامل ظاہر و باطن، فنافی الشیخ، ذوالنونؒ ثانی، حضرت ملا شاہ محمد صاحب قادری بدخشانی قدس اللہ اسرارہ کا آبائی وطن ارکسان اوستاق نذد بدخشاں ہے۔ ابتدائے عمر ہی سے تلاش حقیقت کے لئے عازم سیاحت ہوئے اور ہندوستان میں بہت سے مشائخ سے ملاقات کی آخر کار آگرہ میں حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر قدس اللہ اسرارہ، کا تذکرہ سن کر لاہور تشریف لائے اور شرف بیعت سے سرفراز ہوئے۔

آپ ۱۶۱۴ء سے حضرت کی خدمت میں رہے لیکن گاہے بغرض ریاضت شاقہ کشمیر چلے جاتے

تھے۔ روایت ہے کہ ولیعہد شاہجہانی نے آپ کو تودہ برف میں محو ریاضت دیکھا کہ آپ کے ذکر حق کی گرمی سے برف پگھل رہی تھی وہ بہت متاثر ہوا اور لاہور آکر حضرت میانمیر صاحبؒ سے تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر دیکھو تو پہچان لو گے' اس نے کہا کیوں نہیں چنانچہ آپ نے آواز دی اور ملاشاہؒ حاضر ہو گئے اسی اثر آفرینی کی وجہ سے حضرت میانمیر صاحبؒ نے ولیعہد کی ارادت حضرت ملاشاہؒ سے قائم کی۔ حضرت ملاشاہؒ نے حضرت سیدنا میانمیرؒ کے اشغال ذکر حق مع حبس دم میں کمال حاصل کیا اور بعالم بیداری حضور علیہ الصلواۃ والسلام اور حضرت غوث الاعظمؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ نظم و نثر فارسی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ کا لقب لسان اللہ معروف ہوا۔

آپ نے وحدت الوجود کی شاعری میں تقریباً ہر صنف سخن میں اعلیٰ درجہ کا کلام فرمایا ہے اور نثر میں سورت فاتحہ' بقرہ' آل عمران' اور یوسف کی تفسیر کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی علمی و روحانی کام کیا ہے۔ آپ کا فارسی دیوان غزلیات دیوان حافظ شیرازیؒ سے کسی طور کم نہیں ہے۔ آپ کے دیوان کے قلمی نسخے برٹش میوزم لندن' خدابخش لائبریری بانکی پور پٹنہ بھارت اور پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں دیکھے گئے ہیں۔

آپ کے مریدین میں ولیعہد شاہجہانی حضرت محمد داراشکوہ شہید قادریؒ اور ان کی ہمشیرہ شہزادی جہاں آراءؒ بنت شاہجہاں' ملا محمد آمین کاشمیریؒ ملا عبدالغنیؒ' حضرت حاجی عبداللہؒ اور محمد حلیمؒ کو بہت مقبولیت نصیب ہوئی۔ آپ کا وصال ۱۰۷۲ھ بمطابق ۱۶۶۲ء میں ہوا اور داراپور عالم گنج میں مدفون ہوئے جہاں ولیعہد شاہجہانی نے باغ ملا شاہؒ تعمیر کیا تھا جسے موجودہ دور میں موضع میانمیر صاحبؒ کہتے ہیں۔ ولیعہد شاہجہانی آپ کی منقبت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

چوں خدا و صاحبِ من پیر ہست کعبۂ من حضرتِ کشمیر ہست
ہرکہ شہ را دید کعبہ را نہ جست در نگاہِ رویش ایں تاثیر ہست
دامنِ شہ را بگیر ای کعبہ او کعبہ را پس چوں تو دامنگیر ہست
گرفنا بخشد بقا حاصل کنی در طریقش ایں چنیں تعمیر ہست
حضرت ملا شاہ است آں شاہِ ما کو مریدِ خاصِ میاں میرؒ ہست
ہر مسی را زر کند ارشادِ او طالباں را فقرِ او اکسیر ہست

شاہ را چوں قادری محکم گرفت
ہر کہ را دیدارِ حق تقدیر ہست

حضرت خواجہ اسد اللہ قادری بہاری رحمتہ اللہ علیہ سالک رہگذار طریقت و عرفان' آگاہ حقیقت و وجدان' سفینہ توکل ورضا' مرد طریق فقر و غنا' شیخ اہل حقائق' تارک جملہ علائق' عمدہ موحدین' زبدہ اکملین' عاشق رب ذوالجلال' رہرو جادہ اویسؓ و بلالؓ' برگزیدہ حضرت

باری، جناب سیدنا خواجہ اسد اللہ قادری بہاری رحمتہ اللہ علیہ حاجی پورپٹنہ (بھارت) میں پیدا ہوئے، گودھ پور میں علامہ شیخ جلال سے علوم ظاہری کی تعلیم پائی اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور آئے اور ملا فاضل کے مہمان اور طالب علم ہوئے بعد ازاں علائق دنیا ترک کر کے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر عظمت روحانی حاصل کی۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ پان چبا کر گراتے تھے تو میں کھا جاتا تھا جس سے علوم باطنیہ بدرجہ اتم منکشف ہوئے۔ آپ صاحب کشف و کرامات کثیر ہیں اور دنیاداروں سے بیزار، اکثر نذر و نیاز قبول نہ کرتے تھے۔ حضرت سیدنا میاں میرؒ کے تعلیم کردہ اذکار کو بیابان نشین ہو کر تن و روح کی زینت بنایا۔

ایک مرتبہ آپ ایک محفل میں تھے جہاں آگ کا الاؤ جل رہا تھا کسی نے سوال کیا کہ وحدت الوجود کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا "یہ ہے توحید" اور اٹھ کر آگ کے الاؤ میں بیٹھ گئے، کچھ دیر کے بعد باہر آئے آپ کا ایک بال بھی آگ سے نہ جلا۔ ترک وجود اسقدر تھا کہ محو ذکر ہوتے تو جسم ٹکڑے ہو کر بکھر جاتا اور جملہ اعضاء متفرق پڑے رہتے۔ بارہا لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا۔

ہاتھوں میں ایسی شفا کہ برص کے مریض کے داغ ہاتھ سے ملتے تو داغ جاتے رہتے۔ سیف زباں اور جمال و جلال میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ حضرت میانمیر صاحبؒ کے وصال کے بعد اعراس کی تقاریب آپ منعقد کرتے تھے۔ آپ کا وصال ١٠٤١ھ بمطابق ١٦٣٢ء میں ہوا اور دارا پور عالم گنج نزد درگاہ حضرت میانمیر صاحبؒ آپ کا روضہ اقدس مرجع خلائق ہے جسے موضع میانمیر صاحبؒ کہتے ہیں۔

حضرتِ خواجہ بہاریؒ جلوۂ ربُّ العلا — مظہرِ نورِ علیؓ و عاشقِ خیرالوریٰ
ہر قدم کہسارِ ہمت، ہر نظر برہانِ حق — ہر اذاں صبحِ ازل، ہر محویت نورُ الہدا
مشربِ تسنیم و کوثر از دلِ او منکشف — رازِ وحدت از دلش ظاہر شود مثلِ صبا
پیشوائے اہلِ عرفاں مقتدائے اہلِ حق — انتہائے اہلِ تقویٰ پادشاہِ اصفیا
مرقدش سرچشمۂ انوارِ میاں میرؒ است — از وجودش قائم و دائم مقامِ صوفیا
روضہ اسد اللہ را مرکز برائے قدسیاں — از فلک آمد ملائک بہرِ تسکینِ حیا

شہر لاہور آئینہ از شہ بہاریؒ دستگیر
از جلالِ کبریاء مقبول باشد ہر دعا

حضرت شیخ علامہ محمد قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ فخر اہل تمکین، مربوط ارباب یقین، کامل العلوم، واعظ الرسوم، سالک طریق زہد و ورع، زکی توکل و رضا، عارف باللہ، مبرہ جاہ و مرتبہ، زاویہ نشین اسرار، استاذ الاساتذہ لاہور، ممتاز عجز و فنا، صاحب کشف و کرامات حضرت

علامہ شیخ محمد قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ لاہور کے جید علمائے حق میں سے تھے عرصہ دراز تعلیم و تدریس فرماتے رہے۔ ملا عبدالسلام مفتی لاہوری کے نامور شاگرد اور استاد ولیعہد شاہجہانی اخوند میرک کے ہم مکتب تھے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے جلوہ فقروفنا کو دیکھا تو تدریس و علائق دنیا ترک کر کے اور جملہ کتب کا ذخیرہ لوگوں میں تقسیم کر کے تفرید و تجرید اختیار کر لی۔ شہر میں ان کے تلامذہ تبحر علمی کے باعث ممتاز تھے۔

آپ نے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی بیعت کر کے عرصہ قلیل میں منازل روحانیہ طے کیں اور صاحب مقام ہو گئے۔ مشغولیت ذکر کے باعث ہر مصروفیت سے کنارا کش ہو گئے۔ چونکہ عیال دار اور متوکل تھے چنانچہ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ آپ کے بچوں کے لئے طعام خود اپنے دست مبارک سے روانہ فرمایا کرتے تھے اور نذر و نیاز و فتوح میں سے بھی ان کو عطا کر کے شفقت فرماتے تھے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ عشق کبریاء میں اس قدر بلند ہمت تھے کہ جب کوئی عارضہ ہوتا تو شیخ محمد لاہوریؒ سے فرماتے کہ جنگل میں جا کر فلاں دعا پڑھ تاکہ تکلیف اور بڑھے "۔ آپ نے وقت رحلت آخری گفتگو شیخ محمد لاہوری ہی سے فرمائی تھی۔ آپ انتہائی خاموش طبع اور دل زار تھے۔ ولیعہد شاہجہانی کے ساتھ دوستی اور نیاز مندی رکھتے تھے' وہ آپ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "بہت بڑے بزرگ ہیں" آپ اکثر حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ "وادی تحقیقات میں متاخرین میں سے حضرت میاں شیخ میرؒ جیسا استاد اور زیادہ علم رکھنے والا شخص کوئی نہیں' آپ کے درجات کو پہنچنا بہت دشوار ہے"۔

گاہے شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۵۶ھ بمطابق ۱۶۴۷ء میں ہوا۔ معارف تصوف میں آپ کے ارشادات انتہائی وقیع اور گنجینہ معانی ہیں۔

حضرتِ شیخِ محمدؒ مقتدائے عارفاں حضرتِ شہ میرؒ کے فقر و فنا کے رازداں
علمِ معقول اور منقول آپؒ سا رکھتا تھا کون اہلِ علم ان کے قدم پر سرجھکاتے تھے یہاں
کسقدر یہ شہر ارزاں ہے شہودِ علم میں آپؒ کے شاگرد ٹھہرے انتہائے عالماں
حضرتِ شہ میرؒ کا دیدار ہے حق الیقین اِس شہادت کے مقابل آسکا نہ آسماں
شیخ کی نظروں سے دیکھو جلوۂ شہ میرؒ کو تو بھی شاید کچھ سمجھ پائے غمِ شاہشاں
حضرتِ شیخِ محمدؒ کا وہ استغراق ہے رتبہ اک میزان سا مرّیخ کے دلَ پر عیاں

شیخ لاہوریؒ کہ اہلِ حال پر حجت ہوئے
کل سند ہو گا جو گُندَن آج کرتا ہے بیاں

حضرت حاجی محمد عباسی قادری بنیانی رحمتہ اللہ علیہ

صاحب مجاہدہ' مستغرق مشاہدہ' سالک طریقت خدا شناسی حضرت حاجی محمد عباسی قادری بنیانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عباسؓ عم

رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے تھے۔ عساکر مغلیہ میں اعلیٰ عہدے پر رہے اور داد شجاعت دی۔ اکثر لباس عسکری میں رہتے تھے۔ ابتدائے حال میں مسلک چشتیہ میں بیعت تھے لیکن کشائش روحانیہ سے لا واصل رہے۔ حضرت میانمیر صاحبؒ کے عالم شباب میں آپ کی خدمت ارادت سے وابستہ ہوئے اور چند روز میں کشائش روحانیہ نصیب ہوئی جس کے بعد مجاہدے سے انس و رغبت اس قدر ہوئی کہ ہمیشہ مجاہدہ و مشاہدہ سے قائم بالحق رہے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے تمام مریدین و خلفاء آپ کو بہت عزیز جانتے تھے۔ ترک و تجرید و تفرید کو اختیار کیا اور مسلسل تین برس حضرتؒ کی خدمت میں رہ کر مقامات طے کئے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ "ستر سال حضرتؒ نے حق سبحانہ' کی یاد میں اس طرح گزارے کہ دل میں کسی غیر کا خیال نہ آیا۔ آپؒ کے ساتھ درخت ہمکلام ہوتے تھے" جب آپ کو چند ہی روز میں درجہ ملکوت حاصل ہوا تو حیران رہ گئے' اس پر حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ ان کی حیرت پر مسکرائے اور ارشاد فرمایا "ہمارا طریقہ ایسا ہی ہے یعنی بغیر اس کے کہ کوئی جوڑ ٹوٹے اور ورم آئے کشائش ہو جاتی ہے"۔

آپ کا شمار حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے خلفائے کبار میں ہوتا ہے۔ آپ پر مغز شاعر بہ زبان فارسی بھی تھے۔ ولیعہد شاہجہانی نے "سکینۃ الاولیاء" میں آپ کا کچھ کلام بھی نقل کیا ہے' آپ لقائی تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا وصال ہفتم رمضان المبارک بروز سہ شنبہ ۱۰۵۴ھ بمطابق ۱۶۴۵ء کو ہوا اور میاں نتھاؒ کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

قرارِ جانِ دلِ عاشقانِ میانمیرؒ طلوعِ صبحِ دمِ آسمانِ میانمیرؒ
خوشا کہ حضرتِ عباسیؒ قادری نسبت شود لقائے تبِ ہفت خوانِ میانمیرؒ
جمالِ حُسنِ محبت بہ حاصلِ شفقت بلند تر ز ثریا جہانِ میانمیرؒ
تو حفظ کرد معارف تو سامعِ دل زار دل و نگاہ زہے امتحانِ میانمیرؒ
فغانِ تو دلِ بریاں تبسمِ تو بہار تو اہلِ دل کہ شود رازدانِ میانمیرؒ
جمودِ دہر شکستہ ز ضربتِ عباسؒ نمودِ ہستیِ گلشن ز شانِ میانمیرؒ

عروجِ روح را کُندَن نصیب چہ اعلیٰ
سپہ گری و فقیری نشانِ میانمیرؒ

حضرت شیخ احمد قادری سنامی رحمتہ اللہ علیہ عالم باعمل' شیخ باوقار' صاحب فقر و انکسار' عارف کامل' سیاح بادہ گمنامی حضرت شیخ احمد قادری سنامی رحمتہ اللہ علیہ علاقہ سنام سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے قدیمی مریدوں اور خلفاء میں سے تھے۔ آپ انتہائی مجاہدات کرتے اور اکثر جنگلوں میں مشغول حق رہتے تھے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ سے آپ کے

فقر و فنا کی توصیف منقول ہے۔ ترک و تجرید و تفرید میں کامل اور لوگوں کی ملاقات سے فاصل تھے۔ لوگوں سے نذر و نیاز کبھی قبول نہ کرتے یہاں تک کہ دعوت طعام سے بھی انکار کر دیا کرتے تھے۔ لوگوں کی دعوت طعام سے بچنے کے لئے اکثر روٹی کا ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھتے جب کوئی دعوت دیتا تو روٹی نکال کر کھانے لگتے اور کہتے کہ "میں نے روٹی کا کچھ حصہ کھا لیا ہے اور کھانے کے لئے کچھ باقی بھی ہے اب اور کھانے کی احتیاج نہیں" بغیر توشہ زاد راہ کئی کئی ہفتے بیابانوں میں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ طویل العمری میں بھی صحت انتہائی قابل رشک تھی۔ جب سیدنا میانمیر صاحب" کے حضور حاضر ہوتے تو آپ ضرور انہیں کھانا کھلاتے۔ آپ نے مستقل سکونت کہیں نہ کی۔ آپ صاحب کشف و کرامات اور انتہائے خضوع و خشوع تھے۔ خاموشی اور گمنامی کو انتہا درجہ اختیار کیا تھا۔ آپ کا وصال ۱۱ ماہ شعبان ۱۰۵۹ھ بروز جمعتہ المبارک ہوا۔

شیخ احمدؒ عاشقِ خیر الانامؐ غوثِ اعظمؓ کے ہوئے برحق غلام
شاہ میانمیرؒ سے بیعت نصیب صدق دل سے کیں منازل سب تمام
خامشی گمنامیؔ دنیا ہے خوب. ہاتھ آئے دامنِ عالی مقام
بے نیازی آپ کی سند الطریق عارفوں نے کہہ دیا ان کو امام
ہو سکیں نہ دعوتیں ہرگز قبول التجا کرتے رہے خاص و عوام
ہو رہے روپوش غرقِ بحرِ نور خرقِ عادت سے ہوا جب شہرہ عام
ظاہر و باطن میں فجرِ حق طلوع ہیں محبت کے نرالے صبح و شام
بستیوں سے دور رہتے تھے قدوم جنگلوں میں آپ کا دائم قیام

ہو گیا اخلاص کُندَن خوئے صدق
حالؔ کو پوشیدہ رکھتے تھے مدام

حضرت شیخ احمد قادری دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سالک طریق زہد و تقویٰ' زبان مہر و محبت' آگاہ حقائق و معارف' بے نیاز مسائل دنیاوی' طبیب حاذق' سیاح بصیرت نگاہ' استاد تعلیمات وحدت الوجود' صاحب سخاء وجود حضرت شیخ احمد قادری دہلوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا ابراہیم ادھم قدس اللہ اسرارہ' کی اولاد اطہار میں سے ہیں۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحب" سے شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحب" کی نگاہ التفات آپ پر بہت تھی چنانچہ مدت قلیل میں درجات عالی کو پہنچے۔ ابن عربیؒ کی تصانیف پر عبور رکھتے تھے اور درس بھی دیتے تھے۔ سیاحت طبابت اور تیراندازی میں مہارت رکھتے تھے۔

ولیعہد شاہجہانی انہیں جامع الصفات لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ان سے "فصوص الحکم" کا کچھ حصہ پڑھا۔ حضرت شیخ احمد دہلویؒ متعدد علوم و فنون جانتے تھے۔

شیخ احمد دہلویؒ صاحب کمال علم و فن میں مرتبہ ہے لازوال
خون میں شامل ہے ان کے فخرِ فقر حضرت ابراہیم ادھمؒ کے ہیں یہ لال
زندہ دل گویا مشاہد نور نور ہیں ریاضت اور طریقت میں مثال
بیعتِ شہ میرؒ ہے شرفِ عظیم جس سے ان کا ظاہر و باطن نہال
عقدہؒ وحدت رموزِ حق وجود ان کی تدریس و عطا میں ہے جمال
مثلِ عیسیٰؑ آپ ہیں حاذق طبیب نعتِ عشقِ نبیؐ سے باخصال
کیا ہو مدحت شعرِ کندن سے بیان
حاصل ان کو قربِ ربِ ذوالجلال

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

مبرہ آفات ملامت، آگاہ اسرار قلوب، خبردار اسرار موجودات، طالب تجلیات متعالی رب ذوالجلالی، شیخ المجاذیب حضرت خیرالدین ابوالمعالی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ موضع بھیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد سید رحمت اللہ علاقہ کے قاضی تھے۔ آپ نے اپنے چچا شیخ داؤد بندگیؒ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی لیکن کشائش باطنی سے محروم رہے۔ طلب حق کے لئے اہل عیال کو چھوڑ کر عازم لاہور ہوئے اور شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے حضور حاضر ہوئے۔ ولیعہد شاہجہانی محمد دارا شکوہ شہید قادریؒ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ "حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر مشغول حق ہوئے۔ وہ (ابولمعالیؒ) کہتے تھے کہ حضرتؒ نے مجھ پر ایسی نظر عنایت کی کہ تھوڑے ہی عرصے میں کشائش حاصل ہو گئی اور کچھ ایسی حرارت پیدا ہوئی کہ جسم جلنے لگا۔ ہرچند کہ دھنیا میرے جسم پر ملا گیا اور مجھے کھلایا بھی گیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا" حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کو جب کشائش باطنی ہو گئی تو ایسے عاشق حق ثابت ہو گئے کہ تجلیات وجدانی رحمانی کو گواہ اول و آخر جانتے ہوئے مخلوق سے یکسر بے نیاز اور طریق ملامتیہ سے گداز ہو گئے۔ بہت سے رموز و اسرار حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ سے حاصل کئے اور لاہور ہی کے ہو رہے۔ صاحب کشف و کرامات اور قیود ظواہر سے آزاد رہے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب کے فیض یافتگان میں سے آپ کے سواء کسی نے طریق ملامت اختیار نہیں کیا لیکن پھر بھی آفات ملامت سے پاک رہے۔ آپ صاحب طرز شاعر بھی تھے اور غربتی تخلص کرتے تھے۔ آپ کی نثر و نظم کی تصانیف میں تحفہ قادریہ، گلدستہ باغ ارم، مونس جاں، زعفران زار، رسالہ غوثیہ، حلیہ سرور عالمؐ، شرح اشعار مثنوی مولائے رومؒ، دیوان غربتی اور کچھ ملفوظات منقول ہیں۔ آپ مستجاب الدعوات اور سکرو استغراق کے مالک تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۲۴ھ بمطابق ۱۶۱۶ء میں ہوا اور اپنے تعمیر کردہ مقبرے میں مدفون ہوئے جو لاہور میں ہے۔

ابوالمعالیؒ کہ مغلوبِ حال بہر جلال　　شکستہ بود سرِ لوحِ عقل از متعال
عجیب عاشقِ صادق بود در عالمِ فقر　　نہایتِ دل عارف بنائے حُسنِ مقال
جبین اش از تپشِ وجدوحال ماہِ مبین　　جلالِ نگہ میانمیرؒ را ایں نقشِ کمال
غلامِ غوث معظمؓ رسید بر عرشے
نیازِ اہلِ جہاں دیدنی بوقتِ وصال

حضرت شیخ عبدالغنی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ سید اہل خیر، سالک راہ حسنات، مبرہ از قیود دنیوی، حضرت شیخ عبدالغنی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مریدین متقدمین میں سے ہوئے ہیں۔ آپ نے ساری زندگی حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریق کے مطابق مشغولیت حق کو اپنایا اور زہدو ورع و مجاہدے میں انتہائی مستحکم الاحوال ثابت ہوئے۔ خاموشی و گمنامی سے محبت اور لوگوں کی ملاقات سے بیزار و آزاد رہے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحب کے وصال کے بعد آپ کے قریب حجرہ بنایا اور وہیں زندگی گزاری۔ زائرین کو آداب طواف روضہ اور دیگر حسنات بتایا کرتے تھے۔ آپ سے حضرت سیدنا میانمیرؒ صاحب کا یہ قول زریں منقول ہے کہ "تنہائی اختیار کرو اور لوگوں سے میل جول نہ رکھو، جنگلوں اور ویرانوں میں وقت گزارنے سے بہت جمیعت خاطر حاصل ہوتی ہے" تاحیاتؒ روضہ اقدس کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کا وصال شنبہ ذی الحجہ ۱۰۵۷ھ میں ہوا۔

حضرتِ عبدالغنی القادریؒ　　صادق الاحوال غرقِ خامشی
صاحبِ کشف و کراماتِ کثیر　　نسبتِ شہ میرؒ دارد دائمی
منبعؒ اخلاص و عارف باجمال　　صاحبِ تفرید قائم حق ولی

حضرت شیخ عبدالواحد عباسی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ صاحب زہدو تقویٰ، معدن صدق و صفا، عارف کامل حضرت شیخ عبدالواحد قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مریدین متقدمین میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت حاجی محمد عباسی قادریؒ بنیانی کے رشتہ دار تھے۔ پیر حقیقتؒ کی خدمت میں اکیس برس گزارے اور صاحب جمیعت و ارادت ہوئے۔ تنہائی و گوشہ نشینی میں زندگی گزاری اور یاد حق میں مستغرق رہے۔ آپ کا وصال سہ شنبہ ماہ محرم الحرام ۱۰۵۶ھ میں ہوا۔

شیخ عبدالواحد عباسیؒ ولی　　عاشقِ زار و وفادارِ علیؓ
ہمتِ شہباز دارد در حضور　　قلب او کشافِ ہر خفی و جلی

حضرت حاجی سید عبدالرحمان المعروف مرزا داری رحمتہ اللہ علیہ مبرہ لاف زنی و تکلف و آفت، سالک ہوشیاری و بیداری، حضرت حاجی سید عبدالرحمٰن المعروف مرزا

مداری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مریدان خاص میں سے تھے۔ سیاحت و حج بیت اللہ سے شغف تھا۔ مجاہدے اور ریاضت کو اپنایا اور حضرت سیدنا میانمیرؒ کی نگاہ لطف اسقدر تھی کہ مدت قلیل میں اعلیٰ درجات روحانیہ حاصل کئے۔ اکثر جنگلوں میں مشغول حق رہا کرتے تھے۔ عیال دار تھے لیکن ذوق حج بیت اللہ کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو ولیعہد شاہجہانی نے ازراہ حکمت منع کیا کہ حج ایک مرتبہ فرض ہے سو ادائے فریضہ ہو چکا' بال بچوں کو اس طرح چھوڑ کر مت جایئے لیکن نہ مانے اور حج پر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ان کی کوئی خبر نہیں۔ بزبان فارسی گاہے شعر بھی کہتے تھے۔ ولیعہد شاہجہانی نے ان کے چند شعر نقل کئے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

چیست انسان؟ یکے طلسمِ عجیب درجہان و درونِ او دوجہاں
چیست بینش؟ ہمہ نکو دیدن چیست دانش؟ خفا و حفظِ لسان
چیست عرفاں؟ عجز خود اقرار پسِ فنا در بقائے حضرتِ آں

(انسان کیا چیز ہے؟ ایک عجیب طلسم ہے' یہ دنیا میں ہے لیکن دو جہاں اس میں ہیں۔ بصیرت کیا ہے؟ صرف نیکی دیکھنا' عقلمندی کیا ہے؟ حال چھپانا اور زبان کی حفاظت کرنا۔ معرفت کیا ہے؟ اپنے آپ سے معرفت کے عجز کا اقرار کرنا۔ پس جو ان باتوں میں صدق دل سے عمل پیرا ہوا وہ فنا ہو کر حق سے جاملا)

ولیعہد شاہجہانی نے دو شعر جواب میں یوں کہے۔

چیست توحید؟ چوں الف بودن کہ دو عالم بہ او شود یکساں
چیست ہمت؟ گزاشتن از کونین دل سپردن بہ آں شہِ دوراں

(توحید کیا ہے؟ جیسے الف ہوتا ہے' دونوں عالم میں تغیر سے پاک اور یکساں یعنی اہل توحید کے لئے دونوں جہاں ایک ہیں ہمت کیا ہے؟ دوجہانوں کو بھول جانا اور دل اس کے سپرد کرنا جو وقت کا بادشاہ یعنی پیر طریقت ہے)

حضرت مُلا محمد شریف قادری روہتاسی رحمتہ اللہ علیہ عزلت گزین گوشہ تجرید' سجادہ زاویہ تفرید' سردار اہل مجاہدہ حضرت ملا محمد شریف قادری رہتاسی رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مریدین میں سے ہیں آپ کو اور ملا سیالکوٹی کو حضرتؒ نے ایک ہی دن مشغول حق کیا تھا۔ ایک عرصہ روہتاس کے قلعہ میں گوشہ نشین ہو کر ریاضت شاقہ کرتے رہے۔ ریاضت و مجاہدوں میں انتہائی ثابت قدم مانے گئے ہیں۔

الشریفؒ' انعامِ حق' صد محتشم واقفِ علمِ معانی والقلم
سیرتش آئینہ تمثالِ یقیں' صادق الوجدان ثابت برقدم
صاحبِ احسان و عدل و بندگی بیعتِ شہ میرؒ نسبت ذوالکرم

حضرت مُلا عیسیٰ قادری سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ سرمایہ زہد و تقویٰ' سیاح عالم ملکوت' محرم حریم جبروت' عارف حق حضرت ملا عیسیٰ قادری سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا

میانمیرؒ کے دست حق رسا پر بیعت کر کے قلیل مدت میں اعلیٰ درجات روحانیہ پر ثابت قدم ہوئے۔ جید عالم اور فقیہہ بینظیر تھے۔ ان سے منقول ہے کہ کہا کرتے تھے "حضرت میاں جیوؒ چرند پرند کو بھی ذکر حق میں مشغول فرمانا جانتے تھے۔"

مُلّا عیسیٰ شاہؒ مریدِ شاہ میرؒ ہستی اش مثلِ جمالِ مہ منیر
زیرک و عالم' فقیہہ و جانباز تارک الدنیا' غلامِ دستگیرؒ
پیشہ تفرید دارد در طریق اوجِ او رشکِ ہمائے حق سفیر

ولیعہد شاہجہانی حضرت محمد دارا شکوہ شہید قادری رحمتہ اللہ علیہ عمدہ علماء وا لحکماء' حقائق و معارف آگاہ' مجاہد حریم لا تخف' عاشق مدینہ و نجف' صاحب سیف و قلم' غلام شہنشاہ بغدادؒ' خادم حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ' مصنف بیمثال و بینظیر' ولیعہد شاہجہانی حضرت محمد دارا شکوہ شہید قادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۰۲۴ھ بمطابق ۱۶۱۵ء کو مدینۃُ الاولیا اجمیر میں ملکہ ممتاز محل کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ شہنشاہ شاہجہاں کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپ کا اسم گرامی آپ کے دادا شہنشاہ جہانگیر نے "محمد دار شکوہ" رکھا اوز ابو طالب کلیم نے "گلِ اولینِ گلستانِ شاہی" سے تاریخ نکالی۔

ولیعہد شاہجہانی کو علوم وفنون سے حد درجہ عشق تھا اس نے قرآن وحدیث' تفسیر و فقہ' فلسفہ و منطق اور دیگر علوم کے ساتھ ساتھ خطاطی اور نقاشی و گلکاری میں بھی مہارت حاصل کی اس کے علاوہ جملہ فنون عسکری میں اعلیٰ استعداد بہم پہنچائی اور رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے شاہجہان کی آنکھوں کا تارا بن گئے اور بالاخر ولیعہد ہو گئے۔ شاہجہان نے شصت ہزاری کا منصب اور "شاہ بلند اقبال" کا خطاب دیا۔ ولیعہد شاہجہانی طبعاً" صاحب صلح کل اور انصاف دوست تھے۔ وہ جس مخلوط الاقوام برصغیر کے ولیعہد تھے اس کا یہی تقاضا تھا کہ وہ اقوام میں باہمی وحدت کے وسائل تلاش کریں تاکہ عوام اور حکمرانوں کے باہمی فاصلے ختم ہو جائیں اس سلسلے میں بزبان فارسی "مجمع البحرین" اور "سراکبر" کتابیں لکھیں' اول الذکر تفید اور موخرالذکر سنسکرت سے ترجمہ ہے جس پر ظاہر پرست علماء نے بہت شور مچایا حالانکہ ولیعہد راسخ العقیدہ تھے' وہ سفینہ اولیاء میں لکھتے ہیں کہ "پس میں خدا کی پناہ میں آتا ہوں' ایسے آدمی سے جو اس (اللہ) کے احکام کی مخالفت کرے اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے مسلک کے خلاف ہو"

ولیعہد کو اولیاء اللہ بالخصوص حضرت سیدنا میانمیرؒ سے قریبی تعلق خاطر تھا اور ارادت و بیعت حضرت ملاشاہ بدخشانی قادریؒ سے تھی۔ "سفینۃُ الاولیاء" اور "سکینۃُ الاولیاء" ان کی شاہکار تصانیف ہیں اس کے علاوہ "حسناتُ العارفین" اور "دیوان غزلیات" منفرد ہیں۔ جنگ تخت نشینی کے دوران گرفتار ہوئے اور اورنگ زیب عالمگیر کی ہوس اقتدار کے ہاتھوں ۱۶۵۹ء کو دہلی میں جام شہادت نوش

کیا اور مقبرہ ہمایوں میں مدفون ہوئے۔

آ گیا جلوہ نظر تجھ کو حریمِ ذات میں — ہاتھ ہے تیرا حسینؓ ابنِ علیؓ کے ہاتھ میں
شمسؒ و سرمدؒ اور شہ منصورؒ تیرے ہم جلیس — خوں ٹپکتا ہے ابھی تک عرصۂ ظلمات میں
بغض رکھنے والے استدلال کرتے تھے غلط — حق تجلّی جلوہ نما ہے تیری تصنیفات میں
بادشاہِ ظاہری و باطنی بر حق ہے تو — تجھ کو ملحد کہنے والے مر گئے آفات میں
باغِ مُلّا شاہؒ میں کُندنؔ ہوا پیدا کہ ہاں — ایک دارا اور تھا مطلوب اِن حالات میں

حضرت مُلّا ابوبکر قادری گجراتی رحمتہ اللہ علیہ

مقتدائے اہل حقائق، تارک علائق، زاہد بے ریا، شعاع نور الفجر حضرت ملا ابوبکر قادری گجراتی رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے با اخلاص ارادت مند تھے۔ آپ کی روحانی تربیت حضرت میانمیر صاحبؒ نے حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کے سپرد کی تھی۔ علامہ اخوند میرک سے علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی اور پھر سب کتابیں ان کے سامنے ڈھیر کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ "یہ کتابیں طالب علموں کو دے دیجئے کہ میں ہر قسم کے تعلق سے پاک ہو جاؤں، میں نے تو اب حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں دل لگا لیا ہے۔" آپ کا وصال ۱۰۴۹ھ میں ہوا اور گجرات میں مدفون ہوئے۔

عاشقِ ربُّ العلا بوبکرؒ شہ — عرش پر جن کا رہا نورِ نگہ
روح و جسم ایسے ہوئے باہم نصیب — دم بدم ذکرِ الٰہی تھا غذا
نیک خو، احسان پرور متقی — آپ سے ظاہر ہے شانِ اولیاء
حضرتِ شہ میرؒ سے بیعت ہوئے — بن گئے اہلِ وفا کے مقتداء
ہمتِ اذکار ان کی دیکھئے — غرقِ بحرِ نورِ حق تھے برملا
کُندنؔ "ان" کی مدحت و توصیف ہو — عشق ان کا ہے جمالِ مصطفیٰؐ

حضرت سید اشرف قادری رحمتہ اللہ علیہ

سید زاہداں، سند عابداں، زبدہ اہل صفا، غریق نہر کبریاء حضرت سید اشرف قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مریدین و خلفاء میں سے تھے۔ کثرت ریاضت و بے خوابی کے باعث لاغر جسم اور براق روح رکھتے تھے۔ اکثر شب و روز حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔ خاموشی و گمنامی اور ذکر حق تعالیٰ سے دل لگایا، فنا و شکستگی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کا وصال سہ شنبہ ۴ ذی قعد ۱۰۲۴ھ میں ہوا۔

سیدِ اشرف طریقت پیشواء — ظاہر و باطن حقیقت پیشواء
خدمتِ شہ میرؒ میں رہ کر مدام — بن گئے بحرِ ارادت پیشواء

زبدۂ اہل وفائے بندگی آپ ہیں اہلِ ریاضت پیشواء
اہلِ لاہور آپ کو کہتے ہیں پیر صاحبِ جود و سخاوت پیشواء

حضرت میاں محمد مراد قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ سالک طریقت طلب حق، بے تعلق از ذکر غیر، پیرو مسلک ہدایت، مبرہ ہر افتاد حضرت میاں محمد مراد قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ ملا عبدالسلام مفتی کے بیٹے تھے۔ لاہور میں پیدا ہوئے اور ساری زندگی لاہور ہی میں گزاری۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے آخری مرید کہلاتے ہیں، ان کے بعد حضرتؒ نے کسی کو بیعت نہیں فرمایا۔ ترک و تجرید میں بےمثال اور ترک علائق میں لازوال ہیں۔ علوم ظاہری اعلیٰ سطح پر حاصل کیا اور باپ کی جگہ مفتی صوبہ لاہور ہوئے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ سے ارادت اختیار کرنے کے بعد مال و دولت غرباء میں تقسیم کر کے الفقر فخری کا نعرہ لگایا۔ کثرت ریاضت و مجاہدہ آپ کا شیوہ تھا دل گدازی اور تنہائی میں رہتے تھے۔ اول تو کسی سے بات نہیں کرتے تھے اگر کلام کرتے تو ترک دنیا اور تجرید و تفرید پر بات کرتے تھے۔ دو سال کا عرصہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی خدمت میں گزارا۔ آپ کہتے ہیں کہ "ایک دن میں نے حضرت میاں جیوؒ کے چبائے ہوئے پان کو کھا لیا تو حالت متغیر ہو گئی جیسے تن بدن میں آگ لگ گئی ہو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں نے انگارہ نگل لیا ہے لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ دنیا اور علم ظاہری کی محبت میرے دل سے جاتی رہی"۔ آپ تادم وصال لاہور میں اپنے گھر ہی میں گوشہ نشین رہے۔ حبس دم میں اعلیٰ مہارت رکھتے تھے اور اسی طریق پر مشغول حق رہتے تھے۔ اسی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

محمد مرادؒ انقلابِ طریق کہ درگلشنِ حق گلابِ طریق
جواں سال بیعت سے ٹھہرے ہیں پیر کہ ظاہر ہے ان سے شبابِ طریق
جہاں ان سے غائب جہاں سے یہ گم نہیں روز و شب میں حسابِ طریق
سبھی علم حاصل، ہوئے بحرِ علم حقیقت کی دنیا کتابِ طریق
میانمیرؒ کے ہیں یہ آخر مرید عجب اہلِ سبقت شتابِ طریق

یہ ہیں فخرِ لاہور کُندن کہو
طریقت میں ہیں آفتابِ طریق

متفرق مریدانِ سعادت نشان

۱۔ حضرت نورالدین قادریؒ، حضرت سیدنا میانمیرؒ کے خادم بتائے جاتے ہیں۔ وصال ۱۰۲۶ھ بمطابق ۱۶۱۷ء میں ہوا اور حضرت نتھے شاہؒ کے چبوترے میں مدفون ہیں۔

۲۔ حضرت حاجی سلیمان قادریؒ، ترک و تجرید میں نامور اور زہد و اتقاء میں بےمثال تھے۔ آپ کا

وصال ۱۰۳۱ھ بمطابق ۱۶۲۱ء میں ہوا اور حضرت ملا ابراہیم روحیؒ کی قبر کے پاس مدفون ہوئے جو برلب سڑک گلبرگ لاہور میں ہے۔

۳۔ حضرت سید نوری قادریؒ، ریاضت و مجاہدہ میں مرد خوش خصال تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۳۵ھ بمطابق ۱۶۲۵ء میں ہوا۔ آپ کی تربت اقدس محراب مسجد گڑھی شاہو لاہور میں ہے۔

۴۔ حضرت شیخ نورالدین ثانی قادریؒ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے خدام میں شمار تھے اور ارادت بھی حاصل تھی۔ آپ ریاضت و عبادت میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ ایک عرصہ تک درگاہ معلیٰ قادریہ پر خدمت انجام دی۔

۵۔ حضرت بہارلنگ قادریؒ نہایت عبادت گزار، تارک الدنیا اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ وصال ۱۰۳۶ھ بمطابق ۱۶۲۷ء میں ہوا۔

۶۔ حضرت شیخ ابوالمکارم قادریؒ صاحب حلم و بردباری و نیابت تقویٰ تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۴۰ھ بمطابق ۱۶۳۱ء میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس حضرت نتھا شاہ کی چار دیواری (قبرستان مسافرخانہ) میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔

۷۔ حضرت شیخ ابوالخیر قادریؒ زہدو ورع و تقویٰ میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۴۱ھ بمطابق ۱۶۳۲ء میں ہوا اور مزار اقدس حضرت نتھا شاہؒ کے احاطہ کی چاردیواری کے قریب مدفون ہیں۔

۸۔ حضرت حافظ اسماعیل قادریؒ نہایت متقی اور صاحب کرامات و مقامات روحانیہ میں سربلند تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۴۹ھ بمطابق ۱۶۴۰ء میں ہوا۔

۹۔ حضرت شیخ غیاث قادریؒ زہدو تقویٰ سے ثابت قدم اور درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت میانمیر صاحبؒ کے خادم تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۵۰ھ بمطابق ۱۶۴۱ء میں بتایا جاتا ہے۔

۱۰۔ حضرت حاجی سلیمان ثانی قادریؒ متقی و پرہیزگار اور درگاہ معلیٰ حضرت میانمیر صاحب کے خادم تھے۔ ریاضت و مجاہدے میں صاحب استقامت تھے۔ بعد از وصال قبرستان عوام الناس احاطہ نتھا شاہؒ میں مدفون ہوئے۔

۱۱۔ حضرت میاں نور محمد قادریؒ، زہدو تقویٰ میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ درگاہ معلیٰ حضرت میانمیرؒ کے خادم تھے۔ حضرت میانمیر صاحبؒ نے ان کو وہ کشتی نما برتن بطور تحفہ عنایت فرمایا تھا جس میں سفر سرہند کے دوران حضرت غوث الاعظمؒ نے آپ کو آب شفا پلایا تھا۔ بعد از وصال لاہور میں مدفون ہوئے۔

۱۲۔ حضرت حاجی پراچہ قادریؒ درگاہ معلیٰ حضرت میانمیر صاحبؒ کے خادم خاص تھے۔ شب و روز خانقاہ عالیہ میں رہتے تھے۔ انتہائی متقی اور درجات روحانیہ رکھتے تھے۔

۱۳۔ حضرت ملا فتح محمد قادری" زہد و تقویٰ میں اعلیٰ پایہ رکھتے تھے۔ صاحب وجد و استغراق تھے۔

۱۴۔ حضرت شاہ مسکین امری قادری" اسم گرامی عنایت اللہ تھا۔ حضرت سیدنا میانمیر" نے انہیں اپنا "مرید مسکین" فرمایا ہے۔ آپ کا وصال ۱۰۵۷ھ بمطابق ۱۶۴۸ء میں ہوا۔ آپ کا روضہ لاہور چھاؤنی میں ہے جو دیعہد شاہجہانی کی تعمیر ہے۔

۱۵۔ حضرت شیخ عبدالحق مجذوب قادری" صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۸۲ھ بمطابق ۱۶۷۱ء میں ہوا۔ آپ کی قبر ریلوے کی کوٹھیوں میں گاف گراؤنڈ کے نزدیک (کوٹھی نمبر ۵۴) واقع ہے۔

۱۶۔ حضرت مبارک حسین خوانی قادری" زہد و تقویٰ میں سرشار اور خدمت حضرت سیدنا میانمیر" میں رہتے تھے۔

۱۷۔ حضرت شاہ برہان بخاری لاہوری" آپ کا تعلق سادات بخارا سے تھا۔ ولادت ۹۸۱ھ بمطابق ۱۵۷۴ء اور وصال ۱۰۶۱ھ بمطابق ۱۶۵۱ء چنیوٹ میں ہوا۔ آپ کی تربت بیرون دہلی دروازہ لاہور سرکلر روڈ پر بتائی جاتی ہے۔

۱۸۔ حضرت ملا سنگین قادری" آپ زہد و تقویٰ میں انتہائی کامل اور مجاہدات شاقہ میں مقام ارفع کی وجہ سے سنگین معروف ہوئے۔ ایک عرصہ حضرت سیدنا میانمیر صاحب" کی خدمت میں رہے۔

۱۹۔ حضرت علامہ اخوند میرک" دیعہد شاہجہانی کے استاد تھے۔ بعض تذکروں میں آپ کو حضرت سیدنا میاں میر صاحب" کا مرید لکھا گیا ہے۔ آپ کا وصال ۱۰۷۱ھ بمطابق ۱۶۶۱ء میں ہوا۔

درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت میانمیر صاحبؒ لاہور

درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہٗ کی روحانی عظمت اور برصغیر میں آپ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی علمی روحانی اور ثقافتی خدمات کے اثرات صدیوں پر محیط ہیں۔ تاریخ کا کوئی عہد ایسا نہیں جس میں آپ کے سلسلہ عالیہ قادریہ نے اعلیٰ سطح پر علمی و روحانی خدمت نہ کی ہو بالخصوص حقیقی تصوف اور علوم روحانیہ اسلامیہ کا ایسا فروغ جو ہر قسم کی مولویانہ ملاوٹ سے پاک ہو اسی سلسلہ عالیہ قادریہ کا خصوصی وصف ہے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے خلفاء و مریدین نے فروغ تجلیات غوث الاعظمؒ کے سلسلے میں حسن بصیرت اور محکم حکمتوں کو برصغیر کے ہر ایک گوشے تک پھیلایا ہے۔ آپ کے مریدین ترک و تجرید اور نعمت تفرید میں اس حد تک مستحکم تھے کہ انہیں نام و نمود اور شہرت و سیادت سے قطعی کوئی سروکار نہ تھا اور نہ ہی وہ برصغیر کی پیچیدہ سیاست میں اپنے آپ کو الجھا کر اپنے ذوق مشغولیت حق کے نصب العین سے صرف نگاہ کرنے والے تھے۔ ولیعہد شاہجہانی "سکینۃ الاولیاء" میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے کئی ایک مریدین وخلفاء کے تذکار اور حالات زندگی اسے میسر نہ آسکے حالانکہ ولیعہد شاہجہانی حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی زیارت بابرکات اور فیض نگاہ سے مستفید اور حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کا شرف رکھتا تھا۔ پوشیدگی و گمنامی اور علائق دنیا سے بے نیازی حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریق تربیت میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے چنانچہ آپ کے ہمعصر تذکرہ نگاروں کو

بھی آپ کے جملہ فیض یافتگان کے حالات و واقعات کا میسر نہ آنا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے انہیں مریدین و خلفاء کے تذکار نو بہار محفوظ رہ گئے کہ جن کے بیعت کے سلسلے مستحکم بنیادوں پر چلتے رہے یا جن کی قبور آپ کے قرب و جوار میں پائی جاتی ہیں بلکہ ان میں بھی کچھ حضرات کی قبور کی نشاندہی نہیں ہوتی۔ لاہور سے باہر جن مریدین وخلفاء کے تذکار محفوظ رہ سکے اس کا باعث بھی یہی ہے کہ جن اصحاب فیض یافتگان کے سلسلہ بیعت و طریقت میں تواتر اور تسلسل قائم رہا وہ لوگوں کے اذہان میں رہ گئے۔ آپ کے مریدین و خلفاء کی تمام درگاہیں دراصل حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی درگاہ معلیٰ قادریہ ہی کا تسلسل ہیں۔

غسل مزار اور سالانہ عرس از منہ متقدمین سے تاحال یہ روایت تسلسل کے ساتھ چلی آتی ہے کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی قبر اقدس کا غسل آخری چہار شنبہ ماہ صفرالمظفر کو ہوتا ہے جس میں عروق گلہائے اطہر سے مرقد پرانوار کو غسل دیا جاتا ہے اور کثیر مخلوق خدا اس کے تبرکات کے لئے حاضر ہوتی ہے۔ چادریں اور غلاف ہدیہ کئے جاتے ہیں اور دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ بدھ اور جمعرات کے روز تمام سال لوگوں کا اژدھام رہتا ہے۔ جناب کا عرس سالانہ آپ کے یوم وصال کی مناسبت سے ہر سال سات آٹھ ربیع الاول کو ہوتا ہے جس میں نہ صرف اہل پاکستان بلکہ متعدد ممالک سے عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں۔ محفل درود و سلام اور تقاریر علمائے کرام کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ شب چراغاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے کہ اس کی کیفیت کا لفظوں میں بیان ناممکن ہے۔ جملہ سلاسل طریقت کے مشائخ اور اہل ذوق احاطہ دربار اقدس میں ڈیرے لگاتے ہیں۔ تبرکات تقسیم ہوتے ہیں اور محفل سماع بھی متعدد جگہوں پر سنائی دیتی ہے۔ وہ تمام اصحاب جو کسی نہ کسی طرح آپ کے سلسلہ عالیہ قادریہ سے ارادت رکھتے ہیں اکثر سماع نہیں کرتے۔ محکمہ اوقاف پنجاب عرس کے جملہ انتظامات کا پابند ہے۔

سجادگان درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے وصال کے بعد ولیعہد شاہجہانی نے دربار اقدس اور اردگرد کی زمین جو موجودہ لوئر مال سے دھرم پورہ اور چھاونی سے موضع میانمیر صاحبؒ یعنی باغ ملا شاہ بدخشانی تک تھی ڈھڈی راجپوتوں سے قیمتاً خرید کر دربار کے نام وقف کر دی تھی۔ سجادگی کے لئے ولیعہد شاہجہانی نے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی ہمشیرہ محترمہ بی بی جمال خاتونؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد شریف صاحبؒ کو سندھ سے بلوا کر سجادہ نشین کیا اور متعلقہ جاگیر مع دستاویزات کے ان کے سپرد کر دی۔ حضرت خواجہ محمد شریفؒ کا وصال ۱۰۵۴ھ بمطابق ۱۶۴۵ء بعد اورنگ زیب ہوا۔ آپ کے دو بیٹے شیخ نور علیؒ اور مہدی شاہؒ تھے۔

حضرت محمد شریف صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت مہدی شاہ (وصال ۱۱۰۶ھ بمطابق ۱۶۹۳ء) سجادہ نشین ہوئے اور اپنی رہائش باغ ملاشاہ بدخشانیؒ میں رکھی جو بعد ازاں آہستہ آہستہ

ایک گاؤں کی صورت اختیار کرگیا جسے موضع حضرت میانمیر صاحب" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت جعفر شاہ صاحب" (وصال ۱۱۴۶ھ بمطابق ۱۷۳۴ء) سجادہ نشین ہوئے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت معصوم شاہ صاحب" (وصال ۱۱۹۹ھ بمطابق ۱۷۸۵ء) سجادہ نشین ہوئے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت حنیف شاہ صاحب" (وصال ۱۱۳۱ھ بمطابق ۱۷۱۹ء) سجادہ نشین ہوئے چونکہ آپ اولاد نرینہ سے محروم تھے چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے بھانجے اور داماد حضرت خدا بخش" (وصال ۱۲۳۱ء بمطابق ۱۸۱۶ء) سجادہ نشین ہوئے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت محمد شاہ صاحب" (وصال ۱۲۳۹ھ بمطابق ۱۸۲۴ء) سجادہ نشین ہوئے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت محبوب شاہ صاحب (وصال ۱۹۰۰ء) سجادہ نشین ہوئے اور آپ کے بعد حضرت حنیف شاہ" کے نواسے سید نتھے علی شاہ" اور بعد ازاں آپ کے صاحبزادے سید عنایت علی شاہ صاحب" (وصال ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۴ء) سجادہ نشین ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے سید سید علی شاہ" (وصال ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۹۵۶ء) سجادہ نشین ہوئے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے سید نور الحسن شاہ صاحب" سجادہ نشین ہوئے جن سے محکمہ اوقاف پنجاب نے ۱۹۶۰ء میں دربار شریف کا چارج لے لیا۔

مذکورہ بالا سجادگان میں سے حضرت سید نتھے علی شاہ صاحب" حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ' کے مرید اور خلیفہ تھے اور سید صید علی شاہ صاحب" سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری" کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت سید عنایت علی شاہ صاحب"، غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ' کے مرید و خلیفہ تھے۔ آخری سجادہ نشین حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب" حضرت مولانا غلام جیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا غلام جیلانی درگاہ قادریہ نوریہ حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری" بیرون کھیالی گوجرانوالہ کے سجادہ نشین تھے۔

روضہ اقدس کی تعمیر ولیعہد شاہجہانی حضرت محمد داراشکوہ شہید قادری رحمتہ اللہ علیہ کو صوبائی دارالخلافہ لاہور سے انتہائی محبت اور عقیدت تھی وہ پنجاب کے گورنر کی حیثیت میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتا تھا لیکن لاہور سے اس کی عقیدت و محبت حضرت سیدنا میانمیر صاحب" اور اس کے پیرو مرشد حضرت ملاشاہ بدخشانی" اور دیگر اکابر کی وجہ سے تھی چنانچہ اس نے روضہ اقدس اور خانقاہ معلی کی عالیشان تعمیر کا نہایت اعلیٰ منصوبہ بنایا۔ روضہ اقدس کی تعمیر اور حجروں کے علاوہ ایک عالی شان مسجد بنانے کے لئے اس نے سنگ سرخ بہت بڑی مقدار میں منگوایا تھا جو کہ روضہ اقدس کے بطرف شمال میدان میں پڑا تھا اس کے علاوہ وہ ایک شاہراہ بھی تعمیر کرنا چاہتا تھا جو دربار شریف سے قلعہ لاہور تک آمدورفت کا کام دے۔

بعض تذکرہ نگار ناجانے کس مصلحت کی بنا پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ولیعہد شاہجہانی نے کثیر مقدار میں سنگ سرخ شاہراہ کے لئے منگوایا تھا' یہ دعویٰ انتہائی گھٹیا اور لغو ہے۔ مغلیہ عہد میں کوئی شاہراہ سنگ سرخ سے تعمیر نہیں کی گئی بلکہ سنگ سرخ مساجد مقابر قلعوں اور مزارات کی تعمیر ہی کے لئے کام میں لایا جاتا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے دارا کو قتل کرنے کے بعد مذکورہ سنگ سرخ اٹھوا لیا جس سے اس نے لاہور کی بادشاہی مسجد تعمیر کروائی یہ مسجد اسی طرح اسی نقشے کے مطابق دربار اقدس سے ملحق تعمیر ہونے والی تھی۔

ولیعہد شاہجہانی نے دربار اقدس' حجروں' مسجد اور شاہراہ کے تمام نقشے بنا رکھے تھے اور ابتدائی سطح پر اس نے روضہ کی تعمیر شروع کر دی تھی کہ اسے جام شہادت نصیب ہو گیا۔

آخر وہ کون سے مقاصد تھے جس کے پیش نظر اورنگ زیب نے دربار اقدس سے ملحق مسجد تعمیر نہ ہونے دی؟ تاریخی حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سیاست دان اپنے مخالفین کے ان نقوش کو مٹانا چاہتا ہے جو اس کی عظمت کی دائمی گواہی دے سکیں۔ دارا کی خواہش تھی کہ وہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے روضہ اقدس کے قریب اپنا مزار بنائے جہاں آج اس کی بیوی نادرہ بیگم کا مقبرہ ہے۔ وہ اپنی اور اپنی بیوی نادرہ کی قبر ایک ہی مقبرے میں چاہتا تھا لیکن اس کی وصیت پر بھی توجہ نہ کی گئی اور اس کی لاش کو لاہور نہ بھجوایا گیا اور قبرستان شاہی مقبرہ ہمایوں میں دفن کر دیا گیا۔ اورنگ زیب کی بے جا حمایت کرنے والے کہتے ہیں کہ دارا نے سنگ سرخ شاہراہ کی تعمیر کے لئے منگوایا تھا چنانچہ اس سے اورنگ زیب نے مسجد بنا کر اچھا کام کیا لیکن آج تک کوئی محقق مغلیہ عہد کی "سنگ سرخ" سے بنائی گئی ایک بھی شاہراہ دریافت نہیں کر سکا چنانچہ یہ بات محض فرسودہ دلیل ہے کہ سنگ سرخ شاہراہ کی تعمیر کے لئے تھا۔ سنگ سرخ دربار اقدس سے ملحقہ عالیشان مسجد کے لئے ہی تھا اور وہ مسجد ہی کے کام آیا لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اورنگ زیب ایسا ہی بے دست و پا تھا کہ وہ ایک اور مسجد کے لئے سنگ سرخ نہ منگوا سکتا تھا؟ اصل معاملہ سیاست کا تھا چنانچہ موجودہ بادشاہی مسجد لاہور کا اصل بانی اور معمار داراشکوہ ہی ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ یہ موجودہ مسجد دربار اقدس سے ملحق نہیں ہے اور ظاہری تعمیر کی ہدایت اورنگ زیب نے کی ہے۔ اورنگ زیب خواہ عابد زاہد اور پابند شریعت کہلائے لیکن وہ حب شہرت سے نجات نہ پا سکا اسے بادشاہی مسجد لاہور کے بانی ہونے کی شہرت چاہئے تھی سو ہو گئی۔

جب اورنگ زیب کے اہلکار لال پتھر اٹھانے کے لئے آئے تو یہاں انتہائی مزاحمت ہوئی جس میں سینکڑوں لوگوں نے جانیں دیں' عوام سرکاری فوجوں سے کبھی نہیں لڑ سکتے چنانچہ جس طرح بہت سے حقائق کے سلسلے میں تاریخ خاموش ہے انہی حقائق کے ضمن میں لال پتھر کی کہانی ہے۔ القصہ سنگ سرخ اٹھا لیا گیا اور تعمیر دربار کی وہ صورت جو ایک عقیدت مند کے دل میں تھی دار پر کھینچ دی

گئی اور دربار اقدس کی بقیہ تعمیر اورنگ زیب نے مکمل کروائی' اسی سامان تعمیر کے ساتھ جو ویعد داراشکوہ نے فراہم کیا تھا۔

"تحقیقات چشتی" میں ایک تاریخی واقعہ اس طرح محفوظ ہے۔

"عالمگیر نے قتل داراشکوہ سے فراغت پائی تو ایک روز بخدمت ایک فقیر کی کہ خلفائے حضرت ملا شاہؒ سے تھا' حاضر ہو کر (اورنگ زیب) طنزاً" کہنے لگا کہ "میاں میرؒ تمہارے کلاں پیر کا مقولہ تھا کہ داراشکوہ تخت آرائے سلطنت ہوگا' اب شاہی اس کی کہاں گئی؟" وہ فقیر بولا کہ "ہمارے پیر میاں میرؒ نے یہ بات داراشکوہ کو نہیں فرمائی تھی کہ تو بادشاہ ہندوستان ہو گا بلکہ یہ کہا تھا کہ "تو بادشاہ ہو گا" یعنی بادشاہ ملک باطنی ہو گا' پس اگر تو اس کے حال کو دیکھنا چاہتا ہے تو آنکھیں بند کر لے"۔ عالمگیر نے جب آنکھیں بند کیں تو کیا دیکھا ہے کہ سواری جناب سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بازک و شان آتی ہے اور حضرتؐ کی جانب راست امام حسنؓ اور بجانب چپ امام حسین علیہ اسلام ہیں اور جناب داراشکوہ کا ہاتھ حضرت امام حسینؓ کے ہاتھ میں ہے اور بہ تجمل تمام پا رکاب سواری سوار چلا جاتا ہے اور سب حاضرین ہمراہی سواری کہتے ہیں کہ "دارا شکوہ شہید شاہ بہشت ہوا" اور اپنے آپ کو (اورنگ زیب) دیکھتا ہے کہ لب سڑک بہ لباس حلال خوراں (خاکروباں) میلے (کچرے) کی ٹوکری سر پر اٹھائے ہوئے کھڑا ہے۔ جب یہ حال عالمگیر نے بچشم باطن دیکھا تو بہت نادم ہوا اور آنکھیں کھول دیں۔ بعد ازاں اس فقیر روشن ضمیر نے فرمایا کہ "یہ ٹوکری میلے کی جو تو نے اپنے سر پر رکھی ہے دنیا کا جاہ ہے۔ خدا نے اس بلائے بد سے داراشکوہ کو بچا لیا اور تو نے اپنی خواہش سے یہ ٹوکری میلے کی اپنے سر پر اٹھائی سو چند روز ہے۔ آخر فنا ہو گا اور دارا شکوہ شاہ بہشت ہوا۔ ہمارے پیر میاں میرؒ نے جو فرمایا سوچ فرمایا۔"

اللہ تعالی کے حکم کے مطابق اگر کسی کی نیکی ذرہ برابر بھی ہو گی تو سامنے لائی جائے گی چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر نے جس قدر نیک کام کئے وہ بھی دفتر حق میں لکھے ہیں اور جس قدر ظلم کئے وہ بھی مرقوم ہیں اور اس نے جس مقصد کے لئے ظلم کئے یعنی بقائے سلطنت مغلیہ اس کا زوال بھی اس نے آنکھوں سے دیکھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اورنگ زیب کی عاقبت نااندیشیوں نے اشراف نسب

تحقیقات چشتی' نور احمد چشتی' صفحہ نسخہ قدیم ۲۵۹' صفحہ اشاعت جدید ۲۸۶' الفیصل لاہور

خاندان مغلیہ کو اور زر فشاں ہندوستان کو فرنگیوں کے نرغے میں دے دیا۔ برصغیر کے مخلوط الاقوام معاشرے میں جیسی وسعت نگاہ اور بلند حوصلے کی ضرورت تھی' اورنگ زیب فراہم نہ کر سکا۔ محی الدین کا لقب ہر کس و ناکس کو راس نہیں آتا یہ لقب محی الدین' حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے ساتھ خاص ہے اے کاش وہ اپنا لقب غلام محی الدین رکھتا تو شاید بارگاہ حق سے اسے بالغ نظری اور وسعت نگاہ حاصل ہو جاتی۔

اسمائے خدام درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت محمد شریف صاحبؒ سجادہ نشین کے عہد میں جو خدام زائرین کی خدمت کرتے رہے ان میں ملا محمد علی خوشنویس''، بڈھا کلال''، ملا عبداللہ المعروف بہ ابی الخیرؒ' عبدالنبیؒ' نتھا پراچہ'' ابراہیمؒ اور نور محمد'' کے نام معروف ہیں موخرالذکر وہی نور محمدؒ خادم ہیں جنہیں حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ نے کشتی نما برتن تحفے کے طور پر عطا فرمایا تھا کہ جس میں حضرت غوث الاعظمؓ نے آپ کو سرہند میں آب شفا پلایا تھا۔

قطب الاقطاب حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ اور آپکے وارثین

خانقاہ قادریہ نوریہ گوجرانوالہ

درگاہ معلٰی قادریہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ تاریخ برصغیر میں حقیقت تصوف حق کا ایسا نورستان تھی جس نے برصغیر کے کونے کونے میں عزم بقائے حق اور عشق رسولؐ کریم مشعل وار روشن کر کے حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی اس بشارت کو وجود ظاہری و باطنی سے نمایاں کیا کہ آپ کے مریدان سلسلہ نغمہ لا تخف کی صمدیت کی شراب مصطفائیؐ سے ساری دنیا میں عظمت تصوف مرتضائی وجمال مصطفائی کے ساتھ حق کو باطل پر باذن اللہ غالب کریں گے۔ "اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا" "اللہ ہر طرح اپنے امر پر غالب ہے" شہر لاہور کو یہ فخر حاصل ہے کہ سولھویں صدی عیسوی میں جو فجر محمدیؐ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے قدوم اقدس کی قدم بوسی سے طلوع ہوئی اس کی قلب گیر شعاؤں نے اس صبح اول کی یاد تازہ کر دی جب لاہور کی زمین نے حضرت سیدنا داتا گنج بخش قدس اللہ اسرارہ' کے قدموں کو بوسہ دے کر اپنے نصیب کو عرش حق کا ہم پلہ بنا لیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سیدنا میاں میر صاحبؒ نے عہد متاخر میں جس قدر خدمات روحانیہ اپنے سلسلہ عالیہ قادریہ اور اپنے روشن ضمیر مریدین کے ذریعے انجام دیں اس کی ضیاء پاشیوں اور برکات لاحدوکنار کا سلسلہ ہر علاقے اور ہر عہد پر محیط ہے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے حجرہ اقدس کے اردگرد صوفیوں' جوگیوں' شیو سوامیوں اور

سنیاسیوں کے ڈیرے لگے رہتے تھے۔ حضرتؒ کے دیدار کی ایک جھلک ان کے لئے عبادت سے کم درجہ نہ رکھتی تھی اور بغیر دیدار ان کی مشغولیت حق مستحکم نہ تھی۔ جب حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ حجرہ اقدس سے برآمد ہوتے تو ایک نظر کے تمنائی دست بستہ کھڑے ہو جاتے اور سر جھکا لیتے آپ ایک نگاہ ربوبیت ان پر کرتے اور اپنے مریدوں کے ہمراہ باغات کی طرف محویت حق کے لئے تشریف لے جاتے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے راستوں میں اہل دل سلام بندگی پیش کرنے والوں کی کمی نہ تھی۔ بعض علمائے کرام جو آپ کے مخالف تھے وہ بھی آپ کے احترام کی سعادت کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے یوں تو بیشمار لوگ آپ کی خدمت اقدس میں بغرض بیعت و ارادت حاضر ہوتے تھے اور اپنے نصیب کو پہنچتے تھے جبکہ اکثر لوگوں کو آپ واپس بھیج دیتے تھے کہ "طلب حق آسان نہیں ہے" آپ سے راہ حق کے طالبوں میں کچھ خاموش ملتجی نگاہیں بھی تھیں جنہیں آپ سے دعویٰ بیعت و ارادت گویا ازل سے تھا لیکن آپ سے استدعا کرنے کی بجائے آپ کے دیدار فرحت آفرین و روح پرور سے آئینہ ہستی کو روشن کرتے تھے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے انہیں نیاز مندوں میں سے ایک حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ بھی تھے جو آپ کے مرید ہی نہیں بلکہ مراد طریق ہیں۔

حضرت شاہ جمال اللہ نوری قدس اللہ اسرارہٗ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے آپ کی نگاہوں سے سعادت ازلی کی لوح تقدس پڑھ کر خود شرف تکلم عطا کیا اور گفتگو فرمائی اور آخر کار شفقت فرماتے ہوئے آسانی و دل بستگی کے لئے اپنے خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید معصومؒ کے ذریعے منازل روحانیہ طے کرائیں اور خود بھی نوازشات کریمہ سے سرفراز فرما کر خطہ پنجاب کی کلید سعادت اور قلعہ سلوک آپ کے حوالے کر دیا۔ حضرت شاہ جمال اللہ نوری نے گوجرانوالہ میں معرفت حق تعالٰی کی روشنی کو عام کرنے کا آغا کیا اور یہ سلسلہ نور ایقان بڑھتا بڑھتا دنیائے قلوب پر محیط ہو گیا۔ آپ کی درگاہ اقدس سے حقیقت الحقائق کی روشنی جمال مصطفائیؐ سے اس قدر اثر انگیز ثابت ہوئی کہ تبلیغ اسلام اور روشن ضمیری کی زندہ روایت نے جنم لیا اور گوجرانوالہ کے بخت تیرہ و تاریک کو خوش بختی و ایمان و ایقان سے بدل دیا۔ آپ کی درگاہ تاریخ تصوف میں درگاہ قادریہ نوریہ کہلاتی ہے۔

شجرہ حسب حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری قدس اللہ اسرارہ کو حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہ نے اپنے سلسلہ عالیہ قادریہ میں منظور نظر فرما کر حضرت شاہ ابوسعید معصوم قدس اللہ اسرارہ سے اذن بیعت و ارشاد عطا فرمایا جو کہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ کے خلفائے کبار میں سے تھے اس طرح حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری کا سلسلہ حسب اس طرح منقول ہے۔

حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ، حضرت شاہ ابوسعید معصومؒ، شہنشاہ تفرد ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ، حضرت خضر ابدال بیابانیؒ، حضرت سید احمدؒ، حضرت سید عابد کبیرؒ، حضرت شیخ ابوالقاسمؒ

، حضرت موسیٰ حلبیؒ، حضرت خواجہ ابوبکر مقتولؒ، حضرت ابوداؤدؒ، حضرت شاہ سلیمانؒ، حضرت حفصؒ ابوبکرؒ، حضرت خواجہ حسن قرشیؒ، حضرت سیدنا عبدالرزاقؓ، حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ، حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ، حضرت شیخ ہنکاریؒ، حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسیؒ، حضرت شیخ عبدالواحد یمنیؒ، حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ، سیدالطائف حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ، خاتم الانبیا والمرسلین حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

شجرہ نسب حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری قدس اللہ اسرارہ، نسبی طور پر خلیفہ اول امیرالمومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اطہار میں سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ حضرت شاہ مریدالدینؒ حضرت شاہ حسام الدینؒ، حضرت شیخ محمد شریفؒ حضرت شیخ محمد حاجیؒ، حضرت شیخ محمد احمدؒ حضرت شیخ عبدالرحمانؒ حضرت شیخ محمد شریفؒ، حضرت شیخ معروفؒ، حضرت شیخ داؤدؒ، حضرت شیخ وجہہ الدینؒ، حضرت شیخ نجم الدینؒ، حضرت شیخ محمد سلیمانؒ، حضرت شیخ ابراہیمؒ، حضرت شیخ عبدالشکورؒ، حضرت شیخ علاؤالدینؒ، حضرت شیخ مودودؒ، حضرت شیخ قاسمؒ ، حضرت شیخ عبداللہ درمیؒ، حضرت شیخ عبدالمجید بسطامیؒ، حضرت شیخ ابوالحسن گادزرتیؒ، حضرت شیخ محمد راضیؒ، حضرت شیخ محمود بغداوریؒ، حضرت شیخ جعفربغدادیؒ، حضرت شیخ محمد قاسمؒ، حضرت شیخ ابو محمد مکیؒ، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ولادت با سعادت امیر العلماء والمحققین، زبدہ سالکین، عمدہ مشائخ، صاحب کشف و کرامات، مرشد العارفین والا کملین، شاہباز فلک سعادت، مجمع البحرین معرفت، دستگیر اولیاء، قطب الاقطاب، حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری قدس اللہ اسرارہ، ڈیرہ غازیخاں کے قصبہ حضرت والا میں ۱۹۸۱ھ بمطابق ۱۵۷۳ء حضرت شاہ مریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں علوم ظاہری و روحانی کا چلن تھا چنانچہ آپ نے صغر سنی ہی میں نہایت دل جمعی اور ذہانت کے ساتھ اپنے اجداد و والدین شریفین سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور فرائض اسلامیہ نہایت نورانی و روحانی ماحول میں جزو زیست بنائے۔ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ اور حضرت سیدنا میاںمیر صاحبؒ کی زندگی کے حالات میں عجیب مماثلت نظر آتی ہے۔ آپ اعلیٰ تعلیم اسلامیہ کے لئے جب عازم لاہور ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر اقدس پچیس برس کے قریب تھی۔ اس میں کوئی تعجب نہیں اگر یہ کہا جائے کہ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ حضرت سید: میاںمیر صاحبؒ کے شوق ارادت کی وجہ سے عازم لاہور ہوئے کیونکہ اس وقت ملتان بھی علوم اسلامیہ کا بہت بڑا مرکز تھا اور ملتان ڈیرہ غازی خان کے قریب ترین بھی تھا۔ آپ علوم اسلامیہ کے حصول میں انتہائی محنتی اور ذمہ دار تھے اور لاہور کے جید

علماء سے علوم سیکھنے اور درس حضرت میاں وڈے صاحب میں باقاعدہ تکمیل علوم اسلامیہ کے بعد کچھ عرصہ شعبہ تدریس سے بھی وابستہ رہے۔ آپ کے حالات زندگی پر مبنی باقاعدہ پہلا مطبوعہ ماخذ پروفیسر محمد اکرم رضا کی کتاب "جمال فقر" ہے جس میں خانقاہ قادریہ نوریہ کے بزرگوں کے تذکار ہیں۔ ڈیرہ غازی خاں کا قصبہ "حضرت والا" چونکہ سیوستان سے قریب ترین ہے اس لئے پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں کہ۔

"حضرت داتا شاہ جمال نوریؒ حضرت میانمیر قادریؒ کی تقلید میں اپنے علاقہ سے لاہور چلے آئے اور پھر جس طرح آپ کی حضرت میاں میر قادریؒ سے ملاقات ہوئی اس سے خیال ہوتا ہے کہ پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ ان میں آپس کی رشتہ داری بھی ہو۔"

حضرت شاہ جمال اللہ نوری کے آباواجداد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ محمد بن قاسم کے ساتھ برصغیر آئے اور کچھ عرصہ اوچ شریف کے بعد ڈیرہ غازی خاں میں سکونت اختیار کی۔ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ عمر میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ سے تقریباً" پچیس برس چھوٹے ہیں لہٰذا اس میں کچھ تعجب نہیں کہ حضرت سیدنا میاں میرؒ کی ولایت قادریہ کی شہرت ڈیرہ غازی میں پہنچی ہو اور آپ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملتان میں تحصیل علم کرنے کی بجائے عازم لاہور ہوئے ہوں کیونکہ جس عہد میں حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ لاہور تشریف لائے ہیں، حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی عظمت اور بزرگی کے چرچے نہ صرف شہر لاہور بلکہ ایوان شاہی کو بھی مسخر کر چکے تھے اور اس میں بھی کچھ تعجب نہیں کہ شاہ جمال اللہ نوریؒ نے بارہا حضرت سیدنا میاں میرؒ صاحب کی زیارت کی ہو لیکن آپ کے رعب جلال و جمال اور اعلیٰ معیار بیعت کے باعث قدرے خاموش ہی رہے ہوں اور طلب حق کو منشائے حق پر قیاس کرتے ہوں چنانچہ یہ بات مسلم ہے کہ علمائے لاہور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے رعب شخصیت سے مرعوب رہتے تھے اور اکثر لوگ خاموش نگاہوں ہی سے سلام بندگی پیش کرتے تھے۔

"جمال فقر" کی روایت ہے۔

"جب داتا شاہ جمال نوری طلب علم کی آرزو لئے لاہور پہنچے تو آپ نے تحصیل علوم دینیہ کے لئے اس دور کے مختلف مدارس علیہ سے رجوع کیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ میاں وڈا کی درسگاہ میں دینی علوم کی تحصیل کرتے رہے۔ تحصیل کے اسی عرصہ کے دوران میں آپ کی ملاقات حضرت میاں میر قادری رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی اور

جمال فقر، پروفیسر محمد اکرم رضا، صفحہ ۱۳۸، ادارہ تعلیمات تصوف گوجرانوالہ ۱۹۹۰ء

یہی ملاقات آپ کو زندگی کی آخری سانس تک ان کا حلقہ بگوش بنا گئی[1]"

حضرت سیدنا میانمیرؒ سے گفتگو کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے طالب نگاہ حق سے از خود دریافت فرمایا کہ "نوجوان تم نے کیا پڑھا ہے؟" حضرت شاہ جمال نے عرض کیا کہ "حضرت میں نے علوم اسلامیہ پڑھے ہیں"۔ آپ نے فرمایا "نہیں نوجوان تم کچھ بھی نہیں پڑھے" حضرت شاہ جمالؒ نے بقدر احتیاط جواب دیا کہ "حضور میں پڑھ رہا ہوں" آپ نے ارشاد فرمایا "تمہارا اصرار غلط ہے۔ ہمارے حساب سے تم پڑھ نہیں رہے" حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے نگاہ کرم ایسی عطا فرمائی کہ ان کا باطن اور علم ظاہری کی بساط ان پر آویزاں ہو گئی چنانچہ حضرت شاہ جمال نے بصد تائید عرض کیا "حضور آپ سچ فرماتے ہیں میں نہیں پڑھ رہا مگر اب میں پڑھنے کا متمنی ہوں" اس اقرار بالسان و تصدیق قلب سے حضرت سیدنا میاں میرؒ بہت مسرور ہوئے۔ آپ نے حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کی پیشانی پر سعادت ازلی کی روشن شعائیں دیکھ کر اور ان کے تقویٰ و صفا کے باطن کو ملاحظہ کرکے ان پر نگاہِ شفقت کی جس سے حضرت شاہ جمال اللہ کا قلب متغیر ہوا۔ نفس امارہ نفس لوامہ میں گم اور نفس مطمئنہ مقام قلب سے روشن ہو گیا' کون و مکان میں اللہ ہی اللہ کی صدا تھی۔

حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کی سعادت صداقت اور طبعی معصومیت و بلند حوصلگی نے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا دل موہ لیا اور آپ مرید ہونے سے پہلے مراد بن گئے۔

سعادت صدقِ اعلیٰ ہے کہ اسمیں غم نہیں ہوتا — کہ اقرارِ فراموشی وفا سے کم نہیں ہوتا
نگاہِ شاہ میرؒ اکسیرِ اعظم ہے بہ اذنِ حق — کہ عیدِ صدق میں ہجران کا ماتم نہیں ہوتا
کمالِ حضرتِ شاہِ جمال اللہؒ کوئی دیکھے — بجز صبحِ الست ان کا کوئی موسم نہیں ہوتا
ولی اللہ کی نظروں سے عطا فیضِ نبیؐ اللہ — نبیؐ میں اور ولی میں فاصلہ باہم نہیں ہوتا
وہ قربِ قابَ قوسَینِ محمدؐ کی عطا سے ہے — حریفِ قربِ احمدؐ کوئی جامِ جم نہیں ہوتا
یہ نکتہ شہ جمال اللہ کے فقرِ حق سے روشن ہے — کہ انکے خادموں کا سرجہاں میں خم نہیں ہوتا

وہ کیا ساعت گزارے خانقاہِ فقر میں کُندنؔ
کہ جسکے قلب میں ذکرِ خدا دم دم نہیں ہوتا

حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ جب حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی خانقاہ عالیہ قادریہ میں طلب حق کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے نہایت شفقت و محبت سے آپ کو ذکر حق تعالیٰ میں مشغول فرما کر چند ساعتوں میں مقام ملکوت عطا فرمایا اور جبروت ولاہوت کا مشاہدہ کرا دیا۔

---

[1] جمال فقر' پروفیسر محمد اکرم رضا' صفحہ ۱۳۸' ادارہ تعلیمات تصوف گوجرانوالہ

بیعت اور مجاہدات صوفیائے متقدمین کا قول ہے کہ "جتنے خرقے بڑھیں گے اتنا نور بڑھے گا" حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی عادت تھی کہ آپ جس سالک حق کے لئے نرمی اور انتہائی آسانی کا ارادہ فرماتے اس کو ابتدائی تعلیم روحانیہ سے سرفراز فرما کر اپنے کسی خلیفہ کے سپرد کر دیتے۔ آپ کے طریق حق کو یہ امتیاز حاصل رہا کہ کشائش باطن پہلے حاصل ہوتی تھی اور مجاہدات کا آغاز بعد میں سالک حق خود جودت طبع اور تقاضائے باطنی سے محنت شاقہ کرتا تھا۔ اس کی نوعیت اس قدر مسرور کن ہوتی تھی کہ مجاہدات کرنے والے کو شدت عشق حق میں مجاہدات کی تکلیف کا احساس نہ رہتا تھا گویا یہ مجاہدات بمنزلہ کرامات کے ہوتے تھے۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کو اپنے مرید و خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید معصومؒ کی خدمت میں سپرد کیا اور انہیں کے ہاتھ پر شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور یوں حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کو براہ راست حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی نوازشات روحانیہ سے بھی کسب فیض حاصل کرنے کا موقع ملتا رہا اور طریق قادریہ کے ان اصولوں کے مطابق جو آپ کی خانقاہ کا امتیاز تھے، کے مطابق حضرت شاہ ابوسعید معصومؒ کے ذریعے جملہ منازل و نکتہ ہائے طریق میں مہارت حاصل کرنے میں بھی آسانی ہوئی۔

"جمال فقر" کے مصنف لکھتے ہیں۔

> "حضرت شاہ ابوسعید معصوم رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ کیمیا اثر نے حضرت میانمیر قادریؒ کے حکم کی تعمیل میں اس صالح نوجوان کو روحانی طور پر وہ سربلندیاں عطا کیں کہ دوسرے مریدین اس پر رشک کرنے لگے۔ جب شیخ کامل نے دیکھ لیا کہ صاحب دل مرید نے اس کے حلقہ تربیت سے پورا پورا استفادہ کر لیا ہے تو انہوں نے حضرت شاہ جمال نوریؒ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ حضرت شاہ جمال نوریؒ تو خرقہ خلافت سے زیادہ اپنے شیخ کی صحبت میں رہنا پسند کرتے تھے، انہیں اپنے شیخ سے دوری گوارا نہ تھی[۱]"۔

حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اور آپ کے خلفائے و مریدین کی سیرت اقدس گواہ ہے کہ آپ کے طریق میں منزل مراد چند قدموں پر مل جایا کرتی تھی اور صاحب اخلاص مریدین کو قرب حق کی عید الست کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑتا تھا۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کی عنایات کا جلال و جمال حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی درگاہ عالیہ قادریہ پر سایہ فگن تھا اور رضائے مصطفائیؐ و منشائے خداوندی قلوب صالحین پر محیط تھی۔

۱۔ جمال فقر، پروفیسر محمد اکرم رضا، صفحہ ۱۴۱، ادارہ تعلیمات تصوف گوجرانوالہ، ۱۹۹۰ء

گوجرانوالہ میں ورودِ اقدس حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی درگاہ معلّی قادریہ سے منازل روحانیہ طے کرنے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ بحکم پیر طریقت رشد و ہدایت کے لئے موجودہ گوجرانوالہ آئے۔ اس وقت یہاں کوئی شہر نہیں تھا بلکہ متعد گاؤں متفرق فاصلوں پر تھے جو بعد کے ادوار میں کثرت آبادی کے باعث شہر بن گئے۔ کہتے ہیں کہ گوجر قوم کے لوگ کافی تعداد میں یہاں آباد تھے جن کی مناسبت سے بعد ازاں شہر کا نام گوجراں والہ معروف ہوا۔

حضرت شاہ جمال اللہ نوری قدس اللہ اسرارہ' نے اپنے سلسلہ طریقت کی پاسداری کرتے ہوئے مقامی آبادی سے فاصلے پر سکونت اختیار کی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا بعد ازاں کھیالی نامی گاؤں کے کنارے درگاہ قادریہ کی بنیاد پڑی جو اس علاقے میں اولیں خانقاہ تصوف ہے جس کی اسلامی خدمات تاریخ کا زریں باب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مغلیہ بادشاہ محمد شاہ کے عہد میں مقامی آبادی نے اتحاد کر کے حملہ آوروں سے اپنے آپ کو بچایا اور حکومتی امداد سے شہر کے ارد گرد فصیل تعمیر ہوئی چنانچہ اس دور میں کھیالی اندرون شہر کا حصہ بن گیا اور باہر کے حصے کو بیرون کھیالی دروازہ کہا جانے لگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی درگاہ بوقت قیام مقامی آبادی سے خاصے فاصلے پر تھی ورنہ یہ بھی اندرون شہر میں شمار کی جاتی۔

جس عہد میں حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ اس علاقے میں تشریف لائے اس وقت یہ علاقہ صوبہ لاہور کا حصہ تھا اور گورنر صوبہ لاہور ابراہیم خان اس علاقے کی نگہداشت کرتا تھا اور مرکز میں مغلیہ بادشاہ شاہجہان کی حکومت تھی چنانچہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ عمائدین سلطنت میں سے کچھ لوگ لازماً آپ کی بارگاہ اقدس پر حاضر ہوتے ہوں گے لیکن جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں تاریخی شواہد موجود ہیں کہ آپ کی شخصیت علمی و روحانی طور پر اس قدر اثر انگیز تھی کہ بلا تفریق و رنگ و مذہب اہلیان علاقہ آپ کی عقیدت سے سرشار تھے اور نہایت تیزی کے ساتھ نور اسلام کی روشنی عام ہوئی۔ اہل اسلام نے معارف و طریقت کے سلسلے میں آپ سے بہ دل وجان رہنمائی حاصل کی اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سلسلے کی روایت کے مطابق تجرید و گمنامی کو اپنایا' نام و نمود اور شہرت سے الگ رہتے ہوئے مقامات اعلیٰ حاصل کئے سبحان اللہ کہ آپ نے ایک پس ماندہ علاقے کو روحانی و علمی لحاظ سے باثروت اور باوقار بنا دیا۔

مبارک گوجراں والہ کہ وہ انسان آیا ہے — جو لے کر اپنے دل میں جلوۂ سبحان آیا ہے
اے شہرِ دور افتادہ تری قسمت کا کیا کہنا — کہ میانمیرؒ کا نائب یہاں مہمان آیا ہے
علومِ ظاہری و باطنی کا ہے شہِ شاہاں — کہ یہ سمجھو سراپا سیرتِ قرآن آیا ہے
نظر اک ہو گئی جس پر وہ مثلِ ماہ چمکا ہے — شعاعِ اولیں بن کر مہِ فرقان آیا ہے

رخِ شاہِ جمال اللہ مثالِ شمسِ تاباں ہے ــ فضائے شہر میں والفجر کا اعلان آیا ہے
مرادِ شاہ میرؒ آیا جمالِ دستگیری کو ــ لقائے کبریاء کا مصدر و دیوان آیا ہے
یہی ہے مرکزِ حُسنِ تجلیٰ نورِ بغدادیؒ ــ کہ لے کر اذنِ غوثِ پاکؓ کا سامان آیا ہے
یہ کون آیا ہے اے شہرِ طلب کون آیا ہے دیکھو ــ کہ جسکو دیکھتے ہی اک نظر ایمان آیا ہے

گئے غفلت کے دن، حاصل ہوا اخلاص کا کندن
وہ لے کر سب کی خاطر نعمتِ احسان آیا ہے

حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری قدس اللہ اسرارہ، نے سخاوت نعمت معرفت کو اس قدر فروغ بخشا کہ بغیر مجاہدہ و تکلف نگاہ کیمیا اثر سے قرب حق عطا کیا اس کے علاوہ اہل دنیا کے لاکھوں مسائل، بیماری، و پریشانی اور درماندگی ولاچاری کو دعائے مقبول اور کرامات کثیر سے حل کیا اور عطائے دستگیری کی ایسی شان دکھائی کہ عوام الناس آپ کو "داتا" کے لقب سے یاد کرتے رہے۔ آپ کا طریق ہر طرح سے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے حسن عمل کے مطابق تھا، صلح کل، عطاو سخاء، روشن ضمیری، دلائل برہانی اور بیان رموز قرآنی و تصوف میں ہر طرح آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کے جاہ و جلال کی پیشوائی کی۔

حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری قدس اللہ اسرارہ، کی تبلیغی و صوفیانہ خدمات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں۔

"حضرت داتا شاہ جمال نوری رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے نامور رہنمائے طریقت تھے۔ آپ کو غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے غیر معمولی عقیدت تھی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے روحانی معمولات نہایت پابندی سے ادا فرماتے۔ جس دور میں آپ نے خانقاہ قادریہ کے ذریعے روحانی فیوض لٹانے شروع کئے تھے اس دور میں یہ علاقہ اسلامی تہذیب و تمدن کی روشنی سے بڑی حد تک محروم تھا۔ اس علاقہ میں ہندو سکھ کثرت سے آباد تھے اور بیشتر زمینوں پر بھی وہی قابض تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ہندوؤں سکھوں کی دیکھا دیکھی کئی غیر اسلامی رسوم مسلمانوں میں رواج پذیر ہو گئی تھیں۔ حضرت داتا شاہ جمال نوریؒ نے عظمت اسلام کا پرچم اس شان سے لہرایا کہ چاروں طرف اسلامی تعلیمات کا دور دورہ ہونے لگا"[1]۔

---

[1] جمال فقر، پروفیسر محمد اکرم رضا، صفحہ ۱۴۲ ار ۱۴۳، ادارہ تعلیمات تصوف گوجرانوالہ ۱۹۹۰ء

حضرت شاہ جمال اللہ شاہ نوری قادری قدس اللہ اسرارہ' کی شخصیت اقدس ہر لحاظ سے مرکز تجلیات تھی۔ آپ جس پر بھی نگاہ کرم فرماتے اس کی دنیا ہی بدل جاتی' لوگوں کے اخلاق سدھر گئے اور آپ کی شخصیت کو فیصلہ کن حیثیت حاصل رہی۔ آپ کی خانقاہ اہل طریق کے لئے فروغ فکر و نظر اور قبلہ علم و عرفاں کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ اہل دنیا کے فتوح و نیاز سے بے نیاز اور فرض حق کی ادائیگی میں انتہائی مستعد رہے یہاں تک کہ آپ کی خانقاہ پنجاب میں معتبر ترین خانقاہ تصوف معروف ہوئی۔

وصال اقدس حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری قدس اللہ اسرارہ' کا وصال تقریباً" اسی برس کی عمر میں ۱۰۶۰ھ بمطابق ۱۶۵۰ء میں ہوا اور آپ مرکز رشد و ہدایت خانقاہ قادریہ نوریہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کی خانقاہ عالیہ کی پیشوائی آپ کے صاحبزگان نے انجام دی اور ترک و تجرید و تفرید میں عظمت رفتہ کو زندہ رکھا۔ آپ کے دونوں بیٹے علم ظاہری و باطنی میں آپ کی تصویر تھے۔ بڑے بیٹے حضرت شاہ عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ جو آپ ہی سے بیعت تھے اور منازل روحانیہ طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کر چکے تھے آپ کے بعد خانقاہ قادریہ کے جانشین ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالکریم" (۱۰۲۶ھ / ۱۰۷۲ھ) نے نہ صرف زائرین خانقاہ عالیہ کی خدمت اور پیشوائی کی بلکہ لاتعداد طالبان حق کو معرفت کی سعادت سے آشنا کیا۔ آپ پر جذب و استغراق کا غلبہ رہتا تھا اور محویت مشاہدہ حق سے سرشار رہتے تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالرحیم" (۱۰۲۲ھ / ۱۱۳۱ھ) نے حضرت شاہ عبدالکریم" کے ہاتھ پر بیعت کی اور منازل روحانیہ طے کر کے حضرت شاہ عبدالکریم" کے وصال کے بعد خانقاہ قادریہ نوریہ کے جانشین و پیشواء ہوئے۔ آپ کے بارے میں "جمال فقر" کے مصنف لکھتے ہیں کہ آپ نے سلسلہ رشدوہدایت کو پورے پنجاب پر محیط کر دیا اور گجرات شیخوپورہ سیالکوٹ وغیرہ میں آپ کے مریدین کثیر تعداد میں تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت شاہ شیر محمد غازی" کی تربیت و تعلیم اعلیٰ پیمانے پر کی اور ہر طرح سے انہیں خانقاہ قادریہ نوریہ کی جانشینی کے قابل بنایا۔ حضرت شاہ عبدالکریم" اور حضرت شاہ عبدالرحیم" بعداز وصال خانقاہ نوریہ ہی میں مدفون ہوئے۔ مذکورہ دونوں ہستیوں کا عہد دراصل برصغیر کے سیاسی انتشار کا عہد تھا۔ ولیعہد شاہجہانی کا قتل اور مختلف ریاستوں کی بغاوت سے انتظام سلطنت کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ ہر چند کہ اورنگ زیب عالمگیر ہر محاذ پر عسکری قوت کے ساتھ لڑتا رہا لیکن امن عامہ کے معاملات انتہائی بگڑ چکے تھے۔ سکھ گوروؤں کے ساتھ اورنگ زیب کے توہین آمیز سلوک کی وجہ سے پنجاب میں متحدہ قومیت اور صلح کل کے جذبے دم توڑ رہے تھے اور مسلمانوں اور سکھوں میں باہمی ٹکراؤ روز کا قصہ بن چکا تھا۔ انتہائی دگرگوں حالات میں بھی جس طرح حضرت شاہ جمال اللہ نوری" کے بیٹوں نے خانقاہ قادریہ نوریہ کی عظمت اور وقار کو بحال رکھا وہ منجملہ ان کی کرامات میں سے ہے انہوں نے صلح کل تحمل

برداشت، انصاف و احسان کی تبلیغ جاری رکھی اور مسلمانوں کو سکھوں کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھنے کی ہر سطح پر کوشش کی۔

حضرت شاہ شیر محمدؒ غازی رحمتہ اللہ علیہ زبدہ علماء، عمدہ حکماء، امیرالعارفین، صاحب سیف و قلم، مخزن جان گدازی و دلنوازی حضرت شاہ شیر محمد غازی شہید قادری رحمتہ اللہ علیہ درگاہ قادریہ نوریہ کے جانشین و مدرس اعظم، حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری قدس اللہ اسرارہ، کے پوتے تھے۔ آپ ۱۰۵۴ھ بمطابق ۱۶۴۴ء میں موضع کھیالی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے خانقاہ نوریہ کو جامعہ علوم بنانے کے سلسلے میں اہم قدم اٹھائے اور علوم روحانیہ کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری کی ترویج پر بھی خصوصی توجہ دے کر عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی زبردست کوشش کی۔

آپ کا عہد پنجاب کے لئے انتہائی فتنہ پرور عہد تھا۔ مذاہب کی اصل صورت یعنی صلح کل اور رجوع الی الحق جاتی رہی تھی اور ظاہری صورت اور سطحی تشخص نے زور پکڑ لیا تھا، مرکزی حکومت مغلیہ دکن، پنجاب، آسام اور بنگال وغیرہ میں آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والی قومیتوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغلیہ عہد کے زریں دور شاہجہاں کے ثمرات بھی جڑ سے اکھڑ رہے تھے۔ امن عامہ کو شدید خطرات نے گھیر رکھا تھا۔ مذہبی تمسخر اور ایک دوسرے کے بزرگوں کو برا بھلا کہنے کی عادات لوگوں میں راسخ ہو رہی تھیں، ستم بالائے ستم یہ کہ عیسائی مشنری برصغیر کی قدیم ثقافتی وحدتوں پر وار کر رہے تھے جس سے برصغیر کے متحدہ معاشرے، صوفیانہ اقدار اور اعلیٰ ہندوستانی روایات دم توڑ رہی تھیں۔ انگریز برصغیر پر اپنی حکمرانی کی جڑوں کو مضبوط کر رہا تھا اور مقامی لوگ فتنہ میں گرفتار ہو کر ایک دوسرے کا گلہ کاٹ رہے تھے۔

پنجاب میں انتہا پسند سکھوں کی غنڈہ گردی اور لوٹ مار جاری تھی، بزرگوں کی درگاہوں سے قیمتی پتھر اکھاڑنے، محلات کو لوٹنے، مساجد کی حرمت کو برباد کرنے اور غریب مسلمانوں کی زندگی تلف کرنے میں سکھوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ گورو ارجن دیو صاحب اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے پنجاب کے رہنے والوں میں جو ثقافتی اور وحدانیت کا تعلق قائم کیا تھا اسے فراموش کر دیا گیا تھا۔ قومیتیں اپنے ہی آپ میں سمٹتے سمٹتے جوئے کم مایہ ہو چکی تھیں انتہا پسند سکھوں نے اورنگ زیب کے ہاتھوں اپنے گوروؤں کی توہین کا بدلہ غریب اور بے قصور مسلمانوں سے لینا شروع کر دیا تھا چنانچہ ایسے حالات میں سنت شبیریؓ ادا کرنے کے لئے اہل خانقاہ کو میدان جنگ میں آنا پڑا۔

پنجاب کے انتہا پسند سکھوں کا راستہ روکنے اور ان کو ظلم و استبداد سے منع کرنے کے لئے چٹھوں نے عسکری طور پر مقابلہ کرنے کی ٹھانی تاکہ مسلمانوں کی عزت و آبرو کی حفاظت ہو سکے۔ خانقاہ نوریہ کا تقدس اور اس کی عظمت گوجرانوالہ گجرات اور دیگر ملحقہ علاقوں میں قائم تھی چنانچہ ایسے ماحول میں حقوق انسانی اور عزت نفس کے لئے اسلامی کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت شاہ

شیر محمد غازی رحمتہ اللہ علیہ نے چھوں کے حق میں فتویٰ صادر فرمایا جس کی اشاعت پورے پنجاب میں ہوئی۔ آپ نے صرف فتویٰ نویسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عسکری طور پر اس جہاد میں تیغ و تبر کے ایسے جوہر دکھائے کہ جس طرف گئے فتح و نصرت نے آپ کے قدم چومے اور عوام الناس نے آپ کو "غازی" کے لقب سے یاد کیا۔

یہ جنگ نہ مغلوں کی حمایت میں تھی نہ سکھ مذہب کے خلاف بلکہ یہ جہاد ظلم و بربریت کے خلاف اور انسانی حقوق کی بحالی کے لئے تھا۔ اس جنگ کا تاریخی معرکہ علی پور کے نواح میں ہوا جہاں سکھوں کی کمر توڑ دی گئی تھی اور انہیں یہ سبق دیا گیا تھا کہ پنجاب صدیوں سے صوفیوں سنتوں اور گوروؤں کے اخلاق و تعلیمات سے زرخیز ہے یہاں کوئی بھی قوم عدم تشدد کا راستہ چھوڑ کر خود امن سے نہیں رہ سکتی۔ باوجود اس کے کہ سکھوں کا پنجاب کی سیاست میں غلبہ تھا اور وہ انگریزوں اور مغلیہ حکومت سے بھی معاہدہ رکھتے تھے لیکن خانقاہ قادریہ نوریہ کے عقیدت مندوں اور دیگر مسلمانوں نے داد شجاعت دے کر یہ امر ثابت کر دیا کہ پنجاب کے ضمیر میں غلامانہ زندگی کا کوئی تصور نہیں۔ پنجاب کی کوئی قوم خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو دست درازی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس شعور کے فروغ میں حضرت شاہ شیر محمد غازی رحمتہ اللہ علیہ نے حسینیؓ کردار ادا کیا جس سے اہل تصوف کی عظمت کی شہادت تاریخ نے دی۔

اس مذکورہ جہاد کے کچھ سال بعد دہلی کے وہابیوں نے اہل تصوف کی مذکورہ قربانیوں پر اپنی ہوس کی عمارت کھڑی کرنے کے لئے ایک نقلی جہاد کا اعلان کر دیا جس کی قیادت سید احمد بریلوی نے کی۔ ان لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ لوگوں سے جہاد کے نام پر چندے کھاتے تھے۔ سکھوں کے ساتھ خفیہ معاہدے تھے اور پشاور کے سنی مسلمانوں کے ساتھ بغض و عناد سے پیش آتے تھے چنانچہ ان کا انجام انتہائی عبرت ناک ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس نقلی جہاد کی ناکامی نے پنجاب کے مسلمانوں کو انتہائی ضعف پہنچایا کیونکہ اس سے سکھ جتھے بلند حوصلہ ہو گئے۔ وہابی ویسے بھی پنجاب میں انتہائی چھوٹی اقلیت تھے لیکن سکھوں نے اہل سنت کی اکثریت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ وہابیوں نے تو بالاخر انگریزوں کے دامن میں پناہ حاصل کر لی لیکن برصغیر کی مسلم اکثریت کو یہ خمیازہ بھگتنا پڑا۔ تاریخ کے صفحات اس کی شہادت کے لئے کافی ہیں۔

حضرت شاہ شیر محمد غازیؒ نے باوجود جہاد میں فتح و نصرت کے خلافت کا اعلان نہ کیا کیونکہ ان کا مقصد جاہ و حکومت نہ تھا اور نہ وہ ایسا قدم اٹھا کر پنجاب کی اکثریت کے خون کو سکھوں اور انگریزوں کے لئے مباح کرنا چاہتے تھے۔ ان کا جہاد اللہ کی راہ میں مسلمانوں کی عصمت و حرمت بچانے کے لئے تھا چندے بٹورنے اور بد اعتقادی پھیلانے کے لئے نہیں تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و نصرت سے ہمکنار کیا اور سکھوں نے اپنی دہشت کو ریاحت میں بدلنے اور امن و امان اور عزت نفس کی

بحالی کے لئے کام کرنے ہی میں اپنی سلامتی سمجھی۔ اگر حضرت شاہ شیر محمد غازیؒ کی عظمت سے حسد کرتے ہوئے دہلی کے وہابی پنجاب کی صورت حال خراب نہ کرتے تو پنجاب کے مسلمانوں پر وہ ظلم و ستم نہ ہوتے جو بعد میں ہوئے اور نہ ہی وہابی' اہل سنت و جماعت کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچتے۔

حضرت شاہ شیر محمد غازی قادریؒ رحمتہ اللہ علیہ نے جہاد حق کے ساتھ ساتھ فروغ نعت عرفان میں بے پناہ خدمات انجام دیں اور علمی سطح پر بھی ساری زندگی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ فی سبیل اللہ جہاد میں ۱۱۴۳ھ بمطابق ۱۷۳۰ء کو شہید ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس خانقاہ قادریہ نوریہ میں ہے "جمال فقر" کے مصنف پروفیسر محمد اکرم رضا نے حضرت شاہ شیر محمد غازی رحمتہ اللہ علیہ کی منقبت میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

رہِ حق کے رہبر رہِ دیں کے غازی ۔۔۔ خدا ان پہ خوش تو خدا پر یہ راضی
تصوف طریقت محبت کے مرکز ۔۔۔ سکھائی خدا نے انہیں دلنوازی
رسولؐ خدا کی محبت کے مخزن' ۔۔۔ زمانے سے ہر پل رہی بے نیازی
دلوں کو دیا ذوقِ عرفانِ خالق ۔۔۔ ہمیں بخش دی لذتِ خود گدازی
نمود و نمائش سے تھا کچھ نہ مطلب ۔۔۔ نہ دی ہاتھ سے عظمتِ دیں کی بازی

لٹا دی بنامِ خدا زندگانی
"شہیدِ محبت نہ ترکی نہ تازی"

حضرت شاہ شیر محمد غازی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد آپ کے بیٹے بحر العلوم حضرت مولانا مولوی محمد فیضؒ (۱۱۲۵ھ / ۱۲۱۵ھ) خانقاہ قادریہ نوریہ کے جانشین ہوئے اور خانقاہ کو باقاعدہ عظیم ترین جامعہ علوم بنا دیا جس میں بے شمار ملکی و غیر ملکی طلباء تعلیمات اسلامیہ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ فتویٰ نویسی میں سند اور بصیرت قادریہ میں حجت تھے۔ آپ نے متعدد کتب کی شرح لکھی اور بہت سے معاصر تذکرہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں انتہائی معروف و مشہور شخصیات گزریں۔ آپ صاحب زہد و تقویٰ عربی فارسی کے محقق اور علم تفسیر' صرف و نحو' فلسفہ و منطق حدیث و فقہ وغیرہ پڑھانے میں اپنی مثال آپ تھے' اس کے علاوہ فارسی زبان کے اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے اور ملاحت تخلص فرماتے تھے۔ "جمال فقر" کے مصنف نے آپ کا کچھ کلام بھی شامل اشاعت کیا ہے اور آپ کی ہمہ گیر شخصیت پر بھرپور انداز سے لکھا ہے۔ آپ کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۱۲۱۵ھ میں ہوا اور خانقاہ قادریہ نوریہ کھیالی میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے سراج الصوفیاء حضرت مولانا مولوی نور احمد قادریؒ خانقاہ قادریہ نوریہ کے جانشین ہوئے۔

فخرا نخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ

وَالضُّحٰی

فخرا نخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایسے عظیم الشان مقتدائے حق ہیں جن کی نگاہ کریمانہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کے روحانی فیضان نے حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر صاحب ؒ کی درگاہ معلیٰ کی روحانی روایات کو ایک بار پھر زندہ کر دیا۔ حضرت فخرا نخیاء ؒ کی سیرت، تعلیمات اور آپ کے مجاہدات و مشاہدات عاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیٰ کریم المقبول کے دلوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کی روشنی ہیں۔ جب بھی عشق رسول ؐ کا تذکرہ ہوتا ہے تو اویس ؓ وجامی ؒ کے واردات و ترغیبات کا تذکرہ تمہید بنتا ہے اسی طرح برصغیر میں عشق رسول ؐ کی تابندہ مشعل دار روایت میں حضرت فخرا نخیاء ؒ اور آپ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگوں کا تذکرہ احساسات جذبات روحانی کو تروتازگی بخشتا ہے اور والضحائی تجلیات سے کرم فرمائی فرماتا ہے۔

حضرت امیر العصر حضرت فخرا نخیاءؒ کی منقبت میں فرماتے ہیں۔

سخی احمد یار فخرِ انخیاؒ — فیضِ عالم جلوۂ ذاتِ خدا

شاہدِ ذاتِ حبیبِ کبریا — شیخِ شیخاں، نائبِ غوثُ الوریٰ

شہسوارِ سلسلۂ قادری — خواجہ و سرتاجِ جملہ اصفیا

معدنِ انوار و اسرار و رموز — مصدرِ برکاتِ ایزد برملا

حضرت فخرا غنیاءؒ کا شجرہ حسب و نسب اللہ تعالیٰ نے فخرا غنیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ کو اس شجرہ طیبہ طریقت میں شمولیت نصیب کی جو ہر طرح سے برصغیر میں سلسلہ عالیہ قادریہ کا مخزن و منبع تجلیات غوث الاعظمؒ ہے۔ شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہ کے سلسلہ طریق کا دوام جریدہ عالم پر ثبت ہے اور قیامت تک آپ کے سلسلے کا جاہ و جلال و جمال روز افزوں رہے گا۔ آپ کے سلسلہ کے مریدین و خلفاء نے مثل طور اپنے وجود کو جلوہ حق سے اکسیر کیا اور دنیائے عارضی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی اذن سے خود ہی دنیا کے مکرو فریب کو ان سے جدا کر دیا۔ "حق آیا اور باطل بھاگ گیا بلاشبہ باطل بھاگ جانے کے لئے ہے۔"

حضرت فخرا غنیاءؒ کو حضرت مولانا مولوی نور احمدؒ جیسا انسان کامل عشق رسولؐ کے رموز میں استعانت کے لئے میسر آیا۔ حضرت نور احمد صدیقی قادریؒ نہ صرف حضرت سخی احمد یار عباسی قادریؒ کے پیر طریقت تھے بلکہ ان کے جذبہ عشق حق کے جذبات و احساسات کے شاہد و ناقد تھے۔ انہوں نے آپ کی جس طور پر رہنمائی کی وہ حدیقہ دیدار نبویؐ کا پیغام بشارت ہے۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ اور حضرت نور احمد صاحبؒ کے مابین ایک صدی سے زائد کا عرصہ بظاہر فاصلہ ہے لیکن جادہ طریق ایک ایسا زاویہ حقیقت العصر ہے جس میں ماضی و حال و مستقبل باہم مل جاتے ہیں اگر پیر طریقت کو فنافی الرسولؐ کا درجہ حاصل ہو۔ حضرت نور احمدؒ نے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے عزم طریقت کو اپنے بزرگوں سے بغیر تغیر اصول حاصل کیا اور خود بھی اسد اللہ بن کر عزم طریق میں شجاعت اختیار کی چنانچہ حضرت سخی صاحبؒ اپنے منصب عشق اور نسبت اویسی کے ساتھ ساتھ فیوضات پیر طریقت سے بھی مستفیض ہوئے۔ اگرچہ حضرت سخی صاحب کے شجرہ طریق کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہی کہنا کافی ہے کہ حضرت سخی صاحبؒ درگاہ قادریہ نوریہ کے جانشین حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحبؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے لیکن تحقیقی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے حضرت سخی صاحبؒ کی سیرت کے آغاز میں شجرہ حسب لکھا جاتا ہے۔

فخرا غنیاء حضرت سخی احمد یار عباسیؒ درخدمت حضرت مولانا نور احمدؒ درخدمت حضرت شاہ محمد فیضؒ درخدمت حضرت شیر محمد غازیؒ درخدمت حضرت شاہ عبدالرحیمؒ درخدمت حضرت شاہ عبدالکریمؒ درخدمت حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ درخدمت حضرت شاہ ابو سعید معصومؒ درخدمت حضرت میانمیر بالا پیرؒ درخدمت حضرت خضرابدال بیابانیؒ درخدمت حضرت سید احمد ولیؒ درخدمت حضرت سید عابد کبیرؒ درخدمت حضرت شیخ ابوالقاسمؒ درخدمت حضرت موسیٰ حلبیؒ درخدمت حضرت خواجہ ابوبکرؒ درخدمت حضرت شیخ ابوداؤدؒ درخدمت حضرت شاہ سلیمانؒ درخدمت حضرت شیخ حفص بوبکرؒ درخدمت حضرت خواجہ قرشی حسنؒ درخدمت حضرت سیدنا عبدالرزاقؒ درخدمت حضرت ابو محمد

محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ درخدمت حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ درخدمت حضرت شیخ ہنکاری حسنؒ درخدمت حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ درخدمت حضرت شیخ عبدالواحد یمنیؒ درخدمت حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ درخدمت حضرت سیدنا جنید بغدادیؒ درخدمت حضرت سیدنا سری سقطیؒ درخدمت حضرت سیدنا معروف کرخیؒ درخدمت حضرت سیدنا ابوداؤد طائیؒ درخدمت حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ درخدمت حضرت خواجہ حسن بصریؒ درخدمت حضرت سیدنا علی المرتضٰیؓ درخدمت سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

حضرت سخی صاحبؒ کا شجرہ نسب فخرا نخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ نسبی طور پر حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے ہیں۔ صاحب "سیرت الفقراء" نے آپ کا شجرہ نسب اس طرح نقل کیا ہے۔

حضرت سخی احمد یار عباسیؒ بن حضرت خواجہ محمد جیونؒ بن حضرت پیر مردان علی شاہؒ بن حضرت شیخ یار محمدؒ بن حضرت شیخ محمد ماہیؒ بن حضرت شیخ محمد محمودؒ بن حضرت شیخ محمد داؤدؒ بن حضرت شیخ محمد کمال الدینؒ بن حضرت شیخ محمد عبدالرحمانؒ بن حضرت شیخ محمد الہ دادؒ بن حضرت شیخ جان محمدؒ بن حضرت شیخ محمد اسحاقؒ بن حضرت شیخ عطاء الدینؒ بن حضرت شیخ معین الدینؒ بن حضرت شیخ محمد صالحؒ بن حضرت شیخ محمود شاہؒ بن حضرت شیخ ابراہیمؒ بن حضرت شیخ مسعودؒ بن حضرت شیخ احمدؒ بن حضرت شیخ معروفؒ بن حضرت شیخ سریؒ بن حضرت شیخ جنیدؒ بن حضرت شیخ محی الدینؒ بن حضرت شیخ منصور بن حضرت شیخ فانی باللہ بن حضرت شیخ ضیاء الدینؒ بن حضرت شیخ محمد صادقؒ بن حضرت شیخ محمد تقیؒ بن حضرت شیخ بہاء الدینؒ بن حضرت شیخ وجیہہ الدینؒ بن حضرت شیخ زکریاؒ بن حضرت شیخ علاء الدین بن حضرت شیخ ہرمزؒ بن حضرت شیخ نورالدینؒ بن حضرت شیخ نظام الدینؒ بن حضرت شیخ ابوبکرؒ بن حضرت شیخ تاج الدینؒ بن حضرت شیخ رکن عالمؒ بن حضرت شیخ سیدنا عبداللہ نصیرالدینؒ بن حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ عم رسول اللہ حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

خاندان عالیہ عباسیہ کی تخصیص عالی النسب خاندان عباسیہ کی کئی شاخیں معروف ہیں۔ تاریخی طور پر جو شاخ خارزار سیاست میں وارد ہوئی اور بنو عباس کے نام سے نصف سے زائد دنیا پر حکومت کی، تواریخ میں ان کے تذکار معروف ہیں۔ ایک وہ شاخ جو حمایت شیعان علیؓ کی شدت میں بالآخر شیعہ مذہب اختیار کر گئی اور ایک وہ شاخ جو حکمت و فلسفہ میں نہایت آزاد خیال ثابت ہوئی اور ایک وہ شاخ جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روحانی اور فقہی طور پر بھی وارث بنی اور تدوین فقہ اسلامیہ سے لے کر آج تک مذہب ائمہ اربع پر قائم رہی۔ خاندان عباسیہ کی مذکورہ چاروں بڑی شاخوں کے باہمی طور پر تصادم، اختلاف اور نزاع کسی نہ کسی سطح پر قائم رہے

ہیں۔ حضرت سخی صاحب" کا تعلق بنی عباسؓ کی اسی شاخ سے ہے جس کا کوئی بزرگ نہ سیاست عباسیہ میں شامل ہوا نہ شیعہ مذہب اختیار کیا اور نہ ہی فلسفیانہ آزاد خیالی اپنائی بلکہ زہد و ورع، عبادت و ریاضت، سنت رسولؐ اور شعار اسلامیہ کے راسخ اصول قائم رکھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو "نصیرالدین" کا لقب اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عباسؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حق میں دعائے خصوصی فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بصیرت دین اسلام سے اس قدر بزرگی عطا فرمائی کہ آپ کے قول و فعل و عمل کے ذریعے دین اسلام کی نصرت میں اضافہ ہوا۔ حضرت سخی صاحب" کا نسبی تعلق اسی خاندان عالیہ عباسیہ کے ساتھ ہے جس پر دعائے رسولؐ سایہ فگن رہی اور وہ دین اسلام کی فتح و نصرت کا باعث ہوئے۔ اہل بیت اطہارؓ کے ساتھ انتہائی عقیدت و محبت اور تعلق کے باوصف اس خاندان عالیہ عباسیہ کا کوئی فرد رافضی و خارجی نہ ہوا اور یہ شاخ بنی عباسؓ ہر طرح سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائے خیر کثیر کی زندہ گواہی ثابت ہوئی۔ اس خاندان عالیہ عباسیہ کے بزرگ تبلیغ دین اسلام کے لئے وقف اور بندگی حق تعالیٰ میں فرد ہوئے ہیں۔ جب دوسری صدی ہجری میں فتنہ عام ہوا تو اس خاندان کے بزرگوں نے بہت سے ممالک میں سکونت کے بعد ماوراءالنہر میں قیام کیا، پھر اس خاندان کے کچھ بزرگ ہندوستان میں وارد ہوئے اور دہلی میں قیام پذیر ہوئے۔ اس خاندان کے بعض شجاع افراد نے مغلیہ فوج میں اعلیٰ عہدوں پر عسکری خدمات بھی انجام دیں اور بعد ازاں اس خاندان عالیہ عباسیہ کی کچھ لوگ لاہور میں آباد رہے اور تقریباً دو سو سال سکونت اختیار کی۔

لاہور میں اس خاندان عالیہ عباسیہ کے کچھ بزرگوں نے ذوق عبادت، یکسوئی و فراغت کے لئے مضافات میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت صوبہ لاہور خانیوال سے گجرات (پاکستانی) سے بھی آگے تک اپنی حدود رکھتا تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت مردان علی شاہ" جو علی پور میں سکونت پذیر تھے اور آپ اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ اس لئے آپ نے کاروبار جائیداد وغیرہ اپنے ملازمین کے سپرد کر کے خود گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور مشغول حق ہوئے۔ روایت ہے کہ آپ جسمانی طور پر نہایت ، مضبوط جسم اور چمکتے ہوئے روشن چہرے کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی دریا دل اور سخی تھے۔ آخر عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد نرینہ سے نوازا۔ آپ نے اپنے بچے کا نام محمدؐ جیون رکھا۔

حضرت

حضرت فخرالحیاءؒ کے پیر طریقت حضرت مولانا نور احمد قادریؒ

مفتی وقت، امیر العلماء و الحکماء حضرت مولانا مولوی محمد فیضؒ سجادہ نشین درگاہ قادریہ نوریہ کی شخصیت ہمہ جہت تھی۔ آپ ایک اعلیٰ جامعہ علوم اسلامیہ کے ناظم و مدرس بھی تھے اور ایک شہرہ آفاق پیر طریقت بھی۔ درگاہ قادریہ نوریہ کے قریب حضرت سید مبارک شاہؒ کا روضہ اقدس ہے جو کہ آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ ہوئے ہیں۔ وہاں ایک مغلوب الحال مستغرق بیاد حق ایک درویش نور احمد برہؒ رہا کرتے تھے جن سے حضرت محمد فیض صاحبؒ کے دوستانہ و مخلصانہ مراسم تھے۔ حضرت محمد فیضؒ اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ روایت ہے کہ انہی مذکورہ صوفی نور احمد برہؒ نے دعائے خصوصی فرمائی اور حضرت محمد فیضؒ کو ایک صالح بیٹے اور ایک دختر نیک خو کی بشارت سنائی اور فرمایا کہ " مولانا اللہ تعالیٰ آپ کو ایک صالح فرزند اور ایک دختر نیک عطا کرے گا۔ آپ کا بیٹا علم و حکمت میں بے نظیر اور صاحب روحانیت ہو گا اور دختر زہد و تقوی کے لحاظ سے اپنے دور کی رابعہ بصری ثابت ہو گی" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ولادت اقدس عمدہ علماء و الحکماء، امیر شریعت، رہبر طریقت، شاہباز حقیقت و معرفت، صاحب کشف و کرامات، آیہ حق، سراج الصوفیاء حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحب صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۱۶۶ھ بمطابق ۱۷۵۳ء کو حضرت مولانا مولوی محمد فیض رحمتہ اللہ علیہ کے خانہ علم و حکمت میں پیدا ہوئے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ اپنے بچپن ہی میں نہایت ذہین اور ذوق محبت الٰہی سے

سرشار تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجدؒ کی جامعہ علوم اسلامیہ ہی سے حاصل کی لیکن اس سے قبل کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے طبع متغیر ہو گئی اور حجاب علم ظاہری اٹھ گیا چنانچہ آپ نے مزید پڑھنے سے انکار کر دیا۔ آپ کے انکار سے حضرت محمد فیضؒ کو انتہائی پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اتنی بڑی درس گاہ جس میں ملکی و غیر ملکی طالبان علم حصول علم کر رہے ہیں اس کا جانشین کیونکر اعلیٰ علم سے نابلد رہ سکتا ہے لیکن حضرت نور احمد صاحبؒ نے قطعی طور پر مزید تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت محمد فیض نے اصرار کیا تو حضرت نور احمد صاحبؒ نے ازراہ مصلحت یہ ارادہ ظاہر کیا کہ اگر تعلیم ہی حاصل کرنی ہے تو کہیں اور جاؤں گا اصل معاملہ شوق سفر تھا چنانچہ آپ سفر کی تیاری کے لئے غور و فکر کرنے لگے۔

سفرِ ملتان اس عہد میں لاہور کے بعد ملتان علوم اسلامیہ کا بہت بڑا مرکز تھا اور معیار کے اعتبار سے مدرسہ ہائے دہلی و آگرہ بھی ملتان سے چشمک نہ رکھتے تھے۔ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ملتان میں فقر و درویشی اور انعامات تصوف کی بھی روایت صدیوں پر محیط تھی۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ، حضرت صدر الدین عارفؒ اور حضرت شاہ رکن عالمؒ کے علاوہ بہت سے اولیاء اللہ کے سلاسل نعمت عرفاں کے فروغ کے لئے دینی خدمات پیش کر رہے تھے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ عازم ملتان ہوئے اور خاک ملتان نے درگاہ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کے اس ہونہار وارث کو فرط مسرت سے خوش آمدید کہا۔

خوشا ملتان جس کے بام و در میں نور دیکھا ہے
نمایاں باغ کے اک اک شجر میں نور دیکھا ہے
نشاطِ حیطہ دل کے اثر میں نور دیکھا ہے
کہ نور احمدؒ نے اسجانب سفر میں نور دیکھا ہے
نہ یہ سمجھو کہ گورستان ہے ملتان کی بستی
کہ ہر ذرہ صحرا کے جگر میں نور دیکھا ہے
نہ کہئے ہے گداگر صرف سوغاتِ دلِ ملتان
کہ سینوں میں سخاء اور ہر نظر میں نور دیکھا ہے

یہ شہرِ مہ رخاں ہے ہر بدن انوار سے روشن
ہے ایسا فخرِ فقر اک ایک گھر میں نور دیکھا ہے
یہ شہرِ اولیاء اللہؒ شہرِ علم و حکمت ہے
سب اہلِ عشق نے اسکے ہنر میں نور دیکھا ہے
نہیں تھے وہ بگولے، وہ ہے خاکِ عاشقاں کندن
وہ خاکِ پاک ہے، غلطیدہ سر میں نور دیکھا ہے

حضرت نور احمد صاحبؒ نے ملتان کا سفر ۱۷۶۸ء میں کیا اور ملتان پہنچنے پر شہر کے ایک کونے میں واقع خانقاہ میں قیام پذیر ہوئے۔ روایت ہے کہ اس خانقاہ میں ایک نہایت عابدہ و زاہدہ پرہیزگار اور صاحب نظر خاتون بھی مقیم تھیں انہوں نے اس پندرہ سال کے خوبرو نوجوان کہ جس کی پیشانی سے

آثار سعادت و ولایت ظاہر تھے سے نہایت شفقت سے فرمایا کہ "بیٹے تم ملتان میں کیوں آئے ہو؟" حضرتؒ نے فرمایا کہ "میں حصول علم کے لئے یہاں آیا ہوں" سبحان اللہ کیا مصلحت آمیز سادہ جواب تھا' حالانکہ آپ کے والد محترم جیسا استاد اور خانقاہ قادریہ نوریہ جیسی درگاہ چھوڑ کر سفر اختیار کرنا محض تقدیر کی خوش رفتاری تھی حصول علم کا اس سے کیا تعلق ہو سکتا تھا۔ تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا کہ حضرت نور احمدؒ ملتان سے شوق سعادت کی فزونی اور نعمت اشتیاق باطنی میں اور زیادہ بلند پرواز ہو جائیں ۔ اس نیک دل صاحب بصیرت خاتون نے اس گرفتار عنفوان شباب کا یہ جواب سنا تو تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "بیٹے تم تو پڑھے ہوئے ہو' تمہیں کوئی کیا پڑھائے گا؟" یہ جواب سن کر حضرت نور احمدؒ کو محسوس ہوا کہ ان کے باطن میں علوم ظاہری و باطنی ٹھاٹھیں مارنے لگا ہے- اس ولی اللہ خاتونؒ کی زبان کی تاثیر اپنا کام کر گئی تھی دوسری طرف حضرت محمد فیضؒ اپنے نور چشم کے انتظار میں تڑپ رہے تھے۔ ملتان میں حضرت نور احمدؒ جس مدرسے میں بھی تحصیل علم کے لئے جاتے تو وہاں آپ کا امتحان لیا جاتا اور اعلیٰ استعداد علمی گواہ ٹھہرتی چنانچہ ہر مدرسے کے مدرس سے یہی جواب سننا پڑتا کہ "تم تو پڑھے ہوئے ہو تمہیں کوئی کیا پڑھائے گا؟"

سفر وسیلہ ظفر ثابت ہوا۔ مسافت ملتان نے ذوق نظر میں وسعت اور حقیقت رزم زیست کی بصیرت میں حد درجہ اضافہ کیا۔ لازم ہے کہ آپ اولیائے ملتانؒ کے مقابر پر ہدیہ سلام پیش کرنے کی غرض سے بھی گئے ہوں گے القصہ آپ واپس گوجرانوالہ تشریف لائے تو حضرت محمد فیضؒ آپ کی آمد کی خبر پا کر انتہائی مسرور ہوئے اور ارشاد فرمایا "نور احمد تم نے گھوم پھر کر دیکھ لیا اور پھر وہیں آ گئے جہاں سے چلے تھے' اب تو تمہیں احساس ہو گیا ہو گا کہ تمہارے علم کی سربلندیاں یہیں سے مقدر ہو چکی ہیں۔" حضرت نور احمد صاحبؒ نے دل جمعی سے مطالعہ کتب جاری رکھا اور نہایت عرق ریزی سے فتاویٰ کے کام میں دلچسپی لی کیونکہ پنجاب بھر سے لوگ فتویٰ کے لئے خانقاہ قادریہ نوریہ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت شاہ محمد فیض صاحبؒ نے باطنی توجہ سے بہ مدت قلیل حضرت نور احمد صاحبؒ کو مقامات طریقت و حقیقت طے کرا دیئے اور بفضل الٰہی آپ جہان معرفت کے بادشاہ بن کر ابھرے۔ حضرت شاہ محمد فیضؒ نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا اور بیعت و ارشاد کا حکم صادر فرمایا چنانچہ حضرت شاہ محمد فیضؒ کی زندگی ہی میں حضرت نور احمد صاحبؒ کے علم و فہم و بصیرت کا شہرہ آفاق کو چھونے لگا اور اللہ کی مخلوق علمی و روحانی معاملے میں آپ سے رجوع کرنے لگی۔

بحیثیت سجادہ نشین درگاہ قادریہ نوریہ حضرت شاہ محمد فیض قادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۱۵ھ میں وصال فرما گئے تو آپ کے بعد حضرت نور احمد صاحبؒ تقریباً انچاس برس کی عمر میں خانقاہ قادریہ نوریہ کے سجادہ نشین و پیشواء ہوئے۔ آپ نے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریق حق کی کامل پاسداری فرمائی اور شریعت و طریقت قادریہ کے اعلیٰ اصولوں کے ساتھ اللہ کی مخلوق کی

رہنمائی فرمائی۔ آپ مریدوں کی کثرت نہ چاہتے تھے اس لئے آپ نے بہت کم اصحاب کو بیعت کے شرف سے مشرف فرمایا۔ آپ کی شخصیت عجب وجاہ اور دنیاوی حشمت و دبدبہ سے متنفر تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کا احترام لوگوں میں اس طرح الہام فرمایا تھا کہ ہر خاص و عام آپ کی عقیدت سے سرشار تھا۔ آپ کو حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ اس محبت نے آپ کے ظاہری خدوخال بھی حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مشابہ بنا دیئے تھے۔ آپ کی علمی و روحانی خدمات کے بارے میں "جمال فقرؒ" کے مصنف لکھتے ہیں۔

"حضرت مولانا نور احمدؒ ایک بڑے عالم دین اور ماہر علوم دینیہ ہی نہیں تھے بلکہ آپ نامور شیخ طریقت اور محرم اسرار معرفت تھے۔ حقائق فطرت پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ کا حلقہ فیض نہایت وسیع تھا۔ آپ کو حضرت داتا شاہ جمال نوری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ محمد فیضؒ کی روحانی مسند ورثہ میں ملی تھی۔ آپ کے اسلاف صرف دینی علوم میں ہی غیر معمولی مہارت نہیں رکھتے تھے بلکہ روحانی طور پر بھی مختلف ادوار میں زمانہ ان سے اکتساب فیض کرتا رہا۔ حضرت مولانا نور احمدؒ نے اپنے زہد و تقویٰ، علم و فضل روحانی بصیرت اور فکری بلند پروازی کی بدولت اپنے بزرگوں کی خانقاہ کو پہلے سے کہیں زیادہ آباد کر دیا۔ طالبان راہ حقیقت دور دور سے آپ کی خدمت میں حاضری کی تمنا لئے آتے اور آپ کے دربار سے فیضیاب ہو کر جاتے۔ آپ کی خانقاہ میں ایک طرف علوم دینیہ کے حصول کی آرزو رکھنے والے طالبان علم آتے اور تحصیل علم کے ذریعے اپنی دنیا اور آخرت کی سرخروئی کا سامان بہم پہنچاتے' دوسری طرف روحانیت کی راہوں کے مسافر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو انہیں یوں محسوس ہوتا کہ جیسے انہوں نے منزل حق کا سراغ پا لیا ہے اور پھر وہ ہمیشہ کے لئے آپ کے آستانہ عالیہ سے وابستہ ہو جاتے۔ آپ کی نگاہ فیض رساں نے بے شمار گمراہوں کو راہ ایمان پر چلنے کا شعور بخشا اور تاریک دلوں کو انوار خداوندی کی دولت عطا کی۔ آپ کی خانقاہ نہایت آباد اور پر رونق تھی۔"

حضرت نور احمد صاحبؒ ایسے جان محفل اولیاء تھے کہ جملہ سلاسل طریقت کے پیشواء آپ کا بے حد احترام کرتے اور علمی و روحانی معاملات میں استمداد چاہتے تھے خاص طور پر حضرت سیدنا

میانمیرؒ کے سلسلے کے تمام معاصر مشائخ میں آپ کی قدر و منزلت بدرجہ انتہا تھی۔ آپ کا زہد و تقویٰ' علم و فضل' بے ریائی اور اخلاص ہر طرح سے سلسلہ عالیہ قادریہ کے شایان شان تھا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی درگاہ معلّٰی کے سجادگان' حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ کی درگاہ معلّٰی کے سجادگان سلسلہ سہروردیہ چشتیہ اور نقشبندیہ کے مشائخ و خلفاء آپ کے حضور بیٹھنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کا جمال و جلال آپ ہی کے مرید و مراد فخرالاغنیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادریؒ کے ذریعے سامنے آیا۔ پیر کیسرؒ شاہ اور دیگر بہت سے مشائخ طریقت اپنے منصب ارشاد کے فرائض کی ادائیگی میں آپ سے تبادلہ خیال کرتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ شبیر عباسی قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین درگاہ معلّٰی قادریہ حضرت غوث العصرؒ آپ کی منقبت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

پیکرِ صبر و رضا نور احمد قادریؒ صاحبِ حلم و سخا نور احمد قادریؒ

پرتوِ خلقِ نبیؐ بحرِ انوارِ علیؓ مصدرِ جود و سخا نور احمد قادریؒ

انتہائے عالماں منتہائے سالکاں مشعلِ فقر و فنا نور احمد قادریؒ

زینتِ بزمِ جہاں مطلعِ راہِ صفا معدنِ صدق و صفا نور احمد قادریؒ

رہبرِ جن و بشر مرشدِ اہلِ نظر پیشوائے اغنیاءؒ نور احمد قادریؒ

غائصِ بحرِ شرع کاملِ علمِ لدن حجتِ اہلِ فنا نور احمد قادریؒ

حضرت میانمیر صاحبؒ کی کامل پیروی

حضرت نور احمد صاحبؒ شریعت محمدیہؐ کے کامل پابند اور اپنے امام سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریق تجرید و تفرید اور ہمہ وقت مشغولیت حق میں اس درجہ سرشار تھے کہ دنیاوی علائق اور حرص و طمع و غرور مشائخت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ روایت ہے کہ حضرت سخی صاحبؒ کے بعالم بیداری براہ راست حضورؐ سے حکم ارشاد و بیعت حاصل کرنے کے بعد حضرت نور احمدؒ نے کسی طالب کو مرید نہ کیا بلکہ امام سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی متابعت میں جو بھی طالب حق آتا آپ اسے حضرت سخی صاحبؒ کے پاس جانے اور بیعت کرنے کا حکم ارشاد فرماتے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ نے اپنی تمام زندگی میزان تصوف بن کر گزاری اور طویل العمری میں بھی اوصاف ہمت و جرات کے ساتھ بندگی حق ادا کرتے رہے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ عظمت طریقت' رعب حقیقت اور مکارم معرفت کی روشن قندیل تھے جس سے ایک دنیا نے فیض حاصل کیا اور برس ہا برس گزر جانے پر بھی آپ کے تذکار خیر زندہ رہے۔ بلاشبہ آپ جیسا پیر طریقت صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اور زمانے پر حجت معیار طریقت ثبت کر کے آیہ حق بن جاتا

ہے۔ "ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما"

اولاد اطہار حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحبؒ کی دو ازواج تھیں۔ آپ کے چار بیٹے تھے، حضرت غلام قاسم شاہؒ، حضرت سلطان احمد شاہؒ، حضرت محمد حیات شاہؒ اور حضرت کرم الٰہی شاہؒ، ان میں حضرت غلام قاسم شاہؒ آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے اور غلام قاسم شاہ صاحبؒ کے بیٹے حضرت مولانا محبوب عالم صاحبؒ جنہیں حضرت نور احمد صاحبؒ نے خود پرورش کیا تھا اور تربیت اعلیٰ سے سرفراز فرمایا تھا آپ کے بعد خانقاہ قادریہ نوریہ کے سجادہ نشین ہوئے۔

وصال اقدس حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحبؒ نے ایک سو دس سال کی عمر پائی اور ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۸۵۹ء میں وصال فرمایا۔ آپ کو دیکھنے والوں کی چشم تصور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے مریدین کے احوال منقول دیکھتی تھی جو اپنے شیخ طریق کی صورت میں ڈھل جاتے تھے۔ یہی حال حضرت نور احمد صاحبؒ کا تھا کہ غیر حق کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور بہ اذن حق طویل العمری میں آپ کے جملہ بال سفید اور بھنویں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی طرح آنکھوں کو چھپائے رکھتی تھیں جب کسی کو دیکھتے تو ہاتھ سے بھنویں اٹھاتے تھے۔ آخری عمر تک بصارت اور بصیرت اکمل صورت میں تھی۔ نیم اندھیرے میں بھی تحریر پڑھ لیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ آپ کو جو ذوق شوق عطا ہوا تھا اس سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی قدر و منزلت اظہر من الشمس تھی۔ آپ کا روضہ اقدس خانقاہ قادریہ نوریہ گوجرانوالہ میں ہے۔

نور احمدؒ نورِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ است
ترک و تجرید انتہائے اصفیاء است
پیشوائے اولیاء و عارفِ حق
در جہانِ عارضی شانِ بقا است

گہوارۂ طریقۃُ الرّسولؐ

فخرا تحیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت محمد جیون عباسیؒ تھا اور والدہ محترمہ کا اسم گرامی حضرت عائشہ خاتونؒ تھا۔ حضرت فخرا تحیاءؒ کے والدین محترم اہل تقویٰ و زہد ورع اور انتہا درجہ کے عبادت گزار تھے۔ حضرت خواجہ محمد جیونؒ اپنی زمینوں پر کاشت کاری کرتے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت مردان علی شاہؒ کی طرح انتہائی سخی اور اہل علاقہ کے دکھ درد میں شریک رہتے تھے۔ آپ صاحب تجرید و تفرید' مستغرق بیاد حق اور بارگاہ رسولؐ میں مقبول ولی کامل ہوئے ہیں۔ "جو دم غافل سو دم کافر" پر ان کا اعتقاد تھا اور ہر پل اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا جو سب بارگاہ حق میں مقبول ہوئے ہیں۔ آپ کی اولاد میں سے فخرا تحیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادریؒ جو سب سے بڑے تھے اور غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ سب سے چھوٹے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے عشق رسولؐ میں لافانی مقام عطا فرمایا اور یہ سعادت عطا کی کہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھا اور دنیائے تصوف میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظمت اور فروغ معرفت حق کا باعث بنے۔ ان دو بزرگ ہستیوں نے حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہ کے سلسلہ رشد و ہدایت کو اٹھارہویں صدی میں جلال و جمال کے ساتھ برصغیر کے گوشے گوشے میں پہنچایا اور دین برحق کے فروغ میں اعلیٰ درجہ کا صوفیانہ و عارفانہ کردار پیش کیا۔

حضرت خواجہ محمد جیونؒ اور آپ کی اہلیہ محترمہؒ اللہ تعالیٰ سے ایسی ہی اولاد کے طلبگار رہے تھے جو فروغ دین حق اور خدمت الٰہی کر سکے۔ سبحان اللہ ان اولیاء اللہ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اولاد نہ مانگی بلکہ حق تعالیٰ کی دین کی نصرت کے لئے ہی دامن دعا پھیلایا اور اللہ تعالیٰ نے دعا کو ایسی شان کریمی سے قبولیت بخشی کہ حضرت فخرا عیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ دین اسلام کے حق میں اٹھارہویں صدی کے شمس و قمر ثابت ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد جیونؒ اور حضرت عائشہ خاتونؒ کا ذوق عبادت

حضرت فخرا عیاءؒ کے والدین موحدین ایک معروف معاشرتی اور سماجی زندگی گزارتے تھے۔ مال و دولت کی ریل پیل تھی اور فصلوں کی بہار ہمیشہ ثمر بار رہتی تھی۔ خاندان پر دینی و دنیاوی انعامات کی باران رحمت ہر آن جاری تھی لیکن ان کے باطن محبت حق میں درجہ تفرید و تجرید میں مستحکم' تقویٰ و ورع میں بے مثال اور سخاوت و شفقت میں مقام ارفع پر قائم تھے۔ حضرت غوث العصرؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میرے والد ماجدؒ مخلوق سے ایسا اختلاط رکھتے تھے کہ ہرگز درویش معلوم نہ ہوتے تھے اور کسی طرح سے اپنے آپ کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے بحکم "اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے میرے)

صاحب "سیرت الفقراء" نے حضرت خواجہ محمد جیونؒ اور حضرت عائشہ خاتونؒ کے زہد و ریاضت کے بارے میں حضرت غوث العصرؒ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے۔

> "میرے والدین زہد و تقویٰ میں اس قدر بلند پایہ تھے کہ بارہ سال تک ہرگز نہ سوئے اور بلا امتیاز موسم ہر رات دو صد نماز نافلہ ادا فرماتے اور آپ نے بارہا لیلۃ القدر کا بھی مشاہدہ فرمایا۔ آپ محبت الٰہی میں نفس کو مجاہدہ سے نابود و مردہ اور مشاہدہ حق سے دل کو زندہ کئے ہوئے تھے۔ شجاعت و ریاضت کے پہلوان اور ہمت و سخاوت میں دریائے عمان تھے"[۱]

حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ مستجاب الدعوات اور مقبول حق تھے چنانچہ علاقہ کے لوگ دعائے خیر کے لئے آپ سے رجوع کرتے تھے اور دینی و دنیاوی مشکلات سے نجات پاتے تھے۔ آپ کو ذوق تقویٰ و ریاضت اپنے والد ماجد حضرت پیر مردان علی شاہؒ سے ورثے میں ملا تھا۔ حضرت خواجہ محمد جیونؒ راسخ العقیدہ حنفی تھے اور دینی و فقہی معاملات میں اعلیٰ بصیرت رکھتے تھے۔ آپ کا وجود سعید اہل علاقہ کے لئے رحمت حق تھا۔ آپ بوجہ غناء لوگوں سے نذر و نیاز قبول نہ کرتے تھے اور نہ کبھی اپنے زہد و ریاضت میں سامنے آنے والے مکاشفات ہی کسی سے بیان کرتے تھے۔ اہل علاقہ

۱۔ سیرت الفقراء' جلد اول "فخرا عیاء"' امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری' صفحہ ۱۱' الکریم اکادمی گوجرانوالہ ۱۹۸۷ء

آپ کے تقویٰ' راست بازی صداقت' امانت اور سخاوت جیسے اعلیٰ اخلاقی اوصاف کی وجہ سے آپ کو اپنے معاملات میں فیصل بناتے اور انصاف حاصل کرتے۔

حضرت عائشہ خاتونؒ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ شب بیداری و عبادت میں ہر روز قرآن پاک کی ایک منزل تلاوت فرماتی تھیں اور درود دائمی آپ کے رگ و پے میں سرایت تھا۔ حضرت خواجہ محمد جیونؒ اور حضرت عائشہ خاتونؒ جسمانی طور پر بھی اپنے باطنی اوصاف کی طرح جلال و جمال کے مالک تھے۔ چہروں کی بشاشت اور نورانیت' رنگ کی ملاحت اور طبعی شگفتگی سے اللہ تعالیٰ نے مثال بنایا تھا۔

حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ کا وصال ۱۸۶۹ بکری کے قریب پنجاب میں ہیضے کی وبا پھوٹ پڑی' جس سے گاؤں کے گاؤں لقمہ اجل بن گئے۔ اس قدر اموات ہوئیں کہ ایک ایک قبر میں کئی کئی میتوں کو دفنا دیا گیا کیونکہ لوگ قبریں کھودنے سے عاجز آ گئے تھے۔ اسی وبا میں حضرت خواجہ محمد جیونؒ کا وصال ہو گیا' ہر چند کہ آپ کی قبر الگ اور فرد تھی لیکن چند روز بعد آپ بعالم خواب اپنے بیٹے خدا بخشؒ سے ملے اور فرمایا کہ "بیٹا! میرا ہمسایہ میری تلاوت کلام پاک میں مخل ہوتا ہے" اس خواب وحشت عتاب کا آپ کے بیٹے پر بہت اثر ہوا اور گھبرا گئے کہ کیا چارہ کریں لیکن کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی۔ انہیں دنوں حضرت خواجہ محمد جیونؒ کا حجام قبرستان سے گزر رہا تھا کہ اسے آواز آئی کہ "اے فلاں" اس نے مڑ کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا' پھر آواز آئی "کیا دیکھتا ہے' میں ہوں محمد جیونؒ میرے صاجزدگان سے کہنا کہ میرا ہمسایہ میری تلاوت کلام پاک میں خلل انداز ہوتا ہے" اس حجام نے یہ پیغام آپ کے صاجزادے حضرت خدا بخشؒ کو پہنچایا' وہ پہلے ہی بعالم خواب اس سے مطلع ہو چکے تھے چنانچہ استعجاب میں اٹھے کہ والد ماجدؒ کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کروں لیکن شرعی حکم کے لئے مشورہ لازم تھا چنانچہ وہ حضرت نور احمد صاحبؒ سجادہ نشین درگاہ قادریہ نوریہ کھیالی دروازہ کے حضور حاضر ہوئے اور سارا معاملہ بیان کر دیا۔ حضرت مولانا مولوی نور احمدؒ نے ارشاد فرمایا کہ "دوسری جگہ دفن کرنے کی ضرورت نہیں' ازالہ شکایت مطلوب ہے جس کی تدبیر یہ ہے کہ ہر دو لحد کے درمیان ایک چھوٹی سی دیوار بنا دیں اور دو مومن شاہدوں کے روبرو کہا جائے کہ یہ تمہاری جگہ اور یہ دوسرے کی جگہ' اب تمہارا آپس میں کوئی سروکار نہیں' انشاء اللہ اس طریقہ سے شکایت رفع ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سبحان اللہ اس واقعے سے ایک شرعی مسئلہ بھی عوام الناس کے علم میں آگیا جو فقہ کتابوں میں نایاب ہے۔

جب حضرت خواجہ محمد جیونؒ کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت غوث العصرؒ کا عالم صغر سنی تھ چنانچہ جب آپ تقریباً پانچ سال کے ہوئے اور شفقت پدری سے محرومی کا احساس ہوا تو دل میر زیارت والد ماجدؒ کا شوق پیدا ہوا۔ ایک دن اسی خیال میں تھے کہ اسی شب آپ نے زیارت عط

فرمائی اور بعالم خواب حضرت غوث العصرؒ سے ارشاد فرمایا کہ "بیٹا! میں تمہارا باپ ہوں تو مجھے دیکھنے کا آرزو مند تھا میں تمہاری حسرت مٹانے آیا ہوں" اس کے بعد بہت سی دعاؤں اور نوازشات کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ حضرت خواجہ محمد جیونؒ کی قبر اقدس قلعہ میاں سنگھ سے مشرقی جانب سرراہ موضع مان میں بتائی جاتی ہے۔

خواجہ جیونؒ متقی پرہیز گار　　حق ولی اللہ جمالِ نوبہار
در سعادت مثلِ شمس ضوفشاں　　در امانت منبعِ صادق شعار
روز و شب پُرنور از اذکارِ حق　　شہ سخاء و عاشقِ پروردگار
در جہان زہد و تقویٰ فخرِ فقر　　ظاہر و باطن فقیرِ روزگار
گُفت گُندن مدحتِ بوالانحیاءؒ　　بارگاہِ مصطفیٰؐ را راز دار

حضرت عائشہ خاتونؒ کی فضیلت حضرت عائشہ خاتونؒ نے طویل عمر پائی لیکن ضعف العمری میں بھی انہوں نے اپنی جوانی کے زہد و تقویٰ اور ذوق عبادت میں کمی نہ آنے دی۔ آپ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ اکثر ایک وضو سے پنج گانہ نماز ادا فرماتیں اور درود شریف خود بھی دا نما" پڑھا کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی اسؐ کی تلقین فرماتی تھیں۔ آپ سے یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ "تمام اذکار میں سے افضل اسم ذات اللہ اور اوراد میں سے درود و صلوۃ ہے باقی سب خواہشات ہیں بمصداق اللہ بس باقی ہوس"۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ "حضرت مائی صاحبہؒ مستجاب الدعوات تھیں۔ اس لئے بے شمار لوگ آپ کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوتے اور با مراد لوٹتے، عالم پیری میں آپ کی یہ حالت تھی کہ شام کے وقت ایک روٹی کا چہارم حصہ کھایا کرتیں اور باقی ماندہ کھانا غرباء میں تقسیم کر دیتیں۔ آپؒ حضرت خواجہ محمد جیون علیہ الرحمتہ کے وصال کے بعد انتالیس سال تک حیات رہیں اور ۸۹ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپ کا سن وصال ۱۹۰۸ بکرمی ہے۔"

حضرت عائشہ خاتونؒ نے اپنی جملہ اولاد کی تربیت نہایت اعلیٰ درجہ پر کی۔ دنیاوی حرص و جاہ و منزلت کی خوئے بد سے پاک رکھا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت سے قلوب کو منور کیا۔ خود بھی حضرت خواجہ محمد جیونؒ کی متابعت اور اپنی فطری سعادت کی وجہ سے سخت ریاضت و عبادت کی اور اپنی اولاد کو بھی ذوق عبادت سے آشنا کیا یہاں تک کہ وہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ حضرت عائشہ خاتونؒ کی قبر اقدس حضرت فخر انحیاءؒ کی قبر اقدس کے ساتھ بجانب مغرب ہے۔

اولاد اطہار حضرت خواجہ محمد جیونؒ اور حضرت عائشہ خاتونؒ کی جملہ اولاد اطہار افق سعادت ہے۔ سب سے بڑے بیٹے فخر انحیاءؒ حضرت سخی احمد یار عباسی قادریؒ اور سب سے چھوٹے بیٹے غوث

العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ ہیں جو دنیائے تصوف کے تاجدار اور مرجع عقیدت خلائق ہیں۔ ان کے علاوہ دو اور بیٹے حضرت خدابخشؒ اور حضرت محمد یارؒ ہیں جو زہد و تقویٰ اور یاد حق میں فرد تھے اور حضرت فخرا ضیاءؒ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ چار بیٹوں کے علاوہ دو سعادت نشان بیٹیاں حشمت بی بیؒ اور رحمت بی بیؒ تھیں جو نہایت عبادت گزار اور اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔

حضرت فخرا نخیاءؒ کے ابتدائی احوالِ اقدس

رہنمائے شریعت، قاضی طریقت، مفتی حقیقت، نباض معرفت، خلیل عالم روحانی، شیر بیشہ ہمت و مروت، یگانہ زمانہ، پیر ریاضت و مجاہدہ، بینظیر شجاعت و سخاوت، بظاہر درویش بباطن سرتاج ملک ولایت، سلطان تجرید و تفرید، گنج عرفان مقام مصطفیٰؐ، نازش سلسلہ عالیہ قادریہ حبیب محمدؐ رسول اللہ قطب الاقطاب فخرا نخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ کا نسبت اویسی و فقر ابوذری کی خلعتوں کو پہن کر اس دنیا میں پیدا ہونا اہل برصغیر کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک فضل عظیم ہے آپؒ کے وجود اقدس سے جہاں ایک دنیا کو ایسا پیر طریقت ملا کہ جس کی نگاہ سخاء چشم زدن میں مقامات روحانیہ کے اعلیٰ درجات کا وسیلہ ہوئی وہاں آپ کی سیرت کے واقعات سے دنیائے تصوف کے بہت سے مسائل میں اہل نظر و حکمت کو مدد ملی کہ آپ کی شخصیت پیدائشی طور پر عاشق رسولؐ فطرت ابراہیمیؑ کی مظہر اور شریعت محمدیہؐ کی پیرو کار تھی۔ آپ نے جو کردار پیش کیا وہ ہر طرح سے حضرت سیدنا میانمیر صاحب قدس اللہ اسرارہ کے خلفاء کا کردار تھا اور آپ کا طریق حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کے طریق ارفع کی طرح قلیل مدت میں راہ نجات کی نوید اور الفقر فخری کی عملی تفسیر ثابت ہوا۔ دنیائے طریقت و تصوف میں یہ امر بھی آپ کا امتیاز خاص ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے مریدان عالی شان حقیقی معنوں میں اس اعلیٰ روحانی مقام کو پہنچے کہ طالبان حق کی رہنمائی شایان شان طریق پر کر سکیں۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کی سیرت قیامت تک اہل عشق

مصطفیؐ کے لئے حجت عشق رسولؐ اور طالبان حق کے لئے گنجینہ اصول اخلاص ہے۔

شہنشاہِ ظاہر و باطن حبیبِ مصطفیٰ فطرتِ اعلیٰ خلیلؑ اللہ کے جوہر نما
چشمۂ انوارِ ربِ ذوالکرم ہے شقِ صدر تا ابد قائم محمدؐ مصطفیٰ کا معجزہ
جسقدر ہیں آسمانوں میں نہاں چشمانِ نجم اسقدر ہیں آپ کے انوارِ سیرت برملا
جسقدر ذرے ہیں اور ہیں جسقدر قطراتِ بحر ہیں کرامات اسقدر کیا ہو بیان اس صدر کا
یہ فضائل یہ تجمل یہ سخاوت کیا عجب شاہ میاں میر بالا پیرؒ کا ہے سلسلہ
ایک عکس ان کا عطا ہو بہرِ چشمِ عاجزاں منکشف ہو جائے دل پر رازِ نورِ مجتبیٰؐ
ہیں سخی صاحبؒ جہاں میں فخرِ فقرِ انخیاء ہے ولادت آپ کی فضلِ خدائے مہر و مہ
ہند اور پنجاب کی قسمت کے آگے سرنگوں تاشقند و کابل و عمان و شہرِ القرا
ہم سیہ بختوں کو حاصل ہو گیا ایسا سخی اک نظر کر دے تو دل دیکھے حریمِ کبریا
کندنؔ ان کی مدحت اعلیٰ رقم کیسے کرے
ہر بیاں محدود، لا محدود ہے شان آپؒ کا

صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ

"حضرت فخر انخیاءؒ کے والدین بارگاہ الٰہی میں ہمیشہ بہ عجز و انکساری دعاگو رہتے کہ "بار خدایا ہم کو صالح اور نیک اولاد عطا فرما، جو تیری خدمت کے لائق اور تیری محبت میں سرشار ہو، یہی ہماری آرزو اور دلی مراد ہے" اللہ جل و علا نے فضل بے انتہا سے اپنے ان بندوں کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور نہ صرف اولاد صالح عطا فرمائی بلکہ ایسی اولاد جن کی نورانی پیشانیاں آثار نیابت اور انوار ولایت کی آئینہ دار ہیں"

اللہ تعالیٰ جب اپنی مخلوق پر مہربانی کرنا چاہتا ہے تو اپنے ایسے دوست زمین سے اٹھاتا ہے جو خود مشقت اٹھاتے ہیں لیکن طالبان حق کو نہایت آسانی کے ساتھ بمطابق شریعت محمدیہؐ حق تعالیٰ کا واصل بنا دیتے ہیں۔ حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ کی ولادت باسعادت ایسے ہی انعامات رب ذوالجلال والاکرام کی روشن نشانیوں میں سے ہے۔

ولادت اقدس حبیب مصطفیٰؐ فخر انخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ ۱۱۹۳ھ بمطابق ۱۷۷۹ء بمطابق ۱۸۳۶ بکری کو موضع مان ضلع گوجرانوالہ میں حضرت خواجہ محمد جیون

عباسیؒ کے خانہ ضوفشاں میں پیدا ہوئے۔ آثار ولایت و نیابت آپ کی روشنی پیشانی سے ظاہر تھے۔ آپ کی ولادت سے خاندان کو از حد خوشی ہوئی چنانچہ حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ نے آپ کی ولادت اقدس پر زر کثیر اور اناج غرباء و مساکین میں تقسیم کر کے بارگاہ حق میں شکر ادا کیا کہ جس حدیقہ نور کا انتظار تھا وہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے عطا کیا اور عشق رسولؐ کی نعمت اور نسبت اویسی کی جلوہ سامانیوں سے پیدائشی طور پر سرفراز فرمایا۔

عاشقِ خیر الوریٰؐ صلِ علیٰ پیدا ہوئے
ہو مبارک باد فخرِ ضیاءؒ پیدا ہوئے

وہ بہ اذن حق امیرُ الاولیاء پیدا ہوئے
جن کی خاطر کیں دعائیں خواجہ جیونؒ نے مدام

ہند اور پنجاب میں مردِ خدا پیدا ہوئے
جن کی خاطر عائشہ خاتونؒ نے کی التجا

وہ طریقت کے کبیرُ الاولیاء پیدا ہوئے
گیت گاتی ہیں شعاعیں آسمانی دم بدم

راہِ حق کے جانباز و باوفا پیدا ہوئے
آپ کا مولودِ اقدس تحفۂ اہلِ وفا

زندگی کے راز کے عقدہ کشا پیدا ہوئے
آپ کے تشریف لانے پر گلستاں نور نود

عشقِ احمد مصطفیٰؐ کے مقتداء پیدا ہوئے
آپ کا میلاد ہے میلادِ عشقِ مصطفیٰؐ

بزمِ گیتی میں اویسی رہنما پیدا ہوئے
محتشم ہے روحِ بوذرؓ مست ہے روحِ اویسؓ

سلسلۂ قادری کے پیشواء پیدا ہوئے
حضرتِ شہ میرؒ کے لب پر تبسم ہے عیاں

آج احمد یارؒ خوئے مرتضیٰؓ پیدا ہوئے
پڑھ رہے ہیں آپ کا مولود کُندن اِنس و جن

حضرت فخرا ضیاءؒ کی روح اقدس کو اللہ تعالیٰ نے جس خانہ ضوفشاں میں پیدا کیا تھا وہاں تعمیر سیرت اور اخلاق عالیہ کے تمام سامان آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ صغر سنی ہی میں آپ آذان حق، تلاوت قرآن اور خوشبوئے رضائے حق سے آشنا ہوئے اور امانت عشق رسولؐ کے گلاب آپ کے سینہ معصوم میں کھلنے لگے۔

ابتدائی تعلیم حضرت فخرا ضیاءؒ نے اوائل عمر ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور قرات و تجوید میں انتہائی ذوق و شوق سے کامیابی حاصل کی۔ آپ نے ابتدائی شرعی تعلیم اپنے والد ماجدؒ ہی سے حاصل کی اور فرائض نماز پنج گانہ و روزہ کے احکام کی پابندی کرنے لگے۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ "علمائے کرام کی صحبت نیز والدین کی تربیت خاص کے باعث مسائل شرعی سے آشنائی رکھتے تھے اور عندالضرورت فقہی مسائل بیان فرماتے تھے۔ عالم طفولیت ہی سے شریعت کی پابندی کماحقہ فرماتے تھے اور زہدو تقویٰ میں بے مانند تھے" حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ کا صحن اقدس اہل علم و فضل کی موجودگی اور مسائل سیرت محمدیہؐ سے مہکا رہتا تھا چنانچہ حضرت فخرا ضیاءؒ

بچپن ہی سے مکارم اخلاق محمدیہؐ کے تذکار پر انوار سے فیض یاب ہوتے رہے۔

ازمنہ متقدین میں بچوں کو حفظ قرآن اس مقصد کے تحت کرایا جاتا تھا کہ بچے کی جوانی کے شب و روز کثرت عبادت سے روشن ہو سکیں۔ حفظ قرآن کا سب سے اعلیٰ مقصد کثرت عبادت ہے کہ نماز میں طویل سورتوں کی تلاوت کی جائے اور اس طرح سنت رسولؐ اور سنت اصحاب رسولؐ کی پابندی ہو سکے چنانچہ حضرت فخرا نخیاءؒ نے اس مقصد اعلیٰ کو ذوق و شوق کے ساتھ پورا کیا۔ آپ کھیتوں میں محنت اور دیگر ہنر مندی کے ساتھ کثرت تلاوت قرآن اور قیام شبان سے انتہائی اعلیٰ درجہ کی وابستگی رکھتے تھے۔ سبحان اللہ کہ مرد مسلمان حافظ قرآن بھی ہو اور قرآن کے حفظ کرنے کے اصل مقصد یعنی کثرت قیام شبان میں بھی ہر قسم کی سستی سے پاک ہو۔ حضرت فخرا نخیاءؒ عبادات میں انتہا درجہ مستعد اور ورائے خطرات نفسانی تھے۔

الکاسب حبیب اللہ جب حضرت فخرا نخیاءؒ سن بلوغت کو پہنچے تو آپ اپنے والد ماجدؒ کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتے اور ذکر اسم ذات آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ شادی کے بعد آپ نے نقاشی و گلکاری کے ذریعے بھی اپنے لئے رزق حلال کے مزید راستے پیدا کئے اور انتہائی نفاست و مہارت کا ثبوت دیا۔ آپ کے نزدیک ذاتی دوستی و دشمنی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ اپنے پاس آنے والے علاقے کے لڑکوں کو پابندی شریعت اور رزق حلال کی اکثر تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زبان اقدس میں اس قدر تاثیر تھی کہ جب کوئی شخص کسی مسئلے سے متعلق آپ سے محو گفتگو ہوتا تو اسے احساس ہوتا گویا کوئی علم و فن کا ایک بحر زخار ہے جو امڈ رہا ہے حالانکہ آپ نے باقاعدہ کسی مدرسے سے تعلیم نہ پائی تھی۔ لیکن آپ فطری طور پر مرد مقال ہونے کی بجائے مرد عمل تھے چنانچہ آپ کی ہر بات میں ایک تحقیقی کشش ہوتی تھی جس سے سامعین مسحور ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ آپ وقت ضائع کرنے کے انتہائی مخالف تھے چنانچہ آپ کا انداز بیاں ہر طرح سے سامعین کے لئے جادہ حسن عمل کو واضح کرتا تھا۔

شغفِ شب بیداری حضرت فخرا نخیاءؒ کی عادت تھی کہ وہ صبح سے نماز عصر تک اپنے والد ماجدؒ کے ساتھ کام کاج کرتے اور عصر کے وقت جملہ کام سمیٹ کر مسجد کا رخ کرتے۔ نماز کے بعد مغرب تک محو تلاوت قرآن رہتے۔ نماز مغرب کے بعد نوافل پڑھتے اور نماز عشاء ادا کر کے گھر تشریف لاتے۔ نصف شب قیام میں گزرتی بعد ازاں رات کا ایک پہر آرام کرتے اور پھر تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے اور طویل سورتیں نوافل کے دوران تلاوت فرماتے اور بعد ازاں درود شریف کی کثرت کرتے۔ شب بیداری اور کثرت نوافل کے شغف نے آپ کو ایک طرف قرآن حکیم میں تدبر اور تعمق بخشا اور دوسرے آپ کا دل اس قدر مسرور اور مطمئن رہتا کہ قرآن حکیم ہی آپ کا

واحد دوست بن گیا اور یوں آپ دنیاوی دوستوں کی ضرورت سے ہمیشہ بے نیاز رہے۔ اگر کہیں سفر کو جاتے تو سارے راستے تلاوت قرآن پاک کرتے رہتے۔ قرآن حکیم حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام کا ایسا زندہ معجزہ ہے کہ اگر کسی دل میں یہ گھر بنا لے تو وہ دل بقعہ نور بن جاتا ہے اور دل و دماغ ایک وحدت روحانی سے ارتقاع پذیر رہتے ہیں۔ قرآن مجید سے عشق و محبت آپ کے گھر اور خاندان کا ایک امتیازی وصف رہا تھا چنانچہ آپ کی زندگی میں قرآن کریم کی، حیثیت ایک دوست غمخوار سے بھی بڑھ کر تھی۔ بقول علامہ اقبالؒ۔

ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان   ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن   یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن

قرآن میں ہر لحظہ تدبر کرنا نمود فطرت ابراہیمیؑ کا باعث ہے، ظواہر میں کائنات کے باطن میں جاری و ساری امر حق کے افعال کا شاہدہ ہوتا ہے اور یوں دل و دماغ باہمی طور پر روحانی تعقل تخلیق کرتے ہیں اسے ادراک نورانی بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ شعلہ نور ہے جس میں جذب ہونے والے حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت بایزید بسطامیؒ جیسے لوگ ہوئے ہیں۔ تدبر قرآنی سلیم الفطرت لوگوں کے لئے معرفت اوصاف الٰہی کا بہت ہی معتبر ذریعہ ہے کیونکہ قرآن پاک بمنزلہ شخصیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے نہ کہ مخلوق و تخلیق۔

تازیانۂ فقر صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

> "شہر گوجرانوالہ میں سردار حکماں سنگھ چمنی کے محلات تعمیر ہو رہے تھے۔ حضرت فخر اغنیاءؒ وہاں کام کی نگرانی پر مامور تھے۔ آپ پنج گانہ نماز مسجد گھماراں میں ادا فرمایا کرتے تھے جو محلات کے قریب ہی واقع تھی۔ ایک روز بوقت ظہر آپ مسجد میں یہ مسئلہ بیان فرما رہے تھے کہ جو شخص پنج گانہ نماز باجماعت ادا کرتا ہے اس کا خواب اور خالی اوقات عبادت میں شمار کئے جاتے ہیں یعنی جو فجر کی نماز پڑھتا ہے وہ ظہر تک یاد الٰہی میں مصروف رہتا ہے علیٰ ہذا القیاس ظہر ادا کرنے سے عصر تک اور عصر سے مغرب اور نماز شام سے عشاء اور عشاء سے فجر تک یاد الٰہی میں رہتا ہے۔ غرضیکہ پنج گانہ نماز ادا کرنے والا کسی حال میں بھی غافل شمار نہیں کیا جاتا۔ اسی اثناء میں ایک درویش رندانہ صورت، میلا کچیلا، پھٹا پرانا لباس پہنے مسجد کے دروازے کے قریب سے گزرا۔ مسئلہ مذکورہ کو سن کر مسجد کے اندر آ گیا اور کہا "حضرت

صاحب، آپ کیا مسئلہ بیان فرما رہے تھے؟ آپ نے اس کی ظاہری رندانہ صورت کو دیکھ کر فرمایا، "جاؤ میاں تمہارا مسئلوں سے کیا واسطہ؟" درویش نہایت نرمی اور خلق سے بولا "حضرت صاحب میں کافر تو نہیں کہ مجھے دینی مسائل سے کوئی غرض نہ ہو۔ بے شک گناہ گار ہوں مگر دین اسلام کا خواستگار ضرور ہوں، بلکہ کافر بھی سوال کرتے تو باصواب جواب دینا آپ کا فرض ہے" آپ اس کے جواب سے شرمسار ہوئے اور معافی کے خواستگار بھی۔ اور پھر وہی مسئلہ مکرر بیان فرمایا۔ درویش نے کہا "حضرت صاحب انصاف فرمائیں آپ تو پنج گانہ نماز پڑھتے ہیں کیا آپ کو ہر دم خدا یاد رہتا ہے؟ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر فرمایئے۔ ہم نے سنا ہے کہ "جو دم غافل سو دم کافر"

ہر آں کہ غافل از حق یک زماں است　　دراں دم کافر ست اما نہاں است
گر ایں غفلت بجاں پیوستہ بودے　　در اسلام بروے بستہ بودے

(وہ شخص جو ایک پل بھی حق سے غافل ہے اس وقت وہ کافر ہے مگر پوشیدہ اگر یہ غفلت اس کی جان کا جزو ہو جائے تو اسلام کا دروازہ اس پر بند ہو جائے) کجا خیالات، قبیح، کجا ذکر و تسبیح، عبادت بلا اخلاص نیت درست نہیں۔ اخلاص نیت عبادت میں شرط ہے اور حضور قلب و خشوع رکن ہے۔

بر زباں تسبیح در دل گاؤ خر　　ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

(زباں پر تسبیح اور دل میں گدھے اور بیل کا خیال ہو تو ایسی تسبیح کیا اثر رکھے گی؟) کجا خواب و خیال کجا قرب و وصال، جب آپ نے درویش مذکور سے یہ سنا اور صحیح صورت میں دیکھا کہ کہاں ذکر الٰہی اور کہاں مسئلہ آزادی، نہ جائے گفتار نہ جائے رفتار۔ نہایت نادم شرمسار ہوئے اور دل نے چاہا کہ اس کا دامن پکڑ لوں اور اسے وسیلہ ہدایت بنا کر راز حقیقی حاصل کروں مگر اس کا ظاہری رندانہ خراب حال دیکھ کر خیال آیا کہ اس کو وسیلہ بنانے سے ضرور کسی بدعت کے گڑھے میں گرنا پڑے گا کیونکہ اطاعت پیر فرض ہوتی ہے۔

رو بسوئے قبلہ چوں آریم چوں　　رو سوئے میخانہ و خمار دارد پیر ما

(جب ہم قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں تو ہمارا پیر منہ کو نشے والے میخانہ

کی طرف کر دیتا ہے)

مشہور ہے کہ "مرشد پکڑو چن کر اور پانی پیو پن کر" لہٰذا کسی عالم باعمل اور عارف کامل کو وسیلہ بنانا چاہئے جو بہ نور ہدایت راہ حق دکھائے اور خدا تک پہنچا دے۔ مگر اس درویش ظاہر خراب باطن صاف کا یہ اثر ہو گیا کہ خدا کا خیال آپ کے لوح دل پہ نقش کالحجر ہوا۔ جس کے باعث ذکر اسم ذات اللہ آپ کی زبان حال پر دون الجہر آہستہ آہستہ جاری ہو گیا"

مذکورہ درویش نے حضرت فخرا نخیاءؒ کے جس بیان پر گرفت کی وہ ظاہر و باطن اور قول و فعل کی عدم مطابقت کے ضمن میں نہایت برمحل سرزنش تھی کیونکہ حضرت فخرا نخیاءؒ کا اپنا انفرادی عمل ایسا نہ تھا کہ صرف پنج گانہ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے آپ کو دائم ذاکر حق تعالیٰ تصور کرتے ہوں کیونکہ آپ قائم اللیل اور ہمہ لحظہ قرات قرآن میں گاہے لفظاً" اور گاہے معنوی محویت رکھتے تھے گویا آپ کا انفرادی عمل اصول طریقت کے مطابق تھا لیکن آپ جو بشارت دے رہے تھے وہ حکم شریعت میں ہے۔ یہ حکم شرع مبین ہے کہ پنج گانہ نماز ادا کرنے والا غافل شمار نہ ہو گا لیکن طریقت اس حکم کو عوام کے لئے جائز لیکن خواص کے لئے ممنوع قرار دیتی ہے۔ اس درویش مذکور نے آپ کو بہت اچھی سرزنش کی کہ اگر آپ کا عمل اصول طریقت پر ہے تو قول بھی طریقت کے حکم پر ہونا چاہئے نہ کہ شریعت کے حکم پر۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کو اس درویش کی گفتار سے جو شرمندگی ہوئی اس کا اقتضاء یہی تھا کہ عوام الناس میں وعظ و نصیحت کر کے اپنے قول و فعل میں عدم مطابقت پیدا کرنے سے بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے تاکہ قول و فعل میں تضاد کی کوئی نوعیت پیدا نہ ہو چنانچہ اسی شدت احساس نے قلب کو جاری کر دیا اور آپ جمیع القلب ہو کر یاد حق کرنے لگے اور "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے فرض کی ادائیگی کو تمام سمجھا کہ اگر یہ فرض عوامی سطح پر ادا کیا جائے تو اہل طریقت کی خاک اڑ جاتی ہے۔

نسبت اویسی حضرت فخرا نخیاءؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس نعمت کے ساتھ دنیا میں بھیجا تھا وہ نسبت اویسی تھی اور اس نعمت کی شایان شان پزیرائی، خاموشی، محویت حق، آزادی اور یکسوئی کے بغیر محال ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد پاک ہے کہ "سلامتی تنہائی میں ہے" نسبت اویسی ایک جہان کرب وبلا ہے یہ اس محبت کا عکس ہے جو محبت اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ اس محبت کی شدت اور معارف عارفانہ حد کلام سے وراء ہیں۔ نسبت اویسی سے اصطلاحاً" مراد وہ شفقت و تعلیم و تربیت ہے جو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے کسی پسندیدہ شخص

ف سیرت الفقراء، جلد اول، فخرا نخیاء"، امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری"، صفحہ ۱۷/۱۹

کے لئے انجام دیتے ہیں۔ یہ روحانی تربیت و نگہبانی لاکھوں درویشوں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت فخرا نخیاءؒ سے دین اسلام کی خدمت کے لئے جو کام لینا تھا اس کا لازمی تقاضا یہی تھا کہ آپ یکسوئی و تنہائی اور خاموشی کو اپنائیں اور معارف قرآنی و عبادت کثیر کو نتیجہ خیز بنائیں۔ اس امر حق کے لئے تازیانہ فقر مہمیز ہوا اور آپ نے اپنے آپ کو ثنائے حق اور رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں فنا کر دیا۔ کثرت عبادت کی جمیع القلبی اور کثرت درود شریف کی سعادت سے اپنے قوائے روحانی و ذہنی کو گلہائے نوخیز کی طرح گلستان زیست کی زینت بنا دیا۔ دست درکار دل بہ یار" کے مصداق آپ کو ایسی محویت حاصل ہو گئی کہ گویا سارے بوجھ اتر گئے۔ آپ کی ولادت ہی بار عشق رسولؐ اٹھانے کے لئے ہوئی تھی اور آپ کا اسم گرامی احمدؐ یار اس امر کا ازلی مقتضی تھا کہ آپ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عشق میں پروانہ وار حضرت اویس قرنیؓ کی طرح بے چین اور مضطرب ہو جائیں۔

دیدارِ رسولؐ بعالم خواب وجدان بالقرآن، ترک قول و نصیحت، مطابقت ظاہر و باطن

کثرت درود شریف اور قائم اللیل و صائم الدہر شب و روز کی تاثیروں نے ایسا ہجوم کیا کہ سعادت ازلی نے بیتابی عشق رسولؐ کے لئے حضرت فخرا نخیاءؒ کے قلب اقدس کو ناوک راز ذات حق سے بسمل کر دیا۔ ایک شب سعادت فشاں میں حضرت فخرا نخیاءؒ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مسجد کا محراب بنا رہے ہیں کہ اسی اثناء میں نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد میں جلوہ افروز ہوئے اور حضرت سخی احمد یارؒ کو بغلگیر فرمایا۔ جب حضرت فخرا نخیاءؒ اس خواب حق تمثال سے بیدار ہوئے تو مثال اویسؓ و ابوذرؓ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ مسرت و اضطراب کے آہنگ عجائب نے دل و جان ہاتھ سے دے دیئے۔ حضورؐ کے چہرہ پر نور کے سواء دنیا و مافیہا بے معنی و لا حاصل نظر آنے لگے۔ کوہسار قلب سے طلب دیدار کسی آتش فشاں کی طرح نمودار ہوئی اور دنیا و عقبیٰ پر محیط ہو گئی اور حضور کی محبت و شفقت و عنایت کا بحر مواج محیط زندگی ہو گیا۔ یہ امر الٰہی تھا کہ اس خواب سے تشفی عاشق ہونے کی بجائے ہستی کے سارے عناصر محو ہو گئے اور کرب و بلائے عشق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار بعالم بیداری کے علاوہ ہر نعمت سے منہ موڑ لیا۔

اس عاشق جاں رفتہ کی بے چینی اور فرط الم کا کیا بیان ہو کہ جو دیدار بعالم خواب ہی سے مثال خلیلؑ آگ کے دریاؤں میں پیراک برق رفتار بن کر ڈوب گیا۔ "عشق وہ آگ ہے جو اللہ کے سواء ہر چیز کو جلا دیتی ہے" حضورؐ اللہ کی ذات کے مظہراتم جب اس قدر شفقت فرما گئے تو عاشق خود رفتہ دل و جاں سے گزر گیا۔ آپ نے درود شریف کی کثرت کو اپنایا اور کسی پیر طریقت حقیقت مزاج کی جستجو دل میں پیدا ہوئی جو اس نور علیٰ نور کے دیدار کو بیداری میں حاصل کرنے کی طرف رہنمائی کرے۔ عموماً لوگ حضورؐ کی زیارت بعالم خواب کے مقصد کے تحت کسی پیر طریقت سے بیعت

کرتے ہیں لیکن یہاں معاملہ برنگ دگر تھا دیدار رسولؐ بعالم خواب ہو چکا لیکن تقاضائے عشق دیدار عالم بیداری میں طلب صادق بن گیا تھا۔

حضرت فخرا نخیاءؒ کو کسی ایسے پیر کامل کی تلاش ہوئی جو بعالم بیداری دیدار رسولؐ کے امکانات کا اقرار کرے اور رہنمائی کرتے ہوئے اس جمال والضحیٰؐ سے بالمشافہ ملاقات کرا دے چنانچہ آپ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ نوریہ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ (بیرون دروازہ کھیالی گوجرانوالہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجراء زیارت با جمال رسول اللہؐ اور اپنی طلب دیدار عالم بیداری کا اظہار کیا۔ حضرت مولانا نور احمد اور حضرت فخرا نخیاء کی باہمی گفتگو کی روداد متحقق طور پر "سیرت الفقرا" کے مصنف اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"حضرت مولانا نے فرمایا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم خواب میں دیدار ہونا بالکل صحیح ہے کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے۔ من رانی فی المنام فقد رای الحق لان الشیطان لا تمثل بی (جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا یقیناً" اس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا) حضرت فخرا نخیاءؒ نے دریافت کیا "کیا یہ عنایت پھر بھی ہو سکتی ہے" حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا "ہاں انشاء اللہ اگر درود شریف پر مداومت کی جائے" پھر آپ نے پوچھا "کیا کوئی اس ماہ عالمتابؐ کو حالت بیداری میں بھی دیکھ سکتا ہے؟" حضرت مولاناؒ نے فرمایا "ہاں عاشقوں کے لئے ممکن ہے کیونکہ حق تعالیٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہمیشہ تک ایسا ہی رکھے گا۔ جیسا کہ زندگی میں' ارشاد ربانی ہے۔ ان اللہ حرم علی الارض جسد الانبیاء (بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے مٹی پر انبیا علیہم اسلام کے جسموں کو کھانا) اور یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اعمال پر بنور نبوت شاہد ہیں اور اعمال امت بروز جمعہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں" جب آپ نے یہ سنا تو عشق دہ چند ہو کر دامن گیر ہوا۔ دست بستہ عرض کی کہ "وہ نور جاں کس طرح مل سکتا ہے؟" حضرت مولاناؒ نے فرمایا "اگر تم عاشق ہو تو انشاء اللہ مل جائے گا۔" پوچھا "عاشق کس طرح ہوتے ہیں؟" فرمایا "مشہور ہے عاشقاں را۔

عجبا للمحب کیف ینام کل نوم علی المحب حرام

(دوست الٰہی کس طرح خوابناک ہو سکتے ہیں عجب بات ہے بہر حال
خواب عاشق پر حرام ہے)
عاشقان الٰہی قائم اللیل و اصائم الدہر ہوتے ہیں اگر ہو سکتا ہے تو آؤ
بسم اللہ اور دیکھو"

حضرت فخرا نخیاءؒ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو گئے۔ حضرت مولانا نے درود شریف پڑھنے اور ذکر اسم ذات اللہ کی تائید فرمائی جو پہلے ہی قلب سے جاری تھا۔ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ نے آپ کو ریاضت شاقہ اور اعمال صالحہ کی تلقین فرمائی اور اس پر مداومت کی نصیحت کی چنانچہ حضرت فخرا نخیاءؒ نے اپنی ریاضت و مشقت کو دہ چند کر دیا اور ہمہ وقت محو ذکر الٰہی رہنے لگے باوجود اس کے کہ آپ رزق حلال بہ قوت بازو کماتے رہے اور اس کے لئے سخت محنت بھی کرتے رہے لیکن غلبہ عشق اس قدر ہوا کہ کثرت اذکار نے بھوک کو ختم کر دیا اور پیاس کے احساس کو نابود کر دیا' نہ نیند نہ آرام نہ راحت بلکہ آپ شب و روز عشق حق کی آگ کے سمندروں میں تیرنے لگے۔

طورِ عشقِ مصطفیٰؐ کے نور فخرِ انخیاءؒ
ہو گئے درگاہ میں منظور فخرِ انخیاءؒ
خواہ مٹ جائے حیات انوارِ اسمِ ذات سے
کیسے رہتے ذکرِ حق سے دور فخرِ انخیاءؒ
ذکرِ اسمِ ذات آخر عشقِ صادق کا طعام
نورِ اسمِ ذات سے مسرور فخرِ انخیاءؒ
کھل گیا ملکوت و جبروت انتہائے ذکر سے
نصرتِ حق سے ہوئے منصور فخرِ انخیاءؒ
کُندن ان کے رتبہ دیدارِ حق کو دیکھنا
ہے تجلیٰ نورِ احمدؒ طور فخرِ انخیاءؒ

مجاہداتِ عاشقِ رسولؐ

فخر انبیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ نے عشق رسولؐ کی حدت میں دیدار رسولؐ بعالم بیداری کے لئے جیسے سخت اور کٹھن مجاہدے کئے اور جس طرح آپ کے پیر طریقت نے مجاہدوں پر مجاہدے بڑھائے اس کا تصور ہی عقل و دانش کو ورطہ حیرت میں غرق کرنے کے لئے کافی ہے۔ چونکہ اولیاء اللہ کے مجاہدے دراصل ان کی کرامات میں شامل ہوتے ہیں اور ان پر بشری و خاکی اثر نہیں ہوتا اس لئے صرف اہل تصوف ہی اولیاء اللہ کے کٹھن مجاہدوں اور آزمائشوں کے نکتہ داں ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے مجاہدے خواہ کیسے ہی کٹھن کیوں نہ ہوں وہ کسی نہ کسی طرح نیابت سیدنا غوث الاعظمؓ اور سیرت رسولؐ سے حمایت و تائید حاصل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے کسی بزرگ کا قول زریں نقل کیا ہے کہ "اہل معرفت کو کسی بات پر تعجب نہیں ہوتا" سب سے زیادہ مخزن العجائب حق تعالیٰ کی ذات و صفات ہیں جب اہل معرفت کے لئے حجاب اوصاف الٰہی ثابت نہیں تو اور کسی معاملے میں تعجب انہیں نہیں ہوتا۔ تعجب و عجب کا سرچشمہ جہالت و حجاب ہے اور یہ صفات حیوانیت میں سے ہیں چنانچہ جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام اعلیٰ و ارفع سے حجاب میں رہے ہیں وہ حضورؐ کے کھانے پینے سونے جاگنے، جہاد وانصاف، نماز و دعا اور دیگر عبادات کو اپنے حال پر قیاس کرتے ہیں اور جس بات سے عاجز ہوتے ہیں اس صفت کا حضورؐ کی ذات میں ہونے کی جانب سے منکر ہو جاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ

حضور علیہ الصلواۃ والسلام تو سید الانبیاء والمرسلین اور اول و آخر فرستادہ حق ہیں۔ آپ کا تو "سہو" بھی ہو تو اس کا مقام حضرت صدیق اکبرؓ جیسے ہی سمجھ سکتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورؐ سے اظہار عجز کرتے ہوئے عرض کیا کہ "یا رسولؐ اللہ اے کاش میں آپ کا سہو ہوتا"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان ارفع و اعلیٰ تصوف اسلامیہ میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے لیکن غور کیا جائے کہ مقام مصطفیٰؐ کی عظمت کا کیا عالم ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنے آپ کو حضورؐ کی کسی نیکی یا عمل خیر سے نسبت دینے کی جرات نہیں کرتے یہاں تک کہ آپؐ کے سہو ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتے بلکہ صرف خواہش کا اظہار کرتے ہیں "اے کاش میں آپؐ کا سہو ہوتا" اس میں یہ بھی عارفانہ نکتہ ہے کہ نبی کا "سہو" درحقیقت سہو ہوتا ہی نہیں بلکہ ایک اجتہادی عمل ہوتا ہے جس کا مقصد امت کو راہ راست اور طریق کفارہ یعنی اپائے تعلیم کرنا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کے "سہو" کی شان اس قدر اعلیٰ ہے کہ قیاس و گمان کی حدود سے باہر ہے صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم دائما"۔ مقام مصطفیٰؐ کے محرم راز اصحاب رسولؐ اور اولیاء اللہ ہی ہیں۔ جن کی عقل و دانش پر بشری آلائشوں کا کوئی اثر نہیں اور جب تک آلائش و حجاب بشری سد راہ ہیں تو مقام ختم نبوت سمجھنا تو دور کی بات ہے مقام مرد مومن کی تفہیم بھی از حد ناقص رہے گی۔

جب پیر طریقت کے ارشاد اور نسبت اویسی کے ارتقاء سے حضرت فخرا غنیاءؒ کے لئے ذکر الٰہی ہی بمنزلہ غذا ہو گیا اور وہ کھانے پینے سے گزر گئے تو جو دو وقت کی روٹی اہل محنت کو ملتی تھی آپ کو بھی ملتی تھی، آپ نہایت تن دہی سے تعمیرات محلات میں مگن تھے اور ذکر الٰہی جاری و ساری تھا چنانچہ آپ وہ روٹی امام مسجد کو بھجوا دیتے تھے۔ انہی دنوں امام مسجد نے مسجد میں خطبہ دیا اور کہا کہ "سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گاہے گاہے نہ کھاتے حتیٰ کہ ایک دفعہ آپ نے پندرہ روز متواتر کچھ نہ کھایا اور شدت فاقہ کے باعث شکم پر پتھر باندھا اور ایسی بیتابی کی حالت میں حلال روزی بہ قوت بازو حاصل کر کے کھائی" حضور علیہ الصلواۃ والسلام نور علیٰ نور پر بھوک کی وجہ سے بے قراری کا اطلاق کرنا سوئے ادب ہے۔ حضورؐ اللہ کا راز ہیں۔ حضرت فخرا غنیاءؒ نے مولوی صاحب کا یہ بیان سنا تو غیرت عشق رسولؐ نے بے چین کر دیا کہ حضور کے غلام تو نور ذکر الٰہی سے ایسی حیوانیت کا شکار نہ ہوں اور سید الانبیاء و المرسلینؐ پر ایسا الزام لگایا جائے؟ ہر چند کہ حضرت فخرا غنیاءؒ اپنا حال اخفاء ظاہر کرنا نہ چاہتے تھے لیکن حضورؐ کی شان میں گستاخی خواہ جہالت و لاعلمی کے باعث ہو، آپ کو گوارا نہ ہوئی۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور امام مسجد سے فرمایا۔ "مولوی صاحب! اس معاملہ میں آپ کیوں حیران ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس روز روزہ رکھا اور ہرگز بیتاب نہ ہوئے بلکہ اکثر اولیاء اللہ نے بھی چالیس روز بلکہ زائد عرصہ تک کے لئے روزہ رکھا جیسا کہ نصاریٰ کے مقابلہ اور بحث میں حضرت ابوالحسن نوریؒ نے ساٹھ روز تک نہیں

کھایا اور بھوک پیاس کا احساس تک نہ تھا۔ اس کے علاوہ اکثر فقراء چلہ کشی کرتے رہے بلکہ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو مدت تک مادی غذا نہیں کھاتے اور ذکر الہٰی پر ان کا مدار ہوتا ہے اور اس کی حقیقت تک عقل کی رسائی نہیں۔ اس لئے ایسا مضمون چھوڑ دیں جو سامعین کی سمجھ سے ماوراء ہے"

حضرت فخرا نخیاءؒ کے سمجھانے کے باوجود مولوی صاحب زور و شور سے اپنی بات کے حق میں دلائل دیتے رہے اور حضورؐ کی شان بشری کو عام لوگوں کی جبلت پر قیاس کرنے میں حد درجہ بیباک ہو گئے اس کے جواب میں حضرت فخرا نخیاءؒ نے ارشاد فرمایا۔ "حضرت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھوک سے بیتاب ہونے کا امر محال ہے کیونکہ حضور پرنورؐ کا ارشاد ہے کہ۔ان ربی یرزقنی ولیسقینی (بیشک میرا رب مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے) پھر وہ بھوک سے کس طرح بیتاب ہو سکتے ہیں؟" چونکہ مولوی حضرات اکثر ظاہر پرست ہوتے ہیں اور عوام الناس میں اپنی شہرت و ہتک ان کا دین و ایمان ہوتا ہے اس لئے حضرت فخرا نخیاءؒ کے دلائل سننے کے باوجود مولوی صاحب اپنی ہٹ دھرمی پر براجمان رہے بلکہ سخت برہمی سے کہنے لگے کہ "ہم نے تو کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو متواتر دس روز تک نہ کھائے۔ رمضان کا مہینہ بھی بہ مشکل گزرتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں، بھلا ایک ہی بتائیں کہ ہم بھی دیکھیں ورنہ آپ کا دعویٰ بلا دلیل ہے"

حضرت فخرا نخیاءؒ کا اصل مقصد مولوی صاحب سے مباحثہ کرنا نہیں تھا' آپ صرف یہ چاہتے تھے کہ مولوی صاحب ایسی کسی بات پر اصرار نہ کریں جس میں توہین رسالتؐ کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے در اصل جس معاملے کو سیرت رسولؐ کے حوالے سے واضح کیا۔ وہ پیٹ پر پتھر باندھنے کی حجت ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے غزوہ خندق کے موقع پر دو پتھر اپنے شکم اقدس پر باندھے جو کہ محض تالیف قلوب اصحابؓ کے لئے تھا۔ ظاہر پرست یہی کہے گا کہ معاذ اللہ حضورؐ کو بھوک کی شدت دیگر اصحابؓ کے مقابلے میں دو چند تھی ورنہ ایک ہی پتھر باندھتے۔ حقیقت یہ تھی کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے ایک پتھر تالیف اصحابؓ کے لئے باندھا اور ایک پتھر تمام امت رسولؐ کی طرف سے باندھا تھا تاکہ اس جہاد میں امت کے لئے بھی قیامت تک اجر لکھا جائے جیسا کہ حضورؐ کی سنت کریمہ تھی کہ آپ جب قربانی کے لئے جانور ذبح کرتے تھے تو ایک کی بجائے دو جانور ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے "ایک میری طرف سے اور دوسرا میری غریب امت کی طرف سے جو قربانی نہیں دے سکتے" ظاہر پرستوں نے حضورؐ کے شکم اقدس پر دو پتھر بندھے ملاحظہ کر لئے لیکن یہ نہ دیکھا کہ آپ دو پتھر باندھے ہوئے تھے اور خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان نکل آئی تھی۔ تقریباً" ہر سیرت رسولؐ میں یہ واقعہ درج ہے کہ کس طرح حضورؐ کی ضرب سے وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔ "محمد رسول اللہؐ" کے مصنف لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کی ایک جماعت اپنے معین کردہ رقبہ میں خندق کھود رہی تھی سلمان فارسیؓ بھی اس کے ساتھ تھے کہ یکایک زمین سے ایک سفید پتھر کی سخت چٹان برآمد ہوئی جس نے وہاں کام کرنے والوں کی کدالیں توڑ ڈالیں مگر پتھر نہ ٹوٹا۔ اس سے کھودنے والے بہت مشقت میں مبتلا ہو گئے۔ ساتھیوں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا کہ "آپ جا کر آنحضرتؐ کو اس چٹان کے نکلنے کی خبر دے دیجئے۔ پھر یا تو ہم اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری قریبی جگہ کھدائی شروع کر دیں یا پھر آنحضرتؐ اس بارے میں ہمیں کوئی ہدایت دیں کیونکہ ہم از خود آپ کے بتائے ہوئے نشان سے متجاوز نہیں ہونا چاہتے" چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ اس وقت ترکی جبہ پہنے ہوئے تھے اور عرض کیا "یا رسولؐ اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ خندق کی کھدائی میں ایک سخت سفید چٹان نکل آئی ہے جس نے ہمارے لوہے کے اوزار بھی توڑ ڈالے اور ہمیں بڑی مشقت میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ پوری کوشش کے باوجود ہم اس جگہ کم یا زیادہ کچھ بھی کھدائی نہیں کر سکے۔ پس آپ حکم فرمائیں کہ ہم کیا کریں کیونکہ ہم از خود آپ کے نشان زدہ خط سے تجاوز کرنا نہیں چاہتے۔" اس پر آنحضرتؐ حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ جا کر خود خندق میں اترے اور حضرت سلمانؓ سے کدال لے کر بسم اللہ کہہ کر ایک مار ماری تو اس چٹان کے تہائی پتھر ٹوٹ کر ادھر ادھر بکھر گئے اور اس میں سے ایک تیز روشنی چمکی جس نے مدینہ کے دونوں حصوں کو روشن کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا "اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں' واللہ! میں ابھی یہیں کھڑے ہوئے شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں"۔ پھر آپؐ نے دوسری مار ماری تو دو تہائی پتھر توڑ دیا۔ اور اس مرتبہ بھی فارس کی سمت ایک روشنی چمکی جس نے مدینہ کے منطقوں کو روشن کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا "اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ واللہ! میں ابھی یہیں سے مدائن کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں پس اے مسلمانو! فتح و نصرت کی خوشخبری سن لو۔" مسلمان یہ مژدہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ پھر آپ نے بسم اللہ کہہ کر

تیسری مار ماری تو باقی چٹان کو بھی کاٹ کر رکھ دیا اس مرتبہ پتھر سے
یمن کی سمت روشنی چمکی جس نے مدینہ کے اطراف کو منور کر دیا اور
یوں معلوم ہوا گویا اندھیری شب میں چراغ روشن ہو گیا ہے۔ پس
آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا "مجھے یمن کی کنجیاں بھی عطا فرما دی گئی
ہیں۔ واللہ! میں ابھی اسی جگہ سے شہر صنعاء (دارالسلطنت یمن) کے
دروازے دیکھ رہا ہوں۔[1]"

سبحان اللہ! ظاہر پرستوں نے حضورؐ کی شان بشری دیکھ لی لیکن شان حقیقی کے عرفان سے محجوب کئے گئے یہی معاملہ مذکورہ مولوی صاحب کا ہوا کہ وہ بار بار حضورؒ پر اضطراب جوع کا اطلاق کئے جا رہے تھے۔ ہر چند کہ حضرت فخرا نخیاءؒ اپنے حال کا اخفاء چاہتے تھے لیکن شان رسولؐ اللہ کے سامنے اخفائے حال کی نعمت پر اترانا صاحب نسبت اویسی سے ممکن نہ تھا اور دوسری طرف مولوی صاحب مسجد کے سامعین کو اپنی حمایت میں بولنے پر متواتر آمادہ کرتے رہے یہاں تک کہ سامعین مسجد نے بھی مولوی صاحب کا ساتھ دیا اور طالب دلیل ہوئے اور کہا کہ بتایئے ایسا کون شخص ہو سکتا ہے کسی کا ہی نام بتایئے۔

صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ۔

"حاضرین مجلس جمعہ بھی اس بات پر اصرار کرنے لگے اور امام
صاحب کے ہم نوا ہوئے۔ ناچار آپؒ نے فرمایا "کس کا نام بتاؤں اور
کس کے پاس لے جاؤں؟ مجھے ہی دیکھ لو" اور واعظ کی طرف متوجہ
ہو کر پوچھا "آپ نے کتنی مدت مجھ سے روٹی لی ہے؟" امام صاحب
نے جواب دیا "تقریباً" چھ ماہ" آپ نے پوچھا "دونوں وقت یا ایک
وقت، روکھی یا یا بمع سالن؟" امام صاحب نے کہا "دونوں وقت سالن
سمیت" پھر آپ نے سوال کیا "دو دو روٹیاں یا ایک ایک؟" امام
صاحب نے کہا "دو دو" تب آپؒ نے کہا بس اتنا ہی کافی ہے" اس نے
کہا "یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا "دیکھو میں ایک
خاکسار بندہ ہوں۔ نہ نبی ہوں نہ ولی ہوں بلکہ خاکپائے اولیائے امت
ہوں۔

آرزو دارم کہ خاک آں قدم
تو بتائے چشم سازم دمبدم

---

[1] "محمد رسول اللہ"، شیخ محمد رضا، جامعہ فواد قاہرہ، ترجمہ، مولوی محمد عادل قدسی، صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸، تاج کمپنی لاہور

(میری یہ آرزو ہے کہ اس قدم کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ ہر لحظہ بناؤں)
دیگر فرمایا "چھ ماہ گزر گئے ہیں کہ میں نے بہ برکت آں جان جہان و نور جہان صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کھایا اور کام بھی بلا ناغہ کرتا رہا ہوں اور آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بجائے نان گندم خون جگر و جانؒ کھا رہا ہوں اور زندگی بسر کرتا ہوں۔ اگر اعتبار نہ ہو تو میرے کاریگر ساتھیوں سے دریافت کر لو کہ کسی نے اس عرصہ میں مجھ کو کچھ کھاتے ہوئے دیکھا ہے یا نہیں ورنہ بفضل الٰہی اب بھی مجھے آزما سکتے ہو اور میں ہرگز اس امر کو تسلیم نہیں کرتا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم بھوک سے بیتاب ہوئے ہیں"[1]

مولوی صاحب یہ دلیل سن کر سخت شرمندہ ہوئے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے بارے میں اپنی جہالت پر توبہ استغفار کیا۔ اسی اثناء میں کسی شخص نے یہ سارا واقعہ سردار حکماں سنگھ کو سنایا۔ وہ یہ واقعہ سنتے ہی تھر تھر کانپنے لگا اور فی الفور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنی تلوار آپ کے قدموں میں رکھ کر عرض کیا کہ "حضور! اصل حال سے میں بے خبر تھا آج سن لیا ہے کہ آپ نے چھ ماہ سے کچھ نہیں کھایا۔ میں آپ جیسے مرد کامل سے خدمت کروانا نہیں چاہتا اور اپنی لاعلمی کے باعث گذشتہ خدمات پر معافی کا خواستگار ہوں۔ اگر آپ مجھ پر احسان فرمائیں تو اپنی اجرت روزانہ لیتے رہیں مگر کام کی ضرورت نہیں اور بسرو چشم میرے پاس رہیں" حضرت فخر اخیاءؒ نے جب یہ عالم دیکھا تو ارشا فرمایا "میرا دل بھی اب اس کام کو نہیں چاہتا" آپ نے سردار حکماں سنگھ کی بلا مزدوری اجرت کی نذر قبول نہ کی اور محلات سے واپس آ گئے۔

ابھی آپ کو بیعت ہوئے صرف چھ ماہ گزرے تھے کہ یہ عالم ہوا کہ قوائے بشری بمنزلہ قوائے ملا ئکہ ہو چکے تھے۔ حضرت فخر اخیاءؒ سردار حکماں سنگھ کے محلات سے سیدھے خانقاہ قادریہ نوریہ آئے اور پیر طریقت حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ انہوں نے فرمایا "مرضی مولا از ہمہ اولی جو کچھ خدا کو منظور تھا ہو گیا۔" حضرت فخر اخیاءؒ نے عرض کیا "میری جان اس قفس عنصری میں تنگ ہے اور دل اس نور علی نور کے دیدار کا طالب ہے خدا کرے کہ کسی طرح وہ دولت دیدار نصیب ہو۔" حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ "اب تو کار سے بیکار ہو چکی ہے اس میں کوئی خاص حکمت اور مصلحت ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ جو کچھ میں نے آپ کو تلقین کیا ہوا ہے رات پانی میں کھڑے ہو کر پڑھا کریں۔"

---

[1] سیرت الفقراء، جلد اول، فخر اخیاءؒ، امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادریؒ، صفحہ ۲۲ / ۲۳، الکریم اکادمی گوجرانوالہ

جھیل "دھم" میں ڈھائی سال حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ نے حضرت فخر انخیاءؒ کو پانی میں کھڑے ہو کر پڑھنے کے لئے جو اوراد تلقین کئے اس کی تفصیل یوں ہے۔

چالیس بار قصیدہ بردہ شریف، پچیس بار سورۃ یاسین بمع موکلاں، اکیس بار سورۃ مزمل، درود مستغاث، درود خضری، قصیدہ مضریہ، قصیدہ غوثیہ، اور ادعیہ مغنی وغیرہ۔ یہ اوراد شب و روز میں ختم کرنا لازم تھے۔ حضرت فخر انخیاءؒ نے عزم صمیم کے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل کے لئے موضع مان کی مشرقی جھیل "دھم" جو بیابان میں واقع تھی کو منتخب کیا اور اللہ کا نام لے کر جھیل میں اتر گئے۔ جوع و نوم تو پہلے ختم ہو چکے تھے چنانچہ آپ بلا تفریق سردی و گرمی و برسات و بہار پیر طریقت کا حکم بجا لاتے رہے اور نہایت پابندی کے ساتھ اوراد پڑھتے رہے اور نہاں خانہ قلب میں تصور اسم ذات اللہ کو قائم کئے رکھا۔ یہ انتہائی سخت ریاضت تھی۔ آپ مسلسل ڈھائی سال تک یہ ریاضت شاقہ کرتے رہے۔ ترک وجود نے ریاضت کی سختی کو گوارا کیا کیونکہ ترک وجود ہی سے تسخیرِ وجود ہے اور جب تک وجود تسخیر نہ ہو جائے اور نفس ریاضت کی اذیت محسوس کرتا رہے مجاہدہ طویل ہوتا جاتا ہے۔ ترک وجود کی نعمت برہانی سے ڈھائی سال گزر جانے پر بھی نعمت دیدار رسولؐ حاصل نہ ہوئی اور چشمان عشق اویسؒ جمال مصطفائیؐ سے محرومی کے باعث خون کے آنسو گرانے لگیں مدت متعینہ گزرنے کے بعد ہر چند کہ آپ نے عالم جبروت میں حرکت پیدا کر دی لیکن عالم جبروت کو زیرپا لانا آپ کی منزل نہ تھا چنانچہ آپ نے پیر طریقت کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام احوال کہہ سنایا۔

ریاضتِ نقش حضرت مولانا نور احمدؒ حضرت فخر انخیاءؒ کی ریاضت اور ارتقاع مقام سے مسرور ہوئے۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ کسی مجاہدے کی سختی سے یہ عاشق رسولؐ دیدار رسولؐ بعالم بیداری کے ارادہ سے منہ پھیرنے والا نہیں ہے لیکن ابھی عشق کے امتحان اور بھی تھے۔ حضرت مولانا نور احمدؒ نے ایک اور ریاضت کی طرف دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "میں تمہیں ایک نقش تعویذ دیتا ہوں اگر تم جامن کی لکڑی کے قلم سے سوا لاکھ مرتبہ لکھو تو انشاء اللہ نعمت دیدار حاصل ہو" حضرت فخر انخیاءؒ نے پیر طریقت کی تلقین کو تسلیم کیا اور نقش لے کر رخصت ہو گئے۔ گھر کو جاتے ہوئے کسی باغ سے جامن کے درخت کی ایک موٹی شاخ بہ اجازت باغبان حاصل کی اور اس نقش کو لکڑی پر مہر کی طرح معکوس کرید لیا اور ایک برتن میں سیاہی ڈال کر تعویذ کاغذ پر چھاپنے شروع کر دیئے۔ حضرت فخر انخیاءؒ نے اس حکم کی تعمیل صرف ایک ہفتے ہی میں کر دکھائی لیکن نعمت دیدار حاصل نہ ہوئی۔ خروش شدت عشق نے روح کو بدن میں متحیر و بے قرار کر دیا اور بتقاضائے انسانی غم واندوہ دل پر حملہ آور ہو گیا اور تسکین خاطر معدوم ہو گئی۔

آزمائشِ ارادت حضرت نور احمد صاحبؒ بہ نفس نفیس ہی تشریف لائے اور حضرت

فخرا خیاءؒ کا احوال دریافت کیا۔ حضرت فخرا خیاءؒ نے سوا لاکھ نقش تعویذ حاضر خدمت کر دیئے اور عرض کیا "نعمت دیدار کہاں؟" حضرت مولانا نور احمدؒ سوا لاکھ نقوش تعویذ دیکھ کر مسرور ہوئے اور ہمت عاشق صادق کو سراہا اور فرمایا کہ "شیخ سعدیؒ" کے حسب حال ۔

تمتع ز ہر گوشہ یافتم   ز ہر خرمنے خوشہ یافتم

(میں نے ہر گوشہ سے فائدہ اٹھایا اور ہر کھلیان سے خوشہ چینی کی)

اس کے ساتھ ہی ساتھ حضرت مولانا نور احمدؒ نے بظاہر شکستہ حال ہوتے ہوئے آزمائش پختگی ارادت میں گرفتار کیا یہ آزمائش بھی کسی کٹھن مجاہدے سے کم نہ تھی لیکن حضرت فخرا خیاءؒ اس میں بھی کامیاب ہوئے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ نے آزمائش ارادت کے طور پر نہایت دھیمے لہجے سے فرمایا "تم کو کسی اور درویش سے بھی گفتگو اور استدعائے حاجت کرنی چاہئے ممکن ہے کہ خداوند کریم کسی مرد کی دعا اور برکت سے کام آسان کر دے" حضرت فخرا خیاءؒ نے اس آزمائش پر جو جواب عرض کیا وہ صحیفہ ارادت میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا "خوشہ چینی بیوہ عورتوں کا کام ہے۔ خصم والیاں کب ایسا کام کرتی ہیں؟" حضرت مولانا نور احمدؒ نے اپنی رائے جو بظاہر آزمائش ارادت تھی، پر مزید اصرار کرتے ہوئے فرمایا "میں نے سمجھا تھا کہ تم میری جھاڑی کا شکار ہو چکے ہو لیکن اب معلوم ہوا کہ تم میرے شکار نہیں ہو۔ تمہیں اجازت ہے کہ کسی اور درویش کامل کی صحبت اختیار کر کے اپنا گوہر مراد حاصل کرو" حضرت فخرا خیاءؒ نے جب یہ سنا تو آنکھیں سرخ آنسوؤں سے بھر آئیں آپ نے چشمان پر نم سے عرض کیا "حضور! آپ جیسا مرد فاضل و کامل میری نظر میں کوئی نہیں۔ میں نے اپنی قسمت لینی ہے میری بد قسمتی کے باعث مقصود حاصل نہیں ہوا۔

قل لن یصیبنا الا ماکتب اللہ لنا

(فرما دیجئے ہمیں نہیں پہنچ سکتا مگر وہ جو ہمارے اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے)

ورنہ آپ کے کمال میں تو کوئی شک نہیں۔ آپ مجھے اپنی خدمت سے جدا نہ فرمائیں اور آئندہ میں کوئی شکایت آپ کی خدمت میں ہرگز نہ کروں گا۔ آپ میرے حق میں دعائے خیر فرماتے رہیں اور اس عاجز کو فراموش نہ فرمائیں۔ آپ کی دعا و برکت سے خداوند کریم میری مراد بر لائے گا" حضرت فخرا خیاءؒ کا یہ جواب سن کر حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ تشریف لے گئے۔

جھیل "دھم" میں ریاضت دگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے کوشش کرتا ہے" زندہ ضمیر لوگ اپنی تقدیر کو اپنی جدوجہد کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور مردہ دل لوگ تن بہ تقدیر ہو رہتے ہیں باوجود اس کے کہ بظاہر حضرت مولانا نور احمدؒ عاشق رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر رخصت ہوئے کہ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اہل عشق کو جلد یا بدیر تنہا ہی

کوشاں ہونا پڑتا ہے۔ حضرت فخرا نحیاءؒ کے عشق اویسی نے شکست تسلیم نہ کی اور بار دگر جھیل "دھم" میں اتر گئے اور اوراد و وظائف پہلے کی طرح دوبارہ پڑھتے رہے۔ آپ کا سر پانی سے باہر اور باقی سارا جسم پانی میں ڈوبا رہتا تھا یہاں تک کہ چالیس دن رات تک وہاں ایستادہ رہے۔ جو شخص اس بیاباں سے گزرتا دیکھ کر حیران ہوتا رفتہ رفتہ لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ بدفطرت اور بدبخت لوگوں نے آپ پر طعن کئے اور جو کم ہمت اور نابینائے عقل و ایمان تھے اور فضیلت فقر کے منکر تھے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ دن کو دکھاوے کے لئے پانی میں کھڑا ہو جاتا ہے اور رات کو باہر نکل کر کھاتا پیتا ہے۔" جھیل "دھم" میں ریاضت دگر کے دوران آپ کو حضرت غوث الاعظم ؒ کی زیارت اقدس انعام ہوئی حالانکہ اس وقت لوگ ملامت کر رہے تھے۔ حضرت مُلّا شاہ بدخشانیؒ کیا خوب فرماتے ہیں۔

عارف مداں اگر ز ملامت سلامت است ۔۔۔ یعنی علامتِ رہِ عرفاں ملامت است
عارف رہی کہ جانبِ وحدت اساند و ماند ۔۔۔ زآں جاگزر نکرد کہ جائے اقامت است
مشکل برآں کسی کہ ز ہستی گزر نکرد ۔۔۔ خود نیست را چہ ہیبتِ روزِ قیامت است
امروز کار دل چو شد کار شد تمام ۔۔۔ امروز اگر شد' ہمہ فردا ندامت است
چنگ ارادتی کہ بہ دامانِ مرد نیست ۔۔۔ دوری ز وصل از اثر آن شامت است
راہِ طلب بہ صبر بسر میر و دمہ ۔۔۔ ایں دانہ را ثمر شدن از استقامت است
رفتن بروئے آب و ہوا ہیچ نیست شاہ ۔۔۔ از خود خلاص یافتن ایں جا کرامت است

مفہوم: اگر عارف کو ملامت ہے تو سلامت رہے گا۔ راہ عرفاں میں ملامت علامت معرفت ہے۔ عارف جانب وحدت رسائی حاصل کرتا ہے جو اس راہ عرفاں کا مسافر نہ ہو وہ جامد ہے۔ جو ہستی سے نہیں گزرتا اسی کے لئے مشکلات ہیں۔ جو ترک وجود سے خود کو نیست کرے اس کے سامنے روز قیامت کی ہیبت بھی کیا چیز ہے؟ جس نے آج کا کام آج کر لیا ہے وہی فراغت کی خوشی حاصل کرے گا۔ جس نے آج اپنا کام نہیں کیا اس کے لئے روز فردا محض ندامت ہے۔ اہل ارادت نفسانی ارادوں سے گزر جاتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وصل سے دوری شامت کا اثر ہے یعنی قابل نفرت ہے راہ طلب میں رہنما صرف اہل صبر و تمکین ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ دانہ زمین میں استقامت پکڑتا ہے تو شجر ثمربار بن جاتا ہے۔ اے شاہ' نیست ہو کر آب و ہوائے نفسانی سے گزر جا۔ یہاں وہی صاحب کرامت ہے جس نے اپنے وجود سے رہائی حاصل کی ہے۔

جب اہل حسد نے حضرت فخرا نحیاءؒ پر انتہا درجہ ملامت کے تیر چلائے تو کچھ لوگ رات کو گھات لگانے کے لئے بھی چھپ کر دیکھتے رہتے کہ جب آپ باہر نکلیں گے تو دیکھیں گے لیکن یہ لوگ یہ نہ جانتے تھے کہ یہ مرد حق لوگوں میں درویش مشہور ہونے کے لئے یہ سب کچھ نہیں کر رہا۔ اس

درویش حق کی نگاہ میں لوگوں کی مدحت و ملامت تو کجا خود لوگوں کا وجود اور دنیا کی حقیقت ہی کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

جب مشاہدہ بسیار سے لوگوں کی غلط فہمی دور ہوئی تو کچھ لوگ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کے پاس خانقاہ قادریہ نوریہ میں حاضر ہوئے اور التجا کی کہ "جناب! آپ کے مرید سے ایسی کونسی خطا ہو گئی ہے کہ آپ نے اس قدر سخت مجاہدے کی تلقین کی ہے خدارا اسے آکر نکالئے کیونکہ اس کی حالت دیکھ کر اہل علاقہ ہیجان و وحشت زدہ ہو رہے ہیں" لوگوں کی اس فریاد پر حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ دھم جھیل پر آئے اور حضرت فخرا نخیاءؒ کو باہر آنے کے لئے کہا۔ جب حضرت فخرا نخیاءؒ باہر آئے تو لوگ یہ دیکھ کر فرط حیرت میں غرق ہو گئے کہ آپ کے جسم اقدس پر اس قدر کثرت سے جونکیں چمٹی ہوئی تھی کہ چہرے کے علاوہ تمام بدن جونکوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت مولانا نور احمدؒ نے اپنے ہاتھ ہے بذریعہ دست پناہ آپ کے بدن سے جونکیں اتاریں۔ گھر لے گئے اور گرم پانی سے نہلا کر نئے کپڑے پہنائے اور ارشاد فرمایا "اے احمد یارؒ اب تو لائق ہو چکا ہے"۔

درحقیقت حضرت سیدنا میانمیرؒ کا سلسلہ عالیہ قادریہ مجاہدے اور مشاہدے کا سلسلہ ہے اس سلسلے کی نسبت کو شایان شان طریق سے نبھانا مردان حق ہی کا کام ہے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ نے حضرت فخرا نخیاءؒ کے لئے جو مجاہدے تجویز کئے تھے آپ نے شایان شان طریق پر ان کو مکمل کر کے پیر طریقت کا دل موہ لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جس عظیم اور کٹھن مرحلے کے لئے حضرت فخرا نخیاءؒ کو عاشقان رسولؐ کے گروہ میں پیدا کیا تھا وہ کوئی معمولی مقصد نہ تھا وہ مقصد عاشقان رسولؐ کی قیادت اور رہنمائی کا مقصد تھا ایسی رہنمائی جس میں مجاہدہ نہ ہونے کے برابر ہو اور فیوضات کثیر ہوں۔

ایک مرد استقامت، صاحب کرامت اور امیر اہل حق کی حیثیت سے حضرت فخرا نخیاءؒ کی شہرت پورے علاقے میں پھیل چکی تھی۔ اللہ کی مخلوق کی زبانوں پر آپ کے قصائد اور مدحتیں جاری ہو چکی تھیں۔ لوگ فرط عقیدت سے آپ کے قدموں میں جھکتے تھے لیکن آپ فرط ندامت سے لوگوں کی عقیدت کو اپنے لئے آزمائش اور حجاب جانتے تھے کیونکہ آپ نے جس مقصد اعلیٰ وارفع کے لئے مجاہدے کئے تھے وہ مقصد تا حال پورا نہ ہوا تھا۔ چشمان عاشق دیدار رسولؐ کے لئے مضطرب تھیں اور قلب و جاں میں ایک کہرام برپا تھا۔ بقول حضرت مخدوم العصرؒ

اُٹھا پردہ دکھا جلوہ خدارا یارسول اللہؐ — میں بندہ ہی تمہارا ہوں تمہارا یارسول اللہؐ
خدا جانے میں کب دیکھوں گا اس رخسارِ انور کو — تڑپتا ہوں، نہیں ہے کوئی چارا یا رسول اللہؐ
ترا دیدار میرے واسطے دیدارِ مولا ہے — ترے در کا مجھے ہے بس سہارا یا رسولؐ اللہ
بوقتِ صبح میخانے میں ساغر جب پیا میں نے — تجھی کو شیشۂ دل میں اُتارا یارسولؐ اللہ

تمہاری سیر اَوادنیٰ تمہاری بات مااوحیٰ مبارک باد رفرف کے سوارا یا رسول اللہؐ

تمہارے ہجر میں عرشِ بریں لرزاں رہا ہر دم دیا تیرے قدم نے بس سہارا یا رسول اللہؐ

تُو محبوب خدا بھی ہے تو ختم الانبیاء بھی ہے خدائی کیا خدا بھی ہے تمہارا یا رسول اللہؐ

تمہاری دید کا طالب کریمی عرض کرتا ہے
ہمارے گھر بھی آ جاؤ خدارا یارسول اللہؐ

مشاہداتِ عاشقِ رسولؐ

فخر اخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ نے عوام الناس میں شہرت و بزرگائی کو اپنے لئے حجاب جانتے ہوئے گمنامی و تنہائی کے لئے گاؤں کو چھوڑنے اور دریائے چناب پر مجاہدہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ سب سے پہلے اپنے پیر طریقت حضرت نور احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "اب میرا یہاں ٹھہرنا محال نظر آتا ہے۔ آپ سے اجازت درکار ہے" حضرت مولانا نور احمدؒ نے بخوشی اجازت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت فخر اخیاءؒ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کر کے بیٹھ گئے۔ آپ کے چہرہ اقدس سے پریشانی ظاہر تھی جسے دیکھ کر حضرت خواجہ محمد جیون صاحبؒ نے استفسار کیا کہ "بیٹا کیا بات ہے، خیر تو ہے؟" آپ نے عرض کیا کہ "میری جان جہان سے تنگ آ چکی ہے اور دل ہاتھ میں نہیں رہا۔ میں اپنی بدقسمتی پر نالاں ہوں۔ اب میرا قیام یہاں دشوار ہے۔ میں اور کسی جگہ جانا چاہتا ہوں، اس لئے اجازت کا خواہاں ہوں"۔ حضرت خواجہ محمد جیونؒ نے فرمایا "کہاں جاؤ گے؟" آپ نے عرض کیا "جہاں خدا لے جائے مگر اب دریائے چناب کا خیال دل میں سمایا ہے" والد ماجدؒ نے فرمایا "وہاں کیا کرو گے؟ خداوند کریم تو ہر جگہ موجود ہے۔ طالبان حق کے لئے بر و بحر، ویرانہ و خانہ، مسجد و بت خانہ خانقاہ و میکدہ سب برابر ہیں۔ طریق مسنون تو یہی ہے "دست در کار و دل بہ یار" حق سبحانہ کا ارشاد ہے واذکر ربک فی نفسک (اور یاد کرو اپنے رب کو اپنی جان میں) اور یہ ارشاد ربانی

تخصیص مکانی سے عاری ہے۔ میں بھی تمام عمر گھر میں رہا ہوں مگر حق طلبی سے خالی نہیں۔" آپ نے عرض کیا کہ "آپ کا ارشاد بجا ہے مگر میں ایک ضعیف البنیان انسان ہوں اور دو کام کرنے کی طاقت نہیں رکھتا صرف ایک ہی کر سکوں گا۔ مشاغل دنیا اور اس کے لذائذ سے بیزار ہوں۔ ایک ایک دن سال کا گزر رہا ہے اور جانے کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔" حضرت خواجہ محمد جیونؒ نے فرمایا "اگر ایسا ہی ہے تو چھ ماہ ٹھہر جاؤ مجھے سپرد خاک کر کے چلے جانا" آپ نے عرض کیا کہ "خدا ہی جانتا ہے کہ کس کو پہلے مرنا ہے، مجھ کو یا آپ کو، آپ مجھے اجازت فرما دیں۔ ورنہ حسرت میرے دل میں ہی رہ جائے گی۔" حضرت خواجہ محمد جیونؒ نے ارشاد فرمایا "اچھا! خدا حافظ، جاؤ اجازت ہے بہتر ہو تا کہ چند ماہ کے بعد مجھے دفن کر کے چلے جاتے، اچھا مرضی خدا، فی امان اللہ! خدا حامی و ناصر" یہ کہتے ہوئے حضرت خواجہ محمد جیونؒ نے حضرت فخرا نبیاءؒ کے سر اقدس پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور گلے لگا کر بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوئے "الٰہی یہ تیرا بندہ ہے اسے قبول فرما" حضرت خواجہ محمد جیونؒ سے اجازت لے کر آپ والدہ ماجدہ حضرت عائشہ خاتونؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ساری صورتحال عرض کی اور والد ماجدؒ کی اجازت کا تذکرہ بھی کیا اور کہا کہ "میرا ارادہ دریائے چناب پر جانے کے لئے پختہ ہے اور والد محترم سے اجازت لے آیا ہوں۔ آپ کی اجازت کا محتاج ہوں۔" والدہ ماجدہؒ نے ارشاد فرمایا "اجازت ہے، میں نے تم کو اپنی خدمت سے للہ آزاد اور معاف کیا مگر یاد رکھنا! اللہ کی خدمت میں قصور نہ ہو، مبادا "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" وہاں جا کر بیٹھ نہ رہنا بلکہ جس کام کے لئے جاتے ہو اس کو بہ دل و جان بہتر طریق پر بجا لانا اور گاہے گاہے آکر ملاقات بھی کر جانا کیونکہ تم شادی شدہ ہو تمہاری اہلیہ اور تمہارا معصوم بچہ ہے۔" والدین کریمینؒ سے اجازت و دعا حاصل کر کے حضرت فخرا نبیاءؒ نے زاد راہ کے طور پر تھوڑے سے ستو اور پشمین کی دو بوریاں لیں اور دریائے چناب کے ہری پتن کی جانب روانہ ہو گئے۔

چلے وہ کنارِ چناب اس ادا سے کہ طورِ نجستہ پہ پھر نور آیا
فلک پر فرشتوں میں کہرام سا ہے خدا نے بھی پردۂ صفّت اٹھایا
مصمم ارادے وفا میں ڈھلے ہیں ہزاروں مصائب پریشاں کھڑے ہیں
قدم کوہساروں کی صورت چلے ہیں کہ رفتارِ عاشق نے محشر دکھایا
یہ موسیٰؑ کیصورت جواں بڑھ رہا ہے قضا کا شجر رعب سے جھڑ رہا ہے
سلام و درود آسماں پڑھ رہا ہے زمیں پر بہاروں نے میلہ لگایا
حقیقت کی دنیا ہے دنیا وفا کی، ملاقات ہو احمدِ مصطفیٰؐ کی
نبیؐ کی محبت، محبت خدا کی، خدا کی محبت نبیؐ کا ہے سایا
جو ہے ناوکِ قدر محوِ نشانہ، تو ہے یارِ احمدؐ کا خوں بھی کنانہ

خلیلؑ زمانہ، اویسؒ یگانہ، ابوذرؓ کا مکتب جوانی پہ آیا
ورائے گماں عاشق کا چلن ہے کہ ٹھوکر میں جس کی یہ کوہ و دمن ہے
ہر اک لہر دریا کی خونی کفن ہے کہ ہر لہر میں جوشِ طوفاں سمایا
تبسم ہے شاہِ مدینہؐ کے لب پر، نجف کے فلک پر گھٹاؤں کے میلے
نبیؐ سے ملاقات بیدار آنکھوں سے کرنے چلا ہے یہ کس ماں کا جایا
نہیں چاہئے اس کو دل محوِ حیرت نہیں راس آیا اسے زہرِ فرقت
یہ عباسؓ کا خون ہے صف شکن ہے اسے بارہا وقت نے آزمایا
یہ ہے فاتحِ سطوتِ ملکِ احساں کہ ہے عدل اس کا محبت کے شایاں
لکھا واقعہ حق بحق میں نے کندن جو پیرِ طریقتؒ نے مجھکو سنایا

حضرت فخرا نخیاءؒ دریائے چناب پر پہنچے تو دریا کی طغیانی دیکھ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ہری پتن سے گزر کر نیچے بیلے کے قریب دریا کے کنارے مقیم ہو گئے۔ یہ جگہ موجودہ موضع رسولؐ نگر سے بجانب مغرب تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ دریا کے پانی میں کھڑے ہو کر ہر سردی گرمی برسات کے موسم سے بے نیاز ہو کر اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ تین روز کا روزہ رکھتے اور تھوڑے سے ستو بوقت افطار نوش فرما کر دریا کا پانی چند گھونٹ پی لیتے۔ آپ نے لب دریا کوئی جھونپڑی نہ بنائی نہ کسی اور قسم کا سہارا اختیار کیا۔ آپ جو پشمین کی دو بوریاں لے گئے تھے ان میں سے ایک بطور تہبند زیب تن فرماتے اور دوسری کنارے پر خشک پڑی رہتی۔ اگر بوجہ طغیانی کوئی جانور پانی میں لاچار بہتا ہوا آتا تو آپ اسے پکڑ کر کنارے پر پڑی بوری میں رکھ دیتے اور وہ جانور گرمائش سے طمانیت پا کر صبح کو چلا جاتا۔ آپ ہمہ وقت پانی میں کھڑے اوراد و وظائف میں مشغول رہے اور دیدار رسولؐ کی امید میں محو مجاہدہ رہے۔

حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ کا وصال حضرت فخرا نخیاءؒ کو ابھی دریائے چناب پر محو مجاہدہ ہوئے چھ ماہ گزرے تھے کہ حضرت خواجہ محمد جیونؒ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کو وصال والد ماجدؒ کی خبر بذریعہ الہام ہوئی آپ کو دلی رنج پہنچا کیونکہ آپ پہلے ہی غم عشق رسولؐ میں جان سے بے جان اور محو جدوجہد تھے اور خواجہ محمد جیونؒ کہ جنہوں نے آپ کے عشق رسولؐ کو دیوانگی کہنے کی بجائے بصدق دل تسلیم کر کے اجازت رخت سفر عطا کی تھی نوید کامیابی سے پہلے ہی حق سے جا ملے۔ اگرچہ یہ صدمہ انتہائی تھا لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور جس مقصد کے لئے دنیا سے الگ ہو گئے اور دل و جان سے گزر گئے تھے اس میں محو رہے۔ حضرت خواجہ محمد جیونؒ کی شخصیت عارفانہ کا حضرت فخرا نخیاءؒ کی تعلیم و تربیت میں بہت بڑا ہاتھ تھا۔ ایسے مربی عاشق حق اور والد مہربان کے وصال پر ملال نے حضرت فخرا نخیاءؒ کے جذبات میں غم و اندوہ کا

طوفان اٹھا دیا تھا۔

آہن مبدل بہ طلائے احمر حضرت فخرا غیاءؒ بحکم والدہ ماجدہؒ کچھ عرصے کے بعد گھر تشریف لایا کرتے تھے لیکن اگر اہل خانہ تقاضا کرتے کہ آپ جلدی کیوں نہیں آتے تو آپ فرماتے "مجھے خالی ہاتھ واپس آتے شرم آتی ہے" ایک دفعہ آپ والدہ ماجدہؒ کے حکم کی تعمیل میں گھر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں آپ کے قلب اطہر پر غم فراق رسولؐ کا ایک ایسا حملہ ہوا کہ جس میں یاسیت و ناامیدی کے سائے اور خیال افلاس تھا۔ دل میں گمان آیا کہ جس نور علی نور کے دیدار کے لئے دنیا چھوڑ دی' عزیز و اقرباء چھوڑ دیئے' کام کاج تج دیا اس نور عالمینؐ کا دیدار نہ ہوا اور اہل خاندان کی خدمت بھی ہاتھ سے جانے دی۔ روایت ہے کہ آپ اسی محویت احساس کم مائیگی سے چلے آ رہے تھے کہ آپ کی پاؤں کی ٹھوکر سے ایک لوہے کا ٹکڑا اچھل کر دور جا پڑا اور رنگ بدل گیا۔ آپ نے اس لوہے کے ٹکڑے کو اٹھا کر دیکھا تو وہ سونا بن چکا تھا۔ یہ دیکھتے ہی آپ پر استغراق طاری ہو گیا۔ آپ نے اسے ہاتھ سے پھینک دیا اور اپنے نفس کو ملامت کرنے لگے کہ "اے بد بخت! اتنی ریاضت و مجاہدہ کے بعد تو قارون بن گیا؟ اب تو غرق ہونے والا ہے" پھر بارگاہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی کہ "الٰہی! میری توبہ قبول فرما اور اس مردار دنیا کا منہ نہ دکھا۔ الٰہی مجھ کو گنج قناعت عنایت فرما کہ میری حرص مجھے تباہ نہ کرے اور مجھے وہ نفس عطا فرما جس کی حرص کا باز ہمارے سر پر پرواز نہ کرے خدایا مجھ کو وہ دل دے کہ تیری محبت میں جان پر کھیل جائے اور وہ جان دے کہ تمام جہاں کو تیری راہ پر قربان کر دے۔ الٰہی میری دستگیری فرما اور میری توبہ قبول کر۔

من بندہ عاصیم رضائے تو کجا است — تاریک دلم نور ضیائے تو کجا است
ما را تو بہشت گر بطاعت بدہی — آں بیع بود لطف و عطائے تو کجا است

(میں ایک گنہگار بندہ ہوں تیری رضا کہاں ہے۔ میرا دل تاریک ہے تیرے نور کی روشنی کہاں ہے۔ اگر ہم کو اطاعت کی وجہ سے بہشت دے تو وہ خرید و فروخت ہوئی۔ تیری لطف عطا کہاں ہے؟)

الٰہی! میں دل و جان سے تیرا طالب ہوں۔ میرے دشمن ابلیس کو مجھ پر خوش نہ کر۔ الٰہی مجھے اپنی محبت میں ہمیشہ رکھ اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف فرما" یہی دعا و استغفار کرتے ہوئے آپ گھر جانے کی بجائے واپس دریائے چناب پر چلے گئے اور مجاہدے میں محو ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "کیا اسی بات پر چھوڑ دیئے جاؤ گے کہ تم نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آزمائے نہ جاؤ گے؟" جس قدر منزل رفیع و عظیم ہوتی ہے اسی کے مطابق آزمائش بھی ہوتی ہے۔ حضرت فخرا غیاءؒ کی ٹھوکر سے آہن کا مبدل بہ طلائے احمر ہو جانا اشارت حق اور آزمائش غیبی تھی کہ کیا اللہ کے محبوبؑ کے بیداری میں دیدار کا طلبگار دیدار کو فوقیت دیتا ہے کہ اس کرامت کو قبول کرتا ہے کہ ٹھوکر سے ریزہ ہائے آہن و سنگ طلائے احمر بن جائیں؟ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ اپنے

محبوب اور مظہر ذات حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے جس قدر شدید محبت کرتا ہے کہ اس محبت کی ایک جھلک اگر قلب مومن پر پڑ جائے تو اویسؓ و علیؓ، بلالؓ اور ابوذرؓ، جیسا عشق رسولؐ معرض ہستی میں آ جاتا ہے۔ یہی عشق رسولؐ کے امام ہیں اور یہی دین و ملت کے سردار ہیں انہوں نے مال و دولت کو پائے حقارت سے ٹھکرایا اور الفقر فخری کا نعرہ لگایا چنانچہ عشق رسولؐ کی میزان یہی نفوس قدسیہ ہیں اور انہی کے اخلاق و کردار کی پیروی کی آزمائشوں سے گزرنے والے بارگاہ حق میں عاشقان رسولؐ کہہ کر پکارے جاتے ہیں۔

حضرت فخرا نخیاءؒ اپنے پیر طریقت کے تعلیم کردہ اوراد و وظائف کو حدت عشق کی گرمی سے جانبازی کے ساتھ پڑھتے رہے یہاں تک کہ بارہ برس گزر گئے جو کہ ان اوراد کی مدت تکمیل تھی لیکن اس کے باوجود دیدار رسولؐ کی نعمت سے چشمان عاشق رسولؐ محروم رہیں، سچ ہے کہ دیدار رسولؐ اور دیدار حق تعالیٰ انسان کے کسی مجاہدے اور کسی عمل کے ساتھ مشروط ہی نہیں ہے یہ تو فضل حق تعالیٰ اور جان سے گزرنے کا میدان ہے جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ "اے عمر! تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو؟" حضرت عمر فاروقؓ "طبعاً" میزان عدل تھے آپ نے فرمایا "یا رسول اللہ! اپنی جان کے بعد آپ سے سب سے زیادہ محبت ہے" حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا "یہ اوج محبت نہیں" حضرت فاروق اعظمؓ اس اشارت کو سمجھ گئے کہ عشق محل عدل میں نہیں بلکہ عرصہ احسان میں ہے چنانچہ آپ نے فوراً" ارشاد فرمایا "یا رسولؐ اللہ میں اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں"۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا "ہاں یہ محبت ہے"۔ محبت محض ایک لفظ نہیں بلکہ وہ گنج مخفی ہے جس کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے کون و مکاں کو تخلیق فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت فخرا نخیاءؒ کے جملہ مجاہدات ایک طرف رہ گئے اور منزل دیدار ارفع و اعلیٰ مقام پر قائم رہی۔

عشق عشق عشق ادعائے مجاہدہ اٹھ گیا۔ مدت مجاہدہ تمام ہوئی اور وجود عاشق عشق کی آگ سے مبدل بہ شعلہ اضطراب ہوا "العشق نار یحرق ماسواء اللہ" جان و دل و خیال و وجود باہم لخت لخت اور حقیقتاً" ہم آہنگ الغرض آہ و فریاد نے جوش کیا، دل کی بے قراری وجود پر محیط ہو گئی جلوہ منتظر کی نگاہوں سے دوری نے جملہ کائنات کو نگاہ عشق میں تودہ خاک بنا دیا۔ والدہ ماجدہؒ کی نصیحت یاد آئی "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" جان سے گزرنے کا مقام آگیا۔ نعرہ وجد و آہ و گریہ سے دریائے چناب وحشت اثر، بیاباں باد فراق سے مسموم؛ کہاں گئے اعمال اور مجاہدے، کہاں گیا پیران طریقت کا ساتھ؟ بس عشق کی تقدیر ہی یہی ہے کہ بالا آخر تنہا رہ جاتا ہے کیونکہ اللہ خود تنہا ہے۔ احد ہی احد کو جان سکتا ہے۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام رب احد کے مظہر بے مثال اور ہر اول کے اول اور ہر آخر کے آخر ہیں۔ جب حضورؐ کے نور نے تجلی وار اظہار نہ کیا تھا اس وقت اللہ کسی

کا رب نہ تھا نہ وہ معبود تھا نہ اس نے کوئی شریعت بنائی تھی۔ عشق یوم الست سے ارفع ہے کہ آخر یوم الست نے جس حیطہ نور سے ظہور کیا وہ حیطہ نور خود حضورؐ کے نور کی ایک جھلک تھا۔ بقول سلطان باہوؒ۔

غوث قطب تے اوہرے اوہرے تے عاشق جاہن اگیرے ہو

غوث ابدال قطب عالم تکوین میں عہدہ رکھتے ہیں اور بلا شبہ یہ نہایت بلند مقامات ہیں لیکن جب عاشق احاطہ تکوین ہی سے نکل جائے تو پھر کونسی دنیا؟ کون سا کعبہ؟ کون سی شریعت؟ کیسا خیر و شر؟ کیسے اعمال اور کہاں کے مکافات عمل؟ خدا کے لئے کوئی مذہب نہیں نہ اس کے لئے کوئی شریعت جائز ہے۔ عشق خدا ہے اور خدا عشق ہے۔ خدا نے اپنے عشق کا اظہار حضورؐ کی ذات اقدس کے ذریعے کیا ہے اور حضورؐ کو بعالم بیداری دیکھنے کے آرزو مند کے لئے لقمہ غم کھانے کو، اشک و آہ پینے کو اور غم ازل سہنے کو ہے اور ایسا ہی ہوا کہ باوجود اس کے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگ روحانی طور پر اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اویسی طریق پر حضرت فخرا نخیاءؒ کے جذبات کو ایک خاص سمت میں لے جا رہے تھے اور تربیت کے اعلیٰ منازل پر پہنچا رہے تھے۔ کرب و بلائے عشق میں جذبہ حسینیؓ ناوک ہائے موجود و وجود سے چھلنی تھا۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کے لئے ناکام و نامراد واپس جانے کی بجائے مرجانا زیادہ سہل تھا کہ جس محبوب سرور کونینؐ کے لئے جسم و جان کو شعلہ ہجر سے خاکستر بنا دیا اس کے دیدار خوش گواز سے عاشق حق کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوئیں۔ عشق کی فطرت ہے کہ وہ گذشتہ اور آئندہ پر بھروسہ نہیں کرتا۔ عشق کے لئے لمحہ گریزاں وقت نزع سے زیادہ شدید ہے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کا عشق عشق مجازی نہیں تھا کہ جس کی قلب ماہیت کسی اور رجحان سے ممکن ہوتی۔ حضورؐ کا عشق عشق حقیقی ہے اور اس کی قلب ماہیت اسی کیفیت سے ہو سکتی ہے جس حالت کو کوہ طور تجلی ذات حق کے بعد پہنچا یعنی اپنے عناصر طبعی ہی سے گزر گیا۔ اہل عشق رسولؐ پر مہربانی نہ ہو تو گریہ و فریاد اور جاں سے گزرنے کے علاوہ کوئی راستہ اہل صدق و عشق کے لئے موجود نہیں ہے۔ بقول حضرت عبدالرحمان جامیؒ۔

ز داغِ ہجرِ تو کے دل فگارم یا رسولؐ اللہ	بہارِ صد چمن در سینہ دارم یا رسولؐ اللہ
توئی تسکینِ دل آرامِ جاں صبر و قرارِ من	رخِ پُر نور بنما بے قرارم یا رسولؐ اللہ
توئی مولائے من آقائے من والیؐ جانِ من	توی دانی کہ جز تو کس ندارم یا رسولؐ اللہ
دم آخر نمائی جلوہؐ دیدار جامیؔ را	ز لطفِ تو ہمیں امید دارم یا رسول اللہ

مفہوم: یا رسولؐ اللہ آپ کے فراق کے داغوں سے دل کیسا ٹکڑے ٹکڑے ہے (شکوہ نہیں کیا جا سکتا بس یہی کہا جا سکتا ہے) کہ میرے سینے میں بہاروں کے سینکڑوں گلستان ہیں۔ (میں صبر و قرار نہیں کر سکتا) آپ ہی میرا صبرو قرار اور دل کا آرام ہیں آپ ہی سے تسکین ممکن ہے۔ یارسولؐ اللہ میں

حد درجہ بے قرار ہوں۔ ازراہ کرم چہرہ نور علیٰ نور دکھایئے۔ آپؐ ہی میرے مولا و آقا ہیں اور آپؐ ہی میری جان کے مالک ہیں۔ میری غمگساری آپؐ کے سواء کسی سے بھی نہیں ہو سکتی۔ اگر آپؐ جامی کو آخری وقت میں دیدار عطا فرمائیں تو میں پھر بھی آپ کے لطف کا امیدوار ہوں"

جس طرح اللہ تعالیٰ سے گلہ و شکایت نہیں کیا جاتا اسی طرح حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے بھی فریاد و التجا کی جا سکتی ہے لیکن شکایت نہیں کی جا سکتی کہ یہی عاشقان رسولؐ کا عرفان مصطفیٰؐ ہے کہ آپ معصوم ہیں ہماری ہی کوتاہیوں اور ناعاقبت اندیشیوں سے مشکلات بڑھتی ہیں' حضورؐ تمام معاملات سے بری الذمہ اور بے قصور ہیں۔ عاشقان حق کہ جن کے دامن پر حدت عشق کسی کوتاہی کا دھبہ نہیں چھوڑتی اور وہ پاک اور مقدس ہوتے ہیں ان کی بے قراری اور جوش عشق ہی ان کے لئے آزمائش ہوتا ہے اور دراصل عاشقان مصطفیٰؐ کی بے قراری سے اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔

الانتظار اشد من الموت حضرت فخرا نخیاءؒ کے شعلہ عشق نے چناب میں آگ بھڑکا دی۔ آپ کی نگاہوں میں سارے جنگل زمین و آسمان ہر چیز جل رہی تھی' کہیں کوئی سامان زیست نہ تھا کہ جو محرومی دیدار رسولؐ کا مداوا کرے۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔ "الغرض فجر سے عصر تک یہی حال رہا۔ آخر دل نے کہا الانتظار اشد من الموت (انتظار کی گھڑیاں شدید ہیں موت سے) درد ہجر کے لئے شربت موت اچھا علاج ہے کیونکہ بے برگ کے لئے مرگ ہی اچھی ہے" بے یار زندگی چہ کار" جو خشک بوری آپ کے پاس تھی اس میں ریت بھر کر آپ نے گلے میں لٹکا لی۔ بدیں خیال کہ جلدی غرق ہو جانے میں معین ہو گی۔ جب دریا کے کنارے پر پہنچے تو ایک شیر چلایا' جانا کہ بھوک سے چلا رہا ہے اگر شیر کی خوراک بن جاؤں تو بہتر ہو گا۔ یہ سوچ کر بوریا گلے سے اتارا اور شیر کی طرف رخ کیا جس قدر آپ شیر کے قریب جاتے' اسی قدر وہ بعید ہوئے جاتا۔ آواز دی کہ "تو بھوکا ہے تو میں زندگی سے بے حد بے زار ہوں۔ آج مجھ ناچیز ہی کو کھانا بناؤ" شیر متوجہ ہوا اور ماتھا زمین پر ٹیک کر سر پھیرا اور چلایا۔ معلوم ہوا کہ یہ نہیں کھاتا۔ پھر حضرت فخرا نخیاءؒ نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا "اب تو آتش ہجراں میں جلنے کے قابل ہے یا بحر مواج میں غرق ہونے کے لائق پھر وہ ہی گٹھری گلے میں باندھ لی اور ایک نہایت گہرے گرداب میں اپنے آپ کو ڈال دیا مگر مشیت ایزدی سے پانی ساق برابر اتر گیا۔ حیران ہوئے اور پھر ایک درجہ ہائل میں کود پڑے وہاں بھی گھٹنے تک پانی پایا۔ دریائے حیرت میں مستغرق ہو کر کہنے لگے کہ "میرے ڈوبنے کے لئے دریا میں پانی بھی نہیں رہا"۔ بے قراری اور تنفر از زیست حد سے بڑھ گیا بقول حضرت جامیؒ۔

تنم فرسودہ جاں پارا زہجراں یارسولؐ اللہ
دلم پُردرد آوارہ زعصیاں یارسولؐ اللہ

چوں سوئے من گذر آری من مسکین ز ناداری
فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یارسولؐ اللہ
ز کردہ خویش حیرانم سیہ شد روزِ عصیانم
پشمانم پشیمانم پشیماں یارسولؐ اللہ
جوں بازوئے شفاعت را کشائی بر گنہگاراں
مکن محروم جامیؔ را دراں آں یارسولؐ اللہ

مفہوم: یا رسول اللہؐ آپ کے ہجر میں میری جان ٹکڑے ٹکڑے اور تن فرسودہ ہو گیا۔ میرا دل آپ کے عشق کے گناہ میں غمزدہ اور آوارہ ہو گیا۔ اگر آپ میری طرف تشریف لائیں اور مجھ نادار مسکین کو نوازیں تو میں آپ کے نعلین مبارک پر اپنی جان قربان کر دوں۔ میں آپ کی محبت کا گنہگار حیراں نگاہ اور پریشان سیاہ چہرہ ہوں۔ میں آپ سے عشق کی گستاخی پر بار بار پشیماں اور نادم ہوں میرے گناہ عشق کو معاف فرمایئے۔ کہاں آپ اور کہاں میں کہ آپ کے عشق کا دعویٰ کروں؟ میں جاں سے گزرتا ہوں یا رسولؐ اللہ جب آپ گنہگاروں کے لئے اپنا بازوئے شفاعت کھولیں تو اس گنہگار عشق محروم جامی کو محروم نہ کیجئے"۔

قدر عشق، زندگی اور موت دونوں پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ زندگی اور موت دونوں کو قدر عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ قدر عشق کو زندگی اور موت کے لئے۔ ذات حق تعالیٰ کو عشق پہلے ہوا اور اس نے حیات و موت کو بعد میں پیدا کیا یہ معاملہ تو قدر عشق کا ہے لیکن وہ ذات اقدسؐ و اطہر جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جملہ مخلوقات کو پیدا کیا وہ قدر عشق پر بھی فائق ہے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ جو پیدائشی طور پر نسبت اُویسی کے جذبہ عشق رسولؐ کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا ہجر رسولؐ میں حد درجہ جوش و خروش عقل و دل کے احاطہ ادراک سے ماوراء ہے کہ آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے عشق جلال محمدیہؐ کو ظاہر کیا ہے۔

حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی آمد اس عالم میں کہ جب حضرت فخرا نخیاءؒ جوش عشق مظہرؒ ذوالجلال میں اجل اختیاری کے خریدار ہو گئے تھے کہ معاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لے آئے اور عاشق رسولؐ سے کہا "او مرنے والے! یہ موت حرام ہے، حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ "اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔" حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا "بے شک آپ ارشاد برحق ہے مگر دیوانہ راچہ گناہ، شاہ عشق نے مجنوں کو ملک عقل سے بدر کر دیا ہے اور ہوائے اشتیاق نے چراغ ہوش و شعور بجھا دیا ہے اس لئے میں موت کو ایسی حیات پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ انتظار موت سے زیادہ شدید ہے۔

کس نداند حالِ ما غیر از خدا حسرتا ایں انتظاریں تا کجا

(خدا کے علاوہ ہمارا حال کوئی نہیں جانتا افسوس یہ انتظار کب تک رہے گا)

حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے فرمایا "عجب ایمان اور عشق ہے کہ موت کو بھی امر مقدر نہ سمجھا جائے۔"

ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتاباً موجلاً

(کسی نفس کے بس میں نہیں کہ وہ خود مرجائے مگر اللہ کے حکم سے وقت مقرر لکھا ہوا ہے)

اگر موت اختیاری امر ہوتا تو کوئی مبتلا تکلیف نہ اٹھاتا غیراز اجل سمند میں بھی ڈوب مرنے کی کوئی سبیل نہیں۔

صیاد بے روزی در دجلہ ماہی نگیرد و ماہی اجل برخشکی نمیرد

(ایک شکاری نے ایک دن دریائے دجلہ سے کوئی مچھلی نہ پکڑی مچھلی بھی بغیر اجل کے خشکی پر نہیں مرتی)

حضرت فخرا لخیاءؒ نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی نصیحت سے دل برداشتہ ہو کر ریت وہاں ڈال دی اور دریا سے نکل آئے اور انہیں ایک طرف چھوڑ کر بیابان کی طرف چل دیئے۔ نا جانے حضرت خواجہ خضرؑ وہاں موجود رہے کہ چلے گئے، حضرت فخرا لخیاءؒ نے ان کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ صاحب "سیرت الفقراء" نے اس مقام پر بہت خوبصورت جملہ لکھا ہے کہ "آپؒ حضرت خواجہ خصر علیہ السلام کے عاشق تو تھے نہیں کہ دامن گیر ہو جاتے۔ دریا سے نکلتے ہی بحر تحیر میں ایسے غرق ہوئے کہ راست و چپ وزیر و زبر کی خبر تک نہ رہی۔ اتنا بھی احساس نہ رہا کہ حضرت خواجہ خصر علیہ السلام موجود ہیں یا غائب۔

تو مشو اصلا کمال انسیت و بس تو دروں گم شود وصال انسیت و بس"

(بس یہی کمال انس ہے کہ تو نہ رہ اور بس یہی وصال ہے کہ اس میں گم ہو)

بعالم بیداری دیدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

"فضل ایزدی نے اس غریق بحر کا ہاتھ پکڑ لیا اور بحر وحدت میں ایسا فنا کر دیا کہ اس وقت ذرات موجودات لاالہ کی نفی سے آپ کی نظر میں نیست و نابود ہو چکے تھے اور الا اللہ کا نظارہ ضو فگن تھا۔

چہ جائے گفتن و شنیدن

اسی اثناء میں حضرت سرور کونین سید الانبیاء والمرسلین محب الفقراء والمساکین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مع جمیع صحابہ کرامؓ

و تابعین رضوان علیہم اجمعین' کنارہ دریا پر تشریف فرما ہوئے۔ قریب غروب آفتاب' بحالت بیداری خواب و خیال کا نام و نشان تک نہ تھا بلکہ اپنے پاؤں پر استوار کھڑے تھے جبکہ جناب احمد مختار نور علی نور' شافعی یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار اپنے عاشق صادق کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا۔

"اے احمد یار! تو مجھے چاہتا تھا؟'

آپ نے دست بستہ عرض کی کہ۔

"حضور! خدا نے مجھے اس فرحت آثار دیدار کا شیدا بنایا ہے"

جب یہ مضمون محبت مشحون دل بیدل سے نکلا تو آنحضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر از وجہ محبت مصافحہ اور بغل گیر فرمایا اور سینہ سے ایسا لگایا کہ اسرار ربانی کا مخزن بنا دیا۔ آتش ہجراں کو جس نے جگر جلا دیا تھا آب وصال سے بجھا دیا اور ایسا لبریز جام وصال پلایا کہ نار فراق تمام عمر تک شعلہ زن نہ ہو سکے۔

سقانی الحب کاساتُ الوصالِ
فقلت لخمرتی نحوی تعالِ

(مجھے محبت نے وصل کے پیالے پلائے اور پھر میں نے شراب کو کہا کہ دوڑ کر میری طرف آ)

شدت قرب سے آپ کا سینہ چاک ہو گیا جس کی حقیقت یہ تھی کہ جب عاشق اپنے معشوق کی بغل گیری کی تاب نہ لا سکا تو بے حد شادمانی سے بے اختیار سینہ چاک ہو گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسرار الٰہی بصورت سینہ شگافی مخزن جذبہ میں رکھے گئے اور جسمانی کدورت بشریت نے رخت سفر باندھ لیا۔ سبحان اللہ اس مالک شان الم نشرح نے وہ کام کیا جس کا بیان حد امکان سے خارج ہے۔

آنحضور سراپا نور علیہ الصلواۃ والسلام نے تین بار آپ کے سینے پر دست شفقت پھیرا تو چاک شدہ سینہ طرفتہ العین میں صحیح سالم ہو گیا گویا کہ زخم فراق پر طبیب حقیقی نے مرہم وصال کا پھاہا لگا دیا جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ زخم ایسا مندمل ہو گیا کہ عامیانہ نگاہ دیکھ نہ سکتی تھی اور یہ نشان زخم حضور فخر انبیاء" کے سینہ

مبارک پر تمام عمر رہا۔
دولت دیدار بخشنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
"اس نعمت عظمیٰ کا شکرانہ یہ ہے کہ آپ یہاں سے جا کر مخلوق خدا کو خدا کی طرف دعوت دیں"
حضرت فخرا نحیاءؒ نے بہ عجز و انکساری التجاء کی۔
"میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے اپنی زبان پاک سے مزید چند کلمات ارشاد فرمائیں"
حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اس طرح نوازا کہ۔
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَايُرِيْدُ وَذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ كَمَا تَفْعَلُهٗ
(ذات الٰہی کے لئے بقا اور تمام ما سواء اللہ کے لئے فنا جان اور ماجریٰ اور یجری کو امر الٰہی یقین کر جو چاہتا ہے کرتا ہے اور حسب الارادہ خود حکمران ہے اور تم خدا کو اس طرح دل سے یاد کرو جس طرح کر رہے ہو۔
وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ يَتَّبِعُ الْهُدٰى
(سلام ہے اس پر جس نے ہدایت کی تابعداری کی)
حضرت فخرا نحیاء نے پھر عرض کی
"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دولت دیدار پھر کب نصیب ہو گی"
حضور پاک سرکار مدینہ علیہ الصلواۃ والسلام نے ارشاد فرمایا
"جب شبانہ روز اسی طرح گزرے گا"
علاوہ ازیں چند اور گزارشات بہ درگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی گئیں جن کے اظہار کو ہمارے مشائخ عظامؒ نے منع فرمایا ہے۔
بعد ازاں سردار الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم الوداع ہوئے اور آپ (فخرا نحیاءؒ) نے اسی رات والدہ ماجدہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور نعمت کا مژدہ دیا۔ جو عنایت ہوئی تھی والدہ ماجدہ سن کر بطور شکریہ درگاہ ایزدی میں سر بسجود ہوئیں اور

اس عظیم نعمت پر نازاں بھی"

("سیرت الفقراء" از حضرت امیر العصرؒ)

حضرت فخرا نحیاءؒ نے عشق رسولؐ میں جو مقام اعلیٰ حضورؐ کے معجزہ شق الصدر کے ساتھ حاصل کیا وہ معراج عشق رسولؐ ہے سبحان اللہ یہ اعزاز حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کو حاصل ہوا کہ آپ کے سلسلہ کے ایک مرد حق نے بہ اذن الٰہی یہ فقید المثال نعمت اعلیٰ حاصل کی۔ تحقیقات چشتی" کے مصنف لکھتے ہیں کہ " حضرت سخی احمد یار کو حضرت غوث پاکؒ کا دیدار ہوا۔" یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ جھیل "دھم" میں محو ریاضت تھے جبکہ آپ کا مقصد ریاضت دیدار رسولؐ بعالم بیداری تھا جس کا تحقیقات چشتی" نے تذکرہ نہیں کیا کیونکہ اس سلسلے میں ان کی معلومات محدود تھیں۔

حضرت فخرا نحیاءؒ کے دیدار رسولؐ بعالم بیداری کی سعادت سے جہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظمت و بزرگی اور فروغ معرفت حق میں اضافہ ہوا وہاں خاندان حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ کو خصوصی تبریک و شان عطا ہوئی کہ حضرت فخرا نحیاءؒ نے اپنے خاندان کے بیشتر افراد کو بیعت فرما کر یگانہ روزگار بنا دیا۔ آپ کو نسبت اویسی میں سینۂ اویسؒ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا جس کی مدحت و توصیف حد بیاں سے باہر ہے۔

فخرا نحیاءؒ حریم سینۂ حضرت اویسؒ طالبِ دیدار
فخرا نحیاءؒ کلیمِ طورِ جلوہ ہائے روئے احمدِ مختارؐ
فخرا نحیاءؒ وہ چہرہ رشکِ خورشیدِ جہاں وہ دل دمِ مہتاب
فخرا نحیاءؒ خرامِ باوقار' احسان دوست اور خوگرِ ایثار
فخرا نحیاءؒ وہ رہ پیمائے اقطابِ زماں وہ نازشِ عشاق
فخرا نحیاءؒ وہ شیرِ بیشۂ وجدان خوش اطوار' کم گفتار
فخرا نحیاءؒ کہ پیشانی پہ ظاہر مطلعِ عرفانِ ذاتِ حق
فخرا نحیاءؒ نگاہوں میں محمد مصطفیٰؐ کا پرتوِ انوار
فخرا نحیاءؒ جمالِ قدسیاں ہردم تصدق جن کے رستوں میں
فخرا نحیاءؒ کہ نطقِ عارفاں حیرت فروش' ایسا لبِ اظہار
فخرا نحیاءؒ ہے پیراہن تبرک جن کا ابدالوں کی محفل میں
فخرا نحیاءؒ فضائے لامکاں صیدِ زبوں وہ گرمئ رفتار
فخرا نحیاءؒ لبِ دریا وہ تسبیحِ وفا وہ وردِ حقانی
فخرا نحیاءؒ وہ روز و شب وفورِ حدتِ تحلیلئ اذکار

فخرا نخیاءؒ گواہی دے رہا ہے شدتِ عشقِ محمدؐ کی
فخرا نخیاءؒ وہ دریائے چنابِ میزبانِ صاحبِ اسرار
فخرا نخیاءؒ دلِ خضرؑ بیابانی ہے حیرت میں کہ کیا ہو گا
فخرا نخیاءؒ کہ سوزِ عشق نے پائی ہے کتنی تیز تر تلوار
فخرا نخیاءؒ چلے آئے محمدؐ مصطفیٰ جب دید ساحل پر
فخرا نخیاءؒ گلے جن کو لگایا آپؐ ہیں وہ مصحفِ کردار
فخرا نخیاءؒ ہیں غوثِ اعظمؒ شاہِ شہاں کے منتخب درویش
فخرا نخیاءؒ کہ رزمِ شاہ میانمیرؒ کے ہیں وارثِ پیکار
فخرا نخیاءؒ وہ درگاہِ معظم ہے فضا جسکی شفائے دہر
فخرا نخیاءؒ طلبگاروں کی آنکھوں کا ہے سرمہ خاکِ فیض آثار
فخرا نخیاءؒ وہ سلطانِ سلاطینِ غناء وہ فخرِ ہر اوتاد
فخرا نخیاءؒ ہے دلِ بحرِ حقیقت اور زباں ہے نطقِ گوہر بار
فخرا نخیاءؒ ہے ذکرِ خیر کُندَن عالمِ جبروت میں ان کا
فخرا نخیاءؒ زمانہ کیوں نہ قدموں میں جُھکے ہیں آپ احمد یارؒ

طریقِ تربیتِ مریدین

فخرا نجیاء حضرت نخی احمدؒ یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ نعمت دیدار رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حاصل ہونے کی خوشخبری سنانے کے لئے بوقت فجر درگاہ قادریہ نوریہ پہنچے اور پیر طریقت ضمیر حقیقت حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کے حضور حاضر ہوئے۔ حضرت نور احمدؒ بذریعہ الہام صادق پہلے ہی سے اس مژدہ جاں فزا سے مطلع ہو چکے تھے۔ حضرت فخرا نجیاءؒ نے دریائے چناب کے کنارے والضحیٰ حبیب کبریاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بالمشافہ ملاقات اور عنایت معجزہ شق الصدر کے جملہ حالات و واقعات پیر طریقتؒ کے حضور سنائے اور پیر طریقت کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔ حضرت نور احمدؒ نے الحمد للہ کہا اور مبارکباد دی۔ سبحان اللہ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کے لئے حضرت فخرا نجیاءؒ کا عشق بلا خیز کسی سخت آزمائش سے کم نہ تھا لیکن بفضل تعالیٰ صبائے معرفت نے عرش الٰہی کا طواف کر کے پیر طریقتؒ کو خلعت سرخروئی پہنائی۔ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کی درگاہ نوریہ اور سلسلہ علیہ قادریہ نے یہ حجت قائم کی کہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر قادریؒ کا سلسلہ اہل حقیقت کے لئے کافی وافی شافی رہنما ہے، صدق نیت شرط ہے ورنہ اس درگاہ نور علی نور سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ یہ وہ سلسلہ ہے جو بارگاہ حق تعالیٰ، بارگاہ شاہ مدینہؐ، شاہ نجف اشرفؑ اور حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انوار و تجلیات کا مخزن ہے۔ جس طرح حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کی ذات اقدس نے اپنے بقائے عشق کو بفضل تعالیٰ اس اوج عظیم تک پہنچایا کہ آپ

بہ اذن رسولؐ اللہ حضرت غوث الاعظمؓ کی ذات کے مظہر ہو گئے اور برصغیر میں جس قدر سلسلہ عالیہ قادریہ کا محکم قدم حضرت سیدنا میانمیر کے قلب اطہر سے قائم ہوا اور کسی درویش کے نصیب میں نہ ہو سکا۔ آپ کے سلسلے اور مریدین و خلفاء کے مرتضائی عشق اور مصطفائی غلامی کے وسیلے سے برصغیر کے کوہ و دمن و میدان تجلیات و فیوضات و قصائد غوث الاعظمؓ سے مثل کوہ طور روشن ہو گئے اور قلوب طالبان حق پر نور علی نور مشاہدات حق نے جلوہ نمائی کی۔ درحقیقت یہ سب کچھ حضرت غوث الاعظمؓ کے اس قدم اقدس کا فیضان ہے کہ جو ہر آن زینہ قاب قوسین ہے۔ حضرت غوث الاعظمؓ کی مدحت و توصیف دراصل وہ احوال باطنی ہی ہیں جو ہر حرف و بیاں سے وراء الوراء اور حدود لحن و مزاج و طبع سخنوراں سے ایسے ہی بلند ہیں جیسا کہ ہمالہ سطح میدان پنجاب سے بلند ہے۔ سبحان اللہ کہ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کو ایسی شان عطا ہوئی ہے کہ اولیاء اللہ ہی اس کا عرفان رکھتے ہیں۔ اگر اولیائے کرام حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی شان بیان نہ کرتے تو اہل بینش و دانش و سیف و قلم حضرت غوث الاعظمؓ کی مدحت کے لئے الفاظ کا انتخاب بھی نہ کر سکتے۔ یہ اعتماد و ایقان دراصل حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ ہی کا تصرف ہے جس سے آپ کا سلسلہ بفضل تعالیٰ زمان و مکاں پر محیط اور حقیقت العصر کا شارح اتم ہے۔

غوثِ ثقلینؓ یقینِ کوہسارِ عزم و ہمت زینۂ قوسین
غوثِ ثقلینؓ شبیہہِ انبیاءؑ اظہارِ ربّی، مجمع البحرین
غوثِ ثقلینؓ نمودِ ریشہ معنی، دِگر معراجِ خاک و نور
غوثِ ثقلینؓ جمالِ مہرِ تاباں وہ کہ روحِ ہر ملک بے چین
غوثِ ثقلین ورائے پردۂ عقبیٰ تجلی زارِ اہلِ وصل
غوثِ ثقلینؓ کہ ہیں چشمانِ پرنم میں ز راہِ دید، نورِ عین
غوثِ ثقلینؓ، زماں کیا، جنبشِ مژگانِ چشمِ مصطفیٰؐ داری
غوثِ ثقلینؓ رگِ آفاق میں حدّت ز خونِ جوہرِ حسنینؓ
غوثِ ثقلینؓ ہیں زیرِ عرشِ اعظم المدثر کا لباسِ عشق
غوثِ ثقلینؓ ز اظہارِ صفاتِ مصطفیٰؐ صد رونقِ حرمین

حضرت غوث الاعظمؓ کے فیوضات کی تجلیات حضرت میانمیر صاحبؒ کے سلسلہ عالیہ قادریہ سے جس عظمت و وقار و نیابت و ولایت سے ظاہر ہوئی ہیں اس کے تذکار ساری دنیا میں مشہور اور اہل صدق و سلوک کی آنکھوں کا نور ہیں۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے خلفاء کے ذریعے جو خانقاہیں قائم ہوئیں ان میں حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کی خانقاہ نوریہ قادریہ نے ہر عہد میں مردان حق کو پرواز لاہوت کے لئے تیار کیا اور عہد متاخرین میں اس کی اعلیٰ مثال حضرت نور احمد صاحبؒ کی وہ

شادمانی اور سربلندی ہے جو انہیں حضرت فخرا نخیاءؒ کے منصب عشق میں نصرت الٰہی سے حاصل ہوئی۔
حضرت نور احمد نے حضرت فخرا نخیاءؒ کے جوش عشق اور نعمت عظیم کی تعریف کی اور حضرت فخرا نخیاءؒ
سے فرمایا کہ "تمہارے جیسا عاشق صادق اب تک میرے پاس نہیں آیا۔ حق تو یہ ہے کہ تم نے مجھے
بھی راز الٰہی سے آشنا کر کے دریائے عرفان میں شناوری اور غواصی سکھائی ہے۔ میں ہر سرمو کی زبان
سے اس نعمت کا شکر ادا کرتا ہوں۔ خداوند کریم توفیق انیق عطا فرمائے۔ اب تم ہی مخلوق الٰہی کی
راہنمائی کا وسیلہ ہو اور قافلہ عشاق مولائی کے لئے طریق حقیقت کا بدرقہ کیونکہ تم نے ہی راہ عشق
کو بتمامہ خوش سلوبی سے طے کیا ہے۔

ہفت شہر عشق را عطارؒ گشت　　　ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

(حضرت فریدالدین عطارؒ عشق کے سات شہر پھر چکے، ہم ابھی تک گلی کے ایک موڑ پر ہی ہیں)

"بہ فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کہتا ہوں کہ جاؤ خلق خدا کی راہنمائی کرو"

آغاز بیعت صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں

"حضرت فخرا نخیاءؒ نے حسب فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نور تخیر و با تائید پیر روشن ضمیر سلسلہ بیعت شروع فرمایا۔ حضرت
فخرا نخیاءؒ کو شرف او سیت بتمامہ حاصل تھا' بہ مصداق۔

دست تو از اہل آں بیعت شود　　　کہ یداللہ فوق ایدیہم بود

(تیرا ہاتھ ان کی بیعت ہوا کہ جن کی شان یہ ہے کہ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے)

روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت مولاناؒ نے کسی کو بیعت نہ
کیا بلکہ ہر طالب حق کو حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں بھیجتے اور
فرماتے "آج مردان خدا سے احمد یارؒ ہے جو چاہے وہاں جائے اور
مقصد حقیقی کو پائے"

بسا اوقات یہ بھی فرماتے کہ۔

"نخی احمد یارؒ اگر موجود نہ ہوتے تو دنیا میں کوئی بھی مجھے نہ
جانتا" گاہے یہ فرماتے۔

"میرے نخی احمد یارؒ نے مجھے شہرہ آفاق بنا دیا ہے"

جب حضرت فخرا نخیاءؒ نے سلسلہ بیعت جاری فرمایا تو سب سے پہلے سنت رسول صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کی متابعت میں اہل خاندان کو دعوت دی اور اپنا فرض ادا کیا۔ آپ کے خاندان کے افراد
نے آپ کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا اور بالخصوص آپ کے تینوں برادران نے آپ کی بیعت کی۔ اللہ
تعالٰی نے آپ کے سلسلہ بیعت کی اس شان و عظمت کے ساتھ تائید فرمائی کہ تمام برصغیر کے کاملین کو

آپ سے متعارف کرا دیا اور بذریعہ وجدان آپ کی عظمت و شان معلیٰ سے آشنا کیا۔ حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ اسرارہ نے عالم رویت میں اپنے سجادہ نشینوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کی بیعت اقدس کا شرف حاصل کرنے کے لئے موضع کوٹ پیروشاہ روانہ ہوں۔ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نے اپنے سجادہ نشین حضرت ننھے شاہؒ کو حکم دیا کہ آپ کی بیعت سے مشرف ہوں چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور بیعت اقدس میں داخل ہوئے۔ نوشاہی سلسلے کے ایک درویش سائیں الٰہی بخش کو نوشاہی سلسلے کے مقتداء حاجی محمد نوشہ گجراتیؒ نے زیارت بخشی اور حکم دیا کہ "سخی احمد یار کی بیعت کرو اور خدام میں شامل ہو جاؤ" چنانچہ وہ بھی شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ ہذا القیاس بے شمار سلسلوں کے درویشوں اور سجادہ نشینوں نے منازل روحانی کو طے کرنے کے لئے حضرت فخر اخیاءؒ کو وسیلہ بنایا۔ حضرت فخر اخیاءؒ کا طریق حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریق کے عین مطابق تھا۔ آپ مریدوں کی کثرت اور خدام کے ہجوم کے طالب نہ تھے چنانچہ جو بھی طلب صدق کے ساتھ حاضر ہوتا آپ اسے مشغول حق فرماتے اور مطلوب حقیقی تک پہنچا دیتے لیکن بہت کم لوگوں کو بیعت کرتے۔

آپ کی ایک نگاہ کرم جس پر ہو جاتی رحمت حق اس پر سایہ فگن ہو جاتی۔ روایت ہے کہ برصغیر کے گوشے گوشے سے طالبان حق کے کارواں کوٹ پیروشاہ پہنچتے تھے اور آپ ایک دن میں سینکڑوں لوگوں کو ذکر حق میں مشغول کرنے اور منازل اعلیٰ کا مشاہدہ کرانے پر قادر تھے لیکن سینکڑوں حاضر ہونے والوں میں سے چند ہی کو آپ بیعت میں قبول کرتے تھے۔ بالخصوص وہ بزرگ حضرات جو کسی سلسلے کے سجادہ نشین ہوتے ان کو چشم زدن میں اعلیٰ روحانی مقامات عطا فرماتے لیکن بغیر اذن سیدنا غوث الاعظمؓ بیعت نہ فرماتے۔ آپ کے حضور سنگدل سے سنگدل شخص بھی طلب حق کے لئے آتا تو آپ بغیر مجاہدہ ایسی نگاہ فرماتے کہ فی الفور کشائش باطنی ہو جاتی۔ حضرت سخی صاحبؒ حضور علیہ الصلواۃ والسلام اور حضرت غوث الاعظمؓ کے اویسی تھے آپ شق الصدر کے نشان عشق رسولؐ کے مالک تھے۔ آپ نے راہ حق میں لوگوں سے مجاہدہ کرائے بغیر جس اعلیٰ سطح پر سخاوت معرفت کی وہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر احسان عظیم تھا۔

وسعت کشائش کے بارے میں ولیعہد شاہجہانی لکھتے ہیں۔

> "ایک مرتبہ حضرت ملا شاہؒ نے فقیر (دارا شکوہ) کو کہا کہ حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے ہزار آدمیوں کو مومن بنایا یعنی ایمان حقیقی تک' جس سے مراد عرفان ہے انہیں پہنچایا۔ اس فقیر (داراشکوہ) نے کہا "کیا آج بھی یہ ممکن ہے؟ فرمایا "کیوں نہیں" پھر چار پانچ اصحاب کبار (مریدان حضرت میانمیرؒ) کی موجودگی میں آپ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے کہا

"اگر ہم تم اور یہ جماعت لوگوں کو لے کر بیٹھیں تو ہزار سے زیادہ لوگوں پر کشائش ہو سکتی ہے اور وہ ایمان حقیقی سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں" فی الواقع آپؒ نے جو فرمایا وہ آپؒ کی قدرت، تصرف اور کمال سے بعید نہیں ہے، ان کی تھوڑی سی توجہ سے یہ سب ممکن ہے۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

یعنی، روح القدس کا فیض اگر پھر مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہ کچھ کر سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ نے کیا تھا"[1] حضرت میاںمیر صاحب کا سلسلہ عالیہ قادریہ کشائش باطنی کا سلسلہ ہے اور اس سلسلے کے اس امتیاز کو جس وسعت کشائش اور سخاوت معرفت کے ساتھ حضرت فخرا حیاءؒ نے آگے بڑھایا اس سے عہدِ متاخر میں عہد اولیٰ کے جلوے نمایاں ہو گئے۔

صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ۔

"جو آپ کے آستانہ پر بغرض حصول نور ایمان آیا تو آپ نے کمال سخاوت سے قلیل مدت میں اس کو منزل مقصود تک پہنچا دیا کیونکہ جب آپ دریائے چناب پر ریاضت کش تھے اور بہ سبب فراق یارؐ آپ کی حالت نازک اور تنگ ہو جاتی اور شدید اضطراب دامن گیر ہوتا تو بارگاہ ایزدی میں دست بہ دعا ہوتے کہ۔

"الٰہی! اپنے فضل و کرم سے اپنا راستہ مجھ پر آسان کر دے اور گوہر مقصود عطا فرما دے۔ اگر تو نے مجھ پر فضل و کرم فرما دیا تو بطور شکریہ تیرے بندوں کو آسان طریق حق پر چلاؤں گا اور جو تکالیف برداشت کر رہا ہوں ان پر لازم نہ کروں گا"[2]

گویا یہ ایک نذر الٰہی تھی چنانچہ جب آپ مورد فضل ربانی ہو کر مشرف دیدار حضرت رسالت مآبؐ ہوئے اور راہنمائی کی اجازت پائی تو عمر بھر بطور ایفائے نذر عہد ایزدی کے پابند رہے اور ہر ایک طالب کو بہ آسانی بلا تکلف و محنت منزل مقصود تک رسائی حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ وظائف یا اوارد کا حتمی ارشاد نہ ہوتا تھا صرف درود شریف پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ لطیفہ زبان یا ذکر نفی اثبات وغیرہ کی نسبت کوئی گفتگو نہ فرماتے بلکہ بعض کو لطیفہ نیلوفری اور بعض کو اس

---

[1] سکینۃ اولیاء، و بعہد شاہجہانی، مترجمہ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳، ہیکجز لاہور

[2] سیرت الفقراء، جلد اول، فخرا حیاء، امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادریؒ، صفحہ ۴۱، ۴۳

سے بھی برتر توجہ خاص سے نوازتے۔ بعض کو ایک حرف بھی زبان
پاک سے نہ فرماتے مگر ذکر الہٰی میں مشغول فرماتے۔

فقر خواہی آں بہ صحبت قائم است نے زبانت کارے آید نہ دست

(فقر وہ چاہتا ہے جو حق تعالیٰ سے با صحبت قائم رہے تیری زبان اور
تیرے ہاتھ کام نہیں آئیں گے)
بعض لوگ دنیوی مطلب کے لئے آتے اور مشغول بہ ذکر ہو کر
جاتے۔ آپ کی توجہ بدرجہ کمال تھی کہ کسی آنے جانے والے کو خالی
نہ رہنے دیتی۔

اس انداز سخاوت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کے مرشد
کامل حضرت مولانا مولوی نور احمد علیہ الرحمتہ کے پاس جو بھی تلاش
حق کے لئے حاضر ہوتا۔ آپ اس کو حضرت فخرا خیاءؒ کی خدمت میں
بھیج دیا کرتے چونکہ حضرت فخرا خیاءؒ کے نزدیک وہ شخص مرشد کامل کا
بھیجا ہوا ہوتا اس لئے آپ اس پر خاص نظر التفات فرماتے یہاں تک
کہ پہلی ہی نشست میں تمام منازل سلوک طے کروا دیا کرتے تھے۔ یہی
وجہ تھی کہ قلیل مدت میں آپ کی سخاوت و فیض و عنایات کا شہرہ دور
دور تک ہوا اور لوگ آپ کو فخرا خیاء سخی احمد یار صاحب کے نام
نامی سے یاد کرنے لگے"۔

شہرۂ آفاق حدیث شریف میں ایک ایسا مضمون بیان ہوا ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو ملایکہ مقربین سے کہتا ہے کہ زمینوں آسمانوں میں
اعلان کر دو کہ فلاں بندے کو اللہ نے محبوب بنا لیا ہے تم سب اس بندے سے محبت کرو۔ حضرت
فخرا خیاءؒ نے راہ حق تعالیٰ میں جو نیاز مندی اختیار کی اور جس طرح اللہ کی مخلوق کو اللہ کے قریب
کرنا شروع کیا تو ظاہری باطنی طور پر آپ کی شہرت حد درجہ ہوئی۔ اہل حق خواہ وہ سالک ہوں کہ
مجذوب آپ سے آگاہ و شناسا رہے اس کے علاوہ بے شمار ہندو جوگی رشی سوامی اور سکھ بھگت آپ
کے درشن کے لئے برصغیر کے کونے کونے سے حاضر ہو گئے۔ پیاسا ہی چشمہ زلال کی قدر کر سکتا ہے
جن لوگوں نے خدا سے ملن اور قرب کی کیفیت اعلیٰ حاصل کرنے کے لئے سالہاسال مجاہدے کئے
ہوتے ہیں وہی کسی صوفی کامل کی قدر کر سکتے ہیں۔ قدر الماس جوہری ہی جانتے ہیں چنانچہ پنجاب نے
یہ جلوہ باردگر دیکھا کہ پہلے ایک وقت وہ تھا کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے حجرہ اقدس کے باہر
جوگیوں کی ٹولیوں کے میلے لگتے تھے جو آپ کے ایک درشن سے اپنی منزل طے کرتے تھے اور پھر وہی

عالم حضرت فخرا نحیاءؒ کے آستانے کا ہوا۔ حضرت فخرا نحیاءؒ اہل مجاہدہ کے سردار تھے۔ اہل مجاہدہ کی رہنمائی کے لئے آپ سے بہتر کون ہو سکتا تھا چنانچہ آپ نے بے شمار اہل مجاہدہ ہندو جوگیوں رشیوں کو ان کے خاص ماحول اور ذہن کے مطابق فنا کی منزل اور غریق وحدت ہونے کی لذت سے آشنا کیا اور ان میں بہت سے اسلام قبول کرنے کے شرف سے بھی مشرف ہوئے۔

حضرت فخرا نحیاءؒ کے شہرہ آفاق ہونے کا یہ عالم تھا کہ اہل حقیقت کے نزدیک آپ کا اسم گرامی وہ نام مقدس تھا اور آپ کا احترام اور سطوت بحیثیت قطب الاقطاب محکم تھی۔ حضرت فخرا نحیاءؒ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے عہد متاخر میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سلسلے کو جلال و جمال عطا کیا۔ ایک قلیل مدت میں آپ کے فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں کو پہنچی لیکن بیعت کرنے کے معاملے میں آپ حد درجہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کی سیرت اقدس کے مظہر تھے۔

صلح کُل بنائے تمدن برصغیر کا معاشرہ مختلف خیال فلسفوں، مذاہب، اقوام، رسوم، اور طریق بود و باش کا معجون مرکب ہے لیکن اس کے باوجود "محبت خدا ہے خدا ہے محبت" کا نظریہ ہر جگہ احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور جب بھی اس اتفاقی حقیقت سے کفر کیا گیا فتنہ و فسادات امڈ پڑے اور بے گناہوں کا خون بہا۔ "اصل ایمان عرفان ہے۔" اگر حقیقت سے وحدت نہ ہو تو مسلمان جنہیں خدا نے بھائی بھائی بنایا ہے ایک نہیں بلکہ مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے اور بعض اوقات ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ برصغیر کی تمدنی وحدت صوفیوں جوگیوں بھگتوں کے فیض نظر سے ہی قائم ہوئی ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد اطمینان قلب حاصل کرنا حقوق و فرائض اور امن کی قدر افزائی سے ہے۔ حضرت فخرا نحیاءؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شان عطا فرمائی کہ جو شخص آپ کا دیدار کر لیتا اس کا مذہب خواہ کچھ ہوتا وہ یاد حق میں مگن، صلح کل سے روشن، محبت سے سرشار اور ایثار کے لئے تیار رہتا۔ سبحان اللہ کہ اہل صدق و سعادت آپ کے ایک دیدار ہی سے کدورت و حسد جیسی موذی بشری آلائشوں سے پاک ہو جاتے تھے حالانکہ یہ وہ بیماریاں ہیں جو بعض ایسے لوگوں کے دل سے بھی نہیں جاتیں جن کے ماتھے سجدوں کے محراب سے مزین ہوتے ہیں یا پنڈتوں کی طرح ساری زندگی رام رام کہتے ہیں لیکن پتھر دل رام نہیں ہوتا۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل　　دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضرت فخرا نحیاءؒ کے عہد میں بالخصوص پنجاب ایک ایسا خطہ تھا جہاں کی وسعت نظری، وحدت و محبت عہد پارینہ کی یادگار بن چکی تھی۔ سکھوں کے تشدد پسند مٹھی بھر عناصر اور وہابیوں کی اقلیت نے باہمی طور پر ظالمانہ طرز عمل اختیار کر کے پورے پنجاب کے مسلمانوں ہندوؤں اور سکھوں کو آپس میں کاٹ ڈالا تھا۔ ایک دوسرے کو قتل کرنا گویا کار ثواب و اجر بن چکا تھا۔ سکھوں نے گورونانک صاحب سے گورو ارجن دیو تک کے رہنماؤں کے اصولوں کو فراموش کر دیا تھا کہ جس

میں عورتیں بوڑھے اور بچے اور نہتے جوان رب کی پناہ میں ہوتے ہیں اور ان پر حملہ کرنا رب پر حملہ کرنے کے برابر ہے۔ اسی طرح ہندوؤں نے رام کرشن اور شیوجی کے اصول ستیم شیوم سندرم یعنی صداقت خیر اور اخلاق کے حسن و جمال کے آدرشوں کو بھلا دیا تھا اسی طرح وہابیوں نے اسلامی جہاد کو قرآنی حقائق اور سیرت رسولؐ کی بجائے نفسانیت کے آئینے میں سمجھنے کی کوشش کی اور بھول گئے کہ عورتیں' بوڑھے بچے اور نہتے لوگ خدا کی امان میں ہیں اور خدا اپنی حدود پھلانگنے والوں کو سخت سزا دیتا ہے۔ پنجاب میں تشدد اور بدامنی نے عقلوں کو چھوٹا' اخلاق کو پست نظروں کو بے حیا اور غنڈوں کو مادر پدر آزاد کر دیا تھا۔ اس بدامنی میں سب سے زیادہ بری حالت پنجاب کی اکثریت یعنی غریب مسلمانوں کی تھی۔ وہابی سکھوں کو چھیڑ کر خود انگریزوں کی گود میں جا بیٹھے لیکن پنجاب کے مسلمانوں' سکھوں اور ہندوؤں پر انتہا پسند سکھوں کا ظلم و ستم سالہاسال جاری رہا۔ ایسے اندوہ گیں حالات میں درگاہ قادریہ نوریہ کے مشائخ کا طریق عمل تصوف کی جان اور اسلام کی شان تھا بالخصوص حضرت فخرالاحیاءؒ کا کردار امن کے شمس تاباں کی طرح طلوع ہوا اور آپ نے حضور علیہ والصلواۃ والسلام کے ارشادات اور حکم کے عین مطابق صلح کل' اخلاق' باہمی احترام اور حرمت تمدن کو بحال کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے تقریریں نہیں کیں بلکہ قلوب کی تقدیریں بدل دیں۔ آپ سے فیض یاب ہونے والے اور آپ کی زیارت کرنے والوں کو ایسی نگاہ باطنی عطا ہوتی تھی کہ وہ ساری موجودات کو اپنے جسم کا ایک حصہ اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایک کرشمہ سمجھتے تھے زندگی کی اعلیٰ منزل وحدت حق پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے۔ ان کا اخلاق' ان کی مہربانی اور ایثار کسی ایک قوم یا ایک مذہب کے ماننے والوں ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ "الخلق عیال اللہ" پر ان کا مدار تھا۔

حضرت فخرالاحیاءؒ کی ذات اقدس نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام اہل برصغیر کے لئے ارمغان نجات تھی۔ آپ کو حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریق کے عین مطابق کسی شہرت اور احترام کی حرص نہ تھی۔ اللہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے اپنی مخلوق کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت فخرالاحیاءؒ کے وجود اقدس سے پنجاب میں امن بحال ہوا۔ انسانیت کے جذبہ اعلیٰ نے خوشبو کی طرح غیر محسوس طریق سے باذن اللہ یہ شعور پھیلایا کہ اصل میں انسان وہی ہے جس کا باطن اس کے رب کی طرف محو ہو اور ظاہر رب کی مخلوق کے لئے باعث امن ہو۔ اسلام جس کا معنی ہی امن اور سلامتی ہے اس کا جلال و جمال حضرت فخرالاحیاءؒ سے عہد متاخر میں فروغ اسلام کی تجلیات برہانی سے ظاہر ہوا اور بے شمار لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

"ظلمتوں کے سیاہ بادل چھا رہے تھے۔ راہ حق کے طلبگار

نایاب تو راہ حق کی شاہراہ گرد آلود سی ہو رہی تھی اس وقت حضرت فخرا نخیاءؒ کی ذات بابرکات روحانیت کے افق پر تابندگی کی کرنیں بکھیرتی ہوئی ابھری اور اپنی نابغہ روزگار شخصیت سے ظلمت کدہ دہر کو نور حق و یقین سے پرضیاء فرما دیا۔ ریاضت و مجاہدہ کا وہ طریق عطا فرمایا۔ کہ مجاہدان تصوف نے سر تسلیم خم کیا۔ حق و صداقت کی ایسی شمع روشن کی کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مذاہب کے افراد نے راہ حق کا مشاہدہ کر لیا۔ سخاوت کا ایسا دریا بہایا کہ ہر خاص و عام نے جی بھر کے شراب ایمان کے لبالب جام پیئے۔ پیغام خداوندی و جذبہ اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ روحوں میں ایسا بیدار کیا کہ بعد از نقل مکانی عالم برزخ منبع فیض سرمدی ہوئیں۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے اپنی ذات بابرکات سے گلستان اسلام کی آبیاری فرمانی شروع کی تو مسلمان ہندو، سکھ، عیسائی غرضیکہ ہر نفس راہ حق الیقین اور تسکین ہر دو عالم حاصل کرنے لگا۔ آپ کی ذات پاک کا نمایاں پہلو سخاوت تھا۔"

(سیرت الفقراء، جلد اول، فخرا نخیاء، حضرت امیرالعصرؒ، صفحہ ۴۱)

درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت فخرا نخیاءؒ حضرت فخرا نخیاءؒ کا گاؤں کوٹ پیرو شاہ حضرت فخرا نخیاءؒ کے وفور سخاوت معرفت کے باعث برصغیر کے متلاشیان حق کے لئے قبلہ نما بنا ہوا تھا۔ اکثر لوگ تھوڑی دیر کے بعد ذکر حق تعالیٰ میں مشغول ہو کر اور آپ کی دعائے خیر حاصل کر کے واپس چلے جاتے تھے لیکن بعض لوگ بوجہ عقیدت و رہنمائی گاؤں کے قریب بیٹھے رہتے اور ذکر حق میں مشغول رہتے۔ باوجود اس کے کہ ہر روز سینکڑوں لوگ آتے جاتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی ہر روز گاؤں میں رہ جانے والے درویشوں میں بھی اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ کچھ ہی عرصے کے بعد گاؤں میں قیام پزیر درویشوں کی تعداد دو سو ہو گئی۔ چھوٹے سے گاؤں میں دو سو درویشوں کی ہمہ وقت موجودگی اور ان کی خبرگیری و رہنمائی ایک اہم ذمہ داری تھی۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کا مزاج اور طریق عمل حضرت میانمیر صاحبؒ کے طریق عمل کے عین مطابق تھا۔ حضرت فخرا نخیاءؒ ترک و تجرید و تفرید میں اپنے متقدمین سے پیچھے نہیں تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی خانقاہ تعمیر کر کے اس میں جبہ زیب تن کر کے ظاہر پرست مشائخ کی طرح درویشوں کو رکھیں اور نہ وہ یہ چاہتے تھے کہ درویش ہمیشہ ان کی خدمت میں رہیں۔ ان کا طریقہ یہی تھا کہ قیام کرنے والے جس درویش کو مشغولیت حق میں کوئی خطرہ نفس نہ رہتا اسے فوراً اجازت رخصت ہو جاتی تھی اور وہ چلا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود دو سو

کے قریب درویشوں کو گاؤں سے کہیں باہر لے جانا اور تعلیم دنیا نہایت ضروری تھا چنانچہ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ محمد عمر عباسیؒ سے مشورہ کیا جو بعد ازاں حضرت فخرا نحیاءؒ کے قدم بقدم نسبت اویسی سے سرشار ہو کر غوث العصرؒ کہلائے۔ حضرت غوث العصرؒ نے حضرت فخرا نحیاءؒ کو اس معاملے میں مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ "حضور! یکسوئی اور سکوت کے لئے تو بہتر مکان گورستان خموشاں ہے۔ جب آخر کار بندوں کے کاندھوں پر سوار ہو کر وہاں جانا ہی ہے تو کیوں نہ آج ہی بحالت تندرستی وہاں چلے جائیں" حضرت فخرا نحیاءؒ نے اس مشورے کو پسند کیا کیونکہ حضرت میانمیر صاحبؒ بھی درویشوں کو باغات اور قبرستانوں میں مشغول حق فرماتے تھے چنانچہ حضرت فخرا نحیاءؒ گاؤں سے تھوڑی دور قبرستان میں تشریف لے آئے اور دیگر درویش بھی رفتہ رفتہ قبرستان پہنچ گئے۔ ارد گرد کھیت اور درخت انتہائی پر سکون ماحول پیش کرتے تھے۔ جب حضرت فخرا نحیاءؒ مستقل قیام کے لئے ہمراہ درویشاں قبرستان پہنچے تو اس وقت دوپہر کا وقت تھا اور شدید گرمی تھی۔ حضرت غوث العصرؒ نے شیشم کے درخت کی ایک موٹی شاخ کاٹ کر قبرستان میں ایک جگہ گاڑ کر اس پر چادر تان دی اور حضرت فخرا نحیاءؒ اس کے سائے میں بیٹھ گئے اور دیگر درویش ارد گرد کے درختوں کے سائے میں مشغول حق ہو گئے۔ سبحان اللہ حضرت میانمیر صاحبؒ کی درگاہ کے زیر اثر قائم ہونے والی اس درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت فخرا نحیاءؒ کے قیام کا پہلا دن کس قدر سادہ اور مظہر تجرید و تفرید ہے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت فخرا نحیاءؒ اور درویشوں کے حجروں کی تعمیر عمل میں آئی۔

طالبان حق آتے اور حضرت فخرا نحیاءؒ انہیں مشغول حق فرما کر رخصت فرما دیتے اور جو طالبان حق مشغولیت حکم میں مستحکم ہونے کے لئے رکنا چاہتے وہ حجروں میں قیام کرتے اور صاحب منزل ہو کر جاتے۔ حضرت فخرا نحیاءؒ نے سوائے مجاہدے کے باقی جملہ شعار حضرت سیدنا میانمیرؒ کے تعلیم کئے کہ اس سے شاغل حق جلد صاحب منزل ہو جاتا ہے۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

> "حضرت فخرا نحیاءؒ درویشوں کو الگ الگ بیٹھنے کا حکم فرمایا کرتے تاکہ یک جا بیٹھ کر لا حاصل کلام نہ کریں بلکہ زاویہ تنہائی میں ذکر الٰہی میں مصروف رہیں بنا بر آں آپ کی بارگاہ میں رہنے والے اصحاب درختوں کے نیچے علیحدہ علیحدہ شب و روز یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔"

(سیرت الفقراء، جلد اول، فخرا حیاءؒ، حضرت امیر العصرؒ، صفحہ ۴۴)

درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت فخرا نحیاءؒ اپنی سادگی میں زاویہ اصحاب صفہ کی طرح تھی۔ حضرت فخرا نحیاءؒ نذر نیاز کم قبول کرتے تھے۔ صرف انہی درویشوں کی نذر قبول فرماتے جو صاحب منزل اور

مشغولیت حق میں جانبازی کا مظاہرہ کرتے' اس کے علاوہ گاؤں کے عقیدت مندوں کی نذریں بھی بہت کم قبول ہوتی تھیں۔ جو کچھ نذر و نیاز و فتوح آپ قبول فرماتے وہ درویشوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ بعد ازاں حضرت غوث العصرؒ نے حضرت فخرا محیاءؒ کے ایما پر وہاں ایک کنواں بنوا دیا تاکہ وضو کے لئے درویشوں کو دور سے پانی نہ لانا پڑے۔

حضرت فخرا محیاءؒ نے تربیت مریدین کے لئے حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریق اور ترک و تجرید و تفرید کو عہد متاخر میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ پیش کیا۔ جو خوش نصیب آپ کے آستانے پر تربیت حاصل کرتا وہ زہد و تقویٰ' فنائے حق' اطاعت شریعت محمدیہ اور طریقت قادریہ کے اعلیٰ شعار کی تعلیم حاصل کر کے بمنزلہ شیخ طریقت بن کر جاتا۔ کوئی درویش حقیقی ضرورت قیام کے علاوہ ایک دن بھی زیادہ قیام کرنے کا مجاز نہیں تھا۔ حضرت فخرا محیاءؒ اپنے مریدین اور فیض یافتگان کی ایسی سخت تربیت کرتے تھے کہ ان کے وجود کو ہوائے نفسانی' خطرات ایمانی' حرص و طمع' طول امل' اور غفلت جیسی جملہ قباحتوں سے آزادی مل جاتی تھی اور وہ مردان حق کی طرح شہرت و گمنامی سے بے نیاز گلستان معرفت حق میں نہال و خوشحال ہو جاتے تھے۔

فہمائشِ عارفاں

فخرالنجباء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ نے جس طرح دل و جان سے اپنے پیر طریقت حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحبؒ کے ہر امر کو پورا کر دکھایا وہ ارادت طریقت میں اپنی مثال آپ ہے۔ طریقت کا سارا دارومدار ارادت کی درستگی پر ہے۔ شیخ طریقت کے احکام خواہ ظاہری ہوں خواہ باطنی ہوں ان کی تعمیل کے بغیر مرید صاحب ارادت و اخلاص نہیں کہلا سکتا۔ چنانچہ صاحب ارادت کے لئے لازم ہے کہ وہ جو کچھ غور و فکر کرنا چاہتا ہے پیر طریقت کی بیعت کرنے سے پہلے ہی کرے۔ بیعت کرنے کے بعد مرید کے لئے جائز نہیں کہ وہ امور میں اپنی رائے یا قیاس پر چلے۔ مرشد پکڑنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مرشد ان صفات عالیہ سے متصف ہو جو فطری طور پر رہنمائی کرے اور کسی بدعت کی دلدل میں گرانے والا نہ ہو' کیونکہ مرشد کے امر کی اطاعت لازم ہوتی ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ لکھتے ہیں۔

> مرشد وہ ہونا چاہئے جو ظاہر میں شریعت کا پابند ہو۔ غیر شرع مرشد پکڑنا درست نہیں مبادا کہ تجھ کو بھی اپنی صحبت میں دوزخ میں لے جائے اور آخر لم نتخ اتخذ فلانا خلیلا (کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا) کہنا پڑے۔ مرشد وہ ہونا چاہئے جو باشریعت ہو اور اس کے کلام

میں طریقت کے کلمات پائے جائیں اور اس کی خوارق و عادات میں حقیقت کی خوشبو آئے جو دماغوں کو معطر کرے جس شخص کے کلام میں حقیقت کی بو نہ ہو وہ مرشد ہونے کے قابل نہیں ہوتا کیونکہ وہ خشک ملا ہے اور جو پیشہ رضا و تسلیم نہیں کرتا اور محض فقیرانہ باتیں کرتا ہے وہ زندیق ہے۔ میں کہتا ہوں' اگر تم نے مرشد پکڑنا ہو تو اپنی نیک و بد عادت کو بخوبی یاد کر لے پھر مرشد کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ جس وجود میں وہ تیری بری خصلتیں نہ ہوں اس کی صحبت اختیار کر تاکہ اس کی صحبت کی برکت سے تیری بری خصلتیں تیرے وجود سے جاتی رہیں اور اس کی نیک خصلتیں تیرے وجود میں گھر کر لیں۔[1]"

مبادیات ارادت میں حکم پیر طریقت کا مرید کی عقل و ادراک پر پورا اترنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ارادت اسی کا نام ہے کہ پیر طریقت پر بھروسہ کیا جائے۔ دین و مذہب کے جملہ عقائد و اعمال کا دارومدار اکثر اوقات علم الغیب پر ہوتا ہے اسی طرح تصوف اگرچہ تحقیق کا شعبہ مشاہدات ہے لیکن اس کی ابتداء بھی ارادت کے محکم اصولوں سے ہوتی ہے اس لحاظ سے امر پیر طریقت مرید کے لئے ہر قدر سے زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔ " غنیۃ الطالبین" حضرت غوث الاعظمؒ کی تصنیف شمار کی جاتی ہے۔ اس میں ایک جگہ لکھا ہے۔

" مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر کی مخالفت نہ کرے اور نہ دل میں اس پر اعتراض کرے۔ ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے والا گستاخ و بے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا خود اپنی تباہی اور ہلاکت کا خواستگار ہے۔ مرید کو چاہئے کہ شیخ طریقت کی طرفداری میں اپنے نفس کو مصروف رکھے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رکھے اور اس کی اس خواہش پر اس کو ملامت کرے اور اس آیت کی تلاوت کثرت سے کرے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(اے اللہ ہم کو بخش دے اور ہم سے پہلے جو مومن بھائی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کو بھی بخش دے' ہمارے دلوں کو مومنوں

[1] آداب المریدین' مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ' صفحہ ۳۰ /۳۱' مرتبہ: صاحبزادہ شبیر کمال عباسی

کی طرف سے نہ ہٹا۔ اے پروردگار بیشک تو ہی مہربان اور رحمت کرنے والا ہے)

اگر پیر طریقت سے خلاف شرع کوئی عمل سرزد ہو تو اشارہ اور کنایہ میں اس کی وجہ دریافت کرے، صراحت کے ساتھ وجہ نہ پوچھے۔ اس صورت میں شیخ کو اپنے مرید سے نفرت ہو جائے گی۔ اگر شیخ میں کوئی عیب نظر آئے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کی کوئی شرعی تاویل نکالے اور اس بارے میں اپنے نفس کو غلط فہم سمجھے یعنی یہ خیال کرے کہ میں نے شیخ کے بارے میں جو کچھ سمجھا ہے غلط سمجھا ہے"[1]

صاحب امر کی تعمیل ہر اس شخص کے لئے فرض و واجب ہے جو کسی پیر طریقت کو اپنے حق میں صاحب امر تسلیم کرتا ہے یعنی بیعت کرتا ہے۔ مرید کی بیعت ایسی نہیں ہونی چاہئے جو محض الزام ہو۔ حضرت فخرا لحیاءؒ کی نظروں میں امر شیخ طریقت کی کس قدر اہمیت تھی اس کا تذکرہ آپ کے مجاہدات کے ضمن میں ہو چکا ہے کہ آپ نے پیر طریقت کے جملہ ارشادات کو عاشقانہ جرات کے ساتھ پورا کر دکھایا۔

حضرت فخرا لحیاءؒ کبھی کبھی اپنے مریدوں کی ارادت کا امتحان بھی لیا کرتے تھے کہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریق میں یہ شامل ہے۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

حضرت غوث العصر خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت فخرا لحیاءؒ حاضر خدمت چند درویشوں کو فرما رہے تھے کہ "میرے سر میں درد ہے اگر پاؤں سے سر کو دبایا جائے تو شاید آرام آ جائے، کوئی شخص میرے سر کو پاؤں سے دبا دے" مگر سر مبارک پر قدم رکھنے کی جرات کس کو تھی؟ سب ہاتھوں سے دباتے تھے۔ ناگہاں میں بھی آنکلا اور مجھے بھی ایسا ہی فرمایا کہ "بیٹا میرے سر میں درد ہوتا ہے اور سب کو کہہ رہا ہوں کہ پاؤں رکھ کر دبا دیں مگر کوئی نہیں مانتا۔ تم ہی میرے سر کو پاؤں سے دبا دو" یہ سن کر پہلے تو میرا دل بھی لرزا کیونکہ ادب مانع تھا مگر اسی وقت "الامر فوق الادب" (ادب پر حکم فوقیت رکھتا ہے) کا حکم پیش نظر آگیا۔ لہٰذا میں نے عرض کی "حضور! جوتے سمیت یا اتار کر" فرمایا "اتار کر" پس جوتا اتار کر

---

[1] غنیۃ الطالبین، مترجمہ شمس بریلوی، صفحہ ۶۱۲، ۶۱۳

پاؤں کو کپڑے سے صاف کر کے سر مبارک پر رکھ دیا۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزل ہا

(اگر تیرا پیر تجھے کہے کہ اپنا مصلیٰ شراب میں رنگ لے تو ایسا ہی کر کیونکہ سالک منزل کی رسم و راہ سے بے خبر نہیں ہوتا)

چنانچہ حضرت فخرا لنحیاءؒ نے فرمایا جَزَاکَ اللّٰہ فِی الدَّارَیْن اب آرام ہے۔ پس میں نے فوراً پاؤں اٹھا لیا اور چارپائی کے پاس مودبانہ بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ "یہ گستاخی اور جسارت تونے کیوں کی؟" میں نے عرض کی "میری جان میرے آقا بحکم حدیث اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبْ (حکم ادب پر فوقیت رکھتا ہے) یہ جرات سرزد ہوئی ہے ورنہ بندہ کی کیا مجال تھی" اس پر آپ نے فرمایا "تم نے پختہ کاری کی کہ اس حکم کی تکمیل کی اگر تم بھی تعمیل ارشاد نہ کرتے تو دوسروں کے نفع نقصان کو چھوڑو مگر تمہارا کچھ نہ رہتا اور تمام عمر کا ساختہ پرداختہ اکارت و رائیگاں جاتا' آئندہ بھی اسی حدیث مبارکہ کو مد نظر رکھنا۔"

حضرت فخرا لنحیاءؒ نے الامر فوق الادب کی جو اس قدر توصیف فرمائی تو اس سے مراد یہی ہے کہ صاحب ارادت کی اول آزمائش اور آخر مراد ارادت کی پختگی ہی سے ہوتی ہے۔ حضرت فخرا لنحیاءؒ کی اپنی زندگی امر پیر طریقت کی تعمیل کے جلال و جمال سے عبارت ہے کہ جب حضرت نوراحمد صاحبؒ نے بغرض آزمائش حضرت فخرا لنحیاءؒ کو آزاد فرمانے کی بات کی تھی کہ تم کسی اور درویش سے بھی بیان مدعا کرو لیکن حضرت فخرا لنحیاءؒ نے اس آزمائش میں اس شان کے ساتھ سرخروئی حاصل کی کہ اہل ارادت کے لئے آپ کی ارادت مینارہ نور ہے۔

ہر انسان خواہ کسی سے ارادت رکھتا ہو' یا اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہو کسی نا کسی ارادت کے تحت ہی رہتا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ "جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ ابلیس ہے" یعنی انسان کو نفسیاتی طور پر اسی نہج ارادت میں تخلیق کیا گیا ہے کہ یہ ہر لحہ کسی نہ کسی ارادت کے تحت رہتا ہے۔ نفس دل روح کبھی بھی ارادہ کی فوقیت سے آزاد نہیں ہوتے۔ جو اہل طریقت سے ارادت نہیں رکھتا وہ اہل بدعت سے ارادت رکھنے پر مجبور رہتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اہل طریقت کے ارادوں میں فنا ہو کر ارادہ حق کے مظہر بن جاتے ہیں اور ان کے ارادوں سے اللہ کی تقدیر اپنا اظہار پاتی ہے اور انسان کی تخلیق تحت ارادہ اسی لئے ہے کہ انسان کسی طرح حادث ارادوں سے فنا ہو کر

مجسم امر حق بن جائے کہ جیسا اللہ تعالی اپنے امر کے بارے میں فرماتا ہے کہ "اللہ کا امر یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا پس ہو جاتا ہے" نہ صرف ناسوتی ارادوں سے بلکہ ملکی و معنوی ارادوں سے بھی فنا مقصود ہے کہ ہر وہ ارادہ جو اپنی ہیئت میں غیر مخلوق ہے انسان کے شرف اردات کے قابل نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کو اللہ تعالی نے اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے وجود بخشا ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کیا خوب فرماتے ہیں۔

راز وحدت کی کوئی خواہش اگر دل میں کرے
پہلے اس کو نفس سے بیزار ہونا چاہئے

عاشقوں کو اس تماشائے جہاں سے کام کیا
بے دلوں کو باخدا دل زار ہونا چاہئے

قبلہ ارباب الفت کوچہ دلدار ہے
اہل دنیا بدعتی کو خوار ہونا چاہئے

جس نے پائی رمز ہے توحید حق سے اے پسر
ماسواء اللہ سے اسے انکار ہونا چاہئے

نور وحدت جس نے اپنے دل میں دیکھا با رہا
لیْ مَعَ اللہ پر اسے اقرار ہونا چاہئے

زاہدوں کو حلقہ عشاق سے ہے کام کیا
ان کی خاطر جُبّہ و دستار ہونا چاہئے

اے حریص وعظ کب تبلیغ تیرا کام ہے
واسطے تبلیغ کے کردار ہونا چاہئے

اے کریمی ہو گیا میں مست حُسن یار میں
عشق کو در محفل دلدار ہونا چاہئے

جس طرح ہر نیکی سے کئی نیکیاں جنم لیتی ہیں اور ایک گناہ کئی گناہوں کا راستہ کھولتا ہے اسی طرح حق تعالی کے کسی ایک ارادے کی ایسی تکمیل جو صاحب امریعنی پیر طریقت کی طرف سے واجب ہو، اگر معرض اظہار میں آ جائے تو امور حق کی بصیرت دہ چند ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ صاحب ارادت کو وہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا اپنے ارادے اپنے عاشق کے ارادوں سے ہم آہنگ بنا دیتا ہے "خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟" ارادت کے بغیر نمود حیات نہیں نہ انسان سطح حیوانی سے بلند ہوتا ہے۔ ارادت ہی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرتی ہے اور انسان کو مقام انسانیت کی اس اعلیٰ منزل سے آشنا کرتی ہے جس کا بیان لفظوں کی حدود میں محدود نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر کلام محدود ہے جبکہ ارادہ حق بحرلا محدود ہے بقول علامہ اقبالؒ "ہر ذرہ ہے شہید کبریائی۔" صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

"ایک درویش احمد دین نامی آپؒ کا تصور کر رہا تھا اور آپ اس کو منع فرما رہے تھے مگر وہ بسمع قبول نہیں سنتا تھا اس لئے آنجناب اس سے ناراض ہو رہے تھے۔ دریں اثناء حضرت غوث العصرؒ آ نکلے ۔ آپ کو رنجیدہ خاصر دیکھ کر عرض کی "حضور خیر تو ہے؟ حالت خلاف عادت ہے" فرمایا "تجھ کو نظر نہیں آتا کہ یہ جاہل کیا کر رہا ہے اور

مجھے کس بلا میں مبتلا کر رہا ہے" حضرت غوث العصرؒ نے عرض کی "سبحان اللہ اگر یہ اس وجود کو یہاں نوچتا ہے تو آگے بھی اس وجود کو نہ چھوڑے گا" حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا صحیح ہے مگر میں کیا کروں؟" حضرت غوث العصرؒ نے عرض کی "حضور! آپ وہاں چلے جائیں جہاں کہ یہ نہ جا سکے۔ آپ نے فرمایا "جزاک اللہ خیرا" اور عالم امکان سے عالم لامکاں کی طرف پرواز کیا یعنی عالم ناسوت سے عالم جبروت میں جا بسے کہ وہاں تصور و تصویر کا نام ونشاں تک نہیں ہے۔ اب تو بے چارہ احمد دین بار در دست دہانے اٹھ کھڑا ہوا۔ تب آپ نے فرمایا۔ "احمد دین تصور شیخ جو تو کرتا ہے ناجائز ہے۔ ہاں اگر کرنا ہے تو مولیٰ کا تصور کر جو کہ عین ایمان ہے۔" حدیث شریف میں وارد ہے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

(اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو یہ سمجھ لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے)

احمد دین نے عرض کی حضور جو آپؐ فرماتے ہیں صحیح ہے مگر میں کیا کروں میں تو مرشد کے دیدار کو دیدار حق جانتا ہوں۔

گر نبود ذات حق اندر وجود آب و گل را کے ملک کردے سجود
دیدن مرشد بود دیدار حق کز زبانش بشنوی گفتار حق
صورت حق مرشد کامل بود نقش او دائم درون دل بود
نقش او چوں در دلِ کس جا کند ذات حق اندر دلش یارا کند
خواستم ترتیب ایں دردانہ را کاشاناسازم دل بیگانہ را

(ذات حق کا نور وجود میں نہ ہوتا تو پانی اور مٹی کو فرشتے کب سجدہ کرتے تھے۔ مرشد کا دیکھنا حق کو دیکھنا ہے کیونکہ تو اس کی زبان سے حق کی گفتار سنتا ہے۔ کامل مرشد حق کی صورت کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کا نقش ہر وقت دل میں جما رہتا ہے اس کا نقش جب کسی شخص کے دل میں جگہ پکڑتا ہے تو اس کے دل میں ذات حق جلوہ گر ہوتی ہے۔ میں اس ترتیب سے یہ قیمتی موتی کا دانہ حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ کسی بیگانے دل کو اپنا گھر بناؤں)

حضرت فخرا نخیاءؒ نے جب یہ سنا تو فرمایا "کیا عجب بات ہے

صورت تو مولا کی ہے مگر گفتار مولا کی نہیں اس لئے اس کے قول پر عمل نہیں" یہ جواب سن کر احمد دین شرمندہ و لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا اور سر تسلیم خم کیا نیز فرمایا کہ یہ محض مریدان طریقت کا امتحان تھا ورنہ پیر کامل تو عالم ہوتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے کہ۔

"شیخ کامل کا تصور محال ہوتا ہے اور جس کا تصور ہو سکے وہ کامل ہی نہیں۔ اگر شیخ کامل کا تصور کسی کو خود بخود بلا قصد نصیب ہو تو اسے تصرف کہتے ہیں اور یہ جائز ہوتا ہے۔ نیز اگر کوئی شیخ کامل کا تصور بلا ارادہ کر لے تو پیر کامل کو اس وقت بہ تعلیم اللہ علم ہو جاتا ہے اور جس کو تعلیم الہٰی کے ذریعے علم نہ ہو، وہ کامل نہیں ناقص ہے۔

اے زاہد ظاہر بیں از قرب چرا ے پرسی
او درمن دردے چوں بو بگلاب اندر
ارے ظاہربیں زاہد تو قرب کے متعلق کیوں
پوچھتا ہے وہ تجھ میں اس طرح ہے کہ جس
طرح گلاب کے پھول میں خوشبو ہو۔"

صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

"طریق عمل کے ضمن میں حضرت غوث العصرؒ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بوقت شام حضرت فخرا ضیاءؒ کو تندرست چھوڑ کر میں گاؤں میں کھانا کھانے کے لئے گیا اور جب واپس آیا تو آپ سخت بیمار قریب المرگ لیٹے ہوئے تھے۔ بولنا سننا بھی دشوار تھا۔ پریشاں ہوا۔ میں نے عرض کی "حضور! آپ کی یہ حالت کیوں؟" باریک سی آواز سے فرمانے لگے " میں کافر ہو گیا ہوں" پھر میں نے عرض کی کہ "یہ کیسا کفر ہے؟" جواب حاصل ہوا کہ "اس ہوائے نفس یعنی دم سے جو باہر آتا تھا۔ معلوم ہوا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے سے انکار ہے" میں نے عرض کی "سبحانہ اللہ جس کے دیدار پر تمام عمر فدا کر دی اب اس کا انکار کس طرح ہے۔ مجھے بھی معلوم ہو تاکہ سمجھ لوں" حضرت فخرا ضیاءؒ نے فرمایا " درود شریف کے پڑھنے سے دل انکار کرتا ہے اور ذکر الہٰی کا اقرار کرتا ہے" میں نے کہا "یہ کفر خداوند کریم ہمارے نصیب میں بھی کرے یہ تو عین اطاعت رسولؐ ہے

اور عین ایمان ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کب کہا کہ ہر دم رسولؐ ہی رسولؐ پکارا کرو بلکہ فرمان الٰہی تو یہ ہے۔

الا بذکر اللہ تطمئین القلوب

(خبردار اللہ کے ذکر سے دل اطمینان حاصل کرتا ہے)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو ذکر الٰہی کرتے تھے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

(جس نے رسولؐ کی تابعداری کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی)

جب حضرت فخرا غنیاءؒ نے یہ سنا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور گفتگو فرمانے لگے گویا مردے میں جان آ گئی ہو۔ میں نے عرض کی کہ "آپؒ پر یہ حالت کیوں طاری ہوئی" فرمایا "غم سے" "اور اب کیوں جاتی رہی؟" (حضرت غوث العصر نے پوچھا تو آپ نے فرمایا) "تیری تسکین سے "حضرت غوث العصرؒ فرماتے ہیں کہ یہ محض میرا امتحان تھا ورنہ آپ تو خود دریائے رازِ واقف اسرار کل تھے"

سیرت الفقراء، جلد اول، فخرا غنیاءؒ، حضرت امیر العصرؒ، صفحہ ۴۷،۴۸

مذکورہ بالا واقعہ میں جو اسرار پوشیدہ ہیں وہ صاحبان اسرار کے ساتھ ہی خاص ہیں۔ صرف اسی قدر ہی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت فخرا غنیاءؒ نبی کریمؐ کے معجزہ شق الصدر کے بعد مظہر صفات محمدؐیہ قدسیہ تھے۔ حضور کی سنت مخصی عشق کی کامیابی کے باعث اس قدر محکم تھی کہ جس طرح حضورؐ نے کبھی اپنے آپ کو آواز نہ دی اسی طرح واصلان بارگاہ رسولؐ آہ و صدا بلند کرنا خلاف حقیقت جانتے ہیں۔ پکارنا اور آواز دینا فاصلے کی گواہی ہے یاد وہ کرتا ہے جو بھول جائے۔ آواز وہ دیتا ہے جو دور ہو۔ علامہ اقبال کہتے ہیں۔

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذاں سے

یعنی جب نعرہ تکبیر بلند ہوتا ہے تو واعظ کی غفلت ٹوٹتی ہے اور لرز جاتا ہے حالانکہ زبان حال سے ہر لحظہ موجودات رب تعالیٰ کی کبریائی کی شہادت دے رہی ہیں لیکن واعظ غافل ہوتا ہے۔

فضائلِ شخصیت

فخرا نخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ کی شخصیت جامع الصفات تھی۔ آپ کے فضائل شخصیت میں سب سے اہم آپ کا اویس العصر اور حبیب مصطفیٰؐ ہونا ہے۔ سبحان اللہ جس کی محبت کا حضور علیہ الصلواۃ والسلام اقرار کریں اس کے اوصاف شخصیت حدبیاں سے ماوراء کیوں نہ ہوں۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کی جملہ منازل روحانیہ عشق رسولؐ ہی میں طے ہوئیں۔ اگر ملکوت پر قدم جمائے تو دیدار رسولؐ بعالم خواب کے بعد حدت شوق دید میں، اگر جبروت کو زیر نگیں کیا کو جھیل "دھم" میں ناقابل برداشت اذیت بھی کسی تسخیر یا نیابت معنوی کے لئے نہ تھی بلکہ صرف اور صرف دیدار رسولؐ کے لئے جس کی بشارت کے لئے حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ تشریف لائے اور دیدار و زیارت بالمشافہ سے مشرف فرمایا۔ اسی طرح حضرت فخرا نخیاءؒ اگر نعمت شق الصدر سے سرتاج اولیائے زمانہ ہوئے تو بغلگیری محبوبؐ کبریاء کے اثر سے اور حکم ارشاد و تلقین حاصل کیا تو براہ راست خاتم الانبیاء سیدالمرسلین احمد مجتبیٰ حبیب کبریاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان اقدس سے۔ سبحان اللہ اولیاء اللہ میں آپ کی شان منفرد ہے کہ تمام منزلیں اور مقامات روحانیہ عشق رسولؐ ہی میں حاصل ہوئے۔ لاریب آپ حجت العاشقین والعارفین اور نازش سلسلہ عالیہ قادریہ ہیں۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کی شخصیت حضرت سیدنا میانمیر بالاپیرؒ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کے لئے بالخصوص ارمغان عشق مصطفیٰ ہے۔ بارگاہ نبویؐ اور بارگاہ غوث الاعظمؓ میں حضرت سیدنا میانمیر

صاحب'' کی مقبولیت کا یہ روشن ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وارفتہ ازل سخی احمد یار'' اس سلسلہ عالیہ مناقب سے اٹھایا۔

فنافی الرسولؐ نیند اور آرام سے گزر جانا یہاں تک کہ بوقت آرام بھی دل کا بیدار اور شعور کا برقرار رہنا اولیاء اللہ کی شان ہے اور یہ درجہ فنافی الرسولؐ کے مقامات میں سے ہے۔ جب حضرت فخرا نخیاء'' نے پیر طریقت سے دیدار رسولؐ بعالم بیداری کے لئے اظہار تمنا کیا تو پیر روشن ضمیر نے نیند کے قطع کرنے کی ہمت فراہم کرنے کی بابت ارشاد فرمایا اور حضرت فخرا نخیاء'' نے یہ ہمت چند دنوں میں فراہم کی یہاں تک کہ ذکر الٰہی غذا ہوا اور چھ ماہ تک طعام و خواب و آرام سے گزر گئے۔ الطالب والمطلوب چنانچہ طالب کو مطلوب کی صفات کا آئینہ بننا پڑتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کبھی نیند کا اطلاق نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک ایسی بھی روایت ہے کہ آپؐ آرام فرما رہے تھے اور خراٹے لے رہے تھے لیکن جب فجر کی آذان ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بغیر وضو کئے نماز فجر ادا کی۔ وضو لازم اس وقت ہوتا ہے جب نیند کے بعد انسان بیدار ہوتا ہے اور نماز کے لئے تیار ہوتا ہے۔ حضورؐ جس وقت بستر پر آرام کرنے کے لئے لیٹے تو اس وقت نصف شب تھی اور آپ کا وضو تھا چنانچہ آرام فرمایا اور بوقت فجر بغیر وضو کے نماز ادا کی۔ یہ آپ کی تخصیصات میں سے ہے کیونکہ آپ پر نیند کا اطلاق نہیں تھا جبکہ اور دوسرا کوئی بھی امتی خواہ کیسا ہی بلند مرتبہ ہو وہ بیداری کے بعد نماز کے لئے وضو کرنے کا پابند ہے لیکن حضورؐ کی شان سبحان اللہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

ثم اضطجع فنام حتیٰ نفخ وکان اذانام نفخ فاذنہ بلال بالصلاۃ فصلی ولم یتوضأ[1]

(پھر حضورؐ لیٹے اور سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے اور آپ جب بھی سوتے تو خراٹے لیتے۔ پھر حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے اذان پڑھ دی، پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا)

بحکم رسولؐ نیند موت کی بہن ہے، جب شہیدوں کے لئے موت کا اطلاق نہیں تو انبیاءؑ کے لئے کیسے ہو سکتا ہے اور جب انبیاءؑ کے لئے نیند اور موت کا اطلاق نہ ہو تو سید الانبیاء والمرسلینؐ کے لئے اس کا اطلاق کسی طرح سے بھی درست نہیں ہے۔ عاشقان رسولؐ اولیائے کرام صوفیائے عظام نیند اور موت کی آلائش سے پاک ہوتے ہیں۔ اسی طرح بھوک کی شدت سے بے قرار ہونا بھی انبیاء " اور اولیاء اللہ'' کی صفت نہیں ہے۔ حضرت فخرا نخیاء'' نے پہلے ڈھائی سال اور بعد ازاں چالیس دن جھیل دھم میں جو ریاضت کی اور انعام میں سیدنا غوث الاعظمؓ کا دیدار اور تشفی حاصل کی اس میں

---

[1] بخاری شریف، جلد سوم، امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری''، مترجمہ مولانا عبدالحکیم خاں، صفحہ ۴۵۲، حامد اینڈ کمپنی لاہور

آپ نیند اور بھوک کی بے قراری سے چنداں پریشان نہ ہوئے بلکہ آپ کی آنکھیں دیدار رسولؐ بعالم بیداری کے لئے بیدار رہیں۔ آپ کے مجاہدات منجملہ آپ کی کرامات اور فنافی الرسولؐ کے درجات میں ارتفاع کا ثبوت ہیں اور بعد ازاں جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان عظیم کیا اور دیدار و ملاقات رسولؐ بعالم بیداری حاصل ہوئی اور حضورؐ کے معجزہ شق الصدر سے مزین ہوئے تو صفات محمدؐ یہ قدسیہ کے مظہر بن گئے بعد از دیدار رسول بھی آپ کے طعام و خواب کی یہی صورت رہی کہ مہینوں بغیر کچھ کھائے گزر جاتے تھے اور نیند تو جھیل دھم ہی میں رہ گئی تھی اس کا اطلاق تو آپ پر ساری زندگی نہ ہوا۔ آپ کی کم خوری کے بارے میں "تحقیقات چشتی" کی روایت ہے کہ۔

> "حضور احمد یار صاحبؒ ماہ بماہ بتاریخ یازدھم کھانا کھاتے ہیں اور پھر ماہ کامل کا روزہ ہوتا ہے اور گاہ گاہ ایسا بھی اتفاق ان کو ہوتا ہے کہ چار چار مہینہ تک برابر کچھ نہیں کھاتے اور یکجا بیٹھے رہتے ہیں۔[1]"

حضرت فخرا خیاءؒ فنافی الرسولؐ اور معرفت مقام مصطفیٰؐ کے مظہر اتم شق الصدر کی تجلیات ربانی کے ساتھ محبوب رب کائنات ہو گئے۔ آپ کی شخصیت اللہ کی مخلوق کے لئے عہد متاخر میں رشد و ہدایت کا عالی شان ذریعہ تھی کہ آپ نے جس قدر مشکلات راہ سلوک میں اٹھائیں اس کا عشر عشیر بھی اپنے طالبان حق پر نہ ڈالا بلکہ نگاہ کیمیا نہاد سے بغیر مجاہدہ اعلیٰ ترین روحانی درجات سے سالکین حق کو نوازا۔ حضرت غوث العصرؒ کے علاوہ ایسا کوئی نہیں جس نے آپ کے قدم بقدم آپ کے مقام اعلیٰ کی تحقیق بالحال کی ہو چنانچہ اسی خصوصیت کی وجہ سے حضرت غوث العصرؒ حضرت فخرا خیاءؒ کی شخصیت اور اجتہاد عشق رسولؐ کے مصحف ثابت ہوئے۔

حضرت سیدنا میانمیرؒ کے سلسلے کے وارث حضرت فخرا خیاءؒ برصغیر کے سلاسل طریقت میں حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر صاحبؒ کی عظمت و بزرگی نسبت اویسی اور مظہر ذات سیدنا غوث الاعظمؓ ہونے کے باعث ہے۔ یہ حسنات مقدسہ بفضل تعالیٰ حضرت فخرا خیاءؒ کی شخصیت میں جمع ہوئے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے حضرت فخرا خیاءؒ کو پورے برصغیر کی طرف رشد و ہدایت کے لئے روانہ فرمایا اور آپ کو وہ احکام دیئے جو برصغیر کی معاشرت کے عین مطابق بمنزلہ رحمت حق ثابت ہوئے۔ حضرت مولانا نور احمدؒ نے کیا خوب فرمایا کہ "اے احمد یار! اب تم ہی مخلوق الٰہی کی راہنمائی کا وسیلہ ہو" حضرت فخرا خیاءؒ نے بغیر امتیاز قوم و ملت پیغام رسولؐ کی روحانی قیادت کا حق ادا کر دیا اور بالخصوص حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ کے سلسلہ عالیہ قادریہ پر انعامات و نوازشات

---

[1] تحقیقات چشتی، نور احمد چشتی، صفحہ اشاعت قدیم، ۲۰۹ر صفحہ اشاعت جدید، ۵۳۴، الفیصل پبلشرز لاہور۔

کا ایسا ابر کرم سایہ فگن کیا کہ عہد متاخر میں حضرت سیدنا میانمیرؒ کے طریق کی حجت و عظمت کو روحانی رہنمائی کے ساتھ اور نئے عہد کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ کے ذریعے والضحائی تجلیات ظاہر کر دیں۔ آپ نے اہل سلوک و طالبان حق پر خصوصی نگاہ سخاء کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سلسلے کے کامل درویشوں کو اکمل بنانے کے لئے بھی اعلیٰ روحانی خدمات انجام دیں۔ اس سلسلے میں بے شمار شخصیات کے نام ہیں جو اپنے عہد میں نامور مشائخ طریقت اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سلسلے کے لئے باعث افتخار تھے جنہیں حضرت فخرا لضیاءؒ نے معجزہ رسولؐ شق الصدر کی تجلیات سے بہرہ اندوز کر کے باقی باللہ اور عارف باللہ بنا دیا' خطرات روحانیہ سے بھی نجات بخشی اور اعلیٰ سطح پر حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سلسلے کی رہنمائی اور وراثت کا حق ایسے ہی خوش اسلوبی سے ادا کیا جس طرح حضرت سیدنا میانمیرؒ چاہتے تھے۔

حضرت فخرا لضیاءؒ سے کسب فیض کرنے اور نکات روحانی کی اعلیٰ منازل کی تفہیم حاصل کرنے والی جلیل القدر شخصیات میں سے صرف ایک شخصیت کے تذکرے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اسی سے حضرت فخرا لضیاءؒ کے طریق اصلاح صوفیاء کی حکمت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت پیر کیسر شاہ صاحبؒ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سلسلے کے مایہ ناز بزرگ تھے۔ ترک علائق دنیا اور پابندی شریعت محمدؐیہ اور الفقر فخری میں اعلیٰ شہرت رکھتے تھے۔ پیر کیسر شاہ کے طریق کی فقیرانہ نہج کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ۔

> "ہمارے سیالکوٹ کے قریب تحصیل وزیر آباد میں ایک بزرگ کیسر شاہؒ نام کے رہا کرتے تھے۔ رندانہ طریق کے ایک صاحب کرامت درویش تھے اور مراقبہ و وحدت الوجود سے انہیں خصوصیت تھی۔ قرب وجوار کے تمام معززین ' ہندو اور مسلمان ان کے حلقہ مریدین میں شامل تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک دیوان صاحب جو ان کے معتقد تھے۔ اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی سے فارغ ہو کر حضرت کی زیارت کو آئے اور آتے ہی اپنے نام ونمود کا نقشہ اتارنا شروع کیا۔ وہ بزرگ ان کے اخراجات کی طویل فہرست خاموشی سے سن رہے تھے کہ ایک درویش نے سائیں صاحبؒ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ "حضرت! کھانا تیار ہے" سائیں صاحبؒ نے پوچھا کہ "نری خشک روٹی ہے یا سالن بھی ہے؟" درویش نے عرض کیا کہ "حضرت! اس وقت سالن موجود نہیں" حضرت نے دیوان صاحب سے فرمایا کہ ذرا بازار سے جا کر ایک مولی تو لے آؤ ہمیں یہی سالن کا کام

دے گی" اتفاقاً" دیوان صاحب کی جیب میں اس وقت کوئی پیسہ موجود نہیں تھا۔ ذرا کھسیاتے ہوئے اور سائیں صاحبؒ کے سامنے جو چند کوڑیاں رکھی تھیں انہیں دیکھ کر بولے "حضرت! یہ کوڑیاں دلائیے' میرے پاس اس وقت کچھ نہیں۔" آپ نے فرمایا کہ "بیٹے کی شادی پر تم نے جو نام ونمود حاصل کیا ہے وہ دے کر ایک مولی لے آؤ" دیوان صاحب مسکرائے اور کہنے لگے "حضرت! بھلا نام ونمود کے عوض میں بھی کوئی کھانے پینے کی چیز ہاتھ آ سکتی ہے؟" سائیں صاحبؒ نے اپنے معمول ظریفانہ طریق میں فرمایا کہ "بھائی! جس نام نمود کی قیمت ایک مولی بھی نہیں پڑتی اس کے حصول سے فائدہ ہی کیا!"

حضرت پیر کیسر شاہؒ اور حضرت فخرا غیاءؒ ایک ہی سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت سیدنا میانمیرؒ سے تعلق رکھتے تھے اس لئے باہمی محبت کا تعلق لازمی تھا لیکن حضرت فخرا غیاء کی حیثیت سلسلہ عالیہ قادریہ کے لئے فرستادہ رسولؐ کی تھی کہ آپؒ حضورؐ کی جانب سے مامور کئے گئے تھے چنانچہ آپ بعض اوقات خود احباب کے پاس جا کر ان کے ارتفاع قول و عمل کا باعث بنتے تھے۔ صاحب "سیرت الفقراء" سائیں کیسر شاہؒ کے مرید شیخ احمدؒ کی زبانی یہ روایت لکھتے ہیں کہ۔

"گرمی کا موسم تھا بوقت دوپہر آرام کرنے کے لئے سائیں صاحب (پیر کیسر شاہؒ) مذکور اندر کمرہ میں تشریف لے گئے اور میں (شیخ احمد) آپ کے کمرہ کے باہر حاضر تھا۔ اسی اثناء میں ایک درویش صاحب (فخرا غیاءؒ) میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا کہ "سائیں صاحب کہاں ہیں؟" میں نے کہا "اندر آرام فرما رہے ہیں" انہوں نے کہا "تعجب ہے کہ دعوئ انانیت (وحدت الوجود) رکھنا اور دروازے پر آنے والے کی بھی خبر نہیں' خیر' جب باہر آئیں تو میرا یہ پیغام دینا" یہ کہہ کر وہ درویش روانہ ہو گئے۔ سائیں صاحب نے بھی اندر سے درویش صاحب کا یہ کلام سن لیا۔ جس حال میں سروپا برہنہ لیٹے ہوئے تھے۔ باہر نکلے اور پوچھا "وہ کون مرد ہے؟" میں نے کہا کہ "وہ جا رہے ہیں" آپ اس کے پیچھے دوڑے اور میں بھی اپنے پیر کے پیچھے سروپا برہنہ دوڑا۔ وہ درویش ہمارے آگے آگے تھوڑی دور جا کر ایک کنوئیں پر شیشم کے درخت کے سائے میں ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اور ہم بھی دونوں پیر و مرید ان کی خدمت میں دست بستہ باادب

جا کھڑے ہوئے۔ ان درویش صاحب نے فرمایا "عجب ہے، دعویٰ الوہیت اور دروازے پر آنے والے سے بھی بے خبر؟ دیکھئے میں دعویٰ عبودیت رکھتا ہوں اور مجھے خدائے عالم الغیب سے ہر چیز کا علم حاصل ہے۔ آئندہ اس بات سے تائب ہو جایئے (یعنی قول و فعل میں تضاد نہ ہو، اس ارشاد میں وحدت الوجود کی تنقیص نہیں ہے) اور اپنی قدر معلوم کیجئے۔" میرے پیر و مرشد نے ان کے روبرو اس چیز کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ "میں انشاء اللہ محتاط رہنے کی کوشش کروں گا"

شو بباطن ربوبیت پرواز کن بظاہر عبودیت اقرار
ظاہر خویش پاک کن بوضو باطن خویش را نماز گزار

(باطن میں ربوبیت کی طرف پرواز کرنے والا ہو اور ظاہر میں عبودیت کا اقرار کر۔ اپنا ظاہر وضو سے پاک کر اور باطن میں ہر وقت نماز کی حالت میں رہ)

حضرت سائیں صاحبؒ جب اجازت لے کر واپس ہوئے تو مجھے گاؤں کا نام نشان تک نظر نہ آیا تو میں نے سائیں صاحبؒ سے عرض کی کہ "ہمارا گاؤں کدھر گیا؟ نظر نہیں آتا"۔ فرمایا "اس جگہ سے تو بارہ کوس کا فاصلہ ہے" میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ "یہ صاحب کون ہیں؟" فرمایا "حضرت سخی احمد یار ہیں اور یہ موضع پیروکوٹ ہے، آتی دفعہ تو ہم ان کے قدموں کی برکت کی بدولت عرصہ قلیل میں پہنچ گئے تھے اب تو سفر کر کے ہی پہنچیں گے" گرمی کی شدت کے باعث پاؤں آبلہ دار اور کانٹوں کے باعث زخمی ہو گئے تھے اور بعد از نماز مغرب موضع وایانوالی پہنچے"

کسی بڑے آدمی کی اصلاح پوری قوم کی اصلاح کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے نہ صرف دیگر سلاسل کے درویشوں کو اوج باطنی عطا فرمایا بلکہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے سلسلے کے بڑے بڑے مشائخ کی بھی روحانی استعانت فرما کر اپنا فریضہ ادا کیا۔ آپ کی شخصیت کا یہ پہلو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بے مثال ہے۔

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن حضرت فخرا نخیاءؒ کی شخصیت حجت شریعت محمدیہؐ اور منبع برہان قرآنی تھی۔ آپ اپنے مریدین و طالبان حق کو کسی طرح سے بھی اپنی

اولاد سے کم نہ سمجھتے تھے اور حضورؐ کے اخلاق عالیہ پر دل وجان سے قربان اور خلق عظیم کے مظہر تھے۔ صاحب "سیرت الفقراء" نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ۔

"آپ کے آستانہ پر درویشوں نے درخت لگائے ہوئے تھے جن کی تین قطاریں تھیں اور ہر قطار میں پانچ پانچ درخت تھے۔ ان میں جو پھل لگتا آنجنابؒ اسے فقراء و مساکین، اقارب و اہل دیہہ میں تقسیم کروا دیتے۔ دو چار سال کے بعد آپ کے فرزند حضرت میاں محمد محمود صاحبؒ کے دل میں کچھ خلل واقع ہوا، کہنے لگے "یہ کھجوریں جو آپ ادھر ادھر میں تقسیم کر دیتے ہیں ان پر ان کا کیا حق ہے؟ اب میں کسی کو نہ دوں گا" آپ نے فرمایا "تم نے وہ واقعہ نہیں سنا جو قرآن شریف میں خدائے قادر نے ایک باغ والوں کے متعلق فرمایا ہے، تو بھی اگر بخل کرے گا تو جس ذات نے یہ درخت خرما پیدا کئے ہیں وہی ان کو اکھاڑ پھینکے گا، پھر کیا ہاتھ آئے گا؟" حضرت میاں محمد محمود صاحبؒ نے سمجھا کہ درخت لگانے والے تو درویش ہیں میں ان کو اکھاڑنے نہ دوں گا کیونکہ پرورش تو ہم کرتے ہیں" آپؒ خاموش ہو گئے اور واپس اپنے کمرہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اسی روز بوقت عصر زور دار آندھی آئی جس نے تمام درخت خرما اکھاڑ پھینکے۔ بعد ازاں حضرت فخرا غنیاءؒ نے فرمایا "اگر غرباء نہیں کھائیں گے تو تم بھی محروم رہو گے"

حضورؐ کا ارشاد پاک ہے کہ کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک وہی کچھ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے چنانچہ حضرت فخرا غنیاءؒ اخلاق عظیم کی تعلیم دینے آئے تھے۔ ہر چند کہ آپ کا تحمل بردباری اور عفو و درگزر انتہائی تھا لیکن جب آپ کسی قدر شریعت اور ضابطہ طریقت کو ٹوٹتا ہوا دیکھتے تھے تو اپنی ذمہ داری بدرجہ اتم ادا فرماتے تھے۔ آپ صرف اللہ کے لئے دوستی اور دشمنی کو جائز سمجھتے تھے چنانچہ خویش و اقارب کا کوئی اثر آپ پر نہ تھا کیونکہ آپ تو اپنی زندگی ہی میں قبرستان میں اپنا آستانہ بنا بیٹھے تھے۔ آپ کا ترک دنیا، تجرید و تفرید ترک وجود کی سطح پر کامل اور مقدس تھا۔ آپ کی شخصیت میں دین مصطفیٰؐ کی پیروی اعلیٰ اور حقیقی سطح پر جلوہ گر تھی۔

حسبی اللہ ونعم الوکیل حضرت فخرا غنیاءؒ کی نظر میں سنگ و طلائے احمر ایک جیسے تھے۔

دنیاوی مال و دولت کو حد درجہ حقیر جانتے تھے دنیاوی مال و دولت کو حقیر جاننے اور اسباب ظاہری سے بے نیاز رہنے میں آپ کا طریق حضرت سیدنا میانمیر صاحب کی شخصیت کا آئینہ تھا۔ آپ گاہے اپنے بھائی حضرت غوث العصر کی استعانت کے لئے ان کے کھیتوں میں ہل جوتنے میں بھی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ نذر و نیاز قبول کرنے کے معاملے میں آپ کا معیار انتہائی سخت تھا۔ اہل دنیا اور غافل لوگوں کی نذر آپ کی بارگاہ میں قبول نہ ہوتی تھی۔ وقت ضائع کرنا آپ کے نزدیک گناہ کبیرہ تھا۔ آپ ہمیشہ لوگوں کو حسن عمل کی تلقین فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی امیدیں وابستہ کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ لنگر کے اکثر اخراجات حضرت غوث العصر پورے کرتے تھے اور بفضل تعالیٰ حضرت غوث العصر کے کھیتوں کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی برکت و خوشحالی سے نوازا تھا چنانچہ کسی اور سے توقع وابستہ کرنا محال تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت فخر اخیاء اول تو نذرانہ قبول نہ فرماتے لیکن اہل طالبان حق سے جو نذرانہ فتوح قبول فرماتے وہ درویشوں میں تقسیم فرما دیتے۔

بروایت "سیرت الفقراء" ایک مرتبہ آپ کے ایک عقیدت مند نے جو علم کیمیاء کا ماہر تھا آپ کی خدمت میں کچھ سونا بنا کر پیش کیا اور عرض کیا کہ "حضور! لنگر شریف کے لئے کچھ ہدیہ ہے" آپ نے فرمایا "اسے واپس لے جاؤ" اس نے عرض کیا کہ "حضور! میری بڑی خواہش ہے کہ آپ اسے قبول فرمائیں" آپ نے فرمایا "اچھا الماری میں رکھ دو" اس نے حکم کی تعمیل میں وہ سونا الماری میں رکھ دیا۔ دوسرے سال وہ پھر سونا بنا کر حاضر خدمت ہوا اور گزارش کی کہ "حضور! یہ لنگر شریف کی خدمت کے لئے ہے" آپ نے فرمایا "الماری میں رکھ دو" چنانچہ جب اس نے الماری کھول کر دیکھا تو پہلے ہدیہ کیا ہوا سونا بدستور وہاں پڑا تھا۔ وہ بہ عجز و انکساری آپ کے حضور حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ "حضور پہلے والا سونا بھی وہیں پڑا ہے" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بھائی! اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ میرا مالک میری ہر ضرورت پوری کرتا ہے اسے ہی سب توفیق ہے اور وہ عطا کرنے والا ہے الحمد اللہ"

"سیرت الفقراء" کی روایت کے مطابق۔

"حضرت فخر اخیاء کا طریق شہنشاہ اولیاء حضرت میانمیر بالا پیر کے طریق کے عین مطابق تھا بلکہ زہد و تقویٰ میں سرمو فرق نہ تھا آپ اکثر ہدیہ یا نذرانہ منظور نہ فرماتے بلکہ زائرین آپ کو بتائے بغیر آپ کے سرہانے یا آپ کے کمرے میں نذرانہ برضی خود رکھ دیا کرتے۔ وہ نذرانہ آپ کے صاحبزادے حضرت میاں محمد محمود لے کر درویشوں کے نان و نفقہ اور ضروریات پر صرف فرما دیا کرتے تھے۔"

کُل کا بھلا کُل کی خیر برصغیر کے ازمنہ قدیم میں درویشوں فقیروں اور جوگیوں کا ایک متفق علیہ نظریہ "کل کا بھلا کل کی خیر" کہلاتا ہے جو انسانی معاشرے کے حوالے سے "صلح کل" اور دیگر موجودات وحیوانات کے حوالے سے عدم تشدد یعنی کسی بھی جاندار کو ناروا دکھ نہ دینا بہت معروف رہا ہے۔ اس نظریئے کی اساس اس بنیاد پر ہے کہ ہر جاندار دکھ اذیت اور تکلیف محسوس کرتا ہے چنانچہ کسی کو تکلیف نہیں دینی چاہئے۔ اگر جانوروں کی تکلیف کو دور کیا جانا معیار سمجھا جائے گا تو کوئی انسان کسی انسان کو تکلیف پہنچانے کے بارے میں نہیں سوچے گا۔ ازمنہ قدیم کا پالی لٹریچر جو بدھ عہد کی پیداوار تھا اسی نظریئے کے گرد گھومتا تھا لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی تو اس نظریئے کو حقیقی اساس فراہم ہوئی کیونکہ حضورؐ نے انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کی فریاد رسی بھی کی جیسا کہ ہرنی کی فریاد سن کر اس کی تکلیف دور کرنا، اونٹ کی فریاد سن کر اس کے مالک کو نصیحت کرنا، پرندوں کی فریاد سننا وغیرہ سیرت رسولؐ میں بہت معروف ہے۔ اسی مناسبت سے حضورؐ کو خیرالانام بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی رحمت جملہ موجودات پر محیط ہے۔ اگر انسانوں میں اس بات کا شعور پیدا ہو جائے کہ جانوروں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے تو انسان کا انسان کے ساتھ سلوک اعلیٰ سطح پر اپنے آپ قائم ہو جاتا ہے۔ اولیاء اللہ کی زندگیوں میں ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ جس میں انہوں نے حضورؐ کی اتباع میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے۔ اگر جانوروں کو انسانوں کی حیوانیت سے پناہ نہ ملے تو انسان بھی انسانوں کی حیوانیت کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت فخرا نخیاءؒ ایسے عاشق خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے کہ شق الصدر کی تجلیات کے ساتھ مظہر صفات محمدیہؐ قدسیہ تھے۔ آپ ہر جاندار و بے زبان کی زبان جانتے تھے اور انسانوں کے علاوہ کل حیوانات آپ کا احترام کرتے تھے۔ یہ منظر اہل علاقہ نے بارہا دیکھا کہ جب حضرت فخرا نخیاءؒ جنگل کی طرف جایا کرتے تو جنگل کے وحشی درندے و دیگر جانور آپ کے استقبال کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے اردگرد حلقہ سا بنا کر ساتھ ساتھ چلا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب آپ آبادی کے قریب آ جاتے تو سب جانور سرخمیدہ ہو کر واپس چلے جاتے تھے۔ انسانوں کی طرح جانور بھی آپ کے حکم کی تعمیل کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک خادم کمرے میں رنبہ لینے گیا اور آپ سے عرض کیا کہ "حضور! آپ کا زراعتی کام مجھ سے نہیں ہو سکتا" آپ نے دریافت فرمایا کہ "کیا وجہ ہے؟" اس نے کہا کہ "رنبہ کی ضرورت ہے اور اس پر ایک سیاہ زہریلا ناگ محافظ بنا بیٹھا ہے اور لینے نہیں دیتا" آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ "اس سے کہہ دو کہ فلاں جھاڑی میں

چلا جائے اور تو رنبہ لے لے۔" اس خادم نے ایسا ہی کہا وہ سانپ سنتے ہی جھاڑی میں چلا گیا اور اس نے رنبہ لے لیا۔ آپ نے فرمایا "اللہ پر توکل کر کہ یہ سب تابع امر ہیں بلا امر کسی کو کچھ نہیں کہتے بلکہ تمہاری اشیاء کے محافظ ہیں"۔ آپ مجبور اور بیمار جانوروں کو سہارا دیتے ان کا علاج کرتے اور وہ صحت یاب ہو کر چلے جاتے۔

مظہرِ صفاتِ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ حضرت فخرا نخیاءؒ

حضرت فخرا نخیاءؒ کا دامان احسان صرف انسانوں اور جانوروں کے لئے ہی نہیں تھا بلکہ آپ مظہر مقامات صفات غوث الثقلینؒ کی حیثیت سے جنات و پری زادوں میں بھی اشاعت دین حق فرماتے تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر لاکھوں جنات و پری زاد مسلمان ہوئے اور بہت سوں کو اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

> "حضرت غوث العصرؒ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں عرض کی کہ "حضور! جن کا وجود کس قدر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا "دیکھنا ہے؟" عرض کی "جی ہاں" اسی وقت ایک باؤ بگولا آستانہ عالیہ کی طرف آیا اور اس میں ایک بڑا طویل قامت مہیب شکل جن تھا۔ دایاں پاؤں آستانہ عالیہ کی حدود میں اور دوسرا پاؤں گاؤں سے کہیں نصف میل پر ہو گا۔ جب میں نے اس پاؤں کو ناپا تو ٹھیک سترہ بالشت تھا۔ آپ نے فرمایا "دیکھ لیا ہے؟" میں نے عرض کی "جی حضور" آپ نے مزید فرمایا "جنات میں اس سے بھی زیادہ طویل قامت ہوتے ہیں" یہ واقعہ حضرت غوث العصرؒ کے لڑکپن کا ہے۔"

جنات و پری زاد حضرت فخرا نخیاءؒ سے اس قدر عقیدت رکھتے تھے کہ دنیا کے کونے کونے سے زیارت کے لئے آتے تھے جو ایک مرتبہ زیارت کر کے جاتا اپنے ملک میں جا کر اعلان کرتا کہ محمد رسول اللہؐ کا پیارا ایسا ظاہر ہوا ہے کہ صرف ایک دیدار نجات کے لئے کافی ہے۔ راویت ہے کہ حضرت فخرا نخیاءؒ کے وصال کے بعد ایک کثیر تعداد میں جنات روضہ اقدس پر رات کو بغرض طواف ہجوم کرتے تھے اور کسی انسان کو نہ آنے دیتے تھے اگر رات کے وقت کوئی زائر آتا تو اسے بھگا دیتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ حضرتؒ کے روضہ اقدس پر ہمارا حق انسانوں کی طرح ہے۔ اگر دن کے وقت انسان آتے ہیں اور ہم نہیں آتے تو رات کو صرف ہمیں آنا چاہئے اور کسی انسان کو نہیں آنا چاہئے کیونکہ وہ ہر رات ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر طواف کرتے تھے چنانچہ جب کچھ لوگوں کو بوقت شب جنات سے اذیت پہنچی تو حضرت غوث العصرؒ نے جنات کو منع کیا جس پر وہ کہنے لگے کہ "آپ ہم

کو کیوں منع کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "تمہاری وجہ سے ان اصحاب عقیدت کو نقصان پہنچتا ہے جو حضرتؒ کی درگاہ پر بوقت شب حاضر ہوتے ہیں۔ اگر آنا ہے تو اس طرح آؤ کہ کسی شخص کو نقصان نہ پہنچے اور اگر آئندہ کبھی ایسا ہوا تو میں تم کو ایسی سزا دوں گا کہ تمہاری نسلیں بھی یاد کریں گی۔" حضرت غوث العصرؒ حضرت فخرا نخیاءؒ کی بارگاہ کے چند برگزیدہ جنات کے نام بھی بتایا کرتے تھے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کی شخصیت مظہر صفات غوثیت مابؓ ہونے کی وجہ سے اور حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معجزہ شق الصدر کے باعث حقیقی معنوں میں مرجع خلائق اور سرتاج اولیاء اللہ ہے۔

ادب سادات حضرت فخرا نخیاءؒ کی شخصیت میں عشق رسولؐ کی ہمہ گیر تجلیات میں ایک بہت ہی نمایاں حیثیت ان کے ادب سادات کی ہے۔ آپ سید حضرات کی بے حد عزت کرتے تھے اور کیوں نہ ہو تا کہ آپ نے جس ہستی باعث تخلیق موجوداتؐ سے عشق کیا آخر سادات کو ان سے نسبت خویشی ہے۔ یوں تو آپ اپنے کسی بھی مرید کو مرید یا خادم کہہ کر نہ پکارتے تھے بلکہ سنت رسولؐ کے اتباع میں بھائی کہہ کر مخاطب کرتے تھے لیکن سادات پر آپ کی خصوصی نظر عنایت تھی۔ جب آپ کی خدمت میں کوئی سید طلب حق کے لئے آتا تو آپ کا عشق رسولؐ بحر کرم بن کر امڈ آتا اور آپ اس کو منازل اعلیٰ عطا فرمانے کے بعد فرماتے کہ "بھائی ہم نے تمہارے اجداد کی امانت تمہارے سپرد کی خود کوئی تم پر احسان نہیں کیا۔"

ادب سادات کے ضمن میں صاحب "سیرت الفقراء" نے دو واقعات ایسے روایت کئے ہیں کہ جس سے آپؒ کی نگاہوں میں ادب سادات کا مقام کیا تھا کسی حد تک اس کی تفہیم ہو جاتی ہے ورنہ آپ کے جذبات احساسات کی گہرائی ادب سادات میں کیا وسعت رکھتی تھی اس کا تصور کرنا بھی محال ہے یہ آپ کا دل ہی جانتا تھا جو ہر طرح سے فدائے اولاد علی المرتضیٰؓ تھا۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت پیر سید محمد شاہ گیلانیؒ اور پیر قاسم علی شاہؒ آپ کے پاس نکات دقائق تصوف کے سلسلے میں مطمئن ہو کر واپس جانے لگے تو یہ سادات حضرات فخرا نخیاءؒ کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے الٹے پاؤں چلے تاکہ جناب کی جانب پشت نہ ہو' اس پر آپؒ نے ان سیدزادوں کو واپس بلایا اور فرمایا "تم اس طرح پسپا کیوں چلتے ہو؟" سیدزادوں نے عرض کی "اے قبلہ دین و دنیا! ہم قبلہ کی طرف پشت کیسے کریں" آپؒ نے فرمایا "بہتر" پھر جب وہ روانہ ہو کر آستانہ کی حد سے باہر نکلے تو حضرت فخرا نخیاءؒ لاہور کی طرف نظر آئے۔ یہ آپؒ کی کرامت تھی لہٰذا سیدزادے لاہور کے رخ متوجہ ہو کر چلنے لگے سبحان اللہ کہ جس قدر سادات نے آپ کا ادب کیا آپ نے اس سے بڑھ کر سادات کا ادب کیا تاکہ سادات کو ان کے سامنے پسپا ہو کر نہ چلنا پڑے۔

دوسرا واقعہ صاحب "سیرت الفقراء" کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

"حضرت پیر سید شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کوٹ قاضی جو کوٹ پیرو شاہ سے تین میل کے فاصلے پر برلب سڑک واقع ہے کے رہنے والے تھے۔ ہر لمحہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے اور حضرت فخرا نحیاءؒ کی ذات بابرکات کے عاشق تھے، ہمیشہ کوٹ قاضی سے آپ کی خدمت میں پا برہنہ حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ نماز فجر ادا کر کے حضرت فخرا نحیاءؒ کی خدمت میں برہنہ پا حاضر ہوئے۔ کنڈیالوں کی وجہ سے زمین پر چلنا دشوار تھا۔ آپ نے فرمایا "پیر سید شاہ تم کو معلوم نہیں کہ زمین پر بوجہ کانٹوں کے چلنا نہایت دشوار ہے اور برہنہ چلنا مشکل ترین' اس کے باوجود تم نے جوتا نہیں پہنا" حضرت سید شاہؒ نے عرض کی "حضور مجھے تو احساس تک نہیں ہوتا بلکہ میں تو دیدہ دانستہ کانٹوں کی پرواہ نہیں رکھتا اور پاؤں میں کبھی کانٹا لگنے کا احساس تک نہیں ہوتا۔" یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ چادر سے باہر نکال کر فرمایا "دیکھ!" جب حضرت شاہؒ نے دیکھا تو دونوں ہاتھ خون آلودہ تھے۔ فرمایا "میں تمہارے سید زادے ہونے کے باعث تمہارے پاؤں کے نیچے ہاتھ رکھتا ہوں تاکہ تجھے کوئی کانٹا نہ لگے" یہ سن کر حضرت شاہ صاحبؒ پر لرزہ ہو گئے اور جذب کی سی حالت طاری ہو گئی۔ جب ہوش میں آئے تو عرض کی "حضور میری توبہ! آئندہ کبھی پا برہنہ نہ آؤں گا" فرمایا "ہاں ادب ضروری ہے اور ادب وہ ہے جو تمہارے دلوں میں سمایا ہوا ہے بظاہر شریعت سے باہر قدم نہ رکھو اگر دل میں ادب ہے تو گھوڑے پر آنا بھی بے ادبی نہیں ہے"

عشق کی فطرت ہے کہ جس چیز سے عشق ہوتا ہے تو اس سے متعلق ہر چیز سے عشق ہو جاتا ہے سبحان اللہ کہ حضرت فخرا نحیاءؒ نے اویس العصر بن کر حضورؐ سے عشق فرمایا اور اپنے مریدوں میں سے سادات کا ادب بدرجہ انتہا کیا۔

حلیہ اقدس بفضل تعالیٰ آپ کے اعضاء مبارک کا تناسب اتباع سنت کی ازلی شہادت تھا البتہ مظہر صفات غوثیت مابؒ میں آپ کا جسم بوجہ ریاضت نحیف تھا جس طرح حضرت سیدنا میا نمیر صاحبؒ کا وجود اقدس تھا۔ آپ کے چہرہ والضحائی کی رنگت صاف سرخی مائل گندمی تھی۔ قد درمیانہ اور چہرہ بشاش روشن مہر منیر' ابرو پیوستہ بہ قیافہ قاب قوسین' سینہ کشادہ مخزن تجلیات مقام مصطفیٰؐ اور شق الصد کا نشان سینہ پر حجت عاشقاں رسولؐ تھا۔ بازو اور ٹانگیں مضبوط' آنکھیں درمیانی روشن

"حضرت پیر سید شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کوٹ قاضی جو کوٹ پیروشاہ سے تین میل کے فاصلے پر برلب سڑک واقع ہے کے رہنے والے تھے۔ ہر لحہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے اور حضرت فخرا نجیاءؒ کی ذات بابرکات کے عاشق تھے، ہمیشہ کوٹ قاضی سے آپ کی خدمت میں پا برہنہ حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ نماز فجر ادا کر کے حضرت فخرا نجیاءؒ کی خدمت میں برہنہ پا حاضر ہوئے۔ کنڈیالوں کی وجہ سے زمین پر چلنا دشوار تھا۔ آپ نے فرمایا "پیر سید شاہ تم کو معلوم نہیں کہ زمین پر بوجہ کانٹوں کے چلنا نہایت دشوار ہے اور برہنہ چلنا مشکل ترین' اس کے باوجود تم نے جوتا نہیں پہنا" حضرت سید شاہؒ نے عرض کی "حضور مجھے تو احساس تک نہیں ہوتا بلکہ میں تو دیدہ دانستہ کانٹوں کی پرواہ نہیں رکھتا اور پاؤں میں کبھی کانٹا لگنے کا احساس تک نہیں ہوتا۔" یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ چادر سے باہر نکال کر فرمایا "دیکھ!" جب حضرت شاہؒ نے دیکھا تو دونوں ہاتھ خون آلودہ تھے۔ فرمایا "میں تمہارے سید زادے ہونے کے باعث تمہارے پاؤں کے نیچے ہاتھ رکھتا ہوں تاکہ تجھے کوئی کانٹا نہ لگے" یہ سن کر حضرت شاہ صاحبؒ پر لرزہ ہو گئے اور جذب کی سی حالت طاری ہو گئی۔ جب ہوش میں آئے تو عرض کی "حضور میری توبہ! آئندہ کبھی پا برہنہ نہ آؤں گا" فرمایا "ہاں ادب ضروری ہے اور ادب وہ ہے جو تمہارے دلوں میں سمایا ہوا ہے بظاہر شریعت سے باہر قدم نہ رکھو اگر دل میں ادب ہے تو گھوڑے پر آنا بھی بے ادبی نہیں ہے"

عشق کی فطرت ہے کہ جس چیز سے عشق ہوتا ہے تو اس سے متعلق ہر چیز سے عشق ہو جاتا ہے سبحان اللہ کہ حضرت فخرا نجیاءؒ نے اویس العصر بن کر حضورؐ سے عشق فرمایا اور اپنے مریدوں میں سے سادات کا ادب بدرجہ انتہا کیا۔

حلیہ اقدس بفضل تعالیٰ آپ کے اعضاء مبارک کا تناسب اتباع سنت کی ازلی شہادت تھا البتہ مظہر صفات غوثیت مابؒ میں آپ کا جسم بوجہ ریاضت نحیف تھا جس طرح حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کا وجود اقدس تھا۔ آپ کے چہرہ والضحائی کی رنگت صاف سرخی مائل گندمی تھی۔ قد درمیانہ اور چہرہ بشاش روشن مہر منیر' ابرو پیوستہ بہ قیافہ قاب قوسین' سینہ کشادہ مخزن تجلیات مقام مصطفیٰؐ اور شق الصد کا نشان سینہ پر حجت عاشقاں رسولؐ تھا۔ بازو اور ٹانگیں مضبوط' آنکھیں درمیانی روشن

اور وفور ذکر سے احمریں، ہاتھ روئی کے گالوں کی طرح گداز و نرم نوراللہ منورہ فی جسمہ

اولاد اطہار حضرت فخرا نخیاءؒ کی شادی خانہ آبادی عنفوان شباب میں نیک سیرت خاتون بی بی صادقہ سے انجام پائی تھی جو خدمت وحلم و بردباری میں اپنی مثال آپ تھیں۔ آپؒ کی زوجہ محترمہ نے جس طرح آپؒ کے عشق رسولؐ اور مجاہدہ بسیار میں رضائے خداوندی کو ملحوظ رکھا، وہ صوفیاء کی بیویوں کے لئے حجت تامہ ہے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کے ایک ہی صاجزادے حضرت میاں محمد محمود صاحبؒ تھے جن کا اسم مبارکہ بعض تذکار قدیمہ میں شاہ محمود لکھا ہے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کے وصال کے بعد حضرت غوث العصرؒ نے حضرت میاں محمود صاحبؒ کو بیعت فرما کر اعلیٰ درجات روحانیہ کی راہ دکھائی اور روضہ حضرت فخرا نخیاءؒ پر جانشین مقرر کیا۔

حضرت فخرا نخیاءؒ کے آخری ایام ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۴ء بمطابق ۱۹۱۱ بکری حضرت فخرا نخیاءؒ علیل ہو گئے قبل از وصال علیل ہونا سنت رسولؐ ہے۔ آپ کی طبع اقدس یوں بھی کثرت ریاضت شاقہ اور مخزن تجلیات ہونے کی وجہ سے حدت میں تھی۔ ایک مرتبہ معروف طبیب مہاوید شنکر داس آپ کی خدمت میں بغرض علاج حاضر ہوا۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں۔

> "جب انہوں (شنکر داس) نے نبض پر ہاتھ رکھا تو صفرا اس قدر غالب تھی کہ بلحاظ علم طب زندگی ناممکن ہوتی ہے۔ حکیم صاحب متعجب ہو کر بیٹھ گئے اور طریق علاج سوچنے لگے۔ مکرر نبض دیکھی تو مزاج بالکل مخالف پایا یعنی بجائے حرارت برودت کا دریا موجزن نظر آیا جس سے زندگی محال ہو جاتی ہے۔ علم طب اس کے لئے عالم حیرت بن گیا۔ ناچار علاج سے دست بردار ہو گیا۔ ایک ساعت کے بعد پھر نبض دیکھی تو اور کیفیت تھی۔ ہر لحہ کے بعد تبدیلی مزاج علم طب پر حرف غلط کی طرح خط نسخ کھینچ رہی ہے۔ حیرت زدہ طبیب، مریض سکتہ کی طرح ہنس کر کہنے لگے "عجب مرض اور عجب مریض، جس کے علاج کے لئے علم طب قاصر ہے۔

از سرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب
دردِ مندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

(اے نادان حکیم! میرے سرہانے سے اٹھ اور دوائیاں اٹھالے کیونکہ عشق کے درد کی دوا سوائے دیدار کے اور کوئی نہیں ہے)

طبیب مذکور نے مودبانہ عرض کی کہ "یہ ناچیز طبیب حضور کے

علاج سے قاصر ہے۔ آپ خود ہی اپنے طبیب ہیں۔ قبل ازیں میں آپ کو ایک معمولی درویش سمجھتا تھا اب استدلال نبض سے میرے علم نے فتویٰ دیا ہے کہ آپ ایک کامل واکمل ولی اللہ ہیں جو اپنی طبیعت پر پورے قادر ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

(اولیاء اللہ کو قدرت کی طرف سے یہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس پھیر لیتے ہیں)

حضرت فخر انجیاءؒ نے فرمایا "ایسی باتیں رہنے دیجئے۔ اگر کوئی مناسب دوا ہے تو کہہ دیجئے ورنہ خیر۔" طبیب نے عرض کی "حضور علاج صرف ایک ہی ہے کہ جس خیال میں محو ہیں اگر اس کو ترک فرما دیں تو خیر ہی خیر ہے اور صحت کامل حاصل ہو سکتی ہے" فرمایا "افسوس اتنی محنت شاقہ کے بعد جو مراد حاصل ہوئی ہے اسے کس طرح چھوڑ دوں جس کے ساتھ میری فنا اور بقا وابستہ ہے"

وصال اقدس حضرت فخر انجیاءؒ کا وصال ۸ مارچ ۱۸۵۵ء بمطابق ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۹۱۲بکرمی کو ہوا اسلامی مہینے ماہ رجب المرجب کی ساتویں تاریخ تھی۔ "تحقیقات چشتی" میں آپ کا سن وصال ۱۲۷۱ھ مرقوم ہے جو تحقیقی طور پر درست نہیں ہے۔ اسی شب حضرت فخر انجیاءؒ حضرت غوث العصرؒ کو بعالم خواب ملے۔ حضرت غوث العصرؒ لاہور میں کسی کام سے گئے ہوئے تھے کہ رات کو بعالم خواب حضرت فخر انجیاءؒ نے فرمایا "بیٹا یہ شیشی لو کہ مجھے دوا چاہئے لے آؤ۔" آپ نے شیشی ہاتھ میں پکڑ کر عرض کی کہ "کونسی دوا لاؤں؟" آپ نے فرمایا "تو جانتا ہے کہ۔

قل ان کانت لکم الدار الاخرۃ عنداللہ خالصتہ من دون الناس فتمنو الموت ان کنتم صادقین

(فرما دیجئے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت کا گھر صرف تمہارے ہی لئے ہے دوسرے لوگوں کے سواء تو پھر موت کی تمنا کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو)

آپ اسی وقت بیدار ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ حضرت فخر انجیاءؒ وصال فرما گئے ہیں۔ وصال سے قبل حاضرین سے حضرت فخر انجیاءؒ کا آخری کلام یہ تھا کہ "آج رات میرے واسطے راحت و آرام کی رات ہے تم سب چلے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو"

نماز جنازہ و تدفین حضرت فخر اخیاءؒ کے غسل و کفن کے بعد پیر طریقت سراج الصوفیاء حضرت نور احمد صاحبؒ نے کفن کھول کر آپ کا رخ روشن دیکھا تو آپ نے دائیں آنکھ کھولی اور آنسو بہنے لگے۔ حضرت مولاناؒ نے جلدی ہی سر کی طرف آ کر آنکھ کو ہاتھ سے بند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "بس بیٹا تم نے زندگی میں حق تسلیم کو کما حقہ ادا کر دیا ہے اب کوئی گنجائش (ادب کے لئے اٹھنے کی) نہیں رہی کیونکہ یہ موجب فتنہ ہے" حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کا رخ روشن بھی آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔ آپ نے حضرت فخر اخیاءؒ کے چہرہ والضحائی کو کفن میں پنہاں کیا اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں حضرت فخر اخیاءؒ کے جسد اقدس کو آپ کی والدہ ماجدہؒ کی وصیت کے مطابق والدہ ماجدہ حضرت عائشہ خاتونؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

قطعہ تاریخ وصال از حضرت امیر العصرؒ یوں منقول ہے۔

سخی احمد یارؒ فخر اہل اللہ
نور مصطفیٰؐ مظہر جمال اللہ
شاہد حق لا الہ الا اللہ
چشمہ عشق محمد رسول اللہ

۱۲۷۲ھ

حضرت فخر اخیاءؒ کے خلفائے عظامؒ

فخر اخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ نے فروغ عرفان الٰہی میں بحر سخاوت معرفت کو اچھالا اور لاتعداد نفوس باسعادت کو ذکر حق تعالیٰ میں مشغول فرما کر نذر الٰہی کو پورا کیا۔ آپ کے بحر سخاوت سے مستفیض ہونے والوں میں ہر قوم و ملت کے لوگ شامل ہوئے۔ آپ کا آستانہ عالیہ قادریہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے عزم طریق کے جلال و جمال کا عہد متاخر میں بہترین اظہار ثابت ہوا۔ حضرت فخر اخیاءؒ نے بیعت کرنے کے معاملے میں شہنشاہ فقرو ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے اصولوں اور اعلیٰ اقدار کی کامل محافظت فرمائی اور بہت کم لوگوں کو بیعت یا نعمت خلافت سے نوازا لیکن جسے بھی اس شرف سے مشرف فرمایا وہ آفتاب و ماہتاب بن کر دنیائے عرفان میں معروف ہوا۔ حضرت کے فیض یافتگان کی تعداد تو ہزاروں کو پہنچتی ہے البتہ ذیل میں آپ کے چند معروف خلفاء و مریدین کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے ہزاروں لوگوں کو فیض روحانی پہنچایا ہے اور جن کے تذکار ہر عہد میں کسی نہ کسی سطح پر زندہ رہے ہیں۔

ان خلفاء و مریدین کی تربیت حضرت فخر اخیاءؒ نے اس طور کی تھی کہ وہ شہرت و گمنامی سے بے نیاز مشاہدہ حق کے شاہباز بن گئے۔ دنیاوی عیش و آرام اور مدحت و ملامت کو کبھی خاطر میں نہ لائے اور شب و روز اطاعت شریعت مطہرہ اور فروغ طریقت قادریہ میں مردان حق بن کر زندہ رہے اور بعد از وصال بھی ان کے فیوضات و برکات کا سلسلہ جاری رہا۔ ان بزرگوں نے طمع و حرص کی

ناسوتی آلائشوں سے اپنے دامان طلب حق کو پاک رکھا۔ نذر و نیاز کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوئے البتہ جو فتوح و نذر آتی اسے درویشوں کی خدمت میں صرف فرماتے اور الفقر فخری کے صمدانی نصب العین پر مردانہ وار قائم رہے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے ان کی نظروں کے سامنے جس ترک و تجرید و تفرید کی مثال پیش کی اور اپنی سیرت سے عملی طور پر سلسلہ عالیہ قادریہ کے حقائق و دقائق روشن فرمائے وہ ان مریدین صادقین کی آنکھوں کا سرمہ بنے رہے۔ آپ کے خلفاء و مریدین جانتے تھے کہ ان کے شیخ طریقت حضرت فخرا نخیاءؒ صرف انسانوں ہی کے رہنما نہیں بلکہ جنات و ملا ئکہ بھی آپ کے دراقدس پر حاضر ہوتے تھے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کی اعلیٰ شان اور طریق عمل ان مریدین و خلفاء کے لئے مینارہ نور تھا۔

غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ

معدن فیوض سرمدی، مصدر برکات ایزدی، منبع اسرار الٰہی، مہبط انوار لامتناہی، سرتاج عالم روحانی، سلطان اہل تحقیق، برہان سالکین، آفتاب علم لطائف، ساقی چشمہ وحدت، مظہر صفات قدسیہ محمدؐیہ، مصحف فخرا نخیاءؒ، قطب الاقطاب، غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ کے سب سے چھوٹے بیٹے اور حضرت فخرا نخیاءؒ کے برادر اصغر تھے۔ آپ ۱۲۲۱ھ بمطابق ۱۸۰۷ء کو ام الانخیاء حضرت عائشہ خاتونؒ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

آپ ابھی پانچ برس کے تھے کہ والد ماجدؒ وفات پا گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہؒ ضعیف تھیں چنانچہ آپ کو حضرت فخرا نخیاءؒ کی زوجہ محترمہ کی گود میں دے دیا۔ جب آپ چار سال کے تھے تو اس وقت حضرت فخرا نخیاءؒ مجاہدہ کے لئے دریائے چناب پر تشریف لے گئے تھے چنانچہ آپ کے بھائیوں حضرت محمد یار عباسیؒ اور خدا بخش عباسیؒ نے آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں حصہ لیا۔ جب حضرت فخرا نخیاءؒ بعد از دیدار رسولؐ واپس تشریف لائے تو آپ عنفوان شباب میں تھے دیگر برادران کے ساتھ آپ بھی بیعت میں داخل ہو گئے اور ایک روایت کے مطابق آپ نے بیعت میں پہل فرمائی۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے وصال کے بعد آپ کو عالم رویت میں رخصت کا حکم ارشاد فرمایا چنانچہ آپ گوجرانوالہ تشریف لے آئے اور تبلیغ دین اسلام اور طریقت قادریہ کے فروغ میں قلیل مدت ہی میں برصغیر کے بہترین مشائخ قادریہ میں شمار ہوئے۔ آپ کی تبلیغ سے دو لاکھ کے قریب سکھوں اور ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔

آپ کا وصال ۵ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۹۱ء کو گوجرانوالہ میں ہوا۔ آپ کا آستانہ درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ گوجرانوالہ میں ہے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے درگاہ معلیٰ قادریہ میں فروغ سخاوت معرفت کو جاری رکھا۔ آپ کے خلفاء میں نہایت جلیل القدر ہستیاں ہوئی ہیں۔

راز حق کے راز داں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ
مصطفیٰؐ کے ترجماں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

زیرِ سایہ آپ کے ہیں سالکین و عارفین
معرفت کے آسماں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

التجا لب پر نہ آئی پھر بھی ہے لطف و کرم
بے زبانوں کی زباں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

دل کی پژمردہ تمنا آپ سے ہے زندہ دار
زندگانی ہے جہاں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

آپ کی پرواز سے اک شور ہے افلاک میں
شاہبازِ لامکاں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

لاکھ آئے نیم جاں ہو کر تو لوٹے جانباز
خلقِ احمدؐ کا نشان ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

آپ کی دہلیز پر ہیں دو جہاں کی نعمتیں
صد سرورِ قلب و جاں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

راہ دکھلاتے ہیں تاریکی میں نورِ عشق سے
سالکوں پر مہرباں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

ہم نے کُندنؔ جلوۂ خواجہؒ کو دیکھا بار ہا
میرے مرشدؒ میں عیاں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ

حضرت خواجہ محمد یار عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ

امیر المتوکلین، بحر دانش برہانی، منبع بصیرت روحانی، پیشوائے اہل وجد و حال، مقتدائے تدبر و تفکر، شناور بحر توحید، صاحب کشف و کرامات و استغراق، سلطان رضائے حق، عاشق رسول مختارؐ حضرت خواجہ محمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ حضرت فخر انخیاءؒ کے برادر متوسط تھے۔ آپ ابتدائے زندگی ہی سے توکل و رضا میں بے مثال تھے۔ حضرت فخر انخیاءؒ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے اعلیٰ روحانی منازل کو پہنچے۔ آپ صاحب جذب و استغراق، تجرید و تفرید میں کامل اور احوال توحید میں سند الواصلین تھے۔

آپ انتہا درجہ کے سیف زباں تھے جو لفظ زبان سے نکل جاتا تیر بحدف ہوتا۔ نگاہ کی براقی موسموں کے تغیر و تصرف پر قادر تھی۔ آپ سے بے شمار کرامات و خوارق عادات کا اظہار ہوا ہے۔ وفور استغراق کے باعث آپ کا بدن ہر لحظہ بخار جیسی کیفیت میں رہتا تھا۔ آپ انتہائی خاموش طبع اور کم آمیز تھے۔ عاجزی و انکساری اور جلال و جمال اپنے اپنے وقت پر بدرجہ انتہا رکھتے تھے۔ محویت استغراق کے باعث خورد و نوش کا مطلق دھیان نہ رہتا تھا۔ آپ کا وصال عالم شباب ہی میں ہوا۔ آپ کی مرقد پر نور کوٹ پیروشاہ ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔

حضرتِ خواجہ محمدؐ یارؒ امیرالاتقیا
مظہرِ اوصافِ بوذرؓ عاشقِ خیر الورام

صاحبِ کشف و کراماتِ کثیر ابدالِ حق
سربسر تصویرِ استغراقِ فخرالانخیاؒ

بحرِدانش، منبعؔ انوارِ توحیدِ الٰہ
در تدبر شمسِ تاباں در توکل پادشہ

مخزنِ تجرید و تفرید انتہائے اہلِ دل
مہبطِ اہلِ وصال و حجتِ اہلِ رضا

معنیؔ صبحِ ازل روشن شود از قلبِ او
نکتہؔ یومِ الست اظہار کرد از کتما

از جبینِ او حرم پیدا شود بہرِ یقین
محرمِ اخلاصِ الفت رازدارِ اولیا

گفت کُندنؔ شاعرِ لاہور مدحِ حق ولی
تا قیامت سیرتِ او نقشِ ایقانِ وفا

حضرت خواجہ خدا بخش عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ ماہر علم شریعت' ناقد طریقت' شارح حقیقت' فخر علمائے حنفیہ' نازش گروہ قادریہ حضرت خواجہ خدا بخش عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخر انجیاءؒ کے بھائی اور مرید صادق الاحوال صوفی کامل تھے۔ آپ واعظ بے مثال اور فقیہ روزگار تھے۔ متعدد علماء و فقہاء سے دوستی تھی اور اکثر نکات فقہ حنفیہ میں تدبر کرتے اور حدود شریعت کی محافظت پر لوگوں کو مائل کرتے تھے۔ آپ کا زہد و تقویٰ اور مجاہدہ فقید المثال تھا۔ علوم ظاہری کے لحاظ سے آپ پورے خاندان میں سب سے زیادہ وسیع المطالعہ اور اپنے علاقے کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔

صاحب سیرت الفقراء نے ایک واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عیدالفطر کے روز آپ نماز عید کے لئے گئے تو بہت سی عورتوں کو عید گاہ میں بغرض نماز عید دیکھا تو آپ نے اعتراض کیا جس پر پیش امام نے آپ کے اعتراض کو رد کر دیا چنانچہ غیرت مسلک میں تمام دن جید علماء کے پاس جانے اور فتویٰ لکھوانے میں گزار دیا اور بالاخر اس پیش امام اور علاقہ کے لوگوں کو قائل کر لیا کہ عہد متاخرین سے عورتوں کا عید گاہ میں آنا ممنوع ہے۔ عید کا سارا دن بھاگ دوڑ میں گزار کر گھر واپس آئے۔ آپ صاحب حال درویش بھی تھے اور فقہ کے معاملوں میں کسی قسم کی لچک کے قائل نہ تھے۔

روایت ہے کہ ایک دن بیوی بچوں میں بیٹھے تھے کہ اپنے ہی گھر سے حضرت غوث العصرؒ کا اسم گرامی لے کر پکارا۔ گھر والے حیران ہوئے اور کہا کہ "وہ تو یہاں نہیں ہیں" تھوڑی دیر کے بعد حضرت غوث العصرؒ تشریف لے آئے۔ یہ آپ کا تصرف تھا کہ گھر میں پکارا اور حضرت غوث العصرؒ جہاں بھی تھے انہوں نے بھی باطنی طور پر آپ کی آواز سن لی۔ آپ نے حضرت غوث العصرؒ سے کہا کہ "میرا غسل جنازہ تکفین تدفین صاحبزادہ محمد عبداللہ کریں اور مجھے میرے ہادی کے قدموں میں دفن کریں" یہ کہا اور تسلیم بحق وصال فرما گئے۔ آپ کا وصال ۱۹۴۱ بکرمی بیساکھ کو ہوا اور حضرت فخر انجیاءؒ کے دربار اقدس میں شمال مغرب کے گوشہ میں مدفون ہوئے۔

خدا بخشؒ حکم خدا پر تھے قرباں ۔۔۔ محبت کی میزاں شریعت نگہباں
ذہین و فطین و مجاہد مشاہد ۔۔۔ مرید نجیؒ روئے ماہِ درخشاں
فقیری میں ان کو ملی ایسی نعمت ۔۔۔ نگاہیں اٹھا کر نہ دیکھا زمستاں
طریقت کے ناقد ظواہر کے شاہد ۔۔۔ حقیقت کے صوفی' بیاں کے گلستاں

تصوف کی دنیا کے درویش عارف
اے کُندنؔ خدا بخشؒ تھے اکمل انساں

حضرت سید قطب شاہ قلندر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ غریق بحر فنا'

قلندر ملک ولایت' جلال وجدانی و برہانی' صاحب کشف و کرامات' بظاہر رندو مستوار بباطن حق آثار حضرت سید قطب شاہ قلندر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخرا نخیاءؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ تحقیقات چشتی" کی روایت ہے کہ "قطب شاہ صاحب اصل میں ساکن اچ شریف سیداں' سید حسینی بخاری اولاد حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے ہیں' تولد آپ کا ۱۲۳۲ھ میں بمقام اچ شریف واقع ہوا۔ حضرت کے والد کا نام سید عبداللہ شاہؒ وہ بھی پیشہ پیری مریدی کا رکھتے تھے اور اکثر بلوچ مداری ان کے خادم تھے۔

جب یہ حضرت چار پانچ برس کے ہوئے تو حسب معمول سنت نبویؐ حضرت کے والد نے تعلیم و تدریس ان کی شروع کرائی چنانچہ بہ عمرچودہ سال انہوں نے علم فارسی اور عربی سے فراغت حاصل کی" عالم شباب ہی میں سیاحت کو اختیار کیا اور بہت سے درویشوں سے ملاقات رہی۔ کچھ عرصہ سلسلہ چشتیہ کے طریق پر مشغول رہے لیکن مقصد حقیقی سے لاواصل رہے آخر آپ کے والد صاحبؒ نے اپنے کشف سے بتایا کہ "اے قطب شاہ تمہارا ہادی کاملوں کا دستگیر ہے پہنچتے ہی تیرا حسب نسب بتائے گا اور محنت و ریاضت کا بار ثقل بھی تم پر نہیں ڈالے گا بلکہ تیرے جرائم پر بھی نظر عفو فرمائے گا" پیر روشن ضمیر سے ملاقات کی غرض سے آپ کے والد صاحبؒ نے آپ کو درگاہ معلٰی حضرت داتا گنج بخشؒ پر روانہ کیا جہاں آپ کو عالم رویت میں حضرت فخرا نخیاءؒ کے بارے میں بتایا گیا اور آپ کوٹ پیرو شاہ میں آکر حضرت فخرا نخیاءؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور جیسا واقعہ ان کے والدؒ نے بتایا تھا ویسا ہی پیش آیا۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے آپ کو طعام کھلایا جس کے کھاتے ہی جملہ منازل روحانیہ طے ہو گئیں اور آپ کامل قلندر ہو گئے۔ آپ نے نصیحت طلب کی تو حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا " راضی بہ رضا' صابر بہ بلا' قانع بہ قضا رہنا باقی جو چاہو کرو۔"

آپ نے درگاہ معلٰی داتا گنج بخشؒ کے قریب اقامت اختیار کی اور یہیں قبرستان میں مدفون ہوئے۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ حاضرین سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا کھاؤ گے۔ ہر شخص اپنی اپنی مرضی بتا دیتا اور وہی کھانے اہل لاہور بھیج دیتے تھے نیز یہ کہ کسی نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے کہا (جب وہ دودھ پینے لگا تھا) کہ "حضرت قطب شاہ قلندر کی آواز ہے کہ جو شخص ہمارے درویشوں کو دودھ نہ پلائے گا عمر بھر نہ پئے گا" یہ سنتے ہی مہاراجہ نے محل کا تمام دودھ آپ کے ہاں یہ کہہ کر بھجوا دیا کہ "مہاراجہ نے آج دودھ نہیں پیا اور ساری زندگی پینا چاہتا ہے۔" تحقیقات چشتی" میں لکھا ہے کہ آپ کے مریدوں کی تعداد دو سو تھی۔

حضرتِ سید قلندر قطب شہؒ صاحب جمال	عارفِ ملکِ ولایت' سالکِ وجد و جلال
شاہِ پیراکِ فنا' کشف و کرامت زینت اش	ظاہرش رندِ زمانہ' باطن اش محوِ تعال

از تب اخلاق اعلیٰ بس شود مخدوم شہر　　اہل حق را رہنما و اہل دل صادق مقال
شاہ فخرا نجیاءؒ بیعت کند ایں مرد حق　　ارتفاع ذات مثل چشمۂ آب زلال
مرد سیاح زمانہ' فرد در بزم حضور　　گنج بخش عالمؒ پنہ بخشد برائے خوش خصال

حضرت پیر محمد شاہ گیلانی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

زبدہ علماء والفقہاء' مرد کامل' سیاح عالم لاہوت' عارف حق حضرت پیر محمد شاہ قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ محقق نکات تصوف تھے۔ بائیس اولیائے طریقت سے استفادہ کیا لیکن اصول تصوف میں چند اشکال ایسے پیدا ہوئے کہ متعدد علماء صوفیاء سے جواب طلب کیا لیکن اطمینان خاطر نہ ہوا۔

ان دنوں لاہور میں حضرت سید قطب شاہ قلندر لاہوریؒ کا شہرہ تھا چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوالات لکھ کر پیش کر دیئے جنہیں دیکھ کر حضرت سید قطب شاہؒ نے فرمایا "میرا پیر باکمال لاریب میری نظر میں قطب الاقطاب ہے جس نے ایک ہی کیمیاء اثر نظر سے مس قلب کو زر خالص بنا دیا۔" جب حضرت پیر محمد شاہ صاحب نے حضرت فخرا نجیاءؒ کے مناقب و خیرات و حسنات اسقدر سنے تو ملاقات کا شوق دامنگیر ہوا اور پیر قاسم علی شاہؒ کے ساتھ کوٹ پیرو شاہ کا قصد کیا راستے میں قلعہ میہاں سنگھ اپنے آشنائے دیرینہ مولوی غلام رسول سے ملے۔ مولوی صاحب ان دو حضرات کو برہنہ پا محو سفر دیکھ کر حیران ہوئے اور باعث اس انکساری کا دریافت کیا چنانچہ انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا" جی ہاں سخی احمد یارؒ کو میں جانتا ہوں' ناخواندہ شخص ہیں صرف زیارت مطلوب ہے یا کوئی اور غرض بھی؟ شاہ صاحب نے سوالات پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے جواب درکار ہیں مولوی صاحب سوالات دیکھ کر گم ہو گئے اور کہا کہ "واپسی پر مجھے بھی ملاقات کا حال سناتے جایئے گا۔"

ابھی یہ سید زادے راستے ہی میں تھے کہ حضرت فخرا نجیاءؒ نے اپنے آستانہ پر حضرت غوث العصرؒ سے فرمایا کہ دو سید زادے آتے ہیں ان کے لئے طعام منگوائیں۔" جب سید زادے آن پہنچے تو حضرت فخرا نجیاءؒ ان کے ادب کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "وعلیکم السلام یا ابنائے شیخنا سید عبدالقادر جیلانیؒ" حضرت فخرا نجیاءؒ نے مہمانوں کو کھانے کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ اگر سوالوں کے جواب مل گئے تو کھانا بھی کھالیں گے الغرض پیر سید محمد شاہؒ عربی عبارات پڑھتے جاتے اور حضرت فخرا نجیاءؒ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان کے جواب دیتے جاتے۔ شاہ صاحب بہت حیران ہوئے کہ ایسا کیونکر ہوا اچانک انہوں نے آخری سوال کی عبارت جان بوجھ کر غلط پڑھی جس پر آپ نے فرمایا "ٹھیک سے پڑھیئے' غلط پڑھ رہے ہیں" تیسری بار شاہ صاحبؒ نے عبارت درست پڑھی اور حسب حقیقت جواب حاصل کیا جس پر شاہ صاحبؒ پھڑک گئے کہنے لگے۔

اُمی نام ھم سب جانے اکھر پڑھیاں باجھ پچھانے
پڑھیا سی تیں بال انجانے صیغہ بزرگواری دا

بعد ازاں شاہ صاحبان نے کھانا تناول فرمایا جس کے کھاتے ہی منازل روحانیہ طے ہو گئیں اور شرف بیعت سے سرشار ہوئے۔ چار منزل کی ایک کرتے ہوئے خوشی خوشی لاہور پہنچے اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ مولوی غلام رسول حال ملاقات جاننے کے لئے منتظر ہیں۔

حضرتِ پیر محمد شہ محقق نامور زبدۂ علماء و فقہاء اہلِ دل را تاجور
در حضورِ غَوث اعظمؒ محوِ حُسنِ بندگی دم بدم اوجِ طلب او را باحسان و نظر
مردِ شاہد، صاحبِ تجرید و تفریدِ طریق بندۂ ربِ کریم و عاشق خیر البشرؐ

حضرت سائیں یتیم شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب فقر و غنا، منجملہ خلفائے فخرا نحیاءؒ، طالب تجلیات رب کریم حضرت سائیں یتیم شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کوٹ جعفر کے ساکن اور کسی بزرگ کے خلیفہ اور صاحب ارشاد و بیعت تھے۔ لباس فاخرہ زیب تن کرتے اور اسپ تازی پر بیٹھ کر اور ہجوم مریداں کو ساتھ لے کر گاؤں گاؤں عقیدت مندوں کے ہاں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول نگر میں آئے تو حضرت فخرا نحیاءؒ کے چھوٹے بھائی حضرت میاں خدا بخشؒ بھی آپ کی زیارت کو رسول نگر گئے جہاں سائیں یتیم شاہ نے حضرت فخرا نحیاءؒ کی شان میں گستاخانہ جملے کہے جس سے حضرت میاں خدا بخشؒ کی طبیعت سخت مکدر ہوئی اور واپس آ کر حضرت فخرا نحیاءؒ سے کہا کہ "جب تک سائیں یتیم شاہ آپ کے حضور اپنی گستاخی کی معافی نہ چاہے اور چلم نہ بھرے میں ہرگز مطمئن نہ ہوں گا۔" حضرت فخرا نحیاءؒ نے درگزر کی فضیلت بیان کی لیکن حضرت میاں خدا بخشؒ اپنی بات پر اڑے رہے چنانچہ آئندہ شب سائیں یتیم شاہ پر کچھ ایسا الہام ہوا کہ شب باشی کے لباس میں برہنہ سروپا وحشیوں کی طرح بھاگتے ہوئے کوٹ پیر و شاہ پہنچے اور حضرت فخرا نحیاءؒ کے قدموں میں گر کر معافی کے طلبگار ہوئے۔ اس وقت حضرت میاں خدا بخشؒ حقے کی چلم بھر رہے تھے۔ سائیں صاحب نے چلم چھین لی اور کہا کہ "میں چلم بھروں گا" خدا بخش صاحبؒ سائیں صاحب کی ابتر حالت کی وجہ سے انہیں پہچان نہ سکے اور کہا "رہنے دیجئے چلم میں خود رکھ لوں گا" اس پر حضرت فخرا نحیاءؒ نے ارشاد فرمایا "خدا بخش! تو اب چلم کیوں نہیں دیتا؟ جب تو کہتا تھا کہ خدمت بھی کرے" تب خدا بخشؒ نے غور سے دیکھا تو پہچان لیا۔ سائیں صاحب نے حقے کی چلم بھری اور نہایت عجز و انکساری سے معافی طلب کرتے رہے اور راہ حق طلب کیا چنانچہ حضرت فخرا نحیاءؒ نے سائیں یتیم شاہؒ کو بیعت کے شرف سے مشرف فرما کر اعلیٰ روحانی منازل پر فائز المرام کیا۔

شہ یتیمؒ آئے بہ عجز و انکساری راہ پر شاہ فخرا نحیاءؒ نے بخشا نورِ حق بصر

بیعتِ حضرتؒ سے پہنچے بارگاہِ نور میں — تیرگی معدوم اور وہ دل بہ عرشِ مستقر
بس خطا پوشی ہے فخرا نخیاءؒ کا خلقِ حق — ورنہ قعرِ نار ہوتا اور گمانِ دام و در
خوش نصیبی سے معافی مل گئی انعام میں — اور اوجِ روح نے پایا مقامِ حق نظر

کُندنؔ لاہور ناک اپنی رگڑتا ہے وہاں
جس جگہ ہوں شاہ فخرا نخیاءؒ محوِ سفر

حضرت سائیں الٰہی بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب زہد و عبادت، خدا پرست و نیکو کار، حلیم الطبع و کم گو، خادم و مرید فخرا نخیاءؒ، حضرت سائیں الٰہی بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ نوشاہی سلسلے کے ایک درویش سائیں مراد بخشؒ کے خادم تھے۔

روایت ہے کہ سائیں الٰہی بخش کو بعالم خواب حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش گجراتیؒ نے حکم دیا کہ سخی احمد یار کی خدمت میں چلے جاؤ چنانچہ سائیں الٰہی بخش اپنے پیر سائیں مراد بخش کی اجازت لے کر بغرض زیارت حاضر ہو گئے اور اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کے در پر بطور خادم قیام کر لیا جس پر سائیں مراد بخش جو ماہر عملیات بھی تھا کو بہت رنج ہوا اس نے پے در پے سائیں الٰہی بخش پر حملے کئے جس سے الٰہی بخش کی طبیعت سخت مکدر ہوئی۔ سائیں الٰہی بخش نے حضرت فخرا نخیاءؒ سے مدد چاہی تو آپ نے فرمایا "اچھا جو اثر ہو گا وہ مجھ پر ہے۔" چنانچہ رات کو حضرت فخرا نخیاءؒ کی چارپائی الٹ جاتی لیکن آپ اسی طرح چارپائی پر سوتے رہتے اور نیچے نہ گرتے اس ناکامی پر سائیں مراد بخش آگ بگولا ہو کر ایک دن ہمراہ مریداں کوٹ پیروشاہ پہنچا اور حضرت فخرا نخیاءؒ سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، ابھی حضرت فخرا نخیاءؒ نے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ اس نے مصافحہ سے پیشتر ہی ہاتھ سمیٹ لیا، اس کی انگلیوں سے خون نکل رہا تھا۔ کہنے لگا "خدا کا شکر ہے کہ پنجہ شیر سے میرا پنجہ بچ نکلا ورنہ خوف جان تھا" یہ کہہ کر سائیں مراد بخش واپسی کے لئے پسپا ہو کر بھاگا۔ اس کے کسی مرید نے الٰہی بخش سے بات کرنا چاہی تو اس نے جھڑکتے ہوئے کہا "جانے دو یہ جانو کہ مر گیا۔" یہ کہتے ہوئے سائیں مراد بخش مع مریداں کوٹ پیروشاہ سے نکلا۔ حضرت سائیں الٰہی بخشؒ نے عالم روحانیت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا اور اللہ کی مخلوق کی ہدایت کا باعث ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس فیروز والا میں ہے۔

حضرتِ خواجہ الٰہی بخشؒ احسن مقتدا — مظہرِ فیضِ سخیؒ و مشعلِ فقر و فنا
پیشوائے اہلِ حرمت، رہنمائے اہل عشق — درحقیقت صوفی کامل عاشقِ خیر الوریٰؐ
انتہائے دانشِ دل، درجہاں ہمت فروغ — خوشحال و خوش نصیب و خوش قسیم و خوش لقا
پارسائے فردِ عالم، درحقائق نامور — نکتہ دانِ مصحفِ علمِ تصوف مرحبا

از رخِ او منتشر انوارِ حق یومِ الست　　سلسلہ شہ میرؒ دارد مثل ایں اہلِ وفا
خدمتِ درگاہِ فخرا خیاءؒ بس فخرِ او　　از بنائے فقر قائم سطوتِ اہلِ بقا
کُندنِ لاہور گوئید مدحتِ درویشِ حق
حق تجلی لاریب الٰہی بخشؒ امیرالاصفیا

حضرت سائیں پیر مہر شاہ قادری رحمتہ اللہ عالیہ صاحب زہد و تقویٰ، صادق الاحوال، صوفی باطن صفا، صاحب جذب واستغراق، صاحب تجرید و تفرید حضرت سائیں پیر مہر شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخرا خیاءؒ کے مرید روشن ضمیر تھے۔ آپ کے بارے میں تحقیقات چشتی" کے مصنف لکھتے ہیں۔

"مہر اصل میں ساکن موضع پنڈی کالو ضلع گجرات کا قوم سے آہن گر ہے مگر بزرگ اس کے پیشہ ملاگری کرتے تھے اور تمام رشتہ دار اس کے پیشہ آہن گری کرتے ہیں بہ عہد مہاراجہ شیر سنگھ یہ شخص بخدمت احمد یار صاحبؒ مشرف ہو کر فقیر ہو گیا اور احمد یار صاحبؒ کوٹ پیرو متصل قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں رہا کرتے تھے اور وہ بڑے بزرگ مشہور ہوئے ہیں۔"

تحقیقات چشتی" میں آپ کا شجرہ حسب اس طرح مرقوم ہے۔

"مہر شاہ خادم پیر احمد یارؒ کا اور وہ میاں نور احمدؒ کا اور وہ محمد فیضؒ کا اور وہ شیر محمدؒ کا اور وہ شہ رحیمؒ کا اور وہ شہ کریم کا اور وہ شہ جمالؒ کا اور وہ میراں شہ سعیدؒ کا اور وہ جناب حضرت میاں میر بالا پیرؒ کا۔"

جب حضرت قطب شاہ قلندرؒ نے تاریخی مسجد دائی لاڈو، ہندوؤں کے قبضے سے حاصل کر کے پیر مہر شاہؒ کے سپرد کی تو آپ نے اس مسجد کو آباد کیا اور اس میں وعظ و ارشاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ دایہ لاڈو مغلیہ بادشاہی خاندان کی دایہ تھی اور شہنشاہ شاہجہاں اسی کے ہاتھوں تولد ہوئے تھے۔ اس نے زر کثیر سے یہ مسجد بنوائی تھی جو سکھوں کے عہد میں ویران ہو گئی تھی۔ یہ مسجد شاہ عالمی اور موچی دروازے کے درمیان برلب سڑک لاہور میں واقع ہے اس کی مرمت اور الحاقی تعمیر بھی پیر مہر شاہؒ نے کی۔

مہر شاہؒ دل زندہ دارِ در حضورِ اولیا　　صاحبِ تقویٰ مریدِ شاہِ فخرا خیاؒ
وجد و استغراقِ کامل، وعظ و ارشاد احسنت　　صاحبِ تجرید و تفرید احسنِ خلق و حیا

خادم غوثِ معظمؒ عاشقِ خیرالوریٰ	چہرۂ او رشکِ روئے اغنیاء لیکن فقیر
میزبانِ خانۂ حق بندۂ ربُّ العلا	صاحبِ حلم و فنا و فرد درحق الیقین
انتہائے اہلِ خدمت مقتدر اہلِ رضا	کُندنؔ لاہور گوئید منقبت چہ دل نشین

حضرت سائیں سلام شاہ صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب تقویٰ و ورع، فنافی الذات، درویش حق، عارف باللہ، درحقائق و دقائق فائزالمرام حضرت سائیں سلام شاہ صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت فخرا غنیاءؒ کی بیعت سے مشرف ہو کر اعلیٰ روحانی درجات پر پہنچے۔ روایت ہے کہ آپ کثرت مشغولیت ذکر حق کے باعث نحیف البدن تھے لیکن جب بارگاہ فخرا غنیاءؒ میں حاضر ہوتے تو بار سویق کندھوں پر اٹھا کر لاتے اور ہرگز بوجھ محسوس نہ ہوتا۔ صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ "ایک دفعہ بحالت لاغری کچھ ستو (سویق) کندھوں پر اٹھا کر حضرت فخرا غنیاءؒ کی خدمت میں پہنچے تو آپؒ نے فرمایا "سائیں سلام شاہ! اب بوجھ نہ اٹھایا کرو میری پشت درد کرتی ہے" سبحان اللہ یہ فنافی الشیخ ہونے کی طرف اشارہ تھا۔

رسم است کہ مالکان تحریر آزاد کنند بندۂ پیر

(صاحب حشمت و وقار مالکوں میں رسم ہے کہ اپنے بوڑھے خادم کو آزاد کر دیتے ہیں)

حضرت سائیں سلام شاہؒ کا حلقہ ارادت نہایت وسیع تھا۔ اکثر ہندو آپؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ آپ نے ۱۲۹۲ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کے ختم شریف پر بہت سے ہندو بھی جمع ہوتے تھے اور علیحدہ لنگر پکایا کرتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک چھجو والی شہر گوجرانوالہ میں واقع ہے۔"[1]

ذکرِ خدائے پاک سے حاصل ہوئی بقا	حضرت سلام شاہؒ محبت کے بادشہ
خلقِ حیا و حلم سے ٹھہرے حرم نما	خلقِ خدا نے ان کو کہا مرشدِ طریق
اہلِ وفا نے ان کے قدم چوم کر کہا	تم ہو فنائے حق کہ ترا دل ہے غمگسار
مقبولِ حق تھے ایسے کہ مقبول ہر دعا	وحدت کے جلوے آپ کی درگہ پر ضوفگن
خلقِ خدا سے پیار کیا بن کے شہ سخا	رسم زمانہ کوئی نگہ میں نہ جچ سکی
تبلیغِ حق میں آپ ہوئے مثلِ مہر و مہ	دارالسلام بن گئے حکمت سے شہ سلام
ہر لحظہ نورِ حق سے منور ہیں اولیا	کُندن حریمِ ناز کی تعلیم ہے عجب

حضرت مولانا حافظ اللہ جوایا قادری رحمتہ اللہ علیہ زبدہ علماء والفقہاء، صاحب زہد و تقویٰ، شاہد حریم حق، صاحب کشف و کرامات، منجملہ خلفائے فخرا غنیاءؒ حضرت مولانا

---

[1] سیرت الفقراء، جلد اول، فخرا غنیاء، حضرت امیر العصرؒ، صفحہ ۹۲

حافظ اللہ جوایا قادری بھیروی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے جید عالم دین اور نامور فقیہہ فقہ حنفیہ تھے۔ ایک عرصہ مجاہدات اور تدریس قرآن و حدیث میں گزاری۔ بھیرہ میں آپ کے شاگردوں اور حفاظ کی بہت بڑی تعداد تھی۔ آپ حضرت فخرا نخیاءؒ کے بحر سخائے معرفت کی شہرت سن کر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت فخرا نخیاءؒ نے ایسی نگاہ کرم فرمائی کہ مدت قلیل میں صاحب منزل ہو کر اعلیٰ مقامات روحانی کو پہنچے۔ آپ نے کچھ عرصہ درگاہ معلیٰ حضرت فخرا نخیاءؒ میں گزارا اور اس دوران حضرت غوث العصرؒ کے بیٹے سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے لئے علوم ظاہری کے اتالیق ہونے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ بعد ازاں حضرت فخرا نخیاءؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "آپ سلام شاہؒ کے پاس جائیں اور ان کے ساتھ مل کر تبلیغ اسلام اور ترویج دین کا کام کریں" چنانچہ آپ اس حکم کی تعمیل میں حضرت سلام شاہؒ کے آستانے پر آ گئے اور یہیں ایک اپنی درسگاہ کا اجراء کیا۔ آپ کے تبحر علمی اور اعلیٰ قابلیت کی شہرت پہلے سے تھی چنانچہ کثیر تعداد میں طالبان علم حاضر ہو گئے اور یہ درسگاہ ایک عرصہ تک گوجرانوالہ کی بہترین درسگاہوں میں شمار رہی۔ آپ نے خاصی طویل عمر پائی اور ایک سو پچیس برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپ کی مرقد پرانوار حضرت سلام شاہؒ کی مرقد اقدس سے مشرق کی جانب ہے۔ آپ کے فیضان علم و فضل سے ہزاروں لوگ علوم اسلامیہ اور شعار سنت رسولؐ سے مزین ہوئے۔

حافظِ قرآن شہ اللہ جوایا قادریؒ — لحظہ لحظہ وقفِ دینِ حق برائے بندگی
عالمِ جید، فقیہہ منتہی، صاحب جمال — درحضورِ حق مثالِ مشعلِ نورِ علیؓ
عظمتِ معیارِ تدریس او را مینارِ حرم — زندگانی در فروغِ حرمتِ دینِ نبیؐ
آں اتالیقِ خلیق و نکتہ دان و دلگداز — پیشوائے علم عالی در علومِ ظاہری
صاحبِ کشف و کرامات و فنائے حق رسید — حجتِ اہلِ علوم و شیخ الاسلامؒ و ولی
چہرہ اش خورشیدِ تاباں قلبِ او ماہِ منیر — زندگی مثلِ خیابانِ علومِ باطنی

خلقِ حق کُندَن کہ صد مشکورِ او بہرِ شعار
انتہائے زہد و تقویٰ، مظہرِ فیضِ نخیؒ

حضرت پیر سید شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب زہد و تقویٰ بندہ رب العلا، پیر طریقت روشن ضمیر، محرم حریم جبروت ولاہوت، جانثار فخرا نخیاءؒ، حضرت پیر سید شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ قاضی کوٹ کے رہنے والے تھے جو کوٹ پیرو شاہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر برلب سڑک ہے۔ آپ ہمہ وقت محو ذکر الہی رہتے تھے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کے مریدوں میں شامل ہیں۔ آپ اکثر بوجہ عقیدت و محبت و جانثاری ننگے پاؤں درگاہ عالیہ قادریہ حضرت فخرا نخیاءؒ پر حاضر ہوتے تھے بعد ازاں حضرت فخرا نخیاءؒ نے اپنے لہولہان ہاتھ دکھا کر منع کر دیا اور فرمایا کہ "میں تمہارے سید

ہونے کے باعث تمہارے پاؤں کے نیچے ہاتھ رکھتا ہوں تاکہ تجھے کوئی کانٹا نہ لگے۔" حضرت پیر سید شاہ قادریؒ نہایت فصیح البیان اور نکات تصوف پر عبور رکھنے والے پیشوائے طریقت ہوئے ہیں۔ آپ سے متعدد کرامات و خوارق عادات ظاہر ہوئیں۔

آپ پر جذب و استغراق طاری رہتا تھا۔ جو بات زبان سے نکل جاتی تیر تقدیر بن کر پوری ہو جاتی تھی۔ آپ نے وسیع النظری، صلح کل اور وحدت حق میں فنا کا موثر پرچار کیا اور تبلیغ اسلام کے فریضہ کو احسن طریق پر سرانجام دیا۔ آپ نے اللہ کی مخلوق کو بے پناہ فیض پہنچایا ہے۔ آپ اہتمام شعار اسلامیہ میں انتہائی مستعد اور شریعت محمدیہؐ کے جانثار پیرو تھے۔ آپ تفرید و تجرید میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کی آپ پر نگاہ لطف و کرم خاص تھی۔ جملہ خلفاء مریدین فخرا نخیاءؒ آپ کی توصیف کرتے تھے۔ احوال میں محکم اقوال میں سند اور فروغ فیضان قادریہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

پیر سید شہؒ حریم کبریاء را راز دار — شارحِ علم معانی، صوفیؒ دل نو بہار
پیشوائے اہلِ دل، حکمت فزا و غمگسار — نعمتِ بیعت کند ایں مایۂ عشقِ نگار
درحقیقت حجتِ اہلِ فنا و اہلِ وجد — محوِ ذکرِ حق تعالیٰ روز و شب مثلِ کبارؒ
صاحبِ کشف و کرامت انتہائے بحرِ عشق — ہمتِ مرداں مثالِ شاہبازِ حق شعار
عاجزی و انکساری خدمت و مسکینیت — و ز حقائق شعلۂ طور عاشقِ پروردگار
منبعؒ وجدان و الہام انتہائے ذوق و شوق — سایہ افگن ہست رحمت از خدائے کردگار

در ہجوم اولیاء اللہ دارد وصفِ نور
کندنؔ لاہور گوئید مدحتِ او یادگار

حضرت سائیں محکم شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ حجت رندان ومستاں، حدیقہ اہل صفائے باطن، شاہباز دنیائے وجدان و برہان، شہید عشق الٰہی حضرت سائیں محکم شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخرا نخیاءؒ کے مرید تھے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے طریقے کے مطابق اپنے بعض مریدوں کو حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں بغرض تربیت روحانی بھیجتے تھے۔ حضرت سائیں محکم شاہؒ کی روحانی تربیت بھی حضرت غوث العصرؒ نے فرمائی۔ آپ کے بارے میں صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ "حضرت سائیں محکم شاہؒ رندانہ صورت مگر نہایت پاکیزہ سیرت کے مالک تھے۔"

ایک مرتبہ حضرت سائیں محکم شاہؒ نے حضرت غوث العصرؒ سے دریافت کیا کہ "حضور! آج مولوی محبوب عالم صاحب جمعہ کے خطبہ میں کہہ رہے تھے کہ جس کام میں کوئی مرتا ہے اسی خیال میں روز محشر اٹھے گا کیا یہ مسئلہ درست ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں درست ہے جو شخص نماز میں مرتا ہے

نماز ہی میں اٹھے گا۔" سائیں محکم شاہؒ نے یہ سنا تو کپڑے دھو کر غسل کیا اور مسجد میں چلے گئے نماز عصر با جماعت ادا کی اور آخری سجدے میں ہی سر رکھ دیا۔ تمام لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے تو مولوی محبوب عالمؒ نے خدام سے فرمایا "دیکھنا چاہئے کہیں جاں بحق تسلیم نہ ہو چکے ہوں" جب دیکھا گیا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ حضرت غوث العصرؒ کو خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا "وہ مجھ سے مسئلہ پوچھ کر گیا تھا آج اسے مرنا ہی تھا" حضرت مولوی محبوب عالم صاحبؒ نے فرمایا کہ سائیں صاحب کو غسل و کفن نہ دیا جائے لہٰذا سائیں محکم شاہؒ کو انہیں کپڑوں میں بعد از نماز جنازہ دفن کیا گیا۔ حضرت سائیں صاحبؒ کی مرقد منورہ کوڈے شاہ ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔

شاہ محکمؒ حجتِ اہلِ طلب | پاک دارد در جہاں حسب و نسب
عشقِ ربِ کائنات اندر وجود | مرحبا حُسنِ توکل بے سبب
منکسرؔ المعتدل' دل مطہر | جذب و استغراق دارد بے غضب
شوقِ دیدارِ جمالِ حق شود | انتقالِ او زماں را بوالعجب
تخمِ ذکرِ حق نمود اندر خیال | جسم او طاہر مثالِ کشت رب
ایں نشانِ اہلِ فردوسِ بریں | وقتِ رخصت شاہؒ متبسم بہ لب

سینۂ او گنجِ حق کُندَن بگو
شاہِ محکمؒ عاشقِ شاہِ عربؐ

حضرت سائیں نادار قادری رحمتہ اللہ علیہ امیر المتوکلین، زبدہ عارفین، حجت عاشقین، عمدہ کاملین، مرید خاص از منجملہ مریدان فخر اخیاء حضرت سخی احمد یارؒ حضرت سائیں نادار صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخر اخیاءؒ کی خدمت اقدس میں رہے اور اوائل ہی میں نسبت بیعت حاصل کر کے اعلیٰ مقامات روحانیہ نورانیہ کو پہنچے۔ ذکر و فکر کے شائق و محو حق، مخلوق سے بیزار، صاحب تجرید و تفرید تھے۔ آپ کا وقت رخصت آیا تو سنت رسولؐ میں بیمار ہو گئے۔ آپؒ کا ایک خادم کرم دین روز و شب خدمت میں رہتا تھا ان احوال کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ حضرت کا وقت قریب ہے۔ ایک دن خادم کرم دین نے بوقت عصر حضرت سائیں نادارؒ سے کہا کہ "رخصت دیجئے میں اب جاتا ہوں" یعنی جاں بحق تسلیم ہوتا ہوں۔ یہ سن کر سائیں نادارؒ نے کہا "کیوں؟" خادم نے عرض کیا "حضور! آگے چل کر بھی کچھ کرنا ہے" آپؒ نے فرمایا "وہاں تو خیر ہے میری مرضی یہ ہے کہ مجھے دفن کر کے تم میرے پیچھے آنا"۔ خادم کرم دین نے عرض کیا کہ "یہاں تو اکثر خویش و اقرباء مومن و مسلم دفن کر سکتے ہیں لیکن آگے خدمت کے لئے کون ہے؟ میں آگے آگے خدمت کے لئے جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر خادم نے اسلام و علیکم کہا اور گھر جا کر چارپائی پر لیٹ گیا اور جان جاں آفریں

کے سپرد کی۔ یہ خبر جب حضرت سائیں نادار" صاحب نے سنی تو فرمایا "باز نہیں آیا' ہمیشہ اپنی ہی مرضی کرتا ہے' اچھا ہم بھی اب جاتے ہیں" یہ کہا اور آپ بھی چارپائی پر لیٹ گئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ خویش و اقارب نے غسل کفن اور نماز جنازہ کے بعد دونوں جنازے ایک ساتھ اٹھائے۔ آگے آگے پیر کا جنازہ تھا اور پیچھے پیچھے مرید کا۔ ایک ہی قبر میں دو لحد تیار کی گئیں جانب مغرب مرشد اور جانب مشرق مرید کو دفن کیا گیا نماز جنازہ و دعا حضرت مولوی محبوب عالم صاحب" سجادہ نشین درگاہ قادریہ نوریہ نے ادا کی۔ یہ دونوں مزار کوڈے شاہ گوجرانوالہ میں ہیں۔

سائیں حضرت نادار" اہلِ وصالِ حق بود — زبدۂ اہلِ توکل از جمالِ حق بود
پیشوائے اہلِ حشمت دستگیرِ مومنین — عمدۂ اہلِ محبت از کمالِ حق بود
موتوا قبل انت موتوا طے کند از نسبت اش — خاموشی او را حقیقت از مقالِ حق بود
تارک الدنیا' غریقِ بحرِ انوارِ خدا — غیرتِ ایمان او را از جلالِ حق بود
صحبِ استغراق و اہلِ خوارقِ عادت کثیر — گفت کندن آں ولی جوئے زلالِ حق بود
آں کرم دین" اہلِ حق مثلِ بلالؓ حق بود — درجہاں خادم بود آں بے مثالِ حق بود
خدمتِ پیرِ طریقت زندہ شد از صدقِ او — چہرہ اش رخشندہ تر مثلِ ہلالِ حق بود
وادیٔ عشق و جنوں باغِ وفائے دلبراں — نعمتِ ہستی تراشیدہ شکالِ حق بود
آں کرم دین" اہلِ راز پیرِ روشن عاقبت — در تواضع بندۂ ربِ تعالِ حق بود
غرقِ خیرت عالم از احسانِ او کندن مکن — نیست جز در قلبِ او حسنِ خیالِ حق بود

حضرت شاہ سردار قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب زہد و تقویٰ' حجت اہل مجاہدہ' پیر طریقت روشن ضمیر' حقائق و معارف آگاہ' صاحب علم ظاہری و باطنی حضرت سید شاہ سردار گیلانی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخرا عُیاء" کے آخری مریدوں میں سے ہیں۔ "تحقیقات چشتی" میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ سردار" حضرت محمد شاہ گیلانی قادری لاہوری" کے بیٹے تھے۔ روایت ہے کہ لاہور میں حضرت سید قطب شاہ قلندر کا تکیہ یعنی آستانہ سب سے زیادہ مرجع خلائق ہوتا تھا جہاں ہزاروں لوگ ہر روز کشائش دینی و دنیاوی کے لئے آتے تھے۔

ایک مرتبہ قطب شاہ صاحب" امرتسر میں کچھ عرصہ کے لئے گئے تو حضرت شاہ سردار" کو اپنے آستانے میں اپنی مسند پر بٹھا گئے اور اس دوران آپ نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ معاملات آستانہ چلائے۔ آپ صاحب اخلاق و عالم و فاضل تھے۔ خطرات نفس کا شافی علاج کیا کرتے تھے۔ سیرت الفقراء کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ سردار" بغرض زیارت روضہ فخرا عُیاء" پر حاضر ہوئے تو سجادہ نشین حضرت محمد محمود صاحب" نے آپ کو ایک مرغی دی کہ اسے پکالیں۔ آپ نے وہ مرغی اپنے خادم محمد دین کو دی جس نے عمدہ مصالحوں کے ساتھ پکائی لیکن آپ نے مدار کے کڑوے

پتے گھوٹ کر اس میں ملائے اور رغبت کے ساتھ کھانا کھایا۔ جب لوگوں نے باعث دریافت کیا تو فرمایا "میرا نفس عمدہ گوشت دیکھ کر خوش ہوا تھا میں نے اس کا علاج کیا ہے" سبحان اللہ۔

حضرتِ سردار شاہؒ صاحبِ قلب و نگاہ
از فنائے نفس پیر عاشقِ ربِ الہ
پاک از حرص و گمان دور از کبر و گناہ
ظاہرش تنہا جوان در حقیقت صد سپاہ
فقرِ فخری پیرہن در طریقت بادشاہ
در حقائق سر بلند یک زمانہ جوئے راہ
کُندنِ لاہور گفت آں فقیرِ کج کلاہ

حضرت سید نتھے علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

صاحب "سیرت الفقراء" نے حضرت سید نتھے علی شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں جلد اول فخرا نحیاءؒ میں لکھا ہے کہ "حضرت نتھے شاہ قادریؒ فخرا نحیاء حضرت سخی احمد یار صاحبؒ کے مرید اور آستانہ عالیہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ کے متولی و سجادہ نشین تھے۔ حضرت نتھے شاہؒ کے والد گرامی کا نام عیسیٰ شاہ (المتوفی ۱۲۶۹ھ بمطابق ۱۸۵۳ء) تھا۔ نتھے شاہ کے علاوہ عیسیٰ شاہؒ کے تین بیٹے اور تھے جن کے اسماء یہ ہیں، محمد شاہؒ (المتوفی ۱۸۲۴) کرم شاہؒ (المتوفی ۱۸۴۷ء) اور اکبر شاہؒ" حضرت سید نتھے شاہؒ کے بعد ان کے بیٹے سید عنایت علی شاہؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۴ء) سجادہ نشین ہوئے۔ سید عنایت علی شاہ صاحبؒ غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ سے شرف بیعت رکھتے تھے اور زہد و ورع و تقویٰ میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور صاحب و کرامات تھے۔

شاہ نتھےؒ حکمرانِ صاحبانِ زائرین مرجعِ حُسنِ عقیدت زمرۂ او موقنین
درگہِ شہ میرؒ را سجادہ فخرِ فقر بود از جبین اش ضو درخشاں منبرِ حُسنِ یقین
رہنمائے زائرینِ درگہِ شہ میرؒ بود مرکزِ جانِ عقیدت مرشدِ ہر دل نشین
پاکباز و نیک خو و اہلِ تقوی منکسر قلب او را مثلِ نورِ جلوۂ عرشِ برین
شرفِ اکبر نعمتِ بیعت ز فخر انحیاءؒ صورت اش طشتِ سخاء بس معنیٰ روشن جبین

حضرت سید علی نتھے شاہؒ نے نہ صرف درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے سجادہ نشین ہونے میں اپنی دریا دل اور اخلاق عالیہ سے شہرت عام بقائے دوام حاصل کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حضرت فخرا نحیاءؒ کی تربیت سے ایسے اعلیٰ روحانی مقامات حاصل کئے کہ حضرت سیدنا میانمیرؒ کی خشنودی جس اعلیٰ سطح پر حضرت سید نتھے نے حاصل کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپؒ کے مریدوں کی

تعداد بھی سید قطب شاہؒ کی طرح لا محدود تھی۔ آپ کا مزار احاطہ درگاہ حضرت میانمیر صاحبؒ میں ہے۔

حضرت پیر قاسم علی شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب ترک و تجرید و تفرید' اہل زہد و تقویٰ وریاضت' ولی کامل حضرت پیر قاسم علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخرا نجیاءؒ کے مرید صادق تھے۔ آپ حضرت پیر محمد شاہ گیلانیؒ کے احوال عالیہ سے متاثر ہو کر حضرت فخرا نجیاءؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت پیر محمد شاہ گیلانیؒ بعض سوالات کے جوابوں کے لئے حضرت فخرا نجیاءؒ کے حضور حاضر ہوئے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ آپ کی متعدد خوارق و کرامات بتائی جاتی ہیں۔ آپ کا مرقد پر انوار کھڈ شریف میں ہے۔

حضرت سائیں سربلند قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب فقر و غنا' راز دار حریم الہ' صاحب کشف و کرامات' تارک الدنیا' شائق خاموشی و گمنامی حضرت سائیں سربلند صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخرا نجیاءؒ کے مرید ہوئے اور ایسی براق تجلیات آپ پر وارد ہوئیں کہ مخلوق سے محجوب ہو گئے اور حق سے مشہور چنانچہ تجرید و تفرید میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا اور زہد و تقویٰ و اوج روحانی میں بے مثال ہوئے۔ انتہائی خاموش طبع اور دنیا داروں سے بیزار تھے۔ آپ اکثر وجد و استغراق میں رہتے تھے۔ آپ کی قبر اقدس ملووالہ میں ہے۔

حضرت سائیں اروڑے شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ صادقین' صاحب کشف و کرامات' حضرت سائیں اروڑے شاہ قادریؒ موضع دیال پور جتاں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ جستجوئے راہ حق میں حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے روضہ اقدس پر کئی سال مقیم رہے اور آخر کار آپ کی روحانی راہنمائی سے حضرت فخرا نجیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ بیعت ہوئے۔ آپ کا مزار سمن برج گلی شاہ حسین وزیر آباد میں واقعہ ہے۔

متفرق اسمائے مریدان حضرت فخرا نجیاءؒ

(جن کے حالات معلوم نہیں ہو سکے)

۱۔ حضرت سائیں پیر بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ ۲۔ حضرت پیر بہار شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ ۳۔ حضرت سائیں احمد دین قادری رحمتہ اللہ علیہ ۴۔ حضرت چھیلی شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ ۵۔ حضرت وڈا باوا قادری رحمتہ اللہ علیہ ۶۔ حضرت نکا باوا قادری رحمتہ اللہ علیہ ۷۔ حضرت سائیں دل محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ

حضرت غوث العصرؒ اور جمال و جلال زندگی

معدن فیوضات سرمدی' مصدر برکات ایزدی' سلطان محققین' عمدہ مقربین' مخزن اسرار الٰہی' مہبط انوار لامتناہی' مصحف عشق اویسؓ و سلمانیؓ' ماہتاب معارف قرآنی' آفتاب لطائف و الحقائق' حجتہ العاشقین' سرتاج الاولیاء مظہر صفات قدسیہ محمدیہ' خواجہ خواجگان' اسد الرحمٰن' غوث العصر حضرت خواجہ محمدؒ عمر عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ کے انوار سخاوت معرفت الٰہی اور محبت مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تجلیات حق فروغ سے برصغیر میں سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے قادری طریق کے جاہ و جلال میں بے حد و کنار اضافہ ہوا۔ آپ فخر احیاءؒ حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ کے برادر اصغر اور مصحف حقائق روحانیہ و نسبت اویسی کے سراپا صاحب جمال اور وارث و جانشین تھے۔

آپؒ کی نگاہ کریمانہ اور تربیت عارفانہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کا تصرف و سیادت شہرہ آفاق ہوا اور آپ کے جانشینان درگاہ معلّٰی قادریہ اور جملہ مریدین و خلفائے عظامؒ کی خیر و برکت سے لاکھوں بندگان خدا نے زہد و تقویٰ کی حلاوت' عبادت کی نہایت اور معرفت کی غایت تامہ سے اپنی زندگیوں کو طلائے احمر بنا کر غلامان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ امیر

العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری" سجادہ نشین درگاہ معلّٰی قادریہ حضرت غوث العصر" کی منقبت میں فرماتے ہیں۔

شہنشاہوں سے بڑھ کر ہے تری سرکار اے خواجہ"
ترا دربار ہے درگاہِ فیض آثار اے خواجہ"
جنابِ غوث اعظم" کو بھی تجھ پر فخر ہے آقا"
ہو اقلیم ولایت کے علمبردار اے خواجہ"
مشائخ" اولیاء ابدال" ہیں تیرے مریدوں میں
ہیں عام و خواص میں داخل ترے انصار اے خواجہ"
وفورِ معرفت اور فقر کی ویران بستی کو
ترے لطف و کرم نے کر دیا گلزار اے خواجہ"
زباں سے جو تری نکلا وہ تیرِ بے خطا پایا
قضا بن کر نظر آئی تری گفتار اے خواجہ"
جو آ جائے عقیدت سے کبھی خالی نہیں جاتا
سخاوت بٹتی رہتی ہے ترے دربار اے خواجہ"
تمنا قادری کی ہے مرا دل ہو ترا گھر ہو
ترا در ہو مرا سر ہو مری سرکار اے خواجہ"

ولادت با سعادت غوث العصر حضرت خواجہ محمد" عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت با سعادت سے قبل آپ" کے والدین ابوالاخیاء حضرت خواجہ محمد جیون عباسی" اور ام الاخیا حضرت عائشہ خاتون" کو حضور حق تعالیٰ سے ایک خوش بخت عالی المرتبہ بیٹے کی بشارت ہو چکی تھی اس کے علاوہ حضرت غوث العصر" کی ہمشیرہ محترمہ حشمت بی بی" نے ایک خواب دیکھا جسے بڑے بھائی حضرت فخرا خیا" کی خدمت میں یوں بیان کیا کہ "میں نے خواب میں ایک وحشت نشان میدان دیکھا ہے جس میں ہیبت کے باعث جانیں گداز ہو رہی ہیں اور خوف و ہراس کے سبب ہر شخص خاموش نظر آ رہا ہے جس کی کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہوں گویا میدان حشر ہے اور ہم سب اہل خانہ وہاں موجود ہیں اور ایک بے نظیر بدر منیر دائیں جانب ساتھ ساتھ چلتا ہے جس کی روشنی میں ہم سب خویش و اقارب مع ایک مجمع کثیر مردمان چلتے ہیں اور کسی قسم کا خوف و رنج ہمارے شامل حال نہیں بلکہ نہایت خوش جا رہے ہیں اور اسی اثنا میں مجھے کسی نے جگا دیا۔ معلوم نہیں کہاں جا رہے تھے کہاں سے آ رہے تھے اور وہ ماہتاب عالمتاب کون تھا" یہ خواب سن کر حضرت فخرا خیا" نے زبان سیف الرحمن سے ارشاد فرمایا "بہن وہ چاند تمہارے قبیلے سے ہو گا"۔

غوث العصر حضرت خواجہ محمدؒ عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ ابوالانخیاء حضرت خواجہ محمد جیون عباسی رحمتہ اللہ علیہ کے خانہ نورنشاں میں ۱۲۲۱ھ بمطابق ۱۸۶۴ بکرمی / ۱۸۰۷ء بوقت صبح صادق موضع مان ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی جبین حق آثار سے نور ولایت و نیابت ظاہر تھا۔ حضرت غوث العصرؒ کی ولادت باسعادت کے بعد جب حضرت فخرانخیاءؒ نے اپنے نو مولود بھائی کا چہرہ نورفشاں دیکھا تو اپنی ہمشیرہ محترمہ حشمت بی بیؒ کو بلا کر فرمایا کہ "یہ وہی ماہتاب ہے جو تم نے عالم خواب میں دیکھا اور جس کے نور ولایت میں تم اور دیگر مردمان اس میدان میں چلتے تھے۔ یہ مادرزاد ولی اللہ ہے اور اس سے لاکھ ہا مردمان راہ ہدایت پا کر واصل باللہ ہوں گے" حضرت غوث العصرؒ کی والدہ محترمہ حضرت عائشہ خاتونؒ آپؒ کی ولادت کے وقت ضعیف تھیں اور آپ اپنے والدین کی آخری اولاد تھے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد آپ کی والدہؒ نے آپ کی پرورش کے لئے آپ کو حضرت فخرانخیاءؒ کی زوجہ محترمہ کی گود میں دے دیا۔ ان ہی دنوں حضرت فخرانخیاءؒ عشق رسولؐ سے جگرتاب بغرض مجاہدہ دریائے چناب پر تشریف لے گئے۔

دُرِّ یتیم ابوالانخیاء حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ نے بہ تائید رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت غوث العصرؒ کا نام محمد عمر رکھا اور آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں کثیر اناج مساکین میں خیرات کیا۔ حضرت غوث العصرؒ ابتدائے عمر ہی سے نہایت متین الطبع، ذہین و فطین اور اطاعت والدینؒ میں بے مثال تھے۔ تمام اہل خاندان آپ کے پیدائشی اطوار و خصائل پسندیدہ کے باعث آپ کو حد درجہ عزیز از جان رکھتے تھے۔

آپ نے اپنے والد محترمؒ سے قرآن ناظرہ پڑھا اور ابتدائی قاعدہ عربی سے آگاہی حاصل کی۔ جب آپ کی عمر پانچ سال ہوئی تو آپ کے والد محترم ابوالانخیا حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ وصال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت غوث العصرؒ اپنے دیگر بڑے بھائیوں حضرت محمد یار عباسیؒ اور خدا بخش عباسیؒ کی زیر تربیت حالت یتیمی میں پرورش پانے لگے۔

ابتدائی تعلیم ابوالانخیاءؒ حضرت خواجہ محمد جیون عباسیؒ کا خاندان زہد و اتقاء میں بے مثال تھا۔ شعار اسلامیہ کی حد درجہ پابندی اور ذوق و شوق روحانیہ کی خوشبو اس نیک بخت خاندان کا تعارف تھا۔ حضرت غوث العصرؒ نے اس روحانی ماحول میں احکام شریعت و فرائض و سنن کی پابندی ابتدائے عمر ہی سے اختیار کی اور دیگر علوم دینی سے بھی آگاہی حاصل کی اس کے ساتھ ساتھ روز و شب بھائیوں کے ساتھ رہ کر ان کے ذوق تقویٰ و استقامت کے اطوار سے بھی اپنی شخصیت کو مزین کیا۔ آپ کے بھائی آپ پر حد درجہ شفقت فرماتے اور معاملات دینی و دنیاوی میں احسن طریق سے رہنمائی فرماتے تھے۔

اس ضمن میں حضرت محمد یار عباسیؒ کا ایک واقعہ حضرت غوث العصرؒ سے منقول ہے جس سے

حضرت غوث العصرؒ کی ابتدائی تربیت پر روشنی پڑتی ہے حضرت غوث العصرؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے بھائی محمد یارؒ بڑے کامل متوکل تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب میں ابھی بچہ تھا کہ ایک ویران چاہ میں سیاہ زنبوروں نے بڑے بڑے پانچ چھتے لگا رکھے تھے۔ ان کے خوف سے لوگ وہاں کم ہی جایا کرتے تھے۔ اگر ایک زنبور کسی کو ڈستا تو شدید بخار لاحق ہو جایا کرتا تھا۔ بھائی صاحب کو کسی ضروری کام سے کنویں پر جانا ہوا۔ پہنچتے ہی زنبوروں سے یوں مخاطب ہوئے کہ "لوگ اس چاہ کو اب آباد کرنا چاہتے ہیں اس لئے تم کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ اور کوئی اور ویران جگہ تلاش کر لو" یہ کہہ کہ آپ نے پانچوں چھتے ہاتھ سے اتار پھینکے اور کنویں کا ضروری کام شروع کر دیا۔ اس وقت آپ کا لباس صرف دو کپڑے تھے دستار اور تہہ بند۔ چادر کندھوں سے اتار کر الگ رکھدی۔ زنبور آپ کے جسم پر اسقدر بیٹھے ہوئے تھے کہ تمام بدن زنبور ہی زنبور نظر آتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا "ڈرو نہیں بے شک میرے پاس آ جاؤ" میں حسب الحکم آپ کے پاس جا بیٹھا اور جو کام وہ فرماتے تھے میں کرتا جا رہا تھا زنبور میرے جسم پر بھی بکثرت بیٹھے ہوئے تھے آخر میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ کاٹیں گے چنانچہ بوجہ وسوسہ ایک زنبور نے میری گردن پر کاٹا۔ اسی وقت آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا "ڈرو نہیں اور اگر تم ڈرو گے تو یہ تمام زنبور تمہیں کاٹ کھائیں گے اور اگر خدائے قادر کو حافظ سمجھو گے اور اس پر توکل کرو گے تو کسی کی مجال نہ ہو گی کہ تمہیں کاٹے"۔ آپ کے فرماتے ہی میرا خوف و خطر میرے دل سے جاتا رہا اور میں تسکین قلبی سے آپ کے پاس بیٹھا رہا اور زنبور ہمارے بدن پر سے اڑتے اور بیٹھتے رہے یہاں تک کہ سب کے سب جاتے رہے کام ختم کر کے ہم گاؤں کی طرف واپس آ رہے تھے تو بھائی صاحب نے مسکرا کر فرمایا "میں سمجھتا تھا کہ اب تم بڑے ہو گئے ہو مگر ابھی تو تم چھوٹے ہی ہو۔ بھلا زنبور نے کہاں کاٹا ہے" میری گردن پر ہاتھ پھیرتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے کہ "اللہ کافی اور حافظ ہے اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے" آپ کے ہاتھ پھیرتے ہی درد جاتا رہا۔

سبحان اللہ حضرت غوث العصرؒ نے توکل کو ابتدائے عمر ہی میں اعلیٰ درجہ کے ساتھ اپنی شخصیت کا جزو بنانے کی تعلیم حاصل کی۔ توکل وہ راستہ ہے جس پر بڑے بڑے علماء بھی اکثر گھٹنوں کے بل چلتے دکھائی دیتے ہیں جبکہ حضرت غوث العصرؒ نے عالم صغر سنی ہی میں توکل کو برہانی کردار کے ساتھ اختیار کر لیا۔

رزق حلال عین عبادت حضرت غوث العصرؒ ابتدائے عمر ہی سے گاؤں کے ماحول کے مطابق اپنے اہل خاندان کے ساتھ اپنی جدی زمینوں پر کاشتکاری میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ آپ نہایت ذمہ داری کے ساتھ ہر اس کام کو خوش اسلوبی سے کرتے جو آپ کے ذمہ لگایا جاتا۔ حضرت

غوث العصرؒ کی زبان اقدس میں ایسی تاثیر تھی کہ عنوان شباب میں خشکی کے دنوں میں بارہا آپ سے باران رحمت کی دعا کرائی گئی اور ہربار بادل جھوم کے اٹھتے اور ہر طرف جل تھل ہو جاتا۔

آپ کھیتوں میں جب بھی اپنے کام سے فارغ ہوتے فوراً وضو کر کے محو عبادت ہو جاتے۔ آپ کے سامنے آپ کے برادر اکبر حضرت فخرا ﷺحیاءؒ کا زہدو تقویٰ اور عشق رسولؐ، حضرت محمد یارؒ کا جذب و استغراق اور حضرت خدا بخشؒ کی بصیرت شریعت مثال تھی۔ آپ نے اپنے والد ماجد مرحومؒ کو آخر عمر میں بھی محو عبادت ہی دیکھا تھا اس کے علاوہ آپ کی والدہ ماجدہؒ ہر روز نوافل میں قرآن پاک کی ایک منزل تلاوت فرمانے کی عادی تھیں۔ اسی طرح دیگر اہل خاندان میں ذوق عبادت و رجوع الی اللہ آپ کے لئے جادہ بیضاء تھا چنانچہ اس روحانی ماحول میں آپ کی طبیعت جهد رزق حلال کے دوران بھی عبادت کی طرف رجوع رہتی اور عنفوان شباب ہی سے دست بہ کار دل بہ یار رہنے کی عادت پختہ ہو چکی تھی۔ آپ نصف شب بیدار ہو کر وضو فرماتے اور عبادت میں محو ہو جاتے۔ رفتہ رفتہ آپ کے وجود اقدس سے نسبت اویسی نے طلوع کیا اور بہ باطن آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت غوث الاعظمؒ اور امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ نے تعلیمات سے سرفراز فرمایا اور آپ شمس ضوفشاں کی طرح ظاہر و باطن میں نور حق سے مستفیض ہوئے۔

مظہر سیرت اصحابؓ رسولؐ حضرت غوث العصرؒ کی شادی خانہ آبادی آپ کے ماموں کے گھر موضع ٹھٹھہ شمسہ نذد قصبہ علی پور ہوئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ علوم اسلامیہ سے بدرجہ اتم آگاہ اور پابند شعار اسلامیہ تھیں۔ آپؒ جب کچھ عرصہ بعد زوجہ کو لینے گئے تو آپ کے ماموں نے نہایت پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا اس میں دیگر لوازمات کے ساتھ مرغ بھی ذبح کروا کے پکایا گیا اور پیش کیا گیا حضرت غوث العصرؒ نے لقمہ نان اس گوشت کے شوربے میں بھگو کر منہ میں ڈالا تو وہ لقمہ حلق سے نہ گذرا بلکہ اگل دیا۔ پھر دوسرا لقمہ چبایا لیکن وہ بھی حلق سے نہ اترا تو آپ نے اگل دیا۔ آپ نے حیران ہو کہ اپنے ماموں جان سے کہا کہ "یہ حرام گوشت کہاں سے آیا ہے جو حلق سے ہی نہیں اترتا" ماموں جان نے کہا کہ "یہ مرغ گھر کا پلا ہوا تھا اور امام مسجد سے ذبح کروایا ہیں حرام کیسے ہو سکتا ہے" آپ نے فرمایا "شاید ذبح میں غلطی ہو گئی ہو"

آپ کے ماموں جان نے امام مسجد کو بلایا اور استفسار کیا۔ امام مسجد نے کہا کہ "ذبح میں تو کوئی ایسی غلطی نہیں ہوئی جو حرمت کا باعث ہو" آپ نے فرمایا "کچھ تو ہے" تب امام مسجد نے کہا "البتہ حلقوم جسم کی طرف رہ گیا تھا" آپ نے فرمایا کوئی وجہ تو نکل آئی" امام مسجد نے کہا "اس وجہ سے حرام تو نہیں ہو جاتا" آپ نے فرمایا "یہ کسی عالم دین سے دریافت کریں میں عالم تو نہیں ہوں میں نے حرام اس لئے کہا ہے کہ یہ میرے حلق سے نہیں گذرا" چنانچہ آپ کے ماموں جان اور امام مسجد

آپ" کو ساتھ لے کر مولانا مولوی کرم اللہ صاحب" کے پاس گئے تاکہ معاملہ کی تحقیق ہو سکے۔ مولانا ابھی نماز عشاء سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ان کے سامنے مسئلہ پیش کر دیا گیا۔ مولانا مولوی کرم اللہ صاحب" نے فرمایا "ایسا ذبیحہ عام مومن کھالیں اور خاص نہ کھائیں کیونکہ تین یا چار رگوں کا کاٹنا ضروری ہے اور خون کی رگیں حلقوم کے نیچے نمودار ہوتی ہیں"۔ مولانا سے استفسار کیا گیا کہ "مولانا صاحب جو شخص کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ پڑھتا ہے اور صحیح اعتقاد کے ساتھ ایمان رکھتا ہے تو وہ مومن خاص ہے آپ عام کسے کہتے ہیں" امام مسجد نے کہا کہ "یہ لڑکا کھانے نہیں دیتا۔ جائیں اور اسے باہر پھینک دیں یا بھنگیوں کو دے دیں"۔

مولانا مولوی کرم اللہ صاحب" نے دریافت کیا کہ اصل معاملہ کیا ہے؟" مولانا کے اس استفسار پر آپ کے ماموں جان نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ مولانا صاحب" نے کہا کہ "چراغ باہر لاؤ میں اس لڑکے کو دیکھنا چاہتا ہوں" آپ کے ماموں جان نے کہا کہ "مولانا صاحب! یہ آپ کے پاس فجر کو آ جائیں گے پھر دیکھ لیجئے گا" مولانا نے فرمایا "مجھے فجر تک اپنی زندگی کا اعتبار نہیں میں نے اس لڑکے کو ابھی دیکھنا ہے" چنانچہ چراغ لایا گیا اور مولانا نے حضرت غوث العصرؒ کے چہرہ پر نور کو دیکھ کر الحمد اللہ کہا اور ارشاد کیا کہ "میں نے آج صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی" اہل مسجد نے حیران ہو کر کہا کہ "مولانا یہ کیا فرماتے ہیں؟" مولانا نے کہا "منہ میں حلال و حرام کی پہچان کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کا فعل تھا اب بھی جیسا اس لڑکے سے صادر ہوا ہے عمل اصحابؓ سے کم نہیں" مولانا کے اس ارشاد سے اہل مسجد میں ہلچل مچ گئی سب نے آپ کو دیکھا اور تبرکاً" آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ" اجازت لے کر اپنے ماموں جان کے ساتھ واپس گھر تشریف لائے۔ گوشت باہر پھینک دیا گیا اور کھانا دیگر لوازمات کے ساتھ تناول فرمایا گیا۔

حضرت فخر انحیاءؒ اور جمالِ مصطفائیؐ حضرت فخر انحیاءؒ برس ہا برس کی ریاضت شاقہ کے بعد بفضل خداوندی جب دریائے چناب پر حضور پر نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت پر انوار بعالم بیداری کا انعام باجمال اور اذن رہنمائی مخلوق خدا کے حاصل ہونے پر واپس تشریف لائے تو آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا مولوی نور احمد صدیقی قادریؒ نے بھی بے پناہ خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے مخلوق خدا کی رہنمائی کے اذن مصطفائی کی تائید کرتے ہوئے فرمایا "بفرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی کہتا ہوں کہ جاؤ خلق خدا کی رہنمائی کرو" نیز احباب ارادت سے فرمایا کہ آج مردان خدا سے احمد یار ہے جو چاہے وہاں جائے اور مقصد حقیقی کو پائے" حضرت فخر انحیاءؒ نے مخلوق خدا کو تکلیف اور مشقت سے بچایا اور اپنے عہد کے مطابق سخاوت بے مثال سے طالبان حق کو معرفت الٰہی کی اعلیٰ منازل کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حضرت فخر انحیا" شہرہ آفاق ہو چکے تھے نزدیک و دور سے اہل وجد و شوق جوق در جوق چلے آتے تھے اور حضرت

فخرا عیاءؒ امیر سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے طریق کے مطابق مخلوق خدا کے باطن کو علائق سے منزہ فرما کر جلوہ جمال خداوندی کی تجلیات میں آباد فرما رہے تھے۔

جب حضرت فخرا عیاءؒ نے سلسلہ رشد و ہدایت کوٹ پیرو شاہ میں شروع کیا اس وقت حضرت غوث العصرؒ عنفوان شباب میں تھے حضرت فخرا عیاءؒ نے آپ کی روحانی تربیت کو جمال نور مصطفائی سے آپ کی نسبت اویسی کو اعلیٰ منازل کی طرف مقدم فرمایا چنانچہ حضرت غوث العصرؒ اپنے بھائی کے اجتہاد عشق رسولؐ کی اویسیؓ و بلالیؓ نورانیت میں محو ہو گئے اور دل میں موجود عشق مصطفیؐ نے پوری شخصیت کو بقعہ انوار طلب دیدار مصطفیؐ بنا دیا۔

خمیرش گرمیؔ عشق رسولؐ حضرت غوث العصرؒ کے روشن ضمیر میں عشق الٰہی و عشق رسولؐ کی تڑپ یوں تو ابتدائے عمر ہی سے تھی لیکن اس پر ایک ایسا واقعہ معرض شہود میں آیا جس نے آپ کو شب و روز بے قرار اور ناصبور کر دیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نماز عید کے لئے سب لوگ گاؤں سے باہر نماز عید کے وقت جمع تھے کہ اس وقت کے نامور عالم دین حضرت مولانا مولوی کرم اللہؒ نے نماز سے قبل ارشاد فرمایا کہ نماز عید کے لئے مصلیٰ کی چار دیواری لازمی ہے اگر نہ ہو سکے تو مغربی دیوار یعنی محراب والی دیوار مستحب ہے۔ لوگوں نے مولانا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دیوار تعمیر کی جس میں حضرت غوث العصرؒ بھی لوگوں کے ساتھ شامل ہوئے۔

بعد ازاں حضرت مولانا مولوی کرم اللہؒ نے وعظ فرماتے ہوئے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ "اللہ عزوجل شانہ قیامت کے دن ہر نیک و بد کو اس کے اعمال کے موافق جزا اور سزا دیں گے، جس نے اچھا عمل کیا تو اپنے لئے کیا اور جس نے برائی کی تو اس کا اثر اسی پر ہے۔ ہر مومن نے جو عمل صالح کیا ہے مثلاً" روزہ نماز حج زکواۃ و دیگر وظائف و صدقات سب کا اجر بہ حسب نیت درگاہ الٰہی سے بعض کو دہ امثال بعض کو صد امثال اور بعض کو ہزار درجہ زیادہ عطا ہو گا اور غیب سے آواز آئے گی کہ جو عمل دنیا میں تم نے کیا تھا اس کا اجر حاصل کر لیا یا نہیں؟ سب مومن اقرار کریں گے کہ خدایا تیرا وعدہ سچا ہے ہم نے جو کچھ کیا تھا بلکہ جو کچھ ارادہ کیا تھا سب کا اجر کئی گنا زیادہ پا لیا ہے آج ہم بہ دل و جان بہت خوش ہیں اگر ہم اس نعمت عظیم کا شکر ہر سر مو سے بھی ادا کریں تو ادا نہیں ہو سکتا چنانچہ بارگاہ الٰہی سے خطاب ہو گا کہ اے میرے بندو! یہ جو تم نے کیا تھا اپنے نفس کے لئے کیا تھا جس کا آخر تم نے اجر پا لیا ہے اور میں نے جو تم کو پردہ نیستی سے معرض ہستی میں اپنی قدرت کاملہ سے متجلی کیا اور اپنے فضل و کرم سے خلعت انسانی پہنا کر مکرم کیا اور اپنے کارخانہ عنایت سے زندگی و کشائش تندرستی و آسائش مرحمت کی اور اپنے دریائے رحمت سے عقل کا گوہر بے بہا اور علم کا موتی عطا کر کے دانا و بینا کیا اور چراغ ہدایت تمہاری راہ میں رکھا اور توفیق کا ساتھی بنایا اور اعلان کیا کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اس کا احاطہ نہیں کر سکتے، اور احسان کی جزا سوائے

احسان کے اور کیا ہو سکتی ہے' کا مژدہ سنایا' باوجود اتنے احسانات کے اب میرے لئے کیا لائے ہو؟ بندگان خدا یہ خطاب سن کر خاموش ہو جائیں گے "اور یہ گھاٹا ہے ظاہر کے سواہ چارہ نہ رکھیں گے"۔ مولوی صاحب نے انہی کلمات پر وعظ ختم کیا اور نماز کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت غوث العصرؒ نے جب یہ وعظ سنا کہ جو عبادت ہم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ بھی ہم سے کچھ اور چیز چاہتے ہیں وہ کیا چیز ہے جو خدا کو مطلوب ہے اسی لمحہ فکریہ میں آپ ایسے مستغرق ہوئے کہ دامن دیوار میں گر کر بے ہوش ہو گئے۔ جب تمام احباب نماز کی ادائیگی سے فارغ ہوئے اور گھر واپس ہوئے تو آپ کے بھائی حضرت خدابخشؒ نے دیکھا کہ محمد عمر ساتھ نہیں بلکہ سایہ دیوار میں بے ہوش پڑے ہیں اٹھایا اور گھر لے آئے۔ گھر آکر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ اہل خانہ نے بار بار کہا کہ آخر کیا بات ہوئی ہے کسی نے کچھ کہا ہے مارا ہے کیا بات ہوئی ہے لیکن آپ مسلسل روتے جاتے تھے چنانچہ حضرت فخرا لحیاءؒ نے بہت شفقت و محبت سے دریافت کیا کہ بیٹا تم روتے کیوں ہو۔ آپ نے عرض کیا کہ یہ بتایئے کہ خداوند تعالیٰ ماسوائے عبادت کے کچھ اور بھی چاہتے ہیں اگر چاہتے ہیں تو وہ کیا ہے؟۔ حضرت فخرا لحیاءؒ نے فرمایا "بیٹا اس میں پریشان ہونے کی کون سی بات ہے"۔ اور ایک روپیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "یہ لو اور مولوی صاحب کے پاس جاکر مسئلہ دریافت کر آؤ"۔

آپ حسب الارشاد مولوی صاحب کے پاس گئے' ہدیہ پیش کیا اور سوال دریافت کیا' مولوی صاحب نے جب سوال سنا تو زار و قطار رونے لگے۔ حاضرین نے دریافت کیا کہ جناب اس لڑکے نے مسئلہ دریافت کیا ہے اور آپ روتے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ "یہ لڑکا مجھ سے ایمان کا ایمان پوچھتا ہے اور مجھے ابھی صرف ایمان ہی کا علم ہے اور روتا اس لئے ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "یہ اللہ کے نزدیک بہت بری بات ہے کہ جو تم کرتے نہیں کہتے کیوں ہو" اور میں اس کا مصداق نکلا ہوں۔ اگر آپ تم میں سے کسی کو آتا ہو تو بتا دے ہدیہ واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا یہ مسئلہ کسی درویش سے دریافت کرو۔"

حضرت غوث العصرؒ جب مولوی صاحب سے مایوس ہو کر حضرت فخرا لحیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارا حال کہہ سنایا۔ حضرت فخرا لحیاءؒ نے ارشاد فرمایا کہ موضع قلعہ میاں سنگھ میں مولوی غلام رسول بھی عالم ہیں ان سے جا کر دریافت کرو چنانچہ حضرت غوث العصرؒ مولوی غلام رسول کے پاس گئے لیکن ان کو بھی کورا پایا۔ حضرت فخرا لحیاءؒ نے مولوی محمد عظیم کا نام بھی تجویز کیا لیکن حضرت غوث العصرؒ نے عرض کیا کہ پہلے علماء سے کچھ حاصل نہیں ہوا اب میں کسی کے پاس جانا نہیں چاہتا۔ اگر آپ اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں تو عنایت ہو گی۔ حضرت فخرا لحیاءؒ نے ارشاد فرمایا "راستہ تو مجھے آتا ہے جو حقیقت تک پہنچا دیتا ہے بشرطیکہ چلنے والا کسی قسم کی کمی بیشی نہ کرے"

حضرت غوث العصرؒ نے بہ دل و جان اقرار کیا۔

بیعت اقدس حضرت فخرا لحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ پر توجہ روحانیہ کی اور مشغول بہ ذکر اللہ فرمایا اس کے بعد حضرت غوث العصرؒ ہمہ وقت مشغول حق رہنے لگے اور تین تین روز تک بھوک بھی محسوس نہ ہوتی نہ کچھ کھاتے اور بدستور کام بھی کرتے رہتے چنانچہ ایک روز ام الاحیاء حضرت عائشہ خاتونؒ نے حضرت فخرا لحیاءؒ سے فرمایا کہ "تم نے میرے بچے کو کیا سبق دیا ہے کہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔" حضرت فخرا لحیاءؒ نے عرض کیا کہ "کیا کسی سے ناراض تو نہیں ہوا یا کام نہیں کرتا۔" والدہ ماجدہؒ نے فرمایا۔ "نہ تو کسی سے ناراض ہے اور نہ کام میں کوتاہی کرتا ہے۔" حضرت فخرا لحیاءؒ نے عرض کیا کہ "پھر کیا ہوا اس کا معاملہ میرے ساتھ ہے۔" والدہ ماجدہؒ نے فرمایا "مجھے ایسے معاملے پسند نہیں بلکہ اس کا کھانا پینا پسند ہے۔" حضرت فخرا لحیاءؒ نے جب یہ حکم سنا تو فرمایا "جیسے آپ پسند فرمائیں اب کھایا کرے گا۔" حضرت فخرا لحیاء کا یہ فرمانا تھا کہ حضرت غوث العصرؒ کو اسی وقت بھوک کا اثر ہوا اور آپ گھر تشریف لائے اور بہ رغبت سیر ہو کر کھانا کھایا۔

حضرت غوث العصرؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میرے شیخ محترم فخرا لحیاءؒ کی توجہ خاص سے میں چھ ماہ کی قلیل مدت میں عالم ناسوت سے گذرا اور صرف چار ماہ کے عرصہ میں میں نے عالم ملکوت طے کر لیا عالم ملکوت وہ مقام ہے کہ جس پر منکشف ہوتا ہے اس کا دل آئینہ کی طرح روشن ہو جاتا ہے اور انبیاءؑ و اولیاء اللہ و ملایکہ کی صورتوں کا عکس دل پر پڑتا ہے بلکہ دل کی زبان سے جو ان پر سوال کیا جائے اس کا جواب جو کچھ سنے گا بالکل حق ہو گا۔"

کشودِ عالم جبروت حضرت غوث العصرؒ نے جب عالم ملکوت میں استقامت پر مداومت اختیار فرمائی تو حضرت فخرا لحیاءؒ سے مزید ارتفاع احوال کی استدعا کی چنانچہ حضرت فخرا لحیاءؒ نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص یہاں پہنچ جاتا ہے اس کی مزید رہنمائی خداوند کریم خود فرماتا ہے میرا اتنا ہی کام تھا جو بفضل الٰہی طے ہو چکا اب بحوالہ خدا چلتے جاؤ۔" اس کے بعد حضرت غوث العصرؒ کے وجود اقدس میں جدو ریاضت کا مزید شوق ضوفگن ہوا اور آپ کے مجاہدات کرامت کے درجہ کو پہنچ گئے۔ شبان و روز مشغول ذکر خداوندی رہتے اور کئی کئی دن تک بیدار رہتے۔ ایک شب آپ پر نیند نے غلبہ کیا تو کسی غیبی ہاتھ نے آپ کے بازو کو ہلایا اور آواز آئی "اٹھو اور اللہ کی یاد میں مشغول ہو" غلبہ نیند اسقدر طاری تھا کہ آپ بیدار ہونے کے بعد پھر غنودگی کے عالم میں چلے گئے چنانچہ دوبارہ غیبی ہاتھ نے آپ کے بازو کو ہلایا اور آواز آئی "تمہیں سونے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اٹھو اور مشغول بہ ذکر اللہ ہو۔ دیکھو یہ در و دیوار بھی ذکر خداوندی میں مشغول ہیں" چنانچہ آپ فوراً بیدار ہو گئے اور سنا کہ در و دیوار سے اللہ اللہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ آپ نے وضو کیا اور یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اس کے بعد آپ پر نیند کا ایسا غلبہ تا حیات نہ ہوا۔

آپ اس مقام کو پہنچ گئے گویا ہر لحظہ آپ نور ایمان سے نور خداوندی کو دیکھ رہے تھے البتہ ابھی وہ مقام باقی تھا کہ جس میں نور خدا سے خدا کو دیکھا جاتا ہے یہی ایمان کا ایمان تھا کہ فنا فی الرسولؐ کے مقام پر مشاہدہ حق کی فضیلت حاصل ہو اور مقصد تخلیق انسانی مکمل ہو اور اللہ کا شکر اسی طرح ممکن ہو سکے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کیا احسان کی جزا احسان کے علاوہ کوئی اور ہے؟ نعمت ہستی کا شکر تو خالق ہستی کے نور سے خالق ہستی کا مشاہدہ ہی ہے۔ اس لحہ فکریہ کے ایک طرف عالم ملکوت اور دوسری طرف عالم جبروت ہے جس کو طے کر کے ہی عالم لاہوت میں نعمت ہستی کا شکر دیدار حق کی صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔

حضرت غوث العصر نے عالم ملکوت کی تنگنائی اور عالم جبروت کی کشش سے بے تاب ہو کر حضرت فخرا نخیاءؒ سے استدعائے اذن کی لیکن حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا "بیٹا ابھی تم چھوٹے ہو اور ایسے مقام کے متحمل نہیں ہو سکتے"۔ لیکن حضرت غوث العصرؒ اللہ تعالیٰ کی امانت فنا فی الرسولؐ کے طالب حق اور امین بن چکے تھے اور درحقیقت یہ ایک الٰہی امر تھا جس کا اقتضاء یہ تھا کہ حضرت غوث العصرؒ بھی اسی اجتہاد عشق رسولؐ کے مجتہد ثابت ہوں جس میں حضرت فخرا نخیاءؒ کامیاب ہوئے تھے حضرت غوث العصرؒ نے بہ اشتیاق ناصبوری حضرت فخرا نخیاءؒ سے عرض کیا کہ "حضور آپ مجھے سمجھا دیجئے زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا۔ سوکھ کر کانٹا ہو جاؤں گا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" یہ جملہ آپ نے جس بھرپور اشتیاق و صدق سے فرمایا تھا اس کے جوش نے آپ کو عالم ملکوت سے عالم جبروت میں داخل کر دیا اور اسی وقت حضرت غوث العصرؒ کا جسم اقدس سوکھنا شروع ہو گیا اور جسم اور سر پر ایک بال تک نہ رہا۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا "بیٹا مجھے اسی بات کا اندیشہ تھا اور وہ تم نے خود اپنے اوپر وارد کر لیا ہے اچھا مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔"

جب اہل خانہ حضرت غوث العصرؒ کی اس کیفیت سے پریشان ہوئے تو ان کی تالیف قلوب کے لئے حضرت فخرا نخیاءؒ حضرت غوث العصرؒ کو معروف طبیب سوامی مہاوید شنکر داس کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ یہ میرا چھوٹا بھائی ہے بیمار ہو گیا ہے اس کا علاج ہونا چاہئے"۔ شنکر داس نے علاج شروع کیا اور کافی عرصہ علاج وغیرہ ہوتا رہا مگر بے سود۔ بیماری روز بروز بڑھنے لگی۔ آخر طبیب مایوس ہو گیا اور آپ کو دوسروں سے الگ رہنے اور الگ کھانے پینے کو کہا چنانچہ ہر لحظہ آپ پر وجد و استغراق کا عالم طاری رہتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار بعالم بیداری

حضرت غوث العصرؒ آبادی سے دور ایک شہتوت کے درخت کے نیچے شب و روز محو استغراق اور رجوع کامل میں قصیدہ مضریہ شریف پڑھتے رہے یہاں تک کہ سات ماہ گذر گئے۔ قصیدہ مضریہ کا ورد آپ کے مزاج اقدس کا اسقدر جزو بن گیا تھا کہ آپ عالم ہوش و استغراق میں ایک جیسے انہماک و صحت لفظی

سے پڑھتے رہتے تھے حتی کہ عالم خواب میں بھی بہ آواز بلند قصیدہ مضریہ شریف بغیر غلطی کے پڑھتے یہاں تک کہ سننے والے ایک ایک عربی لفظ کی سماعت کر سکتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آپ بیداری میں پڑھ رہے ہیں جبکہ آپ کا خواب و بیداری ایک جذب استغراق میں بدل چکا تھا۔

آپ اس وجد آفریں لہجے سے قصیدہ شریف پڑھتے کہ پرندے کثیر تعداد میں درخت پر اور آپ کی چارپائی پر بیٹھ کر دلنشیں مقبول حق قصیدے کی عربی عبارت سماعت کرتے تھے۔ جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد با محامد کا لحظہ جاں فزا قریب آ رہا تھا اور آپ رجوع کامل میں قصیدہ مضریہ شریف پڑھ رہے تھے۔ آپ کا عشق رسولؐ اور قصیدہ مضریہ شریف کے متن میں اس درجہ ہم آہنگی ہو چکی تھی کہ جسم و روح کے فاصلے مٹتے جا رہے تھے اور عاشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فغان عرش رسا سے کائنات جھوم رہی تھی۔ زمین سے فلک تک ایک ردائے نور طاری تھی اور قصیدہ مضریہ ایک نعرہ حق کی طرح گونج رہا تھا۔

اے ربِ جہاں تیری جانب سے ہو حق درود و سلام
اور رحمت تمام اس محمدؐ پہ جس کو کیا تو نے مختارِ کُل انبیاءؑ و رسل پر جو مذکور ٹھہرے
درود و سلام اس نبیؐ پر کہ ہادی ہے جو عالمینوں پہ جبروت والا
اور اس کے صحابہؓ پہ جن سے ہوا دینِ حق تیرا ظاہر بہ خوشحال و داور
جو کرتے رہے راہ میں تیرے کوشش، لڑے جنگ خاطر تری
ہاں وہ مکے مدینے کے انصار اور سب مہاجر
کہ فرض اور سُنّت انہی سے ہے ظاہر
وہی قاطعِ ہر بلا و مصیبت کہ شب خون مارے انہوں نے
اور ان پر رہا ضو فگن تیری نصرت کا سایہ
درود و سلام ایسا کر نازل اپنے نبیؐ پر
کہ افضل ہو پاکیزہ ایسا رفیعُ المدامی کہ خوشبو سے جس کی مہکتا رہے گلستانِ زمانہ
وہ خوشبو کہ دونوں جہانوں میں پھیلے یہاں تک کہ رضواں کی جاں کو معطر کرے
ہو درود و سلام اسقدر جسقدر سنگریزے ہیں صحراؤں میں
جس قدر خاک کے ذرّے اور جسقدر ہیں نبات اور افلاک پر ہیں ستارے
درود و سلام ایسا کر نازل اپنے نبیؐ پر کہ ہو وزن جس کا پہاڑوں سے بڑھ کر
کہ مثقال اگر ہم کریں ان سے قطرے کہ جتنے ہیں ساون سے مینہ میں برستے
شمار ان کا ایسا کہ جتنے درختوں کے پتے۔
مثال ان کی ایسی کہ جتنے حروف از ازل تا ابد لوگ پڑھتے رہے اور لکھتے رہے

اور تعداد ایسی کہ جتنے ہیں جن و ملائک
درود ایسا واسع کہ بحرِ زمیں میں بہ تعدادِ ماہی
فضائے جہاں میں بہ تعدادِ طائر
کہ جتنے ہیں خونخوار وحشی درندے اور اس کے علاوہ بہ تعدادِ حشراتِ ارضی
درود و سلام ان گنت ایسا جتنے کہ حیوانوں کی اون کے بال
جس پر محیط اے خدا تیرا علمِ مکمل' احاطہ کہ جس کا تجھی سے ہے ممکن
درود و سلام اسقدر جسقدر لوحِ تقدیر پر القلم نے لکھے حکم تیرے
سلام اس قدر جسقدر تیرے انعام ہیں اوّل آخر بہ مشمولِ روزی بقدرِ ہدایت
سلام و درود اس شہنشاہِ لولاک پیغمبرؐ ذوالعلا پر بہ اندازۂ انبیاءؑ
اور بقدرِ ملائکؑ بہ تعدادِ ابنائے آدمؑ
درود اس قدر اور سلام اسقدر جسقدر تیری مخلوق ہے دو جہاں میں
اے رب ہو درود و سلام اسقدر جسقدر بعثِ نوری سے روشن ہوئے عصر تخلیق سے
سب فلک سب زمینیں' ہراک جنت و دوزخ اور عرش و کرسی
بہ مقدار ان کے جو گھیرے ہوئے عرشِ اعلیٰ ہیں تیرا
درود اسقدر جسقدر خلق یہ اس عدم سے ہے ہستی میں آئی
بہ اندازہ جتنے عدم کو گئے اہل ہست
اسقدر ہو درود و سلام اس نبیؐ پر کہ بس ان گنت جتنے گرداب ظاہر زمانوں سے ہیں
جیسے گھیرا ہے تیرا اگر گھیرے تو کچھ بھی باہر نہ چھوڑے
درود اس طرح بھیج اے ربِ اعظم کہ جیسے کہ احساں بغایت ہے تیرا
درود ایسا تو بھیج جیسی توقع تو کرتا ہے بھیجے درود ان پہ ہر دل
درود ایسا جیسا کہ تو دوست رکھتا ہے اے میرے آقا
سلام ان پہ پہنچا دے ضو مقتدر جیسا ہے امر تیرا
درود و سلام اسقدر ہو بہ احسن عدد' اور دگنے ہوں وہ سب عدد علم سے تیرے
اے صاحبِ فضل رب
ہوں عدد علم میں تیرے ان کو تو وہ چند کر اپنی قدرت سے
تو صاحبِ قدر قادر
تو پھر ضرب دے قدرِ اعلیٰ کو سانسوں سے مخلوق کی
جسقدر ہوں تیرے علم میں اے میرے رب تو بخشش عطا کر

کہ جو بھی پڑھے اور سنے اس کو بخشش عطا کر
مسلمانوں کو خواہ ہوں وہ کہیں پر
خداوندا بخشش عطا کر میرے والدین اور سب اہلِ خانہ کو
ہمسائیوں کو، اے رب تیری بخشش کے ہم سب ہی محتاج ہیں
ہیں ہمارے گنہ بے شمار اور بخشش تیری بے حساب
اب تو بخش اور مت چھوڑ کوئی گنہ
اے خدا کر دے اجرِ عظیم اب عطا، سُن فغاں ربِ اعظم
کہ ہم مغفرت کے طلبگار ہیں اور بے شک کہ بخشش رتری بحر ہے بے کنار
اب کرم کر، تو کر مہربانی کو نازل، عطا کر دے لطفِ جمیل
اے میرے رب مصیبت پڑی مجھ پہ بسیار، اب تو نہیں چارہ کوئی بجز تیرے یا رب
تو بھیج ایسی رحمت اے رب اپنے مختارؐ پر ملع نورِ قدیمی کریمی
کہ جب تک چمکتا ہے دن پر یہ سورج
کہ جب تک چمکتا دمکتا ہے یہ چاند روئے فلک پر ہے

حضرت غوث العصرؒ کا والہانہ ورد جاری رہا اور عشق رسولؐ کا شعلہ جوالہ تن بدن کو طور ثانی بنائے ہوئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندہ حاصل ایمان کے تغیر حال پر فضل عظیم فرمایا کہ اچانک حضرت غوث العصرؒ کو افق مغرب پر ایک شعلہ نور نظر آیا گویا سحاب رعد ہو جس کی تجلی رشک طور کی طرح افق مغرب کو روشن کر رہی تھی کہ اسی روشنی کے گہوارے سے حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورانی برق پا براق نظر آیا جو چشم زدن میں آپ کے پاس زمین پر اترا ایک کبچکہ بردار حضورؐ کے ساتھ تھا اس نے حضرت غوث العصرؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان، یہ بھی ایک گناہ گار ہے" حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے تبسم نور فشاں سے ارشاد فرمایا "اگر یہ گناہ گار ہے تو ہم نے معاف فرمایا" حضور سراپا نور علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنی کالی کملی کا ایک کونہ حضرت غوث العصرؒ کے گلو سے سر کی طرف لہرایا اور آپؐ اسی روشنی کے سحاب رعد نما میں براق پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ اسی لمحے حضرت غوث العصرؒ کو تمام عوارض سے شفاء ہو گئی۔

آپ بے تابی کے ساتھ حضورؐ کی سواری کی سمت بھاگے جس طرف سواری نگاہوں سے اوجھل ہوئی تھی۔ نزدیک ہی ایک غلام باگڑیا جو کھیتوں کو پانی دے رہا تھا آپ نے اس سے جانے والے نورانی براق کے بارے میں دریافت کیا کہ "کیا تم نے ایک نورانی براق پر سوار دیکھا ہے وہ کدھر کو گئے ہیں"؟ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ حیرت کے عالم میں مستغرق ہوئے کہ اچانک

آپ کے سر میں خارش ہوئی' ناخن سے کریدا تو سر سے ایک باریک چمڑے کی ٹوپی جس میں بالوں کے سوراخ نظر آتے تھے الگ ہو گئی وہ آپ کی جلد کا وہ گلا سڑا حصہ تھا جو حضورؐ کے معجزے سے نئی جلد پیدا ہو جانے پر سر سے الگ ہو گیا تھا اسی طرح آپ کے دیگر بدن کی جلد کے حصے جو خشک ہو چکے تھے ایک باریک جھلی کی صورت میں بدن سے الگ ہو گئے جب آپ کی ہاتھوں پر نظر پڑی ہاتھ بھی صحیح سالم نظر آئے پاؤں دیکھے تو تندرست پایا' چہرے پر ہاتھ پھیرا تو چہرہ جو خشک ہو چکا تھا اور محض ہڈیاں رہ گئیں تھیں ہشاش بشاش محسوس ہوا۔ اس عالم مسرت و حیرت میں مستغرق تھے کہ حضرت فخرا نخیاءؒ تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا "کیا حال ہے؟" آپ نے عرض کیا "آپ دیکھ سکتے ہیں۔" حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا "فضل الٰہی ہو چکا' بے شک جس نے اللہ کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا اللہ کریم نے اس کے لئے دروازہ کھول دیا"۔

حضرت غوث العصرؒ کی جلد معجزہ رسولؐ سے بے حد خوبصورت اور چمکدار ہو گئی اور شباب پہلے سے زیادہ نکھر گیا۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا کہ "اب ہم کو پھر اس طبیب شنکر داس کے پاس جانا چاہئے اور اس کو وجود دکھانا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ جب طبیب کے دروازے پر پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا وہ اپنے مکان میں سویا ہوا تھا۔ آپ کی آواز سن کر حاضر خدمت ہوا اور آپ کا جسم دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا کہ "جناب آپ نے کونسی دوا استعمال کی۔" حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا کہ "دوا نہیں کھائی" اور سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر سوامی شنکر داس کہنے لگا کہ خدا کی ذات نے فضل فرمایا ہے' طبابت کے علم پر چار راستہ کی خاک ڈالنی چاہئے" طبیب شنکر داس نے اور لوگوں کو بلا کر سارا واقعہ سنایا۔ کئی ایک ماہر اطباء جو حضرت غوث العصرؒ کے تغیر حال سے مایوس تھے اور قریب المرگ سمجھتے تھے اس جاہ و جلال قابل رشک قامت حسن اور صحت کاملہ دیکھ کر ورطہ حیرت میں غرق ہو گئے۔ تمام اہل علاقہ نے حضورؐ کے اس معجزے کی خبر سنی تو لوگ جوق درجوق امڈ آئے' سب نے دیکھ کر سبحان اللہ پکارا اور معجزہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار بہ دل و جان کیا اور آپ کے ہاتھ سے تبرکاً پانی لے کر پیا۔ اس موقع پر متعدد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت غوث العصرؒ جب اہل خانہ میں تشریف لائے تو اہل خانہ ان کی خوشی کی حد نہ رہی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اناج کثیر غرباء و مساکین میں خیرات کیا۔ حضرت غوث العصرؒ کی بیماری اور صحت میں زمین و آسمان کا تفاوت تھا کہاں وہ وقت کہ آپ کے ناخن بھی اُتر گئے تھے' اوپر کا ہونٹ ایک انگشت برابر اوپر چڑھ چکا تھا اور تمام بدن خشک ہوتے ہوتے اپنی ہیت اصلی کھو چکا تھا اور کہاں یہ وقت کہ حضورؐ کے معجزہ جاں آفریں سے حضرت غوث العصرؒ کے شباب و قامت پر سرو گلستاں نثار' رنگ پر گلاب چمن شرمندہ' آنکھوں کی چمک پر نیر تاباں حیراں اور رفتار خوش اطوار پر آب نہر فرحاں تھا۔

حضرت غوث العصرؒ کو حضورؐ کی آمد با محامد سے نہ صرف عوارض جسمانیہ سے شفاء نصیب ہوئی بلکہ آپ نے بہ احسن حریم جبروت کو طے فرما کر بندگان عرفان میں بلند مقام حاصل کیا۔ حضرت فخرا لحیاءؒ نے زیارت جمال مصطفیٰؐ کے بعد لاتعداد لوگوں کو گنجینہ عرفاں سے سرفراز کیا تھا لیکن حضرت فخرا لحیاءؒ کے قدم بقدم اجتہاد عشق رسولؐ کی ہمت و جرات کسی اور میں نہ تھی۔ یہ ایک الہی امر تھا کہ حضرت غوث العصرؒ کے قلب و جاں میں اللہ تعالیٰ نے بعالم بیداری زیارت رسولؐ کا شوق شعلہ نور روشن فرمایا اور حضرت غوث العصرؒ نے اس اجتہاد عشق رسولؐ کو قدم بقدم دہرا کر مصحف عشق رسولؐ کی حیثیت اختیار کی گویا آپ کی تمام منازل حضرت فخرا لحیاءؒ کی طرح عشق رسولؐ اور زیارت رسولؐ بعالم بیداری ہی سے طے ہوئیں۔ نسبت اویسی کی یہ شان و عظمت اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم تھا جس کے انوار و تجلیات نے اس قدر جلوہ نمائی کی کہ حضرت فخرا لحیاءؒ اپنے پاس آنے والے اہل ارادت کو حضرت غوث العصرؒ کے سپرد فرمانے لگے۔ حضرت فخرا لحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ کو اپنا آئینہ اور اپنی کتاب قرار دیا "کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں"۔

وقت کے جلیل القدر مجذوبوں سے ملاقات حضرت غوث العصرؒ نے جب غسل شفاء کیا تو حضرت فخرا لحیاءؒ نے ایک پر تکلف ضیافتؑ اہل خاندان کے اعزاز میں پیش کی اور سنت رسولؐ ادا کرتے ہوئے اہل خاندان کو بعد از طعامؑ زہد و تقویٰ نیکی و خیر اور صراط مستقیم اور حضرت غوث العصرؒ کے اہل و عیال کے ساتھ خصوصی عزت و احترام اختیار کرنے کی نصیحت کی۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ حضرت فخرا لحیاءؒ عنقریب گاؤں کو چھوڑ کر بیاباں میں ڈیرہ لگانے والے ہیں۔

بعد از ضیافت حضرت فخرا لحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ سے فرمایا کہ "اب تم کو وقت کے چند مجذوبوں کے پاس جانا چاہئے تا کہ معلوم ہو کہ وہ لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں" یعنی حضرت غوث العصرؒ کی معجزانہ صحت اور حضرت فخرا لحیاءؒ کے جانشین ہونے کے بارے میں وہ کیا خیال کرتے ہیں کیونکہ حضرت فخرا لحیاءؒ قطب الاقطاب کی حیثیت سے نسبت اویسی کے جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ نما تھے اور اولیاء اللہ آپ کو بہ اذن حق اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔

سب سے پہلے حضرت غوث العصرؒ جموں شہر میں الف شاہ مجذوبؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت غوث العصرؒ جب اس کے پاس پہنچے تو مخلوق خدا اس کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھی ہوئی تھی اور الف شاہؒ لوگوں پر پتھر پھینک رہا تھا۔ جب آپ لوگوں کے درمیان سے گذر کر الف شاہ مجذوبؒ کی طرف بڑھے تو لوگوں نے شور مچایا کہ یہ مر گیا لیکن حضرت غوث العصرؒ نہایت اطمینان کے ساتھ اس کے پاس گئے اور السلام علیکم کہا اس نے وہ پتھر اپنے دونوں ہاتھوں سے گردن پر اٹھائے رکھا اور سلام سن کر پتھر زمین پر رکھ دیا اور و علیکم السلام کہہ کر دو زانو بیٹھ گیا اور حضرت غوث العصرؒ بھی اس کے پاس بیٹھ گئے۔ الف شاہ مجذوبؒ نے اپنے ایمائی اسلوب سے کہا "آپ کو یہاں آنے کی کیا

ضرورت تھی جبکہ بھائی صاحب (حضرت فخرا لحیاءؒ) کا ثانی پر تا نگو ہے۔ بھائی صاحب نے دو کام کئے ہیں مگر ہم سے ایک بھی پورا نہیں ہوا۔ اب آپ چلے جائیں اور بھائی صاحب سے میرا سلام کہہ دیں" الف شاہؒ کی گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ حضرت فخرا لحیاءؒ نے بالمشافہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے براہ راست فیضان و قرب الٰہی بھی حاصل فرمایا اور اپنے اجتہاد دیدار رسولؐ بعالم بیداری کو حضرت غوث العصرؒ کے ذریعے اس اجتہاد کی توثیق بھی حاصل کی گویا انفس و آفاق کی سیادت حاصل فرمائی اور فقید المثال کارنامہ سرانجام دیا۔ حضرت غوث العصرؒ نے الف شاہؒ کی گفتگو اور سلام حضرت فخرا لحیاءؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس کے بعد حضرت فخرا لحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ کو پیر جنگو شاہ مجذوبؒ کے پاس بھیجا۔ پیر جنگو شاہ مجذوبؒ نے بھی حضرت فخرا لحیاءؒ کی عالم روحانی میں ان کی سیادت و تصرف اعلیٰ کا اقرار کیا اور کہا "بھائی صاحب نے بڑا کنواں چلایا' بھائی صاحب نے دو کنویں چلائے ہم نے ایک بھی پورا نہیں چلایا' بھائی صاحب کا بڑی دور ڈیرا ہے وہاں پہنچنا بہت مشکل ہے۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہہ دیں"

اس کے بعد حضرت غوث العصرؒ میاں محمد علی نونؒ کی ملاقات کو موضع باٹھ گئے۔ جب آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف آیا۔ راستے میں ایک خراس کا پتھر پڑا تھا۔ وہ اس کے سوراخ میں اپنا پاؤں پھنسا کر اس پر بیٹھ گیا' جب پاؤں کو نکالنا چاہا تو نہ نکلا تب اس نے پاؤں کو بمع پتھر اٹھا کر جھٹکا دیا تو وہ بھاری پتھر دو ٹکڑے ہو گیا اور پاؤں نکل گیا اس نے کہا "دیکھئے وہ دہلی شہر کا دروازہ ٹوٹ گیا ہے مگر بھائی صاحب (حضرت فخرا لحیاءؒ) کا مقام اس قدر بلند ہے کہ نظر ہی نہیں آتا اور خربوزہ پختہ ہے کھانے کے قابل ہے۔ بس جایئے جو کچھ دریافت کرنا ہو بھائی صاحب سے دریافت کریں" میاں محمد علی نونؒ کی گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ مذہب اہل حقیقت اہلسنت و جماعت ہندوستان میں عروج اکمل حاصل کریں گے۔ فتنہ پردازوں اور فرنگی کے حلیف خراس کے پتھر کی طرح ٹوٹ جائیں گے۔ کیونکہ اللہ و رسولؐ کی مکمل تائید اہل سنت و جماعت کے ساتھ ہے جس کی ایک مثال حضرت فخرا لحیاءؒ کی زیارت رسولؐ بعالم بیداری ہے جس سے اہل حق کو اعلیٰ عظمتیں حاصل ہوں گی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ اپنے جوش و جذبے اور رفعت منازل میں ایسے ہی ہے جیسے کچے پھلوں میں کوئی شیریں پھل اور راہ حق کا آسان ذریعہ حضرت فخرا لحیاءؒ کے سلسلہ عالیہ کی ارادت ہے۔ حضرت غوث العصرؒ نے میاں محمد علی نونؒ کی گفتگو اور امثال حضرت فخرا لحیاءؒ سے بیان کر دیں۔

حضرت غوث العصرؒ کو مجاذیب کاملین کے پاس بھیجنے کا مقصد و مدعا یہ تھا کہ اول تو مجاذیب کاملین حضرت غوث العصرؒ کی زیارت سے شاد ہوں اور دوئم یہ کہ حضرت غوث العصرؒ کو شعوری طور

پر بھی اس امر کی تصدیق حاصل ہو جائے کہ حضرت غوث العصرؒ کو قلیل مدت میں جو عظمت و مقام حاصل ہوا ہے وہ محض مجاہدہ کی علت نہیں بلکہ اس کے پس پردہ حضرت فخرا نخیاءؒ کی روحانی عظمت اور اللہ و رسولؐ کی بارگاہ میں آپ کا قرب تامہ ہے چنانچہ حضرت غوث العصرؒ جب مجازیب کاملین سے ملاقات سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت فخرا نخیاءؒ سے فرمایا کہ "اب میں ہرگز کہیں نہیں جاؤں گا' آپ ہی میرے لئے سب کچھ ہیں' آپ ہی میرے رہنما و دستگیر ہیں' آپ ہی میری رہنمائی فرمائیں' اب مجھے حق الیقین ہو چکا ہے اور میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا"۔

حضرت فخرا نخیاءؒ کے اجتہاد فقر کے مصحف و محقق

حضرت غوث العصرؒ کو حضرت فخرا نخیاءؒ کے اجتہاد فقر کے مصحف اور محقق کی شان حاصل ہوئی جس وجہ سے آپ حضرت فخرا نخیاءؒ کے زندگی ہی میں جانشین و ہمرکاب ٹھہرے۔ حضرت غوث العصرؒ کا زیادہ وقت حضرت فخرا نخیاءؒ کے پاس گذرتا اور آپ رزق حلال میں محنت اور دیگر خاندانی امور سے جیسے ہی فارغ ہوتے حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ کو اپنے اس چھوٹے بھائی اور جانشین کامل سے خصوصی محبت تھی۔ حضرت فخرا نخیاءؒ ہر کام میں حضرت غوث العصرؒ سے مشورہ طلب کرتے اور بیشتر مریدین کی روحانی تربیت حضرت غوث العصرؒ کے سپرد فرمائی۔

حضرت فخرا نخیاءؒ حضرت غوث العصرؒ کو اپنی کتاب قرار دیتے تھے اور فرمایا کرتے کہ "محمد عمر میری کتاب ہے جس نے میری کتاب پر شک کیا گویا اس نے مجھ پر شک کیا اور جس نے مجھے پڑھنا اور سمجھنا ہو وہ میری کتاب کو پڑھے اور سمجھے" حضرت فخرا نخیاءؒ کا زیادہ وقت تنہائی میں یاد حق کے استغراق میں گذرتا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے تمام معاملات حضرت غوث العصرؒ کے سپرد کر دیئے تھے۔ چنانچہ جب بھی کوئی سائل آتا۔ آپ حضرت غوث العصر کو طلب فرماتے اور سائل کی رہنمائی کی ہدایت فرماتے۔ اسی ضمن میں چند ایک واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک لاعلاج مریض اطباء سے مایوس ہو کر حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا "ٹھہرو میری کتاب موجود نہیں" حاضرین نے عرض کیا کہ "حضور کتاب کہاں پڑی ہے ہم لائے دیتے ہیں۔" آپ نے فرمایا کتاب گاؤں گئی ہے" لوگ حیران ہوئے کہ یہ کیسی کتاب ہے چنانچہ تھوڑی دیر میں حضرت غوث العصرؒ گاؤں سے آتے نظر آئے تو حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا "وہ میری کتاب آ رہی ہے" لوگوں نے مسکرا کر کہا "یہ عجیب کتاب ہے۔ جو خود چلتی پھرتی ہے" آخر حضرت غوث العصرؒ حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آداب بجا لائے تو آپ نے فرمایا "یہ بیمار ہیں ان کو کوئی علاج بتاؤ" آپ نے دست بستہ عرض کیا کہ "حضور آپ نے مجھے علم طب کب سکھایا ہے؟" حضرت فخرا نخیاءؒ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا "تجھے علم حکمت جو عطا ہے اور علم طب علم حکمت کے ماتحت ہے بمصداق "جس کو حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر عطا کیا گیا" جو دل میں

آئے کہہ دیجئے۔" چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے شاہترہ ارشاد فرمایا جس کے استعمال سے وہ لا علاج مریض چند دنوں میں بالکل تندرست ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں دو عالم ایک متنازعہ مسئلہ لے کر حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا "میری کتاب آتی ہے تو بتاتے ہیں" آپ نے حضرت غوث العصرؒ کو آواز دی جب حضرت غوث العصرؒ حاضر ہوئے تو فرمایا "بیٹا یہ سائل منتظر ہیں ان کو مسئلہ سمجھا دو تاکہ باہم تنازعہ دور ہو" حضرت غوث العصرؒ نے خاموشی اختیار کی کہ حضور نے علم کب پڑھایا ہے چنانچہ حضرت فخرا نخیاءؒ نے ارشاد فرمایا تمہیں علم حکمت جو عطا کیا گیا اور تمہارا سینہ شرح ہے، جو قلب سلیم کہتا ہے بیان کر دو" چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے علم لدنی کے ذریعے مسئلہ شریعہ کو اس قدر فصاحت و بلاغت سے بیان فرمایا کہ علماء مکمل طور پر مطمئن ہو گئے۔

حضرت فخرا نخیاءؒ کے اکلوتے صاجزادے حضرت خواجہ محمد محمود عباسیؒ اور حضرت فخرا نخیاءؒ کے پیرو مرشد کے صاجزادے حضرت مولانا مولوی محبوب عالم صدیقیؒ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ نوریہ حضرت شاہ جمال اللہ نوری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت سائیں دل محمدؒ ایک ساتھ حضرت فخرا نخیاءؒ سے راہ حق دریافت کرنے آستانہ فخرا نخیاءؒ پر پہنچے اور بیعت ہونے کی خواہش کی تو حضرت فخرا نخیاءؒ نے ارشاد فرمایا "میں نے محمد عمر کو سب کچھ سکھا دیا ہے اب جس نے سیکھنا ہو اسی سے سیکھے" حضرت محمد محمود صاحبؒ نے عرض کیا کہ اگر وہ نہ سکھائیں تو" حضرت فخرا نخیاءؒ نے ارشاد فرمایا "کیوں نہ سکھائے گا وہ بھی سخی ہے اگر تم نے سیکھنے والوں کی طرح سیکھا تو ضرور سکھائے گا ورنہ تم جانو اس کا کیا گناہ اور میرا کیا قصور" چنانچہ حضرت فخرا نخیاءؒ کے وصال کے بعد یہ تینوں دوست حضرت غوث العصرؒ کی بیعت باسعادت میں داخل ہو کر بلند روحانی درجات کو پہنچے۔ اسی طرح کثیر واقعات ہیں جن سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فخرا نخیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ کے سلسلہ رشدو ہدایت کی ابتداء اپنے خصوصی امر سے جاری فرمائی اور حضرت غوث العصرؒ بجا طور پر اس مقام مرتبہ کے اہل بھی تھے کہ آپ نے حضرت فخرا نخیاءؒ کے قدم بقدم آپ کے اجتہاد فقر کو زیارت رسولؐ بعالم بیداری کے جلال و جمال کے ساتھ مکمل فرما کر حضرت فخرا نخیاءؒ کے سلوک و مقامات کے مصنف و محقق کی شان حاصل فرمائی تھی۔

حضرت غوث العصرؒ جس طرح حضرت فخرا نخیاءؒ کے ہر امر کو بتمامہ مکمل فرماتے تھے اس کی مثال حضرت فخرا نخیاءؒ کے ارادت مندوں میں بھی نہیں ملتی تھی حالانکہ حضرت فخرا نخیاءؒ کے ارادت مند حضرت فخرا نخیاء کو دل و جان سے عزیز تھے لیکن "الامرفوق الادب" کے مصداق حضرت غوث العصرؒ کی شان خصوصی تھی۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ ایک روز حضرت فخرا نخیاءؒ حاضر خدمت اہل اردت سے فرمارہے تھے کہ "میرے سر میں درد ہے اگر پاؤں سے سر کو دبایا جائے تو شاید آرام

آ جائے کوئی شخص میرے سر کو پاؤں سے دبا دے" تمام ارادت مند ہاتھوں سے سر کو دباتے تھے سر اقدس پر قدم رکھنے کی جرات کس کو تھی۔ اسی اثناء میں حضرت غوث العصرؒ تشریف لائے تو آپ نے ان سے فرمایا میرے سر میں درد ہے اور سب سے کہہ رہا ہوں کہ پاؤں رکھ کر دبا دیں مگر کوئی مانتا ہی نہیں تم میرے سر کو پاؤں سے دبا دو" حضرت غوث العصرؒ اس آزمائش کو سمجھ گئے کہ یہ "الامر فوق الادب" کا مسئلہ درپیش ہے کہ ادب پر حکم فوقیت رکھتا ہے چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے فوراً" فرمایا "حضور سر کو جوتے سمیت دباؤں یا جوتا اتار کر" حضرت فخر انحیاءؒ مسکرا کر فرمانے لگے "جوتا اتار کر" حضرت غوث العصرؒ نے جوتا اتارا اور آپ کے سر اقدس پر پاؤں رکھ کر دبانے لگے تھوڑی دیر کے بعد حضرت فخر انحیاءؒ نے فرمایا "جزاک اللہ فی الدارین اب آرام ہے" چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے پاؤں ہٹا لیا اور مودب ہو کر اہل ارادت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت فخر انحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ سے ارشاد فرمایا "یہ جسارت اور گستاخی تو نے کیوں کی؟" حضرت غوث العصرؒ نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ "میری جان اے میرے آقا بمطابق حدیث رسولؐ کہ الامر فوق الادب (حکم ادب پر فوقیت رکھتا ہے) یہ جرات سرزد ہوئی ہے ورنہ بندہ کی کیا مجال تھی" حضرت فخر انحیاءؒ نے اس حسب دل خواہ جواب پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "محمد عمر تم نے پختہ کاری کی کہ اٹل حکم کی تعمیل کی، اگر تم بھی تعمیل ارشاد نہ کرتے تو دوسروں کے نفع نقصان کو چھوڑو مگر تمہارا کچھ نہ رہتا اور تمام زندگی کا ساختہ پرداختہ اکارت و رائیگاں جاتا، آئندہ بھی اسی حدیث مبارکہ کو مد نظر رکھنا" حضرت فخر انحیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کا معاملہ دو قالب یکجان جیسا تھا جس کی عظمت و رفعت تمام اہل ارادت پر ظاہر تھی یہی وجہ تھی کہ وہ اصحاب جو براہ راست حضرت فخر انحیاءؒ کی بیعت میں تھے وہ بھی حضرت غوث العصرؒ کو اپنا پیشواء و رہنما سمجھتے تھے اور حضرت فخر انحیاءؒ کے وصال کے بعد حضرت غوث العصرؒ ہی سے مقامات روحانیہ کے سلسلے میں ہدایت و رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

پرتوِ خلق نبیؐ و معدنِ فیض سخیؒ حضرت غوث العصرؒ سنت نبویؐ کے محافظ اخلاق رسولؐ میں فنا اور حضرت فخر انحیاءؒ کے فیوضات و برکات کے سرچشمہ تھے۔ ایک بار ایک درویش احمد دین آستانہ فخرالانحیاءؒ پر حضرت فخر انحیاءؒ کے تصور کی مشق میں منہمک تھا جبکہ طریقہ قادریہ میں تصور شیخ کی بجائے اطاعت شیخ کو سند کا درجہ حاصل ہے۔ حضرت فخر انحیاءؒ احمد دین کو بار بار منع فرماتے لیکن اس کو کسی درویش کی صحبت میں تصور شیخ کی عادت ہو چکی تھی اس لئے وہ اپنی عادت سے مجبور بار بار حکم عدولی کا مرتکب ہو رہا تھا اسی اثناء میں حضرت غوث العصرؒ تشریف لائے تو حضرت فخر انحیاءؒ سے آپ کی رنجیدہ طبعی کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "تجھے نظر نہیں آتا کہ یہ جاہل کیا کر رہا ہے اور مجھے کس بلا میں مبتلا کر رہا ہے" حضرت غوث العصرؒ نے عرض کیا سبحان اللہ اگر یہ

اس وجود کو یہاں نوچتا ہے تو آگے بھی اس وجود کو نہ چھوڑے گا" حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا "صحیح ہے مگر کیا کیا جائے" حضرت غوث العصرؒ نے عرض کیا کہ "حضور آپ وہاں چلے جائیں جہاں کہ یہ نہ جا سکے" آپ نے فرمایا "جزاک اللہ خیرا" یہ فرماتے ہی حضرت فخرا نخیاءؒ نے اپنے احوال روحانیہ کو عالم لامکاں کی طرف محو پرواز کیا جہاں تصویر و تصور کا نام و نشاں تک نہیں۔

وہ درویش احمد دین بے دست و پا حیران و پشیمان آنکھیں کھول کر اپنی بے چارگی کا اظہار کرنے دست بستہ حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے ارشاد فرمایا "احمد دین جو تو تصور شیخ کرتا ہے ناجائز ہے۔ ہاں اگر کرنا ہے تو مولا کا تصور کر جو کہ عین ایمان ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو یہ سمجھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔ یہ سن کر احمد دین نے دست بستہ عرض کیا کہ "حضور آپ جو فرماتے ہیں درست ہے مگر میں کیا کروں کہ مرشد کے دیدار کو دیدار حق جانتا ہوں" حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا "عجیب بات ہے کہ مرشد کی صورت تو مولا کی صورت ہے لیکن مرشد کا حکم مولا کا حکم نہیں" یہ سن کر شیخ احمد دین کی نظریں جھک گئیں اور لا جواب ہو کر شرمسار ہو گیا اور سر تسلیم خم کیا۔

حضرت فخرا نخیاءؒ نے ہر معاملہ کے جزویات کے سلسلے میں حضرت غوث العصرؒ کو مکمل و اطہر کرنے کے لئے مختلف مقامات پر مشورہ طلب کر کے احوال کی نسبت سے آپ کا امتحان کیا اور ہر بار حضرت غوث العصرؒ اس میں بتمامہ کامیاب رہے۔ ایک دن حضرت غوث العصرؒ حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت فخرا نخیاءؒ قریب المرگ شدید بیماری کے عالم میں لیٹے ہوئے ہیں۔ حضرت غوث العصرؒ نے عرض کیا "حضور یہ کیا حال ہے" حضرت فخرا نخیاءؒ نے نہایت نحیف آواز میں کہا "میں کافر ہو گیا ہوں" حضرت غوث العصرؒ نے عرض کیا" حضور یہ کیسا کفر ہے" آپ نے فرمایا کہ "اس ہوائے نفس یعنی جو دم باہر آتا تھا معلوم ہوا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے سے انکار ہے" حضرت غوث العصرؒ نے ارشاد فرمایا "سبحان اللہ جس کے دیدار پر تمام زندگی قربان کر دی اب اس کا انکار کس طرح ہے مجھے بھی معلوم ہو کہ سمجھوں" حضرت فخرا نخیاءؒ نے فرمایا" درود شریف پڑھنے سے دل انکار کرتا ہے اور ذکر اللہ کا اقرار کرتا ہے" حضرت غوث العصرؒ نے عرض کیا "یہ کفر خداوند کریم ہمارے نصیب میں بھی کرے یہ تو عین اطاعت رسولؐ ہے اور عین ایمان ہے رسولؐ خدا نے کب کہا کہ ہر وقت رسولؐ ہی رسولؐ پکارا کرو بلکہ فرمان الٰہی تو یہ ہے کہ "خبردار اللہ کے ذکر سے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں" اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود ذکر اللہ کرتے تھے اور بہ مصداق حکم الٰہی جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی" جب حضرت فخرا نخیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ کی یہ گفتگو سماعت فرمائی تو ہشاش بشاش

ہو کر اٹھ بیٹھے اور مسکرانے لگے۔ حضرت غوث العصرؒ نے استفسار فرمایا کہ "آپ پر یہ حالت کیوں طاری ہوئی" آپ نے جواب دیا "غم سے" پھر سوال کیا "اب کیوں جاتا رہا" فرمایا "تیری تسکین سے" یہ گویا حضرت غوث العصرؒ کا ایک امتحان تھا جس کا اقتضاء یہ ثابت تھا کہ ذکر اللہ اور درود شریف کا احوالی عالم حضرت غوث العصرؒ کی طبیعت میں کس نہج پر ہے اور غم سے مراد یہ تھا کہ ارادت مند کثرت درود میں سرور اور ذکر اللہ میں محویت کو باہمی طور پر ایک دوسرے کا غیر نہ سمجھیں۔

حضرت فخرا نجیاء نے اس امتحان کے لئے کسی دوسرے ارادت مند کو منتخب کرنے کی بجائے اپنی واردات شوق کے مصحف طلائے سے مسئلہ کی وضاحت طلب کی اور مطمئن ہو گئے ورنہ حضرت فخرا نجیاءؒ احوال مریدین سے غافل نہ تھے بلکہ سنت رسولؐ کی حجت تامہ پیش کرنے کے لئے سب پر واضح فرما دیا کہ اگر کوئی سالک ذکر اللہ یا کثرت درود کسی بھی کیفیت میں سرشار ہو کر محو ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے کیونکہ ذکر اللہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا فعل ہے اور کثرت درود شریف اللہ کا امر ہے سبحان اللہ حضرت فخرا نجیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ کے ذریعے اس نازک مسئلے کو اہل ارادت کے سامنے شرح و بسط کے ساتھ پیش کر دیا۔ جس مسئلے پر اکثر مسلمان متردد رہے ہیں۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥

حضرت غوث العصرؒ اور سخاوت و تصرف حضرت غوث العصرؒ فخرا نجیاءؒ کی حیات ظاہریہ میں ہی منبع سخاوت و تصرف کی حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے اور کثیر کرامات کا صدور آپ سے ہو چکا تھا۔ آپ کے جذبہ سخاوت میں اہم ترین سخاوت یہ تھی کہ آپ اہل ارادت کو نہایت قلیل مدت میں واصل باللہ فرما دیتے تھے اور باوجود اس کے کہ خود مجاہدات کے اوائل عمر ہی سے شائق تھے لیکن آپ نے نگاہ کیمیا نہاد سے معرفت الٰہی کے دریا بہا دیئے اور اہل ارادت کو مشقت و تکلف سے بچائے رکھا۔ جب حضرت فخرا نجیاءؒ نے گاؤں کو چھوڑ کر قبرستان میں ڈیرہ لگایا تو حضرت غوث العصرؒ نے ایک شیشم کی شاخ زمین میں لگائی جو قلیل مدت میں تناور درخت کی صورت اختیار کر گئی ایک مرتبہ حضرت فخرا نجیاءؒ کے روبرو کسی نے استفسار کیا کہ "حضور یہ جو بات مشہور ہے کیا سچ ہے کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے بہشتی دروازے سے گزرنے والا جنت میں جائے گا" حضرت فخرا نجیاءؒ نے فرمایا "ہاں سچ ہے کیونکہ جس چیز کو اللہ کے اولیاء سے نسبت ہو وہ شعار اللہ میں داخل ہے میں تو یہ بھی کہوں گا کہ یہ درخت جو محمدؐ عمر نے لگایا ہے اگر کوئی اس کے سائے میں بیٹھے تو وہ بھی جنتی ہو گا"۔ یہ حضرت غوث العصرؒ کے مقبول بارگاہ حق ہونے کی ایک دلیل تھی جس کا اظہار حضرت فخرا نجیاءؒ نے اس پیرائے میں کیا۔ حضرت غوث العصرؒ کا تصرف و سخاوت صرف اہل ارادت تک محدود نہیں تھا بلکہ چرند پرند درند اور نباتات و جمادات پر بھی آپ کو سیادت حاصل

تھی اس سلسلے میں کثیر کرامات مذکور ہیں' چند ایک کا تذکرہ درج کیا جاتا ہے۔

حضرت فخرا لاحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ سے ارشاد فرمایا کہ قبرستان کے قریب ایک کنواں لگانے کا انتظام کرو۔ حضرت فخرالاحیاءؒ کا طریق حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے قدم بقدم تھا آپ اہل ارادت کو مشغول بہ ذکر اللہ فرما کر ان کو الگ الگ درختوں کے سائے میں بیٹھ کر ذکر اللہ میں محویت اختیار کرنے کی تربیت دیتے تھے چونکہ اہل ارادت کو پانی دور سے لانا پڑتا تھا اس لئے کنواں کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت غوث العصرؒ اسی وقت گھر تشریف لائے اور اپنی اہلیہ محترمہؒ سے فرمایا کہ مجھے کنواں لگانے کا حکم ہوا ہے اور جس قدر اشخاص کنویں کی تعمیر کے لئے کام کریں گے ان سب کا خورد و نوش ہمارے ذمے ہے۔ اس وقت گھر میں صرف ایک من گندم تھی۔ اہلیہ محترمہؒ نے عرض کیا کہ "غلہ تو یہی ہے" آپ نے فرمایا "اللہ پر توکل کرو جتنی ضرورت ہو بھڑولے کے نچلے حصے سے نکال لینا اور بھڑولے کا دروازہ مت کھولنا۔ چنانچہ کنویں کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ جس قدر آدمی کام پر مامور تھے سب کا کھانا باقاعدہ گاؤں سے آتا رہا اس کے علاوہ آستانہ پر موجود تمام درویش بھی اسی گندم سے کھاتے رہے یہاں تک کہ ڈھائی مہینے گذر گئے اور کنواں تیار ہو گیا۔ یہاں تک کہ انہی دنوں حضرت غوث العصرؒ کے اکلوتے صاحبزادے سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ کے ولیمہ کی دعوت بھی اسی غلہ سے کھلائی گئی جس پر دو من گندم بھڑولے سے نکالی گئی جب اس بھڑولے کو کھولا گیا تو اس میں بدستور ایک من گندم موجود تھی جو ابتدا میں تھی۔

حضرت غوث العصرؒ کے کھیتوں کو اللہ تعالیٰ نے خیرو برکت سے کشت ثمربار بنایا تھا۔ جو کچھ بھی آپ کاشت کرتے بکثرت پیدا ہوتا۔ ایک مرتبہ کچھ حاسدوں نے پروگرام بنایا کہ آپ کی فصل تباہ کر دی جائے چنانچہ وہ حاسدین رات کے وقت کھیتوں پر حملہ آور ہونے کے لئے جب کھیتوں کے قریب گئے تو ان کی چیخیں نکل گئیں کیونکہ کھیتوں میں بکثرت سانپ منہ میں زہریلی تلوار لئے حاسدین کے منتظر تھے۔ چاندنی رات میں ان کے پھنکارنے کی آوازیں ہر طرف پھیل رہی تھیں چنانچہ تمام حاسدین خوف سے چیخ و پکار کرتے الٹے پاؤں بھاگے۔ کچھ دنوں کے بعد ان حاسدین کے بہی خواہوں نے دوبارہ ان کو اکسایا اور وہ کثیر تعداد میں حفاظتی تدابیر کر کے دوبارہ حملہ آور ہونے کی نیت سے آئے اور دوبارہ پہلے جیسا منظر دیکھ کر بھاگ گئے یہاں تک کہ پھر ان کو تازندگی جرات نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک بار آپ نے کھیتوں میں شلغم کاشت کئے تو بہت اچھی فصل ہوئی اس واسطے حضرت غوث العصرؒ نے گاؤں کے لوگوں سے فرمایا کہ گاؤں کے تمام لوگ بوقت ظہر بقدر ضرورت شلغم لے جائیں کیونکہ ان دنوں کسی دوسرے کاشتکار نے شلغم نہ بوئے تھے چنانچہ آپ نے گاؤں کے لوگوں میں کئی من شلغم تقسیم کئے اسی طرح گندم اور مکی کے موسم میں آپ کے خانہ نور فشاں سے اناج کی سخاوت سارا سال جاری رہتی تھی جس کو بھی ضرورت ہوتی وہ آ کر لے جاتا لیکن شلغم کی فصل اس قدر

زیادہ ہوئی تھی کہ باوجود کثیر تقسیم کے کھیت بھرے ہوئے تھے۔

انہی دنوں ایک شخص حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "حضور میں خطاوار ہوں میری خطا معاف فرمائیں" آپ نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ "حضور میں نے رات کو آپ کے کھیتوں سے پانچ شلغم چوری کئے تھے جب میں کھیت سے باہر جانے لگا تو میری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی سوائے کھیت کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا میں سمجھ گیا کہ یہ اسی خطا کی سزا ہے چنانچہ میں نے وہ شلغم اسی جگہ رکھ دیئے تو میری آنکھوں کی روشنی واپس آگئی اس واسطے میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں آپ میری غلطی معاف فرمائیں آئندہ سے توبہ کرتا ہوں کہ کبھی ایسا نہ کروں گا" آپ نے فرمایا "جاؤ اب جتنی ضرورت ہے لے جاؤ جب ہم بقدر ضرورت سب کو شلغم دے رہے ہیں تو پھر تم نے چوری کیوں کی؟ جاؤ تمہیں معاف کیا" اس طرح کی بے شمار کرامات کا صدور آپ سے ہر روز ہوتا تھا یہاں تک کہ گاؤں کے لوگوں میں کسی میں بھی چوری کی عادت نہ رہی اور آپ کے اخلاق حسنہ سے بالخصوص اہل علاقہ میں زہد و تقویٰ کے چشمے قلوب المومنین سے پھوٹنے لگے۔

حضرت غوث العصرؒ نے جس طرح عنفوان شباب ہی میں سالکین و مریدین کی اعلیٰ روحانی استعداد کے ساتھ تربیت میں کامیابی حاصل کی اس میں جہاں حضرت فخر اغنیاءؒ کی نگہ فیضان کا نور روشن و آویزاں تھا وہاں آپ کی پیدائشی بابرکت و سعادت طبیعت کو بھی دخل تھا کہ آپ حضرت فخر اغنیاءؒ کے عشق بلالؓ و اویسؓ کی آگ سے دہکنے لگے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعالم بیداری دیکھنے کے عزم حیرت فروغ سے معمور ہو گئے۔ عاشقانہ عظمتوں اور صبر جمیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث العصرؒ کو اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز کیا جس سے اولیاء اللہ میں سے چند لوگ ہی مشرف ہوئے۔ حضرت غوث العصرؒ نہ صرف فیض سرچشمہ سخی احمد یارؒ کا تسلسل ثابت ہوئے بلکہ عشاق مصطفیٰؐ میں حجت اکمل اور حجت کردار قرآنی کے ساتھ شمس لازوال کی طرح طلوع ہوئے۔

کریمی شان سے تیری ہے بیڑا پار اے خواجہؒ
وسیلے سے ترے مقبول استغفار اے خواجہؒ
زمیں پر حجتِ اسلام ہے شانِ غنی تیرا
سراپا مصحفِ قرآں ترا کردار اے خواجہؒ
ترے اخلاق میں ہے جلوہؐ نورِ نبیؐ برحق
کہ تو دستِ مشیت کا حسیں شہکار اے خواجہؒ
تو وہ بیمارِ عشقِ مصطفیٰؐ تھا محوِ استغراق
مدینے سے چلا آیا ترا دلدارؐ اے خواجہؒ

ہے قوت رشکِ جبرائیلؑ اور حکمت مِنَ اللہ ہے
اویسیؓ نسبت اور عشقِ بلالؓ اظہار اے خواجہؒ
عمرؓ فاروقِ اعظم کی حمیّت تیرے جوہر میں
علیؓ المرتضٰی نے بخش دی تلوار اے خواجہؒ
تری نظروں میں جلوے غوثِ اعظمؒ کے مچلتے ہیں
کہ تم ہو غوثِ اعظمؒ کے تجلی زار اے خواجہؒ
عمل تیرا ہے مثلِ شمسِ تاباں حجتِ آفاق
تمہاری ذات پر نازاں ہے احمد یارؒ اے خواجہ
اطاعت تو نے کی ایسی کہ حیراں سب فرشتے ہیں
تری ہمت کا قدسی بھی کریں اقرار اے خواجہؒ

درگاہ معلیٰ قادریہ غوث العصرؒ کا قیام

غوث العصر حضرت خواجہ محمدؒ عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت فخر انبیاءؒ کے وصال کے بعد حضرت فخر انبیاءؒ کے عالم رویت میں حکم کی تعمیل میں کوٹ پیروشاہ سے شہر گوجرانوالہ تشریف لائے جہاں آپ نے مرکزی شہر سے باہر زمین کا ایک قطعہ خرید کر ۱۸۵۶ء میں درگاہ معلیٰ عالیہ قادریہ کا سنگ بنیاد رکھا اور اس عظیم درگاہ طریقت و معرفت سے نور عرفان کی روشنی برصغیر کے طول و عرض میں پھیلی۔ لاتعداد نفوس خوش بخت نے اس مینارہ نور سے کسب فیض کیا اور معرفت خداوندی و عرفان مقام مصطفیٰؐ سے ظلمت کدہ ناسوت کو حریم جبروت کی تجلیات سے آباد کیا۔

سلسلہ حضرت میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے طریق سلوک کی روشنی گوجرانوالہ میں اس سے قبل درگاہ معلیٰ حضرت شاہ جمال اللہ نوری رحمتہ اللہ علیہ کی صورت میں جلوہ گر رہی اور بعد ازاں خانقاہ قادریہ نوریہ نے شہرہ آفاق مدرسہ کی صورت اختیار کر لی اور حضرت مولانا مولوی نور احمد صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے سلسلہ روحانیہ حضرت فخر انبیاءؒ کی طرف منتقل ہوا اور حضرت فخر انبیاءؒ کے حکم سے یہ نور طریقت ایک مرتبہ پھر نسبت اویسی کے جلال و جمال کے ساتھ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں جلوہ نما ہوا۔ اس درگاہ کے وابستگان علوم ظاہریہ کی تحصیل کے لئے خانقاہ عالیہ نوریہ سے رجوع کرتے اور علوم روحانیہ کے لئے درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کی طرف تمام سلسلہ عالیہ قادریہ رجوع کرتا تھا۔ یہ دو طرفہ موانست و محبت کا سلسلہ شریعت و طریقت کا

ایسا کارواں ثابت ہوا جس کے فیوضات دو صدیوں پر محیط ہیں۔ درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ نے طریقت قادریہ کی عظمت آفاق پر نقش کر دی۔

حضرت غوث العصرؒ کا گوجرانوالہ آ کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری فرمانا ایک امر مقدر تھا البتہ اس کا فوری سبب یہ ہوا کہ حضرت فخرا نحیاءؒ حضرت غوث العصرؒ کو تنازعہ اراضی سے الگ رکھنا چاہتے تھے تاکہ آپ جمیع القلبی کے ساتھ اپنے اصل مقصد فروغ روحانیہ کو پورا کر کے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے انعام کو چہار دانگ عالم میں بذریعہ رشد و طریق عام فرمائیں۔ اس تنازعہ اراضی کی نوعیت یہ تھی کہ جب حضرت فخرا نحیاءؒ کے برادر آپ کی بیعت سے مشرف ہو گئے تو باوجود اس کے کہ حضرت فخرا نحیاءؒ اپنے برادران ذی وقار کو ان کے حصے کی آمدنی بحساب وصول کرنے کی مسلسل تلقین کرتے رہے لیکن برادران گرامی بوجہ عقیدت و احترام حضرت فخرا نحیاءؒ سے حصہ نہ لیتے تھے اور خاندان کے اخراجات مشترکہ طور پر چلتے تھے۔ حضرت فخرا نحیاءؒ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے اپنے برادران سے ایک بار پھر اصرار کیا کہ وہ اپنا حصہ علیحدہ کر لیں تاکہ بعدازاں برادران کی اولاد میں کوئی تنازعہ نہ ہو لیکن آپ کے برادران حضرت خدا بخش عباسیؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے حضرت مولانا مولوی نور احمد علیہ الرحمتہ کے مشورے سے اپنا حصہ مستقل طور پر حضرت فخرا نحیاءؒ کے نام تحریراً منتقل کر دیا چنانچہ حضرت فخرا نحیاءؒ نے اپنے اکلوتے صاجزادے حضرت محمد محمودؒ کو وصیت کی کہ "خدا نے تم کو اب تہائی حصہ کی بجائے تمام املاک و اراضی کا مالک بنایا ہے تو اب تم کو چاہئے کہ بحکم "احسان کرو جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے" کے مطابق نصف اراضی اپنے مرحوم چچا حضرت محمد یار عباسی کے بیٹے احمد کو منتقل کرو۔" ابھی آپ کے صاجزادے حضرت محمد محمودؒ نے انتقال اراضی نہ کیا تھا اور شاید اس میں انہیں کچھ کلام تھا کہ انہی دنوں حضرت فخرا نحیاءؒ کا وصال ہو گیا۔

دوسری طرف حضرت محمد یار عباسیؒ کے صاجزادے احمد عباسیؒ کا تقاضا روز بروز بڑھنے لگا اور حضرت غوث العصرؒ کی شخصیت کی بے ادبی اور سوء احترام کی ابھی نوبت نہ آئی تھی کہ ایک رات حضرت فخرا نحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ کو ایثار و قربانی کا درس دیتے ہوئے اور ان کو ان کی روحانی ذمہ داری کی یاد دہانی کراتے ہوئے عالم رویاء میں ارشاد فرمایا کہ "بیٹا اب تم یہاں سے کسی اور جگہ چلے جاؤ کیونکہ یہاں چند ماہ بعد جھگڑا ہونے والا ہے' ایسا نہ ہو کہ جھگڑا کرنے والے تمہارے کپڑے پھاڑ دیں" حضرت غوث العصرؒ کے لئے اپنے آپ کو تنازعہ اراضی سے الگ کرنا اور املاک و اراضی کی قربانی کرنا اس قدر تلخ نہ تھا جس قدر ان کو حضرت فخرا نحیاءؒ کے مرقد پرانوار سے جدا ہونا ناگوار تھا چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے عرض کیا "میری تو آپ کے قدموں میں رہنے کی آرزو ہے اور یہاں ہی اپنی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں" حضرت فخرا نحیاءؒ نے ارشاد فرمایا "بیٹا اسی میں بہتری سمجھتا ہوں کہ

تم یہاں سے ہجرت کر جاؤ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس جگہ تم جاؤ گے میرے قدم بھی اسی جگہ جائیں گے یہاں نہیں رہیں گے"۔

حضرت غوث العصرؒ نے حسب العادت امر کو طبیعت پر فائق رکھا اور حضرت فخر انحیاءؒ کی تسلی اور شفقت سے اپنے دل کو مضبوط پایا چنانچہ حضرت غوث العصرؒ اپنے اہل و عیال کے ساتھ طلوع صبح کے ساتھ ہی سب کچھ چھوڑ کر گھر سے روانہ ہوئے۔ آپ پر ایک عجیب استغراق کا عالم تھا بغیر یقین منزل امر پیر طریقت کو آسرا کئے آپ بوقت اشراق گوجرانوالہ پہنچے اسی اثناء میں آپ کے ایک مرید عبدالغفار کشمیریؒ نے آپ سے درخواست کی آپ اس کو شرف میزبانی بخشیں چنانچہ آپ اس کے گھر مقیم ہو گئے اور مسلسل محنت و مشقت سے قریب چھ ماہ میں اس قدر روپے حاصل کر لئے کہ قطعہ اراضی خرید سکیں چنانچہ آپ نے شہر سے باہر ایک قطعہ اراضی خرید فرمایا اور ۱۸۵۶ء میں درگاہ معلیٰ قادریہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ حضرت غوث العصرؒ کے اکلوتے صاجزادے سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ اس وقت عنفوان شباب میں تھے اور آپ کے ساتھ رزق حلال کے حصول کے لئے لکڑی کی تجارت و دستکاری میں معاون تھے چنانچہ مسلسل محنت کے بعد اہل خانہ کے لئے الگ گھر بنایا گیا اور حضرت غوث العصرؒ نے پوری توجہ درگاہ معلیٰ میں آنے والے اہل ارادت کی روحانی رہنمائی کے لئے وقف فرمائی۔

جملہ مریدین و اہل ارادت جو حضرت فخر انحیاءؒ کی بیعت میں داخل تھے درگاہ معلیٰ پر حاضر ہونے لگے اور آپ کے مریدین و اہل ارادت بھی جوق در جوق سرچشمہ معرفت الٰہی سے شاد کام ہونے لگے۔ ابتداء میں فقراء کے لئے چند کمرے بھی بنائے گئے اور بعد ازاں اہل ارادت کی خدمت کے لئے خدام درگاہ کو ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا اور لنگر جاری فرمایا گیا۔ چند ہی ماہ میں آپ کا حلقہ ارادت برصغیر کے کئی ایک شہروں میں پھیل چکا تھا اور آپ روحانی طور پر بھی دور دراز شہروں میں متلاشیان حق کو راہ ہدایت اور مشغول بہ ذکر الٰہی فرمانے لگے۔ حضرت غوث العصرؒ سراپا کرامت تھے، آپ کا جسد عنصری جسمانی و مکانی فاصلوں سے بے نیاز تھا یہی وجہ تھی کہ آپ نے روحانی طور پر دور دراز علاقوں میں فیضان نسبت اویسی سے وحدت حق کی بے اندازہ روشنی کی۔

حضرت غوث العصرؒ کا طریق شہنشاہ طریقت قادریہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے قدم بقدم تھا چنانچہ آپ کے مریدین صادقین شہرت و گمنامی سے بے نیاز صرف اور صرف رضائے خداوندی اور منشائے محمدیؐ پر استوار رہے۔ آپ سے فیضان حاصل کرنے والے حدوشمار سے باہر ہیں اگرچہ آپ کا دور سکھ حکمرانوں کا دور تھا اور ہر طرف مذہب الحقیقت اہل سنت و جماعت اور صوفیائے کرام کے خلاف بدعقیدہ لوگ سازشوں میں شریک تھے لیکن آپ کی شخصیت و عظمت کے رعب سے کسی کو جرات نہ تھی کہ بلاد پنجاب میں راسخ العقیدہ اور دیگر عوام الناس پر کوئی ستم

حضرت غوث العصرؒ کی ذات بابرکات جامع الصفات تھی، آپ کی درگاہ پر آنے والے غیر مسلموں میں بڑے بڑے رشی منی جوگی بھگت بھکشو بھی شامل تھے جو معاملات روحانیہ میں آپ سے استفسار کرتے اور سر نیاز جھکاتے تھے۔ آپ نے فیضان وہدایت حق کے فروغ میں مذہب و ملت کی کوئی تفریق روا نہ رکھی اور نگاہ کریمانہ سے حق سے بچھڑی ہوئی روحوں کو جلوہ وحدت میں آباد کیا۔ آپ سے فیضان نظر حاصل کرنے والوں میں غیر مسلموں میں سے بہتوں نے جوش ایمانی کی ثروت بے بہا حاصل کی اور دین توحید کا اقرار بہ دل و جان کر کے زمرہ مسلمین میں شامل ہو گئے۔ خاص طور پر آپ کی نگاہ ذوالکرم سے سکھوں کے گاؤں کے گاؤں مسلمان ہو گئے۔

درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کا جاہ و جلال حد بیان سے باہر ہے کہ عام ارادت مندوں کا ہجوم تو رہتا ہی تھا البتہ آپ کے تصرف روحانی اور سخاوت معرفت کی پورے بلاد ہند میں دھوم مچل گئی۔ بے شمار شیخان طریقت جو اپنے اپنے علاقوں میں ہزاروں مریدین اور عقیدت مند رکھتے تھے وہ بھی اشارہ غیبی پر آپ کے دراقدس پر حاضر ہو کر اعلیٰ مقامات روحانیہ سے مشرف ہوئے۔ آپ کے خدام میں ابرار اور مریدین میں ابدال و اوتاد شامل تھے۔ حضرت غوث العصرؒ نے قطب الاقطاب کی حیثیت سے ہزاروں وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ کو مقرب بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنایا اور تجلیات مشاہدہ حق سے روحوں کو دوامی زندگی کی بشارت کی مسرت سے دو جہانوں میں صاحب انعام بنا دیا۔

آپ کے مریدین کی نظروں میں دنیا کی زندگی اس قدر حقیر تھی کہ وہ کبھی بھی دنیا کے متاع و مال پر متوجہ نہ ہوئے اور نور تقویٰ و مسند زہد پر تاحیات تجلیات مشاہدہ حق میں مستغرق رہے۔ آپ اپنے مریدین کو اکثر اوقات پہلی نظر ہی میں ذکر خفی و سری میں مشغول فرمایا کرتے اور وہ قلیل مدت میں صاحب کرامت اللہ کے ولی بن جاتے۔ برصغیر کے کئی ایک معروف روحانی خانوادے بالخصوص حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت سیدنا میانمیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سجادگان آستانہ آپ کی بیعت باسعادت میں شامل تھے اور آپ جب اعراس مبارکہ پر لاہور تشریف لاتے تو مسند سجادہ پر جلوہ افروز ہوتے اور سجادگان دست بستہ دو زانو روبرو حاضر رہتے۔ اعراس مبارکہ پر بے شمار مخلوق خدا حضرت غوث العصرؒ کی سخاوت معرفت اور نسبت اویسی کے جلال و جمال سے مستفیض ہوئی۔

غائص بحرِ شرع و حقیقت نما حضرت غوث العصرؒ طبعاً نہایت کم گفتار تھے لیکن اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ کا گنجینہ علم لدنی معانی کے ریزہ ہائے طلائے احمر سے سائلین کی عقلی و فکری مفلسی کو تونگری میں بدل دیتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت غوث العصرؒ حضرت داتا گنج بخش

رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر سجادہ نشین درگاہ معلٰی کی مسند پر رونق افروز تھے کہ لاہور کے ایک جید عالم حضرت علامہ محمد احسنؒ آپ سے گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے اور دوران گفتگو صوفیاء کے طریق اور روح انسانی کے حقیقت الحقائق کے ساتھ وحدت احوالی کا انکار کرتے ہوئے اسے محال بتایا۔ چونکہ حضرت علامہ محمد احسنؒ عالم شریعت تھے اور طریقت کی حقیقت سے ناآگاہ تھے اس لئے حضرت غوث العصرؒ نے ارشاد فرمایا کہ "میاں تمہارا مذہب اور ہے اور ہمارا مذہب اور ہے۔

ہر کسے را مذہب و ملت جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

حضرت علامہ محمد احسنؒ نے کہا کہ "آپ کا مذہب کیا ہے اور ہمارا کیا؟" چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے ارشاد فرمایا۔

"حق سبحانہ وہ وجود مطلق ہے جس کے لئے کوئی شکل اور حد نہیں اور باوجود اس کے وہ حد اور شکل کے ساتھ ظاہر اور متجلی (بحیثیت خالق مخلوقات میں) ہوتا ہے (یہ تشبیہ ہے) اور لیس کمثلہ شی یعنی بیچونی و بیچگونی میں سے بھی کوئی تغیر نہیں ہوتا حقیقت میں وہ الان کما کان یعنی جیسا بے مثل پہلے تھا ویسا ہی رہتا ہے اسکی ذات میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا (یہ تنزیہہ ہے) اس لئے وہ وجود مطلق وارد ہے اور لباس (صفت تخلیق میں) مختلفہ و متعددہ میں واحد وہ ذات ہے یعنی وجود مطلق تمام موجودات کی حقیقت اور اس کا باطن ہے (کثرت میں وہ خود وحدت ہے) اور تمام مخلوقات یعنی کائنات اس وجود حقیقی سے خالی نہیں اور وہ وجود مطلق تحقیق و حصول میں (صوفیاء طریق وحدت الوجود سے) ثابت کرتے ہیں اور (ذات کی حیثیت میں) حاصل کرنے میں نہیں آتا (حلول نہیں کرتا) کیونکہ حصول اور ثابت اس چیز کا ہوتا ہے جو فی الخارج یعنی غیر ہو اس لئے یہ معنی ذات پر نہیں بولے جاتے کیونکہ وہ عن ذالک علوا" کبیرا" ہے بہت برتر بلکہ بے نیاز ہے اس وجود حقیقی کے ساتھ جو ان صفات کے ساتھ متصف ہے مراد یہ کہ اس کا وجود اپنے ذات کے ساتھ اور تمام موجودات باوجود اس کے ساتھ اور اقفل غیر فی الخارج ہیں' اور تحقیق یہ وجود من حیث الکنہ کسی کے لئے منکشف نہیں ہوتا اور نہ عقل و فہم اور حواس اسے معلوم کرتے ہیں اور نہ قیاس میں آتا ہے اس واسطے کہ یہ حواس سب حادث ہیں اور حادث حادث ہی کو معلوم کر سکتا ہے اور خدا کی ذات و صفات اس سے برتر ہے۔ جو شخص اس کی معرفت کا ارادہ من حیث الکنہ کرے اس میں خواہ کس قدر کوشش کرے وہ اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔"

حضرت غوث العصرؒ نے نہایت شرح و بلاغت کے ساتھ قرآن و حدیث سے یہ مسئلہ واضح فرمایا کہ اللہ کی صفات ہی میں تفکر کو راستہ مل سکتا ہے ذات میں تفکر لاحاصل ہے کیوں کہ وہ اللہ ایسا پہلا

ہے جس کی ابتداء نہیں چہ جائیکہ انسان اس کی ابتداء کے بارے میں تفکر کرے اور وہ اللہ ایسا آخر ہے کہ جس کی انتہا نہیں چہ جائیکہ کہ انسان اس کی ابدیت کو سمجھے۔ ذات و صفات پر ایمان بالغیب لانے کے بعد ہی روح انسانی کو وحدت حق بذریعہ صفات الٰہی حاصل ہوتی ہے اور معرفت صفات الٰہی سے ہی وہ لمحہ فکریہ پیدا ہوتا ہے جس سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے ایسی معرفت کہ جس کا بیان بھی معرفت کا غیر ہے نہ کہ عین معرفت۔ حق سے وحدت اختیار کئے بغیر انسان اپنے آپ کی پہچان سے بھی محروم ہے چہ جائیکہ اللہ کی معرفت کو پہنچے چونکہ عارفین حق قائم بالحق ہیں اس لئے ان کا دین و مذہب و ملت صرف اور صرف حق تعالیٰ ہے۔

حضرت غوث العصرؒ نے حضرت علامہ محمد احسنؒ کے ہر سوال کا جواب دیا یہاں تک کہ وہ مطمئن ہو گئے اور اعتراف کیا کہ "حضور میرا نقطہ نظر غلط تھا کہ لقائے حق ناممکن ہے"۔ بعد ازاں حضرت علامہ محمد احسنؒ نے حضرت غوث العصرؒ کو اپنے گھر پر دعوت طعام کے لئے گزارش کی اور عرض کیا کہ انشاء اللہ میں خود آکر بوقت دوپہر لے جاؤں گا" آپ نے منظور فرمایا۔ حضرت علامہ محمد احسنؒ بوقت عصر آئے اور عرض کیا کہ "میرا قصور معاف فرمایئے کہ مجھے دعوت یاد نہ رہی اب شام کو ساتھ لے جاؤں گا۔" یہ کہہ کر گئے اور شام کو آنے کی بجائے دوسرے روز بوقت فجر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "حضور میرا ہمسایہ فوت ہو گیا تھا اس کے کفن دفن میں رات بسر ہو گئی انشاء اللہ میں دوپہر کو ضرور آ جاؤں گا" حضرت علامہ محمد احسنؒ اسی طرح تین روز تک مسلسل مختلف اوقات میں آتے اور وعدہ کر کے جاتے رہے۔

سجادگان درگاہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ سخت پریشان تھے کیونکہ حضرت غوث العصرؒ نے حضرت علامہ محمد احسنؒ کے گھر دعوت کھانے کا وعدہ کیا ہوا تھا اور کچھ نہ کھاتے تھے اسی طرح تین دن تک حضرت غوث العصرؒ نے کچھ نہ کھایا اور اپنے وعدے پر قائم رہے۔ سجادگان منت سماجت کرتے کرتے ہار گئے لیکن آپ فرماتے "میرا اس شخص سے وعدہ ہے" چنانچہ اگلے روز جب حضرت علامہ محمد احسنؒ پھر نیا وعدہ کرنے آئے تو سجادگان نے ان کو نہایت سختی اور ترشی سے کہا کہ "تم نے یہ کیا سلسلہ شروع کر رکھا ہے؟ حضور نے تین روز سے کچھ نہیں کھایا اور فرماتے ہیں کہ میرا اس سے وعدہ ہے کہ میں اسی کے گھر کھانا کھاؤں" جب حضرت علامہ محمد احسنؒ حضرت غوث العصرؒ کے پاس گئے تو آپ نے نہایت شفقت سے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور چہرہ اقدس پر نہ رنج تھا نہ زبان پر شکوہ چنانچہ حضرت علامہ محمد احسنؒ حضرت غوث العصرؒ کے قدموں میں گر گئے اور گستاخی کی معافی چاہی اور عرض کیا کہ "حضور آپ واقعی پیکر تسلیم و رضا ہیں اور یہ گستاخی جو میں نے کی ہے وہ آزمائش کے لئے تھی کیونکہ میں نے اکثر درویشوں کو دیکھا ہے مگر کار دیگر و گفتار دیگر" آپ نے بہ شفقت معاف فرمایا۔ حضرت علامہ محمد احسنؒ نے بیعت ہونے کے لئے آپ سے استدعا کی چنانچہ آپ نے

حضرت علامہ محمد احسنؒ کو اپنی بیعت میں قبول فرمایا اور نگاہ کریمانہ سے ذکر الٰہی میں مشغول فرمایا اور حضرت علامہ محمد احسنؒ نے قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی مقامات کا شرف حاصل کیا۔

حضرت علامہ محمد احسن قادری لاہوریؒ نے اشرف البلاد کلکتہ میں حضرت غوث العصرؒ کی سخاوت معرفت سے لاتعداد لوگوں کو فیض پہنچایا سبحان اللہ حضرت غوث العصرؒ ایسے عاشق رسولؐ تھے کہ اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا آئینہ جمال تھے۔

تقرب سے ترے ہر جاں ہوئی سرشار اے خواجہؒ حضرت غوث العصرؒ قطب الاقطاب کی حیثیت سے متکبر درویشوں کے ستائے ہوئے طالبان حق کی دستگیری اکثر فرماتے تھے۔ مدینہ الصوفیاء دہلی کے رہنے والے عبداللہ خاں کا واقعہ منقول ہے کہ عبداللہ خاں محکمہ پولیس میں ملازم تھے بہ سلسلہ ڈیوٹی سیالکوٹ آئے تو وہاں کے ایک درویش سائیں مہر بخشؒ کی بیعت اختیار کی وہاں ایک سخت طبیعت متکبر درویش لسوشاہ کشمیری تھا جو اکثر عبداللہ خاں سے کہتا کہ میرے حلقہ ارادت میں شامل ہو جاؤ لیکن عبداللہ خاں جواب دیتے کہ میں سائیں مہر بخشؒ کی بیعت میں ہوں۔ ایک دن لسو شاہ نے اپنے مدعا کو زور دے کر بیان کیا لیکن عبداللہ خاںؒ نے حسب سابق انکار کر دیا تو لسو شاہ نے غصے سے اپنے حقے کی نڑی عبداللہ خاں کی طرف گھماتے ہوئے کہا کہ پیو۔ عبداللہ خاںؒ کے دل سے آواز آئی کہ حقہ مت پینا لیکن پھر لسو شاہ کے غصے کے اندیشے سے حقہ پی لیا۔ حقہ پیتے ہی عبداللہ خاںؒ نے اپنے آپ کو برہنہ دیکھا اور حالت مریضانہ ابتر ہو گئی چنانچہ انہوں نے لسو شاہ سے کہا کہ "سائیں صاحب یہ کیا ہے بجائے بلندی کے پستی میں گر پڑا ہوں" سائیں لسو شاہ نے غصے سے آگ بگولا ہوتے ہوئے کہا "جاؤ جس کو سر دیا ہے اسی سے دریافت کرو کہ یہ کیا ہے؟" عبداللہ خاں نہایت پریشانی کے عالم میں سائیں مہر بخشؒ کے پاس گئے انہوں نے کچھ وظائف بتائے جو چھ ماہ تک پڑھتے رہے لیکن لاحاصل چنانچہ سائیں مہر بخشؒ نے کہا "وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے اور مجھ پر غالب آ جاتا ہے جاؤ اسی کے مرید ہو جاؤ شاید تکلیف رفع ہو جائے" عبداللہ خاںؒ سائیں لسو شاہ کے پاس گئے اور منت سماجت کی لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی چنانچہ عبداللہ خاںؒ مایوسی کے عالم میں سوچنے لگے کہ آج کے دور میں کیا کوئی بزرگ ایسا نہیں جو اس پر غالب ہو اور میری تکلیف کو ہٹائے اسی اثناء میں ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور اس ہاتھ نے عبداللہ خاںؒ کو بازو سے پکڑ کر کہا "اٹھ اس پلید کی صحبت سے" یہ کہنا ہی تھا کہ عبداللہ خاںؒ کے جسم پر کوئی تکلیف نہ رہی۔

عبداللہ خاںؒ کی دستگیری ہو چکی تھی اب انہیں کوئی اندیشہ نہ تھا اور یہ بھی یقین ہو گیا کہ لسو شاہ واقعی پلید ہے جسے وہ کامل سمجھ رہے تھے۔ عبداللہ خاں وہاں سے اٹھے اور سیدھے اپنے پیر سائیں مہر بخشؒ کی خدمت میں گئے اور سارا حال کہہ سنایا یہ سن کر سائیں مہر بخشؒ نے کہا "وہ ہاتھ غوث وقت کا ہاتھ تھا جا اور سخی احمد یارؒ کے چھوٹے بھائی کو دیکھ اور ہاتھ پہچان اور ان کی بیعت سے

مشرف ہو جا" چنانچہ عبداللہ خاںؒ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر آئے اور حضرت غوث العصرؒ کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہا جب آپ نے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے غور سے دیکھا وہی ہاتھ تھا۔ حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "کیا دیکھتا ہے یہی وہ ہاتھ ہے جس نے لسو شاہ سے تمہیں بچایا ہے" عبداللہ خاںؒ نے عرض کیا "بے شک" بعدازاں عبداللہ خاںؒ نے عرض کیا کہ "حضور مجھے ذکر و فکر کی تلقین فرمایئے" آپ نے ارشاد فرمایا "ذکر فکر وہی ہے جو تم کو سائیں مہر بخشؒ نے تلقین کیا ہے" چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے عبداللہ خاںؒ کو بیعت کیا اور فرمایا "گاہے سائیں مہر بخشؒ سے ملنے چلے جایا کرو" عبداللہ خاںؒ نے حضرت غوث العصرؒ کی تربیت میں بہت جلد اعلیٰ روحانی مقامات کی تحصیل کی اور حج بیت اللہ کے بعد ایک عرصہ تک درگاہ معلیٰ میں بحیثیت خادم کے زائرین و مریدین کی خدمت کرتے رہے اور حضرت غوث العصرؒ کے فیضان سے زمرہ اولیاء اللہ میں شمار ہوئے اور حضرت عبداللہ خاں قادریؒ کی حیثیت سے شہرت پائی۔ حضرت غوث العصرؒ کا بحر سخاوت ایسا مواج تھا کہ آپ نے بے شمار طالبان حق کو اہل شعبدہ سے نجات عطا فرما کر جادہ حق پر سالک صادق بنا دیا اور اعلیٰ روحانی مقامات کے قابل بنایا۔

حجتِ اہلِ زمانہ قبلہ اہلِ طریق حضرت غوث العصرؒ ہر مقام پر اپنے مریدین و اہل ارادت کی دستگیری فرماتے تھے خواہ معاملہ روحانی مقامات سے متعلق ہو یا دنیا سے تعلق رکھتا ہو۔ حضرت مولانا مولوی محبوب عالم صاحبؒ سجادہ نشین درگاہ معلیٰ حضرت شاہ جمال اللہ نوری رحمتہ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم یعنی حضرت محمد محمودؒ فرزند حضرت فخرا نحیاءؒ شیخ جھنڈوؒ، شیخ صدر الدینؒ سجادگان درگاہ معلیٰ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اور بہت سے احباب طریقت غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت سیدنا میانمیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس سے واپسی پر موضع کوٹ پیرو شاہ آ رہے تھے اور تمام دوست پیدل ہی محو سفر تھے۔ شدید گرمی کا موسم تھا۔ دوران سفر سب کو پیاس کا غلبہ محسوس ہوا لیکن کہیں پانی نظر نہ آتا تھا۔ سامنے چٹیل میدان اور جنگل نظر آ رہا تھا۔ سب نے یک زبان ہو کر حضرت غوث العصرؒ سے عرض کیا کہ حضور کسی درخت کے نیچے دوپہر گذار لیں گرمی بڑی شدید ہے مبادا پیاس کے غلبے سے کوئی متاثر ہو جائے۔ آپؒ نے فرمایا "دوستو اس جگہ تو پانی نہیں ہے چلو شاید آگے کہیں مل جائے" اہل ارادت نے عرض کیا کہ "حضور تین کوس تک کہیں پانی میسر نہیں ہم نے یہ راستہ بار ہا دیکھا ہے۔" حضرت غوث العصرؒ نے اصرار کر کے سب کو محو سفر رہنے پر مجبور کیا اور کسی کنویں کے مل جانے کی تسلی دی آخر سب لوگ آپ کے حکم کے مطابق چل پڑے۔

جب تھوڑا سا راستہ طے کیا تو دور سے ایک چھوٹے سے کنویں کا نشان نظر آیا مگر حیرت ہوئی کہ یہ چھوٹا سا کنواں نیا نیا بنا ہے۔ رسی ڈول بھی موجود تھا اور دو لڑکے بھی پاس ہی کھیل رہے تھے۔

حضرت غوث العصرؒ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قدم آگے بڑھایا اور ڈول کنویں میں ڈالا۔ سب احباب نے اصرار کیا کہ حضور پانی ہم نکالتے ہیں لیکن آپ نے کسی کو اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ اور خود ہی پانی نکال کر سب کو پلایا۔ پھر حضرت غوث العصرؒ کنویں کے پاس ہی تشریف فرما ہو گئے اور اس بڑے لڑکے کو آپ نے پوچھا کہ "یہ کنواں کب کا ہے؟" اس نے جواب دیا کہ "یہ کنواں جلال الدین اکبر بادشاہ کے زمانے کا ہے" اس کے بعد سب احباب وہاں سے رخصت ہوئے اور میں (محبوب عالمؒ) سب دوستوں کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

میں نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو نہ کنواں تھا اور نہ ہی وہ بچے بلکہ چٹیل میدان تھا۔ میں نے سب دوستوں کو کہا کہ دیکھو وہ کنواں کہاں ہے؟ سب نے مڑ کر دیکھا تو کنویں کا کوئی نشان نہ تھا۔ حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا " دوستو آپ کو پانی پینے سے غرض تھی یا کنویں سے؟ چلتے چلو اور کنواں مت دیکھو" ہم نے پھر عرض کیا کہ "حضور وہ لڑکے کون تھے؟" آپ نے فرمایا "جس کو میں نے پوچھا تھا کہ یہ کنواں کب کا ہے وہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے اور دوسرے حضرت الیاس علیہ السلام تھے"۔ ہم نے دوبارہ عرض کیا کہ "حضور اگر آپ ہم کو اس وقت ارشاد فرما دیتے تو ہم بھی ان کی زیارت کے ساتھ ساتھ ان سے گفتگو کر لیتے" آپ نے فرمایا "میں نے تو اسی واسطے ان سے پوچھا تھا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ یہ چھوٹا سا لڑکا جلال الدین اکبر بادشاہ کا زمانہ کیسے جانتا ہے اور تم نہیں سمجھ سکے تو اس میں میرا کیا قصور' وہ کنواں تو صرف آپ لوگوں کی پیاس بجھانے کے لئے ظاہر کیا گیا تھا۔"

حضرت غوث العصرؒ کی اس کرامت میں علوم خفیہ کے بہت سے مسائل جمع ہو گئے ہیں اول یہ کہ وقت کوئی جامد چیز نہیں اور دوم یہ کہ وقت پیہم رواں دواں ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی اصل کے لحاظ سے ماضی حال و مستقبل پر محیط ایک نوری لمحہ ہے اور غوث وقت ہی وقت کی اس لازمانی تکوینی صورت کا مشاہدہ کرا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا کنواں واقعتاً عہد اکبری میں موجود تھا جو بعدازاں ختم ہو گیا لیکن حضرت غوث العصرؒ کے تصرف سے وہ دوبارہ اسی مقام پر مشہود ہو گیا۔ یہی حقیقت العصر ہے کہ عصر درحقیقت وہ نوری تجلی ہے جس سے ازل اور ابد دونوں معرض اظہار میں آئے ہیں اور یہ روح عصر اپنی اصل کے اعتبار سے نور محمدیؐ کے ظہور کے بعد اور کون و مکان کی وسعت سے قبل کے نوری عصر سے تعلق رکھتا ہے جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے یوں دی ہے کہ "آسمان بند تھے اور ان کو کھول دیا گیا" کیونکہ تمام زمانے حقیقت العصر یعنی جلوہ نور محمدیؐ سے ظہور میں آئے ہیں چنانچہ اس لحاظ سے وقت صفات الٰہی سے قائم ہے بلکہ خود ایک الٰہی صفت ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا "وقت کو برا نہ کہو وقت خود خدا ہے" یہاں خدا بہ معنی ذات کے بجائے بمنزلہ صفت کے ہے جیسا کہ خدا کے تمام اسماء صفات خدا کے نام ہی کہلاتے ہیں حالانکہ وہ صفاتی نام ہیں۔

سبحان اللہ حضرت غوث العصرؒ نے حقیقت العصر کا مشاہدہ نسبت اویسی کے جلال و جمال کے ساتھ اور فیضان نبویؐ و معرفت مقام نبویؐ کی وسعتوں کے حوالے سے پیش کیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ آپ غوث العصرؒ تھے جو حقیقت العصر تک رسائی اور حقیقت العصر کے ذریعے تصرف زمانہ پر قدرت رکھتے تھے آپ فنافی اللہ باقی باللہ تھے گویا خود اس وقت کی ایک تجلی میں ڈھل چکے تھے جو مقربین کے لئے خاص ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا "میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کوئی نبی مرسل اور مقرب فرشتہ شامل نہیں" اور حضرت امام شافعیؒ سے یہ قول منقول ہے کہ "وقت تلوار ہے" گویا یہ سلسلہ روز و شب رات دن ماہ و سال وصدی کی صورت میں جو ہم کو نظر آتا ہے یہ وقت کا اظہار ہے نہ کہ بذات خود وقت' وقت کو ماہ وسال میں مقید نہیں کیا جا سکتا یہ ایک مسلسل متحرک ازل ابد کو گھیرنے والی ایک برقی لہر ہے جو حقیقت کائنات بھی ہے اور ذریعہ ظہور کائنات بھی یہ ایک نور ہے جو نور محمدیؐ کی وہ تجلی ہے جس سے کل موجودات تخلیق کی گئی ہیں۔ یہ وہ قدر ہے جو انسان اور کائنات کے درمیان قدر مشترک ہے جس کے باعث انسان کائنات کے لئے اور کائنات انسان کے لئے اجنبی نہیں یہ انسانی زندگی کی بنیاد اور انسان کے احاطہ وجدان میں صفات الٰہی کو منکشف کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔

یہ وقت ایک ایسی براق تلوار ہے جو ان تمام اجزاء و عناصر کو ہر لحظہ لخت لخت کر رہی ہے جو حقیقت العصر (حقیقت محمدیؐ یعنی نور خدا) کی معرفت و قرب سے محروم ہیں۔ کیونکہ بقا کا تصور اسکے سوا کچھ نہیں کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی اس قدر اطاعت و محبت میں زندگی گزرے کہ انسان کے قلب و نظر میں وہ وقت جسے حضورؐ نے "لی مع اللہ وقت" فرمایا ہے کی معرفت انسانی روح سے ہم آہنگ ہو جائے اس کے علاوہ بقا کا کوئی تصور نہیں بلکہ وقت ایک بے رحم تلوار کی طرح ہر عنصر مادی و عقلی کو قعر فنا میں گرا رہا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے انہی معنوں میں کہا ہے۔

سلسلہ روز و شب نقش گرِ حادثات | سلسلہ روز و شب اصلِ حیات و ممات
سلسلہ روز و شب تارِ حریرِ دو رنگ | جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ مجھ کو پرکھتا ہے یہ | سلسلہ روز و شب صیرفیٔ کائنات

آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر | کارِ جہاں بے ثبات کارِ جہاں بے ثبات
اول و آخر فنا باطن و ظاہر فنا | نقشِ کہن ہو کہ نَو منزلِ آخر فنا

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام | جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام ۔ تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام ۔ عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا
مصطفیٰ عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام ۔ عشق دمِ جبرئیلؑ عشق دلِ

عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام ۔ عشق فقیہِ حرم عشق امیرِ جنود
عشق سے نورِ حیات عشق سے نارِ حیات ۔ عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات

اس تمام توضیح کا ماحصل یہ ہے کہ حضورؐ کا قرب تبشیر بہشت اور حیات دوامی ہے اور حضور سے دوری اور آپ کے مقام اعلیٰ سے نا آشنائی حجاب کی وعید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرامؒ نے معرفت الٰہی کے لئے عشق رسولؐ کی اہمیت پر بہت اصرار کیا ہے اور ہر طرح سے مقام مصطفیٰ کے عرفان کو وجدانی و روحانی اور علمی و برہانی صورت میں مخلوق خدا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ جس نور سے کل موجودات کی تخلیق ہوئی ہے انسان اس نور کے قریب ہو کر حقیقی معنوں میں انسان بن سکے اور نجات پائے۔ مخدوم العصرؒ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

یا رسولؐ اللہ حبیبِ کبریاء خیر الوریٰ ۔ نقطہ اک تعریف تیری کا ہے لولاکَ لَما
ذات احدیّت نے چاہا جب کرے اپنا ظہور ۔ سب سے پہلے نور تیرا جلوہ گر حق نے کیا
بحرِ وحدت کبریائی کا ہوا جب موجزن ۔ خلق تیرے نور سے حق نے کئے ارض و سما
عینِ منظر کبریائی کا ہوا جلوہ فروز ۔ ذرہ ذرہ نور تیرے سے ہوا ماہِ لقا
نورِ خورشیدِ نبوّت جب ہوا جلوہ فگن ۔ ہر طرف ظاہر ہوئی عالم میں شانِ کبریا
عرش وکرسی آسماں تیرے ہوئے حلقہ بگوش ۔ اے امامُ الانبیاءؑ اے معدنِ نورِ خدا
سیدِ عرب و عجم ہے یا نبیؐ تیرا لقب ۔ تیرا ہمسر حق تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا
پاسباں دربار تیرے کا ہوا روح الامینؑ ۔ لیلِ اسریٰ میں ترے عرشِ بریں تھا زیرِپا
دیدۂ حق الیقیں حاصل ہے تیری دید سے ۔ حالتِ اہلِ حقیقت کا ہے تو ہی آشنا
رحمتہؐ للعالمینؐ ہے نامِ نامی اے کریم ۔ گوشۂ چشمِ کرم کیجے ادھر بہرِ خدا

سبحان اللہ غوث وقت کی یہ شان ہے کہ وہ انسان کے دل و روح کو ماہ و سال کے شکنجوں سے چھڑا کر معراج حقیقت العصر کا عارف بنا دیتا ہے اور معراج حقیقت العصر حضورؐ کا تقرب و معرفت اور باب رحمت ہے جس سے انسان کے دل میں اس محبت کا عکس مرتسم ہوتا ہے جو محبت اللہ کو نبیؐ سے ہے یہ وہ نسبت اویسی ہے کہ جس کی شدت اور جلال کی نگہداشت اللہ ذوالجلال والاکرام خود کرتا ہے اور انسان باوجود قرون آخر سے تعلق رکھنے کے حضورؐ کے زمانۂ ظہور نبوت کے اس جوش و جذبے سے مشرف ہوتا ہے جو اصحاب رسولؐ کے نصیب میں تھا۔ حضورؐ نے فرمایا "میرا عصر بہترین

ہے" اور مفسرین قرآن اس حقیقت کا واضح اظہار فرماتے ہیں کہ "والعصر" درحقیقت حضورؐ کے زمانے کے لئے ہے۔

اصحاب کی محبت حضورؐ کے زمانہ ظہور نبوت سے تعلق رکھتی ہے اسی لئے "بہترین عصر" کا جوش و جذبہ دل میں بیدار ہونا درحقیقت کسی غوث وقت کی نگاہ کریمانہ کا ہی فیضان ہے اور حضرت غوث العصرؒ نے نسبت اویسی کی تجلیات سے اپنے مریدین کو ایسا مقرب بارگاہ رسولؐ اور مقبول بارگاہ حق بنا دیا کہ ظلمت کدہ ہند میں والعصر سے اجالا کر دیا۔ مخلوق خدا کے دلوں کو غفلت سے نجات عطا کی، قول حق اور صبر جمیل کی نصیحت کی اور قرون اولیٰ کی محبت میں اس قدر محو کر دیا کہ اصحاب رسولؐ کی محبت کی تجلیات اس قرون آخر میں جلوہ نما ہوئیں، وہ عاشقان رسولؐ ہیں جنہوں نے ہر چیز کو حضورؐ کے خیر قرونی پر قربان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "قسم ہے عصر کی بے شک انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو (والعصر پر) ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو سچائی اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے رہے"۔

غوث العصرؒ عاشقِ خاتم الانبیاءؐ حضرت غوث العصرؒ ایسے عاشق خاتم الانبیاءؐ تھے کہ حضور نبی کریم حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و معرفت آپ کے رگ و پے میں سرایت کی ہوئی تھی اور مقام مصطفیٰ کی تجلیات آپ کے ہر قول و فعل سے ظاہر تھیں۔ آپ کو مقربین بارگاہ رب ذوالجلال میں وہ ذوالکرم مقام حاصل تھا کہ آپ کا سینہ اقدس علم لدنی کا گنجینہ راز تھا۔ آپ کی چشم بصیرت پر ماضی و حال و مستقبل کے حادثے اور انعام روشن تھے۔ حضرت غوث العصرؒ کا کردار ہر طرح سے اصحاب رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرامؒ کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔

بعالم بیداری زیارت رسولؐ کے بعد آپ کو شرف صحابیت نصیب تھا البتہ اصحاب رسولؐ کے ادب و احترام کی بنا پر آپ کو صحابی نہیں لکھا جاتا کیونکہ صحابی رسولؐ کی اصطلاحی صورت میں ظاہر و باطن کے ساتھ قرون حضورؐ عہد صحابہؓ میں شامل ہونا سند ہے لیکن عشق مصطفیٰ میں آپ جس عشق اویسؓ و بلالؓ کے مظہر تھے اور جس طرح بعالم بیداری آپ کو زیارت رسولؐ اللہ حاصل ہوئی اس نعمت اعلیٰ نے آپ کو سربسر اخلاق اصحاب رسولؐ پر فائز کر دیا تھا چنانچہ آپ کے ارشادات حکمات دین اسلام کی شہادت تھے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ جس طرح سکھوں کے گورو حضرت میاںمیر بالاپیر رحمتہ اللہ علیہ کے فیض یافتگان اور عقیدت مند تھے اسی طرح سلسلہ حضرت میاںمیرؒ کی مناسبت سے سکھوں کے وحدت پرست بھگت، ہندو امراء اور حکمران حضرت غوث العصرؒ کے نہایت عقیدت مند تھے خاص طور پر مہاراجہ پرتاپ سنگھ آپ کا بہت عقیدت مند تھا اور آپ کے ارشادات سے مستفیض ہونے کے لئے آپ کو ریاست میں دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ راجہ پرتاپ سنگھ کی

دعوت پر حضرت غوث العصرؒ جموں تشریف لے گئے وہاں راجہ پرتاپ سنگھ کے معالج خاص حکیم نورالدین لاہوری نے راجہ پرتاپ سنگھ سے گذارش کی کہ آپ حضرت غوث العصرؒ سے میری سفارش کریں کہ مجھے مرید کرلیں اور بیعت سے مشرف فرمائیں۔ راجہ پرتاپ سنگھ نے دست بستہ یہ التجا حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے زبان حق ترجمان سے ارشاد فرمایا "اے پرتاپ سنگھ، محمد عمر روز قیامت بارگاہ خداوندی سے یہ نہیں سننا چاہتا کہ محمدؐ عمر تمہارا ایک مرید مرتد ہو کر مرگیا اور یہ وہ شخص ہے جس کے سبب عنقریب میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں ایک بہت بڑا فتنہ اٹھے گا اور یہ اس کا سرغنہ ہو گا اس لئے میں اس کو اپنی بیعت میں قبول نہیں کر سکتا" تاریخ شاہد ہے کہ حضرت غوث العصرؒ کے ارشادات حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئے اور بعد ازاں حکیم نورالدین لاہوری اور مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ نے جو فتنہ پیدا کیا وہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے پریشانی کا باعث بنا۔

صد سرورِ قلب و جاں ہیں حضرتِ خواجہ عمرؒ حضرت غوث العصرؒ اہل ارادت عقیدت شعاروں کے لئے ظل ذوالجلال والاکرام تھے۔ آپ نے لاتعداد لوگوں کو علم الیقین سے حق الیقین تک پہنچایا اور طریق صوفیاء کو عارفانہ براہین سے واضح فرمایا۔ ایک واقعہ ہے کہ حضرت غوث العصرؒ کے ایک مرید و خلیفہ حضرت میاں امام الدینؒ کے ہاں ایک ضیافت تھی اور حضرت غوث العصرؒ بھی مدعو تھے کہ آپ نے احباب کے لئے حقہ تازہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا چنانچہ حضرت امام الدینؒ نے ایک خادم کو حقہ بھرنے کے لئے کہا۔ وہ خادم حقہ لے کر اس جگہ گیا جہاں دیگیں پک رہی تھی اس نے بے توجہی سے ایک بڑا سا انگارہ حقے کی چلم پر رکھا اور اس کو توڑنے کی خواہش میں اپنا ہاتھ جلا بیٹھا اور آبلے پڑ گئے۔ اس خادم نے چلم وہیں رکھی اور حضرت غوث العصرؒ کے حضور عرض کیا کہ "حضور میں نے مسئلہ سنا ہے کہ دنیاوی آگ دوزخ سے لائی گئی ہے اور لانے سے پہلے اس کو سات ہزار مرتبہ رحمت کے پانی سے دھویا گیا ہے جب ہمیں یہی آگ جلاتی ہے تو ہم دوزخ کی آگ سے کیسے بچ سکیں گے؟" یہ بات سن کر حضرت امام الدینؒ نے اپنے خادم کو جھڑکا کہ ایسی گفتگو سوء ادب ہے۔

یہ سن کر حضرت غوث العصرؒ نے حضرت امام الدینؒ سے فرمایا "بیٹا سچی بات کر رہا ہے اس سے ناراض ہونے کی بجائے اس کے دل کی تسلی ہونی چاہئے" حضرت غوث العصرؒ نے خدام کو حکم دیا کہ "اس خادم کو اٹھا کر اسی آگ کے الاؤ میں بیٹھا دو۔" چند خدام نے اس خادم کو اٹھایا اور بھڑکتی آگ میں بٹھا دیا پہلے تو وہ شخص چیخا چلایا مگر بعد میں جب آگ نے اسے کوئی تکلیف نہ دی تو خاموشی سے آگ میں بیٹھ گیا۔

کچھ دیر کے بعد حضرت غوث العصرؒ کمرے سے باہر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا

"بیٹے اب اٹھ جاؤ تمہارے دل کی تسلی مطلوب تھی ہو گئی" چنانچہ وہ خادم آگ سے باہر نکل آیا اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت غوث العصرؒ نے نگاہ کریمانہ سے اس خادم کے علم یقین کو حق الیقین میں بدل دیا جس سے اس خادم کا مغالطہ جاتا رہا۔ اس موقع پر حضرت غوث العصرؒ نے اہل ارادت کو بشارت دی کہ اہل اخلاص پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور وہ بہ وسیلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہشت میں ہوں گے۔

فخر سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت غوث العصرؒ غوث الاعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات دین و دنیا میں میزان حق کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی شان و عظمت کے منکرین خواہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں بارگاہ حق تعالیٰ اور دربار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں منظور نظر نہیں ہوتے۔ برصغیر میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فروغ کے ساتھ ہی بعض بد عقیدہ لوگ حضرت غوث الاعظمؓ کے ارشادات و کرامات پر جاہلانہ اعتراضات کرتے رہے ہیں اور اولیائے کاملینؒ نے ہر دور میں بدعقیدہ لوگوں کو علمی و برہانی طور پر جواب دیا ہے۔ حضرت غوث العصرؒ کی بابرکات شخصیت ہر طرح سے حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کی طرح سلسلہ عالیہ قادریہ کے لئے باعث صد فخر و ناز رہی ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ چند لوگوں نے حضرت غوث العصرؒ کے روبرو حضرت غوث اعظمؓ کی کرامات و براہین کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ "یہ جو حضرت غوث اعظمؓ کے بارے مشہور ہے کہ آپؓ اپنے دربار عالیہ قادریہ سے باہر بھی تشریف نہ لائے اور متعدد مریدین کے گھر ایک ہی وقت میں ایک رات ہی کو وعظ و تلقین بھی فرمائی کھانا بھی تناول کیا اور مغرب و عشاء کی نماز بھی ادا فرمائی ہم اس بات کی تصدیق چاہتے ہیں کیونکہ یہ کرامت خلاف عقل ہے کیونکہ اس قسم کا واقعہ پیغمبر اسلامؐ کے معجزات میں بھی نہیں ہے"۔ حضرت غوث العصرؒ اس وقت حجام سے ریش اقدس بنوا رہے تھے آپ چاہتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد بھی بیان کر سکتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا "یارسول اللہ میں گھر میں اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں" لیکن ان لوگوں کی سمجھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ ارشاد پاک نہیں آسکتا تھا اور وہ لوگ اس بات سے بھی بے بہرہ تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو سراپا معجزہ تھے اور آپؐ ہی سے حضرت غوث الاعظمؓ کو نائب دربار رسولؐ کا منصب اعلیٰ حاصل ہوا۔

حضرت غوث العصرؒ نے حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ کی طرح مشاہدہ کے ذریعے ان لوگوں کو جواب دیا کہ "مسئلہ آپ کو سمجھائے دیتے ہیں۔ یہ قریب ہی برگد کا درخت ہے سارے آدمی جا کر دو دو نرم پتے اتار لائیں" وہ لوگ جب پتے توڑنے گئے تو برگد کے درخت کے ہر پتے پر حضرت غوث العصرؒ نظر آ رہے تھے اور آپ کا حجام جو ریش اقدس کے خط بنا رہا تھا وہ بھی منعکس نظر آ رہا تھا۔ کسی شخص نے بھی پتہ توڑنے کی جرات نہ کی اور ہاتھ باندھ کر آئے اور قدموں میں گر گئے۔ آپ

نے ارشاد فرمایا "سناؤ مسئلہ سمجھ میں آ گیا" سب نے سر تسلیم خم کیا اور شان ولایت کا اعتراف دل و جان سے کیا۔ درگاہ معلٰی قادریہ حضرت غوث العصرؒ پر اس قسم کے برہانی مشاہدات زائرین کو اکثر ہوتے رہتے تھے اور وہ غلط فہمیاں جو بد عقیدہ مفسدین پھیلاتے تھے ان کا سد باب ہوتا رہتا تھا۔

عارفِ کامل امام و مقتدائے اہلِ دین حضرت غوث العصرؒ اپنے ارادت مندوں کو لاحاصل گفتگو سے سختی سے منع کیا کرتے تھے کیونکہ جن معاملات کا تعلق روحانی ارتقاع سے ہے ان کو خشک گفتگو کے ذریعے جس قدر بھی بیان کیا جائے الجھاؤ بڑھتا جاتا ہے اور علم الیقین عین الیقین کے درجے کو نہیں پہنچتا چہ جائیکہ حق الیقین کی منزل حاصل کرے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت غوث العصرؒ ایک بار مریدین کے پاس سیالکوٹ تشریف لے گئے اور چارپائی پر آرام فرما رہے تھے اور اصحاب محفل فرشی نشست پر براجمان مختلف مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔ اسی دوران موتوا قبل انت موتوا کا مسئلہ چل نکلا۔ آپ کے مرید و خلیفہ مولانا مولوی محبوب عالمؒ اس مسئلہ پر روشنی ڈال رہے تھے لیکن احباب کی سمجھ میں معاملہ کی حقیقی صورت گفتار سے نہ آ سکتی تھی چنانچہ جوش خطابت میں مسئلہ شریعت کے بیان سے نکل کر محض علت و معلول کے خاشاک میں الجھ گیا۔ حضرت غوث العصرؒ کو احباب کی اس تکرار سے کوفت ہوئی اور آپ چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا "بس کرو! بحث و تکرار مت کیا کرو۔ یہاں بحث و تکرار کا مقام نہیں ہے۔" سب حاضرین محفل خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "آؤ یہ مسئلہ میں تم کو سمجھاتا ہوں۔ دیکھو میرے ہاتھوں کی نبض چلتی ہے یا نہیں"۔

دو شخص اٹھے اور دیکھا کہ دونوں ہاتھوں کی نبضیں چلتی ہیں۔ پھر فرمایا "پاؤں کی نبضیں دیکھو" وہ دیکھیں تو وہ بھی چلتی تھیں پھر فرمایا "اب دیکھو" چنانچہ جب حاضرین محفل نے نبضیں دیکھیں تو ساکن تھیں۔ ہاتھوں اور پاؤں میں نبض کی حرکت رک چکی تھی اور حرارت سینے میں آ چکی تھی اور تمام وجود نبض سے خالی تھا۔ سب حاضرین محفل نے عرض کیا کہ "حضور مسئلہ ہماری سمجھ میں آ گیا ہے"۔ چنانچہ آپ اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھے اور روح تمام بدن میں پھیل گئی۔ عصر سے مغرب تک پوری محفل پر ایک متحیر کن عالم خاموشی طاری تھا۔

حضرت غوث العصرؒ نے بقا کی عملی تفسیر کے ذریعے غافلوں اور بحث و مناظرہ کرنے والے اور وقت ضائع کرنے کے شوقین حضرات پر حجت تامہ پیش کی کہ تسخیر ذات کے بغیر روح کا دروازہ نہیں کھلتا جس کے لئے زبردست قوت روحانیہ درکار ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ "اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ فلاح پاؤ" ظاہر ہے کہ ذکر جہر سے صرف غافل پتھر دل کو مائل ذکر کیا جاتا ہے اصل ابتدائے ذکر اللہ قلب سے ہوتی ہے اور ذکر قلبی کے بعد روحی دوسری ذکر ہی سے وہ لمحہ فلاح نصیب ہوتا ہے جہاں ذکر الٰہی بھی مقام قاب قوسین پر تمام ہو کر تجلیات حق کا ذریعہ بن جاتا ہے' درحقیقت اذکار کے

لئے خاموشی اور لحہ فکریہ درکار ہے جو بحث و تکرار کی ضد ہے۔ بحث و تکرار کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور بعض اوقات جب بحث و تکرار میں اپنی رائے پر اصرار غصہ و طیش کی صورت اختیار کر لے تو عقل کی روشنی بھی خانہ عقل سے کوچ کر جاتی ہے صوفیاء کا مشہور قول ہے کہ "حکمت کے دس حصے ہیں ایک حصہ تدریس میں اور نو حصے خاموشی کرنے میں ہیں" لحہ فکریہ کی تحصیل اذکار کو بتمامہ مکمل کرنے ہی سے ممکن ہے۔

حجتُ الاسلام حضرت غوث العصرؒ حضرت غوث العصرؒ سراپا حجت اسلام تھے۔ آپ نے بغیر تفریق رنگ و نسل و مذہب امن اور عبادت الٰہی کی تلقین کی اور اپنے کردار حق سے مسلمانوں کے جان و مال کو متعصب برہمن ازم سے بچایا اور اسی طرح ان بدعقیدہ مسلمانوں کو بھی راہ راست کی تلقین کی جو غیر مسلموں کے جان و مال کو مال غنیمت کی طرح ہڑپ کرنا چاہتے تھے۔ آپ کا پیغام وحدت تھا اور عمل حاصل وحدت چنانچہ آپ کے فیضان وجدان بالقرآن سے لاتعداد مسلمانوں نے حقیقت اسلام میں سرشاری اختیاری کی اور ان گنت غیر مسلموں نے اسلام کی اصل تعلیمات سے متاثر ہو کر اپنے قلوب سے اس تعصب کو مٹا دیا جو بدعقیدہ مفسدین نے پھیلا رکھا تھا۔

اسی طرح آپ نے ان تشدد پسند سکھوں کو بھی مسلمانوں کے احترام پر مائل کیا جو برہمن ازم اور فرنگی کی شہ میں آ کر بلاد پنجاب کو مسلمانوں کے جان و مال و املاک سے کھیل رہے تھے۔ اسی ضمن میں آپکے جلال باجمال سے متعلق ایک واقعہ یوں ہے کہ حضرت غوث العصرؒ اپنے مرید و خلیفہ سائیں عبداللہ شاہؒ سیالکوٹی کے ساتھ سفر میں تھے کہ قصبہ راجو کے کے قریب نماز کا وقت ہو گیا۔ قریب ہی ایک مسجد تھی اور علاقہ سکھوں کا تھا۔ حضرت غوث العصرؒ جب مسجد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مسجد میں سکھوں نے خچر اور گدھے باندھ رکھے تھے اور مسجد میں ہر طرف گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ حضرت غوث العصرؒ نے سائیں عبداللہ شاہؒ سے فرمایا "عبداللہ شاہ مسجد کو صاف کرو اور آذان کہو"۔ سائیں عبداللہ شاہؒ نے نہایت مشقت اٹھا کر مسجد کو صاف کیا اور آذان کہی۔

جب آذان کی آواز گلی کوچوں میں گونجی تو سکھ مسجد کے گرد اکٹھے ہو گئے اور حضرت غوث العصرؒ سے جھگڑنے لگے کہ آذان کیوں دی آپ نے فرمایا "ہم مسافر ہیں نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں آئے ہیں نماز پڑھ کر ہم سفر پر روانہ ہو جائیں گے۔" ایک سکھ جوان نے بڑے غصے اور رعب سے کہا کہ "میں اس کو نماز پڑھاتا ہوں" اور ڈنڈا ہاتھ میں لے کر آپ پر وار کرنے کی نیت سے آگے بڑھا۔ آپؒ نے توجہ فرمائی تو وہ سکھ اسی وقت زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اسی اثناء میں ایک دوسرا سکھ غصے سے آگ بگولا ہو کر سائیں عبداللہ شاہؒ کی طرف بڑھا۔ سائیں صاحب کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا کانہ تھا سائیں صاحبؒ نے کانہ بڑے زور سے زمین پر مارا تو وہ سکھ بھی زمین پر گرا اور تڑپتے ہوئے مرگیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر سکھوں نے دست بستہ ہو کر نظریں جھکا لیں اور التجا کی کہ

"ہمیں معاف کر دیجئے ہم اپنی غلطی پر نادم و شرمندہ ہیں اور ان دونوں پر نظر کرم کیجئے"۔

حضرت غوث العصرؒ نے ایک سکھ پر نظر کی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا مگر دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ "سائیں صاحبؒ نے کانے کی ضرب سے اس کی روح کو دریدہ کر دیا ہے اب یہ نہیں اٹھ سکتا" بعد ازاں حضرت غوث العصرؒ نے سکھوں پر توجہ کرم سے ان کو اسلام کی دعوت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام وحدت کچھ ایسی روحانی عظمت کے ساتھ بیان فرمایا کہ سکھوں کے دلوں میں خوابیدہ وحدت زندہ ایمان بن گئی اور تمام گاؤں ایک ہی وقت میں آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت غوث العصرؒ نے اس فقر مصطفائی کی تعلیم عام کی جو روح قرآن اور حقیقت العصر کی اویسی نسبتوں کی تجلیات کی امین تھی۔

درگاہ معلّی قادریہ سے تربیت حاصل کرنے والوں نے نہایت قلیل مدت میں اس سرچشمہ سخاوت معرفت سے فقید المثال مقامات روحانیہ حاصل کئے۔ حضرت غوث العصرؒ کی شخصیت نے اخلاق نبویؐ کا آئینہ اور منشائے حق کی حجت تامہ بن کر پورے برصغیر بالخصوص بلاد پنجاب میں نعمت عرفان سے معمور فرمایا۔ آپ کے مریدین کے سامنے حضرت غوث العصرؒ کا اسوہ عارفانہ' فیوضات شہنشاہ نجف الاشرفؓ اور عنایات شہنشاہ بغدادؒ کا وسیلہ تھا۔ درگاہ معلّی قادریہ کا جاہ و جلال رشک جاہ سکندر و دارا ثابت ہوا اور مخلوق خدا نے قرون آخریں میں قرون اولیٰ کی تجلیات عشق رسولؐ سے حیات دائمی حاصل کی۔ درگاہ معلّی قادریہ کی سخاوت بے کنار اور تصرف حق شعار سے اس درگاہ کی شہرت شہرہ آفاق ہوئی سبحان اللہ کہ آج صدہا برس گذر جانے کے بعد بھی اس درگاہ معلّی قادریہ کی تقاریب اعراس کے اشتہار بھی شائع نہیں کئے جاتے کیونکہ عشق رسولؐ دنیا سے بے نیاز اور شہرت و گمنامی سے ماوراء ہے۔

یہ درگاہِ معلّی شاہِ غوث العصرؒ ربانی — گلستانِ بہشت آثار مہر و ماہِ روحانی
یہ سنگ و خشت نور افزا زہے انعامِ یزدانی — میسر ہے یہاں پر اہل دل کو خرق برہانی
یہی ہے بارگہ عشق اویسؓ و حسن سلمانیؓ — خوشا عشقِ محمدؐ معدنِ زرتاج و سلطانی
ازل سے تا ابد جاری ہے رزمِ ظلم و نورانی — خداوند الاحد عشقِ محمدؐ نقشِ لاثانی
حصارِ غوث العصرؒ لامکاں رحمت کی ارزانی — جمودِ عقل پارہ اور نمودِ مہرِ ایمانی
تقدس یاب ہے ہر لحظہ جو گذرے بہ احسانی — بلند از آسماں اورنگ تیرے در کی دربانی

کمالِ مہر و مہ کُندن جمالِ نطقِ حسانیؓ
محبت جسکی آفاقی سخاوت جس کی رحمانی

حضرت غوث العصرؒ اور فضائلِ شخصیت

غوث العصرؒ حضرت خواجہ محمدؒ عمر عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک زندہ شہادت تھے۔ آپ کا ہر عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ طیبہ کے عین مطابق اور اخلاق عظیم پر مبنی تھا۔ آپ وہ فنا فی اللہ باقی باللہ تھے کہ آپ کی بارگاہ سخاوت معرفت کی ایک دنیا میں دھوم تھی۔ آپ کا طریق تربیت امام سلسلہ حضرت سیدنا میاں میر بالا پیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے عین مطابق تھا۔ آپؒ زہد و ورع و تقویٰ و تجرید و تفرید میں بے مثال اور شفقت و سخاوت میں لازوال اور ہمت و جرات و ایثار میں صاحب جلال و جمال تھے۔ نشست و برخاست اور خورد و نوش میں سادگی پسند اور تواضع و توقیر میں سیر چشم تھے۔ اہل ارادت اور دیگر اہل خاندان پر تا زندگی جود و بخشش آپ کی عادت اور عفو و درگذر معمول تھا اور مہر و وفا پر استقامت آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی۔ آپ کے وجود اقدس سے ہزاروں کرامات کا صدور ہوا لیکن آپ کی شخصیت کی اصل پہچان سراپا آئینہ جمال مصطفیٰ ہونا ہے۔ سبحان اللہ کہ آپ کے جود و بخشش اور مہر و عطا میں قرون اولیٰ کے اہل ایقان کی تجلیات جلوہ ریز تھیں۔

آپ نے اپنے پیر و مرشد فخر اصفیاء حضرت سخی احمد یارؒ کے اس عزم صمیم کی نگہداری کی کہ مخلوق خدا کو مجاہدات کی مشقت سے حتی المقدور بچایا جائے اور قوت روحانیہ و نگاہ کریمانہ سے منازل اذکار طے کرائی جائیں چنانچہ آپ نے نہ صرف اپنے پیر و مرشد کی شخصیت کو آئینہ اوصاف کے ساتھ

پیش کیا بلکہ مخلوق خدا کے سامنے ایک ایسی زندگی گذار کر دکھائی جس کے اذکار صرف قرون اولیٰ کے کتب السیر کا حصہ تھے۔ آپ اکثر نذرو نیاز قبول نہ فرماتے۔ آپ کی نظر میں مال دنیا اور جاہ و جلال ظاہریہ پر کاہ کی حیثیت سے بھی زیادہ حقیر تھے۔ آپ جب اہل ارادت سے نذرانہ وصول کرتے وہ درگاہ معلیٰ قادریہ کے درویشوں اور خدام کی تواضع و اخراجات کے لئے تقسیم فرما دیتے۔ آپ نے عنفوان شباب سے محنت و مشقت کے ذریعہ رزق حلال کمانے کی عادت اپنے وجود میں بہ ورثہ اجداد پائی تھی چنانچہ ساری زندگی قوت بازو سے رزق حلال کما کر کھایا اور دیگر غرباء سائلین کی ضرورتوں کو بھی پورا فرمایا۔ جب تک آپ کے صاحبزادے اور جانشین سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ روزگار کے معاملات اور کاروبار کو مکمل طور پر سنبھال کر کفایت خاندان کے قابل نہ ہوئے آپ نے مسلسل محنت و مشقت کی اور جب آپ کے صاحبزادے ہر طرح سے کاروبار سنبھالنے کے قابل ہو گئے تو پھر آپ نے جملہ اوقات کو دین اسلام اور معرفت حق کے فروغ کے لئے وقف فرما دیا۔

آپ طبعاً کم گو تھے لیکن جب کوئی مسئلہ شریعت و طریقت دریافت کرتا تو آپ کی فصاحت و بلاغت سے علمائے عصر کے خانہ ہائے عقل میں نور بصیرت کے مہروماہ روشن ہو جاتے۔ آپ کی نیند نہ ہونے کے برابر تھی بلکہ آپ تو موت کے لمحہ عوریدگی روح سے بھی اسی دنیا میں گزر چکے تھے اور بمنزلہ عقبیٰ آپ کے جسد اطہر اور روح منور کے باہمی فاصلے مٹ چکے تھے۔ آپ نے ساری زندگی روح قرآن کو اپنے عمل سے ثابت کیا اور حقائق و دقائق تصوف کو انفس و آفاق کی تسخیر کی صورت میں مشاہدہ کے طور پر پیش کر کے تصوف کی بہار لازوال کو نظریہ و عمل سے اس طرح ہم آمیختہ کیا کہ کوئی ایسا عقلی منطقی اور روحانی مسئلہ نہ تھا جو آپ نے اپنی محفل رشک کہکشاں میں روشن ستارے کی طرح آویزاں نہ فرمایا ہو۔

مریدین کی آزمائش حضرت غوث العصرؒ بعض اوقات امام سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت فخرانحیاءؒ کی طرح مریدین کی آزمائش بھی کیا کرتے تھے۔ یہ آزمائش استقامت زہد پیہم' عبادت اور قوت قلب و نظر کے حوالے سے کرتے تھے اگرچہ آپ اپنے مریدین کو اپنے احوال پر نگہدار تھے لیکن خود مریدین کے جوہر روحی کا مشاہدہ بھی مقصود تھا اور اس سے دیگر مریدین کی ہمت و استقامت کو جلا ملتی تھی۔ آپ عموماً ان مریدین کی آزمائش کرتے تھے جن میں کسی قدر ارتفاع احوال کے سبب احساس خود نموئی ہوتا چنانچہ ایسا احساس ممنوع نہیں ہے لیکن اس کے اظہار کے بغیر سالک اپنی جدوجہد اور ہمت کا مشاہدہ کرنے میں ناقص رہتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ کے مرید و خلیفہ حضرت سائیں عبداللہ شاہ سیالکوٹیؒ کی ایک آزمائش کا واقعہ یوں ہے کہ ایک روز حضرت غوث العصرؒ اپنے مرید سائیں عبداللہ شاہؒ سیالکوٹی کے پاس سیالکوٹ تشریف لے

گئے۔ بوقت شام پل ایک پر تشریف فرما تھے کہ دور ایک کے کنارے ایک سکھ چلا جا رہا تھا آپ نے فرمایا "عبداللہ شاہ اس کو واپس بلاؤ" سائیں صاحبؒ نے توجہ فرمائی تو سکھ پلٹ کر سائیں صاحبؒ کی طرف آنے لگا آپ نے پھر فرمایا "عبداللہ اس کو جانے دو" سائیں صاحبؒ نے پھر توجہ فرمائی تو وہ واپس جانے لگا۔ اسی طرح تین مرتبہ فرمایا اور سائیں صاحبؒ نے حسب الحکم توجہ باطنی سے سکھ کو واپس پلٹا کر جانے دیا۔ اس موقع پر حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "عبداللہ تم اس قابل ہو گئے ہو کہ تمہیں خرقہ خلافت عنایت کر دیا جائے کیونکہ اب تمہاری تکبیر کافروں پر چلتی ہے۔"

عجز و انکسار اور پردہ پوشی حضرت غوث العصرؒ کی طبع اقدس عجز و انکسار اور پردہ پوشی کی بہترین مثال ہے آپ کی زبان اقدس سے کبھی کوئی جملہ مفاخرانہ و متکبرانہ سننے میں نہ آیا۔ آپ ہر حال میں راضی بہ رضائے الٰہی رہتے تھے اور نہایت سادگی و قلندرانہ روش کے قائل تھے۔ حضرت غوث العصرؒ نے زندگی بھر جو مجاہدات کئے ان کا تصور بھی عام سالک نہیں کر سکتا اس کے باوجود کہ آپ اپنے مجاہدات میں بفضل تعالیٰ کامیاب ہوئے اور منزل مقصود یعنی دیدار رسولؐ اللہ بعالم بیداری حاصل ہوئی اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کی منازل ارفع کو پہنچے لیکن آپ کا عجز و انکسار اور عفو و درگذر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا آئینہ اور اخلاق رسولؐ کی اتباع کاملہ کی شہادت تھا۔ آپ اپنے مریدین کو سادگی، عجز و انکسار اور سیر چشمی کی اکثر تلقین فرمایا کرتے تھے کہ سالک کا تکبر اس کی منازل روحانیہ میں سدراہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں سخت ترین مجاہدات بھی اس وقت تک مقبول نہیں ہوتے جب تک سالک کے دل میں عاجزی اور انکساری کا ڈیرہ نہ ہو۔

حضرت غوث العصرؒ کی عاجزی و انکساری اور پردہ پوشی کے ضمن میں ایک واقعہ یوں ہے کہ حضرت غوث العصرؒ کے ایک مرید و خلیفہ حضرت خدا داد بھٹیؒ نے آپ کو دعوت طعام کے لئے عرض کیا اور آپ نے وعدہ فرماتے ہوئے کہا کہ "میں مقررہ دن پر خود آؤں گا تم لینے نہ آنا۔" لیکن جب مقررہ دن آیا تو خدا داد بھٹیؒ کو یاد نہ رہا کہ آپ کی دعوت کا مقررہ دن آن پہنچا ہے۔ خدا داد بھٹیؒ اور ان کی اہلیہ جب کھانا کھا چکے تو دروازے پر حضرت غوث العصرؒ نے دستک دی اور آواز دے کر بلایا۔ خدا داد بھٹیؒ بہت پریشان ہوئے اور سخت شرمساری محسوس کی۔ دونوں میاں بیوی آپ کے استقبال کے لئے دروازے پر آئے اور قدم بوسی کی اور آپ کو کمرے میں بٹھایا اور دست بستہ عرض کیا کہ "حضور مجھے دعوت یاد نہیں رہی تھی معافی کا خواستگار ہوں" بھٹی صاحبؒ کی اہلیہ فوراً کھانا پکانے میں مصروف ہو گئی لیکن آپ نے خدا داد بھٹیؒ سے فرمایا "تردد مت کرو میرے لئے روٹی کے باقی ماندہ ٹکڑے ہی کافی ہیں" میاں بیوی دونوں نے عجز و التماس کیا لیکن آپ نے باقی ماندہ روٹی کے ٹکڑے طلب فرمائے چنانچہ انہوں نے نہایت ندامت سے حسب الحکم روٹی کے باقی ماندہ ٹکڑے پیش

کر دیئے اور آپ کھانے لگے اور زبان زہد تمام سے ارشاد فرمایا "خدا کا احسان ہے کہ آج لقمے بنے بنائے مل گئے ہیں توڑنے نہیں پڑے"۔

بشارتِ حشر حضرت غوث العصرؒ اپنے اہل ارادت کو اعمال صالحہ کی اکثر تلقین فرمایا کرتے اور آپ کے مریدین آپ کے ارشادات کو جواہر زاد آخرت سمجھ کر اپنے قلوب میں بساتے اور روز و شب مجاہدات کے شوق میں کھانا پینا سونا اور دیگر مرغوبات سے اپنے آپ کو بچاتے لیکن یہ سب کچھ ان کے جذبہ عشق الٰہی کے جوش سے ظاہر ہوتا اور ان کو کبھی بدنی طور پر تکالیف نہ اٹھانا پڑتیں۔ حضرت غوث العصرؒ بذات خود اسقدر کریم النفس تھے کہ آپ سخت مجاہدات کا حکم نہ فرماتے تھے بلکہ مریدین عشق حق سے بے قابو ہو کر اس قدر اذکار میں محویت اختیار کرتے کہ روح کی آنکھیں کھل جاتیں اور جان و دل نجات پا جاتے ایسے صاحبان اخلاص کے لئے حضرت غوث العصرؒ بشارت حشر پیش کرتے۔ حضرت غوث العصرؒ کی عادت تھی کہ ہر آنے والے کا نام اور پتہ دریافت کیا کرتے تھے اس میں بھی یہ رمز پوشیدہ تھی کہ زائر ارادت میں اپنے نام اور مقام کے آئینے میں اپنی حقیقت سے خود اپنی زبان سے اقرار کرتے ہوئے آشنا رہے۔

سیّد زادے کی فہمائش حضرت غوث العصرؒ سراپا کرامت تھے آپ ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر مخلوق خدا کو فیض پہچانے پر قادر تھے اور اس کے ساتھ ساتھ صوفیاء کو بدنام کرنے والوں کی فہمائش بھی اچھی طرح فرمایا کرتے تھے۔ درگذر اور صلح کل آپ کا شیوہ تھا لیکن مخلوق خدا کے لئے جو لوگ باعث آزار ہوتے وہ اکثر آپ کی فہمائش کے سزاوار ہوتے تھے اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ سید بوٹے شاہ نامی ایک پیر تھے نوشاہیہ سلسلہ میں اپنے آپ کو بیعت بتاتے تھے مگر مکر و شعبدہ ان کی عادت تھی اور ریاست جموں علاقہ ڈوگر میں بہت سے لوگ ان کے عقیدت مند تھے۔ ایک روز انہوں نے دیکھا کہ ایک مست فقیر ایک ویرانے میں بیٹھا ہے اور لوگ اپنی مشکلات ان سے حل کراتے ہیں اور ان کی کرامات حد بیاں سے باہر ہیں چنانچہ بوٹے شاہ کے دل میں بھی خواہش ہوئی کہ میں قدم بوسی کروں لیکن جب قریب گئے تو اس مست فقیر نے ایک پتھر بوٹے شاہ کے ٹخنے پر مارا جس سے شاہ صاحب چلنے سے عاجز ہو گئے بڑی مشکل سے قریب گاؤں کی ایک مسجد تک پہنچے لیکن درد کی شدت انتہا درجہ تھی۔ اسی کیفیت میں نیند نے آن گھیرا اور سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ وہی مست فقیر کہہ رہا ہے کہ "سید ہو کر تم نے جو مکر و فریب کا جال پھیلا رکھا ہے وہ تمہارے شایان شان نہیں خدا کی بارگاہ میں تائب ہو جاؤ" چنانچہ بعالم خواب ہی شاہ صاحب انتہائی ندامت اور پشیمانی سے تائب ہو گئے اور ان مست فقیر سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ اس مست فقیر نے کہا "ہم نے شیطان کے پاؤں کو توڑ دیا ہے اور اگر تو شیطانیت سے باز نہ آئے گا تو تمام زندگی لنگڑا ہی رہے گا اور اگر واقعی باز آئے گا تو تندرست ہو جائے گا۔ یہ پیری مریدی چھوڑ دو اور مزدوری کر کے کھایا کرو اور

ذکر الٰہی اس طرح کیا کر" اس مست فقیر نے بعالم خواب ہی شاہ صاحب کو مشغول بہ ذکر اللہ فرما دیا اور چلے گئے۔

جب صبح کو شاہ صاحب بیدار ہوئے تو شدید زخمی پاؤں کامل توبہ کی برکت سے بالکل تندرست تھا چنانچہ اللہ سے توبہ کی تجدید کی اور شکر ادا کیا۔ کچھ دنوں کے بعد سید بوٹے شاہ لاہور آکر مزدوری کرنے لگے اور بعد ازاں معماروں کا کام سیکھا اور رزق حلال کی برکت سے روحانی مقامات میں ترقی کی اور لاہور میں خوشحال زندگی گزارنے لگے۔ انہی دنوں حضرت غوث العصرؒ لاہور تشریف لائے تو شاہ صاحب نے جب معمار ساتھیوں سے آپ کی شان و عظمت کا تذکرہ سنا تو بغرض زیارت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جب آپ کے رخ روشن پر نگاہ پڑی تو یہ وہی صورت تھی جسے مست فقیر کے روپ میں اور بعد ازاں خواب میں فہمائش کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ شاہ صاحبؒ نے اپنے ساتھیوں سے استفسار کیا کہ کیا یہ بزرگ کبھی مست بھی رہے ہیں؟ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ "نہیں حضور تو ہمیشہ سے سالک ہی چلے آتے ہیں۔" شاہ صاحب کو بے حد حیرت ہوئی اور دل کی طرف نگاہ کی تو بیعت کا تقاضا پایا چنانچہ آپ کے سامنے آکر سید بوٹے شاہ نے عرض کیا کہ "حضور مجھے راہ حق ہدایت فرمایئے" حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "راہ حق وہی ہے جو تجھے ہم نے مسجد میں ہدایت کی تھی" شاہ صاحب نے عرض کیا "وہ مست بزرگ آپ تھے؟" آپ نے فرمایا "ہاں مگر میں اس وقت صرف تیری خاطر مست بنا تھا کہ جب تو نے لوگوں کو خراب کر دیا اور تیری ہدایت کے لئے ہی پتھر مارا تھا" چنانچہ شاہ صاحب حضرت غوث العصرؒ کی بیعت سے مشرف ہو کر قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی منازل کو پہنچے۔

اہلِ ارادت کی نگہبانی حضرت غوث العصرؒ کے ایک مرید سائیں دل محمدؒ نئے نئے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو ان دنوں ایک مرتبہ چند احباب کے ساتھ حضرت غوث العصرؒ رسول نگر کے چمن پر اہل ارادت کے ہاں تشریف فرما تھے۔ سائیں صاحب کو معلوم ہوا تو بغرض زیارت رسول نگر کی طرف قدم بڑھایا۔ راستے میں حقے کی طلب ہوئی تو سوچا کہ قریب ہی سائیں گلاب شاہؒ مست کا ڈیرہ ہے وہاں چلوں اور حقہ پیوں بعد ازاں رسول نگر چلا جاؤں گا۔ جب سائیں دل محمدؒ سائیں گلاب شاہؒ کے ڈیرے پر پہنچے تو سائیں گلاب شاہؒ نے اس کو حقہ پینے کا اشارہ کیا۔ سائیں دل محمدؒ کے دل میں خیال آیا کہ گلاب شاہ واقعی مرد کامل ہے میری آرزو کو پہنچ گیا ہے ایسا ہی مرشد ہونا چاہئے۔ سائیں دل محمدؒ جب حقہ پی کر رسول نگر حضرت غوث العصرؒ کے حضور پہنچے تو ابھی کچھ فاصلہ تھا۔ حضرت غوث العصرؒ کے سامنے حقہ رکھا تھا آپ اس کے محفل میں پہنچنے سے پہلے ہی حقہ اٹھا کر سائیں دل محمدؒ کی طرف بڑھے اور سائیں کے سلام کے جواب میں اس کو حقہ تھماتے ہوئے کہا "یہ لے جو تمہارا مرشد ہے جو شخص تم کو حقہ دے وہ مرشد کامل ہے اور پیر ہونے کے قابل ہے" سائیں صاحب

یہ سن کر بہ دل و جان پشیمان و نادم ہوئے اور دست بستہ معافی کے خواستگار ہوتے ہوئے عرض کیا "حضور مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میرے دل میں وسوسہ گزر گیا تھا۔ آپ جیسا مرد کامل و اکمل روئے زمین پر نہیں" چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے سائیں صاحبؒ کی خطا کو درگذر فرمایا۔

نگاہِ رشکِ تجلیٔ طور حضرت غوث العصرؒ بعض اوقات صرف ایک نگاہ رشک تجلی طور سے غافلوں کو مشاغل ذکر اللہ فرما دیتے اور عشق الٰہی کے نور سے تن بدن کو منور فرما دیتے تھے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت غوث العصرؒ کے مرید و خلیفہ سید بوٹے شاہؒ کے پاس لاہور میں چند طوائفیں برائے علاج و دعا آتی رہتی تھیں اور بوٹے شاہؒ اکثر ان کو راہ ہدایت کی نصیحت کرتے لیکن وہ ہنسی میں اڑا دیتیں۔ ایک دن بوٹے شاہؒ نے ان طوائفوں کو نہایت شفقت و دل سوزی سے نصیحت کی اور خدا کا خوف دلایا لیکن انہوں نے کہا کہ "دام زلف ایسا ہے کہ جو بھی بندہ اس میں پڑ جاتا ہے زہد و ریاضت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے ہم نے اکثر ایسے بزرگ دیکھے ہیں کہ آخر ہمارے ہی خادم ہو جایا کرتے ہیں" اور چند درویشوں کے قصے بطور مثال پیش کئے اور کہا "آج کے دور میں ایسا کوئی درویش ولی نظر ہی نہیں آتا جو ہمارے جال سے نکل جائے اور ہمارے دام زلف سے بچ جائے" بوٹے شاہؒ کو طوائفوں نے درحقیقت یہ بات جتلائی کہ بوٹے شاہؒ کو جو اس قدر ان کی اصلاح کی فکر ہے یہ ہوس نصیحت بھی توجہ کے منتشر ہونے کی علامت ہے۔ اہل حق میں ہدایت بہ زبان حال اور روحانی طریق سے پھیلانے کی خواہش ہوتی ہے اور وہ "ہوس نصیحت" کے شکار ہوتے۔ بوٹے شاہؒ اگرچہ کامل درویش تھے لیکن وہ ان طوائفوں کے جواب کو خوب سمجھ گئے کہ نصیحت کامگار نہیں ہو سکتی چنانچہ بوٹے شاہؒ نے جواب دیا کہ "میں تو واقعی ایک حقیر و گنہگار ہوں مگر میرا پیر روشن ضمیر اللہ کے فضل سے اولیائے کرام میں سرفراز ہے جو تمہارے دام زلف کو ایک نظر میں پریشان کر سکتا ہے" یہ سن کر طوائفوں نے بوٹے شاہؒ پر بڑا زور دیا کہ اس بزرگ کو ہمارے پاس کسی طرح لاؤ تاکہ ہم انہیں دیکھیں۔ بوٹے شاہؒ نے کہا "وہ یہاں نہیں آ سکتے کیونکہ وہ ایک صوفی کامل مرد ہیں" انہوں نے اصرار کیا کہ "کسی طرح سے کسی بہانے ایک دفعہ ان کو یہاں لاؤ تاکہ ہم ان کو آزمائیں" بوٹے شاہؒ نے سوچا کہ اگر ایک بار حضرت غوث العصرؒ ان کے پاس تشریف لے آئیں تو شاید فضل الٰہی ہو جائے اور آپ کی نظر تقدیر ساز سے ان کی زندگیاں بھی بدل جائیں اور ہدایت نصیب ہو جائے۔

اس جذبہ سے وہ حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ "حضور ایک آدمی آپ سے ملاقات کی اشد خواہش رکھتا ہے مگر معذور ہے آ نہیں سکتا۔ اگر حضور بعد نماز مغرب لاہور تشریف لائیں تو عین کرم ہو گا۔" آپ نے منظور فرمایا اور لاہور تشریف لائے۔ شاہ صاحبؒ آپ کو ان طوائفوں کے گھر بالائے بام لے گئے اور عرض کی "حضور میں اس شخص کو اطلاع دیتا ہوں" اور خود بوٹے شاہ زینہ سے اتر گئے۔ طوائفوں نے زینہ کو مقفل کیا اور خود اوپر

چلی گئیں اور بڑی شوخی اور ناز و ادا کے ساتھ آپ کے پاس بیٹھ گئیں۔ حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "بوٹے شاہ کہاں ہے؟" انہوں نے کہا "وہ تو چلا گیا" آپ نے فرمایا "مجھے اس مکر کے جال میں پھنسا کر اس نے اچھا نہیں کیا" پھر فرمایا "اے لڑکیو! میرا دل سخت گھبرا رہا ہے مجھے پانی تو پلا دو ورنہ میری جان قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی" یہ کہنا ہی تھا کہ آپ چارپائی پر دراز ہو گئے۔ نہ نبضیں' نہ دل کی دھڑکن نہ سانس۔ وہ عورتیں سخت مضطرب اور پریشان ہوئیں۔ دوڑ کر پانی لائیں' منہ میں پانی ڈالا مگر حلق سے نہ اترا۔ چنانچہ اس گھبراہٹ کے عالم میں انہوں نے بوٹے شاہ کو فوراً خبر دی۔ وہ بھی آ گیا مگر بے فائدہ سب پر حیرانی و پریشانی سے سکتہ طاری تھا۔ شام کا وقت تھا کسی پر حال بھی ظاہر نہ کر سکتی تھیں اور گرفتاری و اقدام قتل میں سزا پانے کا بھی اندیشہ لاحق ہو گیا چنانچہ اسی پشیمانی و پریشانی میں ساری رات گزر گئی۔

جب فجر کا وقت ہوا تو حضرت غوث العصرؒ نے آواز دی کہ "وقت نماز ہے نماز کی ادائیگی کا انتظام کرو" آپ کی آواز سن کر سب کی جان میں جان آئی مگر سب حیران و ششدر کہ خدایا یہ معاملہ کیا ہے۔ سب طوائفیں ایک ساتھ آپ کے سامنے آئیں تو آپ نے ان کی طرف ایک نظر اٹھا کر دیکھا' ایک طوائف جس کا نام صاحب جان تھا' کی طرف جب دیکھا تو آپ کی نگاہ رشک تجلی طور سے اس کا دل ذاکر ہو گیا اور تن بدن کو آتش عشق الٰہی نے جلانا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے سب پر نگاہ فیض کی تو سب مشغول بہ ذکر اللہ ہو گئیں اور دل و جاں میں برے کام سے نفرت پیدا ہو گئی اور نہایت عاجزی و زاری سے تائب ہو گئیں چنانچہ آپ واپس چلے آئے۔ حضرت غوث العصرؒ کی ایک نگاہ ذوالکرم نے ان کی زندگی ہی تبدیل کر دی ہمہ وقت ذکر اللہ میں مشغول اور موسم سرما میں بھی پسینے سے شرابور رہتیں۔ اسی یاد حق میں ان کی باقی ماندہ زندگی گزری۔

امتناعِ تکلف حضرت غوث العصرؒ اپنے اہل ارادت کو ہمیشہ تکلف سے منع فرمایا کرتے تھے کیونکہ تکلف سے ایک تو تکلف کرنے والا عقلی و شعوری طور پر اپنی فطری نہج ارتقائی کی میزان پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا دوسرے یہ کہ جس شخص کے لئے تکلف کیا جاتا ہے وہ بھی دل ہی دل میں اس تکلف کی وجہ سے ایک غیریت کے احساس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بے ریائی اور سادگی سے نہ صرف زندگی متوازن ہوتی ہے بلکہ دل و دماغ تکلف میں اٹھائی گئی تکلیف سے بھی نجات پاتے ہیں۔

حضرت غوث العصرؒ تکلف میں خاص طور پر بلا ضرورت قرض اٹھانے سے حد درجہ متنفر تھے اور کسی تکلف کرنے والے کا تحفہ بھی قبول نہ کرتے تھے اس سلسلے میں ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جو بہت عمدہ مثال ہے۔ حضرت غوث العصرؒ کے ایک مرید سائیں دل محمدؒ نہایت عباد و زاہد اور انتہائی مفلس تھے لیکن ان کے دل میں حضرت غوث العصرؒ کی دعوت طعام کا بے حد شوق تھا۔ اکثر التجا کرتے آخر ایک دن آپ نے منظور فرمایا اور اس کے گھر تشریف لائے سائیں صاحب نے پیر و مرشد کی

دعوت کے شوق میں قرض اٹھالیا تھا اور قرض کی رقم سے دسترخوان پر طرح طرح کے لوازمات طعام سجائے ہوئے تھے۔ جب آپ نے کھانے پر ایک نظر کی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا "میں مسافر ہوں مجھ سے یہ قرض ادا نہیں ہو سکتا جو شخص قرض اٹھائے وہی ادا کرے میں صرف گھر کی روٹی کھاؤں گا نہ ہو تو تھوڑا سا پانی پی لوں گا" سائیں صاحب نے بہت منت سماجت کی لیکن حضرت غوث العصرؒ نے صرف پانی کا ایک گلاس پی کر دعا فرمائی اور واپس درگاہ معلیٰ کا قصد کیا۔

امتناع احساسِ اجنبیت حضرت غوث العصرؒ احساس اجنبیت کو عقل کی ناپختگی قرار دیتے تھے یعنی کسی شخص کو یہ زیبا نہیں ہے کہ کسی جگہ جائے اور اجنبیت کے احساس تلے دبا ہوا ہو گویا ایک گائے ہے جو گمشدہ ماری ماری پھر رہی ہے جبکہ سب سے بڑھ کر خبیر و بصیر اللہ کی ذات ہے جب انسان اللہ کی نظروں میں گمنام اور اجنبی نہیں ہے تو اپنے آپ کو کسی جگہ پر اجنبی نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ حیطہ اخلاق خدا میں شامل رہنا چاہئے کہ اس سے انسان کی طبعی تہذیب اور اخلاق اعلیٰ کا ثبوت ملتا ہے اور انسان کے احساس اجنبیت سے دیگر لوگوں کو بھی کوفت نہیں ہوتی۔ اجنبیت کے احساس سے بے نیاز ہونا ایک صوفیانہ صفت ہے۔

حضرت غوث العصرؒ اکثر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں اہل ارادت کے ساتھ فرشی نشست پر اس طرح دوستانہ انداز سے بیٹھے ہوتے تھے کہ باہر سے آنے والا امتیاز نہیں کر سکتا تھا کہ ان میں پیر و مرشد کون ہے۔ حضور نبی کریمؐ اصحاب رسولؐ میں اکثر گھل مل کر اس طرح بیٹھتے تھے کہ آنے والا اجنبی پہچان نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ایک دن حضرت غوث العصرؒ اپنے اہل ارادت میں فخر اغنیاء حضرت سخی احمد یار رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف پر فرشی نشست اختیار کئے ارشادات عالیہ سے محفل کو مستفیض فرما رہے تھے کہ حضرت غوث العصرؒ کے مرید و خلیفہ سائیں عبداللہ شاہؒ سیالکوٹی کا ایک مرید عرس شریف پر پہلی بار حاضر ہوا اور اپنے مرشد سائیں عبداللہ شاہ کی زیارت کے شوق میں اس کی نظریں ادھر ادھر سرگرداں تھیں اور اس کے دل و دماغ پر اپنے اجنبی ہونے کا احساس غالب تھا کہ حضرت غوث العصرؒ نے اس سے فرمایا "او لڑکے آ جا جسے تو تلاش کر رہا ہے (یعنی سائیں عبداللہ شاہؒ سیالکوٹی) وہ پیناکھ سے ہو کر چلا آتا ہے۔ تو مولوی امام بخش کا لڑکا ہے کانوا نلٹ سے آیا ہے" اس نے عرض کیا "جی ہاں" پھر آپ نے فرمایا "تیرا ایک بھائی بھی تھا جو اوائل جوانی میں فوت ہو گیا تھا اور تیرا باپ بڑھاپے کی حالت میں بصورت پریشانی حضرت فخر اغنیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ جا غم مت کر خداوند کریم تجھ کو فرزند ارجمند عطا فرمائے گا اور تو وہ لڑکا ہے جو حضرت فخر اغنیاءؒ کی دعا سے بوڑھے ماں باپ کے ہاں پیدا ہوا تھا" چونکہ یہ سارا واقعہ اس نوجوان میاں محمد علی نے اپنے والدین سے سن رکھا تھا اس لئے دست بستہ عرض کی "حضور بے شک میں وہی لڑکا ہوں" اس طرح اس نوجوان کا احساس اجنبیت جاتا رہا کہ اگرچہ سائیں عبداللہ

شاہ یہاں موجود نہیں لیکن وہ یہاں اجنبی نہیں ہے۔

جب نہیں گمنام تو علم خدا میں اے غریب
کون سا احساس ہے جس سے ہوا تو اجنبی

تو کتاب ہے باقی تمام تفسیریں حضرت غوث العصرؒ کی نگاہ ذوالکرم تقدیر ساز تھی۔ آپ سراپا روح قرآن اور سنت رسولؐ کے مایہ برہان تھے۔ حضرت غوث العصرؒ کے مرید و خلیفہ سائیں عبداللہ شاہ سیالکوٹیؒ سے ان کے ایک مرید و خلیفہ شیخ نور محمدؒ عرف میاں نھو نے سائیں صاحب سے درخواست کی کہ آپ حضرت غوث العصرؒ سے استدعا کریں کہ میرے نومولود بچے محمدؐ اقبال کی زبان پر لعاب دہن عطا فرما کر گھٹی کی فضیلت بخشیں اور بسم اللہ پڑھائیں چنانچہ ایک روز حضرت غوث العصرؒ سیالکوٹ تشریف لائے تو آپ نے سائیں صاحب کی استدعا پر شیخ نور محمدؒ کے بیٹے محمدؐ اقبالؒ کی زبان کو لعاب دہن سے مشرف فرما کر گھٹی کی فضیلت بخشی اور بسم اللہ پڑھائی چنانچہ نومولود محمدؐ اقبال حضرت غوث العصرؒ کے فیضان سے حکیم الامت شاعر مشرق اور علامہ محمدؐ اقبال کے نام سے مشہور ہوا اور ساری دنیا میں عظمت توحید' روح تصوف اور اسرار و رموز کائنات سے ایک اعلیٰ دبستان کی بنیاد رکھی۔ علامہ اقبالؒ کے دور میں بے شمار فلسفی' زبان دان' شاعر ادیب اور محقق تھے لیکن جس جوہر آبدار کا اظہار علامہ اقبالؒ کی شخصیت سے ہوا وہ سر بسر حضرت غوث العصرؒ کی نسبت اویسی کا فیضان تھا جس نے علامہ اقبالؒ اور ان کے خاندان کو ادبیات عالم میں لازوال بنا دیا۔ علامہ اقبالؒ نے حضرت غوث العصرؒ کے جانشین اور صاحبزادے سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ اور پوتے مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ سے بھی فیضان نظر کی تحصیل کی۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں حضرت غوث العصرؒ کی ذات بابرکات سے ایک کثیر مخلوق خدا دینی دنیاوی معاملے میں فیضیاب ہوئی۔ آپ کی دعا برکت سے جہاں ہزاروں قلوب تجلیات حق سے منور ہوئے وہاں لاکھوں مفلسوں کو تونگری اور بے شمار بے اولادوں کو اولاد نصیب ہوئی۔ ایسے واقعات بے حد و بے حساب ہیں۔ ایک واقعہ درج ذیل ہے کہ حضرت محمد محمودؒ ابن فخرالاحیاءؒ کے ایک دوست جو لاہور کے رئیس تھے اولاد سے محروم تھے۔ بہت سے درویشوں کی خدمت کر چکے تھے اور تعویذ اور علاج سے بھی مایوس ہو چکے تھے اور اہل خاندان کی طرف سے دوسری شادی پر مجبور تھے لیکن بیوی سے بے پناہ محبت ہونے کی وجہ سے دوسری شادی نہ کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ حضرت محمد محمودؒ کے توسط سے حضرت غوث العصرؒ کی بارگاہ ذوالکرم میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت غوث العصرؒ سجادہ نشینان درگاہ معلیٰ حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہاں رونق افروز تھے اور عرس کا موقع تھا چنانچہ اس رئیس نے آپ کو اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا اور آپ نے منظور

فرمایا۔ حضرت غوث العصرؒ دعوت پر تشریف لے گئے تو بعد از طعام اس رئیس کی بیوی نے حضرت غوث العصرؒ سے التجا کی کہ "حضور میرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے اور میرا خاوند دوسری شادی پر مجبور ہے خدارا مجھے موت کے منہ میں دے دیں یا اولاد عطا فرمائیں" یہ کہہ کر اس نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ آپؒ نے فرمایا "مت رو خداوند کریم قادر مطلق ہے تجھے لڑکا عطا فرما دے گا" مگر وہ عورت اپنے جذبات سے بے قابو مسلسل روتے ہی چلے جا رہی تھی۔ آپ نے پھر نگاہ کریمانہ سے اس کی حالت دیکھتے ہوئے تسلی دی کہ "مت رو بارگاہ الٰہی میں التجا کر اور میں بھی دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم تم کو لڑکا عطا فرمائے" مگر اس تسلی کے باوجود وہ عورت رونے سے باز نہ آتی تھی کیونکہ اس نے متعدد درویشوں کی خدمت کی تھی اور طفل تسلیاں سن چکی تھی، مسلسل روتی رہی اس پر آپ نے ارشاد فرمایا "تو نو ماہ بھی انتظار نہیں کر سکتی کیا اسی وقت چاہتی ہو؟" آپ کے ساتھ آپ کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے عورت کو رونے سے منع کیا اور کہا کہ اس گستاخی سے باز رہے چنانچہ عورت نے کہا "حضور نو ماہ انتظار کر سکتی ہوں" حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "جاؤ مالک فضل فرمائے گا۔" آئندہ سال جب حضرت غوث العصرؒ پھر حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف پر تشریف لائے تو وہ رئیس اور اس کی بیوی اپنے بچے کو سلام عرض کرانے کے لئے حاضر ہوئے اس وقت بچے کی عمر تین ماہ تھی۔ تین سو روپے نذرانہ پیش کیا جسے آپ نے درویشوں میں تقسیم فرما دیا اور اس کے خاندان کے لئے دعا فرما کر اجازت رخصت عطا فرمائی۔

نقوشِ پیکرِ اقدس حضرت غوث العصرؒ دراز قد، رنگ سنہری گیہوں جیسا، آنکھیں نہایت خوبصورت پر کشش، ابرو پیوستہ، چہرہ نہایت بشاش نورانی، پیشانی کشادہ، سینہ کشادہ، ہر عضو متناسب و قوی، انگلیاں دراز، قدم سبک رفتار، ریش اقدس بمطابق سنت رسولؐ مشت بھر، سر کے بال پیشانی سے مرکز دماغ تک موجود نہ تھے جو کثرت ذکر الٰہی سے جھڑ گئے تھے۔ صحت اقدس ۸۴ سال کی عمر میں بھی قابل رشک، کان آنکھیں دانت وغیرہ عالم پیری میں بھی بدستور کام کرتے تھے تمام زندگی قرآن حکیم کی تلاوت کسی ظاہری سہارے یعنی عینک وغیرہ کے بغیر کرتے رہے۔

آپ کا لباس بہت سادہ تھا قمیض تہبند اور دستار اقدس سفید پہنتے تھے۔ کبھی کبھی تہبند نیلے رنگ کا ہوتا تھا۔ حضرت فخر احیاءؒ نے آپ کو ایک ٹوپی تحفے میں دی تھی جو ساری زندگی دستار کے نیچے پہنتے رہے۔ سفر پر ہوتے تو آپ کے ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔ آپ کی شخصیت باطن کی طرح ظاہری طور پر بھی نہایت دل آویز اور باوجود سادگی کے مرعوب کن تھی۔ انعام حق کا جلال و جمال آپ کے نقوش پیکر اقدس سے ظاہر تھا۔

عاشقِ حق بجق بیافت وصال غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری قدس اللہ

اسرارہ تمام زندگی نسبت اویسی کی تجلیات سے مخلوق خدا کو نعمت معرفت سے سرفراز کرنے کے بعد ۸۴ سال کی عمر میں ۵ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۹۱ء ۲۸ ساون ۱۹۴۹ بکرمی کو بوقت تہجد دنیائے عارضی سے دارالبقا کی طرف رحلت فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ ؒ کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا مولوی محبوب عالم قادری ؒ اور آپ ؒ کے پوتے مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری ؒ نے آپ کے جسد اطہر کو غسل دیا۔ دوران غسل حضرت غوث العصر ؒ کے مرکز دماغ میں ذکر اللہ بدستور جاری و ساری تھا اور آنکھوں سے اشک پیازی کے قطرے رواں تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت مولانا مولوی محبوب عالم قادری ؒ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا "ہمارے شیخ معظم ؒ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں اور زبان حال سے فرما رہے ہیں کہ دیکھو میں تو اس دنیا سے رخصت ہو کر بھی خدا کی یاد میں مصروف ہوں اور تم جو زندہ کہلاتے ہو یاد الٰہی سے غافل ہو" تمام اصحاب نے سبحان اللہ اور کلمہ طیبہ کا ورد شروع کیا۔ غسل کے بعد آپ کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ مخلوق خدا میں سے کوئی اہل عقیدت کندھا دینے کی سعادت سے محروم نہ رہے۔

آپ کے جنازہ میں بے شمار مشائخ عظام' علماء کرام اور اہل ارادت کے علاوہ ہر مکتبہ فکر کے لوگ شامل ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کے سفر رخصت کے نظارے کے لئے غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی اور آپ کے تذکرہ خیر میں محو تھی۔ بعد از نماز جنازہ کلمہ شہادت و کلمہ توحید کی گونج میں آپ کو درگاہ معلی قادریہ میں آرام گاہ لحد میں اتارا گیا جہاں آپ کا روضہ انور آج بھی سرچشمہ فیوض و برکات اور مخزن انوار و تجلیات ہے اور مخلوق خدا چہار دانگ عالم سے بغرض زیارت حاضر ہوتی ہے اور آپ کے انعام سخاوت سے مستفیض ہوتی ہے۔ آپ کے قطعہ تاریخ وصال میں حضرت مخدوم العصر ؒ نے فرمایا۔

شیخنا شاہ عمر ؒ فرخ فال که خدا جوئے بود در همه حال

روز سه شنبه پنجیں تاریخ از محرم بحکم ربِ جلال

خواہد ہاتف بسالِ تاریخ اش

"عاشق حق تجلی بیافت وصال"

۱۳۰۹ھ

حضرت غوث العصر ؒ نے معرفت حق اور عشق رسول ؐ میں ایسی عظمت و بزرگی حاصل کی کہ اس کی نورانی تجلیات ماہ و سال کو طے کر کے پورے عہد کی آواز بن گئیں اور آپ ؒ کے تصرفات روحانیہ و عنایات عارفانہ سے جہاں اہل ایقان و وفا نے جادہ حق پر سفر حق اختیار کیا وہاں کثیر مخلوق خدا نے دنیاوی مصائب و آلام سے نجات حاصل کی اور امن و خیر' صلح کل اور عظمت انسانیت کی

بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ آپ کا نام سلسلہ عالیہ قادریہ کا وہ تجلی خیز مینار نور ہے جو عاشقان رسولؐ کے عزم مصمم کے لئے نقش فلاح دائمی اور محبان حضرت غوث الاعظمؓ کی خاطر حاصل زندگی اور مثال بندگی ہے بقول حضرت امیرالعصر رحمتہ اللہ علیہ۔

شاہِ شاہاں حضرتِ خواجہ عمرؒ فرخ لقا ناقصاں را پیر اکمل مظہرِ نورِ خدا
عارفِ کامل امام و مقتدائے اہلِ دین شیخِ شیخاں قطبِ دوراں عارفاں را پیشوا
قدوۂ اہلِ وصال و محرمِ رازِ دروں ہادی راہ حقیقت مشعل فقر و فنا
بحر بے پایان عرفاں مطلع انوار حق عالم علمِ لدنی شاہِ اقلیمِ رضا
حجتِ اہلِ زمانہ قبلۂ اہلِ طریق
عالم لاہوت را شہبازِ پراں برملا

حضرت مخدومہ بختاور خاتون عباسی قدس سرہ العزیز

شمس النساء، قمر الحیاء، زبدہ مقبولین مصطفائی و مرتضائی، صاحبہ الجمال و جلال، منبع سخاوت پیہم، سرچشمہ ذوالکرم، شعاع نور کبریائی، مرجع سطوت حق نمائی، مصدر کشف و کرامات، مسخر الموجودات، عبد رب مقتدر، صبح ولایت والضحائی، مظہر صفات خدیجہ الطاہرہ، فراز کوہسار صبر، زوجہ حضرت غوث العصرؒ، نخل سلسلہ فخر الاحیاءؒ، سیف غیاث باکمال، ام الاحیاء حضرت مخدومہ بختاور خاتون عباسی قادری قدس سرہ العزیز کے نور علیٰ نور سیرت و کردار کے بیان کرنے میں خامہ گوہر رواں خشک، زبان اہل فصاحت خاموش اور فکر گردوں پرواز عاجز ہے کہ آپ کے عزم و استقلال، بلندی ارتفاع حال، اوج منازل روحانی اور سخاوت جاودانی کی مثال انیسویں صدی کی نساء السند میں نایاب ہے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے متعدد فضائل اخلاق عالیہ اور اعزازت بے مثال سے مشرف فرما کر آسمان معرفت کا شمس و قمر بنا دیا۔ آپ حضرت غوث العصرؒ کی اہلیہ محترمہ اور حضرت فخر الاحیاءؒ کے بحر روحانی و عزم اویسی سے مشرف تھیں۔

ام الاحیاء حضرت مخدومہ بختاور خاتون عباسیؒ اللہ تعالیٰ پر بدرجہ انتہا توکل فرماتی تھیں اور اس قدر راجع الی اللہ تھیں کہ آپ کے توکل علی اللہ کے معارف کے بیان میں کسی کو جرات کلام نہیں ہے۔

اس ضمن میں ایک بہت اہم واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فخر الاحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ کو حکم فرمایا کہ وہ درگاہ معلی قادریہ کوٹ پیروشاہ کے درویشوں کے لئے ایک کنواں تعمیر کریں چنانچہ حضرت غوث العصرؒ گھر تشریف لائے اور اس حکم کی بابت حضرت مخدومہؒ سے تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

بھڑولے میں سے بقدر ضرورت گندم نکالی جائے لیکن کوٹھری کا دروازہ نہ کھولا جائے۔ اس وقت بھڑولے میں ایک من گندم تھی چنانچہ کنوئیں کی تعمیر شروع ہوئی اور تمام کام کرنے والوں کے لئے کھانا اسی گندم سے تیار ہوتا رہا۔ کنواں مکمل ہو گیا لیکن گندم ختم نہ ہوئی اور اس کا استعمال بدستور جاری رہا یہاں تک کہ حضرت سلطان العصرؒ کی شادی پر ولیمہ کا کھانا بھی اسی گندم سے تیار ہوا۔ گندم میں اس قدر اضافہ دراصل حضرت غوث العصرؒ کی کرامت تھی۔ حضرت غوث العصرؒ نے کوٹھری کا دروازہ نہ کھولنے کا حکم دے رکھا تھا لیکن جب عرصہ دراز کے بعد بھی وہ گندم ختم نہ ہوئی تو حضرت مخدومہؒ نے اس امر کو راہ توکل کا سنگ راہ جانا اور دل میں خدشہ گذرا کہ کہیں اہل خانہ کا توکل اور بھروسہ اس کوٹھری سے منسوب نہ ہو جائے چنانچہ آپ نے بہ نیت رفع خدشہ اور حمیت توکل کے جلال میں کوٹھری کا دروازہ کھول دیا چنانچہ بدستور اس میں ایک من گندم موجود تھی جو ابتداء میں تھی چنانچہ وہ گندم کچھ ہی عرصے میں استعمال میں تمام ہوئی۔ بظاہر حضرت مخدومہؒ نے حضرت غوث العصرؒ کی حکم عدولی کی تھی لیکن در باطن فقر حق کے ایک اہم تقاضے کو پورا فرمایا تھا جیساکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ "جو (رزق) اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔" اور یہ کہ "اہل ایمان (عشق) کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔" چنانچہ جب آپ کے کوٹھری کا دروازہ کھولنے کی خبر حضرت غوث العصرؒ کو پہنچی تو آپ نے فرط مسرت سے تبسم فرمایا گویا زبان حال سے کہہ رہے ہوں کہ "بے شک اللہ اور اس کے رسولؐ سے شدید محبت کرنے والے فکر اسباب سے گزر جاتے ہیں اور مسبب الاسباب کے قریب رہتے ہیں" حضرت غوث العصرؒ نے آپ سے فرمایا کہ "اگر تم نہ دیکھتیں تو اناج کبھی ختم نہ ہوتا لیکن اب میں فارغ ہوں' اللہ سے جو جیسا گمان کرتا ہے ایسا ہی اجر پاتا ہے۔"

حضرت غوث العصرؒ اور حضرت مخدومہؒ کو آپس میں بے انتہا محبت تھی اور ایک دوسرے کے مقام بندگی و قرب حق کی اعلیٰ معرفت رکھتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت مخدومہؒ ایک ہی چشمہ معرفت سے سیراب تھے۔ اگر حضرت غوث العصرؒ حضرت فخر اعیاءؒ کے مصحف عشق مصطفائی تھے تو حضرت مخدومہؒ بھی حضرت فخر اعیاءؒ ہی سے بیعت اور شان اویسی کے جاہ و جلال کی مظہر تھیں۔ حضرت مخدومہؒ کی نگاہ میں دنیا و مافیہا کی قدروقیمت پرکاہ سے بھی زیادہ حقیر تھی۔ اگرچہ آپ کوٹ پیروشاہ میں ایک خوشحال اور متمول سخی خاتون تھیں لیکن دنیا کے مال و دولت پر کبھی توجہ نہ کی۔ اہل خانہ پر ہر لحظہ ابر زر و جواہر سایہ فگن تھا لیکن آپ کے قلب اطہر پر صبح الست کی تجلی' ذہن رسا میں خلق خدا کے لئے دردمندی' حوصلہ و اتقاء میں درگاہ معلی نجف اشرف کے جلوے' طبع صبیح میں فقر اہل بیت اطہارؑ اور مزاج اقدس میں سیدنا غوث الاعظمؓ کی روحانی عنایات و قرب کی بلندیاں تھیں۔ حضرت فخر اعیاءؒ سے شرف بیعت و تعلیم روحانی کے حصول نے آپ کو اپنے مرشد برحق کی ذات میں فنائے کاملہ عطا فرمائی اور آپ خاتون ہوتے ہوئے مردانہ وار راہ مستقیم و جادہ انعمت پر اویسیؒ و بلالیؓ شدت عشق حق

سے گامزن ہوئیں کہ آپ کا ایک ایک نقش قدم نہ صرف نساء المومنین کے لئے بلکہ ریاکار مرد فقیروں کے لئے بھی تازیانہ فقر ثابت ہوا۔ سبحان اللہ کہ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت مخدومہؒ ایسے فقید المثال شریک حیات تھے جو زہد و تقویٰ، توکل و سخا، رضا و عطا اور محبت مرشد میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر داد بندگی دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مخدومہؒ کو بھی حضرت غوث العصرؒ کی طرح دیدار رسولؐ کے شرف بے مثال سے مشرف فرما کر حضرت مخدومہؒ کے عشق حق پر مہر تصدیق ثبت کی۔

اللہ غنی جس کا ہے انداز غنا اور
ہیں اس کے خزینے میں گہر ہائے وفا اور
افلاک پہ بنتے ہیں زمیں والوں کے جوڑے
اور عرش کے سائے میں ہے قربت کی ردا اور
وہ شان خدا جس سے ہوا فقر پہ انعام
ہے نور خدا فقر کے پردے میں چھپا اور
کہتا ہوں قصیدہ جو میں بختاورؒ حق کا
آویزاں مرے سامنے ہے شان بقا اور
خاتونؒ نہیں وہ کہ ہو گرویدہ گندم
جب باغ محبت میں چلی آب و ہوا اور
خاکستر جاں نذر خداوند وفا ہے
پروانہ دیدار نبیؐ کی ہے ادا اور
ہم جلوہ و ہمرنگ زن و مرد ہوئے ہیں
خاموش وفا کی ہے ثناء اور دعا اور
کب اطلس و کمخواب میں دل والے سمائیں
ہے نور خداوند کا دلبند قبا اور
یہ دنیا و عقبیٰ ہیں ابھی لوح میں محفوظ
کب دیکھا کسی نے کہ ہے وہ جلوہ نما اور
درگاہ معلی کا عجب رنگ ہے کندن
ہیں شان ولایت کے یہاں ارض و سما اور

راہ ترک و تجرید و تفرید و غنائے حق میں حضرت مخدومہؒ کا ہر قدم کوہسار معنوی تھا۔ جب حضرت غوث العصرؒ کو حضرت فخرالاحیاءؒ نے عالم رویت میں کوٹ پیرو شاہ سے بخدشہ فتنہ ہجرت کا حکم فرمایا تو آپ نے کمال صبر و استقامت کے ساتھ حضرت غوث العصرؒ کی ہمقدمی فرمائی اور مال و دولت و جائیداد و جملہ

اسباب کو ترک کر کے مسبب الاسباب کی مشیت پر لبیک فرمایا۔ جب حضرت غوث العصرؒ نے درگاہ معلیٰ قادریہ گوجرانوالہ کا سنگ بنیاد رکھا تو حضرت مخدومہؒ کی اطہر و اعلیٰ سیرت کی اخلاقی برتری اور مجاہنہ تعاون حضرت غوث العصرؒ کے لئے دست راست ثابت ہوا۔ حضرت مخدومہؒ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اعلیٰ روحانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے عورتوں میں فطری شعور و فکر نمایاں فرماتے ہوئے انہیں اطاعت حق تعالیٰ' ایثار و ضبط و تحمل اور صبر جمیل کی نصیحت سے کچھ ایسے روحانی الطاف و عنایات سے نوازا کہ پتھر دل کج فطرت' فتنہ پرداز عورتیں بھی صورت ریشم اور رنگ وفا سے نازش نساء بن گئیں۔ آپ کے ارشادات عالیہ میں تاثیر کا بحر مواج موجزن تھا اور آپ کی دعائیں بارگاہ ایزدی سے اذن مستجاب سے آراستہ پیراستہ خلق خدا کی زندگیوں کو جنت نشان بناتی تھیں۔ آپ کے افتخارات حد بیاں سے باہر ہیں۔ صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ آپ زوجہ حضرت غوث العصرؒ ہیں اور آپ کے بطن اطہر سے سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ کا جنم ہوا جس کے جلوہ ہائے مرتضائی سے ایک عالم معرفت روشن ہے۔

حضرت مخدومہ بختاور عباسیؒ نے نہ صرف خاندان عالیہ عباسیہ میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے لازوال شہرت و عظمت حاصل کی بلکہ امور طریقت قادریہ اور عورتوں کے فطری حقوق کے سلسلے میں بھی ایک راہ درخشاں مثال کہکشاں چھوڑی چنانچہ جب ۱۶ محرم ۱۳۰۸ھ سہ شنبہ بمطابق ۱۹ بھادوں' سمہ ۱۹۴۷ بکری بمطابق ستمبر ۱۸۹۰ء وقت عصر وصال فرمایا تو آپ کے جسد اطہر کو تمام تر روحانی و مذہبی اعزازت کے ساتھ درگاہ معلیٰ قادریہ میں آسودہ لحد کیا گیا۔ خانقاہ قادریہ میں آپ کی تربت منورہ کو اولیت کا شرف حاصل ہے کہ حضرت غوث العصرؒ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی مقبول حق زوجہ محترمہ کو لحد اقدس میں اتارا اور آپ بعد وصال آپ ہی کے ساتھ آسودہ لحد ہوئے۔ حضرت مخدومہؒ کے آثار و احوال اور آپ کے مسخرات و کرامات کثیر کا تذکرہ ایک صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہے۔ آپ کے مناقب و فضائل درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ سے وابستہ تمام بزرگان دین نے بہ عقیدت و احترام بیان کئے ہیں اور آپ کے شمنی فضائل کو ہر عہد نے تسلیم کیا ہے۔ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ گوجرانوالہ کے جملہ منفردات میں یہ نکتہ لائق عمق و تدبر ہے کہ اس خانقاہ عالیہ قادریہ میں پہلا روضہ انہی باکمال خاتون ہستی کا مرجع خلائق ہوا۔ ایک ایسی خاتون بے مثال جس کے زہد و اتقاء جوشش بندگی' حیا و حکمت اور مادرانہ شفقت نے میدان حقیقت و معرفت میں لاتعداد مردان تصوف پر بھی فوقیت حاصل کی جس سے یہ نکتہ غریب روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ عورت بھی ایک مکمل انسان ہے جو درجہ نیابت و ولایت کو حاصل کرکے زمرہ مقربین حق میں لازوال مقام و مرتبہ حاصل کر سکتی ہے اور اسی حقیقت فراموش کردہ کا ایک ثبوت بینہ حضرت مخدومہ بختاور عباسی قادریؒ کی شخصیت ہے کہ قریب ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود آپ کی روحانی عنایات و تصرفات حضرت غوث العصرؒ کی ہم نشینی میں اسی طرح شہرہ عام بقائے دوام رکھتی ہیں

جیساکہ آپ کی حیات ظاہری میں بلکہ قرنوں تک کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان و عظمت عطا کی ہے کہ وہ اوصاف نبویؐ میں سفر کرتے ہیں اور حضورؐ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "آپ کا ہر آنے والا وقت گذشتہ سے بڑھ کر ہے۔" سبحان اللہ کہ آج بھی محروم شفقت و عنایت زن و مرد اپنا سر نیاز آپ کے قدموں میں جھکاتے اور فیوضات روحانیہ سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ روضہ حضرت غوث العصرؒ اس لحاظ سے باران جوش رحمت حق کا امین ہے کہ اس کے اندر داخل ہو کر سلام نیاز پیش کرنے والا امن اور سلامتی حاصل کرتا ہے کہ یہاں حضرت فخر احیاءؒ کے دو مقبول نفوس قدسیہ ہیں جو محبتوں کے شناور، تخت معرفت کے جلیس اور فنا فی اللہ باقی باللہ ہیں۔ آپ کے روضہ اقدس کے سرے کی آب و تاب حوران و ملائک کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور طالبان حق کے قلوب کے لئے گہرہائے بحر گنج عرفان ہے۔

روضہ اقدس کا سرا کیا ہی عالیشان ہے
جس کی کرنوں سے ہویدا عظمت انسان ہے
جلوہ فرما تخت سطوت پر ہوئے ہیں مہر و مہ
بارگاہ ذوالکرم میں مشکل اب آسان ہے
جو ہوا بوسہ کناں دہلیز پر وہ ہے نہال
سر جھکایا جس نے قدموں پر وہی سلطان ہے
جس کی شنوائی کہیں ہوتی نہیں آئے یہاں
گنج عرفاں دمبدم ایقان ہے، برہان ہے
صف بہ صف جن و ملائک آ گئے دیدار کو
بخشش بے حد شفائے صفحہ قرآن ہے

حضرت مخدومہ بختاور عباسیؒ کا لحد اقدس منبع تصرفات و کرامات ہے اور آپ تخت شرف انسانیت پر حضرت غوث العصرؒ کے مرکز تجلیات وجود اطہر کی دنیا و عقبیٰ میں رفیقہ حیات اور دوست دار عشق رسولؐ ہیں۔ حضرت مخدومہ صاحبہؒ کے وصال اقدس سے تاحال آپ کی جود و سخاء طالبان حق آگاہ کے لئے دنیائے معنوی و روحانی ہے۔ آپ نے اپنے روحانی فیضان نگاہ سے ہر دور میں متلاشیان علم و حکمت کے دماغوں کے بند دریچے کھول کر عظمت و مقام انسانیت کے لازوال معارف سے آگاہ فرمایا ہے۔ آپ کا طبعی میلان درجہ عدل و احسان کی طرف ہے۔ علوم خفیہ و ظاہریہ میں آپ کے تصرفات جامعہ قلب و نگاہ اور جس طرح آپ ظاہری طور پر حسن و جمال کا مرقع تھیں اسی طرح باطنی طور پر آپ کی توجہ مشفقانہ حقیقت جمال معنوی کی کشفاف اور روحانی سیرت و کردار کی معمار اور نیابت انسانی کا شاہکار ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب کے لئے خامہ جامیؒ و رومیؒ درکار ہے۔

حضرت مخدومہ بختاورؒ جمال
ظاہر و باطن نشان ذوالجلال
تقویٰ اش صبح ولایت ضوفگن
قریب حق دارد خدیجہؓ را مثال
آں کہ ام اتقیاءؒ و اصفیاءؒ
سیرتش ماہ مبین حق وصال
زوجہ خواجہ عمر غوث زماںؒ
بیعت احمد یارؒ دارد ضو نہال
ہمت او کوہسار معنوی
جرات اش سیف غیاث باکمال

حضرت مخدومہ بختاور خاتون عباسیؒ کا لحد اقدس حضرت غوث العصرؒ کے لحد اقدس سے جانب مغرب متصل ہے اور مرجع فیوضات سرمدی و ایزدی ہے۔اور اہل صدق حال آپ کے قدموں میں سر نیاز جھکاتے اور فلاح دارین حاصل کرتے ہیں اور مستفیض ہوتے ہیں۔

حضرت مخدومہ بختاور خاتون عباسیؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد اطہار عطا فرمائی جس کے دم قدم سے گلستان معرفت قادریہ کی بہار فردوس دوامی کے انوار عام ہوئے۔ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت مخدومہؒ کی اولاد میں سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ اور حضرت محترمہ اللہ جوائی صاحبہؒ کو دنیائے زہد و تقویٰ و فروغ عرفان حق میں خصوصی قبولیت و شہرت عام بقائے دوام نصیب ہوئی ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ کے مناقب و احوال اظہر من الشمس ہیں البتہ حضرت مخدومہؒ کے احوال کے باب میں آپ کی دختر نیک اختر حضرت محترمہ اللہ جوائی صاحبہؒ کے کچھ احوال و مناقب بیان کرنا مناسب ہے۔

زبدہ نسائے اہل حکمت، قبائے حیائے عالم نوری، مبلغ شعار اسلامیہ، فصیح البیان و کامل ایمان حضرت محترمہ اللہ جوائی حضرت غوث العصرؒ کے خانہ ضوفشاں میں حضرت مخدومہ بختاور خاتونؒ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم باقاعدہ مدرسہ اسلامیہ سے حاصل کی اور خداداد ذہانت و فطانت سے اعلیٰ فہم و فراست کا اظہار کیا۔ آپ ابتدائی زندگی ہی سے شعار اسلامیہ کی پابند اور شائق علم و حکمت تھیں۔ آپ کی شادی آپ کے چچا حضرت خدابخش قادریؒ کے نیک پارسا بیٹے حضرت رحمت اللہؒ سے کوٹ منڈ ضلع گوجرانوالہ میں انجام پائی۔ حضرت میاں رحمت اللہؒ حضرت غوث العصرؒ کے مرید و خلیفہ اور منظور نظر پیر و حق تھے۔

بغرض فروغ فیضان شعار طریقت حضرت میاں رحمت اللہؒ اور حضرت محترمہ اللہ جوائی صاحبہؒ ۱۹۵۴ بکری میں اپنے تین بچوں حضرت میاں محمد صدیقؒ، حضرت میاں محمد قاسمؒ اور حضرت عائشہ بی بیؒ کو ساتھ

لے کر رڑیانہ چک نمبر۳۱ ر۔ ب ضلع شیخوپورہ میں مقیم ہو گئے۔ جہاں کچھ عرصہ بعد ان کے ہاں ایک بچی غلام فاطمہؒ پیدا ہوئیں۔ حضرت میاں رحمت اللہؒ اور حضرت محترمہ اللہ جوائیؒ نے علاقہ میں معرفت انوار قادریہ کو عام فرمایا اور مقام انسانیت کی اعلیٰ فکر کی روشنی عام فرمائی۔ اہل علاقہ آپ کی عقیدت و احترام میں جانثار اور آپ کے شعار عارفانہ کے مداح تھے۔ حضرت محترمہ اللہ جوائیؒ نے اس علاقہ میں درس قرآن کریم کی مشعل کو روشن فرمایا اور ایک عرصہ تک تعلیم دیتی رہیں اس کے علاوہ عقائد اہلسنت و اعمال اہلسنت کو خواتین میں عام فرمایا اور کئی ایک غیر مسلم خواتین و حضرات نے نعمت اسلام کا شرف حاصل کیا۔ آپ اکثر خواتین کو نماز تسبیح اور نماز عیدین بھی پڑھاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بلاہائے بد کے دفع کے لئے پانی بھی دم کرکے دیتی تھیں جس کے پینے والوں کو اللہ تعالیٰ شفائے کاملہ و عاجلہ سے نوازتا تھا۔ آپ کی اولاد میں سے حضرت میاں صدیقؒ ولی کامل صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں۔ حضرت محترمہ اللہ جوائی صاحبہؒ کا وصال آپ کے شوہر کی حیات ہی میں ہوا۔ حضرت میاں رحمت اللہؒ اور حضرت محترمہ اللہ جوائیؒ ہر دو بزرگ ہستیوں کی قبور پرنور ایک ہی گنبد کے سائے میں مرجع خلائق ہیں۔ یہ درگاہ قادریہ رڑیانہ شریف ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے۔

حضرت محترمہ اللہ جوائی صاحبہؒ کے وصال کو نصف صدی سے زائد کا عرصہ گزرا ہے لیکن آپ کی کرامات و اخلاق عالیہ کے تذکار ہر عہد میں زندہ و پائندہ رہے ہیں اور آپ کے سیرت و احوال کی روشنی اور تبریک سے عوام الناس و خواص آج بھی رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور آپ کے روضہ اقدس پر فیوضات روحانیہ و عنایت و سخاوت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

حضرت اللہ جوائیؒ خادم رب العلی
شارح دین نبیؐ و جانثار مرتضیٰ
خاندان عباسیہ دارد فضیلت در جہاں
جودش بحر سخا و سطوت فقر و غنا
ہمت او قرب ذکر قاب قوسینی نہاد
آں سلوک قادری دارد زہے غوث الورا
افتخار او حیات دائمی در خدمتے
علم و زہد و بندگی و شان تقویٰ بے ریا
شاہ عبداللہؒ را ہمشیرہ زہد تمام
دختر مخدومہ بختاورؒ کہ آں خیر النساء

حضرت غوث العصرؒ کے خلفائے عظامؒ

غوث العصر حضرت خواجہ محمدؒ عمر عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ کا انداز طریق و بیعت برصغیر میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کی طرح تھا۔ حضرت غوث العصرؒ نے جن خوش نصیب اشخاص کو مشرف بہ بیعت فرمایا انہیں شان سخاوت معرفت سے قلیل مدت میں واصل باللہ فرما کر سراپا قندیل نور بنا دیا۔

حضرت غوث العصرؒ کے خلفاء و مریدین نے نہایت تزک و شوکت کے ساتھ برصغیر کے مختلف علاقوں میں نور وحدت کے فروغ کے لئے اعلیٰ خدمات سرانجام دیں اور معرفت حق اور عشق رسولؐ کے حقیقی پیغام سے امن، انسان دوستی، خیر اور اعلیٰ روحانی اقدار کو عام فرمایا اور نعرہ "والعصر" سے الفقر فخری کے نصب العین کی تبلیغ کی۔ آپ کے خلفائے عظامؒ ترک و تجرید و تفرید اور زہد و تقویٰ میں اخلاق اصحاب رسولؐ کی تجلیات کے نگہبان تھے اور شہرت و گمنامی سے بے نیاز مشاہدہ حق میں مستغرق تھے۔ انہوں نے جاہ و جلال ظاہری اور اہل اقتدار کی دوستی و محفل آرائی پر کبھی توجہ نہ کی اور اگر کبھی حکمرانوں سے گفتگو کی تو محض خلق خدا کی پیشوائی اور راہ ہدایت کی نصیحت کے لئے کی۔ حضرت غوث العصرؒ کے خلفائے عظامؒ نے حضرت غوث العصرؒ کے شعار روحانیہ اور اعلیٰ صوفیانہ اقدار و اطوار کو شایان شان طریق سے اپنا کر خلق خدا کی بے مثال رہنمائی کی اور صحیفہ فطرت میں امر حق کے شارح و اہل کشود ثابت ہوئے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آمین۔ حضرت غوث العصرؒ

کے تمام خلفاء کے تذکار نہیں ملتے البتہ جس قدر کتب السیر میں منقول ہیں مختصراً لکھے جاتے ہیں۔

سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ

قطب الاقطاب، حجت اسلام، پیکر صفت سورہ انعام، امیرالعارفین، منبع جود وسخا، آذان فخرا نحیاءؒ، سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت غوث العصرؒ کے صاحبزادے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں اولیائے سلف کے مایہ برہان اور درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے جانشین و وارث تھے۔ آپؒ ۱۸۴۵ء بمطابق ۱۲۶۱ھ بروز عیدالفطر یکم شوال کو حضرت غوث العصرؒ کے خانہ نور فشاں میں بوقت فجر پیدا ہوئے۔ آپ کے چہرہ اقدس سے آثار نیابت و ولایت ظاہر تھے اور ابتدائے عمر ہی سے خرق عادات و کرامات کا ظہور آپ سے ہوا۔ آپ کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے کان میں حضرت فخرا نحیاءؒ نے آذان دی اور خصوصی دعا و عنایت و توجہ روحانی سے سرفراز فرمایا۔

آپ کی روحانی تربیت حضرت فخرا نحیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے فرمائی اور علوم ظاہریہ کی تحصیل حضرت فخرا نحیاءؒ کے مرید و خلیفہ حضرت حافظ اللہ جوایا رحمتہ اللہ علیہ سے کی۔ حضرت سلطان العصرؒ کی طبع اقدس ابتدائے عمر ہی سے جلالیت کی طرف مائل تھی اور آپ سے کرامات کا صدور اکثر و بیشتر ہوتا تھا۔ آپ کی جلالی طبیعت سے متفکر ہو کر جب حضرت غوث العصرؒ نے حضرت فخرا نحیاءؒ سے شکایت کی تو حضرت فخرا نحیاءؒ نے ارشاد فرمایا "محمد عمر اسے کچھ نہ کہو یہ میدان فقر میں تم سے پیچھے نہیں رہے گا بلکہ دنیا پر سلطان العصر بن کر حکومت کرے گا" حضرت فخرا نحیاءؒ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی اور آپ نے عنفوان شباب ہی میں زہد و تقویٰ، ایثار و سخا اور وجدان بالقران سے ایک دنیا کو معترف طریقت بنایا۔ آپ حضرت غوث العصرؒ کے وصال کے بعد درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے جانشین ہوئے اور نہ صرف اپنے مریدین کو اعلیٰ روحانی منازل عطا فرمائیں بلکہ حضرت غوث العصرؒ کے بعض مریدین کی بھی روحانی رہنمائی فرمائی۔ آپ نے حضرت فخرا نحیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کے انعام نسبت اویسی کو اپنے کردار جلال و جمال سے اعلیٰ روحانی اقدار کے ساتھ پیش کیا۔ آپ کی کرامات بے حد و بے حساب ہیں۔ آپ کا وصال ۲۹ جنوری ۱۹۱۳ء بمطابق ۱۳۳۱ھ میں ہوا اور درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ میں آسودہ لحد ہوئے۔

حضرت سلطان العصرؒ بظاہر جموں و کشمیر اور وادی جہلم سے دور نہ گئے لیکن روحانی طور پر آپ نے بہ نفس نفیس برصغیر کے دور دراز علاقوں میں اہل مجاہدہ کو بغیر تفریق رنگ و نسل و مذہب نور وحدت سے منور فرما کر حقیقت الحقائق کا آئینہ بنا دیا۔ آپ کی درگاہ میں بے شمار جوگی رشی منی اور سنتوں اور بھکشوؤں نے سر نیاز جھکایا اور مابعد الطبیعیات کے حوالے سے عملی رہنمائی حاصل کی۔ آپ کے دست حق پرست پر لاتعداد غیر مسلموں نے نعمت اسلام کو قبول کیا اور برصغیر کے دور دراز

علاقوں میں حقیقت اسلام کا پرچار کیا۔ آپ کے عہد میں درگاہ معلی غوث العصرؒ کا تصرف و سیادت قادریہ خانقاہوں کی صورت میں برصغیر کے بڑے بڑے شہروں میں جلوہ فروز ہوا۔

حضرت سلطان العصرؒ کا دور سکھا شاہی کا دور تھا لیکن آپ کے رعب و دبدبہ کے سبب پنجاب کے مسلمانوں کو سکھوں کے ظالم اہلکاروں اور عملداروں سے نجات ہوئی اس کے علاوہ آپ نے بے شمار استدراجی لوگوں کی اصلاح کر کے ان کو راہ حق کی کامیاب تلقین کی اور ان میں جستجوئے حق کا جذبہ بیدار کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ کے مریدین و خلفاء میں جلیل القدر لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے شیخ طریقت کے عزم مصمم کو اپنے ظاہر و باطن کا آئینہ بنا کر طریقت قادریہ کے فیض کو عام کیا۔

حضرت سلطان العصرؒ کے تمام ہمعصر صوفیاء و مشائخ آپ کا نہایت احترام کے ساتھ تذکرہ کرتے تھے بالخصوص بلاد پنجاب میں آپ کی سخاوت معرفت سے بے شمار سجادگان ہائے سلسلہ نے بھی کسب فیض کیا اور اپنی منازل روحانیہ میں رفعت حاصل کی۔ حضرت سلطان العصرؒ فنافی اللہ و بقا باللہ کی ان رفعتوں پر پہنچے کہ جملہ موجودات کے شاہد ہوئے اور علم لدنی کے طفیل تمام زندگی مظہر جلال کبریائی بن کر مسند سخاوت معرفت پر جلوہ فگن رہے۔ آپ کے تفصیلی آثار و مناقب و فضائل اسی کتاب میں موجود ہیں۔

شاہ عبداللہ سخیؒ آں قطبِ اقطابِ جہاں ‏ مظہرِ نورِ جمالِ کبریاءٔ شاہِ شہاںؒ

آں کہ دارد قربِ وجہُ اللہ علیؓ مولائے جاں ‏ آں کہ از فرطِ وفائے مصطفیٰؐ مثلِ اویسؒ

از نگاہِ او منور شد دلِ عصرِ رواں ‏ تابشِ چہرۂ او حق آفتابِ معرفت

نعمتِ دیدارِ او انعامِ جذبِ صادقاں ‏ آں خطا پوش و کریم و صاحبِ گنجِ نجات

درگہش سر چشمۂ حُسنِ سخا خیر و عطا

فیضِ او صبحِ بہارِ گلستانِ عارفاں

حضرت شیخ جھنڈو قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ کاملین، رہنمائے سالکین، عمدہ متقین، محب زائرین، نعم العابدین حضرت شیخ جھنڈو قادری رحمتہ اللہ علیہ درگاہ معلی حضرت داتا گنج بخشؒ رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت شیخ جھنڈو قادریؒ کو حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے عالم مکاشفہ میں حضرت غوث العصرؒ کی بیعت سے مشرف ہونے اور سرچشمہ نسبت اویسی سے سرشار ہونے کا حکم فرمایا چنانچہ آپ حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قلیل مدت میں مقام اعلیٰ پر فائز ہوئے اور حضرت غوث العصرؒ ہی سے خرقہ خلافت ملا۔ حضرت غوث العصرؒ ہر سال حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف پر تشریف لاتے تو حضرت شیخ جھنڈو قادریؒ انہیں مسند پر رونق افروز ہونے کی التجا کرتے اور خود دست بستہ خدمت میں حاضر رہتے۔

حضرت شیخ جھنڈو قادریؒ کی محفل ہر وقت اہل سلوک کے مجمع نور طلب سے بھری رہتی تھی

اور تذکار اولیائے کرام جاری رہتے تھے اور آپ کی زبان پر حضرت غوث العصرؒ کے فضائل و مناقب اور خوارق و کرامات کا اکثر تذکرہ رہتا تھا۔ حضرت شیخ جھنڈو قادریؒ سیف زبان اور فنافی اللہ تھے۔ آپ کے عہد میں وہ محافل تاریخی حیثیت کی حامل ہیں جن میں حضرت غوث العصرؒ نے سالکین کے سوالات کے جوابات پیش کئے اور علم لدنی کے دریا بہا دیئے۔ حضرت شیخ جھنڈو قادریؒ کے پاس تبرکات حضرت داتا گنج بخشؒ اور حضرت غوث العصرؒ کے وہ مناقب و ملفوظات بھی تھے جو احباب نے دوران محفل نقل کر کے ان کی نقول آپ کے حکم کے مطابق آپ کو پیش کی تھیں۔ یہ جملہ تبرکات آپ کی وساطت سے دوسرے سجادہ نشین حضرت شیخ صدر الدین قادریؒ کے پاس محفوظ تھے جن کے وصال کے عرصہ دراز کے بعد قیام پاکستان کے وقت محکمہ اوقاف کی بے توجہی سے ضائع ہو گئے۔ حضرت شیخ جھنڈو قادریؒ کی کرامات کثیرہ کے علاوہ آپ کے عارفانہ ارشادات اہل لاہور کی زبان پر جاری رہتے تھے۔ جن میں اسرار رموز تصوف اور حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف کشف المحجوب کی تشریحات شامل تھیں۔

آپ کا آستانہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دربار شریف کے قریب تھا۔ آپ کی یہ کرامت تھی کہ سخت گرمیوں میں بھی جب دربار شریف کے صحن میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے قریب بیٹھنے والے اصحاب کو عجیب و غریب ٹھنڈک کا احساس ہوتا گویا کوئی سائبان ہو حالانکہ آپ سائبان کے بغیر ہی نشست فرماتے تھے آپ کی یہ کرامت اس قدر عام تھی کہ جس کو گرمی کا احساس ہوتا آپ کے قریب دھوپ میں جا بیٹھتا اور خنکی سے لطف اندوز ہوتا۔ آپ کے ہمعصر لاہور کے شاعروں نے آپ کے بیشتر مناقب کہے جو دنیا کی بے رحمی سے ضائع ہو گئے۔ آپ کی مرقد پر انوار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ منور و اطہر کے قریب واقع ہے۔

پیر جھنڈو شہؒ قلندر اولیا عارفِ کامل وفا را کیمیا
حق بحق واصل بود از عاشقی صاحبِ کشف و کرامت مرحبا
شیخ جھنڈوؒ پیرِ مسکیناں، بود گنج بخش عالمؒ را خادمِ بے ریا
وجد و استغراق او را سلطنت معنیٔ وجدان ظاہر از لقا
بیعتِ خواجہ عمرؒ کندن کند
از پئے عشقِ محمدؐ مصطفیٰ

حضرت شیخ صدر الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

زبدہ کاشفین، عمدہ مستغرقین، صاحب حال باجمال، محرم حریم تجرید و تفرید حضرت شیخ صدر الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ درگاہ معلیٰ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ آپ نے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے حکم بعالم رویت سے حضرت غوث العصرؒ کی بیعت کی اور فقید المثال روحانی درجات حاصل کئے

اور قلیل مدت میں خرقہ خلافت کے اہل ہوئے۔ صائم الدہر قائم شب زندہ دار اور زائرین درگاہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی خدمت میں شب و روز سرگرم رہتے تھے۔ باوجود اس کے کہ کثیر مال و زر بطور نذرانہ حاصل ہوتا تھا لیکن سب کچھ درویشوں اور غرباء میں تقسیم کر دیتے اور خود فقر و فاقہ کو محبوب رکھتے تھے۔

آپ کے عہد میں غیر مقلدین نے ان احادیث کا انکار کیا جو حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب میں نقل فرمائی ہیں چنانچہ آپ نے متعدد بار اس موضوع پر فصیح و بلیغ خطبات ارشاد فرمائے اور فقہ حنفیہ کی عظمت اور حضرت داتا گنج بخشؒ کی محدثانہ حیثیت کا پرچار کیا اور ثابت کیا کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے عہد تک تدوین حدیث کا سلسلہ جاری تھا اور جو احادیث حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنے پرانوار اجداد سے نقل کی ہیں ہم ان کے پابند ہیں۔

شیخ صدرالدینؒ صدرُ الاتقیا ۔۔۔ محرمِ تجرید امیرُ الاصفیا
صاحبِ سجادہ داتا گنج بخشؒ ۔۔۔ پیکرش تمیم خلقِ مصطفےٰؐ
ہمتِ او وجد خیز آفاق گیر ۔۔۔ عالمِ علمِ لدنی از خدا
از مشرف بیعتِ خواجہ عمرؒ ۔۔۔ منبعؒ کشف و کرامت پیشوا
فقر و فاقہ نورِ حق در جامِ او ۔۔۔ مردِ میداں بود از جود و سخا
در دلِ احناف فخر از نامِ او ۔۔۔ صاحبِ شرع و طریقت پُرضیا

حضرت پیر سید عنایت علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

امیر الکاملین، رشید العارفین، محبوب الاتقیاء، مقبول الاولیاء، سرچشمہ سخاوت، صاحب ترک و تجرید، منبع حکمت حضرت پیر سید عنایت علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم زبدہ سالکین، مجیب العاقلین، حضرت نتھے شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ درگاہ معلیٰ شہنشاہ اولیاء حضرت میانمیر بالا پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت پیر سید عنایت علی شاہ گیلانی قادریؒ حضرت غوث العصرؒ کی بیعت باسعادت سے مشرف ہوئے اور بلند روحانی مقامات حاصل کئے اور خرقہ خلافت کے اہل ہوئے۔

آپ نصف شب آستانہ عالیہ حضرت میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ پر حاضر ہو کر محو اذکار و اوراد ہوتے اور درگاہ شریف کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی ادا فرماتے رہے۔ آپ متمول خوشحال زمیندار تھے اور اہل کاروں کو نہایت ایثار کے ساتھ اجرت سے زیادہ عطا فرماتے۔ آپ کا چہرہ مبارک انوار روحانی سے متجلی رہتا۔ کھدر کا لباس، سفید عمامہ خوبصورت ریش بقدر شرع اور عادات اولیائے سلف کے مطابق تھیں۔

جب حضرت غوث العصرؒ حضرت میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر تشریف لاتے تو آپ

حضرت غوث العصرؒ سے مسند سجادہ پر جلوہ افروز ہونے کی التجاء کرتے اور ہمہ تن آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ آپ کی محفل میں سالکین و کاملین کثرت سے حاضر ہوتے اور فیوضات برکات سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ نے ۹۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور آستانہ حضرت میانمیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے احاطہ میں بجانب مشرق آسودہ لحد ہوئے۔ آپ سے متعدد کرامات کا ظہور ہوا۔

حضرت پیر سید عنایت علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی محفل اقدس کی وہ تقاریب تاریخ تصوف کا ایک انمول باب ہیں جن میں حضرت غوث العصرؒ شامل تھے اور آپ نے اہل اخلاص کے سوالات کے جواب دیئے۔ ان سوال و جواب میں حضرت غوث العصرؒ سے ایسے ایسے نادر نکتہ ہائے تصوف کا اظہار ہوتا جو علم لدنی سے معمور ہوتے تھے۔ انہی محفلوں میں سالکین کی ان گنت مرادیں بر آئیں اور حضرت غوث العصرؒ کی کثیر کرامات کا اظہار اہل محفل کے لئے ایمان کی حیات جاوداں بنا۔ حضرت پیر سید عنایت علی شاہ گیلانیؒ اپنے پیر و مرشد حضرت غوث العصرؒ کے ایسے نیاز مند تھے کہ آپ کی محبت اور احترام بے مثال تھا۔ مرشد گرامیؒ سے اسی نیاز مندی اور محبت سے پیر صاحب کے احوال روحانیہ نے اس قدر ارتفاع حاصل کیا کہ عالم جبروت بھی زیر پا آگیا اور حریم لاہوت کے شاہباز ہوئے اس کے باوجود پیر صاحبؒ کی عاجزی و انکسار اور خدمت مخلوق خدا کا جذبہ تاحیات بڑھتا ہی رہا۔ وہ عشق رسولؐ اور معرفت الٰہی کے فروغ کے سلسلے میں روشنی کے ایک مینار کی حیثیت میں ابھرے تمام علاقہ آپ کے تصرف و عنایات سے مستفیض ہوا اور دور دور سے احباب طریقت پیر صاحبؒ کی زیارت کے لئے لاہور تشریف لاتے تھے۔

پیر عنایت شاہؒ فخرِ عارفین   منبعؔ جود و سخاء مردِ امین
صاحبِ تجرید و تفرید و لقا   پیکرش سرمایۂ حق الیقین
مہربان و مشفق و مہماندار   سایۂ رحمت برائے مفلسین
روز و شب در طاعتِ شرعِ نبیؐ   عاشقِ حق انتہائے راستین
در جہاں مشہود مثلِ آفتاب   از جمال روئے ختم المرسلینؐ
صاحبِ سجادہ میانمیرؒ بود   فقرِ او معیارِ سلفؒ الاولین
بیعتِ خواجہ عمرؒ عارف کند   از جلال فضلِ ربُ العالمین

حضرت مولانا مولوی محبوب عالم صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ علمائے اہلسنت و جماعت، مفتی شریعت، قاضی طریقت، استاذ الاساتذہ، فقیہ شہیر، حضرت مولانا مولوی محبوب عالم قادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۴۰ھ بمطابق ۱۸۲۴ء گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت شاہ جمال اللہ نوری رحمتہ اللہ علیہ کے خانوادہ عزت نشاں سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت فخرالاصفیاءؒ کے مرشد گرامی امیرالعارفین حجت العلماء سراج الصوفیاء حضرت مولانا مولوی نور احمد صدیقی قادری

رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ حضرت مولانا مولوی نور احمد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت فخرا غنیاءؒ کے دیدار رسولؐ بعالم بیداری سے مشرف ہونے کے بعد سلسلہ طریق و روحانی حضرت فخرا غنیاءؒ کی طرف منتقل کر دیا تھا اور جو بھی بیعت کی غرض سے آتا آپ اس کو حضرت فخرا غنیاءؒ کی خدمت میں بھیج دیتے اور فرمایا کرتے "سخی احمد یار مردانِ حق میں سے ایسا فقید المثال ہے کہ جو بھی چاہے راہ ہدایت حاصل کرے"۔ چنانچہ حضرت مولانا مولوی نور احمد نے اپنے پوتے حضرت مولانا مولوی محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت فخرا غنیاءؒ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔

یہ حضرت فخرا غنیاءؒ کے آخری ایام زیست کی بات ہے اس وقت تک حضرت غوث العصرؒ اپنے بڑے بھائی اور مرشد گرامی کے اجتہاد عشق رسولؐ میں فقید المثال مرتبہ حاصل کر کے بعالم بیداری زیارت رسولؐ سے مشرف ہو چکے تھے اور حضرت فخرا غنیاءؒ اہل ارادت کو حضرت غوث العصرؒ کے ہاتھ پر بیعت کرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ "محمد عمر میری کتاب ہے" چنانچہ حضرت فخرا غنیاءؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ حضرت غوث العصرؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور قلیل مدت میں بلند روحانی درجات حاصل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ اپنے دادا محترم حضرت مولانا مولوی نور احمد صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد درگاہ قادریہ نوریہ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کے سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت مولانا مولوی محبوب عالم قادریؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ علم و فضل، زہد و تقویٰ محبت و وفا، سخاوت و احسان ان کی عادات تھے۔ مخلوق خدا میں نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے جاتے تھے۔ انگریزوں کے دور میں انگریزوں نے ان کی ہر دلعزیزی کے باعث اعزازی مجسٹریٹ نامزد کیا۔ متعدد بار بلدیہ گوجرانوالہ کے ممبر رہے۔ نہایت راست گو خوش خلق اور شعار شریعت و طریقت کے پابند تھے۔

آپ ایسے عالم اجل تھے کہ دور دور سے لوگ علمی مسائل دریافت کرنے آتے تھے۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ تعلیم و تدریس میں گذارا۔ آپ کی عقیدت خانوادہ غوث العصرؒ سے انتہائی تھی۔ آپ نہایت خوش سخن، بذلہ سنج، فطین و ذہین اور خوش ذوق تھے۔ آپ کا زیادہ وقت حضرت غوث العصرؒ کی محفل اقدس میں گزرتا تھا۔ حضرت غوث العصرؒ کے روبرو دست بستہ اور مودب ہو کر فیوض و برکات کی تحصیل فرمائی اور ایک دنیا کو فیض پہنچایا۔ آپ کا وصال ۱۵ رمضان شریف ۱۳۲۱ھ بمطابق ۵ دسمبر ۱۹۰۳ء کو ہوا اور درگاہ معلٰی نوریہ میں مدفون ہوئے۔

ابنِ نور احمدؒ خوشا محبوب عالم قادریؒ — چشمۂ زمزم نما محبوب عالم قادریؒ
عالمِ علمِ شریعت قاضیِ شرعِ طریق — سر بسر علم الہدیٰ محبوب عالم قادریؒ

آفتابِ زہد و تقویٰ معرفت را ماہتاب　پیکرش نورِ وفا محبوب عالم قادریؒ
شد مشرف از سخائے بیعتِ خواجہ عمرؒ　مرحبا بختِ رسا محبوب عالم قادریؒ
از پئے خلق و کرم شد درجہاں ہر دلعزیز　مایۂ جود و سخا محبوب عالم قادریؒ
حکمتِ نورِ تصوف در ضمیرش کیمیاء　از لقائے کبریا محبوب عالم قادریؒ
کندنِ لاہور گوئید منقبت استاد را　سایۂ نورِ خدا محبوب عالم قادریؒ

حضرت خواجہ محمد محمود قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ کاملین، امیرالمستغرقین، زبدہ عارفین حضرت خواجہ میاں محمد محمود قادری رحمتہ اللہ علیہ امیرالعارفین قطب الاقطاب فخرا غنیاءؒ حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے اور طبع میں اوائل عمر ہی سے جلالیت پائی جاتی تھی۔ ذریعہ روزگار جدی زمینوں پر کاشتکاری تھا۔ جب آپ نے حضرت فخرا غنیاءؒ سے بیعت کے لئے درخواست کی تو حضرت فخرا غنیاءؒ نے حسب العادت آپ کو حضرت غوث العصرؒ کی بیعت میں دے دیا۔ حضرت خواجہ محمد محمودؒ نے قلیل مدت میں روحانی منازل کو طے کیا اور نہایت اعلیٰ درجات کو پہنچے۔ آپ سے کثیر خوارق و کرامات کا صدور ہوا۔ جب حضرت غوث العصرؒ کوٹ پیرو شاہ سے گوجرانوالہ آ گئے تو آپ درگاہ حضرت فخرا غنیاءؒ کا عرس ہر سال نہایت شان و شوکت سے کرتے تھے۔ امور شریعت و طریقت کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔

آپ کا زیادہ وقت درگاہ حضرت فخرا غنیاءؒ پر گزرتا تھا۔ بعد وصال حضرت فخرا غنیاءؒ کے روضہ اقدس کے قریب مدفون ہوئے۔

ابنِ فخرِ اغنیاءؒ محمودؒ رندانہ خصال　چشمۂ نورِ تصوف، عبدِ ربِ ذوالجلال
محوِ استغراق و وجدِ حق شانِ او گذشت　از جبین اش ظاہر و باہر مقاماتِ تعال
از مشرف بیعتِ خواجہ عمرؒ فرخ لقا　رشکِ مہر و ماہتاب آں عرصۂ وجدانِ و حال
مستیٔ حبِ رسولؐ از قلبِ او اظہر شود　مرقدِ او حجتِ رندانِ اہلِ باوصال
جلوۂ دیدارِ حق در جام قلبِ حق پرست　در طریقت سجدہ گاہِ عاشقاں اَلاِنتقال
مستی در ہستی را حاصل شد فروغِ کائنات　جلوۂ نورِ ولایت قبلۂ اہلِ کمال

حضرت میاں محمد کرم الٰہی قادری رحمتہ اللہ علیہ

شمس العلماء والفقہاء محب العارفین، محرم حریم تفرید و تجرید صاحب، کشف و کرامات و مسخرات، ابدال وقت حضرت میاں محمد کرم الٰہی قادری رحمتہ اللہ علیہ موضع چنوں موم ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ ابتدائے عمر ہی سے زہد و ورع اور شعار اسلامیہ کے پابند تھے۔ کم عمری ہی میں حفظ قرآن سے مشرف ہوئے اور بعدازاں حضرت میاں نور احمد صاحبؒ سے علوم دینی کی تعلیم حاصل کی اس کے علاوہ کچھ عرصہ ہزارہ

اور لاہور کے علماء سے بھی مستفید ہوئے۔ علوم دینی کے حصول کے بعد حضرت غوث العصرؒ کی بیعت با سعادت سے مشرف ہوئے اور قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی منازل کو طے فرما کر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے دینی و دنیاوی معاملات میں مخلوق خدا کی بے پناہ خدمت کی۔ آپ کی عاجزی و انکساری اور مودت و مروت کا چرچا دور دور تھا۔ آپ کا وصال ۱۹۲۳ء میں ہوا اور قبرستان حضرت شاہ جمال رحمتہ اللہ علیہ موضع چنوں موم ضلع سیالکوٹ میں جانب شمال آسودہ لحد ہوئے۔

حضرت کرم الٰہیؒ کہ ابدالِ وقت بود — عشقِ جہاں گداز کہ اقبالِ وقت بود

صدق و صفائے ذات کہ نقشِ جمالِ نور — حُسنِ کمالِ زہد بہ اجلالِ وقت بود

فکرش مثالِ لوحِ دلِ معنیؒ وجود — وحدت بجانِ صوف بہ صد سالِ وقت بود

بیعت بہ غوث العصرؒ بہ سلطان العصرؒ فیض — آں مجمع الفیوض کہ تمثالِ وقت بود

او را روش کہ مثلِ بہارِ جہانِ عشق

یادش بخیر درگہِ اشغالِ وقت بود

حضرت میاں امام الدین قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ کاملین

امیر عارفین، صاحب مسخرات و کمالات، مستجاب الدعوات، مبلغ اسلام حضرت میاں امام الدین قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے جب حضرت فخر اغنیاءؒ کا شہرہ سخاوت معرفت سنا تو بغرض بیعت کوٹ پیرو شاہ حاضر ہوئے تو حضرت فخر اغنیاءؒ نے ارشاد فرمایا "تمہارے سکھانے والا ابھی موجود نہیں ہے انشاء اللہ شام کے وقت آ جائے گا۔ قدرے توقف کرو جب آ جائے گا تو بفضلہ تعالیٰ تمہاری رہبری کرے گا" جب بوقت شام حضرت غوث العصرؒ تشریف لائے تو حضرت فخر اغنیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ سے ارشاد فرمایا "یہ لڑکا لاہور سے منازل سلوک طے کرنے کے لئے آیا ہے اس کی رہبری کرو" حضرت غوث العصرؒ نے حضرت امام الدینؒ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور ایک ہی نگاہ میں زمرہ کاملین میں سے کر دیا۔

حضرت امام الدینؒ نہایت خوش اطوار اور کم گو صوفی سالک تھے لیکن مفسدین کے رد میں جب گفتگو فرماتے تو ہر گفتگو پر بہت سے بد عقیدہ طریق صوفیاء کے تابع ہو جاتے۔ آپ کے آستانے پر روز و شب نیاز مندوں کا ایک انبوہ کثیر رہتا اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا تھا۔ آپ کے ہاتھ پر بے شمار غیر مسلموں نے نعمت اسلام کو قبول کیا اور منازل روحانیہ کو طے کیا۔ آپ نے خاصی طویل عمر پائی اور ۱۹۰۳ء میں وصال فرمایا۔ آپ کا مرقد پر انوار قبرستان میانی صاحبؒ لاہور میں واقع ہے۔ آپ کثیر مریدین کا حلقہ رکھتے تھے اور آپ سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا۔ آپ تاحیات درگاہ معلٰی قادریہ حضرت غوث العصرؒ پر حاضر ہوتے رہے۔

شہ امام الدین امیرُ العارفین — در زمانہ حجتِ دینِ مبین
سربسر اخلاق اش آئینۂ نور — صاحبِ دل، سرگروہِ کاملین
انفس و آفاقِ جاں تسخیر کرد — از نگاہِ شہ عمرؒ غوثُ الیقین
معنیٔ قرآن در کردارِ او — کرد تائب صد گروہِ مجرمین
چہرہ او را مہرِ عالم تاب شد — از وفائے عشقِ ختم المرسلینؐ

حضرت سائیں عبداللہ شاہ قادری سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ زبدہ سالکین، امیر الکاملین، عمدہ عارفین، قائم بہ مروت اخلاص، مستجاب الدعوات، صاحب مسخرات، صورت امیرانہ سیرت درویشانہ ظاہر رندانہ باطن صوفیانہ، حجت المستغرقین، فانی در محبت الہٰی، باقی در انوار لامتناہی حضرت سائیں عبداللہ شاہ قادری سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ موضع ساہووالہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ ابتدائے عمر ہی میں یتیم ہو گئے تھے اس لئے بچپن مزدوری میں گزارا اور عنوان شباب میں کسی درویش سے اوراد کی اجازت لے کر شب بھر مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک رات مصروف اذکار تھے کہ اچانک کان میں آواز آئی اے لڑکے ایسا نہیں کرتے جو تو کر رہا ہے بلکہ ذکر اللہ ایسا کرنا چاہئے اور ساتھ ہی آپ کے قلب میں روشنی پیدا ہوئی لیکن آپ سہم گئے اس لئے آپ نے جواباً کہا "تم کون ہو جو نظر نہیں آتے مگر آواز دیتے ہو میں چھوٹی عمر کا بچہ ہوں اگر ڈر جاؤں تو تو ذمہ دار ہو گا؟" آواز آئی "اچھا اگر دیکھنے کی مرضی ہے تو تلاش کر، تلاش کرنے والے آخر اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں" چنانچہ آواز آنا بند ہو گئی لیکن دل میں جو روشنی ہوئی تھی اس نے جمع القلب بنا دیا۔ آپ گھر آ گئے اور ساری رات متفکر رہے کہ اگر میں جواب نہ دیتا تو اور گفتگو کرتا۔ کبھی سوچتے شاید کوئی جن ہو لیکن پھر بھی اس قدر تلخ جواب مجھے نہیں کہنا چاہئے تھا۔

بوقت فجر آپ نے اپنی والدہ محترمہؒ کی خدمت کو دوسرے بھائیوں کے سپرد کیا اور والدہ محترمہؒ سے اجازت لے کر آواز کی تلاش میں محو سفر ہوئے۔ سائیں صاحبؒ نے کئی سال اس آواز کی تلاش میں گزار دیئے اس دوران چودہ درویشوں سے بیعت ہوئے لیکن نہ مقصد حاصل ہوا نہ اس آواز کا کوئی سراغ لگا البتہ ڈیرے ڈیرے گھومنے سے بھنگ چرس کا سبق سیکھ لیا اور تصور شیخ کی خوب مہارت حاصل کی۔ جب کسی کی بیعت کرتے تو اس سے جملہ رموز سیکھ کر مزید طلب کرتے تو وہ کہتا بس مجھے اتنا ہی آتا ہے چنانچہ اسی طرح ایک دنیا گھومے مگر روحانی تشنگی دور نہ ہوئی آخر حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر معتکف ہوئے وہاں سے حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ کا حکم ہوا چنانچہ آستانہ حضرت میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ پر معتکف ہو گئے۔ وہاں سے گوجرانوالہ کی طرف حکم ہوا چنانچہ درگاہ پر موجود درویشوں سے استفسار کیا کہ گوجرانوالہ میں سلسلہ حضرت میانمیر صاحبؒ کے کون کون سے مشہور بزرگ ہیں؟ انہوں نے جواب میں حضرت غوث

العصرؒ اور حضرت سائیں کیسر شاہؒ کے اسماء بتائے چنانچہ سائیں صاحبؒ نے سوچا کہ پہلے سائیں کیسر شاہؒ سے ملاقات کرنی چاہئے شاید مسجد والی آواز انہی کی ہو چنانچہ لاہور سے روانہ ہوئے اور راستہ میں موضع پیناکھ میں اپنی ہمشیرہ کو ملنے اس کے گھر چلے گئے۔ ہمشیرہ نے برسوں بعد بھائی کی صورت دیکھ کر خوش آمدید کہا لیکن ساتھ ساتھ طعن و ملامت سے بھی تواضع کی اور کہا کہ "افسوس تم نے تمام زندگی درویشوں کو پکڑنے میں گزار دی خدا جانے وہ مرشد کہاں ہے جس کی تم آرزو رکھتے ہو" کہنے لگے وہ مرشد جس کی میں آرزو رکھتا ہوں اب اسی کی طرف جا رہا ہوں" رات ہو چکی تھی اس لئے سائیں صاحبؒ سو گئے تو بعالم خواب حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے اور حضرت داتا گنج بخشؒ نے فرمایا "عبداللہ تمہارا فیض گوجرانوالہ شہر میں محمد عمر کے پاس ہے" اور ساتھ ہی حضرت داتا گنج بخشؒ نے حضرت غوث العصرؒ کی صورت کا مشاہدہ کرا دیا اور حضرت غوث العصرؒ نے سائیں صاحبؒ کو گلی و کوچہ کا پتہ اور گھر بتا دیا۔

سائیں صاحبؒ جب دوسرے روز بیدار ہوئے تو گوجرانوالہ کا قصد سفر کیا ہمشیرہ محترمہ نے کہا "عجیب حالت ہے رات کو وایانوالی قبلہ تھا اور اب فجر کو گوجرانوالہ کعبہ بن گیا" سائیں صاحبؒ نے فرمایا اب خدا کا فضل ہو چکا ہے اور مرشد کاملؒ نے اپنی صورت دکھا دی ہے اب کوئی شبہ نہیں رہا" یہ کہہ کر گوجرانوالہ روانہ ہوئے۔ جب سردار حکماں چمنی سنگھ کے تالاب پر پہنچے تو ایک برہمن یوگی تالاب سے نہا کر نکلا، اس نے آواز دی کہ "عبداللہ ٹھہر جا" کیا تو خواجہ محمد عمر صاحب کے گھر جانا چاہتا ہے؟" آپ نے کہا "جی ہاں" اس نے کہا "میں بھی وہیں جا رہا ہوں میرے پیچھے پیچھے چلا آ" چنانچہ آپ اس کے ساتھ حضرت غوث العصرؒ کے گھر پر پہنچ گئے۔ برہمن یوگی نے کہا "یہ خواجہ محمد عمر صاحب کا گھر ہے" اور یہ کہہ کر برہمن یوگی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ سائیں صاحبؒ نے دروازہ پر دستک دی تو گھر والوں نے کہا کہ آپ باہر کسی کام سے گئے ہیں۔ چنانچہ سائیں صاحبؒ گلی میں مکان کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ اسی عالم میں حضرت غوث العصرؒ نے سائیں صاحبؒ کو سر سے پکڑ کر ہلایا۔ جب سائیں صاحبؒ نے آنکھیں کھولیں تو سبحان اللہ کہا۔ وہی صورت وہی آواز خوشی اور مسرت کی انتہا نہ رہی اور عالم وجد میں محو رقص ہو گئے۔

تجھے تلاش کیا میں نے شہر و صحرا میں
کہ تیرے واسطے آنکھوں میں نور باقی ہے
تو سامنے ہے نہ کیوں محو رقص ہو جاؤں
تمہاری پیاس تھی دل میں تو میرا ساقی ہے

حضرت غوث العصرؒ نے مسکرا کر استفسار کیا کہ "کیوں آئے ہو اور کیا کام ہے؟" سائیں صاحبؒ نے عرض کیا "حضور میرا کوئی سوال نہیں سوائے اس کے کہ مجھے راہ حق عنایت فرمائیں اور

راہ حق میں میری دستگیری فرمائیں۔" آپؒ نے ارشاد فرمایا "مجھے راہ حق نہیں آتا" سائیں صاحبؒ نے بہت التجا کی تو حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "میری وہی آواز ہے جو میں نے تمہیں مسجد میں کہی تھی اگر قبول ہے تو بہتر ورنہ کسی اور کو تلاش کرو" سائیں صاحبؒ قدموں میں گر گئے اور قدموں کو بوسہ دیا۔ حضرت غوث العصرؒ نے ایک ہی نگاہ سے ذکر روحی وسری عطا فرما کر چشم زدن میں سائیں صاحبؒ کو زمرہ اولیاء میں شامل کر دیا اور رخصت فرمایا۔

سائیں صاحبؒ کی ساری زندگی مجاہدات میں گزری تھی البتہ پیشہ رندی میں فرائض سے غافل ہو گئے تھے لیکن حضرت غوث العصرؒ کی بیعت کے بعد از خود بتقاضائے قلب شعار شریعت پر سختی سے عمل پیرا اور فرائض کے علاوہ نوافل تہجد روزہ ہائے رمضان و دیگر صالحات و صدقات کے پابند ہو گئے۔ اس کے علاوہ شب و روز ریاضت شاقہ میں گذرتے ترک و تجرید و تفرید میں بے مثال تھے۔ آپ اس قدر سخت مجاہدہ کرتے تھے کہ قلم تحریر سے عاجز ہے۔ آپ کے مجاہدات در حقیقت کرامت تھے۔ مسلسل ہفتوں بغیر کھائے پئے ذکر الٰہی سے ہی رزق باطنی حاصل کرتے۔ چہرہ نہایت ہشاش بشاش با رونق اور بارعب تھا۔ سیف زباں ایسے کہ جو زبان سے فرماتے قضا و قدر بن کر ظاہر ہوتا۔ بے حد مہمان پرور اور اخلاق رسولؐ کے مظہر تھے۔ آپ کی نگاہ کیمیاء اثر سے بے شمار مسلمانوں نے عرفان الٰہی حاصل کیا اور صاحب کرامات ہوئے۔ غیر مسلم ان کو ہری کرشن کا اوتار اور دیوتا سمجھتے تھے۔ آپ کے جمال میں بھی ایک جلال کی کیفیت تھی۔ آپ کے آستانہ عالیہ پر ہر وقت ارادت مندوں اور نیاز مندوں کا انبوہ کثیر ہوتا تھا۔

سائیں صاحبؒ اپنے پیر و مرشد حضرت غوث العصرؒ کے غلام بے دام کی طرح تھے ہر حکم کی فوری تعمیل شیوہ تھا۔ احباب سے گفتگو کرتے تو ہر بات کی دلیل حضرت غوث العصرؒ کے کردار اور ارشادات عالیہ سے دیتے اور ہر سند کے لئے فصیح و بلیغ عربی و فارسی میں قرآن و حدیث اور کتب صوفیاء کے اقتباسات پیش کرتے حالانکہ باقاعدہ علوم ظاہریہ حاصل نہ کئے تھے لیکن علم لدنی کے گنجینہ سربستہ تھے۔ اہل علاقہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ سائیں صاحبؒ کے خلفاء میں بڑی بڑی جلیل القدر شخصیات ہیں اور بہت سے معزز خاندان ان کی ارادت میں داخل تھے۔

سائیں صاحبؒ گوجرانوالہ آتے تو درگاہ معلٰی حضرت غوث العصرؒ کی طرف برہنہ پا سفر کرتے۔ انہی کی سنت ادا کرتے ہوئے سائیں صاحبؒ کے مرید و خلیفہ حضرت شیخ نور محمدؒ عرف شیخ نتھو بھی درگاہ معلٰی پر برہنہ پا حاضر ہوتے تھے اور ان کے بیٹے شاعر مشرق علامہ محمدؒ اقبالؒ جو اپنے باپ کے ہاتھ پر بیعت تھے جب بھی درگاہ معلٰی قادریہ غوث العصرؒ پر حاضر ہوتے تو اپنے والدؒ اور دادا مرشد سائیں صاحبؒ کی سنت ادا کرنے کے لئے برہنہ پا حاضر ہوتے رہے۔ حضرت سائیں صاحبؒ استغراق و وجد کی کیفیت میں پہروں اپنی ذات سے گم اور مشاہدہ حق میں باقی رہتے۔ آپ نے بوجہ رغبت

استغراق تمام زندگی شادی نہ کی۔ آپ کی کرامات کا ایک طویل سلسلہ ہے جو آج بھی زبان زد خلائق ہے۔ آپ کا روضہ انور اڈہ پسروریاں نذد لیڈی اینڈرسن ہائی سکول سیالکوٹ میں مرجع انوار و تجلیات ہے۔

سائیں عبداللہ شاہِ قادری عرش گیرد از نگاہِ قادری
مخزنِ انوارِ وجہہ اللہ بود تنہا قلب او سیاہِ قادری

سائیں صاحبؒ صلح کل، امن، خیر، بھلائی اور عفو و درگذر کی نصیحت کرتے تھے اور آپ کی نصیحت اس قدر موثر تھی کہ آپ کے نصائح سے اہل علاقہ بغیر تفریق رنگ و نسل و مذہب نہایت اخلاق اور باہمی احترام کی فضا میں رہتے تھے۔ آپ کی ہزار ہا کرامات میں سے موثر تبلیغ امن و صلح سب سے بڑی کرامت تھی۔

سائیں عبداللہ شہؒ از جلوۂ دیدار مست عاشقِ ربِ جلال آں دیدۂ بیدار مست
پیکرِ خلقِ رسولِ آخریںؐ کردارِ او از نگاہِ او ہزاراں زاہد و ہشیار مست
کیمیاء شد پیکرش، فیضانِ غوث العصرؒ بود جامِ فخرِ اغنیاءؒ کردند از ایثار مست
شورشِ مُلّا و قاضی پیشۂ دامِ ہوس صلح و امن و آشتی آزانِ اہل دار مست
چیست دنیا کیست عقبیٰ چہ جہان مکر و فن دیدم، آں در بیخودی صد عکس بر دیوار مست
گم شود عالم تمام اے ساقیٔ کوثر کریمؐ در نگاہِ من توئی سر چشمۂ انوار مست
کُندنِ لاہور گوئید در زبانِ پہلوی مست از جامِ الست آں جامشِ کردار مست

حضرت میاں خدا داد بھٹی قادری رحمتہ اللہ علیہ

حجتہ العلماء، محرم حریم تفرید و تجرید، اکمل الصوفیا، صاحب المکاشفہ، پیرِ طریقت، قاضی حقیقت، احسن العابدین، شاہباز حریم جبروت، حضرت میاں خدا داد بھٹی قادری رحمتہ اللہ علیہ ابتدائے عمر ہی سے شعار اسلامیہ کے پابند، زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ اور علوم روحانیہ کے شائق و طلبگار تھے۔ آپ انتہائی ذہین بذلہ سنج اور خوش مزاج لیکن اس کے ساتھ ساتھ عمل کے اعتبار سے زاہد خشک انتہا کے پرہیز گار اور صاحب ایثار تھے۔ آپ نے حصول تعلیم کے بعد جب ملازمت کی تلاش کی تو محکمہ پولیس میں ملازمت ملی گویا دریا کا سفر اور خشک رہنے کی آزمائش درپیش تھی۔ عزم و ہمت خدا داد تھا چنداں نہ گھبرائے اور حرام روزی کے شائبہ سے بچنے کے لئے گھر سے آٹا ساتھ لے جاتے اور جس قدر دن ڈیوٹی میں گزرتے گھر کے آٹے سے خود اپنے ہاتھوں سے روٹی پکا کر کھاتے تھے۔

آپ کی ایمان داری دیگر عملداروں کے لئے مصیبت بنی ہوئی تھی۔ جن دنوں وزیر آباد میں ڈیوٹی کر رہے تھے ان دنوں اہل علاقہ کے لئے بے مثال خدمات انجام دیں جس وجہ سے اہل علاقہ میں آپ کا احترام اس قدر تھا کہ اس سے قبل کسی پولیس افسر کو اس علاقے میں ایسی ہر دلعزیزی

حاصل نہ ہوئی تھی۔ اس علاقے کے لوگ حضرت میاں خداداد بھٹی کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان کو صوفی کامل سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت خداداد کی جستجو اور مطالعہ مسلسل جاری رہا اور نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ راہ حق پر چلتے رہے ایک روز حجتہ الاسلام حضرت امام الغزالی رحمتہ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف "کیمیائے سعادت" کا مطالعہ کر رہے تھے کہ علم المکاشفہ کے سلسلے میں چند سوال ذہن میں پیدا ہوئے اور ان سوالوں کی جستجو ان کو حضرت مولانا مولوی محمد فیض رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے گئی۔ انہوں نے سوالوں کو سنا اگرچہ عالم تھے لیکن یہ مسئلہ عملی واردات روحانیہ کا تھا اس لئے تامل اختیار فرمایا اور بعد ازاں اپنے دل کی گواہی پر حضرت خداداد بھٹی کو حضرت غوث العصرؒ کے پاس جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ "ان کی خدمت میں جایئے اور سوال پیش کیجئے اگر انہوں نے منظور فرمایا تو فبہا ورنہ آپ کی قسمت لیکن جس قدر ہو سکے آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں" چنانچہ حضرت خداداد بھٹی حضرت غوث العصرؒ کے پاس درگاہ معلٰی قادریہ گوجرانوالہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ "سنایئے کیسے آئے" بھٹی صاحبؒ نے عرض کیا کہ "کیمیائے سعادت" سے کچھ اقتباسات پیش کرنے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اچھا سنایئے ہم بھی امام غزالیؒ کی نصیحت سن لیں گے" بھٹی صاحب نے اقتباسات سنانے کے بعد سوال پیش کئے جو ان کے دل میں ان اقتباسات میں تفکر کرنے سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت غوث العصرؒ نے نہایت فصاحت و بلاغت سے ان سوالوں کا جواب اس قدر موثر انداز سے پیش کیا کہ بھٹی صاحب دل و جاں سے مطمئن ہو گئے لیکن دل میں خیال گزرا کہ یہ حضرت عالم تو نہیں ہیں مگر علم و حکمت بدرجہ اتم ہے۔ حضرت غوث العصرؒ نے ان کے خیال کے جواب میں ارشاد فرمایا " بے شک میں عالم تو نہیں ہوں مگر یاد رکھئے کہ علم تصوف دلائل سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی علم تصوف استدلال سے حاصل ہوتا ہے بلکہ قلب سے حاصل ہوتا ہے"۔ یہ سن کر بھٹی صاحب کے دل میں بیعت کی خواہش نمودار ہوئی اور التجا کی چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے بیعت باسعادت سے مشرف فرمایا اور نور حق سے قلب کو منور فرمایا بعد از بیعت حضرت خداداد بھٹیؒ کی طبع علائق دنیا سے متنفر ہو گئی اور نور حق نے علائق دنیا کو رقیب روسیہ کے رنگ میں دکھا دیا۔

آپ نے کچھ عرصہ بعد نوکری ترک کر دی اور بحث و تکرار اور استدلال کو چھوڑ کر نور حق کے بحر بے کنار میں محو سفر ہو گئے اور بعد ازاں گاؤں سے باہر ڈیرہ لگایا اور قلیل مدت میں اعلٰی روحانی منازل طے کر کے خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے چنانچہ آپ نے حضرت غوث العصرؒ کے عزم سخاوت معرفت کو اپنے لئے فرض سمجھا اور نور قلب سے مخلوق خدا کو بغیر مشقت واصل باللہ فرمانے لگے۔ آپ توکل میں بے مثال اور جود و سخاء میں باکمال تھے۔ آپ سے کثیر کرامات و خوارق کا اظہار ہوا ہے۔ آپ اطاعت رسولؐ میں فرد بے مثل اور مشاہدہ حق سے اسقل اور روشن تھے۔ آپ کو

اپنے پیر طریقت حضرت غوث العصرؒ کی اطاعت میں خصوصی شان حاصل تھی اور حضرت غوث العصرؒ کی آپ پر شفقت و عنایت بعد تھی۔ جب آپ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے جملہ مریدین و ارادت مندوں کو کمرے میں بلا کر شرف زیارت و نصائح سے سرفراز کیااور پھر تمام لوگوں کو کمرے سے نکل جانے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ عالم تنہائی میں رب احد سے جاملے۔

حضرت میاں خداداد بھٹی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں جس پرہیز گاری کی داد دی اس نے ان کے جوہر روح کو تابدار اور راہ حق کا متلاشی بنایا اور فیضان غوث العصرؒ سے آپ کو ولی کامل کا مقام حاصل ہوا۔ آپ انتہائی حلیم الطبع منکسر المزاج اور کریم النفس تھے۔ بیشتراہل طلب کو توجہ روحانیہ ہی سے منزل مقصود تک پہنچا دیتے تھے۔ آپ کا حلقہ عقیدت خاصہ وسیع تھا اور آپ کے مریدین میں بہت سے اہل ارادت زمرہ کاملین میں شمار ہوئے۔ آپ کا روضہ پر انوار کالو چیمہ ضلع گوجرانوالہ میں مرجع انوار و تجلیات ہے۔

ظلمت سے ہوا برسرِ پیکار خدادادؒ — اللہ نے دی فقر کو تلوار خدادادؒ
ہے قصرِ معارف کا تو معمارِ خدادادؒ — ہے گنجِ سخاوت ترا کردار خدادادؒ
ہے ذہن منور تو ہے دل اصقل و تاباں — از زہد و ورع دیدہ بیدار خدادادؒ
استاد ترے جامیؒ و رومیؒ و غزالیؒ — تو سیف زباں عدل کا معیار خدادادؒ
ہے علم تصوف ترا گنجینہ حکمت — ہے عزم ترا جلوہ دیدار خدادادؒ
وہ غوثِ زماں خواجہ عمرؒ تیرا ہے مرشد — جو دستِ مشیت کا ہے شہکار خدادادؒ
تو عشقِ محمدؐ میں ہوا ہے زرِ خالص — تو عالمِ ارواح کا طیار خدادادؒ
ہے تیری نگاہوں میں کرم دل میں محبت — آ جائے اگر کوئی گنہگار خدادادؒ
تو محرمِ تجرید ہے تو مصحفِ تفرید — سر چشمہ وحدت ترا دربار خدادادؒ

حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

ہادی راہ ہدایت منبع کشف و کرامت، امیر المجاہدین، تبشیر السالکین، زبدہ عارفین، صاحب فضل و اکرام حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل عنفوان شباب میں مکمل کی بعد ازاں لاہور میں ملازمت کے ساتھ ساتھ جید علماء کرام سے تحصیل علم کرتے رہے۔ عنفوان شباب ہی میں حضرت غوث العصرؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور قلیل مدت میں منازل روحانیہ کی تحصیل کی۔ ترک و تجرید میں فرد تھے اور باوجود صاحب کشف و کرامت ہونے کے شہرت دنیا سے سخت بے زار تھے۔ آپ عابد شب زندہ دار اور سخاوت و صدقات میں معروف تھے۔ علاقہ کے بے شمار غرباء و مساکین پر آپ کی بے شمار عنایات تھیں۔

آپ کی زبان پر ہر وقت حضرت غوث العصرؒ کے اخلاق اعلیٰ اور کرامات و خوارق کا تذکرہ رہتا

تھا۔ شیخ طریقت سے محبت کا یہ عالم تھا کہ بسلسلہ روزگار کسی بھی شہر میں ہوتے ہفتے میں ایک بار درگاہ معلیٰ پر ضرور تشریف لاتے اور حضرت غوث العصرؒ کی خصوصی عنایات و فیوضات روحانیہ سے مستفیض ہوتے۔ آپ جس شہر میں بھی جاتے لوگوں کے قلوب آپ کی طرف کھنچتے اور طالب راہ حق ہوتے۔ آپ نے بے شمار لوگوں کے قلوب کو ذکر الٰہی سے آباد کیااور اعلیٰ منازل روحانیہ میں ان کی رہنمائی کی۔ آپ کا طریق حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت غوث العصرؒ کے عین مطابق تھا۔ سخاوت معرفت سے اہل طلب کی روحانی مقامات کی تحصیل میں عارفانہ ذمہ داری کے ساتھ رہنمائی کرتے تھے۔

پیر صاحبؒ ظاہر و باطن کے لحاظ سے جلال و جمال کے پیکر تھے۔ آپ کا انداز گفتگو انتہائی متاثر کن ہوتا تھا۔ جو شخص آپ سے چند روز ملاقات کرتا تاحیات آپ کی دوستی کی خواہش رکھتا۔ جب آپ احوال قلبی کے سبب کامل ترک دنیا کر چکے تو زیادہ وقت گوشہ نشینی میں گزارا۔ حضرت غوث العصرؒ کے وصال کے بعد آپ نے سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ سے بھی معاملات روحانیہ میں رہنمائی حاصل کی۔ پیر صاحبؒ انتہائی خدا ترس مہر و وفا و شفقت کے پیکر تھے۔ آپ کے مریدین میں بہت سے زمرہ کاملین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا روضہ پر انوار سنہری مسجد کے قریب سیالکوٹ میں مرجع خاص و عام ہے۔

غلامِ حق محبت بیشتر دارد زہے وجد و کرامِ حق
غلام غوث اعظمؒ شاہ محی الدینؒ غلام حق

دل و روح و برجسم فگن سایہ علیؓ المرتضیٰ
جمالِ مصطفیٰ خیزد ز سیفِ بے نیامِ حق

خواجہ عمرؒ العصر غوث البحر سخاءُ از مشرف
مقدس جلوۂ حق در دل و جاں اہتمامِ حق

او نقشِ ثبت عالم بر شد باکرامت شہیرِ
شہیدِ عشقِ ربِ کبریاء از احترامِ حق

رفعت باعثِ باطن با را او عاجزی وفورِ
سرور و مستیِ استغراق حاصل شد ز جامِ حق

فرما کرم عارف و عالم المحدث مفسر
سخاوت از برائے مفلساں اخلاقِ عامِ حق

عجب گویم اے کُندنؔ شعر در میخانۂ وحدت
تبسم برلبِ او وقتِ رحلت از سلامِ حق۔

حضرت لاہوری شاہ صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ

صوفی مست الست، مجذوب الحق، صاحب کشف و کرامات و تسخرات، نوری حضوری حضرت لاہوری شاہ صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ، ابتدائے عمر ہی سے جذب سرور و حضور طبع میں موجود تھا۔ اشارہ غیبی سے مزید روحانی ارتقاع کے لئے حضرت غوث العصرؒ سے استدعا کی تو حضرت العصرؒ نے ایک نگاہ میں مشاہدہ حق کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور ولی کامل ہو گئے۔ آپ کی سکر و مستی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ سرجھکائے ایک درخت کے نیچے بیٹھے مشاہدہ نور میں مستغرق رہتے تھے۔ سیالکوٹ کے لوگوں میں آپ کا خصوصی

احترام پایا جاتا تھا۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا اور خلق خدا کی مشکلوں کو حل کیا۔ ہر کوئی آپ کی نگاہ حق پرست کا طلبگار رہتا۔ آپ مستی حق میں سرشار رہتے اور لوگ آپ کے قدموں کو چھو کر ایک طرف با ادب دو زانو بیٹھ جاتے جب کبھی آپ عالم سکر سے باہر آتے تو ایک نگاہ کرم ہجوم پر ڈالتے اسی ایک نگاہ میں لوگوں کی مرادیں بر آتیں' آپ دعا فرماتے اور لوگوں کو جانے کی اجازت مرحمت فرماتے۔ درگاہ معلٰی حضرت غوث العصرؒ میں برہنہ پا سفر کر کے آتے اور جب تک درگاہ معلٰی میں ہوتے اس وقت تک اپنے آپ کو مدہوشی سے بچائے رکھتے لیکن جیسے ہی غلبہ سکر ہوتا تو اجازت لے کر واپس سیالکوٹ چلے جاتے۔ آپ کے عقیدت مندوں میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے۔ آپ کا مزار علامہ اقبالؒ کالج سیالکوٹ کے قریب ہے۔

حضرتِ لاہوریؒ مستِ محتشم — کرد غوث العصرؒ او را ذوالکرم
نغمہ قالو بلٰی او را رباب — عرشِ اعلٰی آید ایں زیرِ قدم
محشرِ انوارِ دل یومِ الست — محو استغراق بود اہل عدم
از ورائے شورشِ دنیا و دین — مردِ عارف شاہدِ لوح و قلم
صاحبِ کشف و کراماتِ کثیر — در خلائق شہرۂ او محترم
گم شود کاشی و کعبہ از نگاہ — بے نیازِ فتنہ ہائے بیش و کم
کُندنؔ لاہوری گوئید حق تجلی — از نگاہِ او مداوائے ستم

حضرت علامہ محمد احسن قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

حجت اسلام' زبدہ عارفین' سرمایہ فروغ طریق قادریہ' مفتی حدیقہ حنفیہ حضرت علامہ محمد احسن قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ لاہور کے ایک عالم جید اور فقیہہ اعظم تھے۔ آپ کے دور میں فتنہ خارجیت پورے برصغیر میں راسخ العقیدہ مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے رہا تھا ایسے حالات میں آپ سے دہلی کلکتہ اور احمد آباد کے مسلمانوں نے استدعا کی کہ ہمارے شہروں میں تشریف لائیں چنانچہ آپ نے طریقت صوفیاء اور فقہ حنفیہ کی پیشوائی فرمائی لیکن ان مناظروں اور مجادلوں میں آپ کے دل میں چند شکوک طریقت صوفیاء کے بارے میں بھی پیدا ہوئے' مسئلہ تنزیہہ اور تشبیہ کی ہم آہنگی کے وجدانی پہلو سے متعلق تھا۔

اگرچہ آپ طریق صوفیاء کے قائل اور فقہ حنفیہ کے عالم بے مثال تھے لیکن تصوف کی عملی و وجدانی صورت حال میں درک نہ رکھتے تھے چنانچہ بہت سے صوفیاء سے تبادلہ خیال کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت غوث العصرؒ کی شہرت سنی اور حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے عرس اقدس پر دربار ذی وقار میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضرت غوث العصرؒ نے تنزیہہ و تشبیہ کے ہم آہنگ ہونے اور اس کی نظری صورت پر جملہ عقائد صوفیاء کے مطابق وضاحت کی جس سے

حضرت احسنؒ مطمئن ہوئے اور حضرت غوث العصرؒ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کی بیعت کا خیال دل میں سما گیا لیکن حضرت احسن خود جید عالم تھے اور بیشتر صوفیائے عظام سے ملاقات بھی رکھتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت غوث العصرؒ کی بیعت کرنے سے قبل آپ کو آزمانا چاہا چنانچہ اس آزمائش کے لئے انہوں نے حضرت غوث العصرؒ کو اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی اور کہا کہ آکر لے جاؤں گا لیکن جان بوجھ کر نہ آئے اسی طرح تین دن تک روز آتے اور کبھی دوپہر کبھی شام کا کہہ کر چلے جاتے اور پھر آکر بہانہ بناتے۔ حضرت غوث العصرؒ بھی دعوت کے وعدے کے پابند ہو گئے اور تین روز تک کچھ نہ کھایا اور نہ ہی حضرت احسنؒ کو وعدہ خلافی پر ملامت کیا یہاں تک کہ درگاہ معلی حضرت داتا گنج بخشؒ کے سجادگان جو حضرت غوث العصرؒ کے حلقہ ارادت میں تھے حضرت احسنؒ سے الجھ پڑے۔ جب حضرت احسنؒ نے حضرت غوث العصرؒ کے وعدے کی استقامت کو دیکھا اور از روئے علم وہ پہلے ہی اس حقیقت کو جانتے تھے کہ اصل کرامت استقامت ہے چنانچہ نہایت شرمساری و زاری کے ساتھ حضرت غوث العصرؒ سے معافی کے طلبگار ہوئے لیکن حضرت غوث العصرؒ نے خندہ پیشانی کے ساتھ درگزر فرمایا اور جب حضرت احسنؒ نے بیعت کے لئے استدعا کی تو حضرت غوث العصرؒ نے حضرت احسنؒ کو بیعت فرما کر خصوصی روحانی توجہ سے سرفراز فرمایا اور قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی منازل پر فائز فرما دیا۔ حضرت احسنؒ کا زہد تقویٰ، استقامت و سخاوت علم و حکمت بے مثال تھا آپ کو حضرت غوث العصرؒ نے خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔

حضرت علامہ محمد احسنؒ فرائض منصبی کے سلسلے میں جب کلکتہ گئے اور وہاں مستقل رہائش اختیار کی تو رفتہ رفتہ وہاں کے علماء و صوفیاء آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے اور کلکتے میں خارجیت اور برہمن ازم کا جو کھیل کھیلا جا رہا تھا اس سے آگاہ کیا۔ صورتحال یہ تھی کہ مسلمانوں کی اکثریت سیدھی سادی اور راسخ العقیدہ تھی لیکن برہمن ازم اور خارجیت کے نمائندوں نے آپسی ملی بھگت کے ذریعے ان مسلمانوں کو خارجیت اور ہندو ازم میں دھکیلنے کی سازش شروع کر رکھی تھی۔ خارجی غیر مقلد علاقے کے مسلمانوں کو صوفیاء کی عقیدت سے منع کرتے اور ان کو کافر و مشرک قرار دیتے جس سے جذبات میں آکر بعض لوگوں نے اسلام کی اس تعبیر سے انکار کرتے ہوئے برہمن ازم کو بہتر سمجھنا شروع کر دیا دوسری طرف برہمن علاقائی مسلمانوں کو یقین دلاتے کہ یا تو خارجیوں کی طرح مسلمان بن جاؤ یا ہندو ہو جاؤ اس سے بہت ہی ناگفتہ بہ صورت حال پیدا ہوئی۔

یہ وہی فتنہ ہے جو بعد کے ادوار میں وہابیت اور برہمن ازم کی سنگھٹن اور شدھی کی تحریکوں کی صورت میں آگے بڑھا۔ درحقیقت برہمن ازم اور خارجی عناصر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر ایک دوسرے کے خلاف جبکہ مقاصد کے لحاظ سے متفق تھے اور مل کر تصوف اور صوفیائے کرامؒ کے خلاف ایک دو منہ والے اژدھا کی صورت سحر سامری کا کھیل کھیل رہے تھے۔ ان حالات میں

حضرت علامہ محمد احسن قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کی سرکردگی میں علاقے کے صوفیاء اور علمائے اہلسنت و جماعت نے اسلام کا حقیقی پیغام عام کیا۔ مخلوق خدا کو امن بھلائی دوستی صلح کل اور انسانیت کی عظمت کا موثر سبق دیا اور خارجیوں اور برہمن ازم کے اس گھناؤنے کھیل کو قوت ایمان سے کلکتہ کی امن پرور فضاؤں سے نکال دیا۔

جب تک حضرت علامہ محمد احسن قادری رحمتہ اللہ علیہ زندہ رہے کلکتہ میں مذہبی آزادی اور انسان دوستی کی ناقابل فراموش مثالیں قائم ہوئیں اور فتنہ نفرت نے آپ کے وصال کے کئی برس بعد سر اٹھایا۔ اب اس فتنے میں انگریز مشنری بھی کھل کر سامنے آ گئے اور علاقائی لوگوں کو باہم تقسیم کرنے لگے۔ حضرت محمد احسنؒ کی شخصیت انتہائی بارعب تھی' آپ انتہائی مشفق اور دوست دار تھے۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ آپ سے متاثر ہوئے۔

حضرت علامہ محمد احسن قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین و ارادت مندوں نے وہابیوں میں سے پیدا ہونے والے گروہ قادیانیت کے کلکتہ میں نفوذ کے تمام راستے بند کر دیئے۔ آج بھی کلکتہ میں آپ کے ارادت مند شہرت و گمنامی سے بے نیاز حضرت سیدنا میانمیر بالاپیر رحمتہ اللہ علیہ کے طریق اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظمت کی پر امن فضاؤں میں صلح و امن اور عظمت انسانیت کا تعارف ہیں۔ حضرت محمد احسن قادری رحمتہ اللہ علیہ کی تربت معمورہ حکمت اشرف البلاد کلکتہ ہی میں ہے۔

کلکتہ کہ ہے حکمتِ احسنؒ کا نگہدار — یہ شہر ہے وہ جوئے وحدت سے ہے سرشار
احسنؒ جو گیا چھوڑ کے لاہور کا گلزار — کلکتہ میں پہنچا تو ہوا سیفِ جگردار
ہے عظمتِ انساں کی گواہی ترا کردار — تو امن کا پیکر ہے کہ تو ظلم سے بیزار
اے احسنِ لاہوریؒ تو وہ اہلِ حقیقت — طاغوت سے ہر دم جو رہا برسرِ پیکار
تو جان و بدن سے ہے میانمیرؒ کا پیرو — تو شاہدِ حق ایسا کہ حاصل تجھے دیدار
ہے پیر ترا خواجہ عمرؒ عشقِ محمدؐ — ہے عشقِ محمدؐ سے ہر اک امن کی مہکار
ہے تجھ سے بلند اہلِ حقیقت کا وہ پرچم — جو پرچمِ حق عرش کے سائے میں نمودار
جو دشمنِ انساں ہے وہ شیطان ہے یارو — کلکتہ کی گلیوں میں یہ احسنؒ کی ہے گفتار
اے احسنِ لاہوریؒ تری قبر ہے نوری — گمنامی و شہرت سے تجھے کیا ہو سروکار
تو مسجد و مندر کے تقدس کا نگہبان — سرگرداں ترے فکر سے ہر ثابت و سیار
سب اہلِ ارادت ہیں ترے امن کے عاشق — وحدت ہی سے سرشار ہیں مولا کے طلبگار

حضرت میاں فیض بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ کاملین' سرخیل طریقت' شاہد معرفت' صاحب تقویٰ و حقیقت حضرت میاں فیض بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ

گوجرانوالہ کے موضع دھلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ابتدائے عمر ہی سے شعار اسلامیہ کی پابندی اختیار کی اور زہد و تقویٰ کی نہایت نے گوشہ نشینی پر مائل کیا۔ نہایت کریم النفس اور صاحب محبت و مروت اور شائق عبادات تھے۔ حضرت غوث العصرؒ کی بیعت سے مشرف ہو کر منازل روحانیہ کی تحصیل فرمائی۔ آپ نے تازیست علاقہ سے باہر قدم نہ رکھا اور مجاہدات و ریاضت کو شعار کیا۔ آپ صاحب وجد و حال اور کرامات کثیرہ رکھتے تھے۔ آپ سے بے شمار لوگوں نے بیعت کی استدعا کی لیکن بہت کم لوگوں کو بیعت فرمایا۔ خاموش طبع اور با جلال و اخلاص تھے۔ آپ سے بے شمار لوگوں نے فیوضات دنیاوی و روحانی کی تحصیل کی ہے۔ آپ کا مزار موضع دھلے (صدیق اکبر ٹاؤن) میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کے نصائح نہایت متاثر کن ہوتے جو بھی آپ کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہوتا اس کے دل میں رجوع الی اللہ کا ذوق پیدا ہو جاتا باوجود اس کے کہ آپ واعظ نہ تھے لیکن مختصر جملوں میں حقائق و معارف کے سمندر مواج رہتے تھے آپ کے ارشادات آپ کے روحانی مناہل سلوک کے تجربے اور بصیرت روحانی کی خوشبو پھیلاتے رہے۔

فیض بخشؒ آئینۂ اخلاق بود — گفتگوئے او تبرِ براق بود
با سعادت بیعتِ خواجہ عمرؒ — بہ ہما در وسعتِ آفاق بود
آں طلب کردند از فضلِ کریم — از ورائے زعمِ استحقاق بود
سر بسر سرخیلِ زمرہ در طریق — در دل و جاں منبعِ اشفاق بود
کُندنؔ لاہوری گوئید باخدا — در علائق خلقِ او تریاق بود

حضرت سید بوٹے شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ متوکلین، زبدہ سالکین، عمدہ کاملین، صاحب استغراق و حال، بندہ حق حضرت سید بوٹے شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ ابتدا میں سلسلہ نوشاہیہ میں تھے۔ سید بوٹے شاہ نے ایک عرصہ تک اپنے سلسلہ کی خدمت کی بعد ازاں جموں چلے گئے اور کچھ تعویذ کی کتب لے کر بیٹھ گئے اور سلسلہ پیری مریدی شروع کر دیا جب کام نہ بنا تو شعبدہ اور ٹونہ کو اپنا کر مخلوق خدا میں شہرت اور دولت حاصل کی۔ سید زادے تھے لیکن شیطانی کام میں پڑ گئے۔

حضرت غوث العصرؒ نے بارگاہ حق کے اذن سے کئی بار ایک ہی وقت میں مختلف لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی تھی۔ اسی طرح بوٹے شاہ نے حضرت غوث العصرؒ کو جموں میں ایک مست فقیر کی صورت میں دیکھا اور بات کرنے کے جواب میں مست فقیر سے گھٹنا زخمی کروایا، زخم کی شدت بڑھی اور خواب میں حضرت غوث العصرؒ نے نصیحت فرمائی کہ شیطانی طریق چھوڑ دو تو صحت ہو جائے گی چنانچہ حسب حکم جموں سے لاہور آئے۔ دماغ سے سید ہونے کا گمان نکالا۔ محنت و مزدوری کے

ذریعے رزق کھایا' دل لگا کر عبادت کی۔

انہی دنوں حضرت داتا گنج بخشؒ کے عرس پر حضرت غوث العصرؒ سے ملاقات نصیب ہوئی اور پہچان لیا چنانچہ بیعت ہو گئے اور قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی مقام کو پہنچے یہاں تک کہ قرب حق میں مشاہدہ حق سے سرفراز ہوئے اور کثیر کرامات کا ظہور ہوا۔ اس کے علاوہ بے شمار مخلوق نے آپ سے راہ حق دریافت کیا اور آپ نے حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت غوث العصرؒ کے طریق الحق کی تعمیل میں سخاوت معرفت سے بے شمار لوگوں کو نعمت معرفت الٰہی کی طرف رہنمائی فرمائی اور شیخ کامل کی حیثیت سے شہرت پائی۔ آپ نے ساری زندگی محنت کی روٹی کھائی اور رسمی پیروں کی طرح ڈیرہ بھی نہ بنایا۔ وحدت کی سرشاری اور قرب دربار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہر چیز سے غنی کر دیا سبحان اللہ۔

شاہ سید قادریؒ آں نخلِ باغِ مصطفیٰؐ — عارفِ حق' دل فروز' احسان پرور اولیا

عاشقِ حُسنِ نبیؐ آں بندۂ ذاتِ کریم — عاجزاں را پیرِ حق مثل تمنائے صبا

قلبِ او عرشِ بریں آں صاحب استغراق بود — مخزنِ کشف و کرامت' صاحبِ نور البقا

ہستی اش کہسارِ عزمِ بندگی در ایں جہاں — حضرتِ خواجہ عمرؒ اوؒ را کند مثل ہما

آں ولی اللہ صفائےؒ ذات را برجِ کمال

حق بجق قائم آں سید شاہؒ منصورِ خدا

حضرت حاجی عبداللہ خاں قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ متوکلین' صادق الاحوال فی الکشف' راسخ الحق الودود' از خدام درگاہ معلیٰ' صاحب برہان شریعت' شاہباز حریم معرفت حضرت عبداللہ خاں قادری رحمتہ اللہ علیہ محکمہ پولیس میں ملازم تھے اور ایک شیخ طریقت حضرت مہر بخشؒ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے لیکن ایک استدراجی لسو شاہ سے واسطہ پڑا تو اس نے احوال دیگر کر دیئے اور مبتلائے امراض کیا۔ بہت علاج و ورد وظیفے سے بھی نجات نہ ہوئی چنانچہ اپنے پیر کے حکم سے پھر اسی استدراجی لسو شاہ سے استدعا کی لیکن اس نے تکبر کا مظاہرہ کیا اسی اثناء میں حضرت غوث العصرؒ کا ہاتھ ظاہر ہوا اور ارشاد ہوا کہ "اٹھ اس پلید کے پاس سے" چنانچہ اسی وقت تمام امراض سے شفا ہو گئی۔ انہوں نے سارا حال اپنے پیر صاحب مہر بخشؒ سے عرض کیا تو حضرت مہر بخشؒ نے بتایا کہ حضرت سخی احمد یارؒ کے چھوٹے بھائی خواجہ عمر کے پاس جا اور ان کا ہاتھ پہچان کہ وہ ہاتھ غوث زماں کا ہاتھ تھا جس کی برکت اور امر سے تجھے نجات ہوئی چنانچہ گوجرانوالہ آ کر حضرت غوث العصرؒ کے حضور حاضر ہوئے اور ہاتھ پہچانا وہی ہاتھ تھا جب غور سے ہاتھ کو دیکھ رہے تھے تو حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "کیا دیکھتا ہے یہ وہی ہاتھ ہے جس نے تجھے لسو شاہ سے بچایا ہے۔ عبداللہ قدموں میں گر گئے اور بیعت ہو گئے اور قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی منازل کی تحصیل کی

بعد ازاں نوکری سے فراغت ہوئی اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور زندگی کا زیادہ حصہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں بحیثیت خادم کے گزارا اور تہہ دل سے زائرین و مریدین کی خدمت کی اور حضرت غوث العصرؒ کے حضور رہ کر صاحب کشف و کرامت ہوئے۔ آپ کا زہد و تقویٰ اور مجاہدہ و ریاضت اسقدر تھا کہ بمنزلہ کرامت تھا۔

حضرت عبداللہ خاں قادریؒ درگاہ معلیٰ پر خادم ہونے کی وجہ سے حضرت غوث العصرؒ کے ارشادات کا ایک گنجینہ حکمت اپنے سینے میں رکھتے تھے اور جب کہیں جاتے آپ کے ارشادات سے محفل کو ارشادات غوث العصرؒ سے معمور فرماتے۔ آپ نے حضرت غوث العصرؒ کی ہزاروں کرامات کو دیکھا تھا اور اہل ارادت اور درویشوں کی زبان سے بھی لاتعداد کرامات سنی تھیں۔ حضرت عبداللہ خان قادریؒ نے خاصی طویل زندگی پائی اور بعد از وصال سیالکوٹ میں مدفون ہوئے۔

حضرتِ عبداللہ خاںؒ نعمت فروغِ اصفیا　　عارف و درویشِ کامل مرکزِ حُسنِ وفا
معنیٔ حکمِ شریعت عالمِ رمزِ طریق　　خادمِ درگاہِ غوث العصرؒ گجراں والہ را
آں کہ شہبازِ مدینہ آں کہ طیّارِ نجف　　آں کہ اخلاق اش مثالِ صبحِ تمہیدِ بقا
آں کہ نورِ معرفت را طالبِ پروانہ وار　　جراتِ او لائقِ تقلید بہرِ اتقیا

نازشِ اربابِ حکمت فخرِ اہلِ دل بود
آں کہ خانِ شہرِ جاں آں صاحبِ حُسنِ سخا

حضرت سائیں دل محمدؒ قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ متوکلین، صاحب تجرید و تفرید، صاحب اتقاء و ورع، صاحب اخلاق جمیل، شائق عبادات و مجاہدات حضرت سائیں دل محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے انتہا درجہ کا فقر و فاقہ اختیار کیا ہوا تھا۔ ساری زندگی عبادات و مجاہدات میں بسر کی۔ گوشہ گیری و گمنامی خاص اوصاف تھے۔ آپ سے متعدد کرامات کا ظہور ہوا۔ اہل علاقہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

آپ کی نگاہ کیمیاء نہاد سے بے شمار مخلوق خدا کی مرادیں بر آئیں اور لا تعداد لوگوں کو مشغول حق ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ابتداء میں حقہ کے بہت شوقین تھے لیکن بعد ازاں جب حضرت غوث العصرؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے تو رغبت مجاہدات کے باعث حقہ پینا بھی چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ آپ کے علاقے میں ایک خارجی مولوی حقہ و تمباکو کو حرام قرار دے رہا تھا تو وہ لوگ جو دیہاتی تھے حقہ کے عادی تھے آپ کو بلا کر لے گئے، آپ نے اس خارجی مولوی سے کہا کہ وہ امن اور سلامتی کے ساتھ چلا جائے کیونکہ تمباکو پینا مباح ہے اور یہی حقیقت ہے۔ اس نے نہایت حیرت سے آپ سے کہا کہ "آپ تو حقہ نہیں پیتے آپ میرا ساتھ دینے کی بجائے ان جاہل گنوار دیہاتیوں کا ساتھ کیوں دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کسی کے حقہ پینے یا نہ پینے سے فقہ کا حکم نہیں بدل سکتا، ہم

لوگ مقلد ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں کسی غیر مقلد کا قول ہمارے لئے حجت نہیں" چنانچہ خارجی مولوی نے علاقے سے خروج کیا۔

فاقہ مستوں کی ہے ہستی بوالعجب — ان کی خاطر کچھ نہیں جز فضلِ رب
حضرتِ خواجہ عمرؒ سے سرفراز — دل محمدؐ قادریؒ سعدِ ادب
دل محمدؐ کی بیاں ہو گفتگو — اس کی تلقین اک سرودِ باطرب
انتہائے زندگی کی فکر کر — رائیگاں ہے زعم اجداد و نسب
زندگی ہے بندگی کے واسطے — کل وہی کاٹے گا جو بوئے گا اب
شیخ ڈرتا ہے خیالِ نزع سے — عشق والے تو سدا ہیں جاں بہ لب
زندگی گزرے گی جس کی بے یقین — حشر میں اس پر ہے چشمِ باغضب
آنکھ کو ہوگی نجات اس رات سے — ہو گا حاصل قلب کو دیدار جب
عارفوں کا رہبرِ اوّل شہید — شہ علیؓ بن طالب ابنِ مطلب
مست کُن جلوۂ خواجہؒ سے ہے — بے خودی ایسے نہیں یہ بے سبب

حضرت میاں صوبا سقاء قادری سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ متوکلین، امیر الکاشفین، صاحب تجرید و تفرید، صاحب حکمت و معرفت، مشاہد الحق حضرت میاں صوبا سقاء قادری سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ اپنے عہد کے نامور صاحب مسخرات و مجاہدات ولی اللہ ہوئے ہیں۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ حضرت غوث العصرؒ کے دست حق پرست پر سب سے پہلے بیعت ہوئے اور نہایت قلیل عرصہ میں اعلیٰ روحانی مقامات پر پہنچے آپ لاہور کے رہنے والے تھے اور روحانی فیضان کو سیالکوٹ کے علاقے میں بحکم حضرت غوث العصرؒ فروغ دیا۔

حضرت میاں صوباؒ اپنے شیخ طریقت سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ گوجرانوالہ میں جب بھی حضرت غوث العصرؒ حضرت میاں صوباؒ کو یاد فرماتے یہ اپنے کشف قلبی سے فوراً حاضر ہو جاتے۔ اکثر اوقات روحانی طور پر پرواز کر کے پہنچتے۔ لیکن بعد ازاں حضرت غوث العصرؒ نے پرواز سے منع کر دیا کہ اولیائے سلفؒ نے اس کو پسند نہیں کیا۔ حضرت میاں صوبا کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ بارہا حضرت فخرا نجیاءؒ کی زیارت باسعادت حاصل ہوئی۔ ایک روز حضرت فخرا نجیاءؒ نے میاں صوبا کو یاد فرمایا اور حضرت غوث العصرؒ سے کہا کہ "کیا بات ہے بہت دن ہوئے میاں صوبا نہیں آیا" حضرت غوث العصرؒ نے عرض کیا "حضور میں ابھی بلاتا ہوں" چند لمحے میں میاں صوبا ازروئے روحانی پرواز کوٹ پیرو شاہ پہنچ گئے اور حاضر خدمت ہو گئے۔ حضرت فخرا نجیاءؒ نے میاں صوباؒ کو دیکھ کر کہا "کیا بات ہے میں یاد کرتا تھا تم نہیں آئے" میاں صوبا نے دست بستہ عرض کیا "حضور بلانے والا (حضرت غوث العصرؒ) بلاتا تو میری کیا مجال تھی کہ حاضر نہ ہوتا" اس جواب سے حضرت فخرا نجیاءؒ بہت خوش

ہوئے اور تین مرتبہ "صوبا صوبا صوبا" فرمایا۔

حضرت فخرا نخیاءؒ کا تین مرتبہ صوبا صوبا فرمانا درحقیقت میاں صوبا کی ارادت کی تعریف کرنا تھا کہ صوبا کی ارادت ایسی ہے کہ اس کا دھیان کسی اور طرف نہیں۔ اس توصیف سے ارادت کے اس اصول کی وضاحت ہوتی ہے کہ اہل ارادت کی ارادت اس وقت درجہ ارفع پر پہنچتی ہے جب وہ باوجود دیگر بزرگان سلسلہ کے ادب کے صرف اور صرف اپنے پیر و مرشد کے امر کے تابع رہتے ہیں۔ حضرت فخرا نخیاءؒ باوجود اس کے کہ میاں صوباء کے دادا مرشد تھے اور مرشد بھی ایسے کہ حضرت غوث العصرؒ بھی دست بستہ حاضر رہتے تھے لیکن صوبا اپنے مرشد کے امر کے تابع تھے۔ چنانچہ ارادت کے ارفع ہونے کی خوشی حضرت فخرا نخیاءؒ کے سوا کون کر سکتا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ صوبا نے حضرت فخرا نخیاءؒ کے سامنے جس طرح بے ساختگی کے ساتھ جواب دیا اس پر حضرت غوث العصرؒ بھی ناراض ہونے کی بجائے مسکراتے رہے کیونکہ حضرت غوث العصرؒ ارادت فخرا نخیاءؒ میں بذات خود بے مثال تھے۔ حضرت غوث العصرؒ کی ارادت تاریخ تصوف میں لازوال مثال ہے یہی سبق میاں صوبا نے یاد کیا اور درجہ رفعت و اوج کو پہنچے۔

عارفِ حق بے نہایت　　سر تا پا نورِ محبت
پیرِ او کردو سخاوت　　مرقدش بقعۂ رحمت
جانِ او محوِ اطاعت　　شارحِ ختمِ نبوت

حضرت میاں عبدالغفار کشمیری قادری رحمتہ اللہ علیہ

انصار اولیاء اللہ، زبدہ عارفین، صاحب کشف و کرامات و مسخرات صاحب حکمت لازوال، فخر اہل ارادت با سعادت حضرت میاں عبدالغفار کشمیری قادری رحمتہ اللہ علیہ ان باسعادت طالبان حق میں سے ہیں جنہوں نے حضرت غوث العصرؒ کے دست حق پرست پر کوٹ پیروشاہ میں بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے علاوہ ان کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ جب حضرت غوث العصرؒ کوٹ پیروشاہ سے حضرت فخرا نخیاءؒ کے حکم کے مطابق ہجرت کر گئے تو حضرت غوث العصرؒ کا قیام تقریباً چھ ماہ حضرت عبدالغفار صاحبؒ کے گھر رہا۔ اس وقت سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی عمر اقدس تقریباً گیارہ سال تھی۔ حضرت عبدالغفار صاحبؒ نے قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی منازل طے کیں، صاحب حال بزرگ تھے لیکن ہر حال میں رزق حلال کے لئے محنت و مشقت کرتے تھے۔ حضرت غوث العصرؒ نے جب محنت و مشقت شروع کی تو مختلف جگہوں پر کام کرنا ہوتا تھا لیکن حضرت عبدالغفارؒ ایسے صاحب کشف تھے کہ ہر روز بلا ناغہ خواہ سردی ہو گرمی ہو یا آندھی بارش ہو چائے دانی میں گرم

گرم چائے بغیر کسی سے آپ کا پتہ پوچھے وہاں پہنچ جاتے جہاں حضرت غوث العصرؒ کام کر رہے ہوتے۔ پیر طریقتؒ سے ایسی قلبی وابستگی تھی کہ آپ کو حضرت غوث العصرؒ کی خوشبو راستہ بتا دیتی تھی سبحان اللہ۔

حضرت عبدالغفارؒ اپنے روحانی احوال کو چھپائے رکھتے تھے اور نہایت سادگی اور عاجزی کے ساتھ مخلوق خدا کے ساتھ رہتے تھے۔ نہایت منکسر المزاج حلیم الطبع اور اخلاق محمدیہؐ کے پابند تھے۔ ایک مرتبہ اس علاقے میں ایک استدراجی نے کسی امیر کو موت کے وہم میں مبتلا کر دیا اور اس کو موت کا دن بتا دیا جس سے وہ امیر لاغر و متفکر ہو گیا۔ اس امیر کے ایک دوست نے جو آپ کا تہہ دل سے معتقد تھا آکر آپ سے اس استدراجی کی شکایت کی اور اپنے دوست کی ناگفتہ بہ حالت سے آگاہ کیا۔ آپ نے اسی رات توجہ روحانی فرمائی اور اس استدراجی کو اسی کے گھر میں چارپائی سے اٹھا کر اس قدر سختی سے زمین پر پٹخا کہ اس کی حالت غیر ہو گئی۔ اس استدراجی کے ہمسائے اس شور و غل سے اس کے مکان کے سامنے آگئے اور اس سے دریافت کیا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ استدراجی حیران پشیمان کیا جواب دیتا۔ اسی اثناء میں حضرت عبدالغفارؒ وہاں پہنچے اور آپ نے فرمایا "میں نے اس کو پھینکا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ تم کو اگر یہ معلوم نہیں کہ تم کو کس نے سزا دی ہے تو یہ تم کو کس طرح معلوم ہوا کہ فلاں شخص فلاں روز مر جائے گا۔ اگر تم اپنی کرتوت سے باز نہیں آؤ گے تو اور سزا دوں گا جس سے تیرا زیادہ نقصان بھی ہو سکتا ہے" چنانچہ وہ استدراجی آپ کے قدموں میں گر گیا اور معافی کا خواستگار ہوا اس واقعہ سے اہل علاقہ کو حضرت عبدالغفارؒ کی روحانی عظمت کا پہلی بار احساس ہوا اس سے قبل اہل علاقہ آپ کو ایک پریشان حال مزدور ہی سمجھتے تھے۔ جب اہل علاقہ نے اس امیر کو یہ سارا واقعہ بتایا تو اس کا خوف مرگ جاتا رہا۔ حضرت عبدالغفارؒ نے اس موقع پر فرمایا "خوف مرگ تو ہر وقت دل میں ہونا چاہئے مگر کسی نفس کو کسی کی موت کا علم نہیں کہ کب مرنا ہے ہاں اگر میدان رضا کے مرد کو خدا سے علم ہوا ہو تو اور بات ہے۔"

حضرت عبدالغفارؒ سے بے شمار کرامات و خوارق کا اظہار ہوا ہے اور لاتعداد لوگوں نے آپ سے نعمت معرفت کی تحصیل کی ہے۔ آپ فقر و فاقہ اور کم گوئی و گمنامی کو محبوب رکھتے تھے اور ہر طرح سے امام سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غوث العصر رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر عمل پیرا رہے۔

عبدِ غفارؒ اہلِ دل اہلِ نظر — سرفرازِ بیعتِ خواجہ عمرؒ
آں کہ انصارِ ولی اللہ بود — مطلعؔ عرفاںؔ مریدِ مستقر
صاحبِ کشف و کراماتِ عجیب — فقر از قلبِ منور معتبر

حضرت میاں رحمتؒ اللہ قریشی قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ عارفین، صاحب المسخرات، مخزن کشف و کرامات، ولی الحق، حضرت میاں رحمت اللہ قریشی قادری لشہرحمتہ اللہ علیہ حضرت غوث العصرؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ حضرت غوث العصرؒ کے برادر حضرت خواجہ خدا بخشؒ کے بیٹے اور حضرت غوث العصرؒ کے داماد ہوئے ہیں۔ آپ علوم ظاہری میں امی اور ازواق باطنی میں صاحب مقام ولی اللہ گذرے ہیں۔ آپ کی شادی حضرت غوث العصرؒ کی دختر نیک اختر حضرت محترمہ اللہ جوائیؒ سے گوجرانوالہ میں ہوئی بعدازاں آپ اپنی زوجہ و اولاد کے ساتھ بغرض فروغ انوار تصوف موضع رڑیانہ شیخوپورہ چلے گئے اور وہاں بہترین خدمات روحانی انجام دیں۔ آپ کی اولاد میں سے حضرت میاں محمد صدیق قریشیؒ جو حضرت سلطان العصرؒ کے مرید و خلیفہ تھے، کو دنیائے طریقت و نیابت میں شہرت نصیب ہوئی۔ حضرت میاں رحمت اللہ قریشی قادریؒ نے رڑیانہ ہی میں ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۴ء بمطابق ۱۹۹۰ء بکرمی وصال فرمایا جہاں آپ کا روضہ اقدس مرجع خلائق ہے۔

حضرتِ شیخِ طریقت رحمتُ اللہ اولیاؒ — در حقیقت شمسِ تاباں معرفت را پیشوا
صاحبِ کشف و کرامت بندۂ ربِ کریم — بیعت از خواجہ عمر غوثِ زماںؒ حق شہنشہ
ظاہر و باطن فنا کردد پئے جوشِ وصال — منتہی در حُسنِ اخلاقِ جمالِ مصطفیٰؐ
چہرہ اش صبحِ فروزاں سیرتش صاحب کمال — ذوقِ میثاقِ الست آویز در شانِ بقا
کُندنِ لاہور گوئید منقبت آں حق ولیؒ
کردد آں ظاہر مقامِ بخششِ غوثُ الورا

متفرق خلفاء

(جن کے حالات میسر نہیں)

حضرت غوث العصرؒ کے خلفاء میں سے چند ایک کے نام مختلف واقعات کے ضمن میں محفوظ ہو گئے ہیں لیکن ان سے ان کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو سکتے ویسے بھی جس طریق طریقت کے پیشواء و امام حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ ہوں اس طریق معرفت سے تعلق رکھنے والے اہل ارادت و خلفاء بھی شہرت و گمنامی سے بے نیاز رہے ہیں چہ جائیکہ تمام خلفاء کے نام محفوظ رہتے جو چند نام اہم ہیں وہ سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

حضرت شہاب الدین قادریؒ حضرت میاں محمد بخش کشمیریؒ حضرت مقیم لاہوریؒ حضرت ملک گوہر خاں ککے زئی قادریؒ حضرت غلام حیدر کشمیری قادری سیالکوٹیؒ، حضرت بابا سلطان کشمیری قادری ؒ، حضرت جان محمد کشمیری قادریؒ حضرت چوہدری میرداد قادریؒ از فیروز والا، حضرت چوہدری محمد

علی قادری" از اکبریاں، حضرت میاں بکھو ہندوستانی قادری" سیالکوٹ، حضرت شیخ رکن الدین قادری وزیر آبادی، حضرت الٰہی بخش قادری" حضرت بابو کریم بخش قادری" از شاہدرہ، حضرت میاں نتھو قادری" از کوٹلی، حضرت میاں رلدو قادری" از گٹی، حضرت چودھری شیر محمد قادری" (سابقہ شیر سنگھ) حضرت عبداللہ قادری" (سابقہ بھگت سنگھ) از راجو کے، حضرت میاں سراج الدین قادری" حضرت میاں محمد فاضل خراسیہ قادری"، حضرت پیر محمد تقی شاہ قادری" حضرت چوہدری محمد بخش قادری " از بھوٹیہ، حضرت میاں عبداللہ قادری" از چنوں موم، حضرت مولوی غلام قادر قادری"، حضرت عمر بخش قادری کشمیری"، حضرت اللہ دتہ مستری قادری" حضرت چوہدری محمد یار قادری" درویش کے، حضرت محمد بخش باخندہ قادری" از چبہ، حضرت میاں الٰہی بخش قصاب قادری" از سیالکوٹ، حضرت مولا بخش قادری از لاہور، حضرت سائیں پیر محمد قادری" مخدوم حضرت پیر شجاعت علی قادری"، حضرت محمد شاہ قادری" حضرت مرزا اکرم بیگ قادری" از گوجرانوالہ، حضرت میاں داد قادری" از لائلپور (فیصل آباد) سائیں [illegible]رم الدین از گوجرانوالہ۔

سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری قدس اللہ اسرارہٗ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

ہادی صادقین، عمدہ عارفین، زبدہ اہل جمال، قبلہ اہل جلال، جامع الحسنات، منبع برکات، شمس الاصفیاء قدوہ اولیاء متصف بہ اخلاق انبیاءؑ فنافی اللہ، عارف باللہ، قطب الاقطاب سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے وجود اقدس سے برصغیر جنت نظیر میں گلستان عرفان پر موسم گلہائے وجد سے صبغتہ اللہ کے انوار ضوفشاں ہوئے اور آپ کے تربیت یافتہ مریدین صادقین نے برصغیر کے کونے کونے میں بشارت سخاوت معرفت سے قلوب اہل جستجو میں اجالا کیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کو ظاہری و باطنی لحاظ سے از سر نو وہ تجلیات و شکوہ حاصل ہوا جو حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دور کے ساتھ مخصوص تھا۔

حضرت سلطان العصرؒ اپنے والد ماجد حضرت غوث العصرؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ جس طرح حضرت غوث العصرؒ نے حضرت فخر انبیاءؐ کے اجتہاد عشق رسولؐ کو قدم بقدم شان ارفع کے ساتھ مکمل کیا اور بعالم بیداری دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہوئے اسی طرح حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد حضرت غوث العصرؒ کی ذات بابرکات میں کچھ اس طرح فنا و بقا حاصل کی کہ شیرازہ مصحف عشق رسولؐ کی حیثیت و مقام حاصل کر کے نسبت اویسی کے جلال و جمال سے مزین ہوئے۔

حجتہ الاسلام سلطانِ زماںؒ میزانِ حق ۔۔۔ سرگروہِ اولیائے قادری فرقانِ حق
خلقِ او آئینہؑ خلقِ محمدؐ مصطفیٰ ۔۔۔ سر بسر آثارِ رحمت پیکرِ فرمانِ حق
از سخاءؒ الفقر درگاہش بلند از آسماں ۔۔۔ قول او را حق بجٌ' کردارِ او برہانِ حق
ملکِ ہندوستان مایہ دارِ اخلاق اش ہنوز ۔۔۔ مرقدِ او بقعہؒ انوارِ عرش از شانِ حق
زاہدِ بے مثل' عالم باعمل' سیرت کریم ۔۔۔ جسمِ او پیراکِ ارض و بحر از وجدانِ حق
نسبتِ عشقِ اویسی شد ہویدا از جلال ۔۔۔ از زبانِ او ہویدا امرِ کُن قرآنِ حق
آفتابِ ملکِ معنی از جمالِ غوث العصرؒ ۔۔۔ بود فخرا نخیاءؒ در گوشِ او آذانِ حق

کُندن ام از نورِ عبداللہ عباسیؒ بعشق
دید او را طورِ دیگر جلوہؐ احسانِ حق

ولادت باسعادت جامع الحسنات' مصدر برکات' قطب الاقطاب' عارف باللہ سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ بروز عیدالفطر یکم شوال ۱۲۶۱ھ بمطابق ۱۸۴۵ء بوقت صبح صادق موضع کوٹ پیروشاہ ضلع گوجرانوالہ میں غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے خانہ نورفشاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت اس عظیم روز ہوئی جب امت محمدیہؐ رمضان شریف کی برکات و عبادات سے مشرف ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے انعام خوشنودی و رضا کی طلبگار ہوتی ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت سے اہل خاندان اور عقیدتمندان سلسلہ کو بے انتہا خوشی و مسرت ہوئی اور قرب و اطراف میں ایک جشن کا سماں تھا۔ آپ حضرت غوث العصرؒ کے اکلوتے بیٹے اور وارث و جانشین سلسلہ تھے جس کی بشارت حضرت غوث العصرؒ کو ہو چکی تھی چنانچہ اس وارث سلسلہ طریق کی ولادت پر حضرت غوث العصرؒ نے اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کیا۔

آذان عشق مصطفیٰؐ اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث العصرؒ کو ایسا بیٹا عطا فرمایا تھا جس کی پیشانی پر نور ولایت و سعادت ضوفشاں تھا اور جس کے چہرہ تاباں سے سلسلہ قادریہ کے فروغ کی نورانی کرنیں جلوہ ریز تھیں۔ آپ کے تایا جان حبیب مصطفیٰ فخرا نخیاءؒ نے آپ کے کان میں آذان کہی' تائید مصطفویؐ سے نام محمد عبداللہ عباسی تجویز فرمایا اور روحانی و فکری عظمت و بزرگی کے لئے بارگاہ حق تعالیٰ میں خصوصی دعا فرمائی۔ یہ ایسی آذان اور ایسی دعا تھی جس میں عشق مصطفیٰؐ کی تڑپ مشاہدہ حق کا سوز و ساز اور ہمدردی امت رسولؐ کا درد شامل تھا۔ یہ ایسا زمزمہ وحدت تھا جس میں الست بربکم کی بازگشت تھی۔

حضرت فخرا نخیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے معرفت الٰہی و عشق رسولؐ میں جیسا عظیم مقام

حاصل کیا تھا اور جیسا چشمہ زلال معرفت جاری فرمایا تھا اس کی جانشینی اور فروغ کے لئے ایسے ہی بدر کمال اور روشن ضمیر وارث کی ضرورت تھی جس کے وسیلے سے نور معرفت خداوندی اور عشق رسولؐ کے قافلہ قادریت کو چہار دانگ عالم میں وسعت و استحکام حاصل ہو اور بشارت نعمت و تجلیات مقام مصطفیؐ کا جلال و جمال برصغیر کے ہر ایک گوشے تک پہنچے۔

گہوارۂ زہد و تقویٰ حضرت سلطان العصرؒ ابتدائے عمر ہی سے نہایت متین الطبع، معتدل المزاج اور اطاعت والدین میں بے مثل تھے۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی صغر سنی ہی سے گھر کے روحانی ماحول کے زیر اثر شخصیت کا جزو بن گئی۔ آپ کو بچپن ہی سے کھیلنے کودنے فضول گوئی اور شور و غل سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ آپ کے چہرہ حق پرست سے ایک نور رعب پھوٹتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

آپ کے والدین اور دیگر اہل خاندان آپ کی طبع باسعادت سے بہت خوش تھے اور محبت و شفقت کے ساتھ ساتھ دیگر عقیدت مندان سلسلہ آپؒ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ کی زبان حق ترجمان سے صغر سنی میں بھی کوئی ایسا جملہ صادر نہ ہوتا تھا جو تیر بے خطا نہ ہو۔ یہ ایک الٰہی امر تھا کہ عالم صغر سنی ہی میں آپ سے خرق عادات کا ظہور شروع ہو چکا تھا اور آپ کی بزرگی کا نقش اہل سلسلہ و دیگر علاقے کے لوگوں کے دل پر ثبت تھا۔ آپ کی معصومیت میں بھی شعور کامل کی تجلیات منعکس تھیں یہ پربرشان نیابت کا اثر تھا۔

ابتدائی تعلیم گہوارہ زہد و تقویٰ و معرفت سے ابتدائی تربیت کے بعد حضرت غوث العصرؒ نے حضرت سلطان العصرؒ کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کے لئے اپنے اس دلبند نور نظر کو حضرت فخرا نخیاءؒ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ حضرت فخرا نخیاءؒ اس سلسلہ طریق کے جانشین کو علوم ظاہریہ کی تعلیم کے بارے میں حکم ارشاد فرمائیں۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے حضرت سلطان العصرؒ کو ظاہریہ علوم کی تحصیل کے لئے اپنے ایک رفیع المرتبہ مرید و خلیفہ حضرت حافظ اللہ جوایا رحمتہ اللہ علیہ کی اتالیقی میں دے دیا۔ حضرت حافظ اللہ جوایاؒ عالم باعمل مفتیٔ دوراں تھے انہوں نے اس منصب اتالیقی کو اپنے لئے وسیلہ نجات و خوش بختی سمجھتے ہوئے نہایت احترام و شفقت سے حضرت سلطان العصرؒ کو پڑھانا شروع کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ کا شوق تحصیل علم اور ذہانت و فطانت خداداد تھی۔ آپ نے نہایت دل جمعی اور استاد محترم کے احترام کا ثبوت دیتے ہوئے ذوق و شوق کے ساتھ تعلیم کا آغاز کیا۔

حضرت سلطان العصرؒ نے عنفوان شباب کے آتے آتے قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اصول و معانی اور دیگر مروجہ علوم سے بتمامہ آگاہی حاصل کی۔ علوم کی محبت اور اعمال صالح نے حضرت سلطان العصرؒ کے کردار کو نمود و ارتقاع عطا کیا۔

جلال، فقر انعام، عرش عظیم حضرت سلطان العصرؒ ابتدائے عمر ہی سے زہد و تقویٰ میں جمال فقر اور جلال فقر کے ایسے مظہر بن چکے تھے کہ گویا جلال عرش عظیم بحیثیت انعام اخلاص آپ

کے جسم و روح میں آفتاب عبدیت کی طرح جلوہ فرما تھا۔ ہر لحظہ بارگاہ حق میں متوجہ رہنے سے آپ کے کردار بالقسط میں جلالیت خصوصی شان کے ساتھ نمایاں ہو چکی تھی۔ خرق عادات کا ظہور بہ امر الٰہی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا جس میں اکثر اوقات مخلوق خدا کے لئے تنبیہ و سرزنش کا پہلو روشن تھا۔

حضرت سلطان العصرؒ کی اس جلالی طبیعت سے آپ کے والد ماجد حضرت غوث العصرؒ حیران و معبر ہوتے کیونکہ حضرت غوث العصرؒ کی طبیعت کریمانہ پر درگذر اور احسان و عفو غالب تھا جبکہ حضرت سلطان العصرؒ میزان الفقر اور امر العدل کے آسمان پر عقاب عرش گیر کی مانند محو پرواز تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ کی اس طبعی رغبت جلال اور انصاف کی تیغ بے دریغ سے پریشان ہو کر حضرت غوث العصرؒ نے کئی ایک مرتبہ حضرت فخر انحیاءؒ سے شکایت کی لیکن حضرت فخر انحیاءؒ ہمیشہ یہ ارشاد فرماتے کہ "محمد عمر اس کو کچھ نہ کہو یہ میدان فقر میں تم سے پیچھے نہ رہے گا بلکہ تخت ولایت پر سلطان العصر بن کر حکومت کرے گا" سبحان اللہ حضرت فخر انحیاءؒ کے بیان حق نشان سے جو ارشاد ہوا وہ حرف بہ حرف پورا ہوا۔

حضرت فخر انحیاءؒ کے اس ارشاد سے اس اہم حقیقت کی وضاحت حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت سے ہوئی کہ اہل فقر کا جلال درحقیقت وفور محبت ہی کا ایک رنگ اثر آفرین ہوتا ہے جس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امور کا لحاظ اسی طرح رکھا جائے جس طرح فقراء کے قلوب تجلیات ربانی کے محرم ہوتے ہیں چنانچہ اہل فقر مخلوق کی آئین حق سے غفلت تو معاف کر دیتے ہیں لیکن آئین حق پر حرف گیری کی اجازت کسی کو نہیں دیتے درحقیقت فقراء کا جلال عرش الٰہی کے امر العدل کا ظہور ہے۔

بیعت و خلافت حضرت سلطان العصرؒ کی روحانی تربیت "ہلال عید بر اوج فلک ہویدا شد" کی طرح روز اول ہی سے جاری تھی اور عنفوان شباب "کمال آفتاب آمد برنگ محشر تازہ" کی طرح نمایاں تھا۔ آپ حق شناسی و اتقاء میں اپنے اجداد کے اخلاق کریمانہ کے مظہر تھے اور ہر لحظہ رفعت و عظمت آپ کو حاصل ہو رہی تھی اس کے باوجود بہ تقاضائے اصول طریقت جب آپ نے اپنے والد ماجد حضرت غوث العصرؒ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت غوث العصرؒ نے اپنے اس نور عین کو بقصد التفات تحقیق و جستجو اور فیصلہ بحکم کی آزمائش کے لئے صوفیائے کرام اور مجاذیب کے پاس جانے کو کہا۔ یہ حکم شاید اس لئے تھا کہ حضرت سلطان العصرؒ کی طبیعت ابتدائے عمر ہی سے وجد و ارتفاع کی طرف مائل تھی اور حصول علم کے بعد جوہر تحقیق کی فراوانی آپ کو حاصل تھی چنانچہ حضرت غوث العصرؒ کے حکم کے مطابق حضرت سلطان العصرؒ نے رخت سفر اختیار کیا۔

آپ جس صوفی حق آگاہ یا مجذوب خدا مست کے پاس جاتے وہ بصد احترام آپ کا بحکم حال ارتفاع و استقلال دیکھتے ہوئے عاجزانہ عرض گزار ہوتا کہ "صاحبزادہ صاحب آپ یہاں کیوں آئے

ہیں۔ آپ کے والد غوث وقت ہیں اور ہم سب ان کے غلام ہیں آپ بھی ہمارے واسطے قابل صد احترام ہیں آپ واپس لوٹ جائیں اور اپنے والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوں" حضرت سلطان العصرؒ صوفیاء و مجازیب کے جوابات آ کر حضرت غوث العصرؒ کے حضور عرض کر دیتے لیکن حضرت غوث العصرؒ آپ کو پھر کسی درویش و مست کے پاس بھیج دیتے۔

جب ہر طرف سے ایک ہی جواب آپ کو بارہا ملا تو بالاخر حضرت سلطان العصرؒ نے حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں فیصلہ کن انداز سے نہایت عاجزی و دل گرفتگی کے ساتھ عرض کیا کہ "حضور مجھے آپ اپنی بیعت میں قبول فرمایئے میں کسی دوسرے کے پاس جانا نہیں چاہتا" چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے آپ کو اپنی بیعت میں قبول فرمایا اور ذکر و فکر کے تمام منازل و مقامات کا مشاہدہ کرانے کے بعد واصل باللہ فرما دیا۔

امورِ معاش حضرت فخرا محیاءؒ کے حکم کے مطابق جب حضرت غوث العصرؒ مع اہل خانہ گوجرانوالہ میں تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے شاہراہ عظیم شیر شاہ سوری کے قریب ۱۸۵۶ء میں ایک قطعہ اراضی خرید کر درگاہ معلیٰ قادریہ کا سنگ بنیاد رکھا اور قریب ہی اہل خانہ کے رہنے کے لئے ایک گھر تعمیر کیا۔ اس وقت یہ جگہ گنجان آبادی سے بہت دور اور زرعی کھیتوں میں گھری ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت مولانا نور احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت فخرا محیاءؒ کے مشرف بہ زیارت رسولؐ بعالم بیداری کے بعد کسی کو مرید نہ کیا تھا اور طالبان حق کو حضرت فخرا محیاءؒ کے پاس بھیج دیتے تھے اور خانقاہ نوریہ درگاہ معلیٰ حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادریؒ ایک مدرسے کی حیثیت اختیار کر چکی تھی اس لئے سلسلہ کے تمام اہل طریق حضرت فخرا محیاؒ کے بعد آپ کی کتاب سیرت اور کردار برہان قادریت حضرت غوث العصرؒ کے پاس ہی حاضر ہوتے تھے۔

گوجرانوالہ میں حضرت غوث العصرؒ کا درگاہ معلیٰ قادریہ کا سنگ بنیاد رکھنا تاریخ پنجاب کا ایک اہم واقعہ ہے جس نے حضرت میاں میر بالا پیر علیہ الرحمتہ کے سلسلہ کو ایک مرتبہ پھر زندہ و تابندہ بنا دیا۔ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ سے متعلق تمام اصحاب علوم ظاہریہ کی تحصیل کے لئے خانقاہ نوریہ حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادریؒ سے فیض یاب ہوئے جہاں حضرت مولوی محبوب عالمؒ سجادہ نشین درگاہ نوریہ اپنے قابل رفقاء و علماء کے ساتھ قرآن تفسیر حدیث فقہ منطق و دیگر مروجہ علوم پڑھا رہے تھے اسی طرح فیوضات طریقت و معرفت کی تحصیل کے لئے تمام طالبان حق درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کی طرف رخ کرتے جہاں سخاوت معرفت کا جلال و جمال حضرت میانمیر بالا پیرؒ کے عہد کی زندہ تصویر کی صورت اہل اخلاص کو نعمت حضوری و قرب خداوندی سے مالا مال کر رہا تھا۔ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے قیام کے بعد حضرت سلطان العصرؒ پر بہت بڑی ذمہ داری آن پڑی تھی۔ طالبان حق اور مریدان با اخلاص حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں جوق در جوق حاضر ہوتے تھے اور

درگاہ معلیٰ کی تمام ذمہ داریاں درویشوں کی خاطر مدارت و دیگر امور کی نگرانی و رہنمائی حضرت سلطان العصرؒ انجام دیتے تھے۔ اگرچہ خدام کی کمی نہ تھی لیکن ہر امر کی انجام دہی شایان شان طریق سے حضرت سلطان العصرؒ کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہ تھی دوسرے یہ کہ خاندان عباسیہ کی روایات عالیہ قدسیہ کے مطابق درویشوں کے پیش کردہ نذر و تحائف کو زائرین و مریدین و خدام پر ہی صرف کر دیا جاتا تھا اور اہل خانہ کے لئے حضرت سلطان العصرؒ بزور بازو محنت شاقہ سے رزق حلال کماتے جس سے حضرت غوث العصرؒ اور دیگر خاندان کی ضروریات کا اہتمام ہوتا تھا۔

حضرت سلطان العصرؒ نے لکڑی کی تجارت بھی کی اور دست کاری کے فن میں بھی کمال حاصل کیا۔ باوجود بدرجہ انتہا مصروفیت اور عظیم ذمہ داریوں کے نہ ان کے زہد و ورع میں کمی واقع ہوئی۔ نہ شوق عبادت میں کوئی چیز مانع ہوئی سبحان اللہ حضرت سلطان العصرؒ کی کرامات کثیر ہیں لیکن صرف اس ایک کرامت حصول رزق حلال و خدمت درگاہ معلیٰ کا ہی تصور کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے۔ یہ مقام استقامت ایسی کرامت ہے کہ جس کی مثال کے لئے الفاظ نہیں ملتے بجز یہ کہ "اسد ہے وہ خدا کا جو دم شمشیر کہلائے۔"

شادی خانہ آبادی . حضرت سلطان العصرؒ کو تجارت و محنت سے جیسے ہی کشائش ہوئی حضرت غوث العصرؒ نے آپ کی شادی خانہ آبادی کا اہتمام فرمایا۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی شادی ۱۸۷۱ء میں ہوئی جب آپ کی عمر ۲۵ برس تھی۔ خانقاہ نوریہ کے تمام بزرگوں کے علاوہ برصغیر کے گوشے گوشے سے حضرت میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ طریق سے تعلق رکھنے والے بزرگان و خلفاء اس خوشی کے موقعہ پر شامل ہوئے۔ اس پر مسرت موقع پر متعدد شعراء کرام نے عربی و فارسی کے سہرے پڑھ کر سنائے۔ اس کے علاوہ اہل خاندان نے اناج اور قیمتی اشیاء و پارچہ جات مساکین اور حاجت مندوں میں تقسیم کئے۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ مہمانان گرامی کے علاوہ ایک انبوہ غرباء کو بھی کھانا کھلایا گیا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کسی شہنشاہ کے ولی عہد کی شادی ہو۔

فقہی بصیرت حضرت سلطان العصرؒ کی عادت تھی کہ جب تک حضرت غوث العصرؒ حیات ظاہریہ کے ساتھ جلوہ فرما رہے اگر کوئی مسئلہ روحانیت کی بابت دریافت کرتا تو آپ مسئلہ کو جاننے کے باوجود ادب مرشد گرامیؒ کے باعث جواب نہ دیتے اور سائل کو حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں پیش کر دیتے اور اگر کوئی شخص فقہ کے بارے میں کوئی سوال کرتا تو آپ اس شخص سے ارشاد فرماتے کہ "اگر مجھ سے مسئلہ دریافت کرو گے تو جو جواب دوں گا اس کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہو گا" چنانچہ جب کوئی سائل بضد ہو کر آپ سے مسئلہ دریافت کرتا اور پھر جس فقیہ کے پاس بھی جاتا اس کو وہی جواب ملتا جو آپ کی زبان سے ارشاد ہوتا۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات وہی الفاظ اس کو سننے کو ملتے جو آپ کی زبان حق ترجمان سے ارشاد ہوتے۔ آپ اپنے آباء و اجداد کے عین مطابق فقہی

مسائل کو امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بصیرت کے عین مطابق ارشاد فرماتے اور مسائل طریقت میں غوث الاعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد و بصیرت کے حوالے سے بیان فرماتے تھے۔

ولادت حضرت مخدوم العصرؒ حضرت سلطان العصرؒ کو بعالم خواب درگاہ حق سے سلسلہ طریق کے جانشین کی بشارت ہو چکی تھی چنانچہ جب حضرت مخدوم العصرؒ یکم رمضان الشریف ۱۲۹۳ھ بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئے تو حضرت سلطان العصرؒ نے آپ کا نام بہ تائید رسولؐ محمد کریم اللہ عباسی تجویز فرمایا۔ آپ کی جبین آئینہ حق پر آثار ولایت و نیابت کا نور جھلملا رہا تھا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کو ابتدائی تعلیم گھر کے روحانی ماحول ہی سے میسر ہوئی اور بعد ازاں حضرت غوث العصرؒ نے آپ کی باقاعدہ تحصیل علوم ظاہریہ کے لئے اپنے رفیع الدرجہ مرید و خلیفہ اور جانشین درگاہ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ کے مدرسہ میں بھیجا۔ حضرت مولانا محبوب عالمؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ اس کے علاوہ آپ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت سلطان العصرؒ کی توجہ کا بھی مرکز تھے۔ اسی فیضان نظر و قبولیت کا اثر تھا کہ حضرت مخدوم العصرؒ کو بعالم رویت اور بطریق اویسی حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ بھی تعلیم فرماتے تھے۔

حضرت مخدوم العصرؒ اس سلسلہ عالیہ کی واحد شخصیت ہیں جنہوں نے بعدازاں عالم شباب میں اپنے بزرگان سلسلہ کے روحانی فیوضات کو فیضان نظر کے ساتھ ساتھ زور قلم سے بھی چہار دانگ عالم میں پھیلایا اور اپنی گراں قدر عارفانہ تصنیفات کے ذریعے تعلیمات فخرا نحیاءؒ کو غوث العصرؒ اور حضرت سلطان العصرؒ کی ذات میں فنا حاصل کر کے جامع انداز و اسلوب کے ساتھ اہل نقد و نظر کے سامنے پیش کیا جس سے علم لدنی کے پردہ در پردہ جلوہ سامانیاں قلم و قرطاس کی زینت بن کر خلق خدا کے لئے رہنمائی کا باعث ہوئیں۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی ولادت باسعادت سے اہل خاندان اور عقیدتمندان سلسلہ کو لازوال خوشی حاصل ہوئی "کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد۔"

مسندِ غوث العصرؒ پر جلوہ افروزی حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے والد ماجدؒ اور مرشد ذوالکرم سے ۴۵ برس فیضان روحانی کا اکتساب کیا اور نسبت اویسی میں بدرجہ کمال اوج و رفعت حاصل کیا جس طرح حضرت فخرا نحیاءؒ نے حضرت غوث العصرؒ کو اپنی کتاب قرار دیا تھا اسی طرح حضرت سلطان العصرؒ اس مصحف عشق رسولؐ کے شیرازہ ثابت ہوئے۔ آپ نے اپنے مرشد گرامیؒ کی ذات میں ایسا فنا اور ایسا دوام نسبت حاصل کیا کہ حضرت غوث العصرؒ کے خلفاء میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت غوث العصرؒ کے وصال کے بعد حضرت سلطان العصرؒ ۱۸۹۱ء میں ۴۶ برس کی عمر میں مسند

غوث العصرؒ پر جلوہ افروز ہوئے۔ جس طرح حضرت غوث العصرؒ نے حضرت فخر اخیاءؒ کے بعض مریدین و وابستہ سلسلہ کی تربیت و رہنمائی فرمائی اسی طرح مسند غوث العصرؒ پر رونق افروز ہونے کے بعد حضرت سلطان العصرؒ نے بھی حضرت غوث العصرؒ کے مریدین و عقیدتمندان سلسلہ کے سامنے اپنے کردار کو حضرت غوث العصرؒ کے کردار کے آئینے کی حیثیت سے بتمامہ اوصاف کے ساتھ رہنمائی کا منصب سرانجام دیا۔

حضرت سلطان العصرؒ سے حضرت میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ عظیم کو جلال حاصل ہوا۔ اکثر اوقات آپ کی ایک نگاہ کریمانہ طالبان حق کو مقامات بلند عطا فرماتی۔ آپ کا رعب و جلال امر العدل کی ملکوتی شان کے ساتھ تجلیات ذوالجلال والاکرام کا آئینہ اور آپ کا جود و سخا نسبت اویسی کے قبائے رسولؐ کی شہادت تھا۔ آپ کے تمام ہمعصر صوفیاء آپ کا تہہ دل سے احترام کرتے تھے۔ آپ کے دور سجادگی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو بے حد فروغ حاصل ہوا اور پورے برصغیر میں اہل نسبت نے آپ کی سیادت کو تسلیم کیا۔

حضرت سلطان العصرؒ اور زہد و تقویٰ

سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ زہد و تقویٰ میں اسلاف کی سیرت کے بہترین نمائندہ اور مظہر تھے۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت غوث العصرؒ کی طرح زندگی کے ہر گوشے اور لمحے میں زہد و تقویٰ کو اپنایا اور صائم الدہر و قائم اللیل ہو کر اپنے فربہ بدن کو لاغر کر دیا۔ مشاہدہ حق کی تجلیات جیسے جیسے فزوں ہوئیں ان کے ذوق زہد و تقویٰ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ زہد و تقویٰ کا اعلیٰ شعور اور تربیت ابتدائے عمر ہی سے حرز جاں تھا۔ آپ نے حضرت سیدنا میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے زہد کی عملی تصویر پیش کی' اگرچہ آپ شادی شدہ اور صاحب عیال تھے لیکن آپ نے زندگی بھر زہد و ورع میں کمی نہ آنے دی۔ خوف خدا اور عشق رسولؐ میں فقر مصطفائی کی کچھ اس طرح پیروی کی کہ اپنے چھوٹے سے چھوٹے عمل میں بھی تقویٰ کی اعلیٰ اقدار کی نگہبانی فرمائی۔ تمام زندگی حب جاہ و اقتدار کو مسمار رکھا اور مخلوق خدا کو زاد آخرت کی تحریص دلائی کیونکہ یہی اخلاق رسولؐ اور منشائے خداوندی ہے۔

سبحان اللہ کہ آپ کا زہد و تقویٰ فی نفسہ بلند درجات کے لئے نہ تھا صرف اتباع رسولؐ کے لئے تھا کیونکہ آپ کو بلند روحانی درجات حضرت فخرالعیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کی تربیت و نگاہ کریمانہ سے حاصل تھے جس میں نسبت اویسی کا جلال و جمال ہر لمحہ آپ کے درجات کو بلند کر رہا تھا لیکن اتباع رسولؐ اور اخلاق صحابہ رسولؐ کی پیروی آپ کے طبع رفیع کے لئے بنیاد تھی۔ زہد و تقویٰ

ایک ایسی براق تلوار ہے جس کی دھار پر چلنا منشائے الٰہی کے بغیر محال ہے اور جیسا زہد و تقویٰ آپ کو حاصل تھا اور زہد و تقویٰ کے ضمن میں جیسے احوال آپ سے منقول ہوئے وہ سربسر آپ کی کرامت ہیں ورنہ ایسا زہد و تقویٰ انسانی استعداد کی شعوری کوشش سے تعلق نہیں رکھتا۔ حلال و حرام میں حد درجہ امتیاز' مشتبہ رزق سے اپنے آپ کو بچانا' غیر محتاط لوگوں کے نذرانے واپس کرنا' ہر حال میں رضائے حق میں خوشنود رہنا' کئی کئی روز تک بغیر کھائے پیئے محو عبادت رہنا' اقدار دین و مذہب میں حد درجہ ہوشیار رہنا' اصول معاشرت کا خود بھی احترام کرنا اور دوسروں کو بھی مائل کرنا اور اپنے کردار کو اسلاف کا آئینہ بنا دینا یہ ایسے عوامل ہیں جو سربسر رضائے رسولؐ اور رضائے خداوندی کا کرشمہ ہیں جنہوں نے آپ کو ایسا زاہد اکمل اور متقی زماں بنا دیا کہ آپ کے جلال فقر کے روبرو نہ حکمرانوں کو آنکھ اٹھانے کی جرات تھی نہ امرا آپ کے سامنے بات کرنے کی ہمت رکھتے تھے۔

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

دین و مذہب میں زہد و تقویٰ کی جو اعلیٰ حیثیت ہے وہ کسی اور چیز کو حاصل نہیں۔ اسلام جو کہ درحقیقت معاد و آخرت کو ہستی کی بنیاد بناتا ہے جب زہد و تقویٰ میں خلل واقع ہو جاتا ہے تو مذہب کا کوئی ضابطہ معاشرے کو زوال سے نہیں بچا سکتا۔ پیغمبر اسلام نے الفقر فخری کہہ کر حقیقت انسانی کو بھی واضح فرما دیا اور اقوام و ملل کی تقدیر کا بھی فیصلہ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں مال و اموال کی کثرت ہوئی اور لوگوں کے زہد و تقویٰ میں کمی واقع ہوئی تو فتنہ گری عام ہو گئی۔ خلافت حضرت عثمانؓ کے عہد میں جہاں بہت سے دیگر عوامل اسلامی معاشرت کے درپے آزار ہوئے وہاں یہ امر بہت اہم تھا کہ لوگوں میں پہلے جیسا زہد و تقویٰ اور ذوق فقر کم ہو گیا تھا درحقیقت اسلام کا جاہ و جلال الفقر فخری ہی سے تعبیر ہے اس ضمن میں تاریخ اسلام کا ایک واقعہ بطور مثال پیش کیا جاتا ہے کہ جب اہل عرب کے اموی دور میں زہد و تقویٰ کا زوال شروع ہوا اور بہت سے ممالک نے خراج دینا بند کر دیا تھا۔

> "بجستان (موجودہ افغانستان) کے بادشاہ نے جس کا لقب رتبیل تھا خلافت بنی امیہ کو خراج دینا بند کر دیا' کئی بار فوج کشی کی گئی مگر وہ راہ راست پر نہ آیا۔ ایک مورخ کے بقول اس کی وجہ یہ تھی کہ اموی عہد میں جب رتبیل کے پاس ٹیکس وصول کرنے والے پہنچے تو اس نے پوچھا "وہ لوگ کہاں گئے جو پہلے آیا کرتے تھے؟ ان کے پیٹ فاقہ زدوں کی طرح پچکے ہوتے تھے' پیشانیوں پر سیاہ گٹے پڑے رہتے تھے اور کھجور کی چپلیاں پیروں میں

ہوتی تھیں" بتایا گیا کہ "وہ پچھلے دور کے لوگ تھے اب گذر گئے" رتین نے کہا "تمہاری صورتیں آرام یافتہ لوگوں کی سی ہیں اور تمہارے لباس دولت مند لوگوں کے سے ہیں۔ وہ باتیں تم میں کہاں ہو سکتی ہیں جو ان میں تھیں وہ دھن کے پکے' عہد کے پورے اور طاقت ور تھے۔ جاؤ آرام کرو اور اسی پر قناعت کرو جو تمہارے پاس ہے۔ تم میں وہ بات کہاں کہ ہم سے خراج لے سکو"

(اصحاب رسولؐ اور ان کے کارنامے' نبی احمد سا' صفحہ ۲۳۰' فیروز سنز لاہور' جلد اول)

صرف اس ایک واقعے سے یہ بات ظاہر ہو سکتی ہے کہ اسلام نے زہد و تقویٰ کا جو روحانی نصب العین عطا کیا ہے اس کا تعلق اگرچہ انفرادی زندگی سے ہے لیکن اس کے اثرات کا احاطہ اجتماعی زندگی پر محیط ہے۔ اگر فقراء نذرانے دینے والوں کے حرام و حلال سے بے پرواہ ہو جائیں گے تو اجتماعی زندگی لوٹ کھسوٹ اور بے راہروی کی بد ترین مثال بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ نے ہمیشہ زہد و تقویٰ کو اپنے لئے زاد آخرت اور بلند درجات روحانیہ کا وسیلہ اور معاشرے کے لئے خیر و برکت کا ذریعہ تصور کیا ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ کا زہد و تقویٰ جس جلال و جمال کا مالک ہے اس سے سربسر شان اسلاف ظاہر ہوتی ہے جس میں حرمت احساس نفس بھی شامل ہے اور اصلاح معاشرہ کا بھی وہ تصور واضح ہوتا ہے جو حقیقی اصلاح کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ محض اصلاح معاشرہ کی تنظیم بنا کر لوگوں سے چندے بٹورنا اسلامی نظریہ اصلاح اخلاق سے تعلق نہیں رکھتا۔ اسلام میں اصلاح کی ابتداء اصلاح کرنے والوں کی اپنی شخصیت سے ہوتی ہے۔ گویا ایک انسان انفرادی طور پر زہد و تقویٰ کی ایک ایسی جیتی جاگتی تصویر بنتا ہے جس کے رنگوں کو معاشرے کے آسمان پر قوس قزح بننے کے لئے کسی تنظیم کی ضرورت نہیں۔ جب اللہ کے بندے اپنے اور اللہ کے درمیان معاملات کی نگرانی کرتے ہیں تو ان کی یہ انفرادی جدوجہد ہی محکم اور پائیدار اصلاح کی بنیاد بنتی ہے۔ زہد و تقویٰ میں خرابی پیدا کرنے والی صرف ایک ہی چیز ہے حب مال و حب اہل اقتدار' جب مردان حق میں یہ نہ ہونگے تو ان کی آخرت بھی شایان شان ہو گی اور دنیا میں بھی وہ بلند درجات روحانیہ حاصل کریں گے۔ حضرت امام غزالیؒ لکھتے ہیں۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم امراء کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نجات وہی پائے گا جو ان سے الگ رہے گا اور جو کوئی اس دنیا میں ان کے ساتھ راہ رسم رکھے گا اس کا اپنا شمار بھی انہی لوگوں سے ہو گا۔ اور فرمایا کہ میرے بعد ظالم بادشاہ ہوں گے جو شخص ان کے جھوٹ اور

ظلم و ستم سے گریزاں نہ رہے گا وہ میری امت میں سے نہیں ہو گا اور قیامت کے دن میرے حوض کوثر کی راہ اپنے لئے بند پائے گا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین علماء وہ ہیں جو امراء کے پاس جاتے ہیں اور بہترین امراء وہ ہیں جو علماء کے ہاں جاتے ہیں اور فرمایا کہ علماء کا درجہ پیغمبروںؑ کے امانتداروں کا ہوتا ہے لیکن اس وقت تک کہ وہ بادشاہوں سے اختلاط نہ بڑھائیں اور اگر اس امانت میں خیانت کا ارتکاب کرنے لگیں تو لوگوں کا خود علماء سے دور رہنا بہتر ہے"۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے جناب سلمہؓ سے کہا کہ "بادشاہ کے دربار سے دور رہا کرو کیونکہ جو کچھ تمہیں وہاں سے ملتا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان تمہیں اپنے دین میں برداشت کرنا پڑتا ہے اور فرمایا "دوزخ میں ایک وادی صرف ان علماء کے لئے مخصوص ہے جو بادشاہوں کی زیارت و دربار داری کے لئے جایا کرتے ہیں ان کے علاوہ اس وادی میں اور کوئی نہیں جائے گا۔ عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا کہ علماء اور پارساؤں کا امراء کے ساتھ تعلقات استوار کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ منافق ہیں اور دولت مندوں کو دوست رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ریاکار ہیں۔ محمد بن سلمہؒ کا قول ہے کہ "گندگی اور غلاظت پر بیٹھنے والی مکھی اس عالم سے بہتر ہے جو بادشاہ کے دروازے پر (طلب مال و ملازمت میں) بیٹھا ہو"۔

(نسخہ کیمیا (کیمیائے سعادت) حجت الاسلام امام الغزالیؒ' ترجمہ غلام یزدانی' صفحہ ۳۸۴' ناشر بشیر قریشی' ۱۹۷۳ء)

زہد و ورع میں خلل آجانے سے نہ صرف کہ اہل ایمان کی ظاہری و معاشرتی قوت و طاقت جاتی رہتی ہے بلکہ ان کا دین بھی طرح طرح کی تاویلات میں الجھ کر ضعف کا شکار ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب دین کے قوت بخش انوار ہی پر پردہ پڑ جائے تو معاشرہ اپنے زوال کی انتہائی سطحوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ زہد و تقویٰ کی اس سے بڑھ کر توصیف کیا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو شرف صرف تقویٰ سے دیا ہے کسی کا بہتر یا بدتر ہونا تقویٰ کے ہونے یا نہ ہونے ہی سے تعبیر ہے جیسا کہ فرمایا "اللہ کے نزدیک تم میں بہتر وہ ہے جو زیادہ متقی ہے" اور تقویٰ کی نہایت بتانے کے لئے یہ اشارہ فرمایا کہ "انصاف کرو کہ یہ تقویٰ کے قریب ہے" عدل جو ہر خیر کا خیر ہے تقویٰ کے لئے ایک گذرگاہ یعنی راستہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقویٰ درحقیقت فقر ہے اور فقر ہی وہ طریق ہے کہ جب تمام ہوتا ہے تو صرف اللہ رہ جاتا ہے تقویٰ خوف خدا سے وصل خدا تک محیط ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ نے زہد و تقویٰ کے جلال و جمال کو سیرت فقر سے اپنایا اور انصاف بھلائی

احسان سخاوت اور بشارت کے ذریعے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی رہنمائی فرمائی۔ خود بھی زہدو تقویٰ کی میزان پر قائم رہے اور دوسروں کو بھی اسی خیر کثیر کی طرف دعوت دی۔ اس ضمن میں بہت سے واقعات ہیں جن میں سے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے آپ کے حسن زہد اور اوج تقویٰ کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ قدم بقدم نسبت اویسی کے رفیع الشان راستے کے ذریعے اخلاق رسولؐ سے مزین تھے اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کی تجلیات سے معمور تھے۔

خوفِ خدا حضرت سلطان العصرؒ کی سیرت اقدس میں خوف خدا کا نور آپ کی زندگی کے ہر گوشے کو منور کئے ہوئے تھا۔ تمام زندگی رزق حلال بہ قوت بازو کما کر کھایا اور جب اولاد رزق حلال کمانے کے لائق ہوئی تو ان کو بھی حد درجہ احتیاط کا حکم دیا اور ہر قسم کے مشتبہ رزق سے مکمل طور پر کنارہ کش رہنے کی تلقین سختی سے فرمائی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے اس دنیائے گہوارہ فتنہ میں اپنے زہدو تقویٰ کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھی یہاں تک کہ آپ کی نظروں میں زہدو ورع سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہ تھا۔ آپ جانتے تھے کہ دنیا ہزار رنگ میں اپنے راستے پر چلنے کے لئے اہل حق کے سامنے دام مکر پھیلاتی ہے چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ کا یہ معمول تھا کہ جو چیز بھی بازار سے خریدتے تو گھر آکر اسے تول لیتے۔

ایک دن آپ گندم منڈی سے ایک من گندم خرید کر لائے اور حسب العادت گھر آکر تولا تو پانچ سیر گندم زیادہ نکلی۔ آپ وہ پانچ سیر گندم لے کر دوبارہ گندم منڈی واپس کرنے کے لئے گئے اور گندم تولنے والے کو فرمایا کہا "بھائی تم سے تول میں بھول ہو گئی ہے اور پانچ سیر گندم تم نے زیادہ دے دی ہے حالانکہ میں نے ایک من گندم کی رقم ادا کی ہے"۔ گندم تولنے والے نے جو کہ آپ کو پہچانتا تھا کہا کہ "حضور میں نے بھول کر ایسا کام نہیں کیا بلکہ جان بوجھ کر پانچ سیر گندم زیادہ دی ہے" یہ بات سن کر آپ کو جلال آگیا اور اس سے فرمایا "تو نے مجھے ناجائز مال کیوں کھلانے کی خواہش کی ہے حالانکہ تو اس گندم کا مالک نہیں بلکہ تو تو گندم تولنے والا ایک ملازم ہے" آپ نے یہ فرماتے ہوئے پانچ سیر گندم اس کے حوالے کر دی۔ گندم تولنے والے نے عرض کیا کہ "حضور آپ ایسا نہ کریں میرے مالک یہ سمجھیں گے کہ یہ پہلے بھی شاید اسی طرح کرتا ہے" لیکن آپ نے نہایت جلالیت سے فرمایا "تو دنیا کے عارضی مالکوں سے اتنا ڈر رہا ہے اور مجھے اپنے مالک حقیقی سے تجھ سے بڑھ کر ڈر آتا ہے خبردار میں نے کبھی بھی کسی کا مال آج تک نہیں کھایا"۔

مشتبہ رزق سے احتیاط حضرت سلطان العصرؒ کے عزم زہدو تقویٰ کی برکت سے اور عشق رسولؐ کے گنجینہ عرفاں اور قرب خداوندی کی تجلیات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر ظاہر و باطن کا علم عطا فرمایا تھا اور آپ اس علم کا اسی وقت اظہار لازم سمجھتے تھے جب آپ کے زہدو ورع پر حرف آنے کا احتمال ہوتا چنانچہ اس ضمن میں ایک واقعہ یوں ہے کہ موضع گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ کی

ایک بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی لیکن راستے میں کسی کھیت سے سبز چنے اکھاڑ کر دانے نکال کر اپنے دامن میں ڈال لئے' جو درگاہ معلیٰ میں اس نے حضرت سلطان العصرؒ کے سامنے بطور نذر پیش کر دیئے۔ آپ نے اس عورت سے استفسار کیا کہ "یہ کیا ہے اور کہاں سے لائی ہے؟" عورت نے عرض کیا کہ "حضور خالی ہاتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا جائز نہ تھا اس لئے سبز چنوں کی دال لائی ہوں"۔ حضرت سلطان العصرؒ جلالیت میں آکر فرمانے لگے "یہ سب کچھ ابھی اٹھا لو اور واپس چلی جاؤ۔ حرام مال کھانے والا میں ہی تمہیں نظر آیا تھا؟ تم نے کھیت سے چوری چنے اکھاڑے ہیں" اور ساتھ ہی سائیں کرم الدینؒ خادم درگاہ معلیٰ کو آواز دی اور فرمایا کہ "اس نابنجار عورت کو فوراً" دربار شریف سے باہر نکال دو"۔

جانشین کی فہمائش حضرت سلطان العصرؒ کے رفیع الدرجات مقامات روحانیہ کا یہ فیضان تھا کہ آپ کے مریدین و عقیدت مندان اپنی زندگی کو آپ کے زہد و ورع کے آئینے میں اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے صائم الدہر اور قائم الیل ہو گئے تھے اور اپنی زندگی میں رزق حلال کو ایک ایسا بدیہی جزو طریقت جانتے تھے کہ جس کے بغیر تمام مجاہدات و عبادات ان کی نظروں میں بے معنی تھے۔

حضرت سلطان العصرؒ کے جانشین اور وارث مسند درگاہ معلیٰ حضرت مخدوم العصرؒ نے بھی تمام زندگی قوت بازو سے رزق حلال کمایا' حضرت سلطان العصرؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ کی ایک مرتبہ اس سلسلے میں فہمائش فرمائی جس کا تذکرہ حضرت امیر العصرؒ نے سیرت الفقراء کی جلد سوم میں درج فرمایا ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ اپنے بیٹے اور جانشین درگاہ معلیٰ حضرت مخدوم العصرؒ کے گھر سے کھانا کھاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم العصرؒ نے ایک ٹھیکیدار سے ٹھیکیداری میں شراکت کر لی اور جب واپس آپ کی خدمت میں آئے تو حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "بیٹا اگر تم نے ٹھیکیداری کرنا ہے تو آج سے میں تیرے گھر کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاؤں گا ورنہ ٹھیکیداری چھوڑ دے" چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ نے ہمیشہ کے لئے ٹھیکیداری کو اپنے ذہن سے نکال دیا۔ ٹھیکیداری ایک ایسا کام ہے جس میں بے ایمانی کے ہزار رخنے ہوتے ہیں کہیں اینٹ سیمنٹ بجری میں کمی بیشی کی جاتی ہے اور کہیں مزدوروں کی اجرت میں کٹوتی کے ہزار بہانے تراشے جاتے ہیں چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ نے اس کام کو بھی اپنے نہایت تقویٰ کے آئینے میں مشتبہ تصور کیا اور اپنے جانشین کو اس کام سے روک دیا۔

تحائف کی قبولیت میں احتیاط حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں احباب طریقت بعض اوقات تحائف بھی پیش کرتے جن کی قبولیت میں بھی آپ کا نہایت سخت معیار تھا اس میں رزق حلال کی شرط اہم تھی اس کے علاوہ موقع محل کی مناسبت بھی آپ کے پیش نظر رہتی تھی چنانچہ بے موقع اور غیر ضروری تحائف آپ کبھی قبول نہ فرماتے اور نہایت اخلاق و دلبستگی سے تحائف واپس

کر دیتے تھے کیونکہ آپ کے زہد و تقویٰ کی میزان امر حق سے روشن اور سیرت رسولؐ سے تاباں تھی۔ اس کے علاوہ آپ کو عقید تمندان درگاہ معلیٰ کی مالی حیثیت کا بھی خیال رہتا تھا تاکہ وہ اپنے اضافی روپے پیسے کو اپنے اہل خانہ پر خرچ کریں۔

تحائف کی قبولیت کے احتیاط کے ضمن میں یوں تو بہت سے واقعات ہیں البتہ ایک واقعہ اپنی ندرت کے لحاظ سے نہایت دلچسپ ہے جو درج کیا جاتا ہے کہ میاں غلام محمد راجو کی والوں نے بیان کیا کہ حضرت سلطان العصرؒ کی اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد چند اہل ارادت نے جن میں میں بھی شامل تھا چند قیمتی پارچہ جات اور دیگر تحائف حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے فرمایا "یہ کیا ہے؟" سب دوستوں نے دست بستہ عرض کیا کہ "حضور یہ ہماری والدہ ماجدہ تھیں اور ہمارا بھی حق تھا اس لئے یہ اشیاء پیش کر رہے ہیں"۔ آپ وہ تحائف قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اور نہ ہی اہل ارادت احباب کے دل کو پریشان و شرمندہ کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے تمام احباب طریقت کو مغرب کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا "سامنے دیکھو" سب نے سامنے دیکھا تو راولپنڈی کے شہر کا قبرستان نظر آیا۔ آپ نے دو قبروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "یہ قبر ایک پیر و مرشد کی ہے اور دوسری اس کے مرید کی" اور واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ "یہ پیر اپنی بیوی اور بچی کے ساتھ ایک الگ جھونپڑی میں رہتے تھے اور مرید ایک الگ جھونپڑی میں رہتا تھا۔ مرید شہر سے روٹی کے ٹکڑے مانگ کر لاتا اور سب مل کر کھا لیتے۔ جب پیر کی لڑکی جوان ہوئی تو پیر کی بیوی نے کہا کہ "لڑکی جوان ہو چکی ہے لہٰذا اس کی شادی کا فکر کرنا چاہئے" پیر نے کہا "مرید کو کہو کسی اچھی جگہ اس کا رشتہ کر دے" پیر کی بیوی نے مرید کو کہا تو مرید نے جواب دیا کہ "اچھا اماں جی" مرید نے حجام کو بلا کر کہا کہ "میرے پیر کی لڑکی جوان ہو چکی ہے اس کا رشتہ کسی اچھے زمیندار کے گھر کرنا چاہتا ہوں" حجام یہ بات سن کر حیران ہوا کہ یہ لوگ فقیر ہیں اور رشتہ کسی اچھے زمیندار کے گھر کرنا چاہتے ہیں۔ حجام نے کچھ زاد راہ مانگا تو مرید نے دے دیا اور حجام وہاں سے رخصت ہو گیا وہ کسی گاؤں جا کر کسی دوست سے باتیں کر رہا تھا کہ راستے سے ایک بہت بڑے زمیندار کی بیوی کا گذر ہوا جس نے اس کی باتیں بھی سن لیں اور اس حجام کو بلا کر کہا کہ "میرا ایک ہی لڑکا ہے اور میں ایک فقیر کی لڑکی کا رشتہ اس کے لئے قبول کرتی ہوں" اتنے میں اس عورت کا خاوند بھی گھر آ گیا تو بیوی نے سب بات سنا دی۔

خاوند یہ سن کر بڑے غصے سے بیوی کو کہنے لگا کہ "بیوقوف! میرے لڑکے کے لئے تو بڑے بڑے زمیندار اور ذیلدار رشتہ دے رہے ہیں اور تو ایک فقیر کی لڑکی پر بن دیکھے لٹو ہو رہی ہے؟" بیوی نے کہا "بس میں کسی ذیلدار یا زمیندار کا رشتہ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں اور آپ نے اگر میرا کہنا نہ مانا تو میں اپنے میکے چلی جاؤں گی" زمیندار قہر درویش بر جان درویش غصہ ضبط کر کے

کنویں پر چلا گیا۔ حجام وہاں سے جب واپس آیا تو اس پیر کے مرید کو مبارک دی اور منگنی اور نکاح کا دن مقرر کرنے کے لئے اور دوبارہ وہاں جانے کے لئے سونے اور چاندی کے زیورات مانگنے لگا۔ چنانچہ جو کچھ اس نے مانگا مرید نے حاضر کر دیا۔ حجام پھر دوبارہ وہاں سے رخصت ہو کر اسی گاؤں چلا گیا اور سب برادری کو اکٹھا کر کے وہ زیورات جو کہ زمیندار اور اس کی بیوی اور لڑکے کے لئے لے گیا تھا پیش کر دیئے۔ جب برادری نے دیکھا تو زمیندار کو کنویں سے بلا کر کہا "لڑکی والے تو بہت امیر کبیر معلوم ہوتے ہیں آج تک بڑے بڑے زمینداروں نے بھی ایسا نہیں کیا" چنانچہ اس کو راضی کر کے گھر لے آئے۔ زمیندار نے بھی جب دیکھا تو خوش ہو گیا اور بارات کا وقت دے دیا گیا۔

جب مقررہ وقت پر بارات آنے میں ایک روز باقی رہتا تھا تو پیر کی بیوی نے مرید کو کہا کہ "کل بارات آنے والی ہے اور ابھی تک تم نے کوئی انتظام نہیں کیا" مرید نے حجام اور دوسرے کام کرنے والے لوگوں کو کہا کہ "کل بارات کی روٹی ہے اور جہیز کے لئے تمہیں کیا کیا چیزیں درکار ہیں؟" حجام اور دوسرے کام کرنے والوں نے چاول گھی کھانڈ غرضیکہ جو چیز بھی انہوں نے طلب کی وہ اپنی جھونپڑی سے نکال کر دینے لگا۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو اپنے پیر کی بیوی کو بلا کر عرض کیا "اماں جان تمہیں جہیز کی کیا کیا چیزیں درکار ہیں؟" اس کے کہنے پر ہر قسم کا زیور اور پارچہ جات وغیرہ سب کچھ اپنی جھونپڑی سے نکال کر دیتا رہا حالانکہ ظاہری طور پر جھونپڑی بالکل خالی تھی چنانچہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔

یہ فرمانے کے بعد حضرت سلطان العصرؒ فرمانے لگے کہ "آپ سب حیران ہونگے کہ خالی جھونپڑی سے یہ چیزیں کس طرح نکل آئیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس مرید کو اپنے خزانے بخشے ہوئے تھے اگرچہ وہ ایک ٹکڑے مانگنے والا تھا۔ اسی طرح میں بھی ظاہری طور پر شاید تمہاری نظروں میں غریب ہوں گا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے خزانے بخشے ہوئے ہیں اور مجھے کسی کا محتاج نہیں کیا اس لئے نہ تو میں یہ چیزیں لینا چاہتا ہوں اور نہ کسی کا دل دکھانے کو تیار ہوں"۔ سب دوست لاجواب ہو گئے اور اپنے تحائف واپس لے گئے۔

سبحان اللہ کہ آپ نے تحائف کو کس اخلاق کے ساتھ رد فرمایا اور نگاہ حق آثار سے گوجرانوالہ سے احباب طریق کو راولپنڈی کے قبرستان میں قبروں کی نشاندہی کر کے اس امر کا بھی اظہار فرمایا کہ تحائف لانے والے اپنے دل میں ایسا گمان ہی نہ کر سکیں کہ ان کا پیر و مرشد مقید خانقاہ اور ضروریات زندگی کا محتاج ہے۔ یہ سراسر آپ کے زہد و اتقاء کا کرشمہ ہے کہ آپ نے اپنے فقر و غنا کی اس طرح توجیح کی کہ فقر اور غنا ایک ہی طریق حیات میں مجتمع نظر آ گیا۔

زہد فنائے نفس حضرت سلطان العصرؒ رضائے خداوندی میں ایسے سرشار تھے کہ امر حق کو اپنی ذات پر اس طرح جاری فرماتے کہ فنائے نفس کی اعلیٰ تصویر سامنے نظر آتی ہے۔ آپ کے زہد

میں جہاں لذات دنیا سے کنارہ کشی ہے وہاں آپ کی طبیعت میں تلخ و شیریں کا امتیاز بھی نظر نہیں آتا گویا جس حال میں خدا رکھے اسی سے وفا کی اور کسی لمحہ بھی کوئی ایسی بات آپ کی زبان سے ارشاد نہ ہوئی کہ جس سے فنائے نفس کی رغبتیں لذات نفس میں گرفتار ہوں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ اپنے ارادت مندوں کے ہاں موضع راجو کے تحصیل ڈسکہ میں مہمان تھے کہ ایک ارائیں نے کچھ ککڑیاں آپ کی خدمت میں نذر کیں۔ حضرت سلطان العصرؒ نے شیر محمد (سابقہ شیر سنگھ) کو ککڑیاں اہل محفل میں تقسیم کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس نے حسب الحکم ایک ایک ککڑی ہر ایک اہل محفل کو دے دی اور حضرت سلطان العصرؒ کو بھی ایک ککڑی پیش کی۔ بعد میں اہل محفل کے سامنے شیر محمد نے حضرت سلطان العصرؒ کا ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ اسی طرح کوئی شخص ککڑیاں لایا اور میں حسب الحکم نصف ککڑی ہر فرد میں تقسیم کرنے لگا۔ معمول کے مطابق ایک ککڑی کا نصف حصہ آپ نے کھا لیا اور نصف ایک شخص کے لئے جو غیر حاضر تھا رکھ لیا' اتفاق سے وہ ککڑی سخت کڑوی تھی۔ آپ نے نہایت خوشی سے کھائی اور جب وہ شخص آیا تو وہ نصف حصہ اس شخص کو دے دیا جونہی وہ کھانے لگا اس کا منہ سخت کڑوا ہو گیا اور اس نے عرض کیا "حضور یہ ککڑی تو سخت کڑوی ہے" اور کھانا چھوڑ دیا۔ پھر اہل محفل میں سے جس نے اس ککڑی کو منہ لگایا اسی کا منہ سخت کڑوا ہو گیا۔

توکل علی اللہ حضرت سلطان العصرؒ تمام زندگی توکلت علی اللہ کے پابند رہے یہاں تک کہ صحت و بیماری میں بھی اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھتے اور کبھی بے چینی اور بے دلی کا اظہار نہ ہوا۔ اللہ پر توکل نے آپ کے وجود اقدس کو "ان اللہ غالب علی کل امر" کے تجلی زار سے معمور فرمایا تھا چنانچہ اپنے وجود پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مختار بنایا تھا کہ وجود خاکی بھی آپ کے امر کے تابع ہو گیا تھا۔ انسانی جسم اللہ کی ملکیت ہے اور اللہ جب چاہتا ہے اپنی ملکیت پر اپنے بندوں کو وارث کرتا ہے اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ سیالکوٹ میں علم الدین کے ہاں تشریف فرما تھے اور آپ کی آنکھوں میں سخت تکلیف تھی۔ بہت سے لوگ آپ کی زیارت کو آنا شروع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ "قبلہ عالم کہاں ہیں" ملک علم الدین نے کہا کہ "آپ آنکھوں کی تکلیف سے لیٹے ہوئے ہیں"۔ لیکن ان لوگوں نے اصرار کیا اور آپ کی ملاقات کے لئے اندر گھس آئے۔ جب آپ نے اپنی آنکھوں سے کپڑا اتارا تو سب نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں شنگرف کی طرح سرخ ہیں۔ وہ سب لوگ بیٹھ گئے اور آپ کو تکلیف دینے سے معذرت کرنے لگے۔

حاضرین میں سے چند دوستوں نے دوا لانے کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا دوا کی کوئی ضرورت نہیں ہے انشاء اللہ خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی" اور اس کے بعد ملک علم الدین سے فرمایا کہ "چلو بھائی آنکھوں کو درست کر آئیں" اور اٹھ کر ایک نہر کی طرف تشریف لے گئے اور غسل فرمایا

چند منٹ کے بعد جب آپ پانی سے باہر نکلے تو آپ کی آنکھیں بالکل تندرست ہو چکی تھیں پھر آپ واپس تشریف لائے سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھوں کی سرخی بالکل جاتی رہی ہے۔

قرض کے مرض سے احتیاط حضرت سلطان العصرؒ قرض سے نفرت فرماتے تھے، خود بھی تمام زندگی ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کیا اور قرض سے اپنے دامن کو بچائے رکھا اور اپنے مریدین صادقین کو بھی ہمیشہ قرض کے مرض سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ قرض ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے زہد و تقویٰ اور جمعیت خاطر کو پراگندہ کر دیتا ہے خواہ قرض تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس ضمن میں ایک واقعہ نہایت عارفانہ تجلیات سے مزین ہے کہ آپ نے نگاہ عارفانہ سے اپنے ایک مرید کو قرض کی مصیبت سے روشناس کرایا ایک بار حضرت سلطان العصرؒ اپنے اہل ارادت سائیں دل محمدؒ کے ہاں موضع سنگین میں مہمان تھے کہ سائیں دل محمدؒ نے اپنی بیوی سے کہا کہ "کسی سے گندم کا آٹا ادھار لے آؤ" کیونکہ اس کے گھر میں منڈل کا آٹا تھا۔ بیوی نے سائیں صاحبؒ سے کہا کہ "قبلہ عالم کے لئے گندم کا آٹا ادھار لانے کی بجائے قبلہ عالم کے سامنے منڈل کی روٹی پکا کر رکھنی چاہئے اگر آپ ناپسند فرمائیں گے تو ہمارے لئے گندم کی دعا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیں گندم عطا فرما دے گا" لیکن سائیں دل محمدؒ نے بیوی کو پھر تاکید کی چنانچہ گندم کا آٹا ادھار لے کر کھانا تیار کر دیا گیا اور خود انہوں نے اپنے لئے منڈل کے آٹے کی روٹی پکائی۔ جب حضرت سلطان العصرؒ سائیں دل محمد کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے اور کھانا سامنے رکھا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا جس نے ادھار لیا ہے وہ ہی اتارے میں کسی کا ادھار کیوں اتاروں میں تو منڈل کی ہی روٹی کھاؤں گا" چنانچہ آپ نے منڈل ہی کی روٹی کھائی۔

دین ہمہ ادب است زہد و تقویٰ شعار اسلامیہ کے احترام ہی سے قائم ہوتا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ کے زہد و تقویٰ میں شعار اسلامیہ کے ادب و احترام کی حیثیت اس قدر مستحکم تھی کہ آپ کی سیرت دیکھ کر "دین ہمہ ادب است" کے مقولہ کی حقانیت دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ہے جو بظاہر عام سا واقعہ ہے لیکن اس کی تہہ میں عارفانہ جلال اور شعار اسلامیہ کے احترام عظیم کے انوار نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ نے بیان کیا کہ مولوی محمد عبداللہؒ نے جب اپنی کوٹھی کالج روڈ سیالکوٹ پر تیار کروائی تو حضرت سلطان العصرؒ کو از برائے خیر و برکت مدعو کیا تاکہ آپ کی آمد سے گھر میں خیر و برکت کا نزول ہو۔ علامہ اقبالؒ نے مولوی صاحب کو پہلے ہی کہا ہوا تھا کہ جب حضرت سلطان العصرؒ سیالکوٹ تشریف لائیں تو مجھے بھی اطلاع دینا چنانچہ مولوی صاحبؒ نے علامہ اقبالؒ کو بلا بھیجا۔ علامہ اقبالؒ آپ کی محفل میں دو زانو بیٹھے رہے۔ شام کا وقت ہونے کو تھا اور وقت نماز مغرب قریب تھا چنانچہ وضو سے پہلے حضرت سلطان العصرؒ طہارت کرنے کی غرض سے اٹھے اور فرمایا کہ

"نیچے تو عورتیں ہوں گی اوپر کی منزل پر جاتے ہیں" مولوی صاحب فوراً ایک تولیہ اور ایک لوٹا پانی کا بھر لائے۔ تولیہ علامہ اقبالؒ نے پکڑ لیا اور دونوں حضرات آپ کے ساتھ دوسری منزل پر چلے گئے۔ آپ نے بیت الخلا دریافت کیا اور اندر گئے لیکن فوراً باہر آ گئے اور فرمایا "کوئی اور جگہ بتاؤ" مولوی صاحب نے ایک اور بیت الخلا کی طرف اشارہ کیا جب آپ باہر تشریف لائے تو علامہ اقبالؒ نے تولیہ پیش کیا اور دونوں احباب آپ کے ساتھ نیچے کی منزل پر تشریف لے آئے۔

آپ نے وضو کیا اور جب نماز مغرب سے فراغت ہوئی تو علامہ اقبالؒ نے مولوی صاحبؒ سے کہا کہ قبلہ عالم ایک جگہ پر پہلے گئے پھر فوراً واپس آ گئے اس کی کیا وجہ ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ علامہ اقبالؒ نے مولوی صاحب سے کہا "اس سے پہلے کہ میں قبلہ عالم سے اس کی وجہ دریافت کروں مجھے کمرے میں وہ جگہ چھت کے نیچے دکھاؤ جس کے اوپر بیت الخلا ہے۔ مولوی صاحبؒ نے اس جگہ کا نشان چھت کے نیچے سے علامہ اقبالؒ کو دکھایا۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ وہاں کھونٹیوں پر قرآن پاک رکھا ہوا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے مولوی صاحب سے کہا کہ "قبلہ عالم کو تو چھت کے اوپر سے چھت کے نیچے کی ہر چیز نظر آ رہی تھی اور قرآن پاک کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ وہاں سے باہر آ گئے۔"

حضرت سلطان العصرؒ کی سیرت اقدس میں زہد و تقویٰ بام عروج پر نظر آتا ہے کہ زندگی کا ایک ایک واقعہ اور ایک ایک لمحہ جلوہ زار تقویٰ سے آباد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سماوات و تحت ثریٰ کے جلوہ ہائے بسیط سے اپنے اس خاص بندے کو مطلع فرما کر میزان زہد و تقویٰ کے جلال کو قائم فرمایا اور فروغ معرفت و قرب خداوندی سے برصغیر میں بہار نو کے آثار ہر نگر میں ظاہر ہو گئے۔

حقوق شراکت کی تلقین حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے ان مریدین کے تحائف کو بھی واپس فرمایا اور نذرانوں کو شرف قبولیت نہ بخشا جو کسی دوسرے شخص کے ساتھ شراکت کی بنیاد پر رزق کماتے تھے اور بغیر دوسرے شریک کار کی اجازت کے مال مشترکہ میں تصرف کرتے تھے یہ احتیاط زاہدانہ کی انتہا کی مثال ہے کہ آپ نے حقوق شراکت کی تلقین اس سختی کے ساتھ فرمائی کہ مریدین کے عقل و شعور پر نئے افق طلوع کر دیئے۔ جو لوگ شراکت کا کاروبار کرتے تھے ان کے شریک کار ان کی اجازت کے بغیر مال میں تصرف کرتے تھے لیکن حضرت سلطان العصرؒ نے مریدین کو منع کیا۔

مستری بلند بخش نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میاں امام الدین اور پیر سید حسنین شاہ تینوں احباب طریقت حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے الگ الگ کچھ چاول کچھ گڑ اور کچھ گنے خدمت اقدس میں نذر کئے آپ نے دریافت فرمایا "چاول کون لایا ہے؟ میں نے عرض کیا "حضور میں لایا ہوں اور گڑ میاں امام الدین صاحب اور گنے پیر سید حسنین شاہ لائے ہیں" آپ نے ہم دنوں کو تو اپنے پاس بٹھا لیا لیکن پیر سید حسنین شاہ کو بلا کر سخت الفاظ میں سرزنش کی اور فرمایا "یہ گنے جو

تم لائے ہو واحد تمہاری ملکیت تھی؟" اس نے عرض کیا "حضور نہیں میرا ایک شریک کار بھی ہے" آپ نے فرمایا "تم نے اس کی اجازت سے گنے کاٹے تھے؟" عرض کیا "حضور نہیں" آپ نے فرمایا "اسی وقت گنے اٹھاؤ اور جب تک شریک کار کی اجازت حاصل نہ کر لو میری محفل میں مت آنا' میں ناجائز مال کھانے والا نہیں ہوں" چنانچہ پیر سید حسنین شاہ کو گنے واپس لے جانے پڑے۔

اس سلسلے میں حضرت سلطان العصرؒ کا طریق تلقین صحابہ رسولؐ کی سیرت کو عام کرنے کی ایک کاوش ہے کہ اصحاب رسولؐ حقوق شراکت کی نگہبانی اسی طرح فرماتے تھے کہ شریک کار کی اجازت کے بغیر مال مشترکہ میں تصرف کو ناجائز سمجھتے تھے جبکہ برصغیر میں مال مشترکہ میں تصرف کرنا سماجی اور ثقافتی قدر بن چکا تھا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے عام زندگی کے طریق کار میں بھی حجازیت کو پیش نظر رکھا کیونکہ شریک کار کی اجازت کے بعد جو تصرف کیا جاتا ہے وہ کبھی بھی غلط فہمی کی بنیاد نہیں بنتا اور دوسرا فریق بھی اگر اس طریق کو اپنائے تو قرابت و شراکت میں پختگی ہوتی ہے۔

اسی ضمن میں ایک اور واقعہ درج کیا جاتا ہے جس میں فہمائش کا جلال ملاحظہ ہو کہ ملک الف دینؒ نے خود بیان کیا کہ میرے بھائی کے فوت ہو جانے کے بعد میرے دو بھتیجے عنایت اللہ اور ہدایت اللہ یتیم رہ گئے۔ میں نے اور میرے بھائی نے مشترکہ ایک بھینس خریدی ہوئی تھی۔ میں بڑے شوق سے بھینس کے دودھ کی کھیر پکا کر حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا "یہ کیا ہے" میں نے عرض کیا "حضور کھیر پکا کر لایا ہوں" آپ نے فرمایا ملک صاحب یہ کھیر اسی طرح سیالکوٹ واپس لے جاؤ میں ہرگز یہ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں" میں نے ہر چند کوشش کی لیکن آپ نے فرمایا "یتیموں کا مال میں ہرگز نہیں کھاؤں گا" میں نے بہت منت سماجت کی کہ حضور میں یہ واپس لے جانا نہیں چاہتا اللہ مجھ پر رحم فرمایئے" آخر آپ نے سائیں کرم الدینؒ خادم درگاہ کو بلایا اور فرمایا "محلے کے جتنے یتیم بچے ہیں بلا لاؤ اور یہ کھیر ان کو کھلا دو" چنانچہ سائیں کرم الدینؒ نے ساری کھیر یتیم بچوں کو کھلا دی اور عرض کیا "حضور! برتن دھو کر صاف کرنے والا ہے" آپ نے فرمایا "اس میں تھوڑا سا پانی ڈال کر اچھی طرح صاف کرو اور یہ پانی کسی درخت کے نیچے کیڑوں مکوڑوں کو ڈال دو کسی آدمی کو چکھنے کی اجازت نہیں ہے"۔ اس کے بعد آپ نے مجھے فرمایا کہ جب تک تمہارے بھتیجے جوان نہ ہو جائیں میری خدمت میں ہرگز کوئی چیز نہ لانا"

سبحان اللہ یہ زہد و تقویٰ کا نور کہ جس سے فیض یاب ہونے والوں نے نہ صرف دنیاوی حقوق کی پاسداری میں کامیابی حاصل کی بلکہ روحانی طور پر بھی اعلیٰ منازل کو حاصل کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کی جو اس قدر سختی سے تربیت فرمائی تو یہ صرف کار گفتار نہ تھا بلکہ آپ اپنی نجی زندگی میں جس زہد و تقویٰ سے مزین تھے۔ اس کے جلال کی نمود تھی۔

حضرت سلطان العصرؒ کا زہد و تقویٰ جہاں کثرت عبادت و ریاضت سے عبارت ہے وہاں سماجی

زندگی میں شعار اسلامیہ کی نگہبانی سے بھی تعبیر ہے۔ آپ رب العالمین کے ایسے العبد تھے کہ سراپا آئینہ سخاوت اور امر حق کے نفاذ کی قوت عبدیت کی روشن منزل تھے۔ آپ کے زہد و تقویٰ میں شان اویسی کا عشق رحمتہ للعالمین اور کردار میں شیرازہ ام الکتاب کی تجلیات تھیں۔ سبحان اللہ کہ آپ کے زہد و اتقاء نے اولیائے قادریہ کے طریق رفتہ کو زندہ کر کے ایک ایسا چشمہ نور یقین جاری فرمایا کہ آپ کے فیض یافتگان نے دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کہ برصغیر کے طول و عرض میں فیضان قادریت کو عام فرمایا اور سخاوت معرفت کی بشارت کو کوہ و دمن، کاخ و صحرا اور جبل و بحر تک پھیلا دیا۔

حضرتِ سلطان العصرؒ العبدِ ربُ العالمین
قطبُ الاقطاب عاشقِ الرحمتہؐ للعالمین
زہد و تقویٰ منضبط اندر لقائے نورِ حق
قلبِ او ریزد تجلی از سرِ عرشِ برین
چہرۂ او شمسِ تاباں از خصالِ مجتبیٰؐ
سیفِ او آفاق گیر، انعامِ او حبل المتین
مصحفِ نورِ حیا شیرازۂ ام الکتاب
بیعتِ تقدیسِ عبدالقادرؒ آئینِ مبین
زندہ دارِ شب تجی قائم مثالِ رعدِ طور
محکم از آں بوحنیفہؒ الامامُ المومنین
منکرانِ اہلسنت صد خجل در بزمِ او
ساقیٔ اہلِ کرامت چشمۂ نور الیقین

حضرت سلطان العصرؒ کے زہد و تقویٰ سے تربیت حاصل کرنے والوں کے یوں تو بے شمار اسماء ہیں لیکن آپ کی سیرت میں احسن طریق سے فنا و بقا حضرت مخدوم العصرؒ کو حاصل تھی اور یہ بھی امر الٰہی تھا کیونکہ حضرت مخدوم العصرؒ ہی نے اس سلسلہ عظیم کی جانشینی کے فرائض ادا کرنے تھے چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ کی سیرت میں زہد و تقویٰ کے سربستہ اسرار و رموز کو حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنی جامع سیرت کے آئینے میں پیش کیا اور اس کے علاوہ اپنے صوفیانہ کلام میں زہد و تقویٰ کی طرف عارفانہ خصائل کے ساتھ خلق خدا کو متوجہ کیا اس لحاظ سے حضرت مخدوم العصرؒ کے کلام میں زہد و تقویٰ پر جو بھی تجربات و خیالات و معارف ملتے ہیں وہ بالواسطہ طور پر حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت ہی کا ایک عکس جامع ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مخدوم العصرؒ کردار کی جامعیت پر ہر چیز کو فوقیت دیتے ہیں۔

حضرت سلطان العصرؒ بحیثیت مبلغِ اسلام

سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دور مسند نشینی درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں جہاں لاتعداد مسلمانوں کو نصیحت سخاوت معرفت سے اعلیٰ روحانی درجات کے لئے تربیت کی وہاں آپ نے لاتعداد غیر مسلموں کو قعر ضلالت و گمراہی سے نکال کر نعمت اسلام سے بھی معمور فرمایا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے طریق صوفیانہ کے مطابق اعلیٰ تبلیغی مسائی کو انجام دے کر اہل ایمان و ایقان میں اس قدر اضافہ فرمایا کہ حضرت غوث العصرؒ کی شان تبلیغ اسلام کو نئی منازل سے روشناس کر کے طریق صوفیانہ کی حقانیت اور طریقت قادریہ کی عظمت کو پورے برصغیر میں پھیلا دیا۔ آپ کے تربیت یافتہ مریدین صادقین نے بھی آپ کے کردار عظیم اور طریق مشفقانہ کو تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنا کر اپنے مرشد حق کی حکمت کا نور قریہ بہ قریہ روشن کیا۔ تبلیغ اسلام کی مسائی میں اس قدر کامیابی اور کامرانی سربسر حضرت سلطان العصرؒ کی ایک کرامت تھی جس نے نسبت اویسی کے سرچشمہ نور کی تابانیاں ہر شہر و صحرا پر محیط کر دیں۔

حضرت سلطان العصرؒ کا دور سماجی اور سیاسی لحاظ سے انتشار اور فتنہ پروری کا دور تھا خاص طور پر نام نہاد مسلمانوں کے کچھ ایسے گروہ پیدا ہو گئے تھے جو برہمن ازم اور فرنگی کے حلیف تھے اور ان میں سکھوں کے بھی کچھ انتہا پسند جتھے شامل تھے' ان لوگوں کا کردار یہ تھا کہ سیدھے سادے مسلمانوں کو مشرک کہتے تھے اور اصلاح رسوم کے بہانے ان کو انتہا پسند ہندوؤں اور عیسائی مشنریوں کی طرف

دھکیل رہے تھے۔ خاص طور پر وہابی جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن درحقیقت خارجی نظریات رکھتے تھے۔ اول اول انہوں نے احناف کے خلاف معاندانہ محاذ کھولا اور اس آڑ میں صوفیائے کرام کے کردار مقدسہ پر نازیبا الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ مذہبی آزادی اور مساوات کی جو فضا قدیم دور سے قائم تھی اس کو سبوتاژ کرنا شروع کر دیا۔ مغل سلطنت جو ملا ازم کے نفوذ کی وجہ سے عوامی اعتماد سے محروم ہو کر قلعہ معلٰی کی دیواروں میں خیرات فرنگ کے عوض دن کاٹ رہی تھی جگہ جگہ فتنہ و فساد اور بلوے ہو رہے تھے۔ ان ساری صورت حال سے ہندوؤں کے انتہا پسندوں اور عیسائی مشنریوں کی بگڑی ہوئی بات بن گئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ برصغیر میں اسلام کی اشاعت نور قلب سے صوفیانہ طریق پر ہی ہوئی ہے۔ صوفیاء کے نگاہ کریمانہ اور توجہ باطنی سے غافلوں کے دل نور احدیت کے عکس سے لذت یاب ہوتے تھے اور قرب و معرفت کی منازل حاصل کرنے کے بعد باقاعدہ علوم دینی کو فارسی و عربی زبان میں حاصل کرتے تھے۔

اس صورت حال سے یہ اندازہ کرنا کسی طرح سے مشکل نہیں رہتا کہ مغلیہ سلطنت کے زوال تک برصغیر میں نہ قرآن کا ترجمہ موجود تھا نہ حدیث کے تراجم تھے گویا فروغ اسلام میں ترجمات کا کوئی اساسی کردار نہیں ہے البتہ تفہیمی اور تحقیقی معنوں میں از برائے استفادہ تراجم کا ایک کردار ہے اور وہ بھی دہلی اور اس کے گردونواح کی حد تک ورنہ جہاں تک پورے برصغیر کے مسلمانوں کا تعلق ہے تو انہوں نے وجدانی نور تصوف ہی کے ذریعے اسلام قبول کیا اور علم حاصل کرنے والوں نے براہ راست عربی و فارسی کتب سے معارف فقہ و فروع کی تحصیل کی۔ ان زندہ حقائق کی موجودگی میں صوفیانہ طریق تبلیغ بہت واضح ہو کر سمجھ میں آجاتا ہے۔

ٹیپو سلطان شہید کے دور تک بنگال دکن سندھ اور لاہور میں پڑھے لکھے لوگوں کی اکثریت بے تکلف عربی و فارسی میں گفتگو کی اہلیت رکھتی تھی۔ انگریزوں نے عربی و فارسی کو ختم کیا اور ان نام نہاد مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی جو مسلمانوں کی اکثریت کو کافر قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ برصغیر میں عربی و فارسی کے اس درجہ فروغ میں سوائے صوفیاء کی خانقاہوں کے کسی ادارے کا کوئی کردار نہیں ہے۔ صوفیاء کے دشمن انگریزوں سے متفق تھے اور انگریز صوفیاء کے طریق تبلیغ اسلام سے خائف تھے لیکن یہ طریق تبلیغ بغیر مناظروں اور مجادلوں کے نہایت خاموشی امن اور قلب سے قلب کے ذریعے پھیل رہا تھا۔ یہ صورت حال انگریزوں کے عیسائی مشنریوں اور برہمن ازم کے رکھوالوں کے لئے ناپسندیدہ تھی چنانچہ سب سے پہلے عیسائی مشنریوں اور غیر مقلدین نے نورا کشتی کے مصداق مناظرے کر کے مسلمانوں میں خلفشار پیدا کیا اور مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کیں اور انگریزوں کے تعاون سے برصغیر میں مسلمانوں کے ہر گروہ کو آپس میں دست بہ گریباں کر دیا۔ اس صورت حال سے ہندوؤں کے انتہا پسند گروہوں نے سیدھے سادے ناخواندہ مسلمانوں کو ہندو بنانا

شروع کر دیا اور عیسائی مشنریوں نے بھی مسلمانوں اور ہندوؤں پر دانت صاف کرنے شروع کر دیئے اور ظلم و تعدی اور مکر و فریب سے اہل برصغیر جنت نظیر کو زبردستی عیسائی بنانا شروع کر دیا تاریخ گواہ ہے کہ برصغیر میں نام نہاد مصلحین نے درحقیقت عیسائیوں اور برہمن ازم کی کمر مضبوط کی اور دیکھتے ہی دیکھتے عربی و فارسی کا عام چلن قصہ پارینہ بن گیا اور تراجم کے اختلاف پر جھگڑے شروع ہو گئے۔ ہر طرف سے صوفیاء اور احناف پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس دور پرفتن میں صرف صوفیائے کرام ہی تھے جنہوں نے لوگوں کو مذہب کے نام پر لڑنے جھگڑنے سے منع کیا اور عظمت انسانیت اور بھائی چارے کی فضا کو بحال رکھنے کی تبلیغ کی کیونکہ مذہب خواہ کوئی بھی ہو اس کا اصل مقصد روح انسانی کو اللہ تعالٰی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا طریق بتانا اور نوع انسانی کی فلاح ہے۔ وہ خدا جو سب کا خدا ہے اس خدا کو کوئی کسی نام سے پکارے بالاخر اسی خدا کے سامنے انسان کی روح کو پیش ہونا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ صوفیائے کرام کی مساعی تبلیغ اسلام میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں نے جس خلافت اسلامیہ اور سماجی سدھار کو نصب العین قرار دے کر لاکھوں لوگوں کو آپس میں لڑایا اور خون کے دریا بہہ نکلے وہ نام نہاد خلافت اور سماج سدھار آج تک اپنی اصلی صورت میں کبھی ظاہر نہ ہو سکا کیونکہ یہ اللہ تعالٰی کا انصاف ہے کہ اس کا اسلام ایک روحانی نظام ہے۔ جب لوگ اپنے وجود سے ریا اور بدکرداری، بغض و نفرت اور اولیاء اللہ سے دشمنی ترک نہیں کرتے نہ خود امن سے رہ سکیں گے نہ آخرت میں ہی کوئی انعام حاصل کریں گے۔ جو لوگ محض دعوے کی حد تک اصلاح کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد بہت غیر مبہم اور واضح ہے۔

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون ○ الآ انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون○ واذ قیل لھم اٰمنو کما آ من الناس قالو انومن کما امن السفھاء الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون○ واذالقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلو الی شیٰطینھم قالو آ انا معکم انما نحن مستھزء ون ○ اللہ یستھزی بھم ویمد بھم فی طغیانھم یعمھون○ اولئک الذین اشترو الضللتہ بالھدیٰ فمار بحت تجار تھم و ما کانو مھتدین○

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے۔

اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم اصلاح کرتے ہیں۔ خبردار! وہی لوگ فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں اور جب ان سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں، خبردار! وہی احمق ہیں لیکن بے علم ہیں۔

اور جب اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان والے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس خلوت میں ہوں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یوں ہی (مسلمانوں سے) ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے اور ان کو ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کی دوکانداری کچھ نفع نہ لائی کیونکہ وہ راہ ہدایت جانتے ہی نہ تھے۔

(القرآن العظیم ------ سورۃ البقرہ ------ آیت ۱۱---- تا ----- ۱۶)

راہ ہدایت کیا ہے کیا ان فسادیوں کی حکومت موعودہ کا نام ہدایت ہے؟ جس کی خاطر یہ مسلمانوں کے امن و اموال کو تباہ کر رہے تھے۔ راہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقویٰ ہے جو فی نفسہ ایک آفاقی کردار ہے جس کی بنیاد مومن کا دل ہے۔ معاشرہ کیسا ہی کیوں نہ ہو مومن کے لئے لازمی صفت تقویٰ ہے۔ قرآن حکیم کے مذکورہ بالا ارشاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ۔

یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون○ الذی جعل لکم الارض فراشا و السماء بناء و انزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرٰت رزقا لکم فلا تجعلو للہ اندادو انتم تعلمون○

ترجمہ: اے لوگو! اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا شاید کہ تم تقویٰ اپناؤ۔ اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔

(القرآن العظیم ----- سورۃ البقرہ ----- آیت نمبر۲۱ --- ۲۲)

یہی وجہ ہے کہ صوفیاء نے زندگی کے ہر عمل کھانے پینے سونے جاگنے حصول رزق و علم ہر چیز کا ماحصل تقویٰ کو قرار دیا۔ جس عالم میں تقویٰ نہیں وہ لازماً نفس پرستی میں گرفتار ہوتا ہے اور نفس پرستی کو اللہ تعالیٰ نے شرک کہا ہے۔ اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور فوق ہے چنانچہ صوفیائے کرام نے ذکر اللہ کو اللہ کے حکم کے مطابق کثرت سے اپنے رگ و جاں میں نور کی طرح بسایا اور غافل ذہنوں کو رجوع الی الحق نور قلب سے عطا کر کے واصل باللہ بنا دیا۔ نام نہاد مصلحین نے صوفیاء کے پیروکاروں کو مشرک قرار دے کر سیدھے سادے مسلمانوں کو عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں کے سپرد کر دیا۔ یہ ایک ایسا فساد تھا جس کی اصل صورت بھرپور انداز سے کچھ عرصہ بعد ظاہر ہوئی جب کہ حضرت سلطان العصرؒ کے زمانے تک معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ آریہ سماجی اسلام کو تشدد پسند

مذہب قرار دے کر غریب مسلمانوں کے جان مال کو ہڑپ کرنے لگے۔

دوسری طرف صوفیاء کے امن پسندانہ نظریات کو اغوا کرنے کے لئے وہابیوں کے گروہ ہی سے انگریزوں نے فتنہ مرزائیت پیدا کر دیا جس نے ایک طرف دعویٰ نبوت کر دیا دوسری طرف انگریزوں کے نزدیک امن کا پیامبر بن گیا اور جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر دیا تاکہ غیر محسوس طریقے سے امن پسند مسلمانوں اور اسلام قبول کرنے والے ہندوؤں کے لئے اسلام کے "امن" کی ایک مثال قائم کی جا سکے۔ اس سارے فتنے کو پیدا کرنے کا مقصد صرف اور صرف صوفیائے کرام کی تبلیغ اسلام کے صدیوں سے چلنے والے سلسلہ تحریک کو ختم کرنا تھا۔ مرزا قادیانی لعنتہ اللہ علیہ کو گروہی صورت میں مضبوط کرنے کے لئے وہابیوں نے دھڑا دھڑ مرزا قادیانی کے ہاتھ پر بیعت شروع کر دی۔

(دیکھئے دیباچہ از چراغ حسن حسرت --- ارمغان قادیان --- مولوی ظفر علی خاں)

مسلمانوں کو صوفیاء سے بدظن کرنے کے لئے غیر مقلدین نام نہاد مصلحین وہابیوں نے یہ جال بچھایا کہ ان ہی کا ایک گروہ مرزائی ہو گیا اور انہی کا ایک گروہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور یہ دعویٰ کیا کہ مرزا کو تصوف نے گمراہ کیا ہے گویا ہر طرف سے تصوف کو مورد الزام بنایا جانے لگا۔ مرزا قادیانی لعنتہ اللہ علیہ۔ اہلحدیث وہابی خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو تصوف کا سخت مخالف تھا۔ انگریز بھی تصوف کے دشمن تھے آریہ سماجی انتہا پسند ہندو تو تصوف کے دشمن تھے ہی اور دیگر وہابی و غیر مقلدین بھی تصوف کے دشمن تھے اس کے ساتھ ساتھ اقلیت ہونے کی وجہ سے شیعہ حضرات بھی وہابیوں کے حلیف بن گئے کیونکہ سماجی نفسیات میں اقلیت ہمیشہ اقلیت ہی کے ساتھ سیاسی تحفظ محسوس کرتی ہے حالانکہ گزشتہ عہد میں جب ابھی وہابی برصغیر میں نہ آئے تھے شیعہ اور سنی میں محض فقہی و روایاتی اختلاف تھا لیکن سماجی طور پر ایک تھے لیکن بعد میں شیعہ حضرات نے اقلیت کے گروہ میں اپنے آپ کو بٹھا لیا۔ ان تمام فتنوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صوفیائے کرام کو ایسی بصیرت اور اپنی تائید سے سرفراز کیا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور صوفیائے قادریہؒ کی عظمت سے سرشار دین حق پر قائم رہی۔

صوفیائے کرام کا طریق تبلیغ اسلام قرآن کے نور اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے اعلان الفقر فخری سے محکم، اصحاب رسولؐ کے کردار نورانی سے منور، تابعین و تبع تابعین کے باحکمت وجدانی و برہانی استدلال سے نمو پزیر اور اولیائے متاخرین کے عمرانی شعور سے روشن ہے۔ صوفیائے کرام جس معاشرے میں بھی گئے نہ وہاں کسی قسم کا فتنہ و فساد پیدا کیا نہ رسمی عقائد کی بحث میں علاقائی لوگوں کے دلوں میں اسلام کے بارے میں کوئی تشکیک نے جنم لیا اور نہ حضورؐ کی شان کے خلاف کسی غیر مسلم نے تعصب کا اظہار کیا۔ صوفیائے کرام نے فیضان رسولؐ سے اپنے باطن کو توحید سے اس طرح منور اور آباد کیا کہ حرف غیر کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ توحید کے بحر بے کنار میں

اس طرح مستغرق ہوئے کہ کن فیکون سے پہلے کے روحانی کیف کی مستی میں بقائے حق سے تابدار اور انوار احدیت سے سرشار ہو گئے۔ ظاہری اعمال کو اس وقت تک بے معنی سمجھا جب تک ان اعمال کے وہ نتائج نہ دیکھ لئے جن کی وجہ سے وہ اعمال اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے منتخب کئے ہیں صوفیائے کرامؒ نے اعمال صالحہ کو درجات کی بلندی کا بدیہی باعث نہ سمجھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کیا اور پورے اخلاص کے ساتھ بے ریائی کو اپنایا۔ تصوف کی تحریک حضورؐ کی ذات سے شروع ہوئی اور خلافت اسلامیہ میں خلفشار پیدا ہونے کے باوجود ایک روحانی نظام کی حیثیت میں آگے ہی آگے قدم اٹھاتی رہی۔ خلافت کی حدود کبھی وسیع اور کبھی محدود ہوتی رہیں لیکن تصوف کی تحریک ہر دور میں بڑھتی ہی رہی کیونکہ تصوف نے انسان کے خوابیدہ فطری جذبات اور محبت الٰہی کی ازلی شمع کو مخلوق خدا کے دلوں میں روشن کیا۔

صوفیائے کرام جس معاشرے میں بھی گئے وہاں کی مابعد الطبیعیات کی جو بھی صورت تھی اس کو اسلام کے آفاقی روحانی نظام کے ذریعے منکشف کر دیا۔ مخلوق خدا کو احساس دلایا کہ دنیا کے تمام مذاہب اور ہر نوع مابعد الطبیعیات کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت کی پہچان کرے۔ اپنے اور کائنات کے خالق کے درمیان رابطے کو حاصل کر کے حقیقت کا آئینہ بن جائے۔ دنیا کی ہر مابعد الطبیعیات میں حقیقت کی تحصیل کا ذریعہ وجدانی ہی تسلیم کیا گیا ہے اور وجد دراصل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یاد وہ کرتا ہے اس کو جس کو وہ کرتا ہے یاد۔ صوفیاء کی محفلوں میں آنے والوں کو وجدانی طور پر حقیقت کا وجدان حاصل ہو جاتا تھا کیونکہ تائید الٰہی صوفیاء کے ساتھ تھی چنانچہ صوفیائے کرام نے ظاہری مذہب کی تبدیلی اور اعلان تبدیلی مذہب کو چنداں اہمیت نہ دی بلکہ خدا کی یاد سے غافل مخلوق کے قلوب میں اپنے جذب وجدان کا ایسا عکس پیدا کیا کہ مخلوق خدا کے دلوں سے شرک جلی و خفی کے پردے پھٹ گئے۔ دل کو اللہ تعالیٰ نے غلافوں میں ملفوف کیا ہے کیونکہ دل اللہ کی خاص ملکیت ہیں۔ وہ جس کا دل چاہتا ہے اپنی وحدت کی طرف پھیرتا ہے یہ ایک ایسا نازک معاملہ ہے کہ جس میں کسی کو کوئی دخل نہیں الا باذن اللہ۔ صوفیاء کے وہ سلاسل جن میں دست بہ دست سلسلہ بیعت جاری ہے وہی حضورؐ کے دست اقدس کی بیعت کی برکت سے نوع انسانی کو اس شجرہ طیبہ سے بہتر انداز میں منسلک کرتے ہیں جس کی جڑیں آسمان میں ہیں اور جو جنت میں لے جاتا ہے کشجرۃ طیبہ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء توءتی اکلھا کل حین باذن ربھا یعنی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں' ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔" یہ درخت درحقیقت وحدت ہے جس کا ہر وقت "لی مع اللہ وقت" کے نور سے روشن ہے اور "ان اللہ مع الصابرین" کے زہد و تقویٰ سے برگ و بار لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے اللہ کے ہاں اپنا قرب چاہا ہے اور ہر قسم کی اشتہاری تبلیغی ریاکاری سے دامن کو بچایا ہے۔

انسان کی نفسیات ہے کہ انسان کسی غلط فکر یا عقیدے پر بھی قائم ہو وہ لوگوں کے سامنے اپنے عقیدے کا دفاع کرتا ہے اگرچہ ریاکار عالم دین اور کافر و زندیق اپنی خلوتوں میں ایک جیسے ہی ہوتے ہیں لیکن دنیا والوں کے سامنے ان میں ایک فرق پایا جاتا ہے۔ اسلام اول آخر دین اخلاص ہے۔ اسلام نے ریاکاروں اور غیر اللہ سے متاثر ہونے والوں کو عاقبت میں اندھا اٹھائے جانے کی وعید سنائی ہے۔ وہ کونسا سرمہ چشم ہے جو آخرت میں بینائی بن سکتا ہے۔ وہ سرمہ چشم وحدت حق ہے ایسی وحدت جس میں کسی طرح کی ریا کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ جب انسان کا دل وحدت حق کی شادمانی سے مزین ہوتا ہے تو اس کے لئے دنیا کا وجود محض ایک عکس موہوم ہو جاتا ہے۔ تمام عبادتوں کی عبادت کا حاصل اخلاص ہے اور قلب منیب ہی کا اخلاص اللہ کے ہاں قبول ہے۔ جب وہ کسی کا دل قبول کرتا ہے تو اسے اپنے انوار و تجلیات کے ذریعے ہر چیز سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ صوفیائے کرام نے رسمی اشتہاری تبلیغی کوششوں کو فتنہ ہی سمجھا ہے چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے ظاہر کو سنوار لیا اور باطنی طور پر جانور ہی رہے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں' صوفیائے کرام کے طریق تبلیغ میں اخلاص کی کس قدر اہمیت ہے اس کی چند مثالیں پیش ہیں۔

آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے (القرآن) اے نبیؐ جو لوگ دن رات اپنے رب کی عبادت کرتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں آپ ان پر اپنی توجہؐ خاص مبذول فرمائیں (القران) دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں (الحدیث) گنتی کی سانسوں پر دل لگانا غفلت اور کاہلی کو دین سمجھ لینا سراسر نقصان ہے (حضرت ابوبکر صدیقؓ) دنیا ایسا گھر ہے جس کی بنیاد بلاؤں پر ہے (حضرت عمر فاروقؓ) ہمارے لئے خون بہانے کی ضرورت نہیں (حضرت عثمان غنیؓ) دل کی غنا القلب باللہ میں ہے (حضرت علی المرتضیٰؓ) اللہ ہی حجت بالغہ ہے۔ (حضرت امام حسنؓ) تمہارے لئے بہترین رفیق و مہربان تمہارا دین ہے (حضرت امام حسینؓ) وحدت میں سلامتی ہے۔ (حضرت اویس قرنیؓ) بدوں کی صحبت نیکوں سے بدگمانی پیدا کرتی ہے (حضرت حسن بصریؓ) تھوڑی سی دنیا پر جو دین کے ساتھ ہو قناعت کر (حضرت سعید بن المسیبؓ) کسی نے سوال کیا "رضائے الٰہی کس میں ہے؟" فرمایا "ایسے دل میں جہاں نفاق کا غبار تک نہ ہو (حضرت حبیب عجمیؒ) سب سے محبوب عمل اخلاص ہے (حضرت مالک بن دینارؒ) میرا سرمایہ خدا کی رضا اور لوگوں سے بے نیازی ہے (حضرت ابوحازم مدنیؒ) میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس میں خدا کا جلوہ نظر نہ آیا ہو (حضرت محمد بن واسعؒ) جسے قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کیا گیا (حضرت امام ابوحنیفہؒ) مجھے حکمران سے اور حکمران کو مجھ سے کیا سروکار (حضرت فضیل بن عیاضؒ) خشیت الٰہی میں عارف کا ہر لحظہ بڑھ کر ہے اس لئے کہ اس کی گھڑی رب سے زیادہ قریب ہے (حضرت ذوالنون مصریؒ) اللہ تعالیٰ کی صحبت اختیار کر کے لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دو (حضرت ابراہیم بن ادھمؒ) جو یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں عزت والا اور آخرت میں شرافت والا ہو اسے لازم

ہے کہ تین باتوں سے اجتناب کرے کسی سے اپنی ضرورت بیان نہ کرے کسی کو برا نہ کہے اور کسی کے کھانے کی دعوت قبول نہ کرے (حضرت بشر حافیؒ) اہل محبت کے نزدیک جنت کی کوئی قدر و قیمت نہیں وہ اپنی محبت میں مستغرق ہیں (حضرت بایزید بسطامیؒ) خدا کے ہو کر رہو ورنہ خود نہ رہو (حضرت محاسبیؒ) اگر تو سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کو چھوڑ دے اور اگر بزرگی چاہتا ہے تو آخرت کے انعام و اکرام کی خواہشوں کے گلے پر چھری پھیر دے (حضرت داؤ طائیؒ) اے خدا اگر تو کبھی مجھے عذاب دینا چاہے تو حجاب کی ذلت کا عذاب نہ دینا (حضرت سری سقطیؒ) اگر چاہتا ہے کہ تیرے آگے کوئی دروازہ نہ رہے تو خدا سے ڈر یہ ہر دروازہ کی کنجی ہے (حضرت غوث الاعظمؓ) خدا کے سامنے مودب رہنے والا ہی مخلوق کو ادب سکھا سکتا ہے (حضرت میانمیرؒ) اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبرداروں کی موت کو زندگی اور نافرمانوں کی زندگی کو مردہ قرار دیا ہے (حضرت شقیق بن ابراہیمؒ) مردان خدا کی تین نشانیاں ہیں ہر لحظہ باوفا ہو' بغیر طمع کے تعریف کرے بغیر سوال سخاوت کرے (حضرت معروف کرخیؒ) شہوتیں تین قسم کی ہیں' کھانے کی شہوت' گفتگو کی شہوت اور نظر کی شہوت' رزق کے لئے خدا پر بھروسہ کرو' زبان سے سچ بولو' آنکھ سے عبرت حاصل کرو (حضرت حاتم بن اصمؒ) جب ایسے عالم کو دیکھو جو تاویل کا متلاشی ہو تو تم اس سے کچھ حاصل نہ کر سکو گے (حضرت امام شافعیؒ) تمام اعمال میں (ریا کی) آفتوں سے بچو (حضرت امام احمد بن حنبلؒ) یہ دنیا گندگی کا ڈھیر اور کتوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ وہ شخص کتے سے بھی کمتر ہے جو اس پر جم کر بیٹھ جائے کیونکہ کتا اس ڈھیر سے اپنی حاجت پوری کر کے چلا جاتا ہے لیکن دنیا سے محبت کرنے والا اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا اور کسی حالت میں اسے نہیں چھوڑتا (حضرت احمد بن الجواریؒ) راہ حق ظاہر آشکارا اور نگہبان خوب سننے والا ہے اس کے بعد متحیر اور پریشان رہنا بجز اندھے پن کے کچھ نہیں (حضرت احمد بن خضرویہؒ) جوانمردی یہ ہے کہ دوسروں سے انصاف کرو اور اپنے لئے انصاف طلب نہ کرو (حضرت ابو حفصؒ) جو زندگی کو اطمینان قلب سے گزارنا چاہتا ہے لازم ہے دل میں طمع کو جگہ نہ دے (حضرت ابو عبداللہ بن خفیفؒ) نبیوں کا کلام حضور حق کی اطلاع دیتا ہے اور صدیقوں کا کلام مشاہدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے (حضرت جنید بغدادیؒ) حق کے ساتھ جمع ہونا اس کے غیر سے نجات ہے (حضرت احمد بن محمد نوریؒ) مردان خدا کے وجد کی کیفیت عبارت سے ادا نہیں کی جاتی کیونکہ وہ حق کا بھید ہے جو مومنوں کے لئے ہے (حضرت عمرو بن عثمانؓ) روئے زمین کے رہنے والوں پر اس حال میں سورج طلوع و غروب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی بے خبری بڑھتی جاتی ہے بجز ان لوگوں کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ پر اور اہل و عیال پر اور اپنی دنیا و آخرت پر مقدم رکھا ہے (حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ) میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو جنگل و صحرا اور بیابانوں کو طے کرتا ہوا خدا کے گھر اور حرم تک تو پہنچتا ہے کیونکہ اس میں اس کے نبیوں کے آثار ہیں لیکن وہ اپنے نفس کے جنگل

اور اپنی خواہشات کی وادیوں کو طے کر کے اپنے دل تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا حالانکہ دل میں تو اللہ کے آثار ہیں (حضرت محمد بن فضل بلخیؒ) اگر کسی کی خوشی و مسرت خدا کے سوا کسی اور سے ہو تو اس کی خوشی دائمی غم کا وارث بنا دیتی ہے (ابوالعباس احمد بن مسروقؒ) زبانیں اپنی گویائی کے نیچے ہلاک ہیں (حضرت حسین بن منصور حلاجؒ) جب تمہارا جسم تم سے سلامتی پائے تم نے اس کا حق ادا کیا جب لوگ تم سے سلامتی پائیں تو لوگوں کا حق ادا ہوا (حضرت ابوحمزہ بغدادیؒ) میں تمہارے نزدیک مجنوں ہوں اور تم میرے نزدیک چالاک' خدا میرے جنون کو بڑھائے اور تمہاری چالاکی کو (حضرت ابوبکر شبلیؒ) متوکل وہ ہے جس کے دل میں موجود و عدم برابر ہوں (حضرت ابو محمد بن جعفرؒ) مرید وہ ہے جو اپنے لئے کچھ نہ چاہے بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ اس کے لئے چاہے اور مراد وہ ہے جو دونوں جہانوں سے بجز خدا کے کسی چیز کو نہ چاہے (حضرت ابو علی محمد بن قاسمؒ) توحید یہ ہے کہ دل میں سے حق تعالیٰ کے سوا کسی کا تصور نہ ہو (قاسم بن مہدیؒ) طبیعت سے منہ موڑنے ہی سے توحید کا قیام ہے (حضرت عبداللہ بن محمدؒ) جو درویشوں کی ہم نشینی پر دولت مندوں کی ہمنشینی کو ترجیح دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دل کی موت میں مبتلا کرتا ہے (ابوعثمان بن سعیدؒ)

صوفیاء کا اعتقاد یہ ہے کہ جو حق تعالیٰ کے سواۓ کسی اور سے انس رکھے وہ اپنے حال میں کمزور ہے اور جو اللہ کے غیر کی بات کرے وہ اپنے کلام میں جھوٹا ہے۔ صوفیاء نے انسان کے اللہ تعالیٰ سے انفرادی تعلق کی درستگی کے لئے نور نبوت سے رہنمائی حاصل کی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک حضورؐ کی رحمت دائمی طور پر اہل اخلاص کی روحانی رہنمائی کے لئے موجود ہے۔ صوفیاء کے نزدیک نبی کریمؐ کی حیثیت اس قاصد جیسی نہیں جو خط پھینک کر چلا جاتا ہے۔ قرآن حضورؐ کا سب سے اہم معجزہ ہے۔ جب تک قرآن اس دنیا میں ہے اسی دنیا میں معارف قرآن بھی حضورؐ کے وسیلے سے انوار و تجلیات بکھیرتے رہیں گے۔ صوفیائے کرام نے سب سے پہلے ان لوگوں کو متاثر کیا جو مابعد الطبیعیات کی وادیوں میں صدیوں سے کھوئے ہوئے تھے۔ جو بہترین علوم کے ماہر تھے اور اعلیٰ ترین فنون میں مہارت رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے صوفیائے کرام سے فیضان حاصل کر کے مشاہدہ نفس کے ارتفاع کے تجربات سے صوفیاء کے طریق صداقت کی گواہی دی۔

برصغیر میں صوفیائے کرام کے فروغ اسلام میں بھی یہی نکتہ موجود ہے مثلاً" حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے پہلے جو لوگ سامنے آئے وہ ہندی مابعد الطبیعیات کے بہترین ماہر تھے ان کے پاس جو کچھ تھا اس کی نظری حیثیت سے انہیں کچھ حاصل نہ ہو سکا لیکن حضرت داتا گنج بخشؒ کی نگاہ کریمانہ نے ان کو وصال حق تعالیٰ کی شادمانی سے آگاہ کیا اور وقت کے بہترین سوامی اور سادھو عوام الناس سے پہلے مسلمان ہوئے اور انہوں نے اسلام کی تبلیغ کی جبکہ عیسائیوں نے اپنے دانت ان پڑھوں اور بھولے بھالے لوگوں پر صاف کئے اور اہل فن

کے سامنے سے دم دبا کر بھاگ گئے۔ اسی طرح خارجی نظریات رکھنے والے نام نہاد مصلحین اسلام نے ان پڑھ اور بھولے بھالے لوگوں کو شکار کرنا شروع کیا۔ صوفیاء کے طریق تبلیغ اسلام میں اور دیگر فتنہ فروغ طاقتوں میں یہی فرق ہے کہ صوفیائے کرامؒ کی آزمائش اہل علم نے کی اور اسلام لائے جبکہ دیگر فتنہ پروروں نے اہل علم سے ہمیشہ اپنے منحوس ارادے اور نظریات خفیہ کو چھپائے رکھا یہاں تک کہ جب تک ہندی مابعدالطبیعیات کے فنون اپنی اصلی صورت میں قائم رہے اس وقت تک اہل ہنود کا واضح رجحان قبول اسلام کی طرف تھا چنانچہ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے جوگیوں اور سوامیوں اور سادھوؤں کے گمنام قتل عام کی مشنری تحریک چلائی گئی اور ایسے غیر جانبدار جوگیوں کی زندگی کی خواہش برہمن ازم کو بھی نہ تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندی مابعدالطبیعیات جس سے ایسے مسائل اختراع ہوئے تھے جنہیں تصوف حل کر سکتا تھا ختم کر دیئے گئے رفتہ رفتہ ان فنون کے بعد ثقافتی فنون کے قتل کی تحریک نام نہاد مصلحین اور عیسائی مشنریوں نے چلائی یہاں تک کہ جوگ اور قدیم ہندی مابعدالطبیعیات کی کوئی بھی صورت اپنی اصلی عملی تجربی صورت میں برقرار نہ رہ سکی۔ اکثریت سادہ اور بتوں کی پجاری تھی وہ انگریزوں کے ہاتھوں اپنے قدیم علوم کو نہ بچا سکی اس صورت حال کی اصل حقیقت سے صرف انگریز ہی آگاہ تھے چنانچہ چند ایک نرم دل انگریزوں نے ۱۸۲۳ء میں انگریز حکومت کی توجہ اس غیر تبدیلی ظلم کی طرف دلائی اور صاف صاف اس امر کا اظہار کیا کہ۔

> "انصاف یہ ہے کہ ہم نے دیسیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیئے ہیں۔ ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس نے صرف ان کی تعلیمی ترقی کی ہمت افزائی کے تمام ذرائع ہٹالئے ہیں بلکہ حالت یہ ہے کہ قوم کے اصلی علوم کے گم ہو جانے اور پہلے لوگوں کی ذہانت کی پیداوار کے فراموش ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس الزام کو دور کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہیئے"۔

بہ حوالہ "ہندوستانی اخبار نویسی" از محمد عتیق صدیقی صفحہ ۳۲۳ انجمن ترقی اردو ہند' علی گڑھ' ۱۹۵۷ء

لیکن یہ فریاد بھی رنگ نہ لائی اور بیسویں صدی کے طلوع ہوتے ہوتے ہندوستان کے تمام تجربی مابعدالطبیعیاتی علوم داستان پارینہ بن گئے کیونکہ ان علوم کی تصنیفی صورت کم تھی اور وہ سینہ بہ سینہ ہی تھے اس لئے ان کے مٹ جانے پر عیسائی مشنری بہت خوش تھے۔ برصغیر میں صوفیاء نے باشعور طبقے کو متاثر کیا اور شعور وحدت کو اعلیٰ نفسیاتی و علمی نہج کے ساتھ پیش کیا یہاں تک کہ انیسویں صدی تک ہندوؤں کی باشعور آبادی صوفیانہ شعور وحدت سے اکتساب اور صوفیائے کرام کی انتہائی عقیدت مند تھی۔ یہ صوفیوں کے فروغ وحدت کا کرشمہ تھا کہ ہندوؤں کی وہ باشعور اور تعلیم یافتہ اکثریت جنہوں نے اگرچہ بظاہر اسلام قبول نہ کیا تھا لیکن اپنے طرز استدلال' امن دوستی اور

مذہبی آزادی کو اسی طرح سے تسلیم کرتی تھی جس طرح صوفیاء کی تعلیم تھی۔ اس کی بہترین مثال ہندوؤں کے ریفارمر راجہ رام موہن رائے کا مرنے کے بعد دفن ہونے کی وصیت کرنا ہے۔ اس نے برہمن ازم کی طرح ہندو ازم کی پیروی نہ کی بلکہ وحدانیت پر اپنے شعور و وجدان کو استوار کر کے عقلی و منطقی طور پر اس حقیقت کو دریافت کیا کہ ہندو مرنے کے بعد جو چتا جلاتے ہیں یہ اہم نہیں ہے مسلمانوں کی طرح ہر انسان کو وحدانیت پر یقین کرنا چاہئے اور مرنے کے بعد دفن ہونا چاہئے رام موہن رائے کی ذہنی تشکیل میں صوفیانہ نظریات نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس نے "تحفتہ الموحدین" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی جس میں شرک کو عقل کا فساد اور وحدت کو ہر ایک انسان کی فطری نہج قرار دیا۔ اس نے اپنی اس فارسی کتاب کا دیباچہ فصیح عربی زبان میں لکھا۔ وہ دیباچے میں لکھتا ہے کہ "روئے زمین کے دور دراز کوہستان اور میدانوں کا میں نے سفر کیا ہے میں نے دیکھا ہے کہ دنیا کے بسنے والے ایک خدا پر، جو کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے پر ایمان رکھنے کے معاملے میں عموماً" متفق ہیں اور ان کے اختلافات خدا کو مختلف صفات سے متصف کرنے اور حرام و حلال کے مذہبی مسائل تک محدود ہیں۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ذات ابدی کی طرف رجوع کرنا تمام افراد میں طبعاً" مشترک ہے"۔

راجہ رام موہن رائے کو صوفیائے کرام کی وحدت کے اثرات کا نمائندہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے باشعور عوام کا واحد غیر متنازعہ سماجی و علمی قائد تھا جس نے صوفیانہ بصیرت سے فیض حاصل کر کے ایک ایسی راہ متعین کی کہ اس کے گرم جوش پیروکار بھی اس کے کردار کی پختگی کو نہ پہنچ سکے۔ انگلستان میں ایک صحافتی و سفارتی دورے کے دوران اس کی وفات ہوئی اور وہ اپنی وصیت کے مطابق دفن کیا گیا۔ راجہ رام موہن رائے کی قبر کے کتبے کی عبارت کچھ اس طرح ہے۔

"اس سنگ مزار کے نیچے رام موہن رائے بہادر مدفون ہیں جو خدا کی وحدانیت پر مضبوطی سے اعتقاد رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی ذات الٰہی کی پرستش کے لئے وقف کر دی تھی۔ انہوں نے خداداد استعداد کے ساتھ بہت سی زبانوں کی مہارت حاصل کر لی اور بہت جلد اپنے زمانے کے ایک جلیل القدر عالم ہونے کا امتیاز حاصل کر لیا۔ ان کے ہم وطنوں کو یہ بات تشکر کے ساتھ یاد رہے گی کہ باشندگان ہند کی سماجی اخلاقی اور جسمانی حالت کو ترقی دینے کی انہوں نے ان تھک کوشش کی۔ ستی کی رسم ختم کرنے اور بت پرستی کو روکنے میں وہ دل و جان سے لگے رہے۔ ہر اس تحریک کی انہوں نے تائید کی جس کا مقصد خدا کی عظمت اور انسان کی فلاح و بہبود کو وسعت دینے کی طرف مائل ہو۔ یہ لوح مزار اس افسوس اور فخر کا اظہار کرتی ہے، جسے

ان کے بعد آنے والی نسلیں اپنے دل میں محفوظ رکھیں گی۔ ۱۷۷۴ء میں بنگال کے ایک مقام رادھا نگر میں وہ پیدا ہوئے اور ۲۷ دسمبر ۱۸۳۳ء میں برسٹل کے مقام پر وفات پائی۔"

بہ حوالہ "ہندوستانی اخبار نویسی" از محمد عتیق صدیقی صفحہ ۱۱۴۳ انجمن ترقی اردو ہند' علی گڑھ ۱۹۵۷ء

اگر کوئی کم اندیش یہ کہے کہ راجہ رام موہن کا دفن ہونے کی خواہش کرنا کوئی انہونی بات نہیں ہے کیونکہ یہودی اور عیسائی بھی دفن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہندو کا دفن ہونے کی خواہش کرنا اور اس کا باعث وحدانیت پر مضبوط اعتقاد ہونا یقیناً" ایک اہم بات ہے اور ہندو بھی ایسا جو اپنی قوم کا بہترین اور ذہین ترین انسان تھا۔ درحقیقت صوفیائے کرام کا طریق نظری و تجربی دونوں طرح سے داخلی اور موضوعی ہے اور بالواسطہ ہے۔ باطن کا شعور پہلے نمودار ہوتا ہے۔ یہ ایسا طریق ہے جس سے معروضی طور پر اور خارجی سطح پر نہ کوئی فساد رونما ہوتا ہے نہ گھروں کو آگ لگتی ہے نہ بلوے ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے۔ یہی اسلام کی روح ہے جو ہر طرح سے امن سلامتی صلح کل اور سراپا خیر ہے' مخلوق خدا سے بے لوث محبت اور بے غرض محبت کی روشنی صوفیانہ طریق ہی سے دنیا میں پھیلی اور ان علاقوں میں بھی اسلام کی روشنی پھیلی جہاں کبھی بھی مسلمانوں نے فوج کشی نہ کی اور نہ کبھی وہ علاقے کسی خلافت اسلامیہ کے ماتحت رہے یہی اسلام کا فطری طریق تبلیغ ہے۔

صوفیائے کرام کی بالواسطہ اور موضوعی و انفرادی تبلیغ اور اثرات وحدت کی یوں تو پوری دنیا میں بے شمار مثالیں ہیں لیکن صوفیانہ طریق اشاعت اسلام کی ایک اہم مثال عظیم صوفی بزرگ حضرت شاہ قوام الدینؒ اور ان کے بیٹوں حضرت صدر الدینؒ' حضرت ناصر الدینؒ اور حضرت سعد الدینؒ نے ۹۹۶ء میں چین میں قائم کی اور یہی طریق ۱۶۹۴ء تک لاکھوں مسلمانوں کی معیت میں انوار وحدت حق کا غماز ہوا اس عہد کے چینی بادشاہ عرب کے خارجی مسلمانوں کو فتنہ و فساد کی وجہ سے برا سمجھتے تھے لیکن مذکورہ بالا صوفیائے کرام کا بے حد احترام کرتے تھے حضرت شاہ قوام الدینؒ کو بادشاہ نے اپنے دربار میں ایک اعلیٰ عہدے کی پیشکش بھی کی تھی لیکن آپ کی خلوت پسندی اور فقیرانہ بے نیازی نے اس عہدے کو قبول نہ کیا۔ سترہویں صدی میں مسلمانوں کی تعداد اس قدر ہو گئی تھی کہ بادشاہ کے درباری بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے تھے کہ مسلمان کسی وقت بھی خارجی مسلمانوں کی طرح لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے اور بغاوت کر دیں گے لیکن یہ سب باتیں سفید جھوٹ تھیں کیونکہ چین کے مسلمان صوفیاء کے تربیت یافتہ تھے جو صلح کل اور امن و انصاف کے پروردہ تھے۔ بادشاہ کھانگ شی کو جب درباریوں نے بارہا مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا تو بادشاہ نے آخری فیصلے پر پہنچنے کے لئے بذات خود تحقیق کرنے کی خواہش کی' اس تاریخی روداد کو

عوامی جمہوریہ چین کے ایک رسالے سے نقل کیا جاتا ہے۔

"حقیت معلوم کرنے کی خاطر شہنشاہ بھیس بدل کر نیوجئے مسجد (اولین خانقاہ) میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ امام مسجد اپنے خطبے میں مسلمانوں کو بغاوت پر اکسانے کی بجائے بدی سے دامن بچانے اور نیکی کی راہ پر چلنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ یہ دیکھنے کے بعد شہنشاہ نے یہ فرمان جاری کیا کہ "تمام صوبوں میں اس فرمان کی تشہیر کی جائے کہ اگر کوئی سرکاری افسر یا عام شہری ذاتی عناد کی وجہ سے مسلمانوں پر بغاوت کا جھوٹا الزام لگائے گا تو متعلقہ افسر مرکزی حکومت سے رجوع کئے بغیر اسے سزائے موت دے سکتا ہے۔ دوسری طرف تمام مسلمانوں کو اپنے مذہبی اصولوں کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے۔"

بحوالہ "ماہنامہ چین باتصویر" اشاعت اپریل ۱۹۸۷ء چائنا انٹرنیشنل بیجنگ عوامی جمہوریہ چین

صوفیائے کرام کی پرامن تحریک پر غور کیا جائے جس کے اصولوں کی پابندی نے اشاعت اسلام کو بیجنگ شہر سے وسیع کر کے بادشاہ کے حکم کے ساتھ چین کے تمام صوبوں میں جاری کر دیا۔ جو خوش نصیب اپنے آپ کو اللہ ذوالجلال ولاکرام کی حکومت میں دے دیتا ہے وہ ظاہری حکومت کی طلب میں فتنہ و فساد اور کشت و خون کا بازار گرم کر کے مخلوق خدا میں اسلام کے محترم نام کو بدنام نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کیا اللہ بہترین حاکم نہیں ہے؟ مذہب کا نام لے کر مخلوق خدا کو اذیت دینے والے اسلام کے تعارف کو مسخ کرتے ہیں۔ جبکہ صوفیائے کرامؒ انسانوں کو اس ازلی حقیقت کی طرف مائل کرتے ہیں کہ دنیاوی حاکموں سے بے نیاز رہو اور اس حاکم کی طرف دھیان کرو جس کی حکومت تمہارے جسم و جان کی ہر حرکت پر محیط ہے۔ اس کو اپنے قلب مخلص میں تلاش کرو اور اگر ناکام ہو جاؤ تو ایسے عارف باللہ اور باقی باللہ نفوس قدسیہ کی زیارت کو جاؤ جن کے فیضان سے تمہاری خوابیدہ روحیں بیدار ہو کر لذت وحدت کی دائمی مسرت سے آشنا ہو سکیں۔ مفسدین نے دعویٰ اصلاح کیا اور تبلیغ اسلام کرنے کی بجائے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہنا شروع کر دیا اور خود یاد حق سے بے گانہ ٹکے ٹکے کی ممبریاں اور ووٹ کی بھیک مانگتے قبروں میں چلے گئے اور بھول گئے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے زمین پر وارث بناتا ہے اور وہ تو اہل تقویٰ ہی کو زمین پر وارث بناتا ہے کیونکہ اللہ کو نوع انسانی درندوں سے محفوظ رکھنی ہے۔ حب اقتدار کے جہنم میں جلنے والے اور اولیاء اللہ پر زبان طعن دراز کرنے والے کسی بھی دور میں قہرالٰہی سے محفوظ نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں امت رسولؐ کی نگہبانی فرمائی اور اولیاء اللہ اور صوفیائے عظام کو تائید حق حاصل رہی کیونکہ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو مخلوق کے قلوب کو یاد حق سے آباد کر کے مقصد تخلیق انسانی کو مکمل کرتے ہیں۔ اہل عقل و شعور اور صاحبان علم و فن ہمیشہ اولیاء اللہ سے معارف حقیقت کا اکتساب کرتے رہے ہیں اور نام نہاد

اصلاح کے دعوے دار اور عیسائی مشنری ہمیشہ ناخواندہ لوگوں کے شکاری رہے ہیں یہ وہ عمرانی و تاریخی حد امتیاز ہے جس کی گواہی ہر عہد کی تاریخ سے ملتی ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ کے روبرو جہاں مریدین صادقین اور اہل ارادت فیوضات روحانیہ کے لئے حاضر ہوتے تھے وہاں لاتعداد جوگی، سوامی، بھگت جو کہ اپنے فنون میں یگانہ روزگار ہوتے تھے وہ بھی مابعد الطبیعیاتی مسائل کی اسلامی توضیحات اور تعبیرات کی عملی حقیقت کی وضاحت کے لئے آتے تھے اور یہ ایسے معاملات تھے جس میں علم ظاہری ان کی نظر میں کچھ حیثیت نہ رکھتا تھا۔ یہ ایسے محیر العقول مسئلے ہوتے تھے جن کی وضاحت و عملی تعبیر کوئی ولی کامل ہی کر سکتا تھا چنانچہ جیسے جیسے درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کی شہرت برصغیر کے گوشے گوشے تک پہنچی، وہ لوگ جو انتہائی گوشہ نشینی کے باعث فرنگی کے ہتھے نہ چڑھے تھے اور برہمن ازم کی متعصب روش سے نفرت کرتے تھے حضرت سلطان العصرؒ کے حضور اپنے مسائل لے کر جوق در جوق آنے لگے۔ آپ کے روبرو حاضر ہونے والے اور اپنے مسائل کا حل شایان شان طریق سے حاصل کرنے والے ایسے ایسے لوگ تھے جن کے مجاہدات کے بیان سے حیرت ہوتی ہے لیکن پھر بھی وہ حقیقت کی وحدت سے دور رہ گئے تھے چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ کی نگاہ کیمیاء نے اپنی باطنی توجہ سے ان کے دلوں کے تیرہ کدوں کو وحدت الوجود الحق سے منور کیا اور وہ باوجود ہزاروں پیروکاروں کے پیشواء ہونے کے حضرت سلطان العصرؒ کے قدموں میں سر جھکا دیتے۔ حضرت سلطان العصرؒ ایسے لوگوں کو فیضان عطا کر کے روحانی خوشی محسوس کرتے تھے جن کے بدن مجاہدے میں سوکھی لکڑی کی طرح ہوتے تھے اور جن کے وجود میں نگاہ کریمانہ برق طور بن کر جلوہ نما ہو کر رہتی۔ جس طرح خشک لکڑی کو آگ جلد پکڑ لیتی ہے اسی طرح صاحبان مجاہدہ آپ کی نگاہ سے صرف ایک ساعت میں اعلیٰ روحانی درجات حاصل کرتے۔

ضبط نفس اور تسخیرذات کی حیثیت سلوک میں ایسے ہی ہے کہ جب صاحبان مجاہدہ کسی اقلیم معرفت کے تاجدار اور سخی نادار کے ہاں سائل ہوتے ہیں تو نگاہ کریمانہ کو سائل سے زیادہ بے قرار محسوس کرتے ہیں۔ حضرت سلطان العصرؒ کے در اقدس پر لاتعداد ہندوؤں سکھوں بدھ مت کے پیروکاروں، جین مت کے نمائندہ رشیوں اور سنتوں نے سر نیاز جھکایا اور سخاوت معرفت سے معمور کئے گئے اور ان میں سے بیشتر نے حقائق و دقائق تصوف کی تحصیل کے ساتھ کلمہ توحید بہ آواز بلند پکارا۔ نور معرفت اور وحدت وجود حق کی قدر تو انہی نفوس متلاشیان حق کو ہو سکتی ہے جنہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ اس نعمت کی تلاش میں اور سخت مجاہدات میں گزارا جیسا کہ مقولہ مشہور ہے کہ شمع پر پروانے جان دیتے ہیں جبکہ مکھیاں پروانوں کی طرح پر رکھتی ہیں لیکن روشنی کی محبت سے محروم ہوتی ہیں۔ ظاہری اسلام و کفر ملا برہمن کی بحث ہے اور حقیقت وحدت الوجود کی جلوہ سامانیاں اور بلند پروازیاں عقاب صفت لوگوں کے نصیب میں ہیں اصل میزان انسان کا دل ہے جو اللہ کے ہاتھ

میں ہے۔ وہ اللہ جو ہر غیب و ظاہر کا جاننے والا اور اپنے طلبگاروں کا بہت ہی قدر دان ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ کے روبرو حاضر ہونے والے جوگیوں اور رشیوں میں بہت سے ایسے بھی تھے جن کو حضرت سلطان العصرؒ ان کے غاروں میں جا ملے اور راہ حق اور نعمت قرب الٰہی عطا کیا اور وہ بطور شکرانے کے درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ گوجرانوالہ آئے۔ بعض طالبان صادقین کو حضرت سلطان العصرؒ ان کے گمنام اور بے آباد مندروں کے حجروں میں روحانی طور پر جا ملے اور راہ حق اور وحدت وجود الحق کی نعمت سے شاد کام کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ ایسے فنافی اللہ اور باقی باللہ عارف حق تھے کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر نے جس خوش نصیب کے لئے بھی آپ کو ذریعہ ہدایت بنانا چاہا آپ باذن الٰہی روحانی طور پر وہاں مجسم پہنچے اور ان کے ناکام مجاہدات کو بہار لازوال سے بدل دیا۔ تبلیغ اسلام محض اسلامی نام رکھنے کا نام نہیں ہے یہ طلائے حق ہے جو قلب سے نمودار ہوتا ہے اور معاد پر محیط ہو جاتا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے نسبت اویسی کے جلال و جمال کے ساتھ قلوب کو مشاہدہ حق عطا کیا اور جس طرح آپ ظاہری دنیا کی شہرت سے نفرت کرتے تھے اسی طرح آپ کے فیض یافتگان نے بھی مذہب کی ظاہری صورتوں کی بجائے روح اسلام کے ذریعے ان آفاقی حقائق کی جولاں گاہ کرب وبلا میں قدم رکھا اور صحیفہ فطرت کا عنوان بن گئے۔

حضرت سلطان العصرؒ کی شہرت جب مسجدوں، خانقاہوں، مندروں، پاٹھ شالاؤں اور آشرموں پر محیط ہو گئی تو بہت سے جوگی اور بھگت جو اپنے کمال فن پر بہت ناز کرتے تھے آپ کی آزمائش کے لئے وقتاً فوقتاً درگاہ معلیٰ میں آتے رہے اور جب آپ سے واسطہ پڑتا تو انہیں اپنی کم مائیگی کا احساس اس شدت سے ہوتا کہ آپ ہی سے مقامات کے ارتقاع کی التجا کرتے۔ اس سلسلے میں بے شمار واقعات دفتر سراویست ہیں جن میں سے بہت سے واقعات کو سیرت الفقراء مرتب کرتے وقت حضرت امیر العصرؒ نے محفوظ کرنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس سے ایک ہی قسم کے واقعات کی تکرار ان کے نزدیک مناسب نہ تھی۔ البتہ چند ایک ایسے واقعات انہوں نے درج کئے ہیں جو برصغیر میں آج بھی اہل وحدت میں سند کی طرح رائج ہیں اور جن کی روایت اہل ارادت قادریہ سے ہے۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ ایک جوگی کا نقل کیا جاتا ہے جسے وحدت وجود کے عناصر تحلیل اشیاء کے باب میں خاصی مہارت تھی لیکن وحدت وجود الحق کی قربتوں اور لقائے حق تک رسائی نہ تھی۔ وہ جوگی جس کی ریاضت و مجاہدہ بیس سال پر محیط تھا آپ کے اوج وحدت کی پرکھ کے لئے آپ کی شہرت سن کر درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں وارد ہوا اور آخر کار مقابلے میں ناکامی کے بعد اس نے اپنے مہارت فن پر تاسف کا اظہار کیا اور اپنی محنت کو محض شعبدہ گری دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوا اور حضرت سلطان العصرؒ کی نگاہ کریمانہ سے فیض یاب ہوا، واقعہ ملاحظہ ہو۔

"ایک روز ایک استدراجیہ جو کہ اپنے فن میں کمال رکھتا تھا حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت

میں درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں مقابلے کی غرض سے آیا اور آپ سے دلیل وجودی کے تجربی اظہار کا طالب ہوا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "جو تو مجھے دکھائے گا مجھ سے بھی دیکھ لینا"۔ چنانچہ اس استدراجیہ نے اپنے فن کا جوہر دکھاتے ہوئے ایک ٹب منگوایا اور اس میں کھڑا ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پانی کی شکل اختیار کر گیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ایک چھوٹا سا کپڑا اس پانی سے تر کر لیا۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی اصلی حالت میں آ گیا اور حضرت سلطان العصرؒ سے بھی ایسا کرنے کو کہا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا کہ "جب تو پانی کی شکل اختیار کر گیا تھا تو میں نے تیرے پانی سے ایک کپڑا تر کر لیا تھا جب میں پانی کی صورت اختیار کروں تو تو بھی میرے پانی سے ایک کپڑا تر کر لینا" اور یہ کہتے ہوئے حضرت سلطان العصرؒ ٹب میں کھڑے ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے پانی کی شکل اختیار کر لی۔ اس استدراجیہ نے حسب الحکم ایک کپڑا آپ کے پانی سے تر کر لیا۔ جب آپ تھوڑی دیر کے بعد اپنی اصلی صورت میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ "جو کچھ تو نے کیا وہ میں نے بھی کر دکھایا اب مزید مقابلے کی ضرورت تجھے نہیں ہو گی۔ ان دونوں کپڑوں کو سونگھ لو خود بخود فیصلہ ہو جائے گا۔" چنانچہ جب اس نے وہ کپڑا سونگھا جو حضرت سلطان العصرؒ نے اس کے پانی سے بھگویا تھا تو اس میں سے مردار کی بدبو آ رہی تھی اور جب اس نے وہ کپڑا سونگھا جو اس نے حضرت سلطان العصرؒ کے پانی سے بھگویا تھا تو اس میں سے عنبر اور کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "تم نے اپنا اور میرا انجام دیکھ لیا" چنانچہ وہ آپ کے قدموں میں گر پڑا اور اپنے طریق سے اسی وقت توبہ کر لی اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا"۔

ہندی مابعد الطبیعیات میں عناصر اشیاء اور تحلیل اجسام کے ابواب کی بہت اہمیت ہے اور درحقیقت ان دونوں ابواب پر نظری بحثیں ہی زیادہ جوگیوں کو معلوم ہوتی ہیں تجربی طور پر ان میں مہارت بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے۔ اس کے لئے کم از کم پندرہ برس کا مجاہدہ قرار واقعی سمجھا جاتا ہے۔ بارہ سال عناصر اشیاء یعنی ہر عنصر کے جوہر کی مطلوبہ عنصر میں تبدیلی اور تین سال جسم کو کسی اور جسم کی شکل میں بدل لینا۔ بہت سے پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ ہندو بھی ان معاملات کو بعید از عقل قرار دیتے ہیں۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے جب جوگیوں اور رشیوں کا قتل عام نہ ہوا تھا۔ اس فن کے ماہر ہزاروں کی تعداد میں ملتے تھے چونکہ یہ لوگ بادشاہوں کے درباروں سے نفرت کرتے تھے خواہ بادشاہ کسی مذہب کا ہو اس لئے امراء و روساء بھی ان سے آشنا نہ ہوتے تھے۔ صرف پاٹھ شالاؤں میں یا ویران مندروں میں رہنے والے تپسوی ہی ان سے آگاہ تھے۔ یہ لوگ مچھلی کی شکل اختیار کر کے دریاؤں میں پھرتے اور کبھی پرندوں کی صورت میں ہواؤں میں پرواز کرتے یہ لوگ مجاہدے کی کامیابی کے بعد بڑے بڑے سادھوؤں سنتوں کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے اور ہر کسی سے عموماً تکبر سے پیش آتے تھے۔ اس کے باوجود کہ وہ عناصر اشیاء اور تحلیل اجسام میں مہارت رکھتے

تھے لیکن انجام ان کا کافروں کی طرح ہی ہوتا تھا کیونکہ وحدت وجود الحق اور لقائے حق ہی ایسی

نعمت ہے جو قلب انسانی کو اس کے فطری اوج اور بزرگی پر فائز کرتی ہے۔ وحدت کے بغیر سب کچھ شعبدہ بازی ہے چنانچہ یہ لوگ بھی ایک عرصہ کھیل تماشے سے دل لگانے کے بعد آخر کار اپنی کمائی پر افسوس ہی کرتے تھے کیونکہ ان کے دل اس بات پر گواہی دیتے تھے کہ انسان کی منزل یہ نہیں کہ انسان، انسان سے کم تر چیزوں کی شکل اپنا کر جنم کو اکارت کرے۔ چنانچہ یہ لوگ ان لوگوں کے لئے نہایت سخت آزمائش بن جاتے تھے جو روحانی قوت کے دعوے دار ہوں یا ان کے بارے میں لوگ یہ کہتے ہوں کہ فلاں روحانی شخص ہے اور بڑی شان اور مرتبے والا ہے یہ تپسوی مندروں کے پجاریوں کو ناگ بن کر ڈستے، خانقاہوں کے صوفیوں پر چمگاڈر بن کر گرتے اور عیسائی مشنریوں کو بھیانک صورتیں بنا کر ڈرا ڈرا کے جان سے مار دیتے تھے۔ اگرچہ یہ ہندی قدیم علوم اپنی اصل کے لحاظ سے علم ہی تھے لیکن انگریزوں نے سب رشیوں منیوں اور سادھوؤں کا شکار کرنا جائز قرار دیا اور سب کو جادوگر قرار دے کر گردن زدنی قرار دیا۔ جس وجہ سے یہ لوگ نایاب ہو گئے لیکن اس کے علاوہ وہ اپنی روایتی گوشہ نشینی اور روپوشی کی وجہ سے ہر دور میں رہے۔ اس مذکورہ جوگی کا حضرت سلطان العصرؒ کو آزمانا درحقیقت تلاش حق کے لئے نہیں تھا بلکہ روائتی تھا۔ اگر حضرت سلطان العصرؒ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کا نتیجہ بہت خطرناک برآمد ہوتا۔ پہلے وہ تپسوی پانی کی صورت بن کر دکھاتا اور جب مقابل شخص اپنے آپ کو خود پانی کی صورت بنا کر نہ دکھا سکتا تو وہ تپسوی جوگی انتقاماً اس مقابل شخص کو خود اپنے علم سے پانی میں بدل دیتا اور مقابل شخص انسان کی بجائے زمین پر بکھرے ہوئے تھوڑے سے بدبودار پانی کی صورت پڑا رہتا اور ہوا سے سوکھ کر ہوا ہو جاتا۔ خس کم جہاں پاک۔

حضرت سلطان العصرؒ نے اس خوش اخلاقی کے ساتھ اور نسبت اویسی کے جمال اور وحدت حق کے جلال کے ساتھ اس کے علم کا جواب دیا کہ اس کی عقل ٹھکانے آ گئی اور وہ سمجھ گیا کہ میرے مقابل جو بزرگ ہستی ہے اس نے یہ کرشمہ میرے ذریعہ علم سے نہیں دکھایا ورنہ اس کے پانی میں بھیگے ہوئے کپڑے سے بھی ویسی ہی بدبو پیدا ہوتی جیسی بدبو میرے پانی سے بھیگے ہوئے کپڑے سے آ رہی ہے۔ وہ جوگی اس حقیقت کو تسلیم کر گیا کہ اس مرد بزرگ کا ذریعہ علم اسی ذات سے ہے جس ذات نے کائنات کے جملہ عناصر کو پیدا کر کے تشکیل اجسام بخشی ہے چنانچہ یہی مرد بزرگ خالق کائنات سے وحدت اور لقائے حق عطا کر سکتا ہے چنانچہ اس جوگی نے حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت باکرامت میں علم لدنی کو واضح برہان کے ساتھ دیکھ کر اسی طرح آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا جس طرح فرعون کے لائے ہوئے جادوگروں نے حضرت موسیٰ کے معجزے سے عاجز ہو کر دین حق کو

پہچان لیا تھا کیونکہ وہ جادوگر اپنے وقت کے سب سے بڑے ماہر تھے وہ جانتے تھے کہ جادو کی رسائی کہاں تک ہے اور جو یہ محض عصا لے کر وارد ہوا اور غالب آگیا یقیناً" جادوگر نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کا خاص بندہ ہے جس سے لڑنا خدا سے لڑنا ہے اور جادوگر یہ بھی جانتے تھے کہ خدا سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔ یہی معاملہ اس استدراجی جوگی کو پیش آیا اور اس نے پہچان لیا کہ میرے مقابل کوئی استدراجی نہیں بلکہ ساری کائنات کے خالق اور جامع کا مقرب بندہ کھڑا ہے جس سے مقابلہ ناممکن ہے تو کیوں نہ اس کے فیضان سے دنیا و آخرت میں وحدت الوجود کا نسخہ کیمیاء حاصل کیا جائے اور بچوں جیسی شعبدہ گری کی بجائے' اس خالق کائنات کی تجلیات سے اپنی روح کو بھر لیا جائے چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔

صوفیائے کرام کے طریق فروغ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ جب بھی شکار کیا کسی عقاب شیر اور چیتے کا شکار کیا بھیڑ بکریوں اور گائے بھینسوں کو چارہ ڈال کر چھوڑ دیا۔ سبحان اللہ حضرت سلطان العصرؒ کے ذریعے ایسے لاتعداد لوگوں نے راہ ہدایت پائی جو اپنے فن میں نابغہ روزگار اور مجاہدات میں بے مثل تھے۔

حضرت سلطان العصرؒ کو آزمانے کے لئے جو لوگ آتے وہ تو دل و جاں آپ کے اخلاق اعلیٰ اور تجلیات روحانیہ پر نثار کرتے ہی تھے اس سے بڑھ کر آپؒ ان شعبدہ بازوں کی سختی سے فہمائش بھی کرتے تھے جو خواہ مخواہ شعبدہ گری کی خاطر جانداروں کو نشانہ ستم بناتے تھے اور استدراجیت کے بدلے چند ٹکے ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ آپؒ کے علم لدنی کی رفعتوں اور سلطانی عصر کو واضح کرنے والے مصدقہ واقعات میں سے ایک واقعہ ارض و سما میں ہر حرکت و تعبیر کا آپ کے علم میں ہونے سے متعلق ہے۔ کسی جاندار کی جان لے لینا آسان ہے جو استدراج سے بھی ہو سکتا ہے لیکن مردہ کو زندہ کرنا اللہ کے امر کا نفاذ عبدیت ہے جو سربسر مشیت الٰہی کی میزان اور بقا باللہ کا وجدان اور نائب رحمان ہونے کا اعلان ہے ایسا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

مخدوم سید صید علی شاہ گیلانی صاحبؒ سجادہ نشین درگاہ معلیٰ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں اپنی جوانی کے ایام میں اکثر اوقات حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں کافی دن حاضر رہا کرتا تھا اور درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے اردگرد اس وقت کوئی آبادی نہیں تھی صرف زرعی کھیت تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے کمرے میں چادر اوڑھے بستر پر آرام فرما رہے تھے اور میں صحن میں مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا تھا کہ ایک جادوگر چند تماشائیوں کے ساتھ تقریباً" سو گز کے فاصلے پر بیٹھ گیا اور جادو کے کرتب دکھانے لگا۔ اس نے کچھ پڑھ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور ایک بہت دور اڑتی ہوئی چیل کی طرف انگلی سے اشارہ کیا وہ چیل مردہ ہو کر اس کے قدموں میں آگری۔ ابھی وہ تماشائیوں کے سامنے اپنے کمال کا فخر ہی کر رہا تھا کہ حضرت سلطان العصرؒ

اپنے کمرے سے اٹھ کر اور ہاتھ میں عصا لے کر میرے پاس سے گزرے میں بھی حضرت سلطان العصر ؒ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے توجہ فرمائی تو وہ مردہ چیل دوبارہ زندہ ہو کر فضا میں اڑنے لگی۔ حضرت سلطان العصر نے نہایت جلال سے بہ آواز بلند اس جادوگر سے فرمایا کہ "تم نے پہلے تو فضا سے اسکو گرا لیا تھا کیونکہ اس کا کوئی خصم نہیں تھا اب گرا میں تمہیں دیکھوں کہ تو کس طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے" یہ فرمانے کے ساتھ ساتھ آپ اس جادوگر کی طرف بھی بڑھ رہے تھے آپ کے پہنچنے تک اس نے لاکھ کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا حتیٰ کہ آپ اس کے سر پر پہنچ گئے اور دو تین بار عصا سے اس کے سر پر ضرب لگائی اور فرمایا کہ "تم اسی وقت اس شہر سے باہر نقل جاؤ نہیں تو تمہیں ہیشہ کے لئے پچھتانا پڑے گا" وہ جادوگر بدحواس ہو کر اسی وقت رفو چکر ہو گیا۔

حضرت سلطان العصرؒ کے دور خلافت میں قبول اسلام کرنے والوں میں اسقدر کثرت ہو گئی کہ اکثر اوقات آپ کی محفل میں قبولیت اسلام کے لئے آنے والے مردوں اور عورتوں کا حاضر ہونا روز کا معمول بن گیا۔ حضرت سلطان العصرؒ مسلمانوں اور غیر مسلموں اور نو مسلموں سب کو امن بھلائی صلح کل اور فتنہ پروروں سے الگ رہنے کی تاکید کرتے تھے اور ہر مسلم و غیر مسلم کے جان و مال و آبرو کے احترام کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ اور تعلیمات حکیمانہ سے نہ صرف گوجرانوالہ بلکہ پورے اہل پنجاب نے امن و صلح جوئی کے پیغام پر لبیک کہا اور فتنہ پردازوں اور مذہب کے نام پر لوگوں کو ایک دوسرے کے قتل اور دشمنیوں پر ابھارنے والوں کو صوفیانہ طریق صلح کل کی اعلیٰ محاسن کے ساتھ دعوت فکر پیش کی۔ جس کے بہت اچھے نتائج پیدا ہوئے۔ آپ انفرادی و مجلسی زندگی میں اصول معاشرت کے انتہائی پابند تھے اس لئے کبھی کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آیا البتہ علماء طرح طرح سے مختلف سوال کرتے تھے اور آپ کے جواب وجد و استغراق سے ظہور ہوتے تھے حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں ایک عالم نے سیرو فی الارض کے معانی کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "اس کے ظاہری معانی بھی ہیں اور حقیقی معانی بھی۔ ظاہری معانی تو یہ ہیں کہ جس طرح مفسرین نے تحریر کئے ہیں کہ زمین کے اوپر سیر کرو اور حقیقی معانی ہیں کہ زمین کے اندر سیر کرو" جب اس عالم نے اس تشریح کی عملی صورت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ "زمین کے اندر کے خزائن کو ڈھونڈو دوسرے یہ ہے کہ پانی میں جس طرح ایک غوطہ خور غوطہ لگاتا ہے اور کسی دوسری جگہ سے نکل آتا ہے اسی طرح زمین میں یہاں سے غوطہ لگا کر وہاں سے نکل آئے" وہ عالم حیران ہو کر کہنے لگا کہ "حضور یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اس عالم کے اس استفسار پر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور چشم زدن میں زمین میں اتر کر غائب ہو گئے اور دوسری جگہ سے باہر نکل آئے پھر وہاں سے غائب ہو گئے اور تیسری جگہ پر زمین سے باہر نکل آئے اور فرمایا "اسی طرح زمین کی سیر

کی جاتی ہے اور اہل تصوف کے نزدیک اپنے جسم کی زمین میں غور و فکر اور تدبر کو بھی سیر کہتے ہیں"۔ یہ دیکھ کر وہ عالم اہل تصوف کی شان و عظمت کا قائل ہو گیا۔

آپ کے دامن امن و عافیت سے جب بھی کوئی وابستہ ہوا اس کی ساری زندگی رحمت حق سے پسندیدہ ہو گئی۔ واقعہ ہے کہ شیر محمدؒ جو قبول اسلام سے قبل شیر سنگھ تھا حضرت سلطان العصرؒ سے یوں عرض گزار ہوا کہ "حضور مجھے اپنی بیوی کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کو دل نہیں چاہتا کیونکہ وہ تا حال اپنے مذہب پر کار بند ہے۔" آپ نے فرمایا "اچھا جاؤ تمہارا دل اب کھانے سے گریز نہیں کرے گا"۔ چنانچہ وہ حسب الحکم اپنے گھر واپس گیا جب اس نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کی بیوی نے اندر سے پوچھا "کون ہے؟" شیر محمدؒ نے نام بتایا تو بیوی نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے دروازہ کھولا اور کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری تھا یہ دیکھ کر شیر محمدؒ بہت خوش ہوا۔ شیر محمدؒ کی بیوی کی اب یہ حالت تھی کہ ہر کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتی اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری رہتا۔ جب اس عورت کی رشتہ دار عورتوں نے یہ معاملہ دیکھا تو سخت طعنہ زنی کی کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ مسلمان کیوں ہو گئی۔ رشتہ داروں نے جب حد سے زیادہ تنگ کرنا شروع کیا تو وہ میکے چلی گئی۔ شیر محمدؒ جب گھر آیا تو اس کو بیوی کے میکے جانے کی اطلاع ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بچی کو بھی ساتھ ہی لے گئی ہے۔ شیر محمدؒ نے تمام حالات حضرت سلطان العصرؒ کے حضور عرض کر دیئے اور کچھ دن آپ ہی کی خدمت میں قیام کیا۔ ایک شب شیر محمدؒ حضرت سلطان العصرؒ کے پاؤں داب رہا تھا کہ اس نے اپنی بیوی کا تذکرہ شروع کر دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا آ جائے گی"۔ شیر محمدؒ اسی طرح آپ کے پاؤں داب رہا تھا کہ اس کی بیوی مع اپنی بچی کے دربار شریف میں حاضر ہو گئی اور حضرت سلطان العصرؒ کو دیکھ کر کہنے لگی "ساری رات تو مجھے پیدل سفر کروا کر بے حال کر دیا ہے اور اب اندر آتے ہی میرے خاوند سے پاؤں دبوانا شروع کر دیا ہے"۔ شیر محمدؒ نے اپنی بیوی کے یہ الفاظ سنے تو اس کو کہا "یہ کیا بک رہی ہے قبلہ عالم تو ساری رات یہاں موجود رہے اور میں ان کی خدمت میں حاضر رہا" لیکن اس کی بیوی نے کہا "تم جھوٹ کہتے ہو۔ آدھی رات کے وقت میں بچی کو پیشاب کرانے کے لئے جب مکان سے باہر نکلی تو یہ بابا صاحب میرے پاس آکر فرمانے لگے کہ تیرا خاوند تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے جلدی اس کے پاس چل لیکن میں نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس زور سے طمانچہ مارا کہ میرے ہوش و حواس جاتے رہے۔ انہوں نے کہا چلتی ہے یا نہیں' میں بلا حیل و حجت ان کے پیچھے پیچھے چل دی اور نصف رات ان کے ساتھ پیدل سفر کر کے یہاں پہنچی ہوں"۔ چنانچہ وہ عورت حضرت سلطان العصرؒ کی اس کرامت کو دیکھ کر سچے دل سے مسلمان ہو گئی۔ حضرت سلطان العصرؒ کے ہاتھوں لاتعداد ہندوؤں اور سکھوں کے قبول اسلام کے واقعات ملتے ہیں۔

حضرت سلطان العصرؒ نے فروغ اسلام میں جس قدر مبلغانہ صلاحیتوں کا اظہار کیا وہ سربسر رضائے مصطفیٰ تائید الٰہی اور طریقت قادریہ کے صوفیانہ طریق تبلیغ اسلام کا ثمر ہے اور آپ کے صاحب کرامت، مشاہدہ حق کرنے والے کردار عظیم کی وہ بشارت ہے جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے اس خانوادہ طریقت کے حق میں دریائے چناب کے کنارے بوقت دیدار بعالم بیداری حضرت فخرا نحیاءؒ کی التجا پر دعا فرمائی تھی اور حضور حق سے مژدہ جاں فزا سنایا تھا اور ہر لحظہ اس خانوادہ طریقت کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ یہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا خصوصی فیضان تھا کہ حضرت فخرا نحیاءؒ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت سلطان العصرؒ کے مقدس ہاتھوں پر نعمت اسلام حاصل کرنے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے اور دور دراز علاقوں میں جو خدمات ان تینوں نفوس قدسیہ نے انجام دیں ان کا احاطہ اللہ کے علم میں ہے۔ دیگر بزرگان کی طرح حضرت سلطان العصرؒ نے تبلیغ اسلام میں صوفیاء کے زریں اصولوں کو نبھایا اور مخلوق خدا کے ظاہر و باطن کو نور شریعت و نور طریقت سے منور کیا۔ یہ مخلوق خدا کی اصلاح کا سلسلہ اور تصرف کا جلال و جمال بعد وصال بھی جاری رہا۔

ایک بار ایک عامل آپ کی قبر شریف کے سرہانے بیٹھ کر سفلی عمل کا چلہ کاٹنے لگا۔ اس کو اس عمل میں ابھی تیسرا روز تھا کہ آپ اپنی قبر سے باہر تشریف لائے اور اس کو اس سختی سے پیٹا کہ سفلی عملیات کا نشہ اس کے دماغ سے نکل گیا پھر آپ نے عالم جلالیت میں بہ آواز بلند فرمایا کہ "تم میرے سرہانے ایسے سفلی عملیات کرنے لگا ہے خبردار اگر آئندہ تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا"۔ چنانچہ اس عامل نے سفلی عملیات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔

صوفیائے کرام کے طریق تبلیغ اسلام میں یہ بات نہایت اہم ہے کہ صوفیاء کو کسی غیر مسلم کو مسلمان بنا کر اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی خوشی ایک مسلمان کو جلوہ وحدت میں آباد کر کے ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ کا دین اگر اقرار باللسان ہے تو تصدیق بالقلب بھی ہے اور اگر کوئی اہل ہوش صرف "الحمد للہ" ہی کی تصدیق قلب سے کر دے تو وہ اللہ کے سوائے پوری کائنات میں کسی اور کا حسن نہ دیکھے نہ کسی غیر اللہ کو پہچانے۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا بلالؓ و اویسؒ عشق ہی اس انعام ازلی سے روشناس کراتا ہے جس انعام کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے کبھی مجمع لگا کر تبلیغ اسلام نہ کی۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ سے اپنے دین و حق کی بے مثال وسعت کا کام لیا اور لاتعداد قلوب انسانی نعمت سخاوت معرفت سے خود آگاہ و حق آگاہ ہوئے۔

حضرت سلطان العصرؒ اور نسبتِ اویسی

سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی تمام سیرت فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے حقائق و دقائق کی تفسیر ہے۔ آپ نے معرفت الٰہی اور قرب الٰہی کی منازل کو گفتگوئے حق آثار اور معارف انوار حق کے فروغ کے ساتھ ساتھ خود اپنی سیرت کو سیرت رسولؐ کے آئینہ میں کچھ اس انداز سے منعکس فرمایا کہ آپ کا زہد و تقویٰ' جود و عطا' سخاوت و بشارت اور تلقین و تنبیہ ہر لحاظ سے نسبت اویسی کی زندہ شہادت بن گئی۔ آپ کو نسبت اویسی کا جلال و جمال حضرت فخرا حیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کی تربیت تامہ اور نگاہ کریمانہ سے اسی طرح حاصل ہوا جس طرح حضرت غوث العصرؒ اپنے پیر و مرشد حضرت فخرا حیاءؒ کے ذوق اجتہاد عشق رسولؐ کی عملی تصویر بن گئے۔

حضرت فخرا حیاءؒ نے ارشاد نبویؐ کی تعمیل میں ایک کثیر مخلوق خدا کو نعمت معرفت و قرب الٰہی کی اعلیٰ منازل کو نگاہ کریمانہ سے عام کیا لیکن اس کے باوجود حضرت غوث العصرؒ کے سوا آپ کے کسی مرید میں اپنے پیر و مرشد حضرت فخرا حیاءؒ کے اجتہاد عشق رسولؐ کی بعالم بیداری عملی تصدیق کی بے محابا جرات رندانہ پیدا نہ ہوئی اور آپ کے مریدین نے فروغ فیوضات پر قناعت کی لیکن اسی سلسلہ عالیہ قادریہ کے جانشین حضرت غوث العصرؒ کے قلب و روح میں دیدار رسولؐ بعالم بیداری کی تڑپ امر الٰہی بن کر ضو فگن ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث العصرؒ کو بھی عظمت نسبت اویسی کا عنوان

بنا دیا۔ اسی طرح حضرت سلطان العصرؒ اپنے والد ماجدؒ اور پیر و مرشد حضرت غوث العصرؒ کے تمام مریدین و خلفاء میں رفیع الشان ثابت ہوئے۔ جس طرح حضرت غوث العصرؒ عشق رسولؐ میں حضرت فخرا نغیاءؒ کے اجتہاد عشق رسولؐ میں مصحف عشق رسولؐ کہلائے اسی طرح حضرت سلطان العصرؒ اس مصحف عشق رسول کے شیرازہ مستعد اور عملی تفسیر و تعبیر ثابت ہوئے۔ سبحان اللہ کہ حضرت سلطان العصرؒ جب درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ کی مسند پر رونق افروز ہوئے تو نسبت اویسی آپ کے جمال و جلال سے آویزاں، لقائے حق سے چہرہ ذوالکرم سے آشکار اور سخاوت معرفت آپ کے قلب منیر کی تجلیات کی فراوانی سے ایک دنیا پر حجت اسلام اور نعمت تصوف ثابت ہوئی۔

اسلام ایک ضابطہ زندگی ہے جو دنیا و آخرت کے ہر معاملے پر محیط ہے۔ زندگی محض دنیا کی زندگی نہیں کہ اسلام کے ضابطہ حیات کو محض سیاسی تحریکات ہی سے متعارف کرایا جا سکے۔ اسلام کا اصل مقصد نوع انسانی کو جہنم کے عذاب سے بچانا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر مائل کرنا ہے تاکہ اس عارضی زندگی کے بعد دائمی زندگی کا امن انسان کو حاصل ہو سکے۔ درحقیقت اسلام کا ضابطہ حیات ایک مسلسل روحانی عمل ہے جس کی وسعت و رفعت محض اسلام کی سیاسی زندگی کی کامیابی اور ناکامی سے مشروط نہیں۔ وہ گمراہ لوگ جو اسلام کے ضابطہ حیات کو محض سیاسی تناظر میں مقید کرنے پر بضد ہیں وہ آخر کار اسی نتیجے کو اخذ کرتے ہیں جو اسلام کے بارے میں یہود و نصاریٰ کا نظریہ ہے کہ اسلام کی کامیابی صرف دو عدد خلافتوں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی حد تک ہے اور حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں فتنے نے خروج کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا روحانی نظام دیتا ہے جو ہر قوم کی ثقافت میں ایک تخلیقی تغیر پیدا کرتا ہے اور یہ تخلیقی تغیر انہی نفوس قدسیہ سے ممکن ہو سکا جو روحانی بنیاد پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق قرب حق کو انفرادی طور پر عام کرنے میں کامیاب ہوئے۔

یہی لوگ اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام کہلاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تصوف کی تاریخی حیثیت پر اصرار کرنے والوں نے حضورؐ کے اعلان الفقر فخری اور اصحاب صفہؓ کے علاوہ ان اصحاب رسولؐ کو اپنے لئے سند مانا ہے جن کی شخصیت میں دنیا سے بے رغبتی اور عقبیٰ کی ارادت روشن تھی۔ خلفائے چہارؓ کے علاوہ حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت اویس قرنیؓ، شہدائے کربلاؓ اور ائمہ کرامؓ کی شخصیات دراصل اسلام کی روحانی اقدار کی عظمت و شان دائمی کا بہترین تعارف ہیں۔ حضورؐ نے جو انعام قرب اللہ کریم سے حاصل کیا اس صبغۃ اللہ میں زیادہ سے زیادہ سرشار ہونا عشق رسولؐ کہلاتا ہے۔ عشق رسولؐ جب فنافی الرسولؐ کے مقام پر فائز ہوتا ہے تو نسبت اویسی کے جمال و جلال کی ابتداء ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت نسبت اویسی اللہ تعالیٰ کے اس عشق کا عکس ہے جو عشق اللہ کو حضورؐ سے ہے یہی وجہ ہے کہ ہر فنافی اللہ باقی باللہ قاعدہ راز مصطفیؐ کے درس بے حرف میں شامل ہو جاتا ہے۔

صاحبان نسبت اویسی کو دنیا کے سود و زیاں کی کچھ پرواہ نہیں اور اس منزل لقائے حق میں دونوں جہانوں میں حضورؐ سے زیادہ پیارا ان کی نگاہوں میں کوئی نہیں ۔ دنیا و برزخ و عقبیٰ ایک گزرے ہوئے واقعے کی طرح معدوم و مفقود ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی آخرالزمانؐ کو چاہتا ہے ایسی شدید محبت انسان کی امکانی طاقت سے باہر ہے محض فضل الٰہی ہے گویا اس محبت کی تجلی اور عکس ہے جو نور ازل کہلاتا ہے۔ نسبت اویسی حاصل تصوف اور روح طریقت ہے جس کے حاصل ہونے پر عاشق رسولؐ اپنی ظاہری زندگی میں پابند شریعت اور باطنی زندگی میں اس حقیقت العصر کا شاہد ہے جب جنت و دوزخ' عرش و ملا ئکہ اور کائنات کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ حضرت سیدنا جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

"اصل تو یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنی قدرت کی گزرگاہ میں اپنی تدبیر کا تصرف اس پر جاری فرمائے تو وہ خدا کے سامنے ایک پتلا بن جائے اور دریائے توحید میں اپنے اختیار و ارادہ سے خالی ہو جائے اور اپنے نفس کو فنا کر کے لوگوں کے بلانے پر کان نہ دھرے اور نہ ان کی طرف التفات کرے اور محل جبروت میں اپنی حس و حرکت ختم کر دے اور وحدانیت کی معرفت و حقیقت کے سبب وہ حق کے ساتھ قائم ہو۔ حق نے جو اس کے لئے ارادہ فرمایا ہے اسے قبول کرے تاکہ اس محل میں بندہ کا اخیر پہلے کی مانند ہو جائے اور وہ ایسا ہو جائے کہ جو کچھ ہے اپنی ہستی سے پہلے ہے۔"

(کشف المحجوب' حضرت داتا گنج بخشؒ اردو ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی' صفحہ ۴۰۲' ۱۹۸۰ء)

یہی وہ مقام وحدت ہے جس میں حضورؐ کا باعث تخلیق ارواح اور نور من نور اللہ ہونا عاشق حق کا مشاہدہ بن جاتا ہے اور عاشق حق صفات الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے۔ احوال کے تقاضا ہائے فنا عاشق کی ظاہری زندگی میں کچھ ایسا تغیر پیدا کرتے ہیں کہ اس عارف باللہ کے احوال کی حقیقت سے اہل علم ظاہر بے خبر ہوتے ہیں۔ وہ عارفوں کی کرامات کو استدراج اور عارفوں کی وحدت الوجود الحق کو فلسفہ سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ ایسے بے بصیرت لوگوں کو اولیائے کاملین نے کچھ اس طرح سے جواب دیا ہے کہ عارفوں کا نفاق مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے (حضرت بایزید بسطامیؒ) توحید میں پہلا قدم تفرید کا فنا کرنا ہے (حضرت حسین بن منصورؒ) توحید میں ہمارے پانچ اصول ہیں' حدث کا ارتفاع' قدیم کا اثبات' ترک راحت' بھائیوں سے جدائی اور ہر علم و جہل کا بھول جانا' (حضرت حصریؒ) محبت اسی لئے نام رکھا گیا ہے کہ وہ دل سے محبوب کے ماسوا کو مٹا دیتا ہے (حضرت ابوبکر شبلیؒ) محبوبان خدا تو دنیا و آخرت کی شرافت کے ساتھ واصل بحق ہیں کیونکہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی اس کے ساتھ رہے گا جس سے اسے محبت ہے (حضرت سمنون محبؒ) حقیقی محبت نہ ظلم سے کم ہوتی

ہے اور نہ نیکی و عطا سے بڑھتی ہے (حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ) اسی طرح بزرگان دین کے بے شمار ایسے ارشادات ہیں جس میں حقیقت الحقائق کو ہر ایک مصلحت ظاہر پر ترجیح دی گئی ہے اور اس حقیقت العصر کی جستجو کی طرف راغب کیا گیا ہے جس کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "بارگاہ خداوندی میں میرا ایک وقت ہے جہاں میرے ساتھ مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل بھی شامل نہیں" یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاءؑ کو معراج فرش خاک پر ہوا اور جب حضورؐ معراج شریف پر تشریف لے گئے تو انبیاءؑ نے آپ کے نور سے اللہ کا دیدار کیا اور یوں ان کی بھی معراج حضورؐ کے وسیلے سے ہوئی۔

ہر نبی جو درجات حاصل کرتا ہے وہ فی نفسہ اپنے لئے ہی حاصل نہیں کرتا بلکہ ان درجات کی برکات اس نبی کی امت کے لئے تحفہ ہوتی ہیں اسی لئے حضور معراج سے تشریف لائے تو اپنے ساتھ نماز کا تحفہ لائے اور اس کو معراج المومنین قرار دیا گویا وہ لوگ جو زیادہ سے زیادہ حضورؐ کے نور سے روشنی پائیں گے ان کی نماز اسی قدر اسی "لی مع اللہ وقت" کا عکس بن کر جلوہ نما ہو جائے گی اور وحدت کے حصول کے بعد صفات الٰہی کچھ اس انداز سے جلوہ ریز ہوں گی کہ الٰہی عشق رسولؐ عاشقان حق کے قلوب پر تجلیات منعکس کرے گا۔ اسی رفعت و عظمت کو اصطلاحاً نسبت اویسی کہا جاتا ہے کیونکہ اویسیہ کوئی سلسلہ نہیں بلکہ یہ ایک مزاج ہے جو صوفیائے عظام میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ کے خاص امر اور فضل عظیم سے حاصل ہوتا ہے جس میں معرفت مقام مصطفیٰ کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ کا ولی فنائے ذات حق ہو کر صاحب کن فیکون ہو جاتا ہے' زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کر سکتا ہے' اس کا ارادہ اللہ کا ارادہ ہے' وہ صفات بشری سے فانی اور صفات حق میں باقی ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کا محیر العقول زہد و اتقاء دراصل انکی کرامت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت احمد بن یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "عارف کا عزم و ارادہ اپنے مولا کی طرف ہوتا ہے اس کے سوا کسی چیز کی طرف وہ مائل نہیں ہوتا۔"

حضرت سلطان العصرؒ ایسے عارف باللہ تھے کہ آپ نے اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے دلوں سے نہ صرف محبت دنیا کو نکال دیا بلکہ فنائے نفس اور بقائے روح کی تجلیات سے اہل ارادت کے سینوں کو منور فرما دیا۔ آپ مشاہدہ حق کے ایسے شناور تھے کہ زبان اقدس کن فیکون کی تجلیات ظاہر فرماتی اور آپ کی آنکھیں ظاہری و باطنی دنیاؤں کی شاہد اور قلب عرش الٰہی تھا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے نسبت اویسی کو اپنی زندگی کا ایسا عنوان بنایا کہ کم گوئی' معانی آفرینی اور حق طلبی میں آپ کے زہد و اتقاء کی مثال آپ کے عہد میں نظر نہیں آتی۔ جب کبھی آپ محفل میں رونق افروز ہوتے تو حاضرین کی تشفی کے لئے ان کے سوالات کے جواب بھی مرحمت فرماتے اگرچہ بحث و مناظرہ اور بسیار گوئی کو آپ کی طبیعت سے کوئی مناسبت نہ تھی لیکن اہل محفل کی خاطر بعض اوقات مسائل

تصوف کی علمی و روحانی توجیح نہایت وضاحت کے ساتھ قرآن و حدیث اور آثار اولیاء اللہ کی رو سے بیان فرماتے یہاں تک کہ اولیائے کرامؒ کے واقعات کے بیان میں یا کسی اہم مسئلے کی عملی توجیح کی ضرورت ہوتی تو آپ بہ اذن الٰہی عملی طور پر اس امر کو پیش کرتے تاکہ حاضرین اولیائے کرامؒ کے کردار اور طریق کے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ رہیں۔

حضرت سلطان العصرؒ نے اذکار و افکار صوفیاء کی احسن تعبیر فرمائی مثلاً" ایک واقعہ ایسا بھی ہے جس میں آپ نے نفی و اثبات کی حقیقت کو اپنے امر نیابت الٰہی سے واضح فرما کر احباب پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ محض گردن کو جھٹکے دینے سے نفی و اثبات کے معارف حاصل نہیں ہوتے جب تک کہ نفس انسانی صفات حق میں فنا ہو کر مقام بقا حاصل نہ کرے اس واقعے کی روایت سیرت الفقراء جلد سوم میں حضرت امیر العصرؒ نے درج فرمائی ہے۔ مکمل روایت درج ذیل ہے۔

موتوا قبل انت موتوا محمد بخش ساکن چبہ چیمہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت سلطان العصرؒ چند دوستوں کے ہمراہ سیالکوٹ فضل دین کشمیری کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے اور سائیں دل محمدؒ بھی شریک محفل تھے اور مختلف مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک دوست نے نفی اثبات کے متعلق دریافت کیا تو حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا کہ "نفی اثبات جو تم سمجھتے ہو یہ نہیں ہے بلکہ نفی صفات الٰہی میں فانی ہونا اور اثبات ذات الٰہی میں بقا حاصل کرنا ہے جسے موتوا قبل انت موتوا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) بھی کہتے ہیں"۔ احباب نے عرض کیا کہ "حضور کیا وہ طریقہ آپ خود کر کے دکھا سکتے ہیں؟" آپ نے ارشاد فرمایا "کیوں نہیں میں تو دوسرے کسی شخص پر بھی یہ طریق کر کے تمہیں دکھا سکتا ہوں" یہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے اس واقعے کے راوی محمد بخشؒ پر نظر کی۔ راوی کہتا ہے کہ "واللہ مجھے کچھ خبر نہ رہی کہ میں کہاں ہوں' جب مجھے ہوش آیا تو حاضرین سے معلوم ہوا کہ میں بالکل بے ہوش مردہ حالت میں پڑا ہوا تھا اور چند دوستوں نے میرے دل اور سینے پر بطور آزمائش ہاتھ رکھ کر بھی دیکھا تھا' نہ تو دل کی حرکت انہیں محسوس ہوئی اور نہ ہی سانس آ رہا تھا۔ جب سب کی مکمل تسلی ہو گئی کہ واقعی مجھ پر موت غالب آ چکی ہے تو حضرت سلطان العصرؒ نے دوستوں سے فرمایا "بھائی آپ سب نے دیکھ لیا ہے۔" حاضرین نے عرض کیا "حضور ہاں" تین گھنٹے اسی حالت میں گزر چکے تھے بعد میں آپ نے مجھے فرمایا "محمد بخش خدا کے حکم سے زندہ ہو" تو میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھا اور بعد ازاں رحمت کا دروازہ مجھ پر آپ کی کرم نوازی سے کھل گیا اور مجھے یہ مقام ہمیشہ کے لئے حاصل ہو گیا"

حضرت سلطان العصرؒ خلق خدا میں عارف باللہ قبلہ عالم کے اسماء کے ساتھ پکارے جاتے تھے۔ معارف تصوف کا کوئی ایسا معاملہ نہ تھا کہ آپ نے کسی سائل کو نسبت اویسی کے جلال و جمال کے ساتھ نہ سمجھایا ہو۔ یہ آپ کے شان ارفع کی زندہ دلیل ہے کہ انتہائی فقر و فاقے اور عاجزی کی

ظاہری زندگی کے ساتھ ساتھ وہ عظمت و روحانی کا جلال آپ کو حاصل تھا کہ آپ کے روبرو کسی میں ہمت نہ تھی کہ آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ آپ نے طلبگاران حق کو ان کی استعداد کے مطابق بھی عطا فرمایا اور بعض اوقات شان سخاوت کا یہ عالم ہوتا کہ پہلے نگاہ کریمانہ سے سائل کی استعداد کو بارگاہ حق سے فزوں فرماتے کیونکہ آپ کے در اقدس سے انعام معرفت آپ کی شان سخاوت کے ساتھ مزین تھا۔

حضرت سلطان العصرؒ نے واقعتاً" حضرت فخرا حیاءؒ" کی بشارت کے مطابق سلطان العصرؒ بن کر حکومت کی اور اگر کسی صاحب مقام سے بھی کجی سرزد ہوئی تو آپ نے کچھ اس انداز سے اصلاح کر دی کہ ساری زندگی کے لئے راہ ہدایت واضح ہو گئی۔ فقیروں کے مقامات باطنی کسی قدر بھی بلند ہو جائیں تکبر کا ایک ہلکا سا شائبہ بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ مستی میں بھی ہستی کی عاجزی لازم ہے کیونکہ اصل ہستی تو اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے علاوہ ہر ہستی نیستی کے حکم میں ہے جب تک فنا فی اللہ نہ ہو۔ حضرت سلطان العصرؒ نے قطب الاقطاب کی حیثیت سے دیگر درویشوں کی اصلاح بھی فرمائی اور انداز فہمائش ایسا فقیرانہ کہ داستان تصوف کا انمول باب ہے اس ضمن میں ایک واقع درج ذیل ہے۔

لاہوری شاہؒ کی فہمائش حضرتؒ سلطان العصرؒ سیالکوٹ کے محلہ سیانہ پورہ میں چند دوستوں کے ہاں تشریف فرما تھے کہ آپ سائیں لاہوری شاہؒ سے ملنے کے لئے گئے۔ سائیں لاہوری شاہؒ مجذوبانہ وضع رکھتے تھے اور اکثر وقت بے خودی و مستی میں گزرتا تھا۔ لوگ زیارت کے لئے آتے اور نہایت عقیدت سے ان کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر سلام کرتے اور الگ ایک طرف بیٹھ جاتے۔ جب حضرت سلطان العصرؒ ان کے ڈیرے پر پہنچے تو سائیں صاحبؒ از خود رفتہ ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے جب آپ لاہوری شاہؒ کے نزدیک پہنچے تو پھر بھی مستی و جذب میں ارتعاش نہ ہوا کہ وقت کے قطب اس کے پاس کھڑے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ نے بھی لوگوں کی طرح لاہوری شاہؒ کے گھٹنوں کو ہاتھوں سے چھوا اور پیچھے ہٹ گئے اور سائیں نظام الدینؒ کے گھر کی طرف چل پڑے۔ حضرت سلطان العصرؒ کے ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی لاہوری شاہؒ کی مجذوبیت اور مستی کا نشہ کافور ہو گیا اور فقیری کی پروازیں زمین بوس ہو کر رہ گئیں بلکہ اپنے آپ کو ایک عام دنیا دار کی طرح پست مقام میں پایا' دیکھا کہ حضرت سلطان العصرؒ جا رہے ہیں۔ لاہوری شاہؒ روتے اور چلاتے ہوئے آپ کے پیچھے بھاگے۔

حضرت سلطان العصرؒ سائیں نظام الدینؒ کے گھر پہنچ کر چارپائی پر رونق افروز ہوئے تو احباب آپ کا ادب بجا لائے۔ اتنے میں لاہوری شاہؒ آئے اور آتے ہی آپ کے قدموں میں گر گئے اور معافی کے خواستگار ہوئے لیکن آپ نے ارشاد فرمایا "لاہوری شاہ کیا ہوا؟" لاہوری شاہؒ گڑگڑا کر

کہنے لگے "حضور للہ مجھے معاف فرمایئے میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا" آپ نے فرمایا "ہم نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا صرف لوگوں کی طرح تمہارے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر سلام کیا ہے" لیکن لاہوری شاہ" زار و قطار روتے جاتے اور منت سماجت کرتے ہوئے بار بار معافی کی درخواست کرتے چنانچہ حاضرین نے لاہوری شاہؒ کی یہ حالت زار دیکھ کر نہایت عاجزی سے حضرت سلطان العصرؒ سے سفارش کی کہ "حضور لاہوری شاہ کی غلطی معاف کریں اوز سلب کردہ فیض عطا فرمائیں" آپ کے چہرہ اقدس پر جلالیت کے آثار نمایاں ہونے لگے اور بعدازاں جلالیت کے لہجے میں فرمایا "لاہوری شاہ میرے والد ماجدؒ نے تم کو ہندوستان کی چپڑاس بخشی تھی اور اس انعام پر تو اتنا بدمست ہو چکا تھا کہ تمہیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ شہنشاہ ہندوستان تمہارے پاس آ رہا ہے اور اٹھ کر اس کی تعظیم کرنا تمہارا فرض تھا۔ اس غلطی نے تمہاری ہر شے تباہ و برباد کر دی ہے لیکن جاؤ میں اپنے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کا عطیہ تم سے واپس نہیں لیتا۔ آئندہ سے ہوشیار رہنا۔" لاہوری شاہؒ کی ندامت و پشیمانی حد سے گزر چکی تھی اس نے نہایت گریہ و زاری کرتے ہوئے اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور معافی مانگی چنانچہ آپ نے فرمایا "ہم نے تمہیں معاف کیا" حضرت سلطان العصرؒ کی زبان حق ترجمان سے ان الفاظ کا ادا ہونا تھا کہ سلب شدہ مقام دوبارہ حاصل ہو گیا لاہوری شاہؒ قدم بوسی کر کے اپنے ڈیرے کی طرف چلے گئے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ "جتنے خرقے بڑھیں گے اتنا ہی نور بڑھے گا" سبحان اللہ کہ حضرت سلطان العصر کی نسبت اویسی کا جلال و جمال حد بیان سے باہر ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک سید زادے شاہ صاحب ہسیاں والے کو دیگر احباب محفل کی موجودگی میں زیارات اعلیٰ عطا فرمائیں کہ جس کی مثال تصوف و عشق رسولؐ میں شاذ ہے۔

نسبت اویسی کا عروج چودھری صید احمدؒ موضع چک واہلہ ضلع شیخوپورہ والوں نے بیان کیا کہ سید محمد جیون شاہ صاحبؒ ہسیاں والے ہمارے بزرگوں کے پیر خانہ سے تعلق رکھتے تھے اور ہمارے پاس ششماہی یا سال کے بعد ضرور تشریف لاتے لیکن ہم حضرت سلطان العصرؒ کی بیعت میں داخل ہو چکے تھے اس لئے شاہ صاحبؒ ہسیاں والے کی خدمت جدی پیر سمجھتے ہوئے کرتے تھے اور ہمارے ہاں حضرت سلطان العصرؒ کے فضائل و برکات اکثر موضوع گفتگو رہتے تھے چنانچہ شاہ صاحبؒ ہسیاں والوں کے دل میں بھی حضرت سلطان العصرؒ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور وہ ہمارے ساتھ گوجرانوالہ آئے اور اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے درود خضری اور ذکر و فکر تعلیم فرمائے۔ شاہ صاحبؒ نے ذکر و فکر اور درود شریف میں ایسی محویت اختیار کی کہ جب وہ درود شریف پڑھتے تو ان کے وجود سے روشنی ہو جاتی۔

ایک روز ہم سب دوست درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ پر حاضر تھے اور شاہ صاحبؒ ہسیاں

والے سحری کے وقت مصلے پر بیٹھ کر درود شریف کی منزل کر رہے تھے اور آپ کے وجود سے روشنی چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے اپنا حقہ تازہ کر کے سائیں کرم الدینؒ خادم درگاہ معلّٰی کو فرمایا کہ "جاؤ شاہ صاحبؒ درود شریف کی منزل کر رہے ہیں ان کے پاس یہ حقہ لے جاؤ اور کہنا کہ حکم دیا ہے کہ اسے پی لو۔ سائیں کرم الدین حسب الحکم حقہ لے کر شاہ صاحبؒ کے پاس چلا گیا اور حقہ آگے رکھتے ہوئے کہا کہ "شاہ صاحبؒ قبلہ عالم نے آپ کے پاس بھیجا ہے' حقہ پی لو" لیکن شاہ صاحبؒ نے نہایت غصے کی نظر سے دیکھا۔ سائیں کرم الدینؒ نے دوبارہ وہی الفاظ دہرائے لیکن شاہ صاحبؒ نے کھانستے ہوئے انکار کر دیا۔ سائیں کرم الدینؒ نے تیسری بار پھر حقہ آگے کرتے ہوئے پھر وہی الفاظ دہرائے لیکن شاہ صاحبؒ نے ہاتھ سے حقہ پرے کرتے ہوئے جلالیت سے فرمایا کہ "کرم الدین! تمہیں نظر نہیں آتا کہ میں درود شریف کی منزل کر رہا ہوں اور تو بار بار حقہ میرے منہ کے سامنے کرتا ہے"۔ شاہ صاحبؒ نے جب یہ کہا تو حضرت سلطان العصرؒ نے دور ہی سے آواز دی کہ "سائیں کرم الدین حقہ اٹھا لاؤ اور شاہ صاحبؒ کو درود شریف کی منزل کرنے دو" سائیں کرم الدینؒ نے جوں ہی حقہ اٹھایا ساتھ ہی شاہ صاحبؒ کی روشنی جاتی رہی اور مقام سلب ہو گیا۔

سائیں کرم الدینؒ نے حقہ لا کر حضرت سلطان العصرؒ کے روبرو رکھ دیا اور اس کے ساتھ شاہ صاحبؒ بھی دوڑتے ہوئے پہنچ گئے اور اپنا سر حضرت سلطان العصرؒ کے قدموں میں رکھ دیا اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگے لیکن آپ نے فرمایا "شاہ صاحب آپ درود شریف پڑھیے' سائیں کرم الدین نے حقہ لے جا کر غلطی کی ہے" لیکن شاہ صاحبؒ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آہ و زاری اور منت سماجت کرنے لگے کچھ دیر کے بعد حضرت سلطان العصرؒ کی طبیعت میں جلال آگیا اور فرمایا "شاہ صاحب تم کو درود شریف کس نے تعلیم کیا؟" شاہ صاحبؒ نے روتے ہوئے عرض کیا "حضور آپ نے" پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ "حقہ پینے کے لئے کس نے حکم دیا تھا؟" شاہ صاحبؒ نے عرض کیا "حضور آپ نے"۔ چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا کہ "تو نے میرا ایک حکم مان لیا اور دوسرے سے انکار کر دیا۔ تم میں اور شیطان میں کیا فرق ہے اس نے خدا کا ایک حکم مان لیا کہ میرے سواء کسی کو سجدہ نہ کرنا اور دوسرے حکم سے انکار کر دیا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ حالانکہ میں نے تم کو خود ہی درود شریف پڑھتے وقت حقہ پینا منع کیا ہوا تھا۔ میں نے تو تیرا امتحان لینا چاہا لیکن صد افسوس کہ تو امتحان میں ناکام ہو گیا ہے حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ حافظ علیہ الرحمتہ کیا فرماتے ہیں۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

اس سے پہلے بھی تو دو بار امتحان میں ناکام ہو گیا تھا لیکن تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا' اچھا تم سید زادے

ہو اس لئے تم کو معاف کر دیتا ہوں اور جو کچھ تمہیں حاصل تھا دوبارہ عطا کر دیتا ہوں لیکن اس سے زیادہ تم پر انعام نہیں کیا جا سکتا۔"

شاہ صاحبؒ نے معافی حاصل ہونے کے بعد حضرت سلطان العصرؒ کا بحر کریمانہ مواج دیکھا تو عرض کیا کہ "حضور میری صرف ایک خواہش ہے کہ مجھے میرے خاندان کا دیدار کرا دیا جائے" حضرت سلطان العصرؒ نے منظور فرمایا۔ تمام احباب محفل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت سلطان العصرؒ اٹھ کر باہر دروازے کی طرف چل دیئے اور ایک کملی پوش جس کا چہرہ سورج سے بھی زیادہ روشن تھا کو ساتھ لے کر اس محفل میں دوبارہ آئے اور اس شخصیت کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے اور وہ کملی پوش مسند پر جلوہ افروز ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھ کر تشریف لے جانے لگے تو حضرت سلطان العصرؒ پھر ان کے ساتھ دست بستہ باہر تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد پھر محفل میں آ کر بیٹھ گئے۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ آپ پھر پہلے کی طرح بیرونی دروازہ کی طرف چلے گئے اور پھر ایک نہایت بزرگ ہستی کے ساتھ محفل میں آئے اور وہ بزرگ مسند شریف پر جلوہ افروز ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی پہلے بزرگ کی طرح اٹھ بیٹھے اور آپ ان کو وداع کرنے کے لئے بیرونی دروازہ تک گئے۔ اسی طرح باری باری ایک ایک بزرگ تشریف لاتے رہے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد تشریف لے جاتے رہے اور حضرت سلطان العصرؒ بار بار بیرونی دروازہ کے پاس آتے اور جاتے۔ جب سب بزرگوں کی آمد ختم ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب میں نے اپنا وعدہ تم سے پورا کر دیا ہے اور تم کو تمہارا خاندان دکھا دیا ہے"۔ لیکن شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ "حضور میں تو کسی کو نہیں پہچان سکا" آپ نے فرمایا "پہلی بار سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور دوسری بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ' اور تیسری بار حضرت امام حسنؓ اور چوتھی بار حضرت امام حسینؓ اور پانچویں بار حضرت غوث پاکؒ رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف لائے تھے"۔

یہ شان نسبت اویسی کا عروج ہے کہ سبحان اللہ جس کی نہایت سات سمندروں سے زیادہ اور رفعت ہفت افلاک سے اعلیٰ ہے۔ اس منزل و مقام کی توضیح اس مقصد زندگی سے تعبیر ہے جس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا امر یعنی روح انسانی تیرگی کے آب و گل میں مقید کر دیا اور فرشتوں سے کہا "تم وہ نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں"۔ حضرت سلطان العصرؒ نے نیابت الٰہی کے جوہر کو قندیل نور راز مصطفیٰ سے روشن فرما کر حضرت فخر انبیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

قطبُ الاقطاب الغنی عبداللہ شاہِ اغنیاؒ
حق بہ حق قائم بہ اخلاقِ محمدؐ مصطفیٰ

چہرہ اش قندیلِ نور، اذنِ تکلم امرِ حق
مقتدائے عارفان و پیشوائے اصفیا
حکمتِ اسلام آئینہ ز کردارِ کریم
حجتِ روحِ تصوف معنیٔ علمُ الہدیٰ
رعبِ رفتارِ قدم مثلِ براہیمؑ و کلیمؑ
زہدِ رشکِ عیسویؑ دارد زہے غوثؓ الورا
عاجزم در منقبت کُندن کہ شانِ او عظیم
جامشِ رنگیں ز غوث العصرؒ و فخرِ انجیاؒ

حضرت سلطان العصرؒ نے اپنی محفل میں نشست کرنے والوں کو حقیقت انسانیت سے آگاہ فرمایا۔ وہ عوامل جن سے خاک کے پتلے کو انسان کا درجہ ملا عدل و احسان فرض شناسی اور محبت ہیں اور اگر یہ صفات آدمی میں نہ ہوں تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے یعنی انسان ہو کر بھی جانور ہے اور لوگوں کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں پہچانتی کہ جانور اس لئے جانور ہے کہ اسے جانور پیدا کیا گیا ہے جبکہ بعض لوگ اس لئے جانوروں سے بدتر ہو جاتے ہیں کہ وہ جانوروں کی طرح بے رحم ہو جاتے ہیں گویا جانور بن جاتے ہیں اور جانوروں سے بدتر اس لئے کہلاتے ہیں کہ اللہ نے ان کو انسان پیدا کیا تھا لیکن وہ انسانی شعور سے محروم ہو گئے۔ اس ضمن میں ایک روایت یوں بھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان العصرؒ نے اپنی ٹوپی کسی کو پہنا کر اس حقیقت کا مشاہدہ کرایا تھا اور دیکھنے والے نے خود اپنی آنکھوں سے ذخیرہ اندوزوں اور بلیک مارکیٹ اور لوٹ کھسوٹ جائز سمجھنے والوں کو جانوروں کے روپ میں مشاہدہ کیا تھا۔ درحقیقت فرض شناسی ہی انسان کو انسان بناتی ہے کوئی شخص تجارت کرتا ہو یا نوکری خواہ کوئی بھی ذمہ داری ادا کر رہا ہو اس میں فرض شناسی یعنی اپنے مقام اور فرائض کی پہچان اور ادائیگی کے بغیر وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ نے ہمیشہ مخلوق خدا کو فرائض کی ادائیگی اور منصب کی پہچان کرنے کی طرف توجہ دلائی تاکہ انسان ان حق شناسیوں کی برکات سے اپنے رب کی پہچان میں اور حق شناسی کی اعلیٰ منازل کی تحصیل میں کامیاب و بامراد ہو سکے۔ آپ کبھی بغیر ٹکٹ سفر نہ فرماتے، کوئی ایسا نذرانہ لنگر کے لئے قبول نہ کرتے جس کا محصول ادا نہ کیا گیا ہو، کسی کا کوئی ایسا عذر نہ قبول فرماتے جس میں حق شناسی کی توہین ہوتی ہو اور انسان انسان کی بجائے جانور بن جائے، جائز ناجائز سے لاپرواہ ہو کر انسانی زندگی کے ساتھ گھناؤنا مذاق کرے۔

اکثرھم لا یعلمون درگاہ معلی قادریہ حضرت غوث العصرؒ میں حضرت سلطان العصرؒ کے حضور چند درویش بیٹھے تھے اور خدام درگاہ احباب طریقت کی خدمت کر رہے تھے کہ اچانک کسی

خادم سے کوئی غلطی ہوئی (کسی کے کپڑوں پر شربت گرا دیا) تو حضرت سلطان العصرؒ نے اس خادم کو جھڑکتے ہوئے کہا "ارے سور اندھا ہے دیکھ کر کام نہیں کر سکتا؟" آپ کے اس طرح غصہ فرمانے کا ایک درویش نے برا مانا اور آپ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا "یہ تو انسان ہے اور ایک انسان پر ایسے مکروہ الفاظ کا اطلاق کرنا آپ کی شان کے شایان نہیں ہے" آپ نے فرمایا "جو کچھ کہا ہے صحیح کہا ہے" لیکن اس درویش نے آپ کی بات کو نہ سمجھتے ہوئے دوبارہ اپنے اعتراض کو دہرایا چنانچہ آپ نے اپنے سر سے اپنی ٹوپی اتار کر اس کو دی اور فرمایا کہ "اسے سر پر ڈال کر اس کو بھی دیکھ اور بازار بھی جا کر دیکھ پھر مجھ پر اعتراض کر"۔

۹۱۴۱۴ وہ آپ کی ٹوپی سر پر رکھ کر بازار کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اکثر دوکانوں پر درندے بیٹھے ہیں۔ کسی دوکان پر بندر کسی پر سور اور کسی پر کتا بیٹھا ہے اور بعض دوکانوں پر انسان بھی موجود ہیں۔ اس درویش نے گھبرا کر ٹوپی سر سے اتاری تو سب آدمی نظر آنے لگے اور جب ٹوپی دوبارہ پہنی تو پہلے والی حالت پھر نظر آنے لگی۔ وہ بدحواسی کے عالم میں ٹوپی ہاتھ میں پکڑے حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں واپس آیا اور عرض کیا کہ "حضور آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے ہم حقیقت حال سے نا محرم تھے۔" جب اہل محفل نے اس درویش کے استعجاب اور اس کی گفتگو کی حقیقت دریافت کی تو اس نے اپنا مشاہدہ بیان کر دیا۔

حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ آپ کی زندگی عشق رسولؐ لقائے حق اور نسبت اویسی کا خزینہ العرفان تھی۔ آپ نے اگر کسی کو ایک لقمہ کھلا دیا تو اس کے دل سے معرفت ربانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھوں کا دھوون جس نے پیا وہ ناخواندہ بھی تھا تو عالم ہو گیا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

عارف باللہ پیر سید علی شاہؒ سکنہ کوٹلی نے بیان کیا کہ حضرت سلطان العصرؒ کے ایک با اخلاص مرید چودھری الہ دادؒ نے اپنے گھر موضع لوہاراں میں آپ کی دعوت کی۔ جب طعام پیش کیا گیا تو میں نے ایک برتن میں حضرت سلطان العصرؒ کے ہاتھ دھلائے۔ آپ نے ہاتھ دھونے کے ساتھ پانی میں کلی بھی کی۔ میں نے باہر جا کر پانی پھینکنے کی بجائے از راہ عقیدت پی لیا اور پھر دوسرے دوستوں کے ہاتھ دھلائے میرے اس فعل سے کہ میں نے آپ کا دھوون پیا ہے کوئی دوسرا باخبر نہ تھا۔ میں بالکل ایک ناخواندہ آدمی تھا لیکن حضرت سلطان العصرؒ کے دھوون کو پینے سے میرے دل میں علم لدنی موجزن ہو گیا جس کی کیفیت کے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اس دن کے بعد لوگ مجھ سے حسن اعتقاد سے پیش آنے لگے اور اللہ کا راستہ مجھ سے دریافت کرنے لگے"۔

سبحان اللہ معرفت الٰہی میں وہ مقام حاصل ہوا کہ روح و بدن کے فاصلے مٹ گئے اور نور مصطفائی ایسا نمودار ہوا کہ وجود اقدس سراپا تجلی حق بن گیا۔ حضرت سلطان العصرؒ جب کسی جگہ

تشریف فرما ہوتے تو لوگ اس کثرت سے جمع ہو جاتے گویا شادی کا موقع ہو۔ آپ کی نگاہ کریمانہ کی جستجو میں لوگ دور دور سے سفر کر کے وہاں پہنچ جاتے اور سخاوت معرفت سے مستفید ہوتے اور دنیاوی مشکلات سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے قرب لازوال سے سراپا برکت اور خیر و فلاح کی علامت بنا دیا تھا یہاں تک کہ جب آپ بال ترشواتے تو اہل عقیدت موئے مبارک کو تبرک کے طور پر تقسیم کر لیتے۔ ملک الف دین سیالکوٹیؒ نے بیان کیا کہ میری موجودگی میں حضرت سلطان العصرؒ نے حجام سے حجامت بنوائی۔ تمام بریدہ ناخن اور بال میں نے اکٹھے کر کے بطور تبرک اپنے پاس رکھ لئے اور آپ سے اجازت لے کر سفر پر روانہ ہو گیا راستے میں چوروں اور ڈاکوؤں کا سخت خطرہ تھا لیکن آپ کے تبرکات کی برکت سے کسی نے مجھے کچھ نہ کہا اور میں بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچ گیا۔"

حضرت سلطان العصرؒ کی سلطانی ولایت پورے برصغیر میں جاری و ساری رہی بظاہر آپ جموں سے آگے نہ گئے اور نہ کبھی دریائے جہلم کی دوسری طرف کبھی سفر کیا لیکن پورے برصغیر کے صاحبان تکوین ابرار و ابدال آپ سے شناسا اور آپ کے مشورے سے اپنے فرائض کو ادا فرماتے۔ طول و عرض کے مجازیب اور درویشان خدا مست آپ کی سیادت و نسبت اویسی کے گواہ اور شاہد تھے۔ آپ کا امر امر حق کے طفیل پورے برصغیر میں فیوضات نبویؐ کے فروغ میں نہایت اہم خدمات انجام دیتا رہا۔ آپ کے اہل ارادت کسی علاقے میں بھی گئے اور کسی بھی درویش حق سے ملے انہیں آپ کے اسم گرامی کا مژدہ جاں فزا سننے کو ملا اور آپ کے ارادت مندوں کی درویشان حق نے ہمیشہ قدر افزائی کی یہ سب آپ کے عظیم المرتبت مقام کی شہادت ہے کہ برصغیر کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں آپ کے فیوضات سے متصف احباب ارادت کے قدم نہ پہنچے ہوں اس سلسلے میں بہت سے واقعات ہیں ایک واقعہ درج ذیل ہے۔

محمد عالم سیالکوٹیؒ نے بیان کیا کہ ماہ اساڑھ ۱۹۶۳ بکری میں ایک افسر مال کے ہمراہ کشمیر کا دورہ کر رہا تھا اور میرے ہمراہ دو اور کلرک پنڈت نند لعل" سکنہ پسرور اور مولوی کریم بخش" گھوڑے پر سوار آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ اس وقت ہمارا کیمپ موضع سمبل میں تھا۔ اچانک ایک مست شخص جس کا ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ وہ حضرت مست بابا مجذوبؒ ہیں میرے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور اشارہ سے قلم دوات اور کاغذ طلب کیا' چونکہ میں نے بھی سن رکھا تھا کہ اس علاقہ میں ایک مست ولی اللہ جنگلوں میں رہتے ہیں جو شاذ و نادر ہی آبادی کا رخ کرتے ہیں' مجھے فوراً" خیال آیا کہ یہ وہی صاحب ہوں گے کیونکہ سر کے بال بہت لمبے تھے جن میں خودبخود گرہیں پڑ گئی تھیں۔ میں نے فوراً" ایک پنسل اور اپنی پاکٹ بک ان کے حوالے کر دی۔ انہوں نے پاکٹ بک کے ایک ورق پر میری ظاہری نظر میں لکیریں مارنی شروع کر دیں حتیٰ کہ لکیروں سے پندرہ منٹ میں کاغذ بالکل

سیاہ کر دیا اور پاکٹ بک اور پنسل میرے حوالے کر کے خود جنگل کو روانہ ہو گئے۔ جس وقت وہ لکیریں مار رہے تھے مجھے خیال آیا کہ شاید یہ اپنے مستانہ طریقہ سے کسی کو چٹھی تحریر کر رہے ہیں بعد میں حضرت سلطان العصرؒ کا چہرہ اقدس بعالم تصور میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ شام کو اپنے کیمپ موضع سمبل آ کر آرام کیا۔ میں کچھ روز بعد رخصت لے کر گھر پہنچا اور وہ ورق بدیں خیال اپنی پاکٹ بک سے اکھاڑ کر ایک صندوقچی میں بند کر دیا کہ شاید یہ کوئی متبرک ورق ہو چنانچہ رخصت گزارنے کے بعد دوبارہ ڈیوٹی پر چلا گیا۔

ماہ ساون ۱۹۶۴ بکرمی میں میں کچھ بیمار ہو گیا اور گوجرانوالہ حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں بغرض علاج روانہ ہوا۔ جب گوجرانوالہ کے ریلوے سٹیشن پر پہنچا تو حضرت سلطان العصرؒ میرا انتظار کر رہے تھے چنانچہ شفقت بزرگانہ سے میرے ہمراہ چلنے لگے اور نگاہ کریمانہ زمین کی طرف اور ہاتھ میرے کندھے پر رکھتے ہوئے فرمانے لگے "الحمد للہ بہت دنوں سے انتظار تھا" چنانچہ چلتے چلتے درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ میں پہنچ گئے۔ اس روز میں نے آرام کیا اور دوسرے روز علی الصبح نماز سے فارغ ہو کر حضرت سلطان العصرؒ نے ایک چار ورقہ اردو میں لکھی ہوئی چٹھی دی جس کے ہمراہ وہی میری پاکٹ بک کا ورق چسپاں تھا جس پر حضرت مست بابا مجذوبؒ نے لکیریں کھینچی ہوئی تھیں میں دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن آپ نے فرمایا "محمد عالم یہ چٹھی دیر کی آئی ہوئی ہے تم نے ہمارے پاس جلدی نہیں پہنچائی۔ وہ آدمی جس نے موضع سمبل میں تم کو یہ چھٹی دی تھی ہمارے ہی ایک دوست ہیں" چنانچہ آپ نے مجھ سے مست بابا مجذوب کی خیروعافیت ظاہری طور پر دریافت فرمائی۔ میں نے جس حال میں انہیں دیکھا تھا عرض کر دیا۔ چٹھی کا مضمون آئندہ زمانہ کے حالات کے متعلق تھا آپ نے اس تحریر کے راز کو ظاہر کرنے سے مجھے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ چٹھی ہمارے اس دوست کو پہنچا دینا۔ میں نے وہ چٹھی لے کر محفوظ کر لی چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر اندر میں تندرست ہو گیا۔ نیز یہ کہ۔

"ماہ اسوج ۱۹۶۴ بکرمی میں چودھری کمال الدین افسر مال بندوبست بارہ حولہ کشمیر کے ہمراہ علاقہ گوریج کے دورہ پر میں براستہ ہنڈ پور روانہ ہوا۔ علاقہ کا دورہ ختم کر کے میں اور پنڈت نند لعلؒ اور مولوی کریم بخشؒ انتظامی کیمپ کے ہمراہ موضع کلا روچ میں پہنچے۔ اس عرصہ میں اس قدر بارش ہوئی اور برف بھی پڑی کہ پچھل والا راستہ بند ہو گیا اور چودھری کمال الدین جو پیچھے رہ گئے تھے براستہ ہنڈ پورہ آنا پڑا۔ مطہران چار پانچ روز تک موضع کلا روچ میں ان کا انتظار کرتے رہے ایک روز شام کے وقت ہمیں اطلاع ملی کہ اس پہاڑ کی غار میں ایک مجذوب ولی اللہ رہتا ہے جو کسی آدمی کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیتا اور پہاڑ سے لوگوں کو پتھر مارتا ہے۔ چنانچہ دوسرے روز علی الصبح ہم تینوں بعد از فراغت نماز روانہ ہوئے اور غار کے دروازے پر پہنچ گئے جس کے اندر ایک

کوزہ ایک ہنڈیا ایک پیالا اور ایک حقہ پڑا ہوا تھا اور ساتھ ہی چولہے میں آگ بھی دبی ہوئی تھی تھوڑی دیر کے بعد ایسی سخت سردی کے موسم میں ایک مجذوب ولی اللہ جن کے اوپر صرف ایک لٹھے کی چادر تھی تشریف لائے۔ سب سے پہلے میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ "آج سائیں عبداللہ شاہ" سیالکوٹ میں فوت ہو گئے ہیں میں بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہا تھا اور جب تم گوجرانوالہ میں پہنچو تو قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد عبداللہ کی خدمت میں میری طرف سے نہایت عاجزانہ دست بستہ سلام عرض کر دینا" پھر نند لعل" کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے "تمہاری ملازمت کا بندوبست ضلع سیالکوٹ میں جلد ہی ہو جائے گا اب تم چند روز کے مہمان ہو۔ پھر مولوی کریم بخش" کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ "تمہاری تبدیلی جموں کے صوبہ میں کر دی گئی ہے۔ پنڈت نند لعل" پوشیدہ طور پر ہمارے ساتھ نماز ادا کیا کرتا تھا پھر پنڈت نند لعل" کو فرمانے لگے "اگر تم نماز ادا کرتے رہے تو جلدی ہی تمہاری ملازمت کا انتظام پسرور ضلع سیالکوٹ میں ہو جائے گا۔" چونکہ پنڈت نند لعل" پوشیدہ طور پر ہمارے ساتھ نماز ادا کرتا تھا اور سوائے میرے اور مولوی کریم بخش" کے کسی کو علم نہیں تھا اس لئے ہم بہت حیران ہوئے کہ ان مجذوب صاحب کو نہ کبھی ہم نے پہلے دیکھا ہوا ہے اور نہ وہ ہماری صورت کے آشنا ہیں لیکن تمام گفتگو الگ الگ نام لے کر کر رہے ہیں۔ فرمانے لگے "حیرانگی کی کیا بات ہے قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد عبداللہ سے جا کر دریافت کر لینا اور محمد عالم نے تو ایک بہت دور بلاؤں والے ملک میں جانا ہے وہاں اس کو ڈرنا نہیں چاہئے"۔

بعد میں ہم جو اپنے ساتھ چائے اور مصری لے کر گئے ہوئے تھے ہنڈیا میں قہوہ بنا کر ہم کو پلایا اور رخصت کیا اس وقت نمبردار دیہہ بھی ہمارے ساتھ تھا جس نے بتلایا کہ "یہی مست ہیں جو کسی کو نزدیک نہیں آنے دیتے۔ تمہارے ساتھ تو وہ پنجابی زبان میں اچھی طرح گفتگو کرتے رہے ہیں" میں نے کہا کہ سب کچھ میرے پیرو مرشد قبلہ عالم کا صدقہ ہے۔ چند دن بعد ہمارا کیمپ بارہ حولہ میں پہنچا تو دوسرے روز پنڈت نند لعل" کو اس کے بھائی نے پسرور سے تار بھیج دی کہ "تمہاری ملازمت کا بندوبست پسرور ضلع سیالکوٹ میں ہو گیا ہے اس لئے فوراً" سیالکوٹ پہنچ جاؤ" چنانچہ وہ ملازمت ترک کر کے واپس وطن پہنچ گیا۔ تھوڑے دنوں بعد عملہ کی فہرست آ گئی جس میں مولوی کریم بخش کو جموں میں تبدیل کر دیا گیا اور میرا نام لداخ کی فہرست میں درج تھا جو کشمیر سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ لداخ جانے سے پہلے میں رخصت لے کر گھر پہنچا اور بعد میں حضرت سلطان العصر" کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سب سے پہلے حضرت سلطان العصر" نے فرمایا "محمد عالم کیا ہمارا ایک آدمی غار میں تم کو ملا تھا؟" میں نے عرض کیا کہ "حضور ہاں" اور سارا پیغام زبانی عرض کر دیا جس کے بعد آپ نے عدم اظہار کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ "چونکہ تم نے دور جانا ہے لہٰذا اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لے جانا

اور تین سال کا عرصہ تم کو وہاں رہنا پڑے گا" لیکن میں نے گھر پہنچ کر دور دراز سفر کے خیال سے اہل و عیال کو ہمراہ لے جانا مناسب نہ سمجھا کشمیر پہنچ کر معلوم ہوا کہ افسران بالا تاکید کرتے ہیں کہ سب ملازم اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے جائیں اور جس قدر بھی اخراجات ہوں گے سب سرکاری ہوں گے (تاکہ ملازمین عیال سے دور ہونے کی وجہ سے چھٹیاں نہ مانگیں) پھر مجھے آپ کا ارشاد یاد آ گیا اور دل میں سخت پشیمان ہوا دوبارہ پھر مجھے پنجاب آنا پڑا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

سیفِ نسبتِ اویسی حضرت سلطان العصرؒ کی طبیعت میں درگذر اور معافی دینے کا جذبہ بے نہایت تھا اور عاجزی و فروتنی آپ کا شیوہ تھا لیکن جب کسی بدبخت نے کسی طرح سے بھی آپ کے ارادت مندوں پر زبان طعن دراز کی تو آپ کی زبان سیف نسبت اویسی کے قاہرانہ جلال سے ظاہر ہوئی۔ آپ ہمہ وقت معیت حق میں رہتے تھے اس لئے جلال آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی جلالیت کے بارے میں متعدد واقعات ہیں جن میں ایک واقعہ ایسا ہے جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ جو اللہ کے دوستوں کی تضحیک کرتا ہے اللہ اس کے خلاف جنگ کرتا ہے واقعہ یوں ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ اپنے ایک ارادت مند میاں محمد شاکرؒ کے ساتھ گھوڑیوں پر سوار گاؤں کی طرف جا رہے تھے۔ محمد شاکرؒ بہت جسیم تھے جبکہ حضرت سلطان العصرؒ نحیف البدن تھے لیکن آپ کا رعب و دبدبہ چہرہ اقدس سے نور رب ذوالجلال بن ظاہر ہوتا تھا۔ راستے میں ایک بد عقیدہ زمیندار میاں محمد شاکر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا "بڑا ھٹیا ہویا اے (موٹا مغرور ہو گیا ہے)" حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے ارادت مند کا مضحکہ سنا تو آپ نے فرمایا "تم کو کس نے منع کیا ہے تم بھی موٹے ہو جاؤ" یہ کہہ کر آپ چلے گئے چنانچہ زبان حق ترجمان کا یہ اثر ہوا کہ زمیندار کچھ ہی عرصہ میں اس قدر موٹا ہوتا گیا کہ خود سے خود عاجز آ گیا کچھ عرصہ بعد اسی طرح پھر حضرت سلطان العصرؒ اور میاں محمد شاکر ہمسفر تھے تو وہی زمیندار راستے میں مل گیا اور سابقہ سزا سے نابلد ان دونوں اصحاب کو دیکھ کر پھر طنز کے طور پر کہنے لگا "کہاں چڑھائی ہوئی ہے" حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "ہماری تو چڑھائی کسی جگہ بھی نہیں اب تمہاری چڑھائی کا وقت آیا ہوا ہے" اور یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے۔

گاؤں والوں کا بیان ہے کہ آپ کے چلے جانے کے بعد وہ زمیندار پاگل ہو گیا اور اپنا پیشاب جوتے میں کر کے پینے لگا اور پاخانہ کھانے لگا۔ ایک رات سخت آندھی بارش اور بجلی کی کڑک تھی اور وہ زمیندار کھیتوں میں بھاگ رہا تھا جب صبح ہوئی تو ایک کھیت میں آسمانی بجلی کے گرنے سے ہلاک ہو گیا، جسم جل کر سیاہ ہو چکا تھا۔

استغراق عاشقانہ حضرت سلطان العصرؒ کا استغراق ایسا عاشقانہ تھا کہ بعض اوقات نظام تنفس اور حرکت قلب بھی فنا ہو جاتی چنانچہ اس ضمن میں ایک نادر المثال واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ تقریباً پانچ روز بظاہر فوت ہونے کے بعد پھر عالم حیات ظاہریہ میں آگئے۔ یہ سراسر ایک کرامت ہے جو اذن حق سے آپ سے ظاہر ہوئی کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان العصرؒ کچھ علیل ہو گئے بہت سے اہل ارادت اور حضرت مخدوم العصرؒ آپ کی چارپائی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ گفتگو کرتے کرتے خاموش ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد دوستوں کو شک گزرا دیکھا کہ آپ کا سانس معطل ہو چکا تھا۔ دل کی حرکت اور نبض کی حرکت بھی بند ہو چکی تھی صرف مرکز دماغ میں ذکر اللہ جاری تھا اسی وقت سب افراد خاندان کو اطلاع دی گئی سب لوگ درگاہ معلیٰ میں جمع ہو گئے۔ پانچ گھنٹے گزرنے کے بعد آپ نے چارپائی پر کروٹ بدلی اور فرمایا "کیوں بھائی حقہ چل رہا ہے؟" سب حضرات میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور آپ کے سامنے حقہ پیش کیا گیا۔

آپ نے ایک دو کش لگائے تو حضرت مخدوم العصرؒ نے آپ سے عرض کیا "حضور یہ کیا معاملہ ہے ہم تو سمجھے تھے کہ آپ اس دارفانی سے رحلت کر چکے ہیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا "ایسا ہی تھا۔ فکر مت کرو۔ جب میں نے اس دنیا کو ہمیشہ کے لئے چھوڑنا ہو گا تو تم کو پہلے اطلاع دے دوں گا"

عشق وادب پیر طریقت جب حضرت سلطان العصرؒ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد روضہ شریف کی تعمیر کی گئی اور گنبد بنا دیا گیا تو حضرت مخدوم العصرؒ گھر تشریف لے گئے۔ نصف شب کے وقت ایک زبردست دھماکہ ہوا گویا کسی کا مکان گر گیا ہو۔ حضرت مخدوم العصرؒ اسی وقت اٹھے اور محلہ میں دیکھا تو اہل محلہ سکون سے سو رہے تھے اور نہ ہی محلے کا کوئی مکان گرا تھا۔ آپ ابھی درگاہ معلیٰ جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ دربار شریف سے ایک دوست بھاگتا ہوا حضرت مخدوم العصرؒ کو اطلاع دینے کے لئے گھر آ رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ حضرت سلطان العصرؒ کے روضہ شریف کا گنبد گر گیا ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ اسی وقت دربار شریف پہنچے دیکھا کہ روضہ شریف کی تمام دیواریں صحیح سالم کھڑی ہیں اور گنبد صاف ہی اڑ کر ایک طرف گرا ہوا ہے اور روضہ شریف کے اندر ایک اینٹ بھی نہیں گری۔ آپ حیران ہوئے کہ گنبد کس طرح اڑ کر ایک طرف گر سکتا ہے آخر کار آپ نے حضرت سلطان العصرؒ کی قبر مطہرہ پر مراقبہ کیا اور صورت حال عرض کر دی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "بیٹا میں تمہارا باپ ہوں اور پیر و مرشد بھی اسی طرح غوث العصرؒ حضرت خواجہ محمد عمرؒ میرے باپ بھی ہیں اور پیرو مرشد بھی، جس نظر سے تم مجھے دیکھتے ہو اسی نظر سے میں ان کو دیکھتا ہوں۔ میں یہ کس طرح گوارا کر سکتا ہوں کہ میرا روضہ میرے پیر و مرشد کے روضہ پاک سے اونچا کر دیا جائے" حضرت مخدوم العصرؒ نے عرض کیا کہ حضور وسعت عمارت کے لحاظ سے تو گنبد اتنا ہی اونچا ہو سکتا ہے" حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا "پھر گنبد نہ لگاؤ" حضرت مخدوم العصرؒ نے عرض کیا کہ

"حضور میں عمارت کو ادھورا بھی نہیں چھوڑنا چاہتا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی زندگی میں آپ کے پیر و مرشد کا روضہ آپ سے اونچا کراؤں گا آپ گنبد کو تیار ہونے دیں" چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ نے اجازت دی اور روضہ شریف پر گنبد تعمیر کر دیا گیا۔

حضرت سلطان العصرؒ کے روضہ کی تعمیر کامل ہونے کے کچھ عرصہ بعد حضرت مخدوم العصرؒ نے ۱۹۴۱ء میں غوث العصرؒ حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ کا روضہ شریف اس وعدے کے مطابق اونچا کر دیا اور بعد میں حضرت امیر العصرؒ حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادریؒ کو حکم دیا کہ "بیٹا میں نے اپنے والد ماجد اور پیر و مرشدؒ سے جو وعدہ کیا تھا پورا کر دیا لیکن میری زندگی کے بعد بقایا مرمت وغیرہ تم کرا دینا" چنانچہ حسب الارشاد حضرت امیر العصرؒ نے پہلی بار ۱۹۴۳ء میں اور دوسری بار ۱۹۶۵ء میں بڑے احسن طریق سے کثیر رقم صرف کر کے مرمت کرا دی پہلی بار مرمت کا قطعہ تاریخ حضرت مولانا مولوی غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے چچا حضرت علامہ غلام رسول صاحبؒ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

ز اولادِ نیک است ابنِ صغیر
مرمت کنندہ محمد بشیر

حضرت سلطان العصرؒ نے نسبت اویسی کو جس عاشقانہ و عارفانہ طریق سے مثال بنایا اس کی احسن تصویر حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت میں نئے دور میں واضح ہوئی۔ یہ حضرت سلطان العصرؒ کا عشق عارفانہ ہی تھا کہ جس میں فنا حاصل کر کے حضرت مخدوم العصرؒ کو اعلیٰ مقام اور مسند درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کی جانشینی کی اہم ذمہ داری عطا ہوئی اور آپ نے عاشق کے تخلص سے پنجابی ادب میں شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کی۔ حضرت سلطان العصرؒ کی نسبت اویسی کی عملی و صوفیانہ توجیح و توضیح حضرت مخدوم العصرؒ ہی سے ظاہر ہوئی اور مخلوق خدا نے نعمت معرفت مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تجلیات سے اپنے قلوب کو منور کیا اور روحوں کو تخلق با خلاق اللہ سے مزین کیا۔

حضرت سلطان العصرؒ اور تصرّف و سیادت

سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کو نعمت نسبت اویسی حضرت فخرا غنیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کے توسط سے عطا ہوئی اور عشق رسولؐ میں لافانی مقام حاصل کیا۔ آپ کی عظمت و بزرگی کا تعارف امیر العصر حضرت خواجہ محمدؒ بشیر عباسی قادریؒ "کافہ ابدال" کے لقب سے تذکرہ فرماتے ہیں کیونکہ حضرت سلطان العصرؒ قطب الاقطاب اور مقام غوثیت پر فائز تھے' ابرار و اخیار آپ کے حاشیہ نشینوں میں تھے اور اوتاد و ابدال امور فرائض میں آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلطان العصرؒ کو بہ وسیلہ سرور کائنات نبی مختار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عناصر تخلیق کا شاہد العارف بنایا اور جس آذان سے آپ نے زندگی پر تکبیر الٰہی کو جاری فرمایا وہ آذان حضرت فخرا غنیاءؒ کی آذان تھی جس کے زیر و بم میں نعمت سخاوت معرفت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اور جس والد حق رسید نے آپ کی تربیت کی وہ غوث العصرؒ سراپا مصحف راز مصطفیٰؐ تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ابتدائے عمر ہی سے ولایت و نیابت کے اسرار و رموز کو ظاہر کرنا شروع کر دیا اور جلالیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کا تقاضا تھی چنانچہ حضرت فخرا غنیاءؒ کا یہ ارشاد آپ کی سیرت کے استقبال و فردا کا کشاف ثابت ہوا کہ "محمد عمر اسے کچھ مت کہو' یہ میدان فقر میں تجھ سے پیچھے نہیں رہے گا بلکہ تخت ولایت پر سلطان العصر بن کر حکومت کرے گا۔"

حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے انس و جن کے علاوہ چرند پرند درند اور دیگر مخلوقات پر

ایسا تصرف و سیادت عطا فرمایا تھا کہ آپ کی کرامات سے نسبت اویسی اور قرب دربار نبویؐ کی شہادت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو انسانوں کے لئے بھی رہنما اور یداللہ پیدا فرمایا ہے اور حیوانات پر بھی مشفق اور خدا ترسی کی حجت کی طرح ظاہر کیا ہے۔ درحقیقت اولیاء اللہ کا تصرف وسیادت حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے معجزات کا ہی ایک تسلسل ہے کیونکہ اللہ کے ولی کی کرامت محض حجت نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے انبیاؑ کے انعام و غلبہ کی دلیل ہوتی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ نبی دعویٰ نبوت کے ساتھ معجزے دکھاتا ہے اور ولی کے خرق و عادات میں دعویٰ نبوت شامل نہیں ہوتا بلکہ ولی کی کرامت سے اس کے نبیؐ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ولی کی کرامت نبی کے اعجاز کا عین ہوتی ہے اور مومن کے لئے ولی کی کرامت دیکھنا، نبی کی صداقت پر زیادہ مہر یقین ثبت کرنا ہے"۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی کرامت فیضان نبوت کی توسیع ہے جس سے ولی کا اپنے نبیؐ سے قرب اور بارگاہ حق میں قبولیت کا اظہار ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامات اور تصرفات کا انکار کرنے والے درحقیقت نبیؐ کے معجزات کے منکر ہوتے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ کا تصرف و سیادت محض نہیں ہوتا بلکہ اولیاء اللہ اپنے نبیؐ کے توسط سے فنافی اللہ اور بقاباللہ کے مقام ارفع تک رسائی حاصل کر کے مقصد تخلیق انسانی کو مکمل کرتے ہیں اور درحقیقت یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے دم قدم سے اللہ کے فضل العظیم نے دیگر خطا کار مخلوق پر بھی اپنی نوازشات کے دروازے بند نہیں کئے کیونکہ اللہ خود دوستدار ہے اور اپنے دوستوں کی دعاؤں کو ہر لحظہ قبول کرنے والا اور اپنے دوستوں کے ذریعے اپنے جلال و جمال کا اظہار فرمانے والا ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے پنجابی اشعار میں کچھ ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا حاصل کر کے حضرت بایزید بسطامیؒ نے سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ لگایا اور منصور حلاجؒ کے سر نے سولی پر انا الحق کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بقا حاصل کرنے کے بعد ہی غوث الاعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ میرا قدم تمام اولیاء کے کندھوں پر ہے۔ اے عاشق ذات حق میں بقا حاصل کر کے ہی شاہ شمس تبریزؒ نے قم باذنی کہہ کر مردے کو زندہ کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بقا حاصل کرنے والے ہی نازش خلائق ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ پیدا کیا ہے اور تمام موجودات پر انسان کو فضیلت عطا فرمائی ہے لیکن جب انسان خود آگاہ ہوتا ہے تو اسی وقت وہ خلیفہ الارض کے زمرے میں شامل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو عظمت انسانیت پر فائز نہیں ہوتے ان کو اللہ تعالیٰ جانوروں سے بھی بدتر قرار دیتا ہے۔

کل موجودات کی تخلیق کے باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب احسن ہی سے انسان

شرف انسانیت سے مشرف ہوتا ہے اور وہ خوش نصیب جو حضورؐ کے منتخب ہوں ان کا موجودات پر غالب و حاکم ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر صاحب کرامت ہی پیدا کیا ہے لیکن انسان اکثر اوقات اپنے شرف و بزرگی کے معیار پر پورا نہیں اترتا چنانچہ حضورؐ کے مقرب اولیاء اللہ ہی شرف حصول معراج انسانیت کا واحد وسیلہ ہیں کہ یہ نفوس قدسیہ حضورؐ کی سنت کریمانہ کے قدم بقدم اولیاء اللہ لوگوں کا تزکیہ نفس کرتے ہیں اور نور قرآن سے ان کو سیرت قرآن تک رسائی عطا فرماتے ہیں۔

حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ طریقت کے فروغ کی خاطر پیدا کیا تھا جس کو حضرت فخرا نحیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے انوار مصطفیٰؐ اور تجلیات خداوندی براہ راست حضورؐ کے فیضان زیارت و ملاقات بعالم بیداری کے باعث برصغیر میں جاری فرمایا اور درحقیقت ان اولیاء اللہ کی عظمت و بزرگی سلسلہ قادریہ کے اس ازلی سعادت و سیادت و تصرف کا ایک ایسا تسلسل ثابت ہوئی کہ جس کا آغاز حضرت غوث الاعظمؓ نے بارگاہ حق اور دربار مصطفیٰؐ میں قبولیت تامہ سے کچھ اس طرح فرمایا کہ آپ کا قدم تا قیامت اولیاء اللہ کی گردنوں پر قائم ہو گیا۔ حضرت سلطان العصرؒ کا تصرف حجر شجر اور چرند پرند پر قائم ہونا آپ کی نسبت اویسی و سلطانی طریقت کی گواہی اور برصغیر میں فروغ معرفت کا قابل قدر ستون ثابت ہونا' برصغیر میں سلسلہ قادریہ کی تاقیامت سیادت و قیادت اور تصرف روحانیہ کی بشارت ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے وہ شان و عظمت اور سیادت و تصرف عطا فرمایا جس کے بارے میں حضرت مخدوم العصرؒ اپنے پنجابی اشعار میں اس طرح کے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں اور کس خوبصورتی و بلاغت سے شان تصرف کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

"اے ہدہدو (محققو) بلبلو (عاشقو) قمریو (طالبو) تم اپنی اپنی لگن اور اپنا اپنا عشق اچھی طرح جانتے ہو' آج میرے پیارے مرشد پیر قادری عارف باللہ حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ کے عشق باکمال کی ایک جھلک دیکھو' اگر میں اس کے نام کو دیوار پر لکھوں تو اس کے نام کی وجہ سے پتھر سے بھی روشنی پھوٹنے لگے اور اس کا نام شعلہ نور کی طرح تم دمکتا ہوا دیکھو' اس کا نام لکھنا آسان نہیں ہے' اس کے اوصاف بیان کرنا ایسے قلم کا کام نہیں جسے آگ جلا سکتی ہو' بے ادب اس کا نام نہیں لکھ سکتے۔ وہ سراپا حاصل عشق اور کلیم عصر ہے۔ اے عاشق' عشق وہ آگ ہے جو ماسواء اللہ کو خاک کر دیتی ہے۔"

یہ سعادت ازلی' عشق الٰہی اور محبت رسولؐ کا اعجاز ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ کی سیادت اور آپ کا تصرف کائنات کے عناصر میں جاری و ساری رہا اور عظمت عشاق رسولؐ کی حقیقی تصویر اہل دنیا و اہل طریق کو دیکھنے کو ملی۔ ایسا جلال و جمال کہ ذات حق میں باقی اور مشاہدہ حق میں قائم چنانچہ

شرف انسانیت سے مشرف ہوتا ہے اور وہ خوش نصیب جو حضورؐ کے منتخب ہوں ان کا موجودات پر غالب و حاکم ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر صاحب کرامت ہی پیدا کیا ہے لیکن انسان اکثر اوقات اپنے شرف و بزرگی کے معیار پر پورا نہیں اترتا چنانچہ حضورؐ کے مقرب اولیاء اللہ ہی شرف حصول معراج انسانیت کا واحد وسیلہ ہیں کہ یہ نفوس قدسیہ حضورؐ کی سنت کریمانہ کے قدم بقدم اولیاء اللہ لوگوں کا تزکیہ نفس کرتے ہیں اور نور قرآن سے ان کو سیرت قرآن تک رسائی عطا فرماتے ہیں۔

حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ طریقت کے فروغ کی خاطر پیدا کیا تھا جس کو حضرت فخر احیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے انوار مصطفیؐ اور تجلیات خداوندی براہ راست حضورؐ کے فیضان زیارت و ملاقات بعالم بیداری کے باعث برصغیر میں جاری فرمایا اور درحقیقت ان اولیاء اللہ کی عظمت و بزرگی سلسلہ قادریہ کے اس ازلی سعادت و سیادت و تصرف کا ایک ایسا تسلسل ثابت ہوئی کہ جس کا آغاز حضرت غوث الاعظمؓ نے بارگاہ حق اور دربار مصطفیؐ میں قبولیت تامہ سے کچھ اس طرح فرمایا کہ آپ کا قدم تاقیامت اولیاء اللہ کی گردنوں پر قائم ہو گیا۔ حضرت سلطان العصرؒ کا تصرف حجر شجر اور چرند پرند پر قائم ہونا آپ کی نسبت اویسی و سلطانی طریقت کی گواہی اور برصغیر میں فروغ معرفت کا قابل قدر ستون ثابت ہونا' برصغیر میں سلسلہ قادریہ کی تاقیامت سیادت و قیادت اور تصرف روحانیہ کی بشارت ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے وہ شان و عظمت اور سیادت و تصرف عطا فرمایا جس کے بارے میں حضرت مخدوم العصرؒ اپنے پنجابی اشعار میں اس طرح کے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں اور کس خوبصورتی و بلاغت سے شان تصرف کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

"اے ہدہدو (محققو) بلبلو (عاشقو) قمریو (طالبو) تم اپنی اپنی لگن اور اپنا اپنا عشق اچھی طرح جانتے ہو' آج میرے پیارے مرشد پیر قادری عارف باللہ حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ کے عشق باکمال کی ایک جھلک دیکھو' اگر میں اس کے نام کو دیوار پر لکھوں تو اس کے نام کی وجہ سے پتھر سے بھی روشنی پھوٹنے لگے اور اس کا نام شعلہ نور کی طرح تم دمکتا ہوا دیکھو' اس کا نام لکھنا آسان نہیں ہے' اس کے اوصاف بیان کرنا ایسے قلم کا کام نہیں جسے آگ جلا سکتی ہو' بے ادب اس کا نام نہیں لکھ سکتے۔ وہ سراپا حاصل عشق اور کلیم عصر ہے۔ اے عاشق' عشق وہ آگ ہے جو ماسواء اللہ کو خاک کر دیتی ہے۔"

یہ سعادت ازلی' عشق الٰہی اور محبت رسولؐ کا اعجاز ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ کی سیادت اور آپ کا تصرف کائنات کے عناصر میں جاری و ساری رہا اور عظمت عشاق رسولؐ کی حقیقی تصویر اہل دنیا و اہل طریق کو دیکھنے کو ملی۔ ایسا جلال و جمال کہ ذات حق میں باقی اور مشاہدہ حق میں قائم چنانچہ

جو نہایت تقویٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے تو موجودات خو بخود بہ اذن الٰہی جھک جاتی ہے اور نزدیک و دور سے طلبگاران راہ حق امڈ آتے ہیں۔ حضرت سلطان العصرؒ کے دور خلافت میں شاید ہی برصغیر کے علاقے کا کوئی گوشہ ہو جہاں سے طالبین حق نہ پہنچے ہوں اور فیض یاب نہ ہوئے ہوں۔ حضرت سلطان العصرؒ اپنے پیران طریقت حضرت فخرا خیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کی طرح شہرت و گمنامی سے بے نیاز اور جلال حق میں سرمست تھے۔ آپ سے فیض حاصل کرنے والوں پر بھی یہی رنگ چڑھا کہ صبغتہ اللہ کو شہرت و گمنامی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اللہ کے عاشق قبائے حق میں روپوش ہوتے ہیں البتہ جس کا نام اللہ تعالیٰ خود سمندر کے طوفان کی موج کی طرح اچھالے اسی کو مخلوق جانتی ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ اپنی پنجابی تصنیف لطیف "گنج عرفاں" میں حضرت سلطان العصرؒ کی شان میں اپنے پنجابی اشعار میں کیا خوب انداز سے گوہر فشاں ہیں' اشعار کا مفہوم اس طرح ہے کہ "میرا پیر قادریؒ اللہ کا سایہ ہے۔ اس نے مجھے اسرار و رموز حق عطا فرمائے ہیں۔ اس کے چشمہ فیض کو جاری و ساری دیکھ کر مخلوق چاروں طرف سے گروہ در گروہ چلی آتی ہے بارگاہ ولایت میں جو تلاش حق کا جذبہ لے کر آ گئے وہ سب کے سب جام زلال معرفت پی کر واصل ہو گئے اور حق تعالیٰ کی معرفت سے مشرف ہوئے عاشق کے پیر قادری کا اسم گرامی حضرت محمد عبداللہ عباسی قادریؒ ہے جس نے میرا تزکیہ کیا اور نور حق کا محرم بنا دیا۔ میرا پیر قادری غوث العصر خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ کا لاڈلا بیٹا ہے حضرت خواجہ محمد عمرؒ عدل فاروقی کے مظہر ہیں اور آپ کی شان عالیشان ہے۔ حضرت محمد خواجہ عمرؒ اپنے مرشد اور بڑے بھائی فخرا خیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادریؒ کے فیضان کے جام عطا فرماتے ہیں۔ اے عاشق' فخرا خیاءؒ وہی حضرت سخی احمد یارؒ ہیں جنہوں نے عشق رسولؐ میں وہ مقام حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاشق کی تسکین کے لئے دریائے چناب پر یاد کیا اور حضرت سخی احمد یارؒ نے نسبت اویسی حاصل کی اور بیداری میں مظہر ذات خدا نبی کریمؐ کا دیدار کیا اور تجلیات ربانی کے مخزن بن گئے۔"

حضرت سلطان العصرؒ کی سیادت و تصرف یوں تو آپ کی سیرت کے ہر ایک واقعے سے ظاہر ہے' یہاں چند ایسے واقعات کو نقل کیا جاتا ہے جن سے موجودات پر آپ کے تصرف اور آفاقی سیادت کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تسخیر کائنات اگرچہ فقیری کی انتہا نہیں کیونکہ انتہا عشق رسولؐ ہی ہے جس سے تجلیات حق تک رسائی ہے البتہ تسخیر کائنات فقر کی اہم صفات میں شامل ہے کہ نیابت و ولایت جب غوثیت کے مرتبہ میں ہوتی ہے تو سلطانی عصر کی حیثیت رکھتی ہے۔ درج ذیل واقعات کو امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف سیرت الفقراء کے حصہ سوم سے اخذ کیا گیا ہے۔

بے زبانوں کے نگہبان اہلِ فقر اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا خالق و نگہبان حقیقی ہے

جس طرح اس نے ارض و سماء کے انتظامات جلیل القدر فرشتوں کے سپرد کئے ہیں اسی طرح زمین پر اس نے اپنے مقربین پر کچھ ذمہ داریاں عائد فرمائی ہیں جو درجہ بدرجہ ہیں۔ غوث کا مقام یہ ہے کہ تمام اخیار ابرار اوتاد و ابدال اس کی سرکردگی میں فرائض انجام دیتے ہیں اور غوث یا قطب اپنی ذمہ داریوں میں صرف انسانی زندگی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ جمیع مخلوقات اس سے اپنی فریاد کر کے مشکلات سے نجات حاصل کرتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مخلوقات پر احسان ہے کہ اس نے انسانوں میں ایسے جلیل القدر لوگ ہر دور میں پیدا کئے ہیں جو غوث اور قطب کے درجے پر فائز ہونے کی وجہ سے بے زبانوں کی زبان بن جاتے ہیں اور ان کی نگہبانی فرماتے ہیں۔

جب تک نبوت تمام نہیں ہو گئی یہ مقام و مرتبہ اکثر اوقات صرف انبیاءؑ کے حصے میں آتا تھا اور ظاہر ہے کہ نبی ' نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ولی بھی ہوتا ہے قطبیت و غوثیت درجات ولایت میں سے ہے اس کی واضح شہادت قرآن حکیم کی سورۃ نمل میں موجود ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں چیونٹوں کی ایک قطار گزر رہی تھی جس کی قیادت ایک مادہ چیونٹی کر رہی تھی جب اس چیونٹی نے لشکر سلیمانیؑ آتا دیکھا تو خدشہ ظاہر کیا کہ کہیں لشکر سلیمانیؑ ان کو کچل نہ دے' یہ آواز حضرت سلیمانؑ نے سنی تو اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا تاکہ چونٹیاں گذر جائیں۔ اسی طرح کے دیگر واقعات زمین پر انسان کی نیابت حق کی وضاحت کرتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے تو اس شرف میں رحمدلی اور مخلوقات کے ساتھ کریمانہ سلوک ایک تقاضائے فطرت کائنات ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ارحم ہے۔ وہ اپنی مخلوق کے لئے سختی نہیں چاہتا بلکہ وہ تو ناپسندیدہ لوگوں اور کافروں سے اس لہجے میں بھی خطاب کرتا ہے کہ "اللہ کیا کرے گا تم کو دوزخ میں ڈال کر اگر تم اطاعت کرو" مخلوق کو عذاب دینا اللہ کی ضد نہیں جسے وہ ہر حال میں پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ خالق ہے۔ یہ انسان ہی ہے جو اپنی جانوں پر ظلم کر کے میزان میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور تقدیر کے شکنجے میں اپنے آپ کو مقید کر لیتے ہیں چنانچہ اللہ کے انتخاب کردہ باسعادت نفوس قدسیہ اللہ کے اخلاق پر قائم ہوتے ہیں ان میں رحمدلی' عفو و درگزر اور محبت بے نہایت کا جذبہ موجود ہوتا ہے جب یہ مقام فطرت انسانی اپنی انتہائی بلندیوں کی طرف راجع ہوتا ہے تو نظام تکوین کا انتخاب تقدیر کی میزان بن جاتا ہے اور درجہ بدرجہ اخیار' ابرار' اوتاد' ابدال کا مقام اہل فقر کو حاصل ہوتا ہے اور سلطان العصرؒ وقت کا قطب ہوتا ہے جو مقام غوثیت ہے۔ سبحان اللہ کہ حضرت فخر انبیاءؐ نے بعالم بیداری زیارت رسولؐ میں کامیاب ہو کر فیضان حقانی کو اس شان و عظمت کے ساتھ جاری فرمایا کہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے تمام جانشین حضرت سلطان العصرؒ' حضرت مخدوم العصرؒ اور حضرت امیر العصرؒ اپنے اپنے عرصہ سجادگی میں مقام غوثیت پر فائز المرام رہے ہیں۔ ان بزرگان دین نے

تقویٰ و گمنامی کو صرف پسند ہی نہیں کیا بلکہ علائق سے علیحدگی کو اور عدم شہرت و نمود و نمائش کو حقیقت زہد و ورع کی حیثیت میں طریقت قادریہ اور نسبت اویسہ کی جملہ ترجیحات کے ساتھ اہل فقر کی حجت کے طور پر پیش کیا ہے۔ معیار حق پرستی کیا خوب ہے کہ درگاہ قادریہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے قیام کو ڈیڑھ صدی سے زائد عرصہ ہونے کو آیا لیکن کبھی اعراس کے اشتہار بھی شائع نہیں ہوئے۔ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے مشائخ عظامؒ نے حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ کے سند الطریق کی کامل پاسداری کی احسن مثال پیش کی ہے۔

دونوں جہان چیز ہیں کیا نگہِ عشق میں
یہ ربِ ذوالجلال کا جلوہ ہے دیکھئے
کیونکر بیان وصفِ مشائخ ہو دوستو
مردانِ قادریؒ ہیں یہ بس اتنا سوچئے

حضرت سلطان العصرؒ کی تکبیر جس طرح انسانوں پر آویزاں تھی اسی طرح چرند پرند درند بھی آپ کو اپنا نگہبان اور والی تصور کرتے تھے اسی ضمن میں ایک واقعہ میاں غلام محمدؒ (سکھو کی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ) سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت سلطان العصرؒ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں جلوہ افروز مریدین وسالکین سے رموز طریقت کے بارے میں گوہر فشاں تھے کہ ایک پرند لالی حیران و پریشان قریبی درخت کی شاخ پر بیٹھ گئی اور زور زور سے چہچہانا شروع کیا۔ آپ کی توجہ اس طرف منعطف ہوئی اور آپ نے اس کی فریاد سن کر ارشاد فرمایا "میرے نزدیک آکر بتاؤ کیا بات ہے"۔ چنانچہ لالی اڑ کر آپ کے روبرو بیٹھ گئی اور حواس باساختہ زور زور سے کچھ کہنے لگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا "اچھا' تم جاؤ میں صبح ضرور آجاؤں گا۔" وہ لالی اڑ گئی اور آپ نے سلسلہ گفتگو وہیں سے شروع کیا جہاں سے منقطع ہوا تھا۔ بعد ازاں حاضرین نے عرض کیا "حضور وہ پرندہ آپ سے کیا باتیں کر رہا تھا اور آپ نے اس کو آنے کا وعدہ بھی دیا ہے" آپ نے ارشاد فرمایا "یہ پرندہ ایک فریادی کی حیثیت سے آیا تھا اور کہہ رہا تھا کہ "موضع کوٹ بلا میں ایک زمیندار نے اپنے کنویں کا ایک درخت بیس روپے میں ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور صبح خریدار نے درخت کاٹنا ہے۔ اس درخت پر میرے بے بال و پر چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو اڑ کر دوسری جگہ جانے کے قابل نہیں ہیں آپ مہربانی کر کے میرے بچوں پر رحم کرتے ہوئے ان لوگوں کو یہ فرما دیجئے کہ اس وقت تک درخت نہ کاٹیں جب تک میرے بچے اڑنے کے قابل نہ ہو جائیں" تو میں نے اس سے آنے کا وعدہ کر لیا۔"

دوسرے روز نماز فجر کی ادائیگی کے فوراً بعد آپ نے فرمایا کہ "بھائی میں کل والا وعدہ پورا کرنے جا رہا ہوں اگر کوئی شخص میرے ساتھ جانا چاہتا ہے تو خوشی سے اجازت ہے" چنانچہ تین چار

احباب طریقت آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ آپ سیدھے اس زمیندار کے کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اس درخت کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے۔ زمیندار بھی کنویں پر آیا اور آپ کو درخت کے نیچے کھڑے ہوئے دیکھ کر آگے بڑھا اور نہایت مودبانہ سلام عرض کیا اور آپ کے بیٹھنے کے لئے جھٹ چارپائی اٹھا لایا۔ پھر اس نے آپ کی تشریف آوری کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم کو کسی فریادی کی فریاد سنانے آیا ہوں۔ اسی اثناء میں خریدار بھی درخت کاٹنے کے لئے کلہاڑا وغیرہ لے کر پہنچ گیا اور آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے پرندے کے درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں فریاد کرنے کا سارا واقعہ ان کے گوش گزارا اور اپنی جیب سے بیس روپے نکال کر خریدار کو فرمانے لگے "یہ بیس روپے جو کہ تم نے زمیندار کو دیئے تھے اپنے پاس میری امانت رکھ لو تاکہ تمہارے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ زمیندار کو تو میں نے رقم دے دی ہے ہو سکتا ہے وہ نہ دے' ایک ماہ کے بعد میری رقم مجھے واپس دے دینا اور درخت کاٹ لینا۔" لیکن زمیندار اور خریدار دونوں ہی اس بات پر رضا مند ہو گئے اور روپے لینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت بھی وہ پرند لالی آپ کے قدموں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت سلطان العصرؒ اور احباب طریقت وہاں سے رخصت ہوئے اور لالی اڑ کر درخت پر جا بیٹھی۔

سبحان اللہ' اللہ تعالیٰ نے اپنی بے زبان مخلوقات کے لئے انبیاءؑ اور اولیاءؒ کو یہ اذن عطا فرمایا کہ وہ بے زبانوں کی زبان بن جائیں اور ان کو دکھ اور اذیت سے نجات دلائیں۔ یہ نفوس قدسیہ جو بے زبانوں کی مشکلات کو بھی حل فرماتے ہیں اگر ان کی خاطر خواہ تابعداری انسانوں کو میسر آ جائے تو انسانوں کو کیا کیا بلند مراتب نصیب نہ ہوں؟ جن معاشروں میں انسانوں کی فریاد انسان نہیں سنتے ایسے معاشروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو فراموش نہیں کیا اور ارحم الرحمین ہونے کا جلوہ ہر عہد میں دکھایا ہے اور یہ جلوے اس کے مقرب بندوں اور فرشتوں کے ذریعے ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

جان و دل سے دوستو بیدار ہونا چاہئے
رازِ حق کے واسطے ہشیار ہونا چاہئے
وَہُوَ مَعَکُم سرائے آرزو میں بیٹھ کر
شہرِ کُن فیکون میں اظہار ہونا چاہئے
دیکھ الانسانُ سِرّی اور حق ہے سِرُّہٗ
حق ہی حق ہے صاحبِ اسرار ہونا چاہئے

کرد ظاہر صورتِ خود جابجا ملک امام الدینؒ اور ملک اللہ رکھا دونوں بھائی جبل پور میں کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور ہندو لوگ اکثر ان سے ادھار کپڑا خریدتے تھے اور پیسوں کی

وصولی کے لئے انہیں اکثر ہندوؤں کے گاؤں میں جانا پڑتا تھا چنانچہ ایک روز ملک امام الدینؒ وصولی کے لئے کسی گاؤں کی طرف گئے جو چار پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔ راستے میں ایک گھنا جنگل تھا اور جنگل میں سے صرف ایک تنگ پگڈنڈی اس گاؤں کی طرف جاتی تھی۔ اور اردگرد کی گھنی جھاڑیوں میں گھری ہوئی تھی جب نصف راستے میں پہنچے تو ملک صاحبؒ کو سامنے سے ایک خونخوار شیر آتا دکھائی دیا۔ شیر کو دیکھ کر ملک صاحبؒ سخت گھبرا گئے اور اپنی موت آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگی۔ نہ بھاگنے کی ہمت رہی نہ راستہ ہی ایسا تھا کہ جان بچانا آسان ہوتا۔ شیر بدستور بڑھتا ہی آ رہا تھا اور اس سے قبل کہ شیر ان پر حملہ آور ہوتا ملک صاحبؒ نے پیرو مرشد حضرت سلطان العصرؒ کی طرف توجہ کی اور فریاد کی کہ "دنیا میں آپ کے سوا اب کوئی میری مدد نہیں کر سکتا آپ کا غلام بے سرو سامانی کی حالت میں لقمہ اجل ہونے کو ہے خدارا میری مدد فرمایئے" بس اسقدر کہنا تھا کہ اسی وقت حضرت سلطان العصرؒ تشریف لے آئے اور ملک امام الدینؒ کو گلے لگا لیا اور شیر کو انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ "یہ راستہ انسانوں کے چلنے کے لئے بنا ہوا ہے اور یہ میرا غلام ہے اسی وقت جنگل کی طرف چلا جا" حضرت سلطان العصرؒ کا حکم سنتے ہی شیر نے راستہ چھوڑ دیا اور جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ پھر آپ نے امام الدینؒ سے فرمایا کہ "اب تو جہاں جانا چاہتا ہے بے خوف و خطر چلا جا" یہ کہہ کر آپ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

ملک امام الدینؒ اللہ کا شکر کرتا ہوا اسی گاؤں کی طرف چلا گیا اور شام کے قریب اس ہندو کے گھر پہنچ گیا اور وہاں سے کام ختم کر کے جبل پور آ گیا اور اپنے بھائی کو شیر کے حملے اور حضرت سلطان العصرؒ کے تشریف لانے کے واقعے اور پھر آپ کے غائب ہونے کا تمام احوال بیان کیا اور بعد ازاں زیارت مرشد کے لئے پنجاب کی طرف عازم سفر ہوا تاکہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں حاضری دے۔ جب ملک صاحبؒ گوجرانوالہ پہنچے تو دربار شریف کے بیرونی دروازے پر حضرت سلطان العصرؒ کو دیکھا۔ فوراً ملک صاحبؒ نے سامان زمین پر رکھا اور قدم بوس ہوا اور سلام عرض کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا "امام الدین تم آ گئے ہو' اچھا' کمرے میں جا کر سامان وغیرہ رکھو میں بھی آ جاتا ہوں"۔ جب ملک صاحبؒ کمرے کے اندر سامان لے کر داخل ہوئے تو حضرت سلطان العصرؒ کو کمرے میں مسند پر جلوہ افروز دیکھا۔ ملک صاحبؒ نے دوبارہ سلام عرض کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا "امام الدین آ گیا ہے' اچھا' سامان رکھ کر باہر چلو میں بھی آ جاتا ہوں" جب حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ملک صاحب باہر گئے تو حضرت سلطان العصرؒ کو حضرت غوث العصرؒ کے روضہ اقدس کے باہر تشریف فرما دیکھا۔ ملک صاحب وہاں تیسری مرتبہ پھر قدم بوس ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے پھر ارشاد فرمایا "امام الدین آ گئے ہو اچھا بیٹھ جاؤ"۔

ملک صاحبؒ کے دل و دماغ پر آپ کے حاضر ناظر اور ظاہر باطن موجودگی کا ایسا اثر ہوا کہ بے ساختہ ان کی زبان سے حضرت سلطان العصرؒ کی بابت بار بار یہ الفاظ نکلنے شروع ہو گئے کہ "آپ خدا ہیں آپ خدا ہیں" حضرت سلطان العصرؒ نے بار بار اس کو ایسا کہنے سے منع کیا اور فرمایا "میں تو خدا کا ایک بندہ ہوں خدا نہیں ہوں ایسی بات منہ سے ہرگز نہ نکالو"۔ لیکن ملک امام الدین ہوش و حواس سے بے گانہ بار بار اپنی بات دہرائے جا رہا تھا۔ چالیس روز تک اس کی یہی حالت تھی کہ اس کو سلطان العصرؒ کے حکم سے ببول کے درخت سے باندھ دیا گیا تھا اور ہر روز خدام اس کو لوہے کی زنجیر سے پیٹتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسی بات منہ سے نہ نکالو لیکن وہ اپنی بات دہراتا رہتا تھا۔

آخر کار حضرت سلطان العصرؒ نے اس کو درخت سے کھول کر اپنے جانشین اور لخت جگر حضرت مخدوم العصرؒ کے سپرد کیا اور ارشاد فرمایا "بیٹا میں نے شریعت کی حد پوری کر دی ہے اب میں اس کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اب اس کی تربیت تمہارے ذمے ہے" چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ کی شفقت و عنایت سے آہستہ آہستہ اس کی عقل ٹھکانے آگئی اور وہ اس حقیقت کو سمجھنے میں کامیاب ہوا کہ وہ جب جنگل میں شیر کو دیکھ کر بدحواس ہو گیا تھا اور حضرت سلطان العصرؒ کو اپنے سے الگ اور غائب جان کر مائل بہ استغاثہ ہوا تھا اس وقت بھی اس کو بدحواس ہونے کی بجائے اور استغاثے میں گڑ گڑانے کی بجائے اپنے پیر و مرشد کو اپنے ساتھ سمجھنا چاہئے تھا اور ہمت کر کے خود شیر سے اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان العصرؒ کا نام لے کر راستہ چھوڑنے کے لئے کہنا چاہئے تھا اگر وہ ایسا کرتا تو شیر راستہ چھوڑ دیتا۔ چنانچہ جب وہ درگاہ معلیٰ حاضر ہوا تو حضرت سلطان العصرؒ کی خرق عادت سے اس نے آپ کو ہر طرف دیکھا تو اس سے مراد بھی اس کی تربیت تھی کہ مرشد کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنا چاہئے جبکہ وہ بار بار اس طرح سلام عرض کرتا گویا ابھی ملاقات کی ہے چنانچہ ہر بار حضرت سلطان العصرؒ شفقت فرماتے ہوئے اشارتاً کہہ دیتے تھے کہ "اچھا تم آ گئے ہو؟ سامان (پریشانی) رکھو میں (سمجھ میں) آتا ہوں"۔

نباض عناصر حضرت سلطان العصرؒ عناصر وجود کے ایسے احسن نباض تھے کہ مرئی و غیر مرئی مخلوقات کے بارے میں ٹھیک علم رکھتے تھے اگرچہ اس موضوع پر آپ سے منقول کوئی گفتگو نہیں ہے جس سے ان اسرار و رموز کو پیش کیا جا سکے جو ان کے حیطہ فکر و نظر پر واضح ہوئے البتہ کچھ واقعات جو کرامات کے ذیل میں منقول ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے جمیع مخلوقات پر شاہد و ناطق بنایا تھا اور یہ مقام و مرتبہ سربرسر مسند غوث العصرؒ کا تو یعنی منصب تھا۔ حضرت سلطان العصرؒ کی محفل میں انسانوں کے علاوہ ملائکہ و جنات بھی آتے تھے لیکن کسی کو حدود سے متجاوز کبھی نہ دیکھا گیا۔ نہ کسی جن اور پری زاد کو ایسی جرات ہوئی کہ وہ انسانوں کے تعجب و عجب کا باعث بنے لیکن جب آپ دیگر علاقوں میں جاتے تو آپ غیر مرئی مخلوقات کے ساتھ

بھی قدرے تحکمانہ انداز سے مخاطب ہوتے تھے اور بڑے بڑے قوی ہیکل جنات آپ کی روحانی قوت کے سامنے لرزہ بر اندام رہتے تھے اور جب آپ کسی کو ڈانٹتے تو کسی جن یا پری ذات کو جواب دینے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ اکثر موسم سرما میں سیالکوٹ جاتے۔ تو انہی دنوں مریدوں کی دعوت پر ریاست جموں بھی تشریف لے جاتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ اور آپ کے مریدین توی نالہ کے قریب محفل آراء تھے کہ چند دوستوں نے سردی کی شدت کی شکایت کی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی لکڑی وغیرہ تلاش کر کے جلاؤ تاکہ تمہاری شکایت دور ہو جائے لیکن باوجود کوشش کے کوئی لکڑی نہ مل سکی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یہاں سے کچھ فاصلے پر مدھانی شاہ صاحبؒ کا مزار ہے اور لوگ وہاں مدھانیوں کا چڑھاوا پیش کرتے ہیں وہاں سے چند مدھانیاں لا کر جلا لو"۔ چنانچہ دو دوست جب وہاں پہنچے اور مدھانیوں کو اتارنا چاہا تو ایک نہایت ڈراؤنی آواز آئی "خبردار ان کو ہاتھ مت لگاؤ" دونوں دوست ڈر گئے اور بھاگتے ہوئے حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا آپ نے دو اور آدمیوں کو بھیجا وہ بھی اسی طرح واپس آ گئے اور عرض کیا "حضور! قبر والا تو ہاتھ نہیں لگانے دیتا" آپ نے فرمایا "اچھا چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں" جب وہاں پہنچے اور دوستوں نے مدھانیوں کو ہاتھ لگایا تو پہلے والی آواز پھر پیدا ہوئی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے غصے سے جواب دیا کہ "تم نے اتنی مدھانیاں کیا کرنی ہیں؟" آپ نے دوستوں کو مدھانیاں اتارنے کا حکم دیا اور انہوں نے حسب ضرورت مدھانیاں اتار لیں اور پڑاؤ کی جانب چل دیئے۔ راستے میں دوستوں نے حیرانگی سے سوال کیا کہ "صاحب قبر کتنا کمال کا آدمی ہے جو اپنے سامان کی خود حفاظت کرتا ہے۔" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ صاحب قبر جنات کا عامل تھا اور مرتے وقت جن کو آزاد نہیں کر سکا اور وہ جن اس کی قبر پر پہرہ دیتا ہے۔ یہ آواز صاحب قبر کی نہیں تھی بلکہ جن کی آواز تھی۔"

حضرت سلطان العصرؒ نے نباض عناصر وجود ہونے کی وجہ سے ساتھیوں کو یہ خبر دی کہ یہ آواز انسان کی نہیں بلکہ جن کی ہے سبحان اللہ جس طرح آپ کا تحکمانہ انداز دیگر عناصر وجود پر جاری تھا ایسے ہی گروہ جنات میں بھی آپ کی سلطانی مشہور تھی۔

ارادۂ تعمیل حکم کی برکت حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے مریدین کی تربیت اس اعلیٰ انداز اور رموز طریقت کے شعار حسنہ کے ساتھ کی تھی کہ پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی خواہ حالات تعمیل حکم کی سامنے سد راہ ہی کیوں نہ ہوں مریدین اپنی پوری کوشش سے آپ کے ہر حکم کے تعمیل کو جزو ایمان سمجھتے تھے اور اس امر کو درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے کہ حکم کی تعمیل اسباب و علل سے مطابقت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ حضرت سلطان العصرؒ جب کسی مرید کو حکم

دیتے تو وہ مرید فوری تعمیل کے ارادے کی برکت سے کامیاب ہو جاتا اور اگر اسباب و علل میں متفکر ہو جاتا تو آپ اس کو تنبیہ فرماتے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیر و مرشد جب حق پر ہے تو اس کا ہر حکم درحقیقت اسباب و علل سے فوقیت رکھتا ہے اور اس روحانی و نوری دنیا سے متعلق ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے کن فیکون کے الفاظ سے عطا کی ہے۔ مرشد کے حکم کی تعمیل کا ارادہ بذات خود مرید کے لئے باعث خیروبرکت اور حل مشکلات بن جاتا ہے خواہ قیاس و خیال اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل کے ارادے سے حاصل ہونے والی برکت کے ضمن میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ملک الف دینؒ سیالکوٹی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ اس قدر شدید بیمار ہوا کہ اس کے دونوں جبڑے آپس میں مل گئے۔ کافی علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اکیس روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اچانک اس کو حجام بابا باناں نے حضرت سلطان العصرؒ کی محلّہ میانہ پورہ سائیں نظام الدینؒ کے گھر آمد کی خوشخبری دی اور الف دینؒ اس کے ساتھ سائیں نظام الدینؒ کے گھر کی طرف روانہ ہوا اور حضرت سلطان العصرؒ کی قدم بوسی کے بعد محفل میں بیٹھ گیا۔ اس وقت محفل میں تقریباً چالیس آدمی موجود تھے۔ سائیں نظام الدینؒ نے پہلے حضرت سلطان العصرؒ کے سامنے کھانا رکھا اور بعدازاں دیگر حاضرین کے سامنے کھانا رکھا۔ اور ملک الف دینؒ کے سامنے بھی روٹی اور گوشت رکھا گیا۔ سب کو اجازت طعام ہوئی اور سب لوگ کھانے لگے لیکن ملک الف دینؒ حسرت و یاس کی تصویر شدت مرض سے بیٹھا رہا۔

سائیں نظام الدینؒ نے ملک الف دینؒ سیالکوٹی سے کھانا کھانے کے لئے کہا لیکن وہ بے چارہ جبڑوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے معذور تھا۔ سائیں نظام الدینؒ نے بار بار اصرار کیا تو حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "تھوڑا سا کھا لو میزبان کا دل خوش ہو جائے گا" سائیں الف دینؒ نے حضرت سلطان العصرؒ کے حکم کی تعمیل میں اپنے ناخن سے ایک چاول برابر روٹی کاٹی اور ڈرتے ڈرتے دانتوں کے درمیانی سوراخ سے گزارنے کی کوشش کرنے لگا تو اس کے دونوں جبڑے خودبخود کھل گئے اور اس نے بھی دیگر حاضرین محفل کی طرح خوب سیر ہو کر کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضرت سلطان العصرؒ کے حکم کی تعمیل کے ارادہ لحظہ جاں فزا سے ہی صحت کاملہ حاصل ہو گئی۔ سبحان اللہ حضرت سلطان العصرؒ کے حکم کی برکت باعث شفاء و نجات بن گئی اور اگر خدانخواستہ مرید ارادہ تعمیل کی بجائے عذر خواہی کی طرف نکل جاتا تو مشکل سے نجات نہ ہوتی۔ یہ واقعہ اہل ارادت کے لئے طلائے احمر کی حیثیت رکھتا ہے کہ جب مرید کے دل میں ارادہ تعمیل حکم پیدا ہوتا ہے تو پیر و مرشد کے تصرفات روحانیہ متحرک ہو جاتے ہیں۔

اسی ضمن میں ایک اور واقعہ ہے کہ میاں امام الدینؒ نے بیان کیا کہ وہ ۵ اساڑھ کو حضرت فخر

انجیاء" کے عرس شریف پر کوٹ پیرو شاہ جانے کی تیاری میں مصروف تھا کہ اس کے چند دوست جو بدقسمتی سے علم رمل میں شغف رکھتے تھے میاں صاحب" کو ملنے کے لئے آ گئے۔ میاں امام الدین" دوستداری کا بندھا ہوا ان کی تواضع و مدارت میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی آخر کار بعد از دوپہر بھی حیا باختہ دوستوں نے رخصت ہونے کا نام نہ لیا تو میاں امام الدین" کا جوش نسبت جوش میں آیا اور صاف صاف دوستو سے کہہ دیا کہ "میں تو اپنے بزرگوں کے سالانہ عرس شریف میں شمولیت کے لئے جا رہا تھا کہ آپ آ گئے اس لئے اب مجھے اجازت دے دیں" یعنی رخصت ہوں اور فقیر کی جاں بخشی کریں لیکن ان دوستوں نے جھٹ ایک زائچہ تیار کیا اور کہنے لگے کہ "چند لمحوں میں سخت آندھی اور بارش آنے والی ہے جس کی وجہ سے تم نہیں پہنچ سکتے" لیکن میاں صاحب" نے ان کو کہا کہ "چاہے کچھ بھی ہو میں عرس شریف پر پہنچنے کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں"۔ چنانچہ میاں امام الدین" نے ان دشمنان دنیا و دین دوستوں کو الوداع کیا اور خود عرس شریف کے لئے چل پڑے۔ گاہے وہ خیال کرتے کہ کسی اور دوست کو بھی ہمراہ لے لوں چنانچہ وہ سیدھے مستری بلند بخش کے کنویں پر پہنچے اور اس کو بھی عرس پر جانے کے لئے کہا۔ اس نے میاں صاحب" سے کہا کہ "ذرا ٹھہرو میں جانوروں کے لئے چارہ کاٹ لاؤں اور کام کسی کے سپرد کرنے کے بعد انشاء اللہ تمہارے ساتھ ضرور جاؤں گا"۔ یہ کہہ کر وہ چارہ کاٹنے چلا گیا اور میاں صاحب" کمرے میں ایک چارپائی پر لیٹ گئے اور اس کے انتظار میں رہے یہاں تک کہ وہ تو نہ آیا البتہ میاں صاحب" کو نیند آ گئی اور سو گئے۔

جب آنکھ کھلی تو گھبرا کر کمرے سے نکلے' سورج ڈوبنے کو تیار تھا۔ میاں صاحب" نے بلند بخش کو آواز دی لیکن اس نے یہ کہہ کر جانے سے انکار کر دیا کہ "آپ کے سو جانے کے بعد اتنی سخت آندھی اور بارش ہوئی کہ میں جانوروں کے لئے چارہ بھی نہیں کاٹ سکا"۔ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ میاں صاحب" نے کہا "تم جاؤ نہ جاؤ لیکن میں تو ضرور جاؤں گا حالانکہ کافی دیر ہو گئی ہے" یہ کہہ کر میاں صاحب" وہاں سے کوٹ پیرو شاہ کی طرف رخصت ہوئے اور اکیس میل کا فاصلہ طے کر کے جب وہ چک اکو پہنچے تو حضرت سلطان العصر" دوستوں کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔ جب میاں صاحب" نے دست بستہ سلام عرض کیا تو حضرت سلطان العصر" نے فرمایا "امام الدین تم نے مجھے کافی انتظار کرایا ہے کس وقت آمین پور سیداں سے چلے تھے؟ جب میاں امام الدین" نے سورج کی طرف دیکھا تو وہ جوں کا توں تھا جیسا آغاز سفر کے وقت تھا۔ میاں صاحب نے عرض کیا "حضور یہ ہی وقت تھا جو اب ہے"۔ آپ نے فرمایا "اچھا چلو ختم شریف کا وقت ہوا جاتا ہے اور یہ بات لوگوں کو نہ بتانا" اس کے بعد میاں امام الدین" ختم شریف میں شامل ہوئے حالانکہ اس کا گمان تھا کہ "ختم شریف تو ہو چکا ہو گا کوئی بات نہیں میں کسی وقت آدمی رات کو پہنچ ہی جاؤں گا" لیکن حضرت سلطان العصر"

کے تصرف سے اکیس میل کا فاصلہ نامعلوم مدت میں طے ہو گیا۔

حضرت سلطان العصرؒ کے تصرف و سیادت کے ایسے لا تعداد واقعات ہیں جو برصغیر کے طول و عرض میں احباب طریقت میں معروف و مشہور ہیں جن سے حضرت سلطان العصرؒ کی عظمت سیادت اور کمال تصرف کا علم ہوتا ہے۔ لاتعداد تصرف کی ایسی کرامات بھی بیان کی جاتی ہیں جن کے راوی صاحب نسبت نہیں ہیں اس لئے مشائخ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ نے ان روایات کو نقل کرنے اور بیان کرنے کی اجازت نہیں دی اس کے باوجود جہاں تک روایات منقولہ و با اسناد کا تعلق ہے ان کی تحقیق سے بھی حضرت سلطان العصرؒ کا میدان خرق وتصرف میں سلطان ہونا اظہر من الشمس ہے کہ یہ نسبت اویسی آثار مصطفائیؐ ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ اور سخاوت و بشارت

سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے کردار اطہر میں سخاوت و بشارت کی حیثیت بہت نمایاں تھی۔ سخاوت و بشارت صفات نبویؐ میں بہت اہمیت رکھتی ہے اس طرح اصحاب رسولؐ نے سخاوت و بشارت کے مینار ہائے نور قائم کئے تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور اولیائے متاخرینؒ میں بھی سخاوت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ سخاوت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی دوستی کو معراج نصیب نہیں ہوتی۔ سخاوت دو طرح سے ہے اول سخاوت دنیاوی جس سے غرباء و مساکین کی دل جوئی اور ان پر احسان کیا جاتا ہے اور دوئم سخاوت معرفت جس سے دنیا و آخرت دونوں اعمال صالحہ سے مالا مال ہو جاتے ہیں اگر غور کیا جائے تو درحقیقت سخاوت معرفت ہی اصل سخاوت ہے کیونکہ دنیا عارضی اور قریب فنا چیز ہے۔ دنیاوی سخاوت سے سخی کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے اور سخاوت معرفت سے بھی سخی کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ وہ لوگ جن پر سخاوت کی جاتی ہے وہ بھی روحانی طور پر بلند درجات حاصل کرتے ہیں۔ سخاوت کے فضائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں اور اس کے علاوہ دنیا کے ہر نظام فکر میں سخاوت کو اخلاق اعلیٰ کی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ کا ذریعہ سخاوت دونوں طرح سے اس اخلاق عالیہ سے متعلق ہے جس کا چشمہ زلال حضرت فخرا غنیاءؒ نے نسبت اویسی کے ذریعے جاری فرمایا۔ حضرت فخرا غنیاءؒ جب بغرض زیارت رسولؐ بعالم بیداری دریائے چناب پر سخت مجاہدات کر رہے تھے تو اکثر بارگاہ حق میں دعا فرماتے کہ۔

"الٰہی! اپنے فضل و کرم سے اپنا راستہ مجھ پر آسان کر دے اور گوہر مقصود عطا فرما دے۔ اگر تو نے مجھ پر فضل و کرم فرما دیا تو بطور شکریہ تیرے بندوں کو آسان طریق پر چلاؤں گا اور جو تکلیفیں برداشت کر رہا ہوں ان پر لازم نہ کروں گا"۔

(سیرت الفقراء --- جلد اول فخرا عخیاءؒ --- امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری -- صفحہ ۴۲)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت فخرا عخیاءؒ کو زیارت رسولؐ بعالم بیداری سے مشرف فرمایا اور حضرت فخرا عخیاءؒ کو علم لدنی شق الصدر کے جلال و جمال کے ساتھ عطا ہوا تو آپ نے سخاوت معرفت کے دریا بہا دیئے۔ آپ طالبان راہ حق کو بغیر مشقت و تکلیف کے واصل بحق فرمانے لگے اور مریدین کو ایسے مقامات بلند و ارفع تک رسائی حاصل ہوئی جو برسوں کی سخت محنت و مجاہدہ کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت فخرا عخیاءؒ کے مشرف بہ زیارت رسولؐ بعالم بیداری سے پہلے حضرت سیدنا میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلے کے مریدین کو انتہائی مشکل وظائف و مجاہدات سے گزرنا پڑتا تھا اور اس راہ طریق پر قدم جما کر چلنا بڑے بڑوں کے چھکے پانی کر دیتا تھا۔ خود حضرت فخرا عخیاءؒ نے اپنے مجاہدات میں جن تکالیف کو برداشت کیا اس کا تصور بھی عقل و ہوش کو ورطہ حیرت میں مستغرق کر دیتا ہے۔ صُوم وصال اور پیہم بیداری کی اذیت اور غیر مرئی مخلوقات کے حملوں کا سامنا ایک طرف حتیٰ کہ آپ کے اوراد پر بھی غور کیا جائے تو عقل حیرت میں گم ہو جاتی ہے کہ ایک دن رات میں چالیس بار قصیدہ بردہ شریف پچیس بار سورہ یاسین بمعہ موکلاں' اکیس بار سورہ مزمل' درود مستغاث' درود خضری' قصیدہ مضریہ' قصیدہ غوثیہ اور ادیہ مغنی وغیرہ کا ورد آب ذکر حضرت سخی احمد یارؒ ہی سے ممکن تھا کیونکہ آپ عشق رسولؐ کی اولیٰ آگ میں حرف غیر کو خاکستر کر چکے تھے۔

سبحان اللہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سخی احمد یارؒ پر فضل بے نہایت جلوہ دیدار رسولؐ بعالم بیداری کی صورت میں فرمایا تو حضرت سخی احمد یارؒ کی سخاوت معرفت کے چرچے کو بہ کو پھیل گئے اور فخرا عخیاء اور حبیب مصطفیٰؐ کے اسماء سے یاد کئے گئے اسی طرح حضرت غوث العصرؒ نے بعالم بیداری دیدار رسولؐ کی نعمت سے شاد کام ہو کر حضرت فخرا عخیاءؒ کے اجتہاد عشق رسولؐ کو اکمل صورت میں مکمل فرمایا اور مصحف عشق رسولؐ ٹھہرے اور سخاوت معرفت کے دریا بہا دیئے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے رہنمایان طریقت کے قدم بقدم نعمت معرفت کی ایسی سخاوت کی کہ جو بھی شائق وصل حق آپ کے روبرو حاضر ہوتا آپ کی ایک ہی نگاہ مظہر ذوالجلال والاکرام اس کے دل کے غلاف کاٹ پھینکتی اور جلوہ حق اس کے دل میں نمودار ہو جاتا۔ وہ لوگ جو مسلسل سالہا سال مجاہدات کے بعد بھی مشغولیت حق میں صاحب منزل نہ ہوئے جب حضرت سلطان العصرؒ سے طالب حق ہوئے تو بحر مواج

کے گوہر تابدار بن گئے۔ یہ سخاوت معرفت کا فیضان تھا کہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے والے مشغول بہ حق ہونے کے بعد از خود اپنے آپ کو سخت زہدوورع میں ایسے گرفتار کرتے کہ صائم الدہر اور قائم الیل ہو جانے کے بعد بھی نہ ان کو تھکن ہوتی اور نہ ہی ان کے دل لذت قرب وصال سے غافل ہوتے۔

سخاوت معرفت کے ساتھ ساتھ دنیاوی سخاوت میں بھی آپؒ بے مثل تھے جس کے بے شمار واقعات اہل نسبت بیان کرتے ہیں۔ ان واقعات میں اولاد کی خوشخبری' مال و اموال میں خیر و برکت کی کرامات اور مریضوں کے لئے مژدہ شفائے عاجلہ سرفہرست ہے۔ امیر العصر حضرت خواجہ محمدؒ بشیر عباسی قادریؒ کی تصنیف لطیف "سیرت الفقراء" کے حصہ سوم سے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن میں بحر مواج سخاوت کی ہر لہر نسبت اویسی کی بشارت اور سخاوت بے نہایت کی شہادت ہے۔

سلام اس پر کہ فخرِ اغنیاءؒ تکبیر ہے جس کی
سلام اس پر کہ سلطانِ زماںؒ تشہیر ہے جس کی
سلام اس پر کہ مخدومِ زماںؒ تصویر ہے جس کی
سلام اس پر امیر العصرؒ میں تبشیر ہے جس کی

چار بیٹوں کی خوشخبری ملک علم الدینؒ سیالکوٹی کے ہاں تین لڑکیاں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں اور اس کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ ایک بار حضرت سلطان العصرؒ سیالکوٹ تشریف لائے تو ملک علم الدینؒ نے آپ کی دعوت کا ارادہ کیا اور آپ سے اجازت لے کر اپنی بیوی کو آپ کی آمد کی اطلاع دی اور طعام دعوت کی تیاری ہونے لگی۔ ملک صاحبؒ کی بیوی نے ملک صاحبؒ سے کہا کہ آپ سرکارؒ سے اولاد نرینہ کے لئے دعا کا سوال کریں لیکن ملک صاحبؒ حضرت سلطان العصرؒ کی نگاہ حق وصال کے تربیت یافتہ تھے اور دنیاوی سوالات سے یکسر بے نیاز تھے۔ ملک صاحبؒ نے اپنی بیوی سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ اپنے پیر و مرشد سے کسی قسم کا دنیاوی سوال نہیں کریں گے۔ ملک صاحبؒ دعوت کے انتظامات مکمل کر کے حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تاکہ آپ کو اپنے کاشانے پر لے چلیں۔

دوسری طرف ملک صاحبؒ کی بیوی نے ان تینوں بیٹیوں کو کہا کہ "جب حضرت سلطان العصرؒ کھانا کھانے کے لئے گھر آ جائیں تو تم سب ان کی ٹانگوں سے چمٹ جانا اور اس وقت تک نہ چھوڑنا جب تک آپ یہ نہ پوچھیں کہ تم کیا چاہتی ہو؟ تو تم جھٹ بھائی کی پیدائش کے لئے دعا سے متعلق عرض کر دینا۔" تھوڑی دیر کے بعد ملک صاحبؒ آپؒ کے ساتھ گھر تشریف فرما ہوئے تو لڑکیاں فوراً آپ کے قدموں سے لپٹ گئیں۔ آپ شفقت سے ان لڑکیوں کے سر پر پیار کرتے اور فرماتے "مجھے چھوڑ دو" لیکن وہ لڑکیاں ماننے والی کب تھیں' بدستور قدموں سے چمٹی رہیں۔ آخر کار آپؒ نے

دریافت فرمایا "آخر تم چاہتی کیا ہو؟" لڑکیوں نے عرض کیا "حضور ہم چاہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھائی دے"۔ آپ نے لڑکیوں کے سر پر شفقت سے دوبارہ ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا "بے فکر رہو' اب لڑکوں کی باری ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں چار بھائی ایک کے بعد ایک عطا فرمائے گا" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک کے بعد ایک چار لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام محمد فیض' محمد عمر' عطاء اللہ اور عبیداللہ ہیں۔

سبحان اللہ حضرت سلطان العصرؒ کی نگاہ سخاوت معرفت نے مرید کی ایسی تربیت فرمائی کہ اس نے اپنے پیر و مرشد سے دنیاوی سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور ثمہ سبحان اللہ کہ حضرت سلطان العصرؒ نے اس کی بیٹیوں کی التجا کو اس سخاوت و بشارت سے قبول کیا کہ ایک ساتھ چار بیٹوں کی خوشخبری عطا کی اور بفضل تعالیٰ جو زبان حق الہام سے جاری ہوا ایسا ہی معرض وجود میں آیا اور اہل خانہ کو دینی و دنیاوی دونوں خوشیاں نصیب ہوئیں۔

الفقر معمور من نور اللہ حضرت سلطان العصرؒ کا طریق بشارت و سخاوت اصحاب رسولؐ کے طریق پر تھا کیونکہ آپ کو نعمت خزینہ عرفاں نسبت اویسی سے حاصل تھا جس کی تحصیل حضرت فخرا حیاءؒ نے حضور پر نور علیہ الصلواۃ والسلام سے شق الصدر کے معجزے سے کی تھی چنانچہ آپ مذہب الحقیقت اہل سنت والجماعت کے امیر بھی تھے اور علمائے کرام بعض مسائل میں آپ سے تصدیق حاصل کرتے تھے۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ حضرت مخدوم سید صید علی شاہ قادریؒ سجادہ نشین درگاہ معلیٰ حضرت میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان العصرؒ حضرت سیدنا میانمیرؒ کے سالانہ عرس شریف پر رونق افروز تھے کہ دو عالم دین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں ایک عالم دین بزرگان دین کے تصرف و بشارت کا منکر تھا اور دوسرا عالم دین مذہب الحقیقت اہل سنت و الجماعت کے اعتقاد کے مطابق اولیاء اللہ کے تصرف و بشارت کا قائل تھا' ان علماء نے آپ سے عرض کیا کہ "حضور ہم ایک مسئلہ متنازعہ فیہ کے فیصلہ کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ اولاد صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے اور دوسرے کا دعویٰ ہے کہ باذن الٰہی اللہ کا ولی بھی اولاد مرحمت فرما سکتا ہے ان دونوں میں کون سچا ہے؟" حضرت سلطان العصرؒ نے دونوں علماء کے اختلافی دلائل سماعت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ "تم دونوں ٹھیک کہتے ہو" وہ دونوں علماء حیران ہوئے اور عرض کیا کہ "حضور دونوں کس طرح سچے ہو سکتے ہیں ہم تو ایک متنازعہ فیہ مسئلہ کا حل چاہتے ہیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اولاد تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لیکن اللہ کا ولی بھی باذن اللہ عطا کر سکتا ہے"۔

اولیاء کے تصرف کے منکر عالم نے روایتی حجت کرتے ہوئے کہا "کیا آپ بھی عطا کر سکتے ہیں؟" آپ نے ارشاد فرمایا "میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسا کر سکتا ہوں"۔ محفل سامعین سے بھری ہوئی تھی ایک شخص جس کے ہاں گذشتہ پندرہ سال سے کوئی اولاد نہ تھی اٹھ کر

دست بستہ سامنے آن کھڑا ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ اس کا مدعا سمجھ گئے۔ آپ نے اپنی جیب سے ایک روپیہ نکالا اور اسے دیتے ہوئے فرمایا کہ "یہ لو ایک روپیہ اور اس کے ساتھ ہی ایک لڑکا" پھر آپ نے دوسرا روپیہ نکالا اور اسے دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "یہ دوسرا روپیہ اور دوسرا لڑکا' اگلے سال اسی عرس شریف پر لڑکا ساتھ لے کر آنا۔"

یہ بات حاضرین عرس میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور آپ کی کرامت سخاوت و بشارت دیکھنے کے لئے آئندہ سال عرس شریف پر پہلے سے زیادہ زائرین جمع ہو گئے اور وہ دونوں علماء بھی شامل محفل ہوئے اور وہ شخص جس کو آپ نے بشارت دی تھی ایک نہایت خوبصورت دو ماہ کا لڑکا کپڑے میں لپیٹے بمع مٹھائی کے حاضر خدمت ہو گیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور مٹھائی حاضرین میں تقسیم کر دی گئی۔ اس کے بعد ہزاروں زائرین نے اس نیک بخت بچے کو دیکھا اور آپ کی کرامت و بشارت کی از حد توصیف فرمائی بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اسے دوسرا بیٹا بھی عطا کیا۔

حضرت امیر العصرؒ نے "سیرت الفقراء" میں یہ واقعہ نقل فرمانے کے بعد از روئے حدیث رسولؐ اس کی توضیحی تصدیق بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

> "سبحان اللہ آپ کی زبان میں کیا اثر تھا کہ ہر حرف تقدیر بن کر ظاہر ہوتا تھا۔ کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے کہ۔
>
> "حتی کنت بصرہ الذی یبصر بہ و سمعہ الذی یسمع بہ ولسانہ الذی یتکلم بھا و دجلہ' الذی یمشی بھاویدہ الذی یبطش بھا"
>
> ترجمہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں حتی کہ اس کی آنکھ میں ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان میں ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان میں ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے پاؤں میں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کے ہاتھ میں ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔"

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مذہب الحقیقت اہل سنت و الجماعت کے راسخ عقائد کی پیشوائی رسمی علماء کے بس کی بات نہیں اس کے لئے اولیائے کرام ہی معترضین کو عاجز کر سکتے ہیں کیونکہ اس سوادِ اعظم کی بنیاد کسی رسمی سیاسی مصلحت پر نہیں بلکہ محمدیؐ روحانیت پر ہے۔

عفو و درگذر حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت میں سخاوت کا ایک رنگ عفو و درگزر بھی تھا جب کوئی کم اندیش کسی ولی کامل کو آزمائے تو درحقیقت یہ بھی سوء ادب ہے اور جب ولی کامل سوء

ادب کو معاف کر دے اور درگزر کا مظاہرہ کرے تو ایسا رویہ درحقیقت سخاوت کے ضمن میں آتا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت میں جلالیت ان کی طبع ثانیہ تھی جو اکثر ایک ایسی صفت کے طور پر ہمیشہ آپ کے کردار و گفتار سے آویزاں تھی جو کبھی دل سے دور نہ ہو کیونکہ آپ جس رب ذوالجلال کے مشاہدے میں رہتے تھے اور جس یکسوئی اور حقیقت الحقائق کے آئینہ تھے اس سے جلالیت ایک لازمہ جذبات تھی لیکن اس کے باوجود جب کوئی شخص آپ کے علم و عرفاں کی آزمائش پر پورا اترتا تو اکثر آپ درگزر فرماتے کیونکہ سنت رسولؐ اور اخلاق رسولؐ ہی آپ کی طبیعت کا اصل رنگ تھا جو ہمیشہ تجلیات کی فراوانی اور جلالیت کی جلوہ سامانی میں بھی خوان سخاوت کی حیثیت رکھتا تھا۔

اسی ضمن میں ایک واقعہ ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ سے منقول ہے کہ ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ اکثر اپنے احباب میں اپنے پیرو مرشد حضرت مخدوم العصرؒ اور دادا مرشد حضرت سلطان العصرؒ کے تذکار پر انوار کرتے رہتے تھے۔ ایک روز ڈاکٹر صاحبؒ کے ایک دیرینہ دوست بابو اللہ دتہ صاحبؒ نے قدرے حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے ان سے کہا کہ "کیوں نہ آزمائش کی جائے" چنانچہ اس نے اپنی دانست میں آزمائش کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ بازار سے ایک درجن سنگترے خرید کئے اور نصف سنگتروں پر نہایت خفیف نشان لگا دیئے جنہیں وہ خود ہی پہچان سکتا تھا اور کہا کہ "اگر تمہارے دادا مرشد نے نشان زدہ سنگترے مجھے واپس کر دیئے تو میں سمجھوں گا کہ واقعی وہ کامل درویش ہیں۔" جب وہ حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں پہنچا اور سنگترے سامنے رکھے تو آپ نے بغیر دیکھے نہایت بے نیازی کے ساتھ فوراً" چھ سنگترے الگ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "یہ بچوں کے لئے واپس لے جاؤ" اور چھ سنگترے الگ رہنے دیئے۔ جب بابو اللہ دتہ صاحبؒ نے دیکھا تو وہ چھ سنگترے نشان زدہ تھے۔ اسی وقت آپ کی کرامت دیکھ کر بیعت سے مشرف ہوا اور مشغول بہ ذکر الٰہی ہوا۔ اگر حضرت سلطان العصرؒ چاہتے تو بابو اللہ دتہؒ کو اس سوء ادب پر ڈانٹ بھی سکتے تھے لیکن آپ نے اس کے اخلاص کی وجہ سے درگزر کیا اور نگاہ ذوالکرم سے خزینہ معرفت کا شاہد بنا دیا۔ بقول حضرت مخدوم العصرؒ۔

وہ رازِ خدا دل میں ہے جو مخفی و پنہاں
وہ رازِ خدا کاسۂ اظہار نہیں ہے
بہتر ہے کریمی کی طرح دل سے چلو تم
یہ راہِ وفا جز درِ دلدار نہیں ہے

دعائے خیر و برکت حضرت سلطان العصرؒ کے ایک عقیدت مند مستری بلند بخشؒ موضع آمیں پور سیداں نے ترک سکونت کر کے اپنے سسرال موضع میاں سانسی میں کچھ زمین پٹہ پر لے کر

اور چند کھیت مزدور ساتھ لگا کر کام شروع کیا۔ جب فصل کی کٹائی ہوئی تو بہت کم گندم حاصل ہوئی۔ نہ مالک زمین کا ٹھیکہ ادا کر سکا نہ کھیت مزدوروں کی مزدوری پوری طرح سے ادا ہوئی اور نہ اس کے اہل و عیال کے لئے کچھ بچا چنانچہ سخت پریشانی کی صورت میں حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور ساری صورت حال بیان کرتے ہوئے دعائے خیر و برکت کے لئے التجا کی اور عرض کیا کہ "حضور میں اپنا گھر چھوڑ کر سسرال کے گھر آگیا لیکن سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "کسی برکت والے کا اپنی فصل میں حصہ رکھ لے تو انشاء اللہ برکت ہو جائے گی"۔

مستری بلند بخشؒ اسی وقت درگاہ شریف سے رخصت ہوا اور مالک زمین کے پاس گیا اور کہا کہ "اگر تم ایک سال کے لئے مجھے زمین پٹہ پر دے دو تو انشاء اللہ میں دونوں سال کا ٹھیکہ ادا کر دوں گا" اور کھیت مزدوروں کی بھی منت سماجت کر کے ان کو کام کرنے پر راضی کر لیا اور دل میں درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ کے لنگر خانے کے لئے حضرت سلطان العصرؒ کا حصہ خود ہی مقرر کر لیا۔ جب دوسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے فصل میں ایسی خیروبرکت پیدا کی کہ بلند بخشؒ نے مالک زمین کو دو سال کا ٹھیکہ بھی ادا کر دیا، کھیت مزدوروں کا حساب بھی نہایت ایثار کے ساتھ پورا کیا اور اس کے علاوہ نوے من گندم بچ رہی جبکہ درگاہ شریف کے لنگر کا حصہ الگ کر چکا تھا۔

بلند بخشؒ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوا حضرت سلطان العصرؒ کے حضور حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "قبلہ عالم، صاحبزادگان کو میرے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ دربار شریف کے حصے کی گندم لے آئیں" آپ نے ارشاد فرمایا" وہ کیسا حصہ ہے؟" بلند بخشؒ نے عرض کیا "حضور سابقہ سال میں ہر طرح سے خسارے میں رہا تھا آپ کی خدمت میں دعائے برکت کے لئے عرض کیا تھا لیکن آپ نے فرمایا تھا کہ کسی برکت والے کا حصہ رکھ لو برکت ہو جائے گی، حضور میری نظر میں آپ سے بڑھ کر کون برکت والا ہو سکتا ہے میں نے آپ کا حصہ رکھ لیا تھا۔" حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "کچھ برکت بھی ہوئی یا نہیں؟" اس نے عرض کیا "حضور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں موجودہ اور سابقہ سالوں کے قرضے سے فارغ ہو چکا ہوں اور گھر کے لئے بھی دس مانی (نوے من) گندم بچ گئی ہے اور آپ کا حصہ جوں کا توں پڑا ہے"۔ سبحان اللہ ایسی خیرو برکت ہوئی جو اس بے چارے کسان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی اور جو گندم اس نے درگاہ معلی کے حصے کے طور پر بھیجی وہ چھ ماہ تک لنگر خانے میں پکتی رہی اور وہ ہر سال لنگر شریف کے حصے کی نیت کر کے کھیتی کرتا رہا اور ایک خوشحال زمیندار بن گیا۔ ایک پس ماندہ کسان کی اس قدر خوشحالی حضرت سلطان العصرؒ کی شان سخاوت و بشارت اور خیرو برکت کا کرشمہ تھی اور اس کے ساتھ ساتھ بلند بخشؒ کا حسن اعتقاد جس نے اس کے دل کو رضائے مرشدؒ کے ساتھ اس طرح پابند کیا کہ فضل الٰہی کے لائق ہوا بقول حضرت مخدوم العصرؒ۔

روئے دل کو دیکھ گویا روئے یار
اہل دل کے ساتھ دل پابند کر
روز و شب اس دولت دیدار سے
اے کریمی دل کو دولت مند کر

العلم نور حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم ظاہری و باطنی کے اس نور سے معمور فرمایا تھا کیونکہ آپ جس مشاہدہ حق میں تھے اس ارتفاع روح سے کوئی چیز مخفی نہ تھی۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ آپ کے ایک مرید کی گھوڑی گم ہو گئی تلاش بسیار کے بعد بھی جب گھوڑی نہ مل سکی تو وہ مرید حضرت سلطان العصرؒ کے حضور دنیاوی چیز کی بازیافت کے سلسلے میں حاضر ہونے سے شرمایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آپ کے مرید آپ سے اکثر دنیاوی معاملات میں گفتگو سے حذر کرتے تھے چنانچہ وہ مرید خود ہی اپنی سی کوشش کرتا رہا جب ناکام ہو گیا تو اس کے ایک دوست نے جو سائیں کرم الٰہی گجراتی عرف کانواں والی سرکارؒ کا مرید تھا اس کو لے کر گجرات چلا گیا۔ سائیں کرم الٰہیؒ کے مرید نے گھوڑی کے گم ہونے اور اس کا پتہ لگانے کے لئے سائیں صاحبؒ سے عرض کیا۔ سائیں کرم الٰہی صاحبؒ اس وقت گفتگو نہیں کرتے تھے بات سُن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چکر لگانے لگے۔ ایک چکر لگا لیتے تو ایک طرف یعنی کبھی مغرب کبھی شمال کبھی مشرق اور کبھی جنوب یا چاروں کونوں میں یکے بعد دیگرے دیکھنے لگتے اور ہاتھوں سے بتا دیتے کہ اس طرف بھی گھوڑی نہیں ہے اور اس طرف بھی نہیں۔ جب انہوں نے سب اطراف دیکھنے کے بعد مایوسی کا اظہار کیا تو یہ دونوں وہاں سے چل دیئے اور راستے میں سوچنے لگے کہ گھوڑی مر چکی ہو گی اگر زندہ ہوتی تو روئے زمین پر ہوتی اور سائیں کرم الٰہیؒ کو نظر آ جاتی۔

جب گوجرانوالہ پہنچے تو حضرت سلطان العصرؒ کے مرید نے سائیں کرم الٰہیؒ کے مرید سے کہا کہ آؤ ذرا قبلہ عالم کو بھی سلام کرتے چلیں۔" چنانچہ دونوں حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے دونوں کو آتے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ "گھوڑی ڈھونڈنے گجرات سائیں کرم الٰہی کے پاس گئے تھے تو اس نے کچھ نہیں بتایا؟" انہوں نے سارا واقعہ عرض کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "سائیں کرم الٰہیؒ کے ڈیرے کے ساتھ کنویں پر نہیں دیکھی؟" انہوں نے عرض کیا کہ "حضور نہیں" آپ نے ارشاد فرمایا "وہاں ہی جاؤ شاید تم کو مل جائے" چنانچہ دونوں دوست دوبارہ گجرات چلے گئے اور حضرت سلطان العصرؒ کے ارشاد کے مطابق سائیں کرم الٰہیؒ کے ڈیرے کے نزدیک کنویں پر جب پہنچے تو وہاں گھوڑی بندھی ہوئی تھی۔ وہ کنویں والوں سے گھوڑی لے کر واپس چلے آئے۔

یہ سربسر حضرت سلطان العصرؒ کی شان عنایت ہے کہ آپ نے دنیاوی معاملے میں بھی اپنے مرید دل شکستہ و پریشاں کی پریشانی کو اپنے نور علم سے دور فرما دیا ورنہ آپ کا طریق بخشش و عنایت عالم

روحانیت کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حضرت میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کا اصول تھا کہ دنیاوی معاملات میں کم ہی توجہ فرماتے تھے کیونکہ پیرو مرشد کی عظمت کھوئی ہوئی دنیاوی اشیاء کی بازیافتی سے مشروط نہیں بلکہ اس گوہر دل کی تابانی کی بازیافتی کے ساتھ منضبط ہے جو تابانی دل یوم الست کے روز روح کو حاصل تھی جیسا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف کا اصل مقصد روح کو اس عالم میں لے جانا ہے جب انسان نے یوم الست میں اقرار کیا تھا بقول حضرت مخدوم العصرؒ۔

دیکھ کر دل میں خدا کو میں نے کی تقلید ترک
سامنے دلدار ہے ورد زباں کو کیا کروں
جام وحدت پی کے میں جب ہو گیا مست الست
میں شہید عشق ہوں شرح و بیاں کو کیا کروں

امرِ حق اور شفائے کاملہ حضرت سلطان العصرؒ کی زبان حق ترجمان میں امر حق جاری رہتا تھا۔ جو زبان حق ترجمان سے ارشاد فرماتے تیر بے خطا ثابت ہوتا۔ جس کے لئے جو فرما دیا حق سبحانہ کے فضل و کرم سے ایسا ہی ہوا۔ آپ کی ذات امر حق کے نفوذ عبدیت کی روشن مثال تھی جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے بھی ظاہر ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سلطان العصرؒ اپنے ایک پیر بھائی مسمی غلام حیدرؒ محلہ کشمیریاں سیالکوٹ کی ملاقات کو تشریف لے گئے دیکھا کہ غلام حیدرؒ سخت بیمار تھا بلکہ چارپائی سے اٹھنے سے بھی عاجز و قاصر تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر تعظیماً اٹھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اٹھ نہ سکا۔ چنانچہ آپ نے اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر فرمایا "اب اٹھو" چنانچہ وہ آپ کے زبان سے امر حق جاری ہوتے ہی اٹھ بیٹھا اور اسی وقت اس کو تمام عوارض جسمانیہ سے شفائے کاملہ حاصل ہو گئی۔ حضرت سلطان العصرؒ کی شان سخاوت و بشارت میں رب ذوالجلال کی تجلیات ایک دنیا نے دیکھیں سبحان اللہ حضرت مخدوم العصرؒ شان عشاق حق کس شان بیان فرماتے ہیں کہ۔

شہباز ہم کہ قدسی آئے ہیں لامکاں سے
دل کو شکار دل سے کرتے ہیں آشیاں سے
روزِ الست ہم نے لفظ بلیٰ کہا تھا
طاؤس ہم ہیں عرشی آئے ہیں جانِ جاں سے

دنیا میں بشارتِ حشر حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب سیالکوٹیؒ لاہور میں ملازمت کرتے تھے۔ ایک دن نصف شب بذریعہ ریل گاڑی لاہور سے گوجرانوالہ پہنچے اور دربار شریف کے بیرونی دروازہ کو کھٹکھٹاتے رہے۔ حضرت سلطان العصرؒ اپنے کمرے سے اٹھ کر بیرونی دروازہ پر آئے اور اتباع سنت رسولؐ میں دریافت کیا کہ "کون ہے؟" پیر غلام محی الدین شاہؒ نے

اپنا نام پتہ بتایا اور حضرت سلطان العصرؒ نے دروازہ کھول دیا۔ جب کمرے میں آکر بیٹھے تو پیر غلام محی الدینؒ نے عرض کیا کہ "حضور جب دنیا میں ہی آپ ہم کو نہیں پہچانتے تو آخرت میں آپ کس طرح پہچان سکیں گے؟" حضرت سلطان العصرؒ نے یہ نہ کہا کہ میں نے اتباع سنت رسولؐ میں دستک دینے والے کا نام دریافت کیا ہے بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا "اچھا شاہ صاحب آج سے ہم نے تم کو پہچان لیا ہے اور انشاء اللہ آئندہ آپ کو شکایت کا موقعہ نہیں ملے گا۔" دو مہینے گزرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر پیر غلام محی الدین شاہؒ لاہور سے نصف شب گوجرانوالہ پہنچے اور جب درگاہ معلیٰ کے بیرونی دروازے پر دستک دینے لگے تو دستک دینے سے پہلے ہی آپؒ نے دروازہ کھول دیا اور ارشاد فرمایا "شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ دیکھو میں نے تم کو پہچان لیا ہے۔ جب تم لاہور کے ریلوے سٹیشن پر روٹی کھا رہے تھے میں اس وقت بھی تم کو دیکھ رہا تھا اور جب تم گاڑی پر سوار ہوئے اور گوجرانوالہ پہنچے اور بعد میں ریلوے اسٹیشن سے دربار شریف تک آئے تو اس وقت بھی تم کو دیکھ رہا تھا تاکہ تمہیں دستک یا آواز نہ دینی پڑے۔ جس طرح میں نے تم کو یہاں پہچان لیا ہے قیامت کو بھی اسی طرح پہچان لوں گا۔" شاہ صاحبؒ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی غلطی کی معافی مانگی اور آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔

حضرت سلطان العصرؒ نے اہل اراوت کو روز حشر کے لئے مژدہ بشارت سنایا ہے اور پیران طریقت کے مقام اعلیٰ کو بیان کیا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی حدیث شریف سے بھی یہ مضمون معلوم ہوتا ہے کہ روز حشر تمام لوگ گروہ در گروہ اپنے ہادیوں کے پرچموں کے سائے تلے ہوں گے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ پیر و مرشد کے شان علم و آگہی کی آزمائش ایک ایسا سوء ادب ہے جس کے لئے معافی طلب کرنا عین آداب طریقت میں شامل ہے کیونکہ اس گروہ طریقت کا اسوہ و کردار قدم بقدم حضورؐ کی سیرت کے مطابق ہے اور کالی کملیؐ والے کی شان کے مشاہدے ہی سے اہل طریق کا عزم بلند ہے جیسا کہ حضرت مخدوم العصرؒ نعت رسولؐ مقبول میں ارشاد فرماتے ہیں۔

معراج انبیاءؑ کو ہوا فرشِ خاک پر
ہے عرش پر عروج رسولِؐ کریم کا
چادر مزملی کو خوشا دیکھ کر کریم
بس ہے بلند حوصلہ اہلِ کلیم کا

ضرب المومن ضرب الحق

حضرت سلطان العصرؒ کی سخاوت و بشارت کا ایک واقعہ حضرت سائیں فیروز دینؒ عرف سائیں بوری والا ڈسکہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت سلطان العصرؒ پسرور کے علاقہ میں اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کے ہاں گئے تو وہاں ایک

کنواں لگ رہا تھا جس کی پچیس روز سے کھدائی شروع تھی لیکن پانی کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو احباب نے آپ کے لئے چارپائی بچھائی اور ایک حقہ جس میں پانی نہیں تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے حقے کا کش لگایا تو فرمایا "اس حقہ میں تو پانی نہیں ہے کہیں سے پانی ڈال لو" انہوں دست بستہ معافی چاہی اور عرض کیا "حضور یہاں تو پانی ملتا ہی نہیں پچیس روز سے کنویں کی کھدائی کروا رہے ہیں لیکن پانی سے قطعی طور پر مایوس ہو چکے ہیں آپ پانی نکال دیں تو ہم حقہ میں ڈال دیتے ہیں" حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "اچھا کسی بڑھئی سے ایک تیشہ اور ستھرا منگوا دیجئے" چنانچہ تھوڑی دیر بعد دونوں چیزیں حاضر کر دی گئیں۔ آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کنویں میں اتر گئے اور کنویں کے درمیان دونوں چیزوں سے سوراخ نکالنا شروع کر دیا جب آپ نے آخری ضرب لگائی تو پانی کا چشمہ فوارے کی طرح ابلنے لگا چنانچہ آپ جب تک کنویں سے باہر تشریف لائے تو کنویں میں ہر طرف پانی ہی پانی بھر گیا۔ دوستوں کو انتہائی خوشی ہوئی اور حقے میں پانی بھر کے پیش کیا۔ سب کی زبان پر سبحان اللہ سبحان اللہ جاری تھا۔

ایک کو امیری ایک کو فقیری حضرت سلطان العصرؒ کا کردار عظیم ظاہری باطنی خزانوں کا سرچشمہ تھا طالبان کو دل کی مرادیں نصیب ہوتی تھیں اور یہ سلسلہ سخاوت و بشارت بہ فضل الٰہی ایک دنیا کو فیض یاب کر رہا تھا ایک واقعہ اس ضمن میں یوں منقول ہے کہ آپ کے دو خادم مہر اللہ ودھایاؒ اور کرم الدینؒ ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہتے تھے اور زائرین و مریدین کی خدمت کرتے اور لنگر خانے کے انتظامات اور دیگر مہمانوں کے رہنے کے انتظام میں منہمک رہتے تھے۔ یہ دونوں نہایت نیک صورت و نیک سیرت اور راسخ الاعتقاد تھے۔ ایک رات آپ کی خدمت میں دست بستہ موجود تھے کہ حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا "تم نے نہایت دلجمعی سے خدمت کی ہے مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو تاکہ تمہیں عطا کروں" مہر اللہ ودھایا نے عرض کیا کہ "حضور میں تو فقیری چاہتا ہوں"۔ اور سائیں کرم الدینؒ نے عرض کیا "حضور میں تو امیری چاہتا ہوں۔" حضرت سلطان العصرؒ نے نگاہ فقر مہر اللہ ودھایاؒ پر ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا "تمہاری مرضی کے مطابق ہم تمہیں فقیری عطا فرماتے ہیں" اور اسے ایک نگاہ ذوالکرم ہی سے فقر کے بلند مراتب پر فائز فرما دیا۔ پھر اپنی جیب سے سوا روپیہ سائیں کرم الدینؒ کو دیتے ہوئے فرمایا "یہ لو اور اس سوا روپیہ سے کاروبار شروع کرو" سائیں کرم الدینؒ نے سوا روپیہ سے چھوٹی سی دوکان شروع کر دی۔ آپ کی نگاہ سخاوت کی شان برکت سے وہ ایسا امیر کبیر ہوا کہ تین بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور دلی خواہش کے مطابق بغداد شریف کا سفر کیا اور وہیں دوران قیام ۱۹۳۳ء میں وصال فرمایا اور وہیں دفن ہوا۔

حضرت سلطان العصرؒ کی شان سخاوت و بشارت اور خیر و برکت کے لاتعداد واقعات اہل ارادت کے سینوں میں محفوظ ہیں جس سے آپ کے احسان و کرم کے سلسلے دراز سے دراز تر ہوتے نظر

آتے ہیں جو خوش نصیب اپنی کسی دنیاوی و دینی ضرورت کو لے کر آپ کے حضور حاضر ہوتا آپ نگاہ کریمانہ سے ایسا کرم فرماتے کہ اس کے سارے مسائل حل ہو جاتے۔ دینی و دنیاوی تفکرات سے ایسے صاف شفاف بنا دیتے گویا آئینہ صیقل ہو۔ آپ کی نگاہ سخاوت و بشارت کا اظہار کل موجودات میں اللہ تعالٰی کی شان ذوالجلال کا عکس نورفشاں بن کر ظاہر ہوا۔ اہل افلاس آتے اور غنی ہو جاتے، اہل طلب آتے تو قرب خداوندی اور رضائے رسول ؐ کے انعامات سے اپنے تہی دامنوں کو معمور اور بھرپور لے کر جاتے۔ آپ کی شان سخاوت و بشارت کو بیان کرنے سے قلم عاجز اور فکر متحیر ہے۔

شاہ عبداللہؒ غنی سلطان العصر
از سخاوت شہرۂ آفاق گیر
آفتابِ مسندِ غوثُ الزمانؒ
باطنِ او شہنشہ ظاہر فقیر

حضرت سلطان العصرؒ کا طریقِ تربیتِ مریدین

سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کی نہایت سخت تربیت فرماتے تھے۔ خانقاہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں محفل نبی کریمؐ کے اخلاق واطوار کی اس شان و شوکت کے ساتھ تعلیم دی جاتی تھی کہ جو خوش نصیب درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصر سے منسوب ہو جاتا اس کا ظاہر باطن کچھ ہی عرصے میں احکامات خداوندی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کاملہ سے منور و روشن ہو جاتا۔ خود حضرت سلطان العصرؒ کو حضرت فخرا نخیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے ایسی تعلیم و تربیت عطا فرمائی تھی جو ہر لحاظ سے دین اسلام کے ظاہری و باطنی انوار و تجلیات کا خاصہ ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ کا طریق تربیت زیادہ تر خطابیہ ہونے کی بجائے عملی تھا۔ سالکین وطالبان حق خانقاہ کے روحانی ماحول میں ایسے رنگ جاتے تھے گویا انہوں نے اخلاق و فضائل کے عظیم کتب خانوں کو اپنی شخصیت میں جذب کیا ہوا ہے اور اولیاء اللہ کی خانقاہوں اور درگاہوں کو یہی فضیلت حاصل ہے کہ وہاں اجسام و قلوب کی تربیت نہایت کم وقت میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ حضرت فخرا نخیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے نسبت اویسی سے بارگاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ روحانی اوج و بزرگی حاصل کی تھی کہ جس سے فیضیاب ہونے کے لئے مریدین صادقین کے لئے ضروری تھا کہ ان میں اطاعت حق کا وہی جذبہ و رعب پایا جائے جو صحابہ رسولؐ کا اخلاق تھا یہ سرچشمہ زلال

انہیں باہمت افراد کے لئے تھا جو تہہ دل سے انوار تجلیات حق کے امیدوار ہوں اور ہمہ وقت اپنے ذہن و دل کو احکامات خداوندی اور سیرت رسولؐ کی نورانیت سے منور کرتے رہیں تاکہ ہر لحظہ ان کے روحانی مقامات میں اضافہ ہوتا رہے۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جب ایک اہل ارادت راہ حق میں قدم اٹھاتا ہے تو اس کا کھانا پینا سونا جاگنا چلنا پھرنا ذکر فکر و عبادت ہر چیز بمنزلہ عبادت کے ہو جاتا ہے البتہ شرط اس میں یہی ہے کہ تمام زندگی کے اعمال رضائے خداوندی کو قبلہ بنالیں یہی وجہ ہے کہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں اذہان و قلوب کی تربیت حضرت سلطان العصرؒ نہایت سختی سے فرماتے تھے کیونکہ اصل مقصد مریدین کی اصلاح ظاہر باطن اور بلند درجات روحانیہ تھا۔ جس طرح جسم بیمار ہو سکتا ہے اسی طرح روحیں بھی شکستہ اور مریض ہو جاتی ہیں اور روحانی امراض کا علاج پرہیز گاری کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت سلطان العصرؒ کی روحانی توجہات و نوازشات اور آپ کا جذبہ سخاوت و عنایت بے نہایت تھا جس کی حقیقی تفویض کے لئے عوامل ظاہریہ کا پابند احکامات الٰہیہ ہونا اشد ضروری تھا۔

درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے روحانی ماحول میں جو بھی آ جاتا اس کے ظاہر و باطن میں نورانی جلوے ظاہر ہونا شروع ہو جاتے اگرچہ مریدین کا یہ روحانی اوج حضرت سلطان العصرؒ کی روحانی تربیت و نگاہ کریمانہ کا فیضان اور مرکز تجلیات مرقد پر انوار حضرت غوث العصرؒ کی عنایت بے نہایت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ درگاہ معلیٰ کا روحانی ماحول بھی اس کردار سازی میں اہم کردار ادا کر رہا تھا۔ یہ وہ ماحول تھا جس کو نسبت اویسی کے جلال و جمال سے حضرت غوث العصرؒ نے قائم فرمایا اور حضرت سلطان العصرؒ نے جس کی مزید ترویج کی۔ اگرچہ حضرت سلطان العصرؒ کا طریق عملی و تجربی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت سلطان العصرؒ مریدین و حاضرین کو آداب طریقت کے حوالے سے کلمات دل نشین سے بھی نوازتے اور گاہے سخت لب و لہجہ بھی اختیار فرماتے اس کے علاوہ اگر کوئی بات حد اصول شریعت و طریقت سے انتہائی متجاوز نظر آتی تو آپ کی طبعی جلالیت جلال با جمال کی طرح نمودار ہوتی اور مریدین کو سخت تنبیہ و سزا کو بھی جھیلنا پڑتا تھا اس تنبیہ و سزا کا مقصد نہایت اعلیٰ اور بلند تھا کہ وہ خانقاہ جہاں روحانیت کا بحر بے کراں ہر لحظہ جوش میں رہتا تھا وہاں سے کوئی محروم نہ جائے اور اگر کسی میں کوئی کجی یا غفلت ہے تو اس کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسی اصلاح ہو جائے کہ جس کو دیکھتے ہوئے دیگر ارادت مندوں کو بھی سبق حاصل ہو تاکہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کا معیار طریقت کسی لمحے بھی کسی قسم کے ضعف کا شکار نہ ہو۔

حضرت سلطان العصرؒ کی سخت تربیت اور اعلیٰ روحانی فیوضات کا کیا ہی اعلیٰ نتیجہ برآمد ہوا کہ خانقاہ معلیٰ کے مریدین ایک دنیا کے لئے روحانی پیشواء بن گئے اور یہ سلسلہ طریقت اپنے جلال و جمال

کے ساتھ برصغیر کے طول و عرض میں اپنی مثالی شان کے ساتھ جاری و ساری رہا اور یہ طریق تربیت اپنے جمال و جلال کی حقانیت ہر عہد میں واضح کرتا رہا۔

حضرت سلطان العصرؒ کے طریق تربیت میں یہ بات بہت اہم ہے کہ آپ آداب و اخلاق زندگی کی طرف بہت توجہ دلاتے تھے اور کثرت عبادات کا ذوق آپ کی نگاہ کریمانہ سے سالکین و مریدین میں از خود بیدار ہو جاتا تھا یہاں تک کہ کثرت عبادات سے نہ مریدین کو تھکن ہوتی نہ ان کا دل اکتاہٹ محسوس کرتا۔ آپ کا وعظ و نصیحت اخلاق و کردار کے لئے اور نگاہ کریمانہ کثرت عبادات و اذکار کے لئے مہمیز تھی۔ آپ کے طریق تربیت کا یہ اثر تھا کہ آپ کے تربیت یافتہ راہ حق میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اٹل اور سراپا جام طہور کی طرح مسرور رہتے تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ ان عادات و اطوار کو اپنے مریدوں میں دیکھنا چاہتے تھے جن سے خدا محبت کرتا ہے یعنی تقویٰ، انفاق فی سبیل اللہ، اعمال صالحہ میں سبقت، عدل و انصاف، رجوع الی اللہ، محبت اہل ایمان، کثرت ذکر الٰہی ترک عیش کوشی، جہاد نفس، عفو و درگزر، حقوق العباد، صلح کل اور شعار اسلامیہ کی مکمل اتباع اور یہ تمام اخلاق عشق الٰہی و محبت رسولؐ کے بغیر احسن طریق سے نہیں ادا ہو سکتے چنانچہ آپ کی تربیت کے زیر سایہ خوش قسمت افراد آپ کی نگاہ کریمانہ سے نہایت قلیل مدت میں عشق الٰہی و محبت رسولؐ میں سرشار ہو جاتے تھے۔ اسی طرح آپ رذائل سے اجتناب کی سختی سے تلقین فرماتے تھے اور مریدین کو قبیح عادات سے دور رہنے کی نصیحت فرماتے اور روحانی توجہ بھی فرماتے چنانچہ آپ کے زیر شفقت تربیت حاصل کرنے والوں میں ایسے اخلاق عالیہ پیدا ہو جاتے جس میں ظاہر و باطن سیرت رسولؐ کے ایک حسین و جمیل عکس دل آویز تک رسائی حاصل کرتے اور رفتہ رفتہ ان کی سیرتیں اخلاق رسولؐ میں اس طرح محو ہو جاتیں کہ ان میں اصحاب رسولؐ کی اطاعت حق کی تجلیات ضوفگن ہونے لگتیں اور وہ تجلیات الٰہی کے نور سے منور ہو جاتے۔

امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی عظیم الشان تصنیف "سیرت الفقراء" کے حصہ سوم میں حضرت سلطان العصرؒ کے طریق تربیت سے متعلق متعدد واقعات کا تذکرہ رقم فرمایا ہے جس سے حضرت سلطان العصرؒ کے طریق تربیت پر روشنی پڑتی ہے۔ "سیرت الفقراء" سے چند ایسے واقعات کو بیان کیا جاتا ہے جن سے حضرت سلطان العصرؒ کے طریق تربیت پر روشنی پڑتی ہے اور اس امر کا واضح اظہار ہوتا ہے کہ رذائل سے اجتناب پر آپ کس قدر زور دیتے تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ کا طریق تربیت اور انداز محویت حضرت میانمیر بالا پیر قادریؒ کے عین مطابق تھا جس کی رو سے مریدین کو یکسوئی کے ساتھ یاد حق کی تعلیم دی جاتی تھی البتہ حضرت فخر انبیاءؐ کے بعالم دیدار رسولؐ کے بعد وہ بھاری وظائف و اوراد محذوف ہو گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایما کے مطابق کثرت درود شریف اور ذکر اسم ذات اللہ کی تجلیات کچھ ہی

عرصہ میں سالک کو قائم بالحق بنا کر راہ مشاہدہ حق کے حیطہ دیدار میں محو کرتیں۔

حضرت سلطان العصرؒ کا بحر بیکراں اس قدر مداج تھا کہ صاحبان سعادت اپنی ازلی سعادت سے ان کی طرف کھنچے جاتے تھے اور ہر روز لوگوں کا جم غفیر حاضر محفل رہتا تھا۔ آپ جس وقت محفل میں تشریف فرما ہوتے تو حاضرین محفل دو طرفہ قطاروں میں دو زانوں مودب خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ ماحول میں اس درجہ نورانیت اور وجدان قلب کا جمال و جلال ہوتا تھا کہ غافل دل محفل میں قدم رکھتے ہی ذاکر ہو جاتے تھے اور انہیں اس درجہ خضوع حاصل ہوتا تھا کہ گویا برس ہا برس کے نوافل اپنے ثمرات دکھا رہے ہوں۔ حضرت سلطان العصرؒ اکثر محفل میں خاموش رجوع الی الحق تشریف فرما رہتے اور آپ کے وسیلے سے گویا تمام محفل پر تجلیات قرب الٰہی سایہ فگن ہوتی تھیں۔

حضرت سلطان العصرؒ کی محفل میں جو شخص ایک مرتبہ حاضری کی سعادت حاصل کرتا وہ تادم زیست اس کی تازگی اپنے قلب و جاں میں محسوس کرتا تھا۔ آپ کے مریدین میں بہت کم ایسے تھے جنہیں آپ نے خاص طور پر سرزنش فرمائی ورنہ جو شخص آپ کی محفل میں آجاتا وہ اس محفل کے رموز و اوقاف خوبخود سیکھ جاتا اور اسے کسی قسم کی نصیحت کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ آپ کا اخلاق جہاں جمال مصطفائی کی تجلیات کا امین تھا وہاں آپ جلال مرتضائی کی تجلیات کے بھی امین تھے۔ آپ کے سامنے مودب بیٹھنے ہی سے لوگوں کے بے شمار مسائل باذن اللہ حل ہو جاتے تھے اور بہتوں کے عقدہ ہائے باطنی کی تشفی ہو جاتی تھی۔

حضرت سلطان العصرؒ کی تربیت مریدین ہر طرح سے درگاہ معلیٰ قادریہ بغداد شریف سے مماثل تھی اور تجلیات فیضان قادریہ کا ہر لحظہ نزول جاری رہتا تھا۔ حضرت سلطان العصرؒ خود بھی خود بینی و خود ستائی کے عیب سے پاک تھے اور آپ نے اپنے مریدین کو بھی خود بینی اور خود ستائی جیسے ناسوتی عیوب سے پاک اور منزہ بنا دیا تھا۔ آپ کے رعب و جلال کے تصور سے نہ صرف مریدین بلکہ جملہ احباب علاقہ ہر لحظہ محتاط رہتے تھے کیونکہ تمام احباب اس حقیقت کو جانتے تھے کہ حضرت سلطان العصرؒ بے وجہ کبھی کسی کو سرزنش نہیں فرماتے یہاں تک کہ اکثر اوقات درگذر سے کام لیتے تھے۔

حضرتِ سلطان العصرؒ آئینہ ربِ جلال	منبعِ فیضانِ عالم ہادیِ اہلِ کمال
معنیِ صبحِ الست آویز شد در بزم جاں	حلقۂ تربیتِ او کہکشانِ ضو جمال
صف بہ صف آید ہجومِ سالکانِ دل فگار	دفترِ علم لدنی مکتبِ شانِ وصال
یک نگاہِ او فروغِ جذبۂ سینائے عشق	انتہا در نعمتِ قربِ حریم لایزال
از شکوہِ او غریبِ شہر مثلِ شہر یار	شاہ عبداللہؒ محبوب جہانِ اہلِ حال
برقِ نگہہِ صاحبِ دل در حریم جاں نشست	کندن لاہور گوید منقبت در ارتجال

آپ جس پر نگاہ کرتے اور اسے اسباق تعلیم فرماتے اس پر تجلیات عشق الٰہی اس طور ضو فگن ہوتیں کہ چند

دنوں میں سالکین کو ذکر قلبی سے روحی اور روحی سے سری تک رسائی عطا فرماتی تھیں۔ اس کے علاوہ چند ایک اعمال صالحہ اہل طریق کو کامل تفہیم کے لئے بھی تعلیم کئے جاتے تھے جن کی تفصیل حضرت مخدوم العصرؒ کی کتاب "آداب المریدین" میں موجود ہے ان سب معاملات میں اہم ترین بات مشائخ درگاہؒ کی توجہ کاملہ تھی جو سالکین کو عنایت سخاوت سے درجات بلند عطا کرتی اور جس طرح حضرت فخرا حیاءؒ نے مجاہدہ چناب کے دوران اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مقصد میں بامراد کرے تو وہ مخلوق خدا کو آسان طریق پر چلائیں گے اور جو سختیاں برداشت کر رہے ہیں ان کو مخلوق خدا پر لازم نہ کریں گے چنانچہ اس وعدہ بامراد کی عملی تفسیر درگاہ معلیٰ کے مشائخؒ نے پیش فرمائی اور مریدین کو نگاہ کریمانہ و سخاوت معرفت سے بامراد فرمایا۔

اس حقیقت سے یہ بات بھی واضح ہے کہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے مشائخ عظامؒ کو مریدین کی تربیت ظاہریہ پر زیادہ وقت صرف کرنا پڑتا تھا البتہ روحانی منازل وہ ایمائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عام فرما رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ "میں اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہوں" چنانچہ جس طرح خانقاہ غوث العصرؒ کے مشائخ عظامؒ کا طریق زندگی اخلاق رسولؐ کی زندہ شہادت تھا اسی طرح وہ ہر لحاظ سے مریدین کی اخلاقیؒ تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے کیونکہ اخلاقی صفات پر توجہ کئے بغیر گوجرانوالہ جیسے خطہ حرماں نصیب اور جہالت پرست علاقے میں جلوہ توحید نمایاں نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسری طرف سکھوں اور انگریزوں کی ملی بھگت سے مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی کوشش کی جاتی تھی تا کہ اس بہانے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جائے لیکن اولیائے کرامؒ نے مسلمانوں کو امن بھلائی اور یاد حق کا درس دے کر سکھوں اور انگریزوں کی ملی بھگت کو ناکام بنا دیا۔ اس لحاظ سے بھی مسلمانوں کو اخلاقی تربیت کی اشد ضرورت تھی اور اس اہم کام میں خانقاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کو فقید المثال کامیابی حاصل ہوئی۔

اسراف کی ممانعت حضرت سلطان العصرؒ اسراف سے جس قدر نفرت فرماتے تھے شاید ہی کسی چیز سے اس قدر نفرت فرماتے ہوں۔ آپؒ اپنے مریدین کو اسراف کی تمام صورتوں سے الگ کر دیتے تھے۔ قرآن و حدیث میں اسراف کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔ جب تک ایک سالک اسراف کی ہر ایک صورت سے الگ نہ ہو جائے وہ روحانی درجات تو کجا ایمان کی حلاوت بھی محسوس نہیں کر سکتا۔ اسراف یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو غفلت سے ضائع کرنا انسانی افعال سے کسی طرح بھی مناسبت نہیں رکھتا۔ یہ اسراف خواہ رزق میں ہو' لباس میں ہو یا وقت کا اسراف ہو اس کی تمام صورتیں حیوانی سطح ذہن کی غماز ہیں۔ ایک سالک صادق کی زندگی اسراف کی ہر صورت سے مبرا اور پاک ہوتی ہے۔ اسراف میں بدترین اسراف رزق کا اسراف ہے جو کفران نعمت کہلاتا ہے چنانچہ رزق میں اسراف کرنے والوں کے رزق سے برکت اٹھ جاتی ہے اور جس بد قسمت کے رزق سے

خیروبرکت اٹھ جائے وہ اور کس خیروبرکت کا امیدوار ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ اپنے مریدین اور خانقاہ کے زائرین کو آداب طعام کی نہایت سختی سے تعلیم دیتے تھے کیونکہ رزق کا اسراف کرنے والا بزرگوں کے روحانی فیوضات کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ کے ایک مرید سائیں امام الدینؒ جو خانقاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں زیر تربیت تھے اکثر آم کھانے کی خواہش کرتے حضرت سلطان العصرؒ فرماتے کہ "جب اللہ تعالیٰ کھلائے گا کھا لینا" ایک دن شرقی ہند سے کسی عقیدت مند نے خدمت اقدس میں آموں کے دو ٹوکرے تحفتہ" پیش کئے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے سائیں امام الدین سے فرمایا کہ "لو اللہ تعالیٰ نے آم تو بھیج دیئے ہیں کھا لو لیکن اتنا سیر ہو کر کھانا کہ آئندہ تمہارا نفس دوبارہ آم کھانے کی خواہش نہ کرے" آپ نے ٹوکرہ سائیں امام الدین کے حوالے کر دیا۔ سائیں امام الدین حسب خواہش نہایت بے پرواہی سے آم کھاتا رہا۔ جب کھا کر فارغ ہوا اور ہاتھ دھونے کے لئے مسجد کی طرف بڑھا تو آپ نے ارشاد فرمایا "اور کھالو" سائیں امام الدین نے عرض کیا "بس حضور میں کھا چکا۔"

آپ نے محفل سے کسی شخص سے فرمایا کہ "وہ چھال اور گٹھلیاں جو امام الدین نے آم کھانے کے بعد جمع کی ہیں اٹھا لاؤ" اس شخص نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے ایک گٹھلی اور چھال منہ میں ڈالی تو اس میں رس موجود تھا۔ آپ نے اسی وقت سائیں امام الدین کو بلایا اور نہایت سختی سے ڈانٹتے ہوئے فرمایا "تم کو میں نے آم کھانے کے لئے کہا نہ کہ مسل کر پھینک دینے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلو واشربو والا تسرفو ان اللہ لایحب المسرفین۔ کھاؤ اور پیو لیکن کسی چیز کو بے جا ضائع مت کرو فضول خرچی نہ کرو۔ ضائع کرنے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتا۔" جو چیز کھاؤ اتنی احتیاط سے کھاؤ کہ جب تک اس کو کھایا جا سکے مت پھینکو اور کھانے کے بعد دیکھو کہ اگر چیز حیوانات کے کام آ سکتی ہے تو حیوانات کو کھلاؤ اور اگر کسی دوسرے استعمال میں آ سکتی ہے تو اس سے وہ کام لو لیکن ضائع مت کرو" حضرت سلطان العصرؒ کی اس تنبیہ کے بعد حاضرین نے ان گٹھلیوں اور چھلکوں کو اچھی طرح کھایا اور حکم کی تعمیل کی۔

آداب طعام درحقیقت باطنی رزق یعنی انوار و تجلیات کا پیش خیمہ بنتے ہیں اور اہل محفل نے جو چوسے ہوئے آموں کو ایک مرتبہ پھر صاف کر کے کھایا تو اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو رزق ظاہریہ کا ادب نہیں کر سکتے انہیں رزق باطنی کبھی نصیب نہیں ہوتا اور اگر کبھی کسی درویش خدا مست کی نگاہ معجز سے مستفیض ہو جائیں تو محض شعبدہ باز ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس نگاہ عارفانہ کے فیض کو اپنے اور خدا کے درمیان فاصلوں کو مٹانے کا ذریعہ نہیں بنا سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنا واجب ہے اور اصول طریقت میں یہ فرض عین ہے کیونکہ کھانا درحقیقت حیوانی فعل ہے۔ حیوان بھی کھاتے ہیں اور انسان بھی کھاتے ہیں۔ انسان آداب طعام کی

نگہداشت کے بعد ہی اپنے طعام کو انسانی فعل کے زمرے میں شامل کرتا ہے دوسری صورت میں انسان ناشکر گزاری کی وجہ سے حیوانی سطح سے بلند نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خانقاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں آداب کی سختی سے پابندی کروائی جاتی تھی اور بنیادی آداب طعام کی وضاحت احباب ایک دوسرے سے کرتے تھے کیونکہ اس عہد میں بھی نو مسلموں کی ایک بڑی تعداد اکثر اوقات شریک محفل ہوتی تھی چنانچہ بنیادی آداب طعام یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا، اپنے سامنے سے کھانا، چھوٹے لقمے اٹھانا اور اچھی طرح چبانا، روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جمع کر کے کھانا، تین سانس میں پانی پینا، الحمد اللہ کہنا اور ہاتھ دھونا وغیرہ کی پابندی بھی لوگ کرتے تھے بلکہ ترکاری کے برتن ہی میں پانی پیتے تھے اور اپنا اپنا برتن خود صاف کر کے لنگر خانے میں رکھتے تھے اگرچہ یہ طریق کار حضرت غوث العصرؒ نے قیام درگاہ کے ابتداء ہی میں جاری فرمایا تھا لیکن حضرت سلطان العصرؒ نے اس طریق کار پر سختی سے عمل کرایا یہاں تک کہ اسراف سے نفرت مریدین کی طبیعت ثانیہ بن گئی۔

فرائض شہریت کی تلقین حضرت سلطان العصرؒ احباب طریقت و زائرین درگاہ معلیٰ کو اصول شہریت کی سختی سے تلقین فرماتے تھے کیونکہ فرد معاشرے کا ایک ایسا جزو ہوتا ہے کہ جس کی اصلاح اور کجی معاشرے کی مجموعی ہیئت تشکیل پر اثرانداز ہوتی ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ دیگر اولیائے کرامؒ اور صوفیائے عظامؒ کی طرح علائق دنیوی سے دامن بچانے اور رجوع الی اللہ پر کامل توجہ دینے کی طرف مائل ضرور کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے نزدیک فرائض شہریت کی ادائیگی بھی ایک سالک صادق کی ذمہ داریوں میں شامل تھی چنانچہ ایفائے عہد صلح کل اور محبت و مروت کے ساتھ ساتھ امور شہریت پر آپ کا توجہ دلانا اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ آپ انسانی زندگی کو تمام تر جزویات کے حوالے سے پیش کرتے تھے کیونکہ فرائض شہریت سے غفلت ایسے مسائل کو جنم دیتی ہے جس سے پیدا ہونے والی مشکلات سالک صادق کی توجہ اور جمعیت قلبی کو متاثر کر سکتی ہیں۔

حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ کوئی عقیدت مند بطور ہدیہ گھی لے کر آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ "اس گھی کا محصول چونگی بھی ادا کیا ہے یا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ "حضور مجھے تو کسی نے نہیں پوچھا"۔ آپ نے ارشاد فرمایا "یہ گھی اسی وقت اٹھاؤ اور چونگی پر جا کر محصول ادا کرو اور پھر یہاں آؤ۔ محصول ادا نہ کرنا بھی چوری ہے اور چوری کا مال ہم نہیں کھایا کرتے" چنانچہ وہ زائر حسب الحکم محصول ادا کر کے واپس آیا تو پھر وہ گھی درگاہ معلیٰ کے لنگر خانے میں جمع کیا گیا۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن اگر حضرت سلطان العصرؒ کے نظام تربیت کو مد نظر رکھا جائے تو یہ بہت اہم بات ہے کیونکہ ایک شہری اگر اصول شہریت کا لحاظ نہیں کرتا تو آئندہ وہ

کسی بھی بد قماشی چوری چکاری رشوت و بد عنوانی میں ملوث ہو سکتا ہے اور ایک سالک صادق کی تربیت روحانی اس وقت تک درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکتی جب تک وہ اپنے اس معاشرے کے ساتھ انصاف نہیں کرتا جس میں وہ رہتا ہے۔ اگر ہر ایک فرد اپنے آپ کو اصول شہریت کے مطابق بنا لے تو تمام معاشرہ درست ہو سکتا ہے اور اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ "دنیا میں کیا نہیں ہوتا" تو اس سے اصلاح معاشرہ کے تمام نظریات ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔

حضرت سلطان العصرؒ کا زائر درگاہ کو محصول کے لئے اس قدر تنبیہ کرنا اور اس کو چوری قرار دینا اس امر کی واضح شہادت ہے کہ صوفیائے کرامؒ کے نزدیک انفرادی کردار اور انفرادی کردار کی اصلاح ہی پورے معاشرے کی بہتری کا سنگ میل ہے چنانچہ روحانیت جو سربسر حاصل تقویٰ ہے اس کی رفعتوں کو وہ لوگ نہیں پہنچ سکتے جو پرہیز گاری میں اس قدر محتاط نہ ہوں کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں انصاف ان کے مزاج کا حصہ بن جائے۔ شریعت کا تقاضا بھی ایسے ہی کردار کی تشکیل ہے جو انصاف کو زندگی کی روح بنا لے کیونکہ نور شریعت ہی سے طریقت کی روح بیدار ہوتی ہے اور طریقت کی انفرادی جلوہ نمائی ہی اجتماعی معاشرے کے لئے امن اور خوشحالی کی ضامن بنتی ہے۔

قرض کی ادائیگی فرض ہے

حضرت سلطان العصرؒ ہمیشہ اپنے مریدین و زائرین درگاہ کو اس امر کی نصیحت فرماتے تھے کہ حتی المقدور قرض سے بچو جہاں تک ہو سکے قرض سے اجتناب کرو اور کسی سے قرض نہ لو اور اگر مجبوراً" کبھی قرض اٹھاؤ تو اس کو مرض سمجھو جس طرح مریض ہر لحظہ اپنے مرض سے جان چھڑانا چاہتا ہے اور فوراً" صحت یاب ہونا چاہتا ہے یہی صورت حال اس شخص کی ہونی چاہئے جو قرض حاصل کرتا ہے۔ قرض حاصل کرنے والے کو نہایت تن دہی سے قرض کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہئے یہ شریعت کا بھی تقاضا ہے اور اصول طریقت میں بھی اس کی بہت اہمیت ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ کا قرض کی ادائیگی کے لئے اس قدر تنبیہ فرمانا ہر لحاظ سے دین اسلام کا بنیادی تقاضا ہے۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام مقروض کی نماز جنازہ میں شرکت نہ فرماتے تھے اس سے بڑھ کر تنبیہ ایک مسلمان کے لئے کیا ہو سکتی ہے کہ راہ حق میں شہید ہونے والے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں لیکن قرض شہیدوں کو بھی معاف نہیں کیا جاتا۔

اسی ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت غوث العصرؒ کے ایک مرید نے حضرت سلطان العصرؒ سے ایک روپیہ قرض لیا ہوا تھا جس کو ادا کرنے میں اس نے سخت غفلت کی اور قرض فراموش کر دیا۔ حسن اتفاق سے وہ مرید حضرت غوث العصرؒ کو اپنے گھر مہمان بنا کر لے گیا حضرت سلطان العصرؒ بھی ہمراہ تھے۔ مرید نے ایک روپیہ نذر حضرت غوث العصرؒ کے حضور پیش کی تو حضرت سلطان العصرؒ نے اس کے ہاتھ سے وہ روپیہ لے لیا اور ارشاد فرمایا کہ "پہلے میرا قرضہ ادا کر لو پھر اپنے پیر صاحب کی خدمت کر لینا' مقروض کا نذرانہ قبول نہیں کیا جاتا" وہ مرید یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا اور معافی کا

خواستگار ہوا۔ حضرت سلطان العصرؒ ذاتی طور پر سخی ابن سخی تھے ان کے لئے ایک روپیہ قرض معاف کر دینا کچھ عجب نہیں تھا لیکن جب اصول طریقت پر ضرب پڑتی دیکھی تو حق و انصاف کی گواہی دی جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ معاملہ ایک روپے کا ہی نہ تھا اصل مرحلہ یہ تھا کہ مقروض کی حیثیت نہایت شکستہ ہوتی ہے۔ اس کی نذر نیاز صدقہ خیرات کچھ نتیجہ پیدا نہیں کرتے جب تک کہ قرض ادا نہ کرے۔

حضرت سلطان العصرؒ کی یہ تنبیہ درحقیقت اس مقروض کے لئے وجہ ہدایت بھی تھی اور باعث نجات بھی کہ وہ کیسا غافل ہو رہا تھا کہ حضرت غوث العصرؒ کے حضور نذر بھی پیش کرتا اور نامقبول رہتی چنانچہ آپ نے اپنا ایک روپیہ قرض وصول کر کے اس مرید کی نذر کی قبولیت کا راستہ صاف کر دیا۔ یہ جلال باجمال کی ایک زندہ صورت تھی جس نے مرید کے نہاں خانہ دل کی تاریکی کو دور کر دیا اور دیگر مریدین کے لئے یہ واقعہ باعث ہدایت ثابت ہوا کہ قرض کی ادائیگی کو فرض اولین سمجھنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ قرض مرض کی صورت اختیار کر کے دل و جاں سے چمٹ جائے اور زندگی کے لئے وبال اور آخرت کے لئے زوال ثابت ہو۔

تصدیق بالقلب حضرت سلطان العصرؒ ایفائے عہد کو ایمان سے تعبیر فرماتے اور مریدین کو ایفائے عہد کی سختی سے تلقین فرماتے تھے کیونکہ ایفائے عہد کی انسانی زندگی میں بہت اہمیت ہے اور یہ اقرار زبان ہی ہے جس کے اعتبار پر ساری دنیا کا نظام چلتا ہے۔ جب اقرار زباں کی دل سے تصدیق جاتی رہے تو اس سے بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں جو ہر طرح سے شریعت و طریقت کے معاملات میں سد راہ بن جاتے ہیں۔ شریعت جن معاملات کو اجمالاً بیان فرمائے طریقت انہی معاملات کے جزویات کی تہہ تک پہنچتی ہے۔ اسی ضمن میں یہ واقعہ ہے کہ حضرت میاں کرم الٰہی قادریؒ (دربار قادریہ چنوں موم ضلع سیالکوٹ) جو حضرت سلطان العصرؒ کے پیر بھائی تھے ایک مرتبہ حضرت سلطان العصرؒ کے ساتھ آپ کی محفل میں سیالکوٹ میں شامل محفل تھے۔ حضرت غوث العصرؒ کے مریدین سیالکوٹ میں کثرت کے ساتھ تھے اس لئے حضرت سلطان العصرؒ گاہے بہ گاہے مریدین کی دعوت پر سیالکوٹ تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ کے روبرو کسی کو اونچی آواز میں گفتگو کی جرات نہ تھی اس لئے محفل کی ایک طرف حضرت میاں کرم الٰہی قادریؒ دوستوں سے نہایت نحیف آواز میں یہ مسئلہ بیان کر رہے تھے کہ "کافروں سے جو روپیہ سود پر لیا جاتا ہے اگر سود نہ دیا جائے اور اصل رقم واپس کر دی جائے تو کوئی گناہ نہیں" حضرت سلطان العصرؒ بہ اذن الٰہی نزدیک و دور کی آواز یکساں سماعت فرماتے تھے یہ مسئلہ سن کر میاں کرم الٰہی صاحبؒ کو طلب فرمایا۔ میاں صاحب فوراً دست بستہ حاضر ہوئے۔

حضرت سلطان العصرؒ نے دریافت فرمایا "کیا مسئلہ بیان کر رہے تھے؟" میاں صاحبؒ نے مسئلہ

دہرایا تو آپ نے فرمایا "تم کو ایمان کی صفتیں یاد ہیں؟" میاں صاحبؒ نے عرض کیا "ہاں حضور" آپ نے ارشاد فرمایا "اچھا سناؤ" جب میاں صاحبؒ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب پر پہنچے تو آپ نے فرمایا "ترجمہ کرو" چنانچہ انہوں نے ترجمہ کیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا کہ "جب تم کسی سے روپیہ ادھار لیتے ہو تو اس وقت سود ادا کرنے کا اقرار کرتے ہو یا نہیں؟" میاں صاحبؒ نے کہا "ہاں حضور اقرار تو ضرور کرتے ہیں" آپ نے فرمایا اقرار کرتے ہو تو اقرار کرنے کے بعد پھر کس طرح اس کی رقم کھانا جائز ہو گا؟ اور اگر کھائے گا تو اقرار اور وعدے کے خلاف کرے گا تو وعدہ کے خلاف کرنے والا خود مجرم ہو گا۔ خبردار آئندہ لوگوں کے سامنے ایسے مسئلے بیان کر کے گمراہی مت پھیلاؤ۔ اگر تم نے بھی کسی کا کچھ دینا ہے تو پائی پائی چکا کر پھر میری محفل میں آؤ" میاں صاحبؒ نے معافی طلب کی۔

حضرت سلطان العصرؒ کی یہ تنبیہ فتنہ و فساد کو روکنے کے لئے تھی کہ اگر کسی نے سود پر روپیہ لے لیا خواہ کسی کافر سے لیا جب سود ادا کرنے کا اقرار کرنے کے بعد سود ادا کرنے سے انکار کرے گا تو لازماً دوسری طرف سے معاندانہ رویہ اپنایا جائے گا اور اس قسم کے سود پر روپیہ دینے والے جانی و مالی نقصان پہنچانے پر بھی تیار رہتے ہیں چنانچہ اہل ہوش کو اپنے اقرار پر قائم رہنا چاہئے۔ اول تو سود پر روپیہ حاصل کرنا ہی شریعت میں جائز نہیں دوئم اقرار کر کے انکار کرنا اور بھی زیادہ فتنہ انگیز ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وعدے کا توڑ دینا ایک مسلمان خاص طور پر اہل سلوک کے حق میں کسی طرح بھی خیر نہیں۔ ایفائے عہد خواہ کسی مسلم سے ہو یا غیر مسلم سے ایفائے عہد پر امن معاشرت کی بنیاد ہوتا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے اس واقعے میں سود کی حرمت کے باب میں تفصیل کو ضروری نہ سمجھا کیونکہ اصل معاملہ ان کے نزدیک اقرار باللسان و تصدیق بالقلب تھا جس سے ایک سالک صادق کی شخصیت کی تشکیل ہوتی ہے۔ میاں کرم الٰہی قادریؒ اگرچہ بذات خود عالم اجل اور مفتی وقت تھے لیکن حضرت سلطان العصرؒ نے ان کو مسئلہ کی نہایت سے آشنا فرمایا۔

تصورِ شیخ اور محبتِ شیخ طریقت قادریہ میں تصور شیخ بالارادہ کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ جس چیز کو تصور شیخ کہا جاتا ہے وہ دراصل تصور شیخ کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ تصور اس چیز کو کہتے ہیں جو کامل ہو جبکہ بالارادہ تصور میں کبھی جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے تو دوسرا غائب اور اس کے علاوہ کسی پیر کامل کا بالارادہ تصور ممکنات ہی میں نہیں کیونکہ پیر کامل سایہ خداوندی ہوتا ہے جس کا تصور ممکن نہیں تصور صرف ناقص کا ہی کیا جاتا ہے اور ناقص ہی تصور میں مقید ہوتا ہے اس کے علاوہ تصور شیخ ہر لحاظ سے بے ادبی اور توہین مرشد ہے کہ اپنے ارادے سے اپنے پیر کے تصور کو اپنے سامنے خادم کی طرح کھڑا رکھے۔ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر حضرت غوث العصر رحمتہ اللہ علیہ تک تمام اولیائے قادریہؒ نے اس قسم کے بالارادہ تصور شیخ کو خرافات ہی

قرار دیا ہے کیونکہ طریقت قادریہ نے اپنی عظیم الشان تعلیمات میں ترک دنیا کو ترک وجود اور تصور شیخ کو تصور اسم ذات اللہ کی حیثیت اعلیٰ میں اختیار کیا ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ حضرت سلطان العصرؒ درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ میں اپنے کمرے میں آرام فرما تھے کہ ایک زائر آپ کے قریب بیٹھ گیا اور مکمل توجہ سے آپ کے تصور مثل اللہ کو مقید کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا اس شخص کو تصور شیخ میں خاصی مہارت تھی لیکن جیسے ہی اس نے آپ کا تصور باندھنے کی کوشش کی آپ فوراً بیدار ہو گئے اور نہایت نرمی و اخلاق سے اس شخص کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "اے دوست ایک بات تو بتاؤ کہ پیر و مرشد کا درجہ بڑا ہوتا ہے کہ مرید کا؟" اس نے نہایت شرمندگی سے عرض کیا "حضور پیر و مرشد کا درجہ بلند ہوتا ہے" آپ نے ارشاد فرمایا "پیر و مرشد کے حضور میں مرید کا کھڑا ہونا جائز ہے یا مرید کے حضور میں پیر و مرشد کا کھڑا ہونا جائز ہے؟" اس نے عرض کیا "پیر و مرشد کے حضور میں مرید کو ہی ادب بجالانا چاہئے کیونکہ پیر و مرشد کا مرید کے حضور میں کھڑا ہونا درست نہیں" آپ نے ارشاد فرمایا "پھر تو تو آرام سے بیٹھا ہوا ہے اور مجھے اپنے سامنے کھڑا دیکھنا چاہتا ہے کیا یہ بے ادبی میں شامل نہیں؟" وہ زائر لاجواب ہو گیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا "جس طرح تم تصور شیخ سمجھتے ہو وہ غلط ہے، تصور شیخ جو مرید اپنے ذہن میں آنکھیں بند کر کے اپنی کوشش سے پیدا کرتا ہے وہ حقیقت میں تصور شیخ نہیں ہوتا بلکہ اسے بندش نقش کہا جاتا ہے کبھی شیخ کی صورت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور کبھی مٹ جاتی ہے۔ کبھی جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا مفقود ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں تصور شیخ یہ ہے کہ مرید کے دل میں اپنے شیخ کی اتنی محبت اور عشق پیدا ہو جائے کہ مرید کو چلتے پھرتے یا آنکھیں بند کئے اپنے شیخ کی صورت بغیر ارادہ خود بخود نظر آنے لگے۔ اور کسی حالت میں بھی وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہو"

حضرت سلطان العصرؒ نے کس قدر شان بلاغت کے ساتھ یہ مسئلہ واضح فرمایا کہ طریقت درحقیقت اول آخر ادب ہی ادب ہے۔ محض قوت متخیلہ اور مہارت تصورہ پر بھروسہ کرنے سے سوائے خلل دماغ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مرید صادق کو بہترین کوشش اتباع مرشد میں کرنی چاہئے تاکہ سالک صادق رفتہ رفتہ منازل سلوک طے کرے اور ہر لحظہ ادب مرشد کے وسیلے سے اعلیٰ منازل تک پہنچے اور کوئی ایسا طریق نہ اپنائے جو صحابہ رسولؐ کے طریق میں نہ ملتا ہو۔ دوسرے اس اہم اصول کی تعلیم فرمائی کہ محبت ہی قرب کی علامت ہے جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو فراق بھی قرب بن جاتا ہے اور درجہ عشق سے چار سو جلوہ محبوب و مطلوب کے جلوہ رنگین سے معمور ہو جاتا ہے سبحان اللہ تصور ہو تو ایسا ہی ہو جو بے ارادہ ہو جس میں جدائی بھی وصال کے لطف و عنایت کا سبب ہو اور تادیب مرشد میں بھی کچھ فرق نہ آنے پائے۔ حضرت سلطان العصرؒ کو نسبت اویسی بدرجہ تمام

حاصل تھی اور عشق محمدیہؐ میں اعلیٰ منازل رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ ہی اس بردباری اور تحمل کے ساتھ ایک زائر کو منع کرنے اور لاجواب کرنے کی ہمت رکھتے تھے۔ اس ایک واقعے میں ہی بہت سے قوانین طریقہ القادریہ کی وضاحت ہے۔

عصمتِ نسبت حضرت سلطان العصرؒ دیگر اولیائے کرامؒ کی طرح نسبت مرشد کی عصمت کی نگہداشت کی تعلیم فرماتے تھے کہ ایک مرید کا عقیدہ اپنے شیخ طریقت پر اس قدر پختہ ہونا چاہئے کہ دنیا کے تمام حوادث ایک طرف جمع ہو جائیں پھر بھی مرید کی عصمت نسبت میں کچھ فرق نہیں آنا چاہئے جیسا کہ حضرت غوث الاعظمؓ نے ارشاد فرمایا ہے "کہ "مرید کو سمجھنا چاہئے کہ اس کا مرشد مرتبہ غوثیت پر فائز ہے" تاکہ مرید کسی اور طرف توجہ نہ کرے کیونکہ درحقیقت فیض روحانی بہ وسیلہ حضور سرور کائنات علیہ الصلواۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی سے ہوتا ہے۔ روز روز اپنے مشرب میں تبدیلی کرنا یا محض تماشائے محفل فقراء کی غرض سے جگہ جگہ نسبت قائم کرنا برے انجام کی خبر دیتا ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ "دھوبی کا کتا گھر کا' نہ گھاٹ کا"۔ اپنے پیر طریقت کا احترام اور استحکام نسبت ہی ارادت ہے اس کے علاوہ لدارادت کا اور کوئی مفہوم نہیں۔

اسی ضمن میں ایک واقعہ حضرت پیر سید شاہ زمان رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی منقول ہے کہ ایک روز شاہ صاحبؒ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں حاضر ہوئے تو اس وقت حضرت سلطان العصرؒ حضرت غوث العصرؒ کے مزار اقدس میں قدموں کی طرف لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ شاہ صاحبؒ حاضر ہوئے اور سلام عرض کرنے کے بعد آپ کے پاؤں دابنے لگے اسی اثناء میں ایک خادم آیا اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ نے حسب عادت دریافت کیا کہ کہاں سے آیا ہے اور کیا کام ہے۔ اس شخص نے تعارف کرانے کے بعد عرض کیا کہ "حضور فلاں جگہ ایک میلہ ہے اور وہاں کئی بزرگ تشریف لا رہے ہیں۔ میں آپ سے وہاں جانے کے لئے اجازت مانگنے آیا ہوں" حضرت سلطان العصرؒ نے زبان حق ترجمان سے ارشاد فرمایا "میں نے کب تمہیں روکا ہے تم تو چار پانچ دن سے تیاری میں مصروف تھے کئی دوستوں کو تم نے اپنے ساتھ میلہ پر جانے کے لئے مدعو کیا' بچوں کو بتایا' کام سپرد کیا' اور کل بیوی سے اس غرض کے لئے کپڑے دھلائے اور صبح سات روپے خرچہ کے تم نے بیوی سے لئے ہیں اور اب مجھ سے اجازت حاصل کرنے آئے ہو۔ جہاں تمہارا جی چاہے جا سکتے ہو۔"

وہ شخص زبان حق ترجمان سے یہ سب سن کر شرمسار تو ہوا لیکن سابقہ ارادہ کے موجب سلام کر کے رخصت ہو گیا۔ اس شخص کے جانے کے بعد حضرت سلطان العصرؒ نے حضرت پیر سید شاہ زمان رحمتہ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا "پیر جی مجھے ایک مسئلہ بتاؤ کہ اگر ایک منکوحہ عورت جس کا خاوند بھی مرد ہو اور نامرد نہ ہو اپنے خاوند کی بجائے کسی غیر مرد کا حکم مانے صحبت رکھے۔ محبت اور خدمت

کرے اور خاوند کی بالکل پرواہ تک نہ کرے تو کیا وہ شریعت کی رو سے طلاق کی حقدار نہیں ہوتی؟"
شاہ صاحبؒ نے عرض کیا "ضرور ہے حضور" آپؒ نے فرمایا "پیرجی جس طرح ایک خاوند اور بیوی
میں جسمانی طور پر تعلق ہوتا ہے اسی طرح ایک مرشد اور مرید میں روحانی طور پر تعلق ہوتا ہے۔ اگر
کوئی مرید اپنے پیرو مرشد کا حکم نہ مانے اور غیر کا حکم مانے' اپنے پیرو مرشد کی صحبت نہ رکھے اور غیر
کی صحبت رکھے' اپنے پیرو مرشد کے ساتھ محبت نہ رکھے اور خدمت و ادب نہ کرے اور غیر کے
ساتھ محبت رکھے اور خدمت او ادب نہ کرے اور غیر کے ساتھ محبت رکھے آیا وہ مرید طریقت میں
طلاق کا حقدار نہیں ہے؟" شاہ صاحبؒ نے عرض کیا "حضور آپ نے درست ارشاد فرمایا"۔
تھوڑے توقف کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "پیرجی آج کوئی مجھے کہے کہ آؤ میں تمہیں عرش کی سیر
کرا لاؤں تو میں تو اس کی ایسی سیر پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ میں اپنے پیرو مرشد کے قدموں سے اٹھنا
چاہتا ہوں' میرا عرش میرے پیرو مرشد کے قدموں میں ہی ہے"۔ پھر تھوڑے توقف کے بعد ارشاد
فرمایا "پیرجی میری ایک نصیحت یاد رکھیئے کہ جب تک مرید کا اپنے پیرو مرشد پر یہ عقیدہ نہ ہو وہ کبھی
فیض یاب نہیں ہو سکتا بلکہ مرید کا عقیدہ ایک پہاڑ کی طرح ٹھوس ہونا چاہئے کہ ہواؤں کے ہزاروں
تھپیڑوں سے بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکے۔"

حضرت پیر سید شاہ زمان رحمتہ اللہ علیہ کی اس روایت سے عصمت نسبت کے اصول طریقت
کی کامل وضاحت ہوتی ہے کہ اہل ارادت کو اپنے مشرب سے لاتعلقی اور غفلت کسی صورت اختیار
نہیں کرنی چاہئے ورنہ ارادت کسی طرح سے بھی ارادت کہلانے کی مستحق نہیں اور محکم ارادت جس
میں عصمت نسبت کا لحاظ رکھا جائے وہی بزرگان دین سے فیضیاب ہونے کے لئے محکم ذریعہ ہے۔

ردِ بدعت عزم مرداں حضرت سلطان العصرؒ نے تمام زندگی اہل عقیدت کو خرافات و
بدعات سے علیحدگی اور نفرت کی تعلیم دی کیونکہ خرافات و بدعات سب سے پہلے انسان کا قیمتی وقت
برباد کرتی ہیں اور بعدہ ساری زندگی حسرت و یاس کی تصویر بن جاتی ہے۔ خرافات و بدعات کی وجہ
سے عقائد راسخہ میں بھی خلل واقع ہونے لگتا ہے چنانچہ رد بدعت عزم مرداں رہا ہے تاکہ اللہ کی
مخلوق راہ حق پر محکم ایمان کے ساتھ چلے اور ہر لحاظ سے کامیاب ہو۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے
کہ ایک مرتبہ آپ اپنے ایک ارادت مند مولوی محمد علی صاحب کے گھر موضع کانوا نلٹ میں تشریف
لے گئے۔ نماز ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے مولوی صاحبؒ سے فرمایا کہ "نماز ظہر ادا کرنا چاہتا ہوں"
مولوی صاحب نے عرض کیا کہ "حضور پانی اور مصلا کا انتظام موجود ہے" لیکن آپ نے فرمایا "نہیں'
ہم تو مسجد میں نماز ادا کریں گے" مسجد مولوی صاحبؒ کے گھر کے قریب ہی تھی لیکن آپ نے گاؤں کا
چکر لگانے کی خواہش کی چنانچہ مولوی صاحبؒ خاموشی سے ساتھ چلتے رہے۔ گاؤں کی دوسری جانب
ایک تکیہ تھا۔ آپ نے وہاں دیکھا کہ چارپائی پر ایک شطرنج کھلی پڑی ہے اور خانوں میں مہرے پڑے

ہیں اور ایک شخص پاس بیٹھا ہے۔ آپ نے اس آدمی سے پوچھا "یہ کیا چیز چارپائی پر پڑی ہوئی ہے ؟" اس آدمی نے جواب دیا " باباجی یہ ایک کھیل ہے " آپ نے فرمایا" یہ کھیل کون کون کھیل رہا تھا؟" اس نے عرض کیا کہ " ہمارے پیر و مرشد جو سادات خاندان کے چشم و چراغ ہیں " آپ نے فرمایا" اب وہ کہاں گئے ہیں ؟" اس نے عرض کیا" وہ اپنے مریدوں کے گھر دوپہر کا کھانا کھانے گئے ہیں اور مجھے اس کی حفاظت کے لئے یہاں چھوڑ گئے ہیں"۔ آپ نے اپنے پاؤں سے شطرنج کو ٹھوکر مار کر تمام مہرے الٹ دیئے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ وضو کیا اور نماز میں مشغول ہوگئے۔

وہ آدمی بھاگا بھاگا اپنے پیرو مرشد سید صاحب" کی خدمت میں پہنچا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ سید صاحب" آگ بگولہ غصے سے بے قابو اس آدمی کے ساتھ آئے اور پوچھا کہ "وہ کون تھا جس نے ہمارے کھیل کو بگاڑ دیا ہے؟" اس آدمی نے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ سید صاحب" غصے سے عقل و ہوش سے بے گانہ جوتے سمیت مسجد کے صحن میں آ گئے جہاں لوگ نماز ادا کر رہے تھے ۔ آپ نماز ادا کر چکے تھے 'سید صاحب" نے غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے کہا "او بھنگی تم نے ایسا کیوں کیا' تم نے ایک سید زادے سے مقابلے کی ٹھان لی' تو اپنی خیر چاہتا ہے یا نہیں؟" اس کے علاوہ جو بھی اس کے منہ میں آیا کہتا رہا۔ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا"واقعی میں تیری نظر میں ایک بھنگی ہوں اور بھنگی کا کام راستے کی صفائی کرنا ہوتا ہے میں نے اس لئے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ میں وہ ہوں جو شریعت اور طریقت کے تمام راستوں سے بدعات اور خرافات کو صاف کرتا ہوں نفوس و قلوب کو صاف کرتا ہوں ' جسم کے اربعہ عناصر کی طہارت کر کے اصقل بنا دیتا ہوں" یہ جواب دینے کے بعد حضرت سلطان العصر" نے سید زادے کی بے ادبی اور جوتے سمیت مسجد میں آ چڑھنے کی وجہ سے سید زادے پر ایک ایسی جلالی نگاہ کی کہ سید زادے کی حالت غیر ہوگئی' اچھل اچھل کر مسجد کی دیواروں سے ٹکریں مارتا اور مسجد کی سفید دیواروں کو رنگین بناتا کبھی زمین پر گرتا اور پھر اٹھ کر دیواروں سے ٹکریں مارتا یہاں تک کہ لہولہان ہوگیا۔ اس کے مرید اور دیگر گاؤں کے لوگ سید زادے کی یہ حالت دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ مسجد کے باہر لوگوں کا ہجوم جمع ہوگیا۔

مولوی محمد علی صاحب" نے حضرت سلطان العصر" کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ "حضور اس کو معاف فرمائیں ورنہ یہ ابھی مر جائے گا۔" لیکن حضرت سلطان العصر" کے چہرہ عکس یزدان پر جلال نمودار تھا۔ دیگر اہل علاقہ اور معززین موضع نے بھی آپ کی خدمت اقدس میں دست بستہ رحم کی اپیل کی ۔ آخر کار آپ نے سید زادے کی جان بخش دی۔ تھوڑی دیر بعد سید زادے کو ہوش آیا تو وہ حضرت سلطان العصر" کے قدموں میں سر رکھ کر زار و قطار رونے لگا اور اپنے گناہ کی معافی مانگی کہ اس نے شومئی قسمت سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارث کی شان میں اور مقبول بارگاہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ جملے کہے۔ سید صاحب" کی پیہم گریہ زاری

کے بعد حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا" جا تجھے معاف کیا۔ آئندہ ایسی حرکت مت کرنا" سید صاحب کے ظاہر و باطن میں شمس الحقیقت ضو فگن ہو چکا تھا اور وہ آپ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہونے کے بعد آپ سے درخواست کرنے لگا کہ آپ اس کو اپنی غلامی میں قبول فرمائیں چنانچہ آپ نے نگاہ عفو و درگزر عطا فرماتے ہوئے سید زادے کو بیعت کر لیا۔ سید صاحب کو ایسی توبہ نصیب ہوئی کہ اعلیٰ درجات روحانیہ تک رسائی ہوئی اور مع اپنے مریدوں کے حق آشنا ہوئے۔

شاہدِ لا الہ الا اللہ

شیخِ شیخاں خواجہ عبداللہ

جلالِ فقر حضرت سلطان العصرؒ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو ہمیشہ بد نظری سے منع فرماتے تھے کیونکہ غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنے سے منازل ذکر و فکر میں خلل واقعہ ہوتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو مردوں کے سامنے اور مردوں کو عورتوں کے سامنے نظر نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے جیساکہ سورۃ النور میں تفصیلی احکامات بیان کئے گئے ہیں اس کے علاوہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی حفظ نظر کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " عورتوں کی طرف مت دیکھ! ان کی آنکھوں میں وسوسے ہوتے ہیں " اس کے علاوہ حیا کو جزو ایمان بیان کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نظر کی حفاظت کرنے والوں کو حلاوت ایمان کی خوشخبری سنائی ہے کہ وہ لوگ لذت ایمان سے آشنا ہونگے جو حفظ نگاہ کا اہتمام رکھتے ہیں۔ طریقت کا مقصد و مدعا ہی ایمان کو کامل بنانا اور مشاہدہ حق کے لئے باطنی حواس کو بیدار کرنا ہے۔ جو شخص حواس ظاہریہ کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتا اس کے حواس باطنی ہمیشہ خوابیدہ ہی رہتے ہیں۔ اس لئے حضرت سلطان العصرؒ اہل ارادت کو حفظ نگاہ و قلب کے خصوصی اہتمام کا حکم ارشاد فرماتے تھے کیونکہ یہ طریقت کے اصل و اصول سے متعلق ایک ایسی حقیقت ہے جس کو فراموش کرنے والے ہر لحاظ سے خسارے ہی میں رہتے ہیں۔ حفظ نگاہ کا اصول صرف اسلام ہی کا خاصہ نہیں بلکہ دنیا کے تمام مذاہب میں حفظ نگاہ کی اہمیت کا اقرار کیا گیا ہے کیونکہ آنکھ دل کا دروازہ ہے اور تمام خطرات نفسانی آنکھوں کی خیانتوں کے ذریعے ہی دل پر قابض ہو جاتے ہیں۔
حضرت سلطان العصرؒ حفظ نگاہ کی تلقین جس سختی سے فرماتے تھے شاید ہی کسی اور معاملے میں اس قدر سختی کرتے ہوں کیونکہ ایک مرید جب نگاہوں کی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے اس ارتکاب سے تمام بزرگان سلسلہ کو اذیت ہوتی ہے۔

اس ضمن میں ایک واقعہ یوں ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک ابدال وقت حاضر ہوا اور معاملات تکوین عالم کے بارے میں مشورہ و گفتگو کے لئے اس ابدال وقت نے حضرت سلطان العصرؒ سے گزارش کی کہ تھوڑی دیر کے لئے آپ خانقاہ سے باہر چہل قدمی کے

لئے تشریف لے چلیں چنانچہ آپ اس کی درخواست پر خانقاہ عالیہ سے باہر تشریف لے گئے۔ خانقاہ پر موجود ایک خادم بھی آپ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ نے از راہ شفقت اسے منع نہ فرمایا چنانچہ وہ خادم چند قدم پیچھے آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور آپ اس ابدال وقت کے ساتھ محو گفتگو رہے اور جنوبی شہر کی طرف یہ چہل قدمی جاری رہی۔ راستے میں ایک چھوٹا سا پل آتا تھا جس کے نیچے ہندوؤں نے اشنان استھان (غسل خانے) بنائے ہوئے تھے جہاں اس وقت خوبصورت نوجوان ہندو لڑکیاں نہا رہی تھیں۔ حضرت سلطان العصرؒ اور ابدال وقت اپنی گفتگو میں منہمک پل سے گزر گئے اور لڑکیوں کی طرف دھیان نہ گیا لیکن چند قدم پیچھے آنے والا خادم جب پل کے اوپر پہنچا تو ہندو لڑکیوں کے برہنہ جسموں کے حسن و جمال میں ایسا محو ہوا کہ وہیں بت بنا لڑکیوں کو دیکھتا رہا۔

جب حضرت سلطان العصرؒ اور ابدال وقت کافی آگے نکل گئے تو ابدال وقت کا دھیان لڑکیوں کو تاڑنے والے خادم کی طرف گیا اور اس نے شکایت کرتے ہوئے حضرت سلطان العصرؒ سے کہا کہ "حضور آپ نے سور اور کتوں کو بھی تکبیر ڈال دی ہے وہ آدمی جو ہمارے پیچھے پیچھے آ رہا تھا راستہ میں کھڑا ہو کر عورتوں کی طرف دیکھنے لگا ہے"۔ آپ نے جلال آمیز نظروں سے پل کی طرف اس محو نظارہ خادم کی طرف دیکھ کر فرمایا "آج سے وہ ہرگز نہیں دیکھے گا" آپ کی زبان حق ترجمان سے ان الفاظ کا ادا ہونا ہی تھا کہ وہ مرید بے دید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندھا ہو گیا۔ اللہ اللہ جلال فقر کہنے والے کہہ گئے ہیں کہ جو مالک لقمہ طلائی کھلاتا ہے وہ شیر کی آنکھ سے بھی دیکھتا ہے۔ جو پیر طریقت اندھے دلوں کو نور حق سے صیقل کر کے مشاہدہ حق کے لائق بناتا ہے وہ جلال میں آ جائے تو تمام ظاہری و باطنی جلوے وداع ہو جاتے ہیں کہ خود بینی طریقت میں منع ہے۔ بقول غالب۔

تا کجا اے . آگہی رنگ تماشا باختن
چشم وا گردیدہ آغوش وداع جلوہ ہے

مست را ہست کردن حضرت سلطان العصرؒ صاحب جلال ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مشفق اور نرم دل بھی تھے۔ کسی کو اذیت دینا آپ کو قطعی نا پسند تھا البتہ جب کوئی شخص اصول طریقت میں من مانی کرنا چاہتا تو آپ کے جلال کا سامنا کرنا کسی کے بس میں نہ تھا۔ آپ ہمیشہ اپنے تربیت یافتہ مریدین سے عفو و درگزر سے پیش آتے اور ان کو بھی عفو و درگزر ہی کی تلقین فرماتے تھے۔ خاص طور پر ذاتی اغراض کے تحت اگر کوئی مرید روحانی قوت استعمال کر کے کسی کو زچ کرنے کی کوشش کرتا تو آپ سخت خفا ہوتے۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ سائیں عبداللہ شاہ سیالکوٹیؒ کی سرزنش کرنے کا روایات میں ملتا ہے۔

سائیں عبداللہ شاہ سیالکوٹیؒ صاحب حال اور سرمست بزرگ تھے اور حضرت غوث العصرؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سیالکوٹ میں سائیں صاحبؒ کے کثرت کے ساتھ مرید اور عقیدت مند تھے جن میں

علامہ اقبالؒ کے والدینؒ بھی شامل تھے۔ سائیں صاحبؒ ہر سال دس اساڑھ کو سیالکوٹ میں ایک محفل کا انعقاد کیا کرتے تھے جس میں حضرت سلطان العصرؒ کو مدعو کرتے تھے۔ آپ کے علاوہ حضرت مولوی محبوب عالمؒ سجادہ نشین درگاہ نوریہ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ اور دیگر بہت سے بزرگان دین شامل ہوا کرتے تھے اور گیارہ اساڑھ کی صبح یہ محفل سائیں نظام الدینؒ کے گھر محلہ سیانہ پورہ میں منعقد ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سلطان العصرؒ بمع تقریباً ایک سو عقیدت مندوں کے اڈہ پسروریاں سے محلہ سیانہ پورہ کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ مریدین اور عقیدت مندوں کے آگے آگے چل رہے تھے اور بہت پیچھے حضرت سائیں عبداللہ شاہؒ اور حضرت مولانا مولوی محبوب عالم صاحبؒ دونوں پیر بھائی محو گفتگو جا رہے تھے۔ مولانا مولوی محبوب عالمؒ نے سائیں صاحبؒ سے کہا کہ "سائیں صاحب! ایک حجام میری حجامت بناتا ہے اسے ہر روز سانپ ڈس جاتا ہے علاج تو بہت کیا لیکن اسے آرام نہیں آیا"۔ سائیں صاحبؒ نے فرمایا "اچھا مولوی صاحب! آج سے اس حجام کو سانپ نہیں ڈسے گا۔" سائیں صاحبؒ نے کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس حجام کو شفاء بخش دی۔ دوسرے سال حسب معمول اسی طرح پھر حضرت سلطان العصرؒ مریدین کی پیشوائی فرماتے ہوئے اڈہ پسروریاں سے محلہ سیانہ پورہ تشریف لے جا رہے تھے اور سب سے پیچھے اسی طرح حضرت سائیں صاحبؒ اور مولانا مولوی محبوب عالم صاحبؒ محو گفتگو جا رہے تھے۔ جب دو دروازہ کے بازار میں پہنچے تو مولوی صاحبؒ نے سائیں صاحبؒ سے کہا کہ "سائیں صاحبؒ پچھلے سال میں نے حجام کے بارے میں عرض کیا تھا' وہ تو آپ کے فرمان کے مطابق اسے سانپ ڈسنا بند ہو گیا تھا لیکن اسی وقت سے اس بدبخت نے میری حجامت بنانا بھی بند کر دیا ہے" سائیں صاحبؒ نے کہا "اچھا مولوی صاحب! اگر اس نے ایسا کیا ہے تو دوبارہ سانپ ڈسنے لگے گا"۔

اگرچہ یہ گفتگو سائیں صاحبؒ اور مولوی صاحبؒ بہت آہستگی کے ساتھ کر رہے تھے۔ لیکن حضرت سلطان العصرؒ نے سمع حق وجدان سے اس ساری گفتگو کو سن لیا اور سائیں صاحبؒ کو آواز دی۔ سائیں صاحبؒ دست بستہ حاضر ہو گئے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے سائیں صاحبؒ کو کان سے پکڑ لیا اور فرمایا۔ "کیوں حجام کو اب سانپ ڈسے گا؟" سائیں صاحبؒ نے عرض کیا "حضور معاف فرمایئے" آپ نے فرمایا "تو نے پہلے اس کے حق میں دعا کی اور وہ شفایاب ہو گیا اب تو نے اس کے حق میں بد دعا کیوں کی؟ کیا مولوی محبوب عالم کو دوسرا حجام نہیں مل سکتا؟" سائیں صاحبؒ انتہائی گریہ و زاری سے معافی کے خواستگار ہوئے لیکن کان پکڑنے والے بھی حضرت سلطان العصرؒ تھے آپ اس کی گریہ و زاری کو خاطر میں نہ لاتے اور معاف نہ فرماتے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو سر بازار ٹھہرا ہوا تھا دوکانداروں نے دوکانیں بند کرنا شروع کر دیں۔ احباب بار بار دریافت کرتے کہ کیا بات ہوئی ہے لیکن کسی کو معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ کیا معاملہ ہے۔

آخر کار حضرت سلطان العصرؒ نے اس شرط پر سائیں صاحب کو معافی دی کہ تا عمر کسی کے حق میں بد دعا نہ کریں گے اور بازار کے دونوں کونوں تک تین بار ناک رگڑ کر لکیریں نکالیں گے۔ سائیں صاحبؒ نے حسب الحکم زمین پر تین بار ناک رگڑ کر لکیریں نکالیں۔ پتھریلی سڑک کی وجہ سے سائیں صاحبؒ کا ناک لہو لہان ہو گیا تو سائیں صاحبؒ کی گلو خلاصی ہوئی اور یہ کارواں روانہ ہوا۔

سائیں صاحبؒ کے خدام اور مریدین نے جب اپنے پیر کا لہولہان ناک اور عبرت انگیز حالت دیکھی تو اس بے عزتی کو برداشت نہ کر سکے اور سائیں صاحبؒ سے عرض کیا کہ "حضور آپ سے کچھ غلطی ہوئی بھی تھی تو پھر بھی قبلہ عالم کو سر بازار سزا نہیں دینا چاہئے تھی بلکہ الگ تھلگ سمجھا دیتے۔" سائیں صاحبؒ نے اپنے مریدین کی یہ سمع خراشی سنی تو آگ بگولا ہو گئے اور نہایت جلالیت سے کہا کہ "نالائقو اور نابکارو تم کون ہو جو میرے اور میرے پیر و مرشد کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کرو اور ان کے اس فعل کو ناپسند کرو۔ میرے پیر و مرشد نے جو سزا مجھے دی ہے میں اس سزا سے زیادہ کا مستحق تھا۔ ابھی تو انہوں نے مجھ پر بڑا کرم فرمایا ہے اور شکر کرو کہ میں اپنا ناک واپس لے کر آ گیا ہوں" چنانچہ سائیں صاحبؒ کے مریدین خاموش ہو گئے۔

اس واقعہ میں حضرت سلطان العصرؒ کے سمع حق وجدان کے ساتھ ساتھ سائیں عبداللہ شاہ سیالکوٹیؒ کی سعادت مندی بھی ظاہر ہے کہ وہ مست تھے لیکن حضرت سلطان العصرؒ نے ان کی مستی کو تنبیہ کے ذریعے تھوڑی دیر کے لئے ہستی میں بدل دیا اور یہ تعلیم دی کہ اگر مرید صادق کی دعا سے کسی کو فائدہ ہو تو ہزار بار ہو لیکن ذاتی اغراض یا معمولی رنجش کی بنا پر کسی کے حق میں بددعا کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ اگر کوئی اذیت دے تو اللہ ذوالجلال و الاکرام کے حوالے کرنا چاہئے جو اپنے دوستوں کا بہترین نگہبان اور مدد کرنے والا ہے اور درویش کو خود سنت رسولؐ پر استوار رہنا چاہئے البتہ جلالیت کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ جلالیت میں فقیر حق اپنی ذات سے فانی اور ذات حق میں باقی ہوتا ہے اس لئے جلالیت میں ادا کئے ہوئے کلمات نفس فقیر سے انتساب نہیں رکھتے جیسا کہ اولیاء اللہ کے پر جلال ارشادات اور پر جلال نتائج سے ظاہر ہے اگرچہ ہوش و خرد انسانی اور بردباری کی کیفیت میں بد دعا سے حذر کرنا ہی اہل فقر کا امتیاز ہے جبکہ جلالیت میں معاملہ ایسے ہی ہے جیسا کہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے ارشاد فرمایا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور چونکہ اللہ کی جلالیت کا مخلوق مواخذہ نہیں کر سکتی اس طرح اہل فقر کی جلالیت کو نفس الفقراء سے منسوب نہیں کیا جاتا بلکہ یہ سربسر تجلیات الٰہی کا نفوذ ہے جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا خاصہ ہے یہ مقام

اعلیٰ عاشقین کا انعام ہے کہ جہاں کشف و برہان بھی گرد راہ ہو جاتے ہیں اور لی مع اللہ وقت کا نکتہ حق افشا حقیقت الحقائق کا عنوان بن جاتا ہے بقول حضرت مخدوم العصرؒ۔

نور وحدت جس نے اپنے دل میں دیکھا بارہا
لِیْ مَعَ اللہ پر اسے اقرار ہونا چاہیئے
اے کریمی ہو گیا میں مست حُسنِ یار میں
عشق کو در محفلِ دلدار ہونا چاہیئے

سند الطریق شہنشاہ فقر و ولایت حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ

حضرت سلطان العصرؒ کا طریق تربیت اپنے بزرگان سلسلہ کی طرح حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے طریق پر تھا اور معاملات طریقت میں حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ سے سند اختیار فرماتے تھے مثلاً" مریدین کو تنہائی میں ذکر و فکر میں محویت عطا کرنا، علائق دنیا سے بے نیاز رہنا، توکل علی اللہ اختیار کرنا، اپنے پیر طریقت کے علاوہ دیگر درویشوں کے بارے میں حسن ظن رکھنے کے باوجود بے نیاز رہنا، کم کھانا، کم سونا اور کثرت عبادات وغیرہ درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ کا خاصہ تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ مریدوں کی دعوت پر سیالکوٹ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص دعوت طعام دینے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ جب بھی سیالکوٹ جاتے وہ شخص اکثر آپ کو دعوت طعام دیتا لیکن آپ انکار فرماتے الغرض اس روز جب وہ دعوت طعام دینے آیا تو دیگر مریدین نے بھی حضرت سلطان العصرؒ سے التجا کی کہ حضور یہ شائق ہے اور بارہا التجا کر چکا ہے ہماری خاطر اس کی دعوت کو قبول فرمائیں چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ نے اس کی دعوت قبول کر لی اور وہ شخص نہایت خوشی خوشی دعوت کا انتظام کرنے گھر چلا گیا اور جب آپ کو لینے آیا تو آپ اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ جب آپ اس کے گھر داخل ہوئے تو وہاں ایک اور درویش بھی چارپائی پر بیٹھا دیکھا۔ جب آپ سلام دعا کے بعد چارپائی پر بیٹھ گئے تو اس شخص سے حضرت سلطان العصرؒ نے اس درویش کی بابت دریافت کیا کہ یہ صاحب کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ اس شخص نے عرض کیا کہ "حضور یہ بھی آپ کی طرح ایک درویش ہیں اور میں اکثر ان کی صحبت میں بیٹھا کرتا ہوں۔" حضرت سلطان العصرؒ نے دریافت فرمایا کہ "یہ دعوت اس کی خاطر ہے یا میری خاطر" اس شخص نے عرض کیا کہ "حضور دونوں صاحبوں کی خاطر" آپ نے فرمایا کہ "تم نے ایسا کیوں کیا؟"

اس شخص نے غلط بیانی سے کام لیا تھا کہ وہ بارہا آپ کی دعوت کرنا چاہتا تھا اور آپ کی دعوت کا کہہ کر ہی آپ کو اپنے گھر لے گیا تھا۔ اس شخص نے کہا کہ "حضور زیارت بزرگاں کفایت گناہ کے مقولہ کے مطابق" حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "یہ غلط ہے، زیارت بزرگاں زیادتی گناہ"۔ اس شخص نے یہ جملہ سنا تو حیران و ششدر ہو گیا اور عرض کیا کہ "حضور یہ کس طرح؟"

حضرت سلطان العصرؒ نے شہنشاہ طریق و سلوک حضرت سیدنا میانمیر بالاپیر رحمتہ اللہ علیہ سے سند الطریق پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "میں تمہیں اپنے پیر حضرت میاں محمد میر رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے مرید حضرت ملا شاہ بدخشانی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ سنا دیتا ہوں۔ حضرت ملا شاہؒ ابھی سالک مبتدی کی حیثیت رکھتے تھے لیکن ڈیرے کا سب کام اس کے سپرد تھا۔

علے الصبح ملا شاہؒ قضائے حاجت کے لئے باہر جنگل میں چلے گئے واپسی پر کافی دور ایک درویش بیٹھا نظر آیا جس کے پاس اس کے کچھ مرید بھی بیٹھے تھے اور وہ درویش جب اپنا ہاتھ کھولتا تو اس میں سے ایک نوری شعلہ نظر آتا گویا ید بیضا کی کرامت کا اظہار تھا۔ وہ درویش حاضرین سے دعویٰ کر رہا تھا کہ آؤ جس نے جلوہ خداوندی دیکھنا ہو ہم اسے دکھا دیتے ہیں۔ ملا شاہؒ نے جب اس کی کرامت دیکھی تو دل میں خیال آنے لگا کہ ایسی کرامت تو آج تک میرے پیر و مرشد سے بھی ظہور میں نہیں آئی یقیناً" یہ میرے پیرو مرشد سے زیادہ مقام رکھتا ہے اور اس کے پاس بیٹھ گیا اس کی اس کرامت اور دوسری باتوں کا اتنا اثر ہوا کہ اپنے پیرو مرشد کی ارادت و عقیدت کی بجائے اس کا کمال دل میں گھر کر گیا۔ وہاں سے جب واپس لوٹا اور حضرت میانمیرؒ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت میانمیرؒ نے اس کے دل کے تمام خدشات کا مشاہدہ کر لیا لور ملا شاہ سے فرمایا "کہاں گئے تھے؟" ملا شاہؒ نے عرض کیا حضور میں قضائے حاجت کے لئے جنگل میں گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ قضائے حاجت کے لئے تو تم روزانہ جاتے ہو لیکن آج تو تم نے کافی دیر لگا دی ہے کیا کسی آدمی سے ملاقات ہو گئی تھی۔ عرض کیا "ہاں حضور ایک بہت ہی جلیل القدر درویش کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔" پھر آپ نے فرمایا کہ "وہ کس طرح کا درویش تھا؟" چنانچہ ملاشاہؒ کے دل و دماغ پر اس درویش کا اثر غالب تھا اس لئے اس کے کمال اور کرامات پر تعریف کے پل باندھ دیئے۔ پہلے تو آپ اس کی گفتگو سنتے رہے اور بعد میں جلالیت میں آکر فرمانے لگے۔"ملا شاہ جس بیری کے درخت کے نیچے ہم بیٹھے ہوئے ہیں اس کو دیکھو ملا شاہ نے جب بیری کے درخت کی طرف دیکھا تو ہر ایک پتے میں محمد میرؒ کا اسم گرامی نام نامی سورج کی طرح چمکتا ہوا نظر آیا۔ جب حضرت میانمیرؒ کی یہ کرامت دیکھی تو دل سخت پشیمان ہوا اور معافی طلب کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر میں چاہوں تو زمین کے ذرے ذرے اور پتے پتے میں اسی طرح محمد میر کا نام روشن نظر آنے لگے کیا تم نے اس کو کمال سمجھ رکھا ہے۔ کمال یہ نہیں بلکہ فنا فی اللہ ہونے سے مشاہدہ الٰہی میں استغراق حاصل کرنے کو کمال کہتے ہیں جس طرح کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔الولی هوالفانی فی حالہ والباقی فی مشاہدہ الحق ولی وہ ہوتا ہے جو اپنے حال میں کلی طور پر فنا ہو اور خدا کے مشاہدہ میں ہمیشہ بقا حاصل کرے۔ وہ درویش تو ہمارے نزدیک طفل مکتب ہے اور بچوں کی طرح کھیل دکھاتا ہے ہمیں تو مشاہدہ خداوندی سے ہی فرصت نہیں ہے۔"

حضرت سلطان العصرؒ نے شہنشاہ طریقت حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کا یہ واقعہ سنانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ "ملا شاہؒ کے پیرو مرشد حضرت میانمیر رحمتہ اللہ علیہ تو کامل تھے جنہوں نے اپنے مرید کو پہلے سے بڑھ کر عین الیقین کا مقام عطا فرما دیا حالانکہ وہ تو اپنے پیر و مرشد سے ارادت سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور گمراہ ہو چکا تھا یہ سب کچھ غیر کی صحبت میں بیٹھنے کا نتیجہ تھا اور مرتد ہونا ایک بہت بڑا گناہ ہے جس سے دونوں جہان تباہ و برباد ہو سکتے ہیں اور اگر کسی کمزور درویش کو دیکھ لیتا تو اس پر سوء ظن رکھتے ہوئے غیبت اور عیب گوئی میں ملوث ہوتا اور یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے تو معلوم ہوا کہ صرف اپنے پیرو مرشد کی زیارت ہی گناہ کی کفایت کرتی ہے اور غیر کی صحبت گناہ میں زیادتی پید کر سکتی ہے۔"

یہ سن کر اس اہل ارادت نے آپ سے آئندہ کے لئے معافی مانگی اور غیر کی صحبت ترک کر دی۔ سبحان اللہ حضرت سلطان العصرؒ نے سند الطریق کے ذریعے حقیقت کو واضح فرمایا کہ پیرو مرشد کی کرامات دیکھنے کے انتظار میں نہیں رہنا چاہئے بلکہ پیرو مرشد کے کردار عالی میں فنا کے لئے اطاعت میں جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ پیر کامل کرامات دکھانے سے یکسر بے نیاز اور مشاہدہ حق میں باقی ہوتا ہے۔ کرامات خرق عادات ہیں جو بہ اذن الٰہی مناسب وقت پر بخود ظہور میں آتی ہیں اور مریدین کے عین الیقین میں اضافہ کرتی رہتی ہیں۔ اہل ارادت کی توجہ راہ سلوک میں صفت براق ہونی چاہئے کیونکہ جب سالک صادق کے وجود سے پردہ آب و گل اٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے پیر طریقت کے ظل خدا اور نور مصطفویؐ کے قرب کا اقرار کئے بغیر نہیں رہتا اور منازل سلوک بھی طے ہو جاتی ہیں۔ در حقیقت پیر طریقت کی ذات میں فنا حاصل کئے بغیر حق الیقین کی منزل حاصل نہیں ہو سکتی اور دل کا اندھا کرامات دیکھ کر بھی اندھا ہی رہتا ہے اور اپنے پیرو مرشد کے مقام و مرتبہ سے بے خبر رہتا ہے کیونکہ پیر کامل خرق عادات کے اظہار سے یکسر بے نیاز ہوتا ہے بقول حضرت مخدوم العصرؒ۔

وہ دیکھ ہی نہ پائے ہم کو بروئے ظاہر
بسکل رہے ہمیشہ پوشیدہ اس جہاں سے
ہم پَرتوِ خدا ہیں ہم نورِ مصطفیٰؐ ہیں
ہم دُرِّ بے بہا ہیں اس بحرِ بے کراں سے
جس کو ہیں دل کی آنکھیں وہ دیکھتا ہے ہم کو
بے دیدہ دل کا اندھا ہوتا ہے منکراں سے
دیکھے گا تُو کرِیمؔ پھر مجھ کو جلوہ افروز
اٹھ جائے آب و گل کا جب پردہ درمیاں سے

محبتِ صحابہؓ ادب رسولؐ حضرت سلطان العصرؒ اپنے بزرگان سلسلہ حضرت فخرا نجیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کی طرح نسبت اویسی سے سرشار تھے اور محبت صحابہؓ و عشق رسولؐ میں بے مثال تھے۔ چنانچہ آپ اپنے مریدین و عقید تمندان درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کو کج عقیدہ لوگوں کی محفل سے اجتناب کی تعلیم دیتے تھے کیونکہ کج عقیدہ لوگ خواہ وہابی ہوں یا شیعہ درحقیقت خوارج کی شاخیں ہیں جن میں اصحاب رسولؐ کا ادب نہیں نہ ائمہ کا احترام ہے جبکہ راسخ العقیدہ مذہب الحق اہلسنت والجماعت راہ اعتدال پر قائم ہیں اور یہی راستہ فلاح و نجات کا راستہ ہے۔ جس طرح وہابی شان رسولؐ میں گستاخی کے ہزار بہانے پیدا کرتے ہیں اسی طرح شیعہ خلفائے اول دوم اور سوم کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں جبکہ اصحاب رسولؐ کی محبت ہی دربار رسولؐ کا ادب ہے اور جو کم نصیب حضورؐ کا ادب نہ کر سکے وہ گمراہی میں گرفتار ہے چنانچہ دیگر اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی طرح حضرت سلطان العصرؒ اپنے ارادت مندوں کو وہابیت و رافضیت سے کنارہ کشی کی تعلیم دیتے تھے۔

تاریخ اسلام سے یہ حقیقت واضح ہے کہ وہابیت و رافضیت کوئی روحانی سلسلے نہیں بلکہ یہ اپنی ابتدا ہی سے دو سیاسی گروہ ہیں جو زمانے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ فرقے بن گئے اور انہی خوارج سے دنیائے اسلام میں فتنہ پیدا ہوا چنانچہ وہابیت و رافضیت برصغیر میں اہل سنت میں افتراق پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتے رہتے ہیں اور بظاہر آپس میں متفرق ہونے کے باوجود سیاسی و داخلی سطح پر اہلسنت کے خلاف ہمیشہ متحد رہتے ہیں۔ اہلسنت کی اساس روحانیت پر ہے یہی وجہ ہے کہ سیاسی طور پر اہلسنت کبھی ابھر ہی نہیں سکے جبکہ وہابیت و رافضیت کی اصل فرقہ وارانہ سیاست پر ہے اس لئے یہ ہر دور میں سیاسی طور پر متحرک رہتے ہیں۔

اولیائے کرامؒ اور صوفیائے عظامؒ نے صلح کل کا نصب العین پیش کیا ہے اور کسی سے ذاتی دشمنی و مخالفت کی کبھی تبلیغ نہیں کی ورنہ برصغیر سے وہابیت و رافضیت کا نام و نشان مٹ جاتا جبکہ یہ حقیقت عام مشاہدہ میں ہے کہ وہابی و رافضی اہلسنت کے خلاف اکثر اقدامات کرتے اور نفرت پھیلاتے ہوئے پائے جاتے ہیں یہ ان کی سیاسی مجبوری اور تاریخی مزاج ہے جس کے بغیر ان کا وجود ہی بے معنی ہے چنانچہ اہل سنت نے راہ اعتدال کو محبت اصحابؓ اور عشق رسولؐ کے نصب العین کے ساتھ مضبوطی سے اختیار کیا ہے اور مقبول بارگاہ حق اور منظور بارگاہ رسولؐ رہے ہیں۔

حضرت سلطان العصرؒ اہل طریقت کو وہابی و رافضی کی محفلوں سے اس لئے منع فرماتے تھے کیونکہ وہابی اہانت مقام رسولؐ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور شیعہ ذکر حسینؓ کے بہانے اصحاب رسولؐ پر کیچڑ اچھالنے سے باز نہیں آتے۔ اگر وہابی کی محفل تذکرہ توحید ہو اور شیعہ کی محفل ذکر اہل بیت اطہارؓ اور مناقب ائمہ کے حوالے سے خلوص نیت کے ساتھ ہو تو امتناع محفل وہابی و

رافضی کی کوئی وجہ نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں میں اہانت رسولؐ اور اہانت اولیائے کرامؒ ان کی گفتگو کا بنیادی نکتہ ہوتا ہے اسی طرح شیعہ مجلسوں میں اصحاب رسولؐ کی طرف نازیبا اشارے کبھی ظاہر اور کبھی ذومعنی طریق سے موجود رہتے ہیں جس سے اذہان و قلوب راہ اعتدال اور مقصد اسلام یعنی روحانیت سے محروم و مضمحل ہو جانے کا اندیشہ ظاہر و باہر ہے۔ ان معاملات کی تفصیل حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف کشف المحجوب میں اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف میں نہایت وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

اس ضمن میں ایک واقعہ حضرت سلطان العصرؒ کے مرید مستری حسن محمد ترکھانؒ سیالکوٹی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مستری حسن محمدؒ اور اس کے بھائی کرم الٰہیؒ دونوں محرم کے مہینے میں شیعہ کی مجلس میں جانے کے ارادہ سے گھر سے چلے اور ابھی وہ امام بارگاہ کے دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ حضرت سلطان العصرؒ روحانی طور پر چشم زدن میں سامنے ظاہر ہوئے۔ آپ کے چہرے پر جلال ٹپک رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا "تم اس مجلس میں کیوں جا رہے ہو فوراً واپس پلٹ جاؤ" چنانچہ دونوں بھائی لرزہ براندام واپس لوٹ گئے۔ اس ایمان افروز واقعہ کو نقل فرماتے ہوئے صاحب "سیرت الفقراء" امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ "سبحان اللہ آپ کے گوجرانوالہ رہنے کے باوجود آپ کا وجود ہر جگہ موجود ہو جاتا تھا اور ہر ایک مرید کی نگہبانی کرنے کے واسطے ظاہری صورت میں نمودار ہو جاتا تھا جس ولی اللہ کا ظاہر و باطن یکساں ہو اور قرب و بعد میں تفاوت نہ رکھتا ہو "کافہ ابدال" سے تعلق رکھتا ہے۔"

اوّل نصیحت دوئم وعید حضرت سلطان العصرؒ جب کسی مرید و سالک کو ابتدا میں تنبیہہ فرماتے تو نصیحت کے ذریعے اس کو سمجھاتے اور جب نصیحت کارگر نہ ہوتی تو آپ جلال حق بن کر ظاہر ہو جاتے اور وعید کے ذریعے راہ راست پر لے آتے سبحان اللہ کہ آپ نے اپنے خدام و مریدین کو بے لگام کبھی نہ چھوڑا۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ ملک محمد رفیعؒ سیالکوٹی سے منقول ہے کہ ملک صاحبؒ کو میسمریزم میں شغف ہو گیا اور مہارت بھی حاصل کر لی اور شعبدہ بازی کا آغاز بھی کر دیا چنانچہ ایک دن ملک صاحبؒ حضرت سلطان العصرؒ کی محفل میں آپ کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہو رہے تھے کہ کسی ساتھی نے ملک صاحبؒ کی شکایت حضرت سلطان العصرؒ سے کی کہ ملک محمد رفیعؒ نے میسمریزم کا علم سیکھا ہے اور اس سے کام بھی لیتا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ملک صاحبؒ سے مخاطب ہوتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ "بھائی ایسے کاموں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرماتے ہیں آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا"۔ ملک صاحبؒ نے برسر محفل حضرت سلطان العصرؒ سے وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔

کچھ عرصہ بعد ملک صاحبؒ گجرات گئے اور وہاں میسمریزم سے کام لیا لیکن دل میں حضرت

سلطان العصرؒ کا خوف بھی موجود رہا۔ جب رات کو گھر واپس آیا اور کمرہ بند کر کے مطمئن ہو کر بیٹھا کہ اچانک حضرت سلطان العصرؒ کمرے میں جلال حق بن کر آن موجود ہوئے اور اس قدر زور سے ملک صاحبؒ کے منہ پر طمانچہ رسید کیا کہ ملک صاحبؒ کے ہوش اڑ گئے ۔ ملک صاحبؒ فوراً آپ کے قدموں سے لپٹ گئے۔ تھر تھر کانپتے ہوئے آپ سے معافی طلب کی اور سچے دل سے توبہ کی چنانچہ آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔ آپ کی وعید کا ایسا اثر ہوا کہ پھر تمام زندگی ملک صاحبؒ کو میسمریزم یاد نہ آیا سبحان اللہ۔

حضرت سلطان العصرؒ کے طریق تربیت مریدین میں جلال بھی تھا اور جمال بھی، کہیں جمال میں جلال تھا اور کہیں جلال میں جمال۔ حضرت سلطان العصر نے اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ پیش فرمایا اور شخصی طور پر آپ کی شخصیت میں اصحاب رسولؐ کا ذوق عبادت و زہد و تقویٰ اور نسبت اویسی کی جلوہ سامانیاں ضوفگن تھیں۔ آپ کے مریدین و خلفاء کی تعداد کثیر ہے اور ایک دنیا نے آپ کے چشمہ زلال معرفت سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے مریدین کو اللہ تعالیٰ نے صاحب کرامت اولیاء کا درجہ عطا فرمایا اور آپ کے تربیت یافتہ سالکین عارفین نے ایک زمانے کو اخلاق رسولؐ اور اطاعت صحابہؓ کا جذبہ عطا فرمایا۔ صلح کل، امن، بھلائی، دوستی اور خیر کے اعلیٰ تصورت کو عام کیا اور اپنے پیرو مرشد اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی سخاوت نعمت معرفت سے کوہ و دمن، شہر و صحرا اور نزدیک و دور عشق الٰہی اور محبت رسولؐ کی روشنی کو عام فرمایا۔ حضرت غوث العصرؒ کے مریدین نے اس سلسلہ طریق کو پورے پنجاب میں پھیلایا اور حضرت سلطان العصرؒ کے تربیت یافتہ عارفین حق نے شہرت و گمنامی سے بے نیاز ہو کر اور مشاہدہ حق میں سرشار ہو کر اس سلسلہ نعمت معرفت سخاوت کو برصغیر کے گوشے گوشے میں روشناس کیا۔اور فیضان نظر کے نور سے حق سلوک ادا کیا۔

حضرت سلطان العصرؒ اور فضائلِ شخصیت

سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت شریعت محمدیہؐ کی شہادت طریقت قادریہ کی عظمت اور فروغ سخاوت معرفت کی لازوال کرامت ہے۔ آپ ہر طرح سے اسم با مسمی تھے۔ عبادت حق تعالیٰ میں فرد اور مجاہدات و ریاضت میں اپنے بزرگان سلف کے امین تھے۔ آپ کی گفتگو حیطہ شریعت میں خوشبوئے طریقت و معرفت سے لبریز ہوتی تھی۔ آپ کا یہ زندہ اعجاز تھا کہ جب بھی آپ کی بارگاہ میں کوئی شخص علمی سوال کی غرض سے آتا تو آپ محفل میں وہی مسئلہ بیان فرما رہے ہوتے۔ آپ ہر شخص کو اس کی عقل اور فہم و فراست کے عین مطابق ارشادات سے سرفراز فرماتے یہاں تک کہ عالم استغراق میں بھی آپ کی زبان عبدیت شعار سے کبھی کوئی جملہ شریعت محمدیہؐ کے متضاد و متصادم نہ نکلا۔ آپ کی محفل میں حاضرین میں عام لوگ بھی ہوتے اور ابرار و اخیار و ابدال بھی ہوتے اسی طرح علماء و صوفیاء اور امراء کی اکثریت آپ کے در اقدس پر سرنیاز جھکانا اپنا افتخار جانتی تھی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے شریعت و طریقت کو اس طرح آمیختہ کر کے پیش کیا کہ شریعت کا حاصل طریقت اور طریقت کا نتیجہ حقیقت ہی ظاہر ہوا۔

حضرت سلطان العصرؒ کی سخاوت آپ کی شخصیت کا سب سے اہم اور روشن تعارف ہے۔ آپکے فضائل و شعار مقدسہ عشق رسولؐ کی اویسی تجلیات سے اس طرح ضوفشاں ہوئے کہ آپ ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر مشہود و موجود پائے گئے اور خلق خدا کی رہنمائی اسی طرح کی کہ شان

بو ترابؓ کی زندہ گواہی اور ارادت برحق کی احسن تصویر سامنے آئی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ہر شخص کی رہنمائی کرتے ہوئے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وجدان بالقرآن کی حکمت خرد افروز اور مشاہدہ حق کے معمورہ روح و جاں کے ساتھ پیش کیا۔ جس طرح خاتم الانبیاء والمرسلینؐ نے اپنے صحابہؓ کی رغبت طبعی کو ملحوظ خاطر رکھا اور ہر صحابی کو شان دیگر عطا فرمائی اسی طرح عشق رسولؐ میں آپ نے اسی بصیرت نبوت سے اکتساب فیض کیا اور اپنے مصاحبوں کو خود ان کے جوہر خودی کی مخفی صلاحیتوں کے آئینے میں مشاہدہ حق کی طرف روحانی رہنمائی عطا فرمائی۔

اللہ اللہ اللہ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلطان العصرؒ ایک دفعہ پروفیسر محمد عبداللہؒ کے گاؤں کانواں لٹ گئے ہوئے تھے کہ پروفیسر صاحب نے علامہ اقبالؒ کو ان کی ملاقات کے لئے بلا بھیجا چنانچہ علامہ اقبالؒ صبح ہی صبح سیالکوٹ سے ان کے ہاں پہنچ گئے اور حضرت سلطان العصرؒ سے چند اہم صوفیانہ معاملات پر سیر حاصل بحث کی اور نہایت مطمئن و شاد ہوئے۔ اسی دوران ایک خرگوش باہر سے آکر آپؒ کی چارپائی کے نیچے بیٹھ گیا۔ آپؒ نے جھک کر اسے فرمایا "بھلے مانس اتنی دور پہنچ کر تم نے جس کے ایک ناچیز بندے کی پناہ لی ہے اگر جنگل میں تم اسی کی پناہ لے لیتے تو کتوں نے تمہیں کیا کہنا تھا؟۔ جاؤ اسی مالک کل ہی کی پناہ طلب کرو" یہ سن کر خرگوش پھلک کر نکلا۔ علامہ اقبالؒ بھی پروفیسر صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر اس کے پیچھے باہر آگئے اور دیکھا کہ چند بھرے ہوئے کتے اسے دیکھ رہے ہیں مگر نہ کوئی اس پر بھونکتا ہے اور نہ ہی اس پر لپکتا ہے۔ چنانچہ خرگوش علامہ صاحبؒ کے دیکھتے دیکھتے کھیتوں میں غائب ہو گیا۔ اس واقعہ سے علامہ صاحبؒ از حد متاثر ہوئے اور ارادہ کیا کہ جب تک آپ یہاں ہیں وہ آپ کی خدمت میں رہیں گے۔

اگلی صبح تمام عقیدتمند مع علامہ صاحبؒ آپؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ وہی خرگوش پھر آیا اور چار پانچ منٹ بیٹھ کر چلا گیا۔ تیسری صبح کو انہی حالات میں وہی خرگوش پھر آیا اور دو چار منٹ بیٹھا، جب جانے لگا تو علامہ صاحبؒ بھی اس کے پیچھے ہو لئے اور انہوں نے پہلی صبح ہی کی واردات پھر دیکھی کہ وہ کئی کتوں کی موجودگی میں اسی طرح کھیتوں میں غائب ہو گیا ہے اور کسی نے اسے کچھ نہیں کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کی طرف دعوت دی ہے اور اللہ تعالی نے حضورؐ کو نوع انسانی کے لئے وسیلہ قرار دیا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے علامہ اقبالؒ کو جس رمز سے آشنا کیا وہ توکل علی اللہ ہے۔

عبد کامل کی منزل و مقصد و حقیقت جہاد صرف اور صرف اطاعت رسولؐ اور عشق الٰہی ہے اسی کی ایک صورت فرض کی ادائیگی ہے۔ ہر شخص کو باخبر ہو کر اپنا کام کرنا چاہئے اسی سے توحید کامل ہے۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ محمد عالمؒ نے بیان کیا کہ میں صبح کے وقت بابا امام الدینؒ خادم درگاہ معلی کے ہمراہ سیر کی غرض سے شہر سے باہر چلا گیا اور بابا امام الدینؒ نے گائے کے لئے کچھ چارہ

کاٹا اور گھر لانے کے لئے سر پر اٹھایا چونکہ چارہ بھاری تھا' راستہ میں بابا امام الدینؒ نے مجھے کہا کہ تھوڑی دور تک تم اٹھاؤ میں نے ایک فرلانگ تک اٹھانے کے بعد پھر بابا امام الدینؒ کے سر پہ رکھ دیا۔ جب امام الدینؒ حضرت سلطان العصرؒ کے پاس پہنچا تو آپؒ ناراض ہوئے اور بابا امام الدینؒ سے فرمایا کہ تم نے محمد عالم سے چارہ کیوں اٹھوایا اور ہر بات جو ہم دونوں نے راستے میں کہی تھی سب بیان فرما دی جس کو سن کر ہم دونوں حیران رہ گئے حالانکہ میرے اور بابا امام الدینؒ کے سواء کسی دوسرے کو علم بھی نہیں تھا سبحان اللہ ' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر ایک ظاہر اور پوشیدہ کا علم عطا فرمایا ہوا تھا۔

حضرت سلطان العصرؒ نے ایک کا کام دوسرے کے ذمے لگانے یا اپنا کام کسی دوسرے کے سر باندھنے کی مخالفت اس لئے فرمائی کہ اس سے شخصیت میں کمزوری واقعہ ہوتی ہے اور جب تک انسان اپنے فرض کی ادائیگی میں جمیع القلب نہیں ہوتا اور اپنے فرض کی ادائیگی میں سوائے خدا کے کسی اور سے استعانت کا طلبگار رہتا ہے وہ خدا کی دوستی کے لائق نہیں رہتا۔ بابا امام الدینؒ خادم درگاہ تھا اس پر اس قدر خفگی اس لئے تھی کہ اس کی تمام منازل صرف اور صرف خدمت میں طے ہونا تھیں اس کا ایسا کرنا کہ اپنا بوجھ کسی کو اٹھوا دینا سر بسر اس مقصد سے انحراف ہے جو صرف اور صرف توکل علی اللہ اور ادائیگی فرض سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت سلطان العصرؒ کی نظروں میں رضائے خداوندی اور محبت الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز نہ تھی حق گوئی و بے باکی انہیں ارادت مندوں کے بدک جانے کے خطرے میں گرفتار نہ کرتی تھی۔ حضرت سلطان العصرؒ کے ارادت مندوں میں امراء و غرباء ہر قسم کے لوگ تھے۔ لیکن وہ اپنے قواعد طریق میں اٹل تھے حضرت سلطان العصرؒ جہاں بھی تشریف لے جاتے کافی تعداد میں مریدین اکٹھے ہونے شروع ہو جاتے اور ارد گرد کے مقامات سے زیارت اور فیضان نظر اور ارتفاع روحانیت کے لئے آنے لگتے۔ آپ کسی میزبان پر ان جمع شدہ مریدین و اہل عقیدت کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے اس لئے حکم جاری فرما دیا کہ جو مرید تین کوس یا تین کوس سے کم فاصلے سے آیا ہے وہ اپنے گھر سے کھانا کھا کر آئے اور اپنے گھر ہی جا کر کھائے اور جو تین کوس سے زیادہ سفر طے کر کے آیا ہے وہ میرا مہمان ہے اور اسی کو میزبان کے گھر سے کھانا جائز ہے۔ تازیست مریدین و اہل عقیدت اسی حکم پر عمل کرتے رہے۔

حضرت سلطان العصرؒ نے رضائے خداوندی کے لئے اپنی شخصیت کو سر بسر حاصل عبدیت بنا دیا تھا۔ ساری دنیا بھی اگر ان کی طرف رجوع کرے تو ان کی عبدیت و عشق الٰہی میں تغیر نہ تھا اور ساری دنیا بھی منہ موڑ لے ان کو پرواہ نہ تھی صرف اللہ اللہ اللہ ۔ ان کے جملہ احکامات و ارشادات صرف اور صرف منشائے حق پر استوار کرتے تھے کسی کی ناراضگی یا خوشی سے ان کو کوئی

سروکار نہ تھا۔ وہ سربسر خود مشیت الٰہی کی متجلی شہادت تھے اور استغراق مشاہدہ حق میں اس قدر مستغرق کہ جلال کبریائی کا جلوہ ان کے رخ با جلال سے ظاہر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے مریدین کہیں بھی ہوتے سفر میں یا حضر میں جب وہ آپ کی طرف متوجہ ہوتے تو حق تعالیٰ کے بحر جلال میں مواج لہریں پیدا ہوتیں اور آپ کا وسیلہ پیش کرنے والے فی الفور اپنی مشکلات سے نجات حاصل کرتے۔ اسے آپؒ کا تصرف وسیادت بھی کہا جا سکتا ہے اور وہ محبت بھی جو اللہ کو ان بندوں سے ہے جو شب و روز عبدیت کے اعلیٰ مقامات کی طرف محو پرواز ہیں۔ عبد اور معبود کا فاصلہ اس وقت محض نظری ہوتا ہے جب عبد· آئینہ عبدیت بن جاتا ہے یہ وہ العبد کی تجلی ہے جو اللہ کی آنکھوں سے دیکھتا' اللہ کے ہاتھوں سے پکڑتا اور اللہ کے کانوں سے سنتا ہے۔

یہ اللہ ہی ہے جو بغیر حلول کئے اپنے عبد پر ایسا غالب آتا ہے کہ بشریت فنا ہو جاتی ہے ورنہ خدا تو ایک نور کا سمندر ہے اس کے اپنے اعضا نہیں۔ عبد ہی اس کی قوت کا اظہار ہے۔ ملک الف دینؒ سیالکوٹی نے بیان کیا کہ ایک روز میں کچھ اسباب تجارت لے کر ریلوے اسٹیشن کی طرف آ رہا تھا اور اسباب کا اتنا زیادہ بوجھ تھا کہ میں اٹھا کر سٹیشن پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ابھی نصف میل کے فاصلے پر تھا کہ ریل گاڑی سٹیشن پر پہنچ گئی' مجھے بہت پریشانی ہوئی کہ گاڑی چھوٹ جائے گی کیونکہ میں اس قدر فاصلے پر ہونے کے باعث گاڑی پر بروقت سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ نہایت مایوسی کے عالم میں قبلہ عالمؒ کو یاد کیا۔ جب میں سٹیشن پر پہنچا تو گاڑی کھڑی تھی میرے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ انجن میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہے۔ میں نے نہایت اطمینان سے اسباب گاڑی میں رکھے اور جیسے ہی خود سوار ہوا گاڑی روانہ ہو گئی' یہ سب کچھ قبلہ عالمؒ کی برکت و تصرف سے ہوا۔"

فروغِ نورِ عبدیّت محکم روایتوں سے ثابت ہے کہ جب عبد بارگاہ معبود میں مقبول ہو جاتا ہے تو اس کا شہرہ فرشتوں کے ذریعے زمین و آسمان میں کیا جاتا ہے۔ تمام موجودات اس سے محبت کرنے لگتی ہے بلکہ اس سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کرنے لگتی ہے اس محبت کے امانت دار صرف وہی نفوس قدسیہ ہوتے ہیں جن کا جوہر عبدیت زندہ و بیدار ہوتا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ بظاہر کشمیر سے وادی جہلم کے درمیان رہے اور کبھی دور دراز کا سفر نہ کیا لیکن آپ کا تصرف و سیادت اور اہل حق میں آپ کی شان سخاوت و عظمت کی شہرت آفاق گیر تھی۔

بالخصوص برصغیر کے کاملین و عارفین آپ کی روحانی سیادت پر شاہد اور آپ کی بارگاہ حق میں مقبولیت سے آگاہ تھے۔ ان گنت ایسے واقعات ہیں کہ آپ نے بلا تفریق رنگ و نسل و مذہب برصغیر کے اہل مجاہدہ کو مشغول حق کیا۔ خاص طور پر برصغیر کے مسلمان علمائے راسخ آپ کے رعب عبدیت اور شان با جلال سے شناسا تھے۔ ایک واقعہ محمد عالم نے بیان کیا کہ میں کشمیر سے واپسی پر کوہالہ کے مقام پر پہنچا تو شام کا وقت ہو چکا تھا اور وہاں رات گزارنے پر مجبور ہو گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم

ہوا کہ کوہالہ سے ایک میل اوپر بکوٹ شریف ہے جہاں مولانا مولوی فقیر اللہ صاحب ؒ ایک عالم باعمل اور پہاڑی علاقے میں ولی اللہ مشہور ہیں رہتے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی میں بکوٹ شریف کی طرف روانہ ہوا اور دل میں بھی یہ خیال آیا کہ وہاں بزرگوں کے پاس آرام کروں گا۔ میں نے مولوی صاحب ؒ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا مسجد بکوٹ شریف کے ساتھ ہی جناب مولوی صاحب ؒ کا گھر تھا جس میں ایک طرف ایک چارپائی بھی میرے لئے مسجد میں منگوائی ہوئی تھی اور میرے لئے روٹی بھی تیار کروا کر رکھی ہوئی تھی اور استقبال کے لئے راستہ میں کافی آگے آکر کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ "محمد عالم میں تمہارے انتظار میں کافی دیر سے کھڑا ہوں" السلام علیکم کے بعد وہ مجھے اپنے ساتھ مسجد میں لے آئے۔ نماز عشاء کے بعد جناب مولوی صاحب ؒ نے حضرت سلطان العصر ؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "قبلہ عالم نے تمہارے آنے کی اطلاع مجھے پہلے ہی دے دی تھی اور تمہارا نام بھی بتلا دیا تھا" اور بعد میں فرمایا کہ "جب تم گوجرانوالہ قبلہ عالم کی خدمت میں پہنچو میری طرف سے دست بستہ سلام عرض کر دینا۔"

دوسرے دن جب میں گوجرانوالہ پہنچا تو حضرت سلطان العصر ؒ نے فرمایا کہ "محمد عالم ہمارا ایک آدمی کیا تمہیں راستہ میں ملا تھا؟" میں نے عرض کیا "حضور ہاں" آپ نے مولوی صاحب کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ میری حیرانگی کی حد نہ رہی' میں نے عرض کیا "حضور آپ کبھی بکوٹ شریف یا کشمیر کے دوسرے علاقوں میں گئے ہیں؟" لیکن آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "ادھر جموں اور ادھر جہلم سے پار کبھی نہیں گیا"۔ میں نے حیرت سے دوبارہ عرض کیا کہ "حضور وہ لوگ کس طرح آپ کے مریدوں میں شامل ہوئے؟" آپ نے فرمایا "تم کو ایسی باتیں نہیں پوچھنی چاہئیں"۔ میں نے اندازہ لگایا کہ آپ کا روحانی فیض ہر جگہ موجود ہے اور یہ کشف کی باتیں ہیں جن کا اظہار میرے جیسے انسان کے سامنے اچھا نہیں ہے لہٰذا میں خاموش ہو گیا۔"

اللہ بس باقی ہوس حضرت سلطان العصر ؒ کی محبت الٰہی اسقدر شدید تھی کہ مخلوق خدا شب و روز آپ سے فیضان حاصل کرتی۔ دنیاوی و روحانی مسائل حل ہوتے۔ بحر سخاوت کی وجدانی لہریں قلوب کو سیراب کرتیں۔ حضرت سلطان العصر ؒ نذر نیاز سے اس قدر بے پرواہ تھے کہ غافلوں کی نذر ساری زندگی قبول نہ کی اور اللہ کے ذکر میں محویت حاصل کرنے والوں کی ادنیٰ نذروں کو بھی قبول فرمایا جبکہ امراء کے بھاری بھرکم نذرانے واپس فرما دیتے۔ آپ انہی لوگوں کو دیکھ کر قلبی طور پر خوشی محسوس کرتے جو راہ حق دریافت کرنے آتے' یہی وجہ تھی کہ اہل ارادت و مریدین آپ کو اولاد کی طرح عزیز رہے اور ہر حال میں آپ کی شفقت و عنایت کے بحر بے کراں سے مستفید ہوتے۔ درگاہ معلیٰ میں ہر آنے والا زائر آپ ؒ کی روحانی توجہ سے فیضاب ہوتا لیکن اصل خوش نصیب وہ ہوتے جو محبت الٰہی میں دیوانہ وار آتے اور آپ ایک ہی نگاہ حق رسید سے ان کو مشاہدہ

حق کی تجلیات میں قائم بالحق کر کے دائمی زندگی کے کشادہ نورانی راستے پر محو سفر کرتے۔ آپ کی شان عبدیت کا افتخار نوری نگاہوں کے ساتھ خود حق کے طالبوں کو درگاہ میں لے آتا اور آپ حضرت فخرا نحیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کی طرح سخاوت معرفت سے سرفراز فرماتے۔ حضرت سلطان العصرؒ ہر وقت مشاہدہ خداوندی میں اسقدر استغراق رکھتے تھے کہ جب چلتے یا بیٹھتے تو آپ کی نظر نیچے ہوتی اور جب لیٹتے تو اپنی آنکھوں پر ٹوپی، عمامہ یا دوپٹہ ڈال لیتے۔ جو بھی دوست آپ کی خدمت میں آتا آپ اس پر تین سوال کیا کرتے۔ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو اور کیا کام ہے حتی کہ اپنی اولاد کے لئے بھی ایسے الفاظ استعمال کرتے۔ جو آدمی اپنا اور اپنے گاؤں کا نام بتانے کے بعد یہ کہتا کہ حضور میں شہر یا بازار سے کچھ سامان خریدنے آیا تھا، خیال آیا کہ حضور کو بھی سلام عرض کرتا جاؤں۔ تو آپ اس کو فرماتے کہ "بھائی سلام تو ہو گیا ہے اب تم اپنا کام کرو"۔ اور جو آدمی یہ کہتا کہ حضور میں صرف آپ کی ملاقات اور زیارت کو آیا ہوں۔ آپ اس کو اپنے پاس بٹھاتے اور ہر طرح سے خدمت کرتے اور اس کی حاجت روائی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے اوز فرماتے جو "مجھے ملنے کی خاطر آیا ہے مجھ پر اس کی ہر طرح کی خدمت واجب ہے۔"

بے شک اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا ہے کہ اللہ کے عاشقوں کی محبت اللہ کے ساتھ شدید ہے۔ اس شدت کو اہل ظاہر کیا سمجھ سکتے ہیں جو ہوس وعظ میں عقل کا نور بھی گنوا چکے ہیں ان کے لئے تو شدت محبت الٰہی محض ایک قرآنی اصطلاح ہے اللہ کی محبت کی شدت تو نہ آنکھوں کو نیند کے قابل رہنے دیتی ہے نہ دل کو دنیا و مافیہا کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت دیتی ہے بقول حضرت علامہ اقبالؒ۔

اک اضطراب مسلسل غیاب ہو کہ حضور

میں خود کہوں تو میری داستاں دراز نہیں

حضرت سلطان العصرؒ کی محفل کا دستور تھا کہ جو دوست بھی آپ کی ملاقات کو آتا دست بوس ہونے کے بعد ایک طرف بیٹھ جاتا۔ آپ کی نشست کے سامنے آنے جانے کے لئے ہمیشہ راستہ رہتا تھا اور تمام احباب راستہ کے دونوں طرف آپ کی طرف منہ کر کے دو زانو مودب طریق سے بیٹھتے تھے۔ آپ کے روئے مقدس ضوفشاں کا دیدار کرتے یا اپنے ذکر و فکر میں محو رہتے اور جب کبھی آپ گفتگو فرماتے تو سب ہمہ تن گوش ہو کر جواہرات ارشادات سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ کی محفل میں دبدبہ نیابت و ولایت اور آپ کی نگاہ کیمیاء سے قلوب کی ایسی متغیر کیفیت ہوتی کہ سب پر خود رفتگی اور سرور و مستی و وجدان طاری رہتا تھا۔ اہل محفل جب تک محفل میں رہتے دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور انوار و تجلیات کی پناہ میں ہوتے تھے۔

اگر آپ کسی حاضر محفل پر توجہ روحانی فرماتے تو ارتفاع ذکر قلبی سے وہ عالم غیب کے عجائب کا مشاہد ہو جاتا اور وجد و کیفیت سے اس کے جسم و روح میں عشق الٰہی کا دجلہ و فرات مواج ہو جاتا

تھا۔ آپ کی محفل میں جید علماء' نابغہ روزگار صاحب فضائل حکماء و صوفیاء و امراء نظر نیچے کئے آپ کے جلال و جمال کے مشاہدے میں استقدر محو ہوتے کہ حرف زدن کی مجال نہ رہتی۔ آپ کے وجود اقدس سے جلالیت حق ' متانت نیابت اور صداقت فنافی اللہ کی تجلیات و انوار شمس تاباں کی طرح حقائق و دقائق معرفت کی سخاوت کرتیں۔ حق گوئی حق بینی اور سخاوت عرفاں آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کی محفل علم شریعت کی کہکشاں علم طریقت کا سمندر اور حقیقت و معرفت کی بہشت رنگ و نور تھی۔

تری محفل پہ پر پھیلائے ہے جبریلؑ کیا کہنا
تری محفل پہ نور حق ہر اک لحظہ برستا ہے
تو ساقی وہ کہ جس کے جام میں نور خداوندی
چلا آتا ہے وہ جو جلوہ حق کو ترستا ہے

حضرت سلطان العصرؒ کے عہد میں درگاہ معلیٰ قادریہ

حضرت سلطان العصرؒ نے درگاہ معلیٰ قادریہ کے روحانی اور انتظامی امور کو اسی طرح شان و شوکت سے چلایا جس کی بنیاد حضرت غوث العصرؒ نے قائم کی تھی ۔ حضرت سلطان العصرؒ نے اس عظیم درگاہ سے امن' اخوت' انسانی بھلائی' مذہبی آزادی' عظمت انسانیت' زہد مجاہدہ اور سچی اسلامی زندگی کی لافانی آواز بلند کی جس سے اس عظیم درگاہ کا فیضان پورے برصغیر میں عام ہوا۔ بے شمار ارادت مند اور لاتعداد خدام نے مخلوق خدا کی خدمت اور حضرت سلطان العصرؒ نگاہ سخاوت معرفت سے انسانی زندگی کی تخلیق کے مقصد ازلی کو پہنچے اور یوم الست کے عہد کے فروغ کا باعث بنے۔

شبان و روز کا معمول

حضرت سلطان العصرؒ کی مسلسل بیداری آپ کی کرامت تھی ۔ جب آرام فرما رہے ہوتے اس وقت بھی جملہ معاملات درگاہ معلیٰ سے آگاہ رہتے یہاں تک کہ احباب میں کوئی مسئلہ وجہ تنازعہ بن جاتا تو اٹھ کر مسئلہ سمجھا دیتے۔ بحث و تکرار کو ناپسند فرماتے تھے ۔ آپ کے علم لدنی کی بیشتر مثالیں موجود ہیں جس سے آپ کے تذکار بھرے پڑے ہیں ۔ آپ عہد شباب میں صبح سے نماز ظہر تک محنت و مشقت کے ذریعے رزق حلال کماتے اور پھر عشاء تک حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں رہتے اور عشاء سے تہجد تک مسلسل نوافل مین قرآن حکیم کی طویل سورتوں کی تلاوت فرماتے اور فجر مسجد میں آکر ادا فرماتے تھے ۔ حضرت غوث العصرؒ کے وصال کے وقت تک آپ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت مخدوم العصرؒ نے مسلسل محنت اور مشقت سے آپ کو فکر معاش سے بے نیاز کر دیا چنانچہ آپ شب و روز درگاہ معلیٰ میں رہتے ۔ آپ نے آخری عمر میں بھی عنفوان شباب کے مجاہدے اور کثرت نوافل کو ترک نہ فرمایا۔ اکثر اوقات محو استغراق رہتے اور مشاہدہ حق سے چہرہ اقدس شمس النہار کی طرح تاباں و روشن رہتا تھا۔

حضرت سلطان العصرؒ زائرین اور مریدین سے انتہائی شفقت اور سیر چشمی سے پیش آتے اور

آپ کی بارگاہ سے کبھی کوئی سوالی خالی ہاتھ نہ گیا۔ بحر سخاوت ایسا مواج تھا کہ بغیر سوال کے سائل کو مشکل سے نجات عطا فرماتے اور توجہ روحانیہ سے اعلیٰ ترین مقامات پر فائز فرماتے۔ آپ نے تمام زندگی مخلوق خدا کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو مستعد رکھا۔

نقوش مقدسہ و مطہرہ حضرت سلطان العصرؒ دراز قد اور کثرت مجاہدات کے باعث نحیف جسم تھے ۔ چہرہ ہشاش بشاش پر گوشت تھا۔ آنکھیں کشادہ ' چمکدار ' ناک باریک ' رنگ سرخ و سفید ' (بعض روایتوں میں سنہری گیہوں کی طرح) خدو خال نہایت متناسب و موزوں ' اعضاء قوائے جسم انتہائی قوی ' گرفت انتہائی مضبوط ' سینہ کشادہ ' بازو قدرتاً دراز ' لباس نہایت سادہ اور عوامی یعنی سفید قمیض اور نیلا تہبند ' عمامہ سفید ' کندھے پر صافہ یا ململ کا دوپٹہ ' پاؤں میں چاندنی پاپوش۔ بعض اوقات کپڑوں کے اوپر سفید چادر اوڑھتے ' سردیوں میں صوف کا کمبل ' روئی کا جبہ اور سوتی واسکٹ بھی استعمال فرماتے تھے۔ آپ کی سادگی جلال و جمال کا مرقع اور ہر انداز اسلاف کا روشن معیار زیست اور ہر امر تقدیر الٰہی تھا۔

سلطان العصرؒ جنبشِ خامۂ تقدیرِ جہاں شاہِ زماں
سلطان العصرؒ پیشوائے سالکان کاملان و عارفاں
سلطان العصرؒ جلوتوں سے جنکی ظاہر سطوتِ عباسؓ ہے
سلطان العصرؒ زیر و بم پاتے ہیں جس سے نغمہ ہائے قدسیاں
سلطان العصرؒ وہ جلالت رشکِ شاہاں پرتوِ روئے علیؓ
سلطان العصرؒ نطق بابُ العلم کی فیضاں رساں سیفِ زباں
سلطان العصرؒ کیمیائے فقر سے ہے ایک عالم فیض یاب
سلطان العصرؒ نورِنگہ رحمت آثار انقلابِ قلب و جاں
سلطان العصرؒ طالبانِ راہ حق کے واسطے فردوسِ علم
سلطان العصرؒ باطلِ بدبخت کی خاطر دمِ تیغ و سناں
سلطان العصرؒ تابشِ شمشیرِ نگہ اولیاء میراثِ دوش
سلطان العصرؒ شہ جہانوں سے بلند ان کا ہے سنگِ آستاں
سلطان العصرؒ مجمد احساسِ روحانی کریں موجِ سحاب
سلطان العصرؒ نگہ گرم و باکرم سے اب زمیں ہے آسماں
سلطان العصرؒ خادموں کے واسطے ہیں بارشِ لطف و عطا
سلطان العصرؒ اہلِ دل پر کھولتے ہیں راہ کوئے لامکاں
سلطان العصرؒ بارگاہِ فقران کی باعثِ عرفانِ ذات

سلطان العصرؒ ذکرِ اللہؐ سے ہے معمور ان کا آستاں
سلطان العصرؒ شہرِ شیراں گوجرانوالہ آپ سے اسدُ البلاد
سلطان العصرؒ منزلِ دل پا گئے کتنے ہی آ کر کارواں
سلطان العصرؒوہ خزینہ بخشِ امت وہ مجاہد وہ فقیر
سلطان العصرؒ وہ کہ عشقِ احمدِؐ مختار کے شایانِ شاں

وصالِ اقدس جب حضرت سلطان العصرؒ کو بارگاہ حق تعالیٰ سے بلاوا آگیا تو آپ نے اپنے لختِ جگر اور جانشین مسند درگاہ معلیٰ مخدوم حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ کو بلا کر فرمایا "بیٹا کل بوقت چاشت میرا وصال ہونے والا ہے اس لئے تم خطوط اور کھانے کے لئے رس منگوا لو" حضرت مخدوم العصرؒ نے حکم کی تعمیل میں خطوط اور رس منگوا لئے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ سے اپنے وصال کی بابت خطوط لکھوائے تاکہ اہل نسبت سلسلہ کو اطلاع ہو جائے چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ نے تمام خطوط لکھ کر حوالہ ڈاک کئے اور سارا دن اور ساری رات حضرت سلطان العصرؒ سے معاملات خانقاہ کے بارے میں احکامات دل نشین کرتے رہے۔ دوسرے روز بوقت اشراق ۱۹ صفرا لمظفر ۱۳۳۱ھ بمطابق ۲۹ جنوری ۱۹۱۳ء برزو بدھ آپ چارپائی پر لیٹے کلمہ توحید کا ذکر کرتے ہوئے عالم باقی کی طرف رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جمعرات کے دن تمام رشتہ دار اور احباب طریقت اور ہزاروں عقیدت مندوں نے آپ کے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ لوگوں کی کثرت کے پیش نظر آپ کی چارپائی پر لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ کوئی اہل عقیدت کندھا دینے کی سعادت سے محروم نہ رہے۔ کھلے میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ لوگ اس کثرت سے آرہے تھے کہ نماز جنازہ مختلف بزرگوں کی اقتداء میں تین بار ادا کی گئی اور بوقت عصر درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ میں آپ کے جسد مبارک کو لحد میں اتارا گیا۔

حضرت سلطان العصرؒ کے وصال پر بہت سے عقید تمندوں اور اہل طریقت نے قطعہ ہائے تاریخ وصال تحریر کئے۔ حضرت سلطان العصرؒ کا قطعہ تاریخ وصال جو مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ نے ارشاد فرمایا نذر قارئین ہے۔ اس قطعہ وصال کے علاوہ بھی حضرت مخدوم العصرؒ نے بہت سے قطعات وصال تحریر فرمائے ہیں۔

شاہدِ لا اِلٰہ اِلّا اللہ شیخِ شیخان خواجہ عبداللہؒ
پیرِ تحقیق و عارف کامل شمعِ عرفاں بہ بزمِ اہل اللہ
سالِ او چوں رسید تا ہفتاد حبذ احی ای حال اللہ

نو زدہ چار شنبہ بود کہ رفت　وقتِ اشراق آں ولی اللہ
کرد در ماہِ صفر عزمِ سفر　یافت آں وقت ہم وصال اللہ
گفت ہاتف برائے تاریخش　زاہدے بے نظیر عبداللہ

۱۳۳۱ھ

اولاد اطہار حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں سے نوازا۔ بڑے بیٹے وحید الدہر حضرت خواجہ محمد رحیم اللہ عباسی قادریؒ تھے جو سالک صادق اور شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے اس کے ساتھ ساتھ معاملات درگاہ معلیٰ میں اپنے آپ کو خدمت کے لئے تیار رکھتے تھے۔ آپ کے دوسرے بیٹے مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ جو جانشین و وارث درگاہ معلیٰ قرار پائے۔ حضرت سلطان العصرؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ کی خصوصی روحانی تربیت کر کے ان کو سلسلہ عالیہ کی پیشوائی کی اعلیٰ استعداد سے سرفراز کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ جید عالم دین، کامل ولی اللہ اور عارفانہ شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ نے بزرگان سلسلہ کی تعلیمات کو علمی و روحانی فضائل کے ساتھ پیش کر کے وابستگان سلسلہ پر احسان عظیم فرمایا اور قطب الاقطاب کی حیثیت کے ساتھ حضرت سلطان العصرؒ کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے اور سخاوت معرفت کے ایسے مواج سمندر ثابت ہوئے کہ بزرگان سلسلہ کی عظمت و مقام روحانی سے اعلیٰ عارفانہ اقدار کے ساتھ مخلوق خدا کو روشناس کرایا اور بے شمار لوگوں کو معرفت کی اعلیٰ منازل پر پہنچا کر مشاہدہ حق کے جادہ پر انوار پر چلایا۔ حضرت سلطان العصرؒ کے ان دونوں صاجزدگان نے باہمی طور پر اخوت و محبت کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ حضرت سلطان العصرؒ کی تین صاجزادیاں بھی تھیں جو زہد و ورع و تقویٰ میں بے نظیر و بے مثال ولیہ کاملہ گذری ہیں۔

تعمیر روضہ اقدس مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت العصرؒ کے روضہ اقدس کی تعمیر شروع کی تو اس وقت چکیوں میں چونا اور سرخی پیس کر سیمنٹ بنایا جاتا تھا اور اسی سے اینٹوں کو لگایا جاتا تھا۔ جب روضہ اقدس کی بیرونی دیواریں تیار ہو گئیں اور حجرہ اقدس میں مرقد پر انوار پر پالکی کی عمارت کا آغاز ہونے لگا تو کسی معمار، ارادت مند یا مزدور کو بہ وجہ احترام مرقد پر انوار پر تعمیر کی جرات نہ تھی اس وجہ سے بیس روز تک کام بند رہا اور حضرت سلطان العصرؒ کی جلالیت کا نقش سب کے دل و دماغ پر مرتسم تھا چنانچہ چونے اور سرخی کا سیمنٹ خراب ہونے کے قریب ہو گیا لہٰذا حضرت مخدوم العصرؒ نے مرقد اقدس پر مراقبہ کیا اور عرض گزار ہوئے کہ "قبلہ عالم ہم یہ عمارت بنانا چاہتے ہیں لیکن بہ وجہ ادب و احترام نہیں بنا سکتے" حضرت سلطان العصرؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "اگر تم ضرور ایسا کرنا چاہتے ہو تو میں چند روز قبر سے باہر چلا جاتا ہوں" حضرت مخدوم العصرؒ نے مراقبہ سے فارغ ہو کر سب معماروں اور خادموں کو

جمع کر کے حضرت سلطان العصرؒ کا ارشاد سنا دیا لیکن حضرت مخدوم العصرؒ کے ایک رشتہ دار میاں شاہ محمد نے کہا کہ "بھائی جان آپ نے جو فرمایا ہے میرا دل نہیں مانتا اور نہ ہی عقل تسلیم کرتی ہے کہ جس بزرگ کو ہم اپنے ہاتھوں سے دفن کریں اور قبر پر ڈاٹ لگائیں وہ قبر سے باہر نکل جائیں"۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے احادیث رسولؐ کی روشنی میں اولیائے کرام کے مقام و رفعت کا بیان کیا اور مستند حوالوں سے یہ بات ثابت کی کہ۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے خصوصاً" واقعہ معراج النبیؐ کے حوالے سے جو وضاحت کی وہ آثار اولیاء اللہ کے عین مطابق تھی لیکن معترض نہ مانا اور کہا کہ "بھائی جان اگر آپ کے ارشاد کے مطابق قبلہ عالمؒ اب قبر میں نہیں ہیں تو جب تک قبر کی ڈاٹ کو اکھاڑ کر نہ دیکھوں یقین نہ کروں گا" چنانچہ بادل نخواستہ حضرت مخدوم العصرؒ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ جب مرقد کی ڈاٹ کھولی گئی تو تمام معماروں اور خدام نے بھی دیکھا کہ مرقد میں مصلّٰی پڑا ہوا تھا لیکن حضرت سلطان العصرؒ موجود نہیں تھے چنانچہ معماروں میں تعمیر کا حوصلہ پیدا ہوا اور روضہ اقدس کی تعمیر مکمل کی گئی۔

خواجہ عبداللہ شاہؒ اغنیا | چشمۂ نورِ خدائے کبریا
راز دارِ صدرِ قرآن عظیم | رہبرِ اربابِ عشقِ مصطفیٰؐ
غوث الاعظمؒ نے کیا ہے ہم نگاہ | آپؒ ہیں لا ریب شانِ اولیا
جذب ہے ہر ریشۂ جاں میں ہنوز | شاہ میانمیرؒ کا فقر و فنا
ناز غوث العصرؒ کو ہے آپؒ پر | بول بالا ہے احمدؐ یارؒ کا
تابشِ کردار طورِ معرفت | رہنمائے اتقیاء و اصفیا
صبح نور افزا لبِ بامِ یقین | آپؒ ہیں رفتارِ دریائے بقا
آپ کا کردارِ اعلیٰ سر بسر | شاہ کریمؒ اللہ سے ظاہر ہوا
روز و شب وجدان بالقرآن سے | جس نے تعلیمات کا چرچا کیا

حضرت سلطان العصرؒ کے وصال کے بعد مخدوم العصر حضرت خواجہ محمدؒ کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے مسند درگاہ معلّٰی غوث العصرؒ پر رونق افروز ہو کر حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت کو برہانی و روحانی عظمتوں کے ساتھ پیش کر کے اس عظیم درگاہ کے فیضان کے تسلسل کو نئے عہد میں داخل کیا اور ہر طرح سے حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت کے جلال و جمال اور نسبت اویسی کی تجلیات کے ساتھ حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت کا تسلسل ثابت ہوئے۔

حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسی قدس سرہ العزیز

پیکر طریقت قادریہ، فخر نسائے عباسیہ، صاحبہ المسرات، منبع کشف و کرامات، مصحاف الایمان، سدرۃ البرہان، حدیقہ الفرقان، مصدر الطاف کریمانہ، منبع جودش سلطانہ، بقعہ درود دائمی، معمور جلوہ قائمی، رازدار گہوارہ صوفیاء، کنیز سیدۃ النساءؓ، جانثار علی المرتضیٰؓ، عاشق محمد مصطفیٰؐ، عبد رب کبریاء، ام الاولیاء والا تقیاء حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسی قدس سرہ العزیز ولیہ کاملہ اور عظمت تصوف کی نقیب العالم ہوئی ہیں۔ آپ حضرت فخر الاتقیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کی بھتیجی اور حضرت خواجہ خدابخش عباسی قادریؒ کی دختر نیک اختر تھیں۔ آپ عنفوان شباب ہی سے علوم الٰہی سے روشناس اکمل اور زہد و عبادت میں پروانہ وار اطوار بندگی سے مزین تھیں۔ آپ کی عقل رسا، اخلاق دردمندانہ، صورت خسروانہ اور گفتگو عالمانہ تھی۔ آپ حضرت غوث العصرؒ سے مشرف بہ بیعت ہوئیں اور مدت قلیل میں اذکار قادریہ کو طے فرما کر شخصیت عارفانہ کی حیثیت سے مشہور ہوئیں۔ آپ کا توکل علی اللہ اور اطاعت شریعت مطہرہ اور جذبہ اقدس ہر قسم کے شائبہ ریا سے منزہ تھا کہ اہل خاندان عباسیہ میں حضرت مخدومہ بختاور خاتونؒ کے بعد آپ ہی کی شخصیت عنفوان شباب میں بزرگی کی اعلیٰ رفعتوں تک پہنچی۔ حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ اقتدائے ارادت حضرت غوث العصرؒ میں اس درجہ مستحکم تھیں کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے جلیل القدر اولیاء آپ کا نام نامی بصد احترام لیتے تھے اور فرط عقیدت سے اپنی نظریں پست رکھتے تھے۔

یہ حضرت مخدومہؒ کا روحانی جلال و جمال ہی تھا کہ حضرت مخدومہ بختاور خاتونؒ نے آپ کا رشتہ اپنے

بے مثال دلبند بیٹے سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ کے لئے از خود طلب فرمایا۔ آپ کی رسم عروس نہایت شان و عظمت سے ادا کی گئی۔ آپ نے شب و روز حضرت غوث العصرؒ اور حضرت مخدومہ بختاور خاتونؒ کی اس درجہ اطاعت و خدمت کی کہ ان بزرگ ہستیوں کی آنکھ کا تارا بن گئیں۔ آپ کے خاوند نامدار حضرت سلطان العصرؒ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ سبحان اللہ حضرت سلطان العصرؒ اور حضرت حسن خاتونؒ ایسے بے مثال شریک حیات تھے کہ دنیائے ایثار و وفا اور عالم روحانیت میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ آپ کے در اقدس پر بحر سخاوت دنیاوی و روحانی موجزن رہتا تھا۔ مخلوق ان بزرگ ہستیوں کی خاک پا کو سرمہ چشم جانتی تھی اور اہل حقیقت جب ان کا تذکرہ نوبہار سنتے تو "چشم بددور" کہتے اور جو زیارت کرتے وہ سبحان اللہ پکارتے تھے۔

سہرا بے مثل کہ ہے اذن پیمبرؐ سہرا
جس کی ہیں شمس و قمر کرنیں وہ گوہر سہرا
قدسیوں کی ہے نگاہوں میں یہ اختر سہرا
یہ ہے جبریل کی ہمت کا شناور سہرا
رنگ فردوس نظر سے زر احمر سہرا
صبح میثاق الست آیا ہے بن کر سہرا
ہیں عروسہ جو ولایت میں حسن مخدومہؒ
شاہ عبداللہؒ غنی سے ہے یہ سرور سہرا
لعل وجدان ہیں الماس ہیں حکمت جیسے
غوث اعظمؓ نے بنایا ہے مقدر سہرا
تارے افلاک سعادت کے چمکتے لاکھوں
نور علیؓ نور ولایت سے منور سہرا
سلسلے نور کی لڑیوں کے نیابت والے
رشک شاہان شہاں ایسا ولی گر سہرا
سہرا ایسا کہ ابد پر ہے محیط جاوید
شان ہے جس کی دوامی وہ جواں تر سہرا

خاندان حضرت خواجہ جیون عباسیؒ کی یہ روایت تھی کہ خاندان کے جملہ گھریلو امور میں خواتین کے اثر و نفوذ کی اس قدر اہمیت تھی کہ بسااوقات اندرونی و خاندانی معاملات کی درستگی اور خدمت و رسوم معاشرتی کی ادائیگی کی ذمہ داری خواتین کی تھی اور اس پر مستزاد خاندان کے اندرونی ماحول کی شایان شان مستحکم روایت کی پاسداری بھی خواتین کے لئے ان کے حکمت و تدبر کے لئے آزمائش تصور کی جاتی تھی۔

یہاں تک کہ بزرگوں کا ارشاد عالی تھا کہ خواتین گھر میں حتی المقدور کوئی ملازمہ بھی نہ رکھیں اور جملہ امور خود ہی انجام دیں چنانچہ اس خاندان ذوالکرم والشان کی خواتین زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں ہمہ حال مصروف رہتی تھیں اور جملہ امور خاندانی میں ان کو فطری فوقیت حاصل رہتی تھی۔ حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ نے خاندان عالیہ عباسیہ کی ان زریں روایات کو قائم رکھتے ہوئے جملہ ذمہ داریاں اس خوش اسلوبی سے انجام دیں کہ خدمت بزرگان خاندان سے تربیت اولاد تک اعلیٰ ترین خاندانی مکارم اخلاق کی اعلیٰ روایات کو نبھایا۔ صائم الدہر قائم اللیل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ معاشرتی اصولوں اور خاندانی فرائض کو خنداں پیشانی کے ساتھ ادا کرتے ہوئے اپنی اولاد اطہار کی اس خوش اطواری کے ساتھ تعلیم و تربیت کی کہ جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ چنانچہ بحیثیت مادر مشفق حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ کے بارے میں اس قدر ہی کہہ دینا کافی ہے کہ آپ وحیدالدہر خواجہ محمد رحیم اللہ عباسی قادریؒ اور مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ کی والدہ ماجدہ تھیں کہ آپ کی تربیت ابتدائی ہی نے مذکورہ بلند آہنگ و عالی المرتبت روحانی شخصیات کو پروان چڑھایا اور ان کی ایسی [illegible] تعلیمی و اخلاقی تربیت کی کہ وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی روحانی و فکری سطح پر فقید المثال پیشوائی کر سکیں۔ اس ضمن میں ایک معروف واقعہ جس کی تفصیل حضرت مخدوم العصرؒ کے احوال میں مرقوم ہے، سے یہ نکتہ بہت زیادہ معنوی اہمیت رکھتا ہے کہ جب ایک شخص نے حضرت غوث العصرؒ کی دعوت کرنا چاہی تو حضرت نے انکار فرمایا کیونکہ اس کا تیارکردہ طعام شائبہ ہائے حرام میں داخل تھا چنانچہ حضرت غوث العصرؒ نے بہ اختیاری تپ محرکہ اختیار کرکے معذرت کر لی لیکن اس شخص نے طعام دعوت گھر بھجوا دیا جسے حضرت مخدومہ حسن خاتونؒ ایک نگاہ دیکھ کر ہی جان گئیں کہ حضرت غوث العصرؒ کا انکار قبولیت دعوت کس وجہ سے تھا چنانچہ جب حضرت سلطان العصرؒ نے کھانے پر توجہ کی تو وہ بھی انکار کر گئے۔ حضرت مخدومہ حسن خاتونؒ کے چھوٹے لاڈلے دلبند حضرت مخدوم العصرؒ بعمر صغر سنی جب باہر سے گھر تشریف لائے تو بھوک کی شدت میں کھانا مانگا۔ حضرت مخدومہ حسن خاتونؒ نے انہیں از خود کھانا کھانے کے لئے نہ کہا بلکہ فرمایا "ابھی کھانا بنا دیتی ہوں" آپ کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں تو اچانک حضرت مخدوم العصرؒ کی نگاہ اس طعام پر پڑی۔ آپ بہت حیران ہوئے کہ اتنا کھانا پڑا ہے اور اسے کوئی نہیں کھا رہا چنانچہ آپ نے ابھی ایک لقمہ منہ میں ڈالا ہی تھا کہ قے ہو گئی اور نہ کھا سکے یہ حضرت مخدوم العصرؒ کی ازلی سعادت اور مادر مشفقؒ و والد بزرگؒ کی عنایات خاندانی و روحانی کا اثر تھا کہ صغر سنی ہی میں حضرت مخدوم العصرؒ اخلاق اصحاب رسولؐ کے مظہر ثابت ہوئے۔

حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ علوم ظاہری و باطنی میں بے مثال ہونے کی وجہ سے علاقہ کی خواتین میں بسا اوقات نصائح حق ترجمان بیان فرمایا کرتی تھیں۔ آپ کا اسلوب بیان انتہائی جاذب دل اور خوشبوئے حقیقت سے تابدار ہوتا تھا۔ آپ کا عموماً بیان اس بابت ہوتا تھا کہ انسانوں کی سب سے قابل

اصلاح صفت غرور و تکبر ہے۔ آپ فرماتی تھیں کہ تکبر صرف حق تعالیٰ کو زیب ہے کہ وہ حق سبحانہ اپنی ذات پر خود قائم ہے اور اس رب کریم کے تکبر کی شان ایسی ہے کہ اس کے تکبر میں ظلم نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا متکبر ہونا اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال میں شامل ہے جبکہ انسان متکبر ہو کر ظالم ہو جاتا ہے اور ظالم مٹ جاتا ہے۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کر دیتا ہے لیکن غرور و تکبر بچوں کا بھی معاف نہیں کرتا۔ آپ اپنے نصائح میں ارشاد فرمایا کرتی تھیں کہ بہترین لوگ اصحاب رسولؐ تھے لیکن ان کو بھی حق تعالیٰ نے بذریعہ وحی خبردار کیا کہ "کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔" اس پر فرماتیں کہ مقام غور و فکر ہے کہ اصحاب رسولؐ تو خود بہترین تھے ان سے کوئی کیسے بہتر ہو سکتا تھا؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم نازل کرکے تکبر کی جڑ کاٹ دی تاکہ تکبر کو کسی حال میں جائز تصور نہ کیا جائے۔ حضرت مخدومہؒ فانی فی اللہ اور صاحب احوال روحانیہ ولیہ کاملہ تھیں۔

حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ حضرت سلطان العصرؒ کی زندگی ہی میں یکم رجب ۱۳۱۸ھ بمطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۰ء بروز جمعرات وصال فرما گئیں اور آپ کے جسد اطہر کو درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ میں آسودہ لحد کیا گیا۔ روایت ہے کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت سلطان العصرؒ نے باقی زندگی درگاہ معلیٰ ہی میں گزاری اور گھر بہت کم تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ اپنے وصال کے بعد حضرت مخدومہؒ کی لحد اقدس کے جانب مغرب آسودہ لحد ہوئے اور ان ہر دو لحد پر حضرت مخدوم العصرؒ نے روضہ مع گنبد تعمیر فرمایا اور حضرت مخدوم العصرؒ کو وصال سے قبل حضرت سلطان العصرؒ نے عالم رویت میں حضرت مخدومہؒ کے قدموں میں مدفون ہونے کے لئے اذن فرمایا چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ بعد از وصال اپنی والدہ ماجدہ حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ کے قدموں میں آسودہ لحد ہوئے۔ حضرت مخدومہؒ کی لاتعداد کرامات و احسانات کے تذکرے صحیفہ فطرت کا لازوال جزو ہیں۔ حضرت سلطان العصرؒ کی بارگاہ میں سلام نیاز پیش کرنے والے زائرین و وابستگان سلسلہ حضرت مخدومہؒ کے پائے اقدس پر بھی سرنیاز جھکاتے ہیں۔

حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ ہر طرح سے حضرت مخدومہ بختاور خاتون عباسیؒ کے عظمت و کردار کا تسلسل ثابت ہوئیں اور آپ نے اپنی اعلیٰ روحانی و اخلاقی خدمات کے ذریعے خاندان قدسیہ عباسیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی بے مثال روایات کو قائم رکھا اور آپ ہی کی سیرت و کردار کا عکس کامل رابعہ ثانی حضرت بیگم بی بیؒ زوجہ حضرت مخدوم العصرؒ کے سیرت و کردار سے نمایاں ہوا۔ حضرت مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ نے جس اخلاص و اخلاق عالیہ سے عارفانہ خدمات پیش کیں ان کی وجہ سے آپ کی عظمت شخصیت کی توصیف ہر عہد میں زندہ رہی ہے۔

آں کہ مخدومہ حسن خاتون عباسیؒ عظیم
سدرہ برہان، فرقان وفائے جاں نسیم
بقعہ نور درود دائمی او را جمال
آں وجود حق ولایت سایہ مریم رحیم
عشق احمدؐ مجتبیٰ او را تعارف خوب ہست
باطن او مایہ صد جلوہ ذات قدیم
زوجہ سلطان العصرؒ و المرید غوث العصرؒ
صاحب کشف و کرامات آشنائے حرف میم
چہرہ اش مثل مہ روشن بہ فیض مصطفیٰؐ
آن کہ مخدومہ عالم مادر شاہ کریمؒ

حضرت سلطان العصرؒ کے خلفائے عظامؒ

سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت غوث العصر رحمتہ اللہ علیہ کے طریق تربیت سے اور حضرت فخرا نحیاءؒ کی خصوصی شفقت و عنایت سے جو مقام اعلیٰ و ارفع حاصل کیا اس کا اظہار آپ کے طریق تربیت مریدین میں بھی ہوا۔ حضرت سلطان العصرؒ اپنے مریدین اور خلفاء پر خصوصی نظر شفقت کرنے کے ساتھ نہایت سختی کو بھی کام میں لاتے تھے۔ آپ کی شخصیت جلال کبریائی کی متجلی تعبیر تھی۔ فانی فی اللہ باقی باللہ اور عارف باللہ کے القاب آپ کے تعارف کی احسن تعبیر ہیں۔ مشاہدہ حق میں استغراق سے آپ کا رعب و دبدبہ اس پایہ کا تھا کہ کسی کو آنکھ ملا کر بات کرنے کی جرات نہ تھی۔ شریعت طریقت حقیقت اور معرفت آپ کی ذات والا صفات میں مصحف سیرت کی طرح آویزاں تھیں۔

آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ خوش نصیبوں نے قرب الٰہی میں اعلیٰ منازل حاصل کیں اور معاشرے کو معرفت خداوندی اور عرفان ذات سے معمور فرمایا۔ آپ کا طریق امام سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت غوث العصرؒ کے قدم بقدم تھا۔ آپ اہل طلب حق کو نگاہ کیمیاء نہاد سے مقامات سلوک سے آگاہ فرماتے اور کسی سائل کو محروم نہ فرماتے۔ آپ نے نہ صرف اپنے ارادت مندوں اور مریدوں کی تربیت اعلیٰ شان طریق روحانیہ سے فرمائی بلکہ حضرت غوث العصرؒ کے بعض مریدوں کو بھی منازل سلوک میں بے مثال کیا اور خلافت سے سرفراز کیا آپ

کے چند جلیل القدر خلفاء اور مریدین کا تذکرہ درج کیا جاتا ہے۔

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری نور اللہ مرقدہٗ

سید العاشقین، زبدہ عارفین، قطب الاقطاب مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سلطان العصرؒ کے چھوٹے بیٹے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے وارث و جانشین تھے۔ آپ حق بجی اپنے والد محترم اور مرشد گرامی کی زندہ تصویر تھے۔ آپ یکم رمضان ۱۲۹۳ھ بمطابق ۱۸۷۶ء گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ابتدائے عمر ہی سے انتہائی ذہین، شائق علم و حکمت اور شعار اسلامیہ کے پابند تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت سلطان العصرؒ ہی سے حاصل کی۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کی تربیت و تہذیب حضرت غوث العصرؒ نے فرمائی اور اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ بعد از وصال جب بھی کبھی حضرت مخدوم العصرؒ کو علمی و روحانی مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرت غوث العصرؒ کے روضہ اقدس پر عرض کرتے جس کے جواب میں حضرت غوث العصرؒ بہ نفس نفیس روضہ اقدس سے باہر تشریف لاتے اور مسئلہ کا احسن حل بتاتے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے آپ کی تربیت ابتدا ہی سے درگاہ معلیٰ جانشین کی حیثیت سے کی اور آپ ہی نے آواز خاموشی کی سماعت سے ہر اس مقام پر کلام کیا جہاں بھی آپ ہوتے۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے علوم ظاہریہ کی باقاعدہ تعلیم حضرت غوث العصرؒ کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا مولوی محبوب عالم سجادہ نشین درگاہ معلیٰ نوریہ سے حاصل کی اور نہایت محنت و ذوق وشوق اور بزرگان دین کے خصوصی تصرفات روحانیہ سے بہترین عالم ہو گئے۔ عنفوان شباب ہی سے مقامات روحانی کے شاہد اور جلیل القدر بزرگان دین سے بہ طریق اویسی علوم روحانیہ و ظاہریہ کو حاصل فرمایا اور حضرت سلطان العصرؒ کے وصال کے بعد تمام سلسلہ روحانیہ آپ سے فیضان نظر کا طلبگار ہوا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذوق سخن گوئی سے بھی سرفراز فرمایا تھا جس کے ذریعے آپ نے بزرگان سلسلہ عالیہ قادریہ کی تعلیمات طریقت و معرفت کو بہت موثر اور وجدانی عناصر کے ساتھ پیش کیا۔ آپ نے بہت سی پنجابی اور اردو شعری و نثری تصنیفات تصنیف فرما کر تصوف کی نظری و فکری و وجدانی حقیقتوں کو لازوال اسلوب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آپ کا وصال شعبان ۱۳۶۱ھ بمطابق ۱۹۴۲ء کو گوجرانوالہ میں ہوا۔

حضرتِ خواجہ کریم اللہ ولیؒ ابنِ ولی   شہنشاہِ فقر و عشقِ مصطفیٰؐ فیضِ علیؓ
از وجودش اظہر انعامِ مقامِ لازوال   از کلامش ظاہر اند انوارِ اخفاء و جلی

نطقِ او صد گنجِ عرفاں' جذبِ او میزانِ عشق　　حکمت اش نورِ مبین' ارشادِ او بحرِ سخیؒ
رومیٔ دوراں' شہِ شاہاں' جلالِ ذوالفقار　　از کلیمِ او عیاں شد شمسِ نورِ عاشقی
آں کہ در جوشِ محبت صدرِ دیوانِ جمال　　مصحفِ اَلفقر فخری' مقتدائے بندگی
فکرِ او مثلِ ردائے کہکشانِ شہ اویسؒ　　ذکرِ او یوم الست آئینۂ قربِ نبیؐ
کُندنِ لاہور خاکِ رہگذارِ شہ کریمؒ
تا قیامت قائم و دائم نشانِ قادری

حضرت شیخ محمد بڈّھا قادری رحمتہ اللہ علیہ امیر العابدین' زبدہ متوکلین' صاحب کشف و کرامات و مسخرات' عارف حق حضرت شیخ محمد بڈھا قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین اور صاحب حال و وجدان و استغراق ولی کامل ہوئے ہیں۔ آپ حضرت شیخ ہندیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ زہد و تقویٰ میں بے مثال اور عرفان حق میں نابغہ روزگار تھے۔ آپ نے حضرت غوث العصرؒ کی زیارت بھی کی تھی اور نگاہ شفقت سے سرفراز ہوئے تھے۔

آپ نے عنفوان شباب ہی میں حضرت سلطان العصرؒ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی درجات کو پہنچے اور خرقہ خلافت عطا ہوا۔ آپ سے بے شمار زائرین درگاہ نے بیعت کا شرف حاصل کیا اور منزل عرفان کو پہنچے۔ آپ نہایت کریم النفس منکسر المزاج اور با اخلاق تھے۔ جہلاء و معترضین سے بھی نہایت اخلاق سے پیش آتے تھے جس سے اکثر معترضین کو شرمندگی اٹھانا پڑتی تھی۔ آپ اکثر درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ پر حاضر ہوتے رہے اور حضرت سلطان العصرؒ کے فیضان سے مستفیض ہوتے رہے۔

اہل ارادت آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ فقرو فاقہ مثالی تھا۔ باوجود اس کے کہ بے اندازہ مال و زر نذرانوں سے حاصل ہوتا تھا لیکن سب کچھ غرباء و درویشوں میں تقسیم کر کے راضی بہ رضا رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے "غربت سے صرف شیطان ہی ڈرتا ہے۔ انسان تو پہلے روز ہی سے زمین پر غریب (مسافر) ہے اس کو غربت و افلاس سے نہیں ڈرنا چاہئے" آپ کا احترام و اخلاص حضرت مخدوم العصرؒ سے بھی قائم تھا اور حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت کو وجہ افتخار سمجھتے تھے۔ دنیا کو نہایت حقیر جانتے تھے اور تجرید و تفرید میں بے مانند تھے۔ آپ کا مرقد پر انوار درگاہ معلیٰ حضرت داتا گنج بخشؒ کے احاطہ قبرستان میں واقع ہے۔

حضرتِ شیخِ محمد شہؒ معمر خوش خصال　　ظاہر و باطن ز عشقِ مصطفیٰؐ ماہِ جمال
رہبرِ علمِ شریعت' مرشدِ حق در طریق　　مقتدائے عالمِ لاہوت شہبازِ جلال

صاحبِ سجادہ داتا گنج بخش عالم نشان　　شمسِ تقویٰ بحرِ زہد و کوہسارِ حق مقال
بیعتِ سلطان العصرؒ انعامِ او در شہرِ نور　　آں فنا فی اللہ بقا باللہ بقائے لازوال
بہرِ نگہِ فیض یک عالم قدم بوس آمدید
خلقِ او آئینۂ اخلاقِ ربِ ذوالجلال

حضرت مخدوم سید صید علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ کاملین، امیر العابدین، زبدہ عارفین حضرت مخدوم سید صید علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم سید عنایت علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے اور درگاہ معلیٰ حضرت میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کو حضرت سلطان العصرؒ سے فیض روحانی حاصل ہوا اور منازل روحانیت میں صاحب مقام ہوئے۔ آپ کی شخصیت درگزر کی پیکر اور خدمت درویشاں میں فرد تھی۔ درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ پر اکثر حاضر ہوتے اور حضرت سلطان العصرؒ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے۔ آپ صاحب کرامات کثیر تھے اور کشف و مسخرات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کا عرصہ سجادگی ۱۹۲۴ء سے ۱۹۵۶ء تک ہے۔ آپ کا وصال اپنے اجداد کے گھر موضع میانمیر صاحبؒ میں ہوا اور احاطہ درگاہ عالیہ قادریہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کے اخلاق مطہرہ سے ایک دنیا متاثر ہوئی۔ آپ صوفیاء کے طریق کے بہت بڑے شارح، اقوال عارفین کے دانا، صاحب اسرار و رموز اور جلال و جمال کے پیکر تھے۔ آپ نے اپنے والد گرامیؒ کے عزم طریق کی کامل پاسداری کو اپنایا اور ہر طرح سے زائرین درگاہ حضرت میانمیرؒ کے مسائل دنیاوی و روحانی کو نگاہ کریمانہ سے حل کیا۔ آپ کی تمام زندگی عارفانہ فضائل سے معمور تھی۔

حضرتِ مخدوم سید صید علی شہ قادریؒ　　منبعِ کشف و کرامت بحرِ زخارِ جلی
سیرتش نورِ ولایت چہرہ او شمسِ حق　　پیشوائے کاملان، و دستگیرِ عاجزی
جذب و قربِ دوستی ماہِ جمالِ عارفاں　　خدمت اش زہد و ورع و حکمت اش عشقِ نبیؐ
صاحبِ سجادہ میانمیر بالا پیرؒ ہست　　از وجودش ظاہر آئینِ بقائے بندگی
کیمیائے عشق بود از بیعتِ سلطان العصرؒ
در فقیری شہنشاہی کردد آں مردِ سخی

حضرت مولانا مولوی محمد عبداللہ صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ صاحبان اخلاص، فقیہ دوراں، احسن اطباء، صاحب جلال و جمال، عارف حق حضرت مولانا مولوی محمد عبداللہ صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ اپنے عہد کے نامور عالم دین اور طبیب کامل تھے۔ آپ کا تعلق

خانوادہ حضرت شاہ جمال اللہ نوری رحمتہ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ کا ابتدائے عمر ہی سے حضرت سلطان العصرؒ کے ساتھ وقت گزرا تھا بعد ازاں بیعت سے مشرف ہوئے اور اعلیٰ روحانی منازل حاصل کیں۔ آپ صاحب کشف و کرامات و مسخرات تھے۔ استغراق حق میں فرد اور ترک و تجرید و تفرید میں اپنی مثال آپ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفاء دی تھی چنانچہ مال و زر سے بے نیاز اور مخلوق خدا کی خدمت میں شب و روز مستعد رہے۔ آپ کا ذوق عبادت مثالی تھا۔ آپ اپنی ضروری مصروفیات سے فارغ ہو کر اکثر درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ پر حاضر ہوتے اور حضرت سلطان العصرؒ کی نگاہ کیمیاء نہاد سے ارتقاع حال کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ آپ کے چچا حضرت مولانا محبوب عالم قادریؒ سجادہ نشین درگاہ معلیٰ نوریہ کی اولاد نہیں تھی چنانچہ انہوں نے سارے خاندان سے صرف نظر کرتے ہوئے درگاہ معلیٰ نوریہ کے جانشین کے لئے آپ ہی کے صاحبزادے حضرت مولانا غلام جیلانیؒ کو آپ سے مانگا' اس میں بھی آپ کے زہد و تقویٰ اور بے مثال شخصیت کو دخل تھا کہ مولانا مولوی محبوب عالمؒ کی نگاہ انتخاب آپ ہی کے نور چشم پر پڑی اور آپ ہی کے صاحبزادے درگاہ معلیٰ نوریہ کے سجادہ نشین ہوئے' جس درگاہ نے ماضی میں بے شمار طالبان حق کو راہ حق کی ہدایت کی تھی۔ حضرت مولانا مولوی عبداللہ قادریؒ کی سیرت سربسر اخلاق محمدیہؐ کا پرتو تھی۔ آپ بعد از وصال درگاہ معلیٰ نوریہ بیرون کھیالی دروازہ میں آسودہ لحد ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی میں لاتعداد لوگوں کو موثر انداز سے رجوع الی اللہ کی طرف مائل کیا اور شہرت و گمنامی سے بے نیاز ہے۔

شاہ عبداللہؒ طبیبِ بیکساں — آں مسیح الملک در عالم نشاں
صوفیٔ کامل' فقیرِ روزگار — مخزنِ مہر و وفائے عارفاں
از خروشِ عشقِ حق مثلِ کلیم — از صفائے دل امیرِ کاملاں
روز و شب در خدمتِ مخلوق بود — ایں طریق اش عشقِ ربِ دوجہاں
بیعتِ سلطان العصرؒ ابرار کرد — کندنؔ لاہور گوید مدحت آں

سجادگان آستانہ عالیہ قادریہ حضرت فخراغنیاءؒ

از زمرہ اہل حقیقت' خانوادہ جود و سخاء' حضرت میاں محمد جعفر قادریؒ' حضرت میاں محمد ناصر قادریؒ حضرت میاں محمد باقر قادریؒ اور حضرت میاں غلام محمد قادریؒ یہ تمام افراد ذی وقار' فخراغنیاء حضرت خواجہ سخی احمد یار عباسی قادریؒ کے آستانہ عالیہ قادریہ کوٹ پیروشاہ کے سجادگان درگاہ تھے۔ آپ حضرت سلطان العصرؒ کے فیض یافتہ اور خلفاء میں سے تھے۔ یہ تمام اصحاب ذی وقار دل و جان سے حضرت سلطان العصرؒ کے طریق سخاوت معرفت کے شاہد اور سربسر حق طلب تھے۔

کوٹ پیرو شاہ گوجرانوالہ سے دور ایک گاؤں ہے جہاں تک پہنچنے والے زائرین و عقیدت مند دور دراز کا سفر کر کے آتے تھے اور مذکورہ بالا سجاد گان درگاہ ہر طرح سے ان کی خدمت کرتے تھے۔ روحانی طور پر ہمیشہ حضرت سلطان العصرؒ کے پاس حاضر ہوتے اور عنایات روحانیہ سے فیض یاب ہوتے۔ ان سجادگان نے حضرت مخدوم العصرؒ کا زمانہ بھی دیکھا اور آپ سے رشتہ خلوص استوار رکھا۔ یہ تمام سجادگان نہایت سادہ طبع، منکسر المزاج اور نیک صورت و سیرت کے مرقع تھے۔ یہ سجادگان بعداز وصال درگاہ فخر اغنیاءؒ کے قریب آسودہ لحد ہیں۔

شاہ جعفر قادریؒ مردِ قلندر حق وصال   منبعِ اخلاقِ بوذرؓ مخزنِ عشقِ بلالؓ
صاحبِ سجادہ فخرِ اغنیاءؒ معمور اند   دستگیرِ بیکسان و مرشدِ اہلِ کمال

شہ محمد ناصر عباسیؒ غریقِ نورِ حق   از نگہ حیران عالم، ہر نگہ منصورِ حق
صاحبِ احوالِ اعلیٰ، بندۂ مولا علیؓ   جان و دل روشن بود از نورِ کوہِ طورِ حق

شاہ محمد باقرؒ اکمل پیشواء   کیمیاء شد از لقائے کبریاء
عارفِ کامل فقیرِ فقر بود   صاحبِ سجادہ فخرِ اغنیاءؒ

غلامِ محمدؐ غلامِ خدا است   صدائے محبت بجوشِ وفا است
ولایت کہ گہوارۂ مقتدا است   بکشف و کرامت زمانہ فدا است

حضرت خواجہ محمد رحیم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ طالبان حق، حدیقہ صالحین، امیر سالکین، صاحب معارف الادب، وحید الدہر حضرت خواجہ محمد رحیم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سلطان العصرؒ کے بڑے بیٹے اور خلفاء میں شمار ہیں۔ آپ نہایت رحم دل، منکسر المزاج، با اخلاق اور رموز تصوف کے ماہر تھے۔ بہت سے لوگ آپ کے دامن عقیدت و ارادت سے وابستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذوق شعرگوئی وافر عطا فرمایا تھا۔ فکر سخن میں وجدان کا اظہار کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف پنجابی زبان و ادب میں منفرد اسلوب کی حامل ہیں۔ آپ کی تصانیف میں قصص المحسنین، فقرنامہ، رموز عشق، پنج گنج، کامن انسان، اور چرخہ رنگ رنگیلا شامل ہے۔

حضرت خواجہ محمد رحیم اللہ عباسی قادریؒ نے درگاہ معلی غوث العصرؒ میں فصیح و بلیغ وعظ صوفیانہ سے ایک دنیا کو فیض پہنچایا اور روحانی طور پر بہت سے لوگوں کو رہنمائی کے لئے تصوف کے نکتہ ہائے نادر سے روشناس کرایا۔ آپ نہایت متقی، پرہیز گار، باہمت اور دریا دل تھے۔ سلسلہ عالیہ

قادریہ کے سلسلے میں اکثر حضرت مخدوم العصرؒ کے ساتھ مریدین کے ہاں جاتے اور خلفائے حضرت غوث العصرؒ کے اعراس میں شرکت کرتے۔ شعر و سخن کا ذوق ایسا تھا کہ چلتے پھرتے شعر زبان پر آ جاتے تھے۔ شاعری میں ان کے قلم سے قابل قدر تصانیف نکلیں جن میں خاص طور پر پنجابی زبان کے لسانی شعور کی وسعت نمایاں ہے۔ ایسی زبان استعمال کی ہے جو اپنی تخلیقی نہج میں پنجابی ہی ہے لیکن وسعت اور ذخیرہ الفاظ کے لحاظ سے اس زبان میں سرائیکی پوٹھوہاری اور سیالکوٹی لہجے اس طرح آمیختہ ہو گئے ہیں کہ پنجابی زبان کی لسانی وحدت صوبہ پنجاب کے ارضی خطے کی نمائندگی کرتی ہے۔
آپ نے ہر طرح سے صوفیانہ شعار اخلاق کو فکر و عمل کی وحدت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

آں کہ نطقِ او برائے بندگی — آں کہ پسرِ شاہ عبداللہ ولیؒ
آں وحید الدہر بہرِ گمرہی — آں ولی اللہ رحیم اللہ شاہؒ
از وفورِ شوق گوئید شاعری — شعرِ او تحسینِ جذبِ عارفاں
بر لبِ او مثلِ طالب آملی — کائناتِ نکتہ ہائے عاشقاں
آں معزز بود در عشقِ نبیؐ — کُندنِ لاہور گوئید فی البدیہہ

حضرت پیر سید شاہ زمان بخاری قادری رحمتہ اللہ علیہ

امیر اُسالکین، عمدہ عارفین، صاحب حقیقت و معرفت، فقید المثال، صوفی صاحب جلال و جمال، فنافی اللہ باقی باللہ عارف حق حضرت پیر سید شاہ زمان بخاری قادری رحمتہ اللہ علیہ ان خوش نصیب اصحاب طریقت میں سے ہیں جنہوں نے حضرت سلطان العصرؒ کی بیعت میں سبقت کا شرف حاصل کیا۔ آپ جیسروالا ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ سے حضرت سلطان العصرؒ کے کچھ نادر واقعات بھی منقول ہیں۔
آپ نے نہایت قلیل مدت میں منازل روحانیہ کو طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نہایت منکسر المزاج، کم گو، اخلاق محمدیہؐ کے شمس تاباں اور اطاعت اصحاب رسولؐ کی زندہ تصویر تھے۔ آپ ابتدائے عمر ہی سے زہد و تقویٰ میں فرد، استقامت دین میں مرد اور خشیت الٰہیہ سے زرد تھے۔ بعد از بیعت آپ کے احوال نے ایسا فقید المثال ارتقاع کیا کہ صاحب بشارت ہوئے۔ آپ کا چہرہ اقدس سرخی مائل گیہوں رنگ اور تجلیات حق سے متجلا تھا۔ آپ کو استغراق حق ایسا حاصل تھا کہ حضرت سلطان العصرؒ کی جلالیت اور حضرت غوث العصرؒ کی جمالیت کی تصویر تھے۔

حضرت پیر سید شاہ زمان بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے متعدد کرامات و خوارق کا اظہار ہوا ہے۔ شریعت محمدیہؐ اور طریقت قادریہ کے شعار کی محافظت میں آپ جلیل القدر ہوئے ہیں اس پر مستزاد یہ کہ سخاوت معرفت میں انتہائی رقیق القلب تھے۔ راہ حق کے متلاشیوں کو عزیز از جان رکھتے تھے گویا ایک سخاوت معرفت کا ایسا دریا جو خود متلاشیان حق کی جستجو میں مواج ہو۔ آپ شہرت و گمنامی سے بے نیاز اور اپنے احوال باطنیہ کے اخفاء پر یقین رکھتے تھے۔ انتہائی استغراق اور وفور تجلیات حق

میں بھی آپ کے تمام اعمال مبنی بر شریعت رہتے تھے۔ آپ کا روضہ موضع جیسروالا ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

سیدِ شاہِ زمانؒ آئینۂ نورِ خدا عارفاں را دستگیر و پیشوائے اولیا
مخزنِ نورِ ولایت منبعٔ حسنِ طریق حجتِ اہلِ زمانہ مرجعٔ اہلِ رضا
تاجدارِ سطوتِ ایقان و علم و آگہی در سخاوت بحرِ زخار و عطائے حق نما
مرقدش سرچشمۂ فیضانِ غوث العالمینؒ شاہباز لامکانی صدر دیوان بقا
بیعت شاہ زمانؒ در دست عبداللہ سخیؒ سلسلہ قادریہؒ ہست تا روزِ جزا

حضرت میاں جلال الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ کاملین، زبدہ اہل اخلاص، صاحب جلال و جمال و مسخرات و کرامات حضرت میاں جلال الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ عالم با عمل اور تصوف کے نظری مسائل کے ماہر تھے۔ بغرض فیضان حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کو حضرت سلطان العصرؒ کے ارشادات عالیہ جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ احباب طریقت سے استفسار کرتے رہتے تھے کہ حضرت سلطان العصرؒ نے آپ سے کیا فرمایا ہے؟ زہد و تقویٰ میں کامل استقامت رکھتے تھے۔

آپ قریباً ہر ہفتے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور حضرت سلطان العصرؒ کے حضور با ادب خاموش مہر بہ لب احباب سے ہونے والی گفتگو سنتے رہتے تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود سوال کرنے سے گھبراتے تھے دیگر احباب کو جو جواب ملتا اس سے استدلال کرتے اور خود استفسار سے بوجہ ادب گریز کرتے تھے۔ آپ انتہائی زاہد خشک صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ احباب طریقت میں آپ کی شان خصوصی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ نے نہایت قلیل مدت میں روحانی منازل کو طے فرما کر خرقہ خلافت کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ کا روضہ انور موضع بھانو پنڈی ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

شہ جلال الدینؒ زبدہ اصفیا مرکزِ رشد و ہدایت حق نما
عالم و عابد فقیہِ صوفیا مصحفِ گنجِ معانی بر ملا
مثنویٔ مولوی را دفترے آں کلیدِ نکتہ ہائے اتقیا
قلبِ او گنجینۂ سلطان العصرؒ از برائے سالکاں حق پیشوا
ظاہر و باطن مثالِ امرِ حق در تصوف مرشدِ اہلِ رضا

حضرت میاں غلام محمدؐ قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، حدیقہ معارف، صاحب زہد و اتقاء عاشق رسولؐ اللہ حضرت میاں غلام محمدؐ قادری رحمتہ اللہ علیہ ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ابتداء میں علم تصوف کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر کے نصیحت کا شوق اپنایا لیکن ایک رند مجذوب سے پالا پڑ گیا جس کے چند کلمات سے حقیقت وعظ و نصیحت

ظاہر ہوئی اور دل کی تاریکی کا مشاہدہ ہو گیا چنانچہ خاموشی اختیار کر کے زہد و تقویٰ اور کثرت عبادات کی طرف راغب ہوئے۔ اہل سیالکوٹ میں حضرت غوث العصرؒ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی شہرت سنی اور بغرض بیعت حضرت سلطان العصرؒ سے استدعا کی۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ایک ہی نگاہ سے دل کی تاریکی کو روشنی میں بدل دیا اور مشغول حق کر دیا۔ حضرت میاں غلام محمد قادریؒ عاشق رسولؐ ہوئے ہیں۔ مشاہدہ حقیقت کے بعد جملہ وظائف و اوراد سے کنارا کیا اور زیادہ سے زیادہ وقت درود شریف کی کثرت کرنے میں گزارا۔ زیارت رسولؐ سے بعالم خواب مشرف ہوئے اور جمیع القلبی کے ساتھ منازل سلوک کو قلیل مدت میں طے کیا۔

حضرت میاں غلام محمدؒ قادریؒ نہایت منکسر المزاج حق گو، با اخلاق اور شعار اسلامیہ کے پابند تھے۔ کم گوئی، کم خوری اور کم نومی نے ان کے قلب کو خواب و بیداری میں یکساں زندہ و بیدار رکھا۔ آپ اکثر حضرت سلطان العصرؒ کے حضور حاضر رہتے اور فیوضات و برکات سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ کا روضہ اقدس موضع سکھو کے ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

غلام محمد قادریؒ ہست وجودِ ولایت زندگی ہست
بیانِ معارف روشنی ہست جمالِ وفائے بندگی ہست
حکیمِ مریض بیکسی ہست کہ شاہِ جہاں وارفتگی ہست
فنائے وجودش ظاہری ہست بقائے وجودش باطنی ہست
موخر نمودِ گفتنی ہست مقدم مقامِ خامشی ہست

حکیم الامت علامہ محمدؒ اقبال قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل نیابت، امیر الحکماء، فیلسوف اسلام، شاعر مشرق، مرد قلندر، عاشق رسولؐ کریم، حکیم الامت حضرت علامہ ڈاکٹر محمدؒ اقبال قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت غوث العصرؒ کے مرید و خلیفہ حضرت سائیں عبداللہ شاہ قادریؒ سیالکوٹی کے آستانہؒ سے وابستہ تھے۔ علامہ اقبالؒ کے والد محترم حضرت نور محمد قادریؒ عرف میاں نتھو، سائیں صاحبؒ کے مرید و خلیفہ اور صادق الاحوال صوفی کامل تھے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے والد گرامیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور بار ہا حضرت سلطان العصرؒ سے علم لدنی کی نظری و عملی حیثیت سے آگاہی حاصل کی اور حضرت سلطان العصرؒ ہی کی روحانی توجہ سے منازل سلوک طے کئے۔ علامہ اقبالؒ کو صغر سنی میں حضرت غوث العصرؒ سے بسم اللہ پڑھنے اور اپنی زبان پر حضرت غوث العصرؒ کا نورانی لعاب دہن حاصل کرنے کی فضیلت بھی حاصل ہے۔ علامہ مسلسل درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر حاضر ہو کر فیوضات و برکات سے مستفیض ہوئے۔ علامہ اقبالؒ نے جس عظمت و رفعت کے ساتھ اسلام کے نظری و فلسفیانہ معاملات کو پیش کرنے کی کوشش کی اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے تصوف کے روحانی وجدانی معاملات میں مقامات بلند حاصل کئے جس

کی تاثیر نے ان کی خدمت شعر و ادب کو لافانی بنا دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی خدمات کا تذکرہ ہر عہد میں تازہ رہا ہے۔ علامہ اقبالؒ کا روضہ انور لاہور میں ہے۔

حضرتِ علامہ اقبالِؒ عجم آں حکیمِ امتِ خیر الامم
شاہدِ تقدیرِ اقوامِ جہاں مشرق و مغرب بود زیرِ قدم
ظاہرش آزاد، باطن فقرِ حق عاشقِ ذاتِ نبیؐ ذوالکرم
شہرۂ او حق تجلی آفاق گیر تا قیامت زندہ آں زورِ قلم
شاعرِ مشرق بود دانائے راز در کلیم او شکوہِ دم بدم
صاحبِ فیضان از سلطان العصرؒ سطوتِ مردِ سخی رشکِ ارم
ذکر و فکرِ او عقابِ لامکاں گفت کندن مدحتِ صاحب علم

حضرت جسٹس دین محمدؒ قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، شارح قوانین اسلامیہ، صاحب جلال و جمال، صاحب استقامت حضرت جسٹس دین محمدؒ قادری رحمتہ اللہ علیہ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے اور درگاہ معلیٰ قادریہ کی عقیدت و محبت اپنے اجداد سے ورثے میں پائی۔ آپ بچپن ہی میں حضرت سلطان العصرؒ سے مانوس ہو گئے تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بھی حضرت سلطان العصرؒ ہی سے حاصل کرنے کا شرف پایا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ کی نگاہ کریمانہ اور تربیت عارفانہ سے آپ نے ابتدائے عمر ہی سے محبت علم میں سرشاری کا ثبوت دیا اور نہایت محنت اور لگن سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد قانون کا مطالعہ کیا اور قانون کی ڈگری حاصل کی بعد ازاں کچھ عرصہ وکالت کرتے رہے۔ آپ ملکی سیاسی و غیر سیاسی تحریکوں پر بہت اچھی بصیرت رکھتے تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے مشوروں سے فرنگی استبداد سے علاقائی لوگوں کے حقوق کی جنگ میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی قومی و ملی خدمات تاریخ کا اہم باب ہیں۔ آپ نے وکالت کے پیشے میں راست روی، صداقت اور شخصیت کی جامعیت کا ثبوت دیا اور جسٹس ہو گئے بعد ازاں سندھ کے گورنر بھی رہے۔ آپ تاحیات درگاہ معلیٰ پر حاضری کو اپنی خوش نصیبی تصور کرتے تھے۔ آپ نے حضرت سلطان العصرؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور منازل سلوک کو طے کیا۔ ظاہر جدید اور باطن یوم الست سے وابستہ رکھتے تھے۔ آپ کے بے شمار شاگردوں نے شعبہ قانون میں بے مثال کامیابی اور اعلیٰ بصیرت کا اظہار کیا ہے۔ آپ کا مرقد اقدس قبرستان پیر گوڈی سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں ہے۔

حضرتِ دینِ محمدؒ قادریؒ سبقت نہاد صوفیؒ باطن نظر، حیرت نگاہِ حق عباد
در طریقت گل رخِ شانِ ادب حُسنِ طریق در حریمِ جلوت آں رشکِ شکوہِ کیقباد

نا خدائے کشتیؔ خدمت برنگ نوحِ جاں　　آں شعارِ صلحِ کُل تمہیدِ آئینِ مراد
شاہ عبداللہؒ غنی پیرِ حقیقت حق نما　　در دلِ دینِ محمدؐ والضحائی اعتماد
از لقائے مصطفائی نور نور آں مرقدش　　گفت کُندنؔ در خمار ایں مدحتِ خمخانہ زاد

حضرت پروفیسر محمد عبداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ محققین، استاذ الاساتذہ، امیر الحکماء، صاحب حقیقت و معرفت حضرت پروفیسر محمد عبداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ شہر سیالکوٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ سے حاصل کی۔ آپ علامہ اقبالؒ کے ہم مکتب تھے سکول اور کالج میں ایک دوسرے کے ہم جلیس اور مخلص تھے۔ آپ کا رجحان ابتدائے عمر ہی سے ادبیات عربی و فارسی کی طرف تھا چنانچہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد پڑھانے لگے۔ پشاور یونیورسٹی کے شعبہ عربی و فارسی کے لئے آپ کی کثیر خدمات ہیں۔ آپ نہایت ذہین بلند دماغ اور صاحب بصیرت تھے۔ آپ بغرض فیضان روحانی حضرت سلطان العصرؒ کے حضور حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے قلیل مدت میں روحانی منازل کو طے فرمایا۔ مثنوی مولانا رومؒ کی شرح و توجیح میں علامہ اقبالؒ بھی آپ کی اعلیٰ استعداد بصیرت کے معترف تھے۔ آپ زہد و تقویٰ اور احترام مرشدؒ میں بے نظیر و بے مثال تھے۔ آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ نے بار ہا سیالکوٹ میں حضرت سلطان العصرؒ کی میزبانی کی۔ علاقہ کے علماء و حکماء آپ ہی کے گھر پر حضرت سلطان العصرؒ کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہوتے تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ اور علامہ اقبالؒ کی ملاقاتیں آپ ہی کے گھر ہوتی تھیں۔ آپ نہایت وضع دار، مودب و مہذب اور پر کشش شخصیت رکھتے تھے۔ آپ کی یہ کرامت تھی کہ یونیورسٹی میں جو کچھ طلباء کو پڑھاتے طلباء کے دل و دماغ پر نقش ہو جاتا۔ پشاور میں بے شمار لوگ آپ کے عقیدت مند ہیں۔ آپ کا مرقد پر انوار موضع کانوالٹ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

حضرت عبداللہؒ مریدِ شاہ عبداللہ غنیؒ　　میزبانِ پیرِ حق در سیال کوٹ آں دل غنی
در حضورِ خانہؒ او محفلِ ابرار ہست　　گنجہائے معرفت در دامنِ جاں بیخودی
جان و تن اکسیر شد بہرِ جمالِ مصطفیٰؐ　　فیلسوف و صوفی و رند و فقیہِ عاقلی
بوالعجب حیرت فشاں آں وحدتِ کردارِ فقر　　سادہ و آزادہ و پابندِ حُسن و عاشقی
یارِ غارِ حضرت اقبالؒ آں حکمت فروغ　　در حقائق در دقائق مثلِ خضرؑ عامری
حضرت عبداللہؒ مردِ حق مریدِ با مراد　　بے نیاز این و آں، محوِ حضورِ بندگی

حضرت سید ولایت علی شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، صاحب تجرید و تفرید، عالم با عمل، نازش اہلسنت و جماعت، صاحب مسخرات و کرامات حضرت سید ولایت شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ابتدائے عمر ہی سے زہد و

تقویٰ کی زندہ مثال اور علوم روحانیہ کے شائق تھے۔ متعدد درویشوں سے ملاقات کی اور حضرت سلطان العصرؒ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

ضلع سیالکوٹ میں آپ کے عقیدت مندوں کا ایک بڑا حلقہ تھا۔ آپ کے توصیف کنندگان میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے۔ آپ کی گفتگو معارف وحدت احوالی کے باب میں ہوتی تھی۔ بذات خود وحدت وجدانی میں بے مثال تھے۔ گفتگو عوام سے اور توجہ حقیقی جمع القلبی کے ساتھ بارگاہ حق میں قائم رہتی تھی۔ آپ کے ارشادات سے لوگوں کے سنگلاخ قلوب میں وجدانی حرکت پیدا ہو جاتی تھی اور غافل رجوع الی اللہ کی طرف راغب ہو جاتے تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے بیعت کے لئے استدعا کی لیکن آپ نے نگاہ کیمیاء نہاد سے سالکین کو منزل مراد تک پہنچایا اور بہت کم لوگوں کو بیعت کیا۔ آپ کی بیعت کا معیار امام سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ اور حضرت غوث العصرؒ کے معیار کا پرتو تھا۔ آپ نہایت کریم النفس صاحب سخاوت اور ارفع روحانی درجات رکھتے تھے۔ پہروں استغراق مشاہدہ حق میں گذر جاتے تھے۔ بعد ازاں آپ لاہور تشریف لائے اور یہیں کے ہو رہے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کی توجہ روحانیہ سے ذکر الٰہی میں مشغولیت اختیار کی۔

حضرتِ سید ولایت شہؒ حبیبِ صوفیا ٭ آں امیرِ عابدین و عارفین و اولیا
عالمِ علمِ شریعت، قاضئ شرع و طریق ٭ حجتِ عرفانِ حق، شانِ وصالِ اصفیا
از برائے چہرۂ او مہر و مہ روشن شود ٭ معنئ مخانہؔ وحدت مقامِ اغنیا
حکمِ الہام خفی پوشیدہ خاموشی نہاد ٭ صاحبِ کشف و کرامت عاشقِ خیرالوریٰ
حکمتِ دین ہمیں طرزِ لباس اہلِ فقر ٭ در ہجومِ شہر تنہا باشد آں مردِ خدا

حضرت میاں محمد صدیق قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص امیر السالکین، عاشق رحمتہ للعالمین، صوفی صاحب جلال و جمال، صادق الاحوال حضرت میاں محمد صدیق قادری رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار قادریہ رڑیانہ شریف ضلع شیخوپورہ تھے حضرت سلطان العصرؒ سے بیعت سے مشرف ہوئے اور نہایت قلیل مدت میں اعلیٰ درجات روحانیہ حاصل کئے اور صاحب کشف کرامات ہوئے۔ آپ حضرت سلطان العصرؒ کے بھانجے اور حضرت خدابخش صاحبؒ کے پوتے تھے۔

آپ اس قدر اطاعت نبویؐ کے شائق تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روز مرہ کی دعائیں اسی ترتیب اعمال کے ساتھ پڑھتے تھے اور ہر طرح سے اطاعت رسولؐ آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کی زبان میں مٹھاس اور تاثیر کا آب حیات تھا۔ جس شخص سے تھوڑی دیر کے لئے ہمکلام ہوتے وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ مہینے میں ایک دو بار گوجرانوالہ آتے اور حضرت سلطان العصرؒ کے فیوضات روحانیہ سے فیض یاب ہوتے۔ آپ احوال باطنی کو مخلوق سے چھپانے میں فرد تھے۔ آپ

سے بہت سے لوگوں نے راہ حق طلب کیا ہے۔ آپ نہایت خوش مزاج با اخلاق، مائل بہ سخاوت اور غرباء و مساکین کے مربی تھے۔ فقر و فاقہ آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کو تلاوت قرآن اور نوافل میں خصوصی انہماک حاصل تھا۔ آپ کا روضہ اقدس شیخوپورہ میں ہے۔

حضرتِ صدیقؒ پیرِ حق بود　　در ولایت بے نظیرِ حق بود
عالم و زاہد فقیہِ زندہ دل　　بحرِ اخلاص آں فقیرِ حق بود
فیضیاب از بیعتِ سلطان العصرؒ　　جان و تن مثلِ سفیرِ حق بود
آں کہ مقبولِ درِ غوث الوریٰؒ　　یک نگاہِ فیض تیرِ حق بود
گفت کُندَن مدحتِ زندہ ولی　　در رگِ خامہ سریرِ حق بود

حضرت سید اصغر علی شاہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، مرد بے ریا و باصفا، بندہ مولاصفات، معمورہ حقیقت و معرفت حضرت پیر سید اصغر علی شاہ صاحب گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سلطان العصرؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ حضرت پیر سید صید علی شاہ گیلانی قادریؒ سجادہ نشین درگاہ معلی قادریہ حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ کے برادر حقیقی تھے۔ آپ معاشی لحاظ سے وسیع رقبہ اراضی پر زمینداری کرتے تھے لیکن اشغال روحانیہ میں ہمہ وقت منہمک اور صاحب مقام ولی اللہ تھے۔ آپ کو حضرت مخدوم العصرؒ سے بھی فیض و تربیت روحانیہ کی فضیلت حاصل ہوئی۔ آپ نے ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء میں وصال فرمایا اور احاطہ حضرت مخدوم عنایت علی شاہ گیلانی قادریؒ میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سے سید منور علی شاہ، سید غضنفر علی شاہ، حضور پیر و مرشد امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادریؒ سجادہ نشین درگاہ معلی قادریہ حضرت غوث العصرؒ کے حلقہ عقیدت و ارادت سے منسوب ہیں۔

حضرت پیر سید اصغر علی شاہ گیلانی قادریؒ اپنے سیرت و کردار میں انتہا درجہ خدا ترس، سخی، دریا دل، امور حقیقت و معرفت کے شناسا تھے۔ آپ ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ موجود تھا۔ آپ باقاعدگی سے اعراس درگاہ معلی قادریہ حضرت غوث العصرؒ پر حاضر ہوتے اور مع اپنے ارادت مندوں کے حضرت مخدوم العصرؒ کے حضور جذبہ احسان مندی و تشکر پیر خانہ کا اظہار فرماتے تھے۔

سیدِ اصغر علی شہؒ مقتدائے مومنین　　ظاہر و باطن مثالِ بقعہؒ نورِ یقین
در طریقت بے مثال و درحقیقت شاہباز　　رہنمائے اصفیاء و اتقیاء و کاملین
ہمتِ او پرفشاں در حلقہؒ لاہوت را　　در سخاوت پیر کامل عبدِ ربُ العالمین
عالم و فاضل فصیح بےمثال و بے نظیر　　مثلِ مہتاب فروزاں در ہجومِ عاشقین
کُندَن لاہور گوید سید اصغرؒ ذوالکرم
بیعت از عبداللہ شاہؒ پیشوائے عارفین

۵۵۔ حضرت سید الف شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل ایقان، مزین حکمت قرآن، صاحب کشف و برہان، زبدہ حکماء و العلماء، مخزن الذہب و اللسان بے ریا بندہ رحمان، حضرت سید الف شاہ صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سلطان العصرؒ کے منظور نظر مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کا تعلق حضرت پیر سید زمان شاہ بخاریؒ کے خاندان سے تھا اور علوم ظاہری میں پیر سید زمان شاہؒ کے استاد بھی تھے۔ آپ مایہ ناز معلم و مدرس علوم اسلامیہ، نابغہ روزگار محقق اور علم طب و حکمت میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کا زیادہ عرصہ حیات جیسروالہ ضلع سیالکوٹ ہی میں گذرا۔ آپ نے متعدد کتب تحریر فرمائیں جو زمانہ کی بے التفاتی کی نذر ہو گئیں البتہ آپ کا ایک مطبوعہ مجموعہ پنجابی سیحرفیات آپ کی یادگار ہے جس کی تقریظ حضرت مخدوم العصرؒ نے تحریر فرمائی ہے۔ آپ عابد شب زندہ دار، صاحب زہد و تقویٰ اور محبت پیر خانہ کی بے مثال تصویر تھے۔ علم تصوف و روحانیت میں حضرت مخدوم العصرؒ سے بھی فیض حاصل کیا اور بعض حقائق و دقائق کے معاملے میں مستفیض ہوئے۔ بعد از وصال قبرستان سیداں جیسروالہ میں آسودہ لحد ہوئے۔ آپ نے ہزاروں لوگوں کو راہ حق کی نصیحت فرمائی اور ذکر و فکر کے معارف تلقین فرمائے ہیں۔

حضرتِ سید الف شہؒ پیشوائے اصفیا ناقصاں را ہادیٔ اکمل امیرِ اتقیا
صاحبِ ذہبُ اللسان و نکتہ دانِ معرفت سیرتش معمورہؒ انوارِ عشقِ مصطفیٰ
پیروِ تحقیقِ غربال آں فصیحِ روز گار آں مریدِ شاہ عبداللہ صدرِ الاولیا
سلسلۂ عالیۂ قادریۂ را سفیر در جہانِ معنوی آں مردِ میدانِ رضا
شمسِ عرفاں، نورِ فرقاں، مصدرِ نورِ یقین
کُندنِؔ لاہور گوئید منقبت استاد را

حضرت خواجہ دین محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، پیر طریقت حقیقت ضمیر، صاحب کشف و تسخیر، زبدہ عابدین، عمدہ عارفین حضرت خواجہ دین محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ ابتداء میں مذہب عیسوی رکھتے تھے۔ آپ ہیر سید وارث شاہؒ بہت ذوق و شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت غوث العصرؒ نے آپ کو ہیر پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا "سمجھتے بھی ہو جو کچھ پڑھتے ہو؟" آپ نے عرض کیا "حضور آپ سمجھا دیجئے"۔ حضرت غوث العصرؒ نے ایک ہی نگاہ حق رسید سے حجابات کی زنجیریں کاٹ دیں اور درجہ ملکوت میں بغایت عشق استحکام عطا فرمایا چنانچہ آپ نے حضرت غوث العصرؒ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے دیگر منازل روحانیہ حضرت سلطان العصرؒ کی نگاہ فروغ سخاوت معرفت سے طے فرمائیں اور خرقہ خلافت سے ممتاز کئے گئے۔ آپ کی مستقل رہائش لاہور میں تھی چنانچہ اکثر لاہور سے برہنہ پا درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت مخدوم العصرؒ سے بھی شرف نیاز مندی حاصل تھا چنانچہ

آپ نے حضرت مخدوم العصرؒ کے حضور التجا کی کہ "بعد از وصال درگاہ معلٰی حضرت فخرا نخیاءؒ کے راستے میں دفن فرمائیں تاکہ جب احباب طریقت درگاہ معلٰی فخرا نخیاءؒ کی زیارت کو جایا کریں تو میری قبر پر بھی دعائے خیر فرمائیں" حضرت مخدوم العصرؒ نے یہ التجا قبول فرمائی۔ آپ کا حلقہ ارادت وسیع تھا۔ آپ کا وصال ۱۹۴۱ء میں ہوا اور درگاہ معلٰی فخرا نخیاءؒ کے راستے میں باغبانپورہ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا مرقد اقدس مرجع خلائق ہے۔

حضرتِ دینِ محمد قادریؒ مردِ صفا — مشعلِ فرقان و عرفاں، رہنمائے اتقیا
مصحفِ آدابِ مرشد، حجتِ اہلِ سلوک — مقتدائے اہلِ باطن، پیشوائے اصفیا
جان و تن قربان کردد بر رخِ پیرِ طریق — آں منور حق چراغِ راہِ فخرِ اخیاءؒ
از برائے زہد کامل آں نشانِ بندگی — ہمت اش سینائے ہستی، مرقدش نورِ بقا
بیعتِ خواجہ عمرؒ کردد ولی اللہ حق — شہرۂ او صاحبِ عشقِ محمدؐ مصطفیٰ

متفرق خلفاء

حضرت الف دینؒ قادری سیالکوٹی، حضرت ملک امام الدین قادریؒ سیالکوٹی، حضرت ملک محمد شفیع قادریؒ سیالکوٹی، حضرت ملک علم الدینؒ قادری سیالکوٹی، حضرت سائیں اللہ رکھا قادریؒ المعروف ملنگ بادشاہ از شیخوپورہ اور حضرت چودھری صید محمد قادریؒ از چک واہلہ ضلع شیخوپورہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مخدوم العصرؒ عاشقِ ربِ ذوالجلال والاکرام

بحر زخار معرفت، منبع اسرار وحدت، خسرو ملک رضا، صاحب کشور غنا، عاشق رب العلاء، عابد شب زندہ دار، بے مثال روزگار، شارح انفس و آفاق، غم گسار عاصیاں، عمدہ عالماں، حجت مبلغاں، آفتاب محقیقاں، پیشوائے سالکاں، رہنمائے کاملین، سید العاشقین، فقیہ فقیہ حنفیہ، گنجینہ طریقت قادریہ، عارف مقام محمدیہ" سرکار عالیہ، قطب الاقطاب مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری نور اللہ مرقدہٗ کی سیرت اقدس سے طالبان معرفت حق میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ آپ حضرت سلطان العصرؒ کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ برصغیر کے گوشے گوشے سے اہل نقد و نظر، اہلیان بصیرت اور صاحبان وجدان نے آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ آپ نے حضرت فخرا عیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کے عزم طریق کو شایان شان طریقے سے سرانجام دیتے ہوئے مخلوق خدا کو مشقت و تکلیف سے بچایا اور اپنے ارفع مقامات روحانیہ کے ذریعے بلند روحانی مقامات عطا کئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ سراپا کرامت اور حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت باحمیت کی زندہ تصویر تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی عظمت کردار کی گواہی آپ کے بے شمار ہمعصر اصحاب علم و عرفاں سے منقول ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت میں عشق ذوالجلال والاکرام خصوصی شان رکھتا ہے۔ آپ علوم

ظاہریہ و باطنیہ میں عالم بے بدل اور عارف عرفاں فروغ تھے۔ آپ نے عربی و فارسی کے ادب عالیہ کے حقائق و دقائق و معارف کو پنجابی زبان میں الہامی عناصر کے ساتھ پیش کر کے پنجابی اور اردو علم و ادب کے اضافہ میں ہراول دستہ کی حیثیت حاصل کی۔ آپ کا عارفانہ کلام عشق رسولؐ اور تجلیات مشاہدہ حق میں آپ کے عروج مسلسل کا اظہار ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کو علم لدنی نسبت اویسی کے جلال و جمال کے ساتھ حاصل ہوا اور آپ نے درگاہ معلّیٰ حضرت غوث العصرؒ کے زائرین کی دینی و علمی و روحانی و دنیاوی مشکلات کو شان کریمی سے دور کیا۔ آپ کا زہد و تقویٰ' تصرف و سیادت' جود و سخاوت' علم و حکمت اور پیام امن و صلح سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظیم روایات کا امین ہے۔

ولادت باسعادت مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ یکم رمضان شریف ۱۲۹۳ھ بمطابق ۱۸۷۶ء بوقت صبح صادق' سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے خانہ نورفشاں میں پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی ولادت سے قبل حضرت سلطان العصرؒ کو اس مولود باکرامت کی بشارت حضور حق سے ہو چکی تھی۔ جب حضرت مخدوم العصرؒ پیدا ہوئے تو آپ کے چہرہ نورانی پر آثار ولایت و نیابت و کرامت ظاہر تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی پیشوائی آپ کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔ حضرت سلطان العصرؒ اور آپ کے خاندان کے علاوہ اہل ارادت نے حضرت مخدوم العصرؒ کی ولادت پر بے انتہا خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور برصغیر کے دور دراز علاقوں سے بھی اہل ارادت سلسلہ عالیہ کے جانشین کی زیارت باکرامت کے لئے اُمڈ آئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی پیدائش مبارک پر حضرت سلطان العصرؒ کو شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ' حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت سیدنا میاںمیرؒ کی طرف سے حریم غیب انداز تہنیت و مبارکباد موصول ہوئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی والدہ ماجدہؒ ولیہ کاملہ تھیں اور زہد و ورع میں بے مثل تھیں چنانچہ اسی روحانی و نورانی ماحول میں حضرت مخدوم العصرؒ کی ابتدائی نشوونما ہوئی۔ حضرت غوث العصرؒ نے خصوصی طور پر اہل سلسلہ عالیہ قادریہ کو مبارکباد دی کہ ماہ رمضان کے ساتھ طلوع ہونے والا خوش بخت انشاء اللہ زہد و تقویٰ اور مشاہدہ حق و قرب نبویؐ کے متلاشیان حق طلب کے بے مثال رہنمائی کا منصب احسن طریق بندگی سے ادا کرے گا وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم۔

ابتدائی تعلیم مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ ابتدائے عمر ہی سے نہایت متین الطبع' کریم النفس' ذہین و فطین اور اپنے والدین کے بہ دل و جان تابعدار و فرمانبردار تھے۔ آپ اس لحاظ سے بہت خوش نصیب تھے کہ آپ بچپن ہی میں اپنے دادا محترم حضرت غوث العصرؒ اور والد محترم حضرت سلطان العصرؒ کی شفقت و عنایت کے مرکز تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حضرت سلطان العصرؒ سے حاصل

کی اور بچپن ہی سے نماز و روزہ اور دیگر شعار اسلامیہ کی پابندی کرنے لگے۔ آپ بچپن میں کم گو نہ تھے بلکہ نہایت پر اثر لہجے میں فصیح گفتگو کیا کرتے تھے آپ کا زیادہ وقت دربار معلی میں اپنے دادا محترم حضرت غوث العصرؒ کے ساتھ گزرتا تھا اور وہیں عربی و فارسی کے ابتدائی قاعدے یاد کئے۔ حضرت سلطان العصرؒ بہ سلسلہ رزق حلال صبح سے شام تک انتھک محنت کرتے اور صبح جانے سے قبل اور شام کو آنے کے فوراً بعد حضرت مخدوم العصرؒ سے سبق سنتے تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں ایسی کامل دلچسپی لی کہ حضرت مخدوم العصرؒ جب باقاعدہ تعلیم کے لئے مدرسہ خانقاہ قادریہ نوریہ میں بھیجے گئے تو آپ ابتدا ہی سے اپنے ہم سبق ساتھیوں سے نہایت فائق اور ذمہ دار طالب علم ثابت ہوئے۔

باقاعدہ ابتدائی تعلیم حضرت مخدوم العصرؒ کو باقاعدہ مدرسی تعلیم کے لئے حضرت غوث العصرؒ نے اپنے مرید و خلیفہ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ سجادہ نشین درگاہ قادریہ حضرت شاہ جمال اللہ نوری رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں جانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ مفتی وقت اور عالم باعمل شمس العلماء تھے۔ آپ کو حضرت فخرا نحیاءؒ کی زیارت و صحبت باکرامت بھی نصیب رہی تھی چونکہ آپ کے والد بحرالعلوم حضرت مولانا مولوی نور احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مراد و وارث حضرت فخرا نحیاءؒ کے زیارت رسولؐ بعالم بیداری کے بعد کسی کو مرید نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور تمام ارادت کی خواہش رکھنے والوں کو حضرت فخرا نحیاءؒ کے پاس بھیج دیتے تھے چنانچہ آپ نے اپنے پوتے محبوب عالم کو بھی حضرت فخرا نحیاءؒ کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ اسی طرح حضرت فخرا نحیاءؒ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت غوث العصرؒ کے بعالم بیداری دیدار رسولؐ سے مشرف ہونے کے بعد کسی کو مرید نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور تمام ارادت کی خواہش رکھنے والوں کو حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں بھیج دیا چنانچہ حضرت فخرا نحیاءؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد محمود اور حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ ایک ساتھ حضرت غوث العصرؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ جب حضرت غوث العصرؒ نے اپنے پیارے پوتے حضرت مخدوم العصرؒ کو حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ کے حلقہ درس میں دیا تو حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ نے بہ دل و جاں حضرت مخدوم العصرؒ کی اتالیقی و تدریس کو اپنی خوش بختی سمجھتے ہوئے حضرت مخدوم العصرؒ کو درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھانا شروع کیں۔ حضرت مخدوم العصرؒ سے آپ کے والد محترمؒ نے فرمایا کہ بیٹا جب تم اپنے استاد صاحب سے سبق پڑھو تو سبق یاد کرنے کے لئے حضرت شاہ جمال اللہ نوری رحمتہ اللہ علیہ کے مرقد پر انوار کے سرہانے بیٹھ کر اپنا سبق یاد کیا کرو چنانچہ حضرت مخدوم العصر اپنے استاد محترم سے سبق پڑھنے کے بعد مرقد پر انوار کے سرہانے سبق یاد کیا کرتے تھے۔ چند ہی دنوں میں حضرت مخدوم العصرؒ کے قلب و ذہن پر ایسے انوار کی بارش کا سلسلہ شروع ہوا کہ آپ کو

اپنی تمام درسی کتب ازبر ہو جاتیں اور دقیق مسائل چشم زدن میں حل ہونے لگتے۔ جب باران انوار و تجلیات کا سلسلہ اور بڑھا تو بے شمار کتب علوم آپ کے ذہن انور پر نقش ہو گئیں۔ اسی نورانی و برہانی ماحول میں آپ نے کئی برس صرف کئے یہاں تک کہ عنفوان شباب کو پہنچے اور تمام مروجہ علوم و فنون علم و صرف و نحو، علم کلام و تفسیر قرآن، علم معانی وحدیث، علم فقہ و ادب عالیہ، علم منطق و فلسفہ میں عالم بے بدل بن کر ابھرے اور مدرسہ خانقاہ نوریہ کی عظمت کے بھرم کو نئے ادوار میں داخل کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے تمام ہم مکتب طالب علم اور آپ کے استاد محترم حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ حضرت مخدوم العصرؒ کے علم و فضل پر ہمیشہ فخر کا اظہار کیا کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ کریم النفس عالم با عمل نہ صرف اہل سنت و جماعت کی پیشوائی کرے گا بلکہ فروغ بصیرت میں تاریخی کردار ادا کرے گا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے ایک ہم مکتب حضرت پیر سید حیدر شاہؒ فرمایا کرتے تھے کہ "خواجہ صاحب کا علم و فضل ایسے سمندر کی طرح ہے جس کے کنارے کا پتہ ہی نہ ہو۔" حضرت مخدوم العصرؒ کا بحر علم ان کی خداداد ذہانت بزرگان دین کے روحانی تصرف اور استاد ذی وقار کے عزم صمیم کا ثمر تھا۔ باوجود اس کے کہ حضرت مخدوم العصرؒ مدرسہ نوریہ کے روشن ضمیر اور نہایت محنتی طالب علم تھے اس کے علاوہ وہ اپنے استاد محترم حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ کی خدمت و احترام کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے جبکہ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ اس قدر رقیق القلب فنا فی الشیخ تھے کہ ہر لحظہ حضرت مخدوم العصرؒ کو خدمت سے منع کرتے تھے۔

ذوق و شوق قرات قرآن حضرت مخدوم العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے ذوق و شوق قرات قرآن سے معمور فرمایا تھا۔ آپ کو قرآن حکیم کی تلاوت میں ایسی محویت حاصل ہوتی کہ متن کی روح کے انوار و تجلیات آپ کی روح کا عین بن جاتے۔ آپ کو قرآن حکیم کی معیت و دوستی اس شان کے ساتھ حاصل تھی کہ ہمہ وقت انوار معانی قرآن میں محو رہتے۔ اگر کوئی دوست کسی مسئلے کی وضاحت قرآن سے چاہتا تو آپ بسم اللہ پڑھ کر قرآن کو جیسے ہی کھولتے حوالہ کی آیت سامنے ہوتی۔ آپ کو حوالہ کی آیت ڈھونڈنے کے لئے تازیست ورق گردانی کی ضرورت پیش نہ آئی۔ حضرت مخدوم العصرؒ ابتدائے عمر ہی سے شب بیداری کا ذوق رکھتے تھے چنانچہ کثرت نوافل میں کثرت قرات قرآن کے طفیل آپ کو سارا قرآن حفظ ہو گیا تھا۔ یہ سربسر قرآن کی دوستی اور ذوق ارفع کا کرشمہ تھا ورنہ آپ نے باقاعدہ قرآن کو حفظ نہ کیا تھا بلکہ ذوق و شوق تلاوت نے ایسا ارتفاع حاصل کیا کہ حافظ قرآن ہو گئے۔ آپ کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی نص قرآنی اور سنت رسولؐ پر استوار تھا۔ آپ کی جوانی سراپا شعار اسلامیہ کا ایک مصحف بیضاء تھی۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے ذاتی دوستی و دشمنی سے برات کا جذبہ اپنے والد ماجد حضرت سلطان العصرؒ سے حاصل کیا تھا چنانچہ آپ کی زندگی کا

محور سیرت رسولؐ اور قرآن مقبول تھا اسی ذوق شوق اور بزرگان دین کی توجہ روحانیہ کی وجہ سے آپ کے قلب منور سے نسبت اویسی کا طلوع ہوا اور آپ کی روح سے ازل کا عشق الٰہی ایک فوارہ نور کی طرح پیدا ہوا اور ساری شخصیت پر چھا گیا۔

رزق حلال عین عبادت۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے دوران تحصیل تعلیم ہی اپنے والد ماجدؒ حضرت سلطان العصرؒ کے ساتھ محنت و مشقت کر کے حصول رزق حلال کا آغاز کر دیا تھا۔ آپ کو لکڑی کی تجارت اور معمارانہ گلکاری میں اعلیٰ استعداد حاصل تھی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے ذوق تحقیق و مجاہدہ کو بھی جاری رکھا اور صبح سے شام تک رزق حلال بہ قوت بازو حاصل کرنے لگے یہاں تک کہ آپ نے اپنے والد ماجدؒ کو محنت و مشقت بے باز کر دیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی شادی اوائل عمر ہی میں ہو گئی تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم العصرؒ نے ہاتھ سے کام کرنے کی شدت سے نجات حاصل کرنے کی کوشش میں کسی عمارتی ٹھیکہ دار کے ساتھ مل کر کام کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت سلطان العصرؒ جو زہد و تقویٰ کے شہنشاہ تھے آپ سے ناراض ہوئے کیونکہ حضرت سلطان العصرؒ کا کھانا حضرت مخدوم العصرؒ کے گھر سے آتا تھا حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ٹھیکہ داری کرو گے تو میں تمہارے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گا چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ نے ٹھیکہ داری کے خیال کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا اور محنت و مشقت کے ذریعے ہی رزق حلال کمایا۔ اگرچہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے زائرین و ارادت مند زر کثیر نذرانوں میں دیتے تھے لیکن وہ تمام نذرانے لنگر شریف اور دیگر خدام درگاہ اور سالکین و سائلین پر صرف کئے جاتے اور دیگر اہل خانہ کے اخراجات حضرت مخدوم العصرؒ زور بازو سے محنت شاقہ کے ساتھ پورے کرتے تھے۔

ذوق تحقیق و مطالعہ ادب عالیہ حضرت مخدوم العصرؒ کا ذوق تحقیق اسقدر تھا کہ سارا دن محنت و مشقت کرنے کے بعد نصف سے زائد شب تحقیق مسائل و معارف اور عبادت و اذکار میں گزرتی تھی۔ آپ کے ذوق تحقیق کی تشفی نسبت اویسی کے ارتفاع سے قریب منزل ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ، حضرت سیدنا میانمیر بالا پیرؒ اور شاہ جمال اللہ نوریؒ حضرت مولانا مولوی نور احمدؒ اور حضرت فخر احیاءؒ نے روحانی طور پر آپ کو مسائل تحقیق طلب میں بہ طریقہ اویسی تعلیم فرمائی۔ یہ سراسر ایک ارادہ الٰہی تھا کیونکہ حضرت مخدوم العصرؒ جس دور فتنہ فروغ میں شمس اسلاف کو طلوع کرنے والے تھے اس کی تابانیوں کی حدت و نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشق کے لئے ایسے ایسے انتظامات تعلیم قائم کئے جس کی جلوہ فرمائیوں سے حضرت مخدوم العصرؒ آفتاب محققین بن کر طلوع ہوئے اور فقہ حنفیہ میں حجت علماء ثابت ہوئے، ادق سے ادق مسائل و معارف کی تحقیق آپ پر آسان ہو گئی اور آپ باذن اللہ سراپا مینارہ نور بن گئے۔ علوم دینی میں آپ کی سرفرازی کا یہ عالم تھا کہ دور دور تک علماء و مشائخ آپ کی رائے کو سند کی حیثیت

سے قبول کرتے تھے۔

ذوق سخن میں آپ کو حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ اور معلم الادب حضرت شیخ سعدیؒ سے خصوصی مناسبت اور محبت تھی۔ ذوق تحقیق کے ساتھ ساتھ آپ نے ادب عالیہ کا گہرا مطالعہ کیا اور عربی و فارسی کی لاتعداد کتب آپ کے مطالعہ میں آئیں۔ آپ کا مطالعہ اسقدر وسیع تھا کہ معارف ادب عالیہ کے اختلافی امور میں اصحاب نقد و نظر آپ کی بصیرت کو اپنے لئے سرچشمہ آب زلال قرار دیتے تھے۔ مثنوی مولانا جلال الدین رومیؒ' دیوان حافظ شیرازیؒ' شاہنامہ فردوسیؒ اور کلام حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ پر بھی نہ صرف آپ کو مکمل عبور تھا بلکہ ان عظیم شاہکاروں کے کثیر حصے آپ کو ازبر تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے بارہا ان عظیم ادبی شاہکاروں کی تفہیم و فروغ کے لئے باقاعدہ ان کتابوں کی تدریس بھی کی۔ درحقیقت یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس نے مولویوں کے خشک اذہان کو حقائق و معارف ادب عالیہ کی طرف متوجہ کیا۔ معارف قرآن و حدیث کو دراصل ائمہ کرامؒ اور صوفیائے عظامؒ نے سمجھا اور پھیلایا ہے اور یہی طریق قرآن و حدیث کی اصل تعلیم ہے۔

مجاہدہ و ریاضت حضرت مخدوم العصرؒ کو عنفوان شباب ہی سے مجاہدہ و ریاضت کا ذوق تھا۔ ابتدائی طور پر آپ اپنے حجرے میں پگڑی کو گرہیں دے کر چھت سے لٹکا دیتے اور دوسرا سرا اپنی کمر میں باندھ لیتے تھے تاکہ نیند کا غلبہ آئے تو فوراً جاتا رہے رفتہ رفتہ آپ کو شب بیداری کی عادت ہو گئی۔ ذکر اذکار اور نوافل و قرات قرآن آپ کی روح کی غذا بن گئے تھے آپ اکثر دن میں روزہ بھی رکھتے تھے اور سخت محنت و مشقت کے ذریعے رزق حلال بھی کماتے لیکن نہ آپ کو تھکن ہوتی نہ بے زاری' ہر شب نوافل کے دوران ایک منزل قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے اور درود شریف کی کثرت کرتے تھے۔ آپ کے مجاہدہ و ریاضت میں آپ کے والد محترم حضرت سلطان العصرؒ کی جھلک تھی۔ کثرت مجاہدہ و ریاضت کے باوجود آپ کا چہرہ نور فشاں اور اعضاء نہایت قوی تھے۔ آپ کو مجاہدہ و ریاضت کا ایسا شغف تھا کہ ساری زندگی ابتدائے عمر کے مجاہدات کو قائم رکھا اور کبھی آرام طلبی کے شکار نہ ہوئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے تمام اوامر و نواہی کو اپنی سیرت کا آئینہ بنایا۔ درحقیقت علم پر عمل نہایت ہی سخت امر ہے اور حضرت مخدوم العصرؒ کو جس قدر وسعت علم حاصل تھی اسی قدر آپ کا مجاہدات میں انہماک تھا۔ آپ نے اپنے ہی علم کو اپنے عمل کی کسوٹی پر پرکھا اور علم الیقین سے عین الیقین و حق الیقین کی منازل کی طرف بڑھنے لگے۔

حضرت سلطان العصرؒ کا انداز تربیت سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم العصرؒ کی فکری و علمی شخصیت کی تشکیل میں ہر لحظہ آپ کی رہنمائی فرمائی۔ ابتدائی دور سے آخری دور تک حضرت مخدوم العصرؒ کو اپنی نگاہ کریمانہ کے روبرو رکھا اور اپنے کردار عارفانہ سے آپ کے مزاج اور کردار کو حقیقت الحقائق کا آئینہ بنا دیا۔ ایک بار

دور طالب علمی میں حضرت سلطان العصرؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ سے کہا کہ "بیٹا آج کونسا باب پڑھا ہے" تو حضرت مخدوم العصرؒ نے فرمایا کہ آیت اذو عاکم اللہ ورسولہ (جب بلائیں اللہ اور اس کا رسولؐ) تھوڑی دیر کے بعد حضرت مخدوم العصرؒ نماز عصر کی اجازت لے کر مسجد میں جا کر وضو کرنے لگے کہ اچانک حضرت سلطان العصرؒ نے آپ کو آواز دی' آپ وضو چھوڑ کر حاضر خدمت ہو گئے تو انہوں نے فرمایا "بیٹا کیا کر رہے تھے؟" آپ نے کہا حضور نماز عصر کی ادائیگی کے لئے وضو کر رہا تھا چنانچہ انہوں نے فرمایا اچھا جاؤ۔ آپ مسجد میں گئے اور وضو کر کے نماز قائم کی' ابھی دو رکعت پڑھی تھیں کہ حضرت سلطان العصرؒ کی آواز سنائی دی۔ آپ نماز چھوڑ کر دوبارہ حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے فرمایا بیٹا کیا کر رہے تھے؟ آپ نے عرض کیا حضور نماز عصر ادا کر رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا اچھا جاؤ۔ آپ پھر مسجد میں گئے اور نماز از سر نو شروع کی۔ جب چوتھی رکعت میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ رہے تھے اور صرف تین چار الفاظ باقی تھے کہ حضرت سلطان العصرؒ نے پکارا۔ آواز آپ کے کانوں میں پہنچی تو دل میں خیال آیا کہ دعا کے چار الفاظ پڑھ کر سلام پھیر کر حاضر خدمت ہو جاؤں لیکن ضمیر نے ایک لفظ بھی پڑھنے کی اجازت نہ دی اور دل سے آواز اٹھی کہ پہلے فرمان سن لو بعد میں نماز ادا ہو جائے گی۔ فوراً" نماز چھوڑ کر حاضر خدمت ہو گئے اور عرض کیا حضور کیا حکم ہے' حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا حکم تو کچھ نہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ پھر بلانے کی کیا وجہ ہے حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا "بیٹا میں یہ دیکھنا چاہتا تھا" کہ جو سبق تم نے اپنے استاد صاحب سے آج پڑھا ہے وہ تمہارے عمل میں بھی آیا ہے یا نہیں میں تو تم کو قرآن پاک کی آیت پر عمل کرنے کا طریقہ سکھا رہا تھا اب جاؤ اور جا کر اپنی نماز ادا کرو" چنانچہ آپ نے جا کر نماز عصر ادا کی۔ مرشد حق اخلاق رسولؐ کی تعلیم دیتا ہے اس لئے آپ نے آواز دے کر آزمایا اور تکرار اس لئے کی تاکہ یہ امر طبیعت میں راسخ ہو جائے چنانچہ اسی تربیت کا کرشمہ تھا کہ حضرت مخدوم العصرؒ خواہ میلوں دور ہوتے جب بھی حضرت سلطان العصرؒ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ گوجرانوالہ سے آپ کو آواز دیتے آپ فوراً" آواز سن لیتے اور رخت سفر باندھ کر حاضر خدمت ہو جاتے۔

بیعت و خرقہ خلافت حضرت مخدوم العصرؒ عالم جوانی ہی میں عاشق رب ذوالجلال ولاکرام تھے اور کثرت مجاہدہ کے ساتھ کامل محویت کی طرف راغب تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سلطان العصرؒ کا اس قدر رعب و دبدبہ تھا کہ آپ ان کے سامنے اپنے عشق الٰہی اور طلب محویت کاملہ کے بے محابا اظہار سے حیا کرتے تھے چنانچہ آپ اپنے جدامجد حضرت غوث العصرؒ کے مزار پر آکر طالب محویت حق ہوئے' حضرت غوث العصرؒ مزار اقدس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا "بیٹا ابھی تمہاری عمر چھوٹی ہے اس بوجھ کے متحمل نہیں ہو سکتے"۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے دوبارہ اصرار کیا تو حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "اپنا داہنا ہاتھ کھول کر آگے بڑھاؤ"۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے ہاتھ

بڑھایا تو حضرت غوث العصرؒ نے ایک نہایت چمکدار چیز آپ کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کو نگل جاؤ چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ نے حسب الحکم جب ہاتھ منہ کے قریب کیا تو وہ نورانی چیز آپ کے حلق سے اتر گئی اور اسی وقت قاب قوسین کے مقام پر ذکر اسریٰ جاری ہو گیا اور مرکز دماغ پر ذکر کی ضرب اللہ اس زور سے پڑنے لگی جس طرح کوئی لوہار آئرن پر ہتھوڑے سے چوٹ لگاتا ہے اور سرمستی و جذب کا عالم پورے وجود پر چھا گیا اور اس عالم کے شب و روز کی مداومت سے سر میں سخت درد رہنے لگا اور ایک ماہ بعد اس کی شدت اسقدر بڑھی کہ حضرت مخدوم العصرؒ نے درگاہ حضرت غوث العصرؒ پر جا کر عرض کیا کہ "حضور میں تو پاگل ہوا جاتا ہوں اس کے تحمل کی مجھ میں طاقت نہیں ہے" حضرت غوث العصرؒ روضہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا "بیٹا میں نے تو پہلے ہی تم کو کہا تھا کہ تم ابھی کم عمر ہو اور اس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے اچھا یہ چیز مجھے واپس دے دو اور وقت آنے پر یہ چیز تمہیں تمہارے والد ماجد سے مل جائے گی"۔ حضرت غوث العصرؒ کا اتنا کہنا تھا کہ وہ سب کچھ جاتا رہا اور سر کو آرام محسوس ہونے لگا لیکن اس نعمت عظیم کے چلے جانے کا احساس اس قدر ہوا کہ حضرت مخدوم العصرؒ کو اندوہ و غم رہنے لگا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت سلطان العصرؒ نے از خود حضرت مخدوم العصرؒ سے اشارتاً فیضان طلب کرنے کے لئے کہا کہ "ہمیں بھی فیض دینے اور واپس لینے کا طریقہ آتا ہے لیکن جب تک کوئی خود اس بات کا طلبگار نہ ہو کیسے دیں"۔ اس ارشاد میں یہ نکتہ مخفی تھا کہ جس منزل و مقام کا چاہو فیض طلب کرو اور اگر اس منزل و مقام کو طبع پر گراں محسوس کرو تو واپس لے لیں گے لیکن حضرت سلطان العصرؒ کی جلالی طبیعت کے سامنے حضرت مخدوم العصرؒ نے تامل اختیار کیا یہاں تک کہ چند دن بعد حضرت سلطان العصرؒ کی طبیعت علیل ہو گئی اور حضرت مخدوم العصرؒ شب و روز ان کی تیمار داری میں رہنے لگے۔ ایک رات حضرت مخدوم العصرؒ نے ساگودانہ کی کھیر بنا کر حضرت سلطان العصرؒ کی خدمت میں پیش کی اور انہوں نے تناول فرمائی جب ایک لقمہ رہ گیا تو حضرت سلطان العصرؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ سے فرمایا کہ یہ پس خوردہ کھاؤ گے؟ حضرت مخدوم العصرؒ نے وہ پس خوردہ کھایا اور پلیٹ کو پانی سے صاف کر کے پانی بھی پی لیا چنانچہ اس کے کھاتے ہی حضرت مخدوم العصرؒ پر وہی حالت طاری ہو گئی اور ذکر اسریٰ و قاب قوسین مرکز دماغ کے مقام پر اسی طرح جاری ہو گیا جس طرح حضرت غوث العصرؒ نے انعام حق سے سرفراز کیا تھا لیکن اس وقت تک آپ کا تحمل و طاقت پہلے کے مقابلے میں فزوں تھی چنانچہ آپ ایک عجب سرمستی و سرشاری میں رہنے لگے۔ جب اس عالم قرب و وجد میں حضرت مخدوم العصرؒ نے بغیر کسی شکوہ و شکایت مداومت اختیار کی تو حضرت سلطان العصرؒ نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور خرقہ خلافت عطا فرماتے ہوئے خلق خدا کی رہنمائی و ہدایت کی اجازت مرحمت فرمائی سبحان اللہ فیض پہلے عطا کیا اور بیعت بعد میں کیا۔

مسندِ غوث العصرؒ پر جلوہ افروزی حضرت مخدوم العصرؒ علم ظاہریہ و باطنیہ میں اس اوج ارفع پر پہنچے کہ حضرت سلطان العصرؒ نے اپنی زندگی ہی میں یہ طریقہ حضرت سیدنا میانمیرؒ اپنے بہت سے مریدوں اور ارادت مندوں کو منازل سلوک میں رہنمائی کی خاطر حضرت مخدوم العصرؒ کے سپرد کیا اور حضرت مخدوم العصرؒ نے ارادت مندوں اور مریدوں کی روحانی معاملات میں اسی طرح رہنمائی کی جو درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کا روحانی شعار تھا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے وصال سے چند دن پہلے حضرت مخدوم العصرؒ کو اپنے وصال کے دن اور وقت کی خبر دی اور دور دراز رہنے والے مریدین کو نماز جنازہ میں شرکت کے لئے حضرت مخدوم العصرؒ سے خطوط لکھوائے۔ حضرت سلطان العصرؒ کے وصال کے بعد ۱۹۱۳ء میں حضرت مخدوم العصرؒ اپنے والد ماجدؒ کے روحانی پیکر کی زندہ تصویر کی صورت میں مسند درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے مسند درگاہ معلیٰ پر رونق افروز ہوتے ہی علم و عرفاں کے دریا بہا دیئے اور سخاوت معرفت کا شمس تاباں نصف النہار کو پہنچایا۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور لا تعداد متلاشیان حق نے آپ سے انوار معرفت کی تحصیل کی۔ آپ کے ہمنشینوں میں بڑے بڑے علماء مدبر دانشور ادباء و شعراء اور صوفیائے کرامؒ تھے۔ آپ نے مخلوق خدا کے سامنے شریعت محمدؐیہ کی اصل روح کو طریقت مطہرہ کے آئینہ حقیقت و معرفت میں علمی و روحانی عظمتوں کے ساتھ پیش کیا۔ شب و روز آپ کی محفل پر طالبان معرفت حق سے ایک کہکشاں کا گماں گزرتا تھا۔ آپ کا بحر سخاوت ایسا مواج تھا کہ آپ نے سالکین حق کو کثرت مجاہدہ کی بجائے نگاہ کریمانہ سے منزل شناس و حق آگاہ کر دیا۔ بعض اوقات آپ کی ایک نگاہ اقدس مریدین صادقین کو اعلیٰ روحانی مقامات پر فائز کر کے قائم بالحق بناتی۔ آپ کے در پر آنے والے روحانی انعامات بھی حاصل کرتے اور دنیاوی معاملات میں بھی خیر و برکت کے خیر کثیر سے دامن بھر کے لے جاتے۔ آپ نے اپنے جمال روحانی کیمیاء نہاد سے پتھروں کو پارس اور قلوب خام کو زر کندن کی طرح خالص موحد بنا کر تجلیات حق کا مخزن بنا دیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے جس طرح سلسلہ عالیہ قادریہ کو برصغیر کے گوشے گوشے تک پھیلایا تھا اس کی روحانی نگہبانی اور رہنمائی حضرت مخدوم العصرؒ نے نسبت اویسی کے جلال و جمال سے فرمائی اور آپ کے تربیت یافتہ مریدین صادقین نے شہرت و گمنامی سے بے نیاز ہو کر برصغیر کے دور افتادہ علاقوں میں طریقہ القادریہ کے انوار و تجلیات سے کردار اسلاف کی یاد تازہ فرما دی۔

گنجِ عرفان حضرت مخدوم العصرؒ نے مخلوق خدا کی روحانی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ایک عرصہ تک بذریعہ تدریس ادب عالیہ کا شعور بھی عام کیا تھا لیکن رفتہ رفتہ زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ لوگوں کے مزاج اور سماجی حالات میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ عربی و فارسی ادب عالیہ کی تفہیم محدود ہونے لگی ۔ بعض احباب نے ارتقاع حال کے لئے حضرت مخدوم العصرؒ سے گزارش کی کہ وہ عربی و فارسی و

پنجابی کے ماہر اور استاد وقت ہیں اس لئے بہ زبان پنجابی کوئی تصنیف رقم فرمائیں۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے ایک سال تک احباب کی گزارشات کو وجہ مصروفیت اور برائے اجازت بزرگان سلسلہ موخر کیا اور جب امر حق ظاہر ہوا تو آپ نے ۱۹۰۴ء میں اپنی شہرہ آفاق پنجابی عارفانہ شعری تصنیف "گنج عرفان" تصنیف فرمائی۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اس کتاب کو معروف پنجابی صنف سخن سی حرفی کی ہیئت میں تصنیف فرما کر پنجابی صوفیانہ ادب میں گراں قدر اضافہ کیا۔ آپ کا اولین مقصد کتاب کی شہرت و اشاعت ہرگز نہ تھا بلکہ مریدین کا ایک دیرینہ تقاضا تھا جس کو آپ نے الہامی عناصر کے ساتھ شایان شان طریق سے انجام دیا۔ اس تصنیف میں عربی و فارسی کے ادب عالیہ کا نچوڑ تھا اور شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کے باب میں گراں قدر معارف یکجا تھے۔ اس کتاب کی اہم فضیلت یہ تھی کہ آپ نے کسی مصنف کی پیروی نہ کی بلکہ اپنے علم و عرفان کے بحر مواج سے ایک ایسا گوہر تابدار معرض اظہار میں لائے کہ ہر طرف دھوم مچ گئی۔ آپ کا مزاج عشق ذوالجلال و الاکرام سے معمور تھا جو اس کتاب کے ایک ایک مصرع سے ظاہر ہے۔ اس کتاب کی قلمی نقول آہستہ آہستہ نہ صرف پنجاب میں پھیل گئیں بلکہ پنجاب سے باہر برصغیر کے کئی ایک شہروں میں پہنچیں جہاں اہل نقد و نظر نے اپنی اپنی علاقائی زبانوں میں اس کی شرح و توضیح کی۔ یہ کتاب عرفان نفس، معرفت خداوندی، صلح کل، امن و دوستی اور انسان کی حقیقی منزل مشاہدہ حق کی بے مثال الہامی دعوت تھی۔ آپ کے بے شمار مریدوں کو یہ کتاب حفظ تھی اور ہر جگہ ذوق و شوق سے پڑھی جاتی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۰۴ء سے ۱۹۲۲ء تک اہل نقد و نظر کے لئے حرز جاں رہی۔ اس کتاب کا تعلیمی و تبلیغی انداز پنجابی صوفیانہ ادب کے کلاسیک عناصر ادب میں کامیاب تجربہ تھا۔ اس تصنیف نے اس سلسلہ عالیہ کے حاصلات علمی کو جمع کیا اور عقائد و افکار و نظریات کے معاملے میں مثنوی مولانا رومؒ کا پنجابی روپ بن کر قلوب میں گھر کر گئی۔ گنج عرفان پہلی بار ۱۹۲۳ء میں عوام کے دیئے ہوئے نام "کلام عاشق" کے نام سے شائع ہوئی "گنج عرفاں" کے بعد آپ نے متعدد تصانیف رقم فرمائیں جو اعلیٰ پنجابی اور اردو شاعری و نثر پر مشتمل ہیں۔

راسخ عقائد اہلسنت و جماعت کی پیشوائی حضرت مخدوم العصرؒ کے دور میں انگریز مکمل طور پر پنجاب پر قابض ہو چکا تھا اور انگریز کے زر خرید بد عقیدہ خارجی و قادیانی مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں میں اپنی کارروائیوں کے ذریعے مکر و فریب کے ساتھ مسلمانوں کے راسخ عقائد اہلسنت و جماعت میں نقب زنی کی کوششوں کو تیز کئے ہوئے تھے۔ ان حالات میں مشائخ عظامؒ اور علمائے اہلسنت و جماعت پر بھاری ذمہ داری آن پڑی تھی اور ہر علاقے میں مشائخ عظام اور علمائے حق فتنہ پردازوں کو دندان شکن جواب دے رہے تھے۔ پنجاب میں جہاں دیگر علماء و مشائخ اس راہ حق میں سرگرم عمل تھے وہاں حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے سراپا کرامت کردار سے فتنہ پردازوں کو

مسندِ غوث العصرؒ پر جلوہ افروزی حضرت مخدوم العصرؒ علم ظاہریہ و باطنیہ میں اس اوج ارفع پر پہنچے کہ حضرت سلطان العصرؒ نے اپنی زندگی ہی میں بہ طریقہ حضرت سیدنا میانمیرؒ اپنے بہت سے مریدوں اور ارادت مندوں کو منازل سلوک میں رہنمائی کی خاطر حضرت مخدوم العصرؒ کے سپرد کیا اور حضرت مخدوم العصرؒ نے ارادت مندوں اور مریدوں کی روحانی معاملات میں اسی طرح رہنمائی کی جو درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کا روحانی شعار تھا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے اپنے وصال سے چند دن پہلے حضرت مخدوم العصرؒ کو اپنے وصال کے دن اور وقت کی خبر دی اور دور دراز رہنے والے مریدین کو نماز جنازہ میں شرکت کے لئے حضرت مخدوم العصرؒ سے خطوط لکھوائے۔ حضرت سلطان العصرؒ کے وصال کے بعد ۱۹۱۳ء میں حضرت مخدوم العصرؒ اپنے والد ماجدؒ کے روحانی پیکر کی زندہ تصویر کی صورت میں مسند درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے مسند درگاہ معلیٰ پر رونق افروز ہوتے ہی علم و عرفاں کے دریا بہا دیئے اور سخاوت معرفت کا شمس تاباں نصف النہار کو پہنچایا۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور لا تعداد متلاشیان حق نے آپ سے انوار معرفت کی تحصیل کی۔ آپ کے ہمنشینوں میں بڑے بڑے علماء مدبر دانشور ادباء و شعراء اور صوفیائے کرامؒ تھے۔ آپ نے مخلوق خدا کے سامنے شریعت محمدیہ کی اصل روح کو طریقت مطہرہ کے آئینہ حقیقت و معرفت میں علمی و روحانی عظمتوں کے ساتھ پیش کیا۔ شب و روز آپ کی محفل پر طالبان معرفت حق سے ایک کہکشاں کا گماں گزرتا تھا۔ آپ کا بحر سخاوت ایسا مواج تھا کہ آپ نے سالکین حق کو کثرت مجاہدہ کی بجائے نگاہ کریمانہ سے منزل شناس و حق آگاہ کر دیا۔ بعض اوقات آپ کی ایک نگاہ اقدس مریدین صادقین کو اعلیٰ روحانی مقامات پر فائز کر کے قائم بالحق بناتی۔ آپ کے در پر آنے والے روحانی انعامات بھی حاصل کرتے اور دنیاوی معاملات میں بھی خیر و برکت کے خیر کثیر سے دامن بھر کے لے جاتے۔ آپ نے اپنے جمال روحانی کیمیاء نہاد سے پتھروں کو پارس اور قلوب خام کو زر کندن کی طرح خالص موحد بنا کر تجلیات حق کا مخزن بنا دیا۔ حضرت سلطان العصرؒ نے جس طرح سلسلہ عالیہ قادریہ کو برصغیر کے گوشے گوشے تک پھیلایا تھا اس کی روحانی نگہبانی اور رہنمائی حضرت مخدوم العصرؒ نے نسبت اویسی کے جلال و جمال سے فرمائی اور آپ کے تربیت یافتہ مریدین صادقین نے شہرت و گمنامی سے بے نیاز ہو کر برصغیر کے دور افتادہ علاقوں میں طریقہ القادریہ کے انوار و تجلیات سے کردار اسلاف کی یاد تازہ فرما دی۔

گنجِ عرفان حضرت مخدوم العصرؒ نے مخلوق خدا کی روحانی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ایک عرصہ تک بذریعہ تدریس ادب عالیہ کا شعور بھی عام کیا تھا لیکن رفتہ رفتہ زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ لوگوں کے مزاج اور سماجی حالات میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ عربی و فارسی ادب عالیہ کی تفہیم محدود ہونے لگی۔ بعض احباب نے ارتقاع حال کے لئے حضرت مخدوم العصرؒ سے گزارش کی کہ وہ عربی و فارسی و

پنجابی کے ماہر اور استاد وقت ہیں اس لئے بہ زبان پنجابی کوئی تصنیف رقم فرمائیں۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے ایک سال تک احباب کی گزارشات کو وجہ معروفیت اور برائے اجازت بزرگان سلسلہ موخر کیا اور جب امر حق ظاہر ہوا تو آپ نے ۱۹۰۴ء میں اپنی شہرہ آفاق پنجابی عارفانہ شعری تصنیف "گنج عرفان" تصنیف فرمائی۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اس کتاب کو معروف پنجابی صنف سخن سی حرفی کی ہیئت میں تصنیف فرما کر پنجابی صوفیانہ ادب میں گراں قدر اضافہ کیا۔ آپ کا اولین مقصد کتاب کی شہرت و اشاعت ہرگز نہ تھا بلکہ مریدین کا ایک دیرینہ تقاضا تھا جس کو آپ نے الہامی عناصر کے ساتھ شایان شان طریق سے انجام دیا۔ اس تصنیف میں عربی و فارسی کے ادب عالیہ کا نچوڑ تھا اور شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کے باب میں گراں قدر معارف یکجا تھے۔ اس کتاب کی اہم فضیلت یہ تھی کہ آپ نے کسی مصنف کی پیروی نہ کی بلکہ اپنے علم و عرفان کے بحر مواج سے ایک ایسا گوہر تابدار معرض اظہار میں لائے کہ ہر طرف دھوم مچ گئی۔ آپ کا مزاج عشق ذوالجلال و الاکرام سے معمور تھا جو اس کتاب کے ایک ایک مصرع سے ظاہر ہے۔ اس کتاب کی قلمی نقول آہستہ آہستہ نہ صرف پنجاب میں پھیل گئیں بلکہ پنجاب سے باہر برصغیر کے کئی ایک شہروں میں پہنچیں جہاں اہل نقد و نظر نے اپنی اپنی علاقائی زبانوں میں اس کی شرح و توضیح کی۔ یہ کتاب عرفان نفس، معرفت خداوندی، صلح کل، امن و دوستی اور انسان کی حقیقی منزل مشاہدہ حق کی بے مثال الہامی دعوت تھی۔ آپ کے بے شمار مریدوں کو یہ کتاب حفظ تھی اور ہر جگہ ذوق و شوق سے پڑھی جاتی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۰۴ء سے ۱۹۲۲ء تک اہل نقد و نظر کے لئے حرز جاں رہی۔ اس کتاب کا تعلیمی و تبلیغی انداز پنجابی صوفیانہ ادب کے کلاسیک عناصر ادب میں کامیاب تجربہ تھا۔ اس تصنیف نے اس سلسلہ عالیہ کے حاصلات علمی کو جمع کیا اور عقائد و افکار و نظریات کے معاملے میں مثنوی مولانا رومؒ کا پنجابی روپ بن کر قلوب میں گھر کر گئی۔ گنج عرفان پہلی بار ۱۹۲۳ء میں عوام کے دیئے ہوئے نام "کلام عاشق" کے نام سے شائع ہوئی "گنج عرفاں" کے بعد آپ نے متعدد تصانیف رقم فرمائیں جو اعلیٰ پنجابی اور اردو شاعری و نثر پر مشتمل ہیں۔

راسخ عقائد اہلسنت و جماعت کی پیشوائی حضرت مخدوم العصرؒ کے دور میں انگریز مکمل طور پر پنجاب پر قابض ہو چکا تھا اور انگریز کے زر خرید بد عقیدہ خارجی و قادیانی مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں میں اپنی کارروائیوں کے ذریعے مکر و فریب کے ساتھ مسلمانوں کے راسخ عقائد اہلسنت و جماعت میں نقب زنی کی کوششوں کو تیز کئے ہوئے تھے۔ ان حالات میں مشائخ عظامؒ اور علمائے اہلسنت و جماعت پر بھاری ذمہ داری آن پڑی تھی اور ہر علاقے میں مشائخ عظام اور علمائے حق فتنہ پردازوں کو دندان شکن جواب دے رہے تھے۔ پنجاب میں جہاں دیگر علماء و مشائخ اس راہ حق میں سرگرم عمل تھے وہاں حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے سراپا کرامت کردار سے فتنہ پردازوں کو

دندان شکن ذلت سے دو چار کیا جس کے تذکار گوجرانوالہ' سیالکوٹ لاہور اور دیگر کئی شہروں میں آج بھی زبان زد خلائق ہیں۔ حضرت مخدوم العصرؒ اگرچہ طبعی طور پر سلسلہ عالیہ کے دیگر مشائخ عظامؒ کی طرح بحث و مناظرہ و مجادلہ کی بجائے مجاہدہ و مشاہدہ حق میں مستغرق تھے لیکن جب بھی کسی شہر سے ارادت مند خارجیوں اور قادیانیوں کی ایذاء رسانیوں کی وجہ سے آپ کو پکارتے تو آپ عقاب صفت براقی کے ساتھ وہاں پہنچتے اور دشمنان حق کو ذلت آمیز شکست سے دو چار کرتے۔ آپ کے علم و فضل کے سامنے فتنہ پردازوں کو اپنی دائمی شکست نظر آتی تھی اس لئے وہ مکر و فریب سے بہتان طرازیوں کی تلاش میں رہتے تھے اور برسرمیدان آپ سے مقابلہ کی ہمت نہ رکھتے تھے اور جنہوں نے مناظرہ کیا انہوں نے قہرالٰہی کو دیکھ کر توبہ کرلی یا فرار ہو گئے۔

سراپا پیام امن و صلح حضرت مخدوم العصرؒ صوفیائے کرام کے طریق مقدسہ کے مطابق سراپا پیام امن و صلح تھے۔ آپ ذاتی دوستی و دشمنی کے عیب سے منزہ تھے۔ آپ کے عہد میں انگریزوں کی فتنہ پروری کے زیر اثر ہزار رنگ کے فتنے معاشرے میں جنم لے چکے تھے۔ برصغیر کے مخلوط معاشرے میں مذہبی طور پر ان گنت گروہ تھے ایسے حالات میں مذہب اور نقطہ نظر کے اختلاف کی وجہ سے خون خرابہ عام ہو رہا تھا اور فتنہ پرداز قوتیں اس فساد کو اور بڑھاوا دے رہی تھیں حضرت مخدوم العصرؒ نے بغیر تفریق رنگ و نسل و مذہب انسانیت کا پیغام عام کیا اور یاد دلایا کہ ہر مذہب کی غایت اللہ کی محبت اور اس کی مخلوق کی فلاح ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے عقیدت مندوں میں ہر طبقہ معاشرہ کے لوگ شامل تھے اور آپ کی عارفانہ تعلیمات کی وجہ سے فتنہ پردازوں کے دام میں نہ آتے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے آپ کو کسی سیاسی تحریک سے وابستہ نہ کیا بلکہ طریقت قادریہ کے اعلیٰ شعار معرف اور صوفیانہ بصیرت کے ساتھ امن کا پیغام دیا اور آپ کے عقیدت مندوں نے اپنے اپنے علاقوں میں آپ کے ارشادات اور تعلیمات کو پھیلایا اور عدم تشدد اور مخلوق خدا کو اذیت دینے کی ممانعت کے فروغ میں دل و جان سے حصہ لیا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کی زندگی کا ہر واقعہ کرامت ہے اور سب کرامتوں سے بڑھ کر آپ کی کرامت یہی تھی کہ آپ کی شخصیت مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے متنازعہ فیہ مسائل میں صاحب امر تھی۔ آپ کے ایک حکم پر فتنہ و فساد کافور ہو جاتے اور ایک اشارے پر اٹھے ہوئے کلہاڑے اور چلتی ہوئی تلواریں زمین پر گر جاتیں۔ عوام الناس میں آپ کا احترام خود عوام الناس کے حق میں اللہ کی رحمت کا سایہ تھا جس سے لوگوں کے جان و مال و آبرو کا تحفظ منسوب تھا۔ جب مختلف "سیاسی گروہ ایک دوسرے کے خلاف حضرت مخدوم العصرؒ سے رائے حاصل کرنے کے لئے آتے تو آپ کا جواب یہ ہوتا کہ سیاسی مقاصد عارضی ہوتے ہیں تم سیاسی تحریکوں میں شامل رہو یا الگ رہو البتہ کسی انسان کے لئے جانی مالی اذیت کا باعث نہ بنو۔ اللہ کی مخلوق کے دل اللہ کے ہاتھ

میں ہیں تم سب اللہ سے رجوع کرو۔ ایک نا ایک دن ہر انسان کو موت کے پنجے میں آنا ہے۔ باشعور انسان وہ ہے جو اس زندگی کی فکر کرے جو ہمیشہ کی زندگی ہے' اگر آج تم لوگ کسی پر ظلم کرو گے تو ممکن ہے اپنے گروہ کے حق میں محدود فائدے حاصل کرو لیکن اس کا صلہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ اس سیاسی و جمہوری جدوجہد کی حمایت کرتے تھے جو پر امن طریقے سے انسانی اقدار کا تحفظ کرتے ہوئے کی جائے چنانچہ آپ نے عوام الناس کو انتہا پسند تنظیموں سے الگ رہنے کی تلقین کی۔ اللہ تعالٰی نے حضرت مخدوم العصرؒ کے زبان و بیاں میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ شمالی پنجاب میں جس کی کرامت سے قلوب کی بیماریوں سے عوام الناس شفا یاب ہوئے اور امن' بھلائی' انسان دوستی اور محبت الٰہی کو فروغ حاصل ہوا۔

حضرت مخدوم العصرؒ اور زہد و تقویٰ

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ ابتدائے عمر ہی سے شعار اسلامیہ کے پابند تھے۔ آپ اس لحاظ سے نہایت ہی خوش قسمت تھے کہ آپ کو عرصہ طفلگی ہی سے اپنے والد ماجد حضرت سلطان العصرؒ کی خاص توجہ کے ساتھ ساتھ آپ کے داد جان حضرت غوث العصر ؒ کی گراں بہا شفقت و عنایت اور نگاہ کریمانہ حاصل ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر کے روحانی ماحول میں ہوئی اور بعد ازاں حضرت مولانا مولوی محبوب عالم قادریؒ کی توجہ خصوصی سے اور بزرگان دین کی پیہم روحانی توجہ سے بہت جلد قرآن وحدیث وفقہ اور دیگر علوم پر عبور حاصل ہو گیا۔ اس تحصیل علم کا آپ کی سیرت پر کچھ ایسا گہرا اثر تھا کہ آپ عنفوان شباب تک آتے آتے قائم اللیل اور صائم الدہر ہو چکے تھے۔ ذوق عبادت و ریاضت طبع میں اس قدر راسخ تھا کہ گویا جزو مزاج بن چکا تھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے سامنے آپ کے والد گرامی حضرت سلطان العصرؒ اور دادا جان حضرت غوث العصرؒ کا زہد و تقویٰ تھا۔ یہ بزرگان دین زہد و تقویٰ میں ایک میزان رحمانی کی حیثیت رکھتے تھے چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت میں زہد و تقویٰ کا راسخ ہو جانا درحقیقت خاندان کے روحانی ماحول کی غمازی کرتا ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ ابتدائے عمر ہی سے نہایت خوش اطوار، ذہین، محنتی اور والدین شریفینؒ کے انتہائی فرمانبردار تھے۔ آپ کی بنیادی دلچسپی حصول تعلیم اور اپنے والد گرامیؒ اور دادا جانؒ کی پر

حکمت گفتگو کی سماعت سے تھی یہی وجہ تھی کہ آپ نے عالم طفلگی میں بھی کسی قسم کے کھیل کود میں دلچسپی نہ لی اور ہر طرح سے والدین شریفین" کی اطاعت ہی کو اپنی خوش نصیبی سمجھا۔ حضرت سلطان العصرؒ اور حضرت غوث العصرؒ کے کردار میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب اطاعت حق تھا اور اس کی جلوہ سامانیاں ایک دنیا کو معمورہ حسن اخلاق بنا رہی تھیں چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت انہیں خطوط پر اس طرح استوار ہوتی چلی گئی کہ عالم طفلگی ہی سے آپ کی شخصیت میں ظاہری اور باطنی طور پر اخلاق صحابہ کی جھلک نمایاں ہونا شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ آپ سے عالم طفلگی ہی میں خرق عادات کا ظہور شروع ہو چکا تھا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت ہر لحاظ سے اپنے والد گرامی حضرت سلطان العصرؒ کا تسلسل ثابت ہوئی جس طرح حضرت سلطان العصرؒ کو حضرت فخرا حیاءؒ اور حضرت غوث العصرؒ کی نوازشات روحانیہ سے ابتدائے عمر ہی سے کسب فیض کا موقع میسر آیا تھا کچھ ایسی ہی صورت حضرت مخدوم العصرؒ کو بھی حاصل تھی۔ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت سلطان العصرؒ اس امر کو اچھی طرح جانتے تھے کہ یہی محمد کریم اللہ ان کے سلسلہ روحانیہ کی نگہبانی اور فروغ کے لئے ایسے کارہائے نمایاں انجام دینے والا ہے کہ ایک طرف اس سلسلہ عالیہ کی بزرگ شخصیات کی تعلیمات کو علمی و برہانی فتوحات کے ساتھ عالم پر آشکارا کرے گا اور دوسرے یہ کہ اسلاف کے کردار کو آئینہ صفت کردار کے ساتھ منظر عام پر لائے گا۔

حضرت امیر العصرؒ نے "سیرت الفقراء" کے حصہ چہارم میں حضرت مخدوم العصرؒ کے بچپن کا ایک ایسا واقعہ نقل فرمایا ہے جس میں حضرت مخدوم العصرؒ کے زہد و تقویٰ میں اصحاب رسولؐ کی جھلک صاف نظر آتی ہے کہ اصحاب رسولؐ لقمہ منہ میں ڈال کر اس کے حلال و حرام ہونے پر مطلع کرتے تھے۔ جب حضرت مخدوم العصرؒ ابھی بارہ سال کے تھے اس وقت کسی اہل عقیدت نے حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں دعوت طعام کی درخواست کی تاکہ آپ اس کے گھر رونق افروز ہوں اور طعام نوش فرمائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ جب اس کا اصرار حد سے بڑھا تو حضرت غوث العصرؒ نے تالیف قلب کے لئے مجبوراً" ہاں کر دی اور وہ دعوت کا انتظام کرنے کے لئے اپنے گھر چلا گیا۔ دوپہر کے وقت جب وہ حضرت غوث العصرؒ کو ساتھ لے جانے کے لئے آیا تو آپ بخار کی کیفیت میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ "حضور کھانا تیار ہو گیا ہے اور میں آپ کو لینے کے لئے آیا ہوں۔" حضرت غوث العصرؒ نے فرمایا "مجھے تو بخار ہو گیا ہے میں تمہارے ساتھ جانے کے قابل نہیں ہوں" اس شخص نے آپ کا ہاتھ تھام کر دیکھا تو بدن بخار کی تپش سے پھنک رہا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ "حضور میں کھانا یہاں لے آتا ہوں" اور یہ کہہ کر کھانا لینے چلا گیا۔ جب کھانا لے کر آیا تو بخار کی شدت اور بھی فزوں ہو چکی تھی کہ وہ آدمی چارپائی کے قریب بھی اس بخار کی حدت

محسوس کر رہا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ "حضور کچھ کھا لیجئے" آپ نے پھر ارشاد فرمایا کہ "بخار اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ میں کھانے کے قابل نہیں ہوں" جب وہ چارپائی کے قریب آیا تو اسے یا معلوم ہوا کہ جس طرح ایک لوہے کی دہکتی ہوئی بھٹی کے قریب کھڑا ہوں چنانچہ اس نے خود اپنی ز ن حال سے اقرار کیا کہ بخار تو بہت ہی زیادہ شدت اختیار کر چکا ہے اور واقعی اس حال میں آپ کھا کھانے کے قابل نہیں رہے چنانچہ اس نے عرض کیا کہ "حضور حضرت خواجہ محمد عبداللہ کو ہی فرما دیجئے کہ وہ کچھ کھا لیں"۔ حضرت غوث العصرؒ نے حضرت سلطان العصرؒ کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ "اس دوست نے میرا کھانا پکایا تھا اور میں تو بخار کی زیادتی سے کھانے کے قابل نہیں رہا اگر تم کھانا چاہتے ہو تو کھا لو" لیکن حضرت سلطان العصرؒ نے کھانے پر نظر کرتے ہی فرمایا "نہیں حضور میں نہیں کھاؤں گا" آخر اس شخص نے مجبور ہو کر عرض کیا کہ "حضور یہ کھانا گھر ہی بھیج دیں تاکہ افراد خانہ کھا لیں" حضرت غوث العصرؒ نے خادم درگاہ معلیٰ سے فرمایا کہ "یہ کھانا گھر لے جاؤ اور کہہ دینا کہ جس کا دل چاہے وہ کھا لے اور جس کا دل نہ چاہئے وہ نہ کھائے" چنانچہ کھانا لے کر گھر چلا گیا اور والدہ صاحبہؒ کو پیغام دے دیا اور واپس آ گیا۔

اسی اثناء میں حضرت مخدوم العصرؒ مدرسہ کھیالی سے گھر تشریف لائے تو بھوک زوروں پر تھی چنانچہ انہوں نے روٹی مانگی۔ والدہ صاحبہؒ نے فرمایا کہ "روٹی تو ابھی نہیں پکی' ابھی پکا دیتی ہوں" وہ آٹا گوندھنے میں مشغول ہو گئیں اور حضرت مخدوم العصرؒ کی نظر اس کھانے پر پڑی جو ابھی ابھی دے گیا تھا۔ آپ نے والدہ صاحبہؒ سے عرض کیا کہ "یہ چاول اور روٹی وغیرہ کس کی ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟" والدہ صاحبہ نے فرمایا "بیٹا یہ کھانا کسی نے تمہارے دادا کے لئے پکایا تھا' ان کو سخت بخار ہے اور تمہارے والد صاحب نے بھی نہیں کھایا اور گھر بھیج دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ جس کا دل چاہے کھا لے اور جس کا دل نہ چاہے نہ کھائے"۔ آپ کو بھوک زوروں کی تھی آپ نے چاولوں کا ایک لقمہ منہ میں ڈالا لیکن طبیعت میں عجب سی کراہت پیدا ہوئی اور لقمہ حلق سے نہ اترا چنانچہ آپ نے لقمہ منہ سے نکال دیا۔ مزید ایک لقمہ کھانے کی کوشش کی لیکن دوسرا لقمہ بھی حلق سے نہ اترا چنانچہ اسے بھی منہ سے نکال دیا اور سخت پریشانی و تعجب سے والدہ محترمہؒ سے فرمایا کہ "اماں جان یہ چاول میرے حلق سے نیچے نہیں اترتے پتہ نہیں یہ کس کے ہیں" والدہ صاحبہؒ نے فرمایا "بیٹا میں ابھی روٹی پکا دیتی ہوں"۔ جب حضرت مخدوم العصرؒ والدہ محترمہؒ کے کھانا کھلانے کے بعد دربار شریف آئے تو آکر حضرت غوث العصرؒ سے استفسار کرتے ہوئے پوچھا کہ "دادا جان یہ چاول کیسے تھے میں نے کھانا چاہا لیکن میرے حلق سے نہ اترے" آپ نے ارشاد فرمایا "بیٹا کسی دوست نے میری دعوت کی تھی لیکن مجھے یہاں پتہ چل گیا تھا کہ یہ کھانا حرام کی کمائی کا پک رہا ہے اس لئے میں نے تو اپنے آپ کو بخار چڑھا کر کھانا کھانے سے اپنے آپ کو بچا لیا اور تمہارے والد

نے آنکھوں سے دیکھ کر معلوم کر لیا کہ یہ حرام ہے اور تم نے لقمہ منہ میں ڈال کر حرام کی پہچان کر لی۔"

حضرت مخدوم العصرؒ نے جس طرح کم عمری ہی میں اپنے فضائل و برکات کا اظہار کیا یہ سربسر مشیت ایزدی اور بزرگان سلسلہ کی خصوصی توجہ روحانیہ کی دلیل ہے سبحان اللہ کہ جس سلسلہ عالیہ کی آبیاری سرچشمہ روحانیہ سے حضرت فخرالاحیاءؒ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت سلطان العصرؒ نے فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ عالیہ کو ایسا ہی وارث عطا فرمایا جو ابتدائے عمر ہی سے بزرگان سلف کا آئینہ اور منشائے خداوندی پر جان و دل قربان کرنے والا عاشق ذوالجلال والاکرام تھا۔ جیسے جیسے آپ نے عالم طفلگی سے عنوان شباب کی طرف قدم بڑھایا آپ کے زہد و اتقاء میں جلال و جمال پیدا ہوتا چلا گیا۔

آپ کا تمام وقت تحصیل علم اور ریاضت و مجاہدہ میں صرف ہوتا تھا۔ آپ نے عالم جوانی تک آتے آتے اسقدر سخت ریاضت و مجاہدہ کیا کہ بہت جلد اولیائے سلف کے آئینہ اوصاف بن گئے۔ آپ کا زہد و تقویٰ محض نفس کو اذیت دینے کا نام نہ تھا بلکہ آپ مادر زاد عاشق حق تھے اور یہی عشق حق تھا جس نے آپ کی نظر اور احساس سے مجاہدات سخت سے ہونے والی اذیت کو محو کر دیا تھا۔ آپ جب عنفوان شباب میں بعد از نماز عشاء ذکر حق کے لئے متوجہ ہوتے تو اپنے حجرے میں ہمہ تن متوجہ ہو کر محو اذکار ہوتے۔ چونکہ جوانی میں غلبہ نیند کا امکان فطری ہوتا ہے اس لئے آپ اپنی دستار میں گرہیں دے کر اپنے سینے کو ایک کنارے سے جکڑ لیتے اور اس دستار کا دوسرا سرا چھت سے لٹکا دیتے تاکہ نیند کے غلبے کے وقت پسلیوں کے درمیان کھچاؤ پیدا ہو اور غلبہ نیند جاتا رہے۔ اس کے علاوہ ایک منزل قرآن حکیم ہر صبح تلاوت کرتے۔ کثرت نوافل سے آپ کو ایسی دل بستگی اور قرات قرآن کا ایسا ذوق تھا کہ رفتہ رفتہ آپ کو پورا قرآن حفظ ہو گیا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے زہد و تقویٰ میں عشق حق کو بنیادی حیثیت حاصل تھی اور در حقیقت زہد و تقویٰ عشق ہی کا نام ہے۔ تقویٰ کے پہلے معنی خوف خدا کے نکلتے ہیں، عشق میں بھی محبوب کی ناراضگی اور عدم التفاتی سے عاشق ڈرتا ہے اسی طرح تقویٰ کے معنی ماسواء سے بے زاری کے بھی ہیں اور عشق کی بھی یہی صفت ہے کہ عاشق محبوب کے علاوہ ہر چیز سے لاتعلق اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے تمام مجاہدات نور عشق سے معمور تھے یہی وجہ ہے کہ آپ عالم جوانی ہی میں مشاہدہ حق کی تجلیات سے مخمور ہو گئے۔ آپ نے معجزہ عشق ہی کے طفیل صرف ۲۸ سال کی عمر میں "گنج عرفان" جیسی شہرہ آفاق تصنیف پنجابی شعری ادب کو پیش کی جس کا جواب آج تک پنجابی ادب پیدا نہیں کر سکا۔ "گنج عرفان" میں آپ کے زہد و تقویٰ اور مجاہدہ و مشاہدہ کے تمام تجربات روحانیہ بام روح سے بلند ہوتے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کتاب کا مرکزی نقطہ تقویٰ کی عاشقانہ تعبیر

ہے کہ تقویٰ اور اطاعت کوئی جامد چیز نہیں بلکہ یہ وہ زاد راہ ہے جو مشاہدہ حق کے بغیر اپنے اصل معانی میں ادھورا ہے جس طرح کم ہمت مجاہدے سے بھاگ جاتے ہیں اسی طرح ریاکار مشاہدہ حق سے بے گانہ رہتے ہیں کیونکہ مشاہدہ کسی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ اخلاص کی میزان ہے۔ مشاہدہ حق اللہ تعالٰی کا وہ فضل عظیم ہے جو اہل تقویٰ کی تصدیق کا لمحہ جاں فزا ہے "گنج عرفان" کے علاوہ آپ کی دیگر تمام شعری و نثری تصانیف بھی زہدو تقویٰ کے حاصلات کی علمی و عملی تعبیر ہیں اور آپ کے کردار کا آئینہ ہیں۔

(۷) حضرت سلطان العصرؒ کے وصال کے بعد جب حضرت مخدوم العصرؒ مسند درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ پر فائز المرام ہوئے تو آپ نے نگاہ کریمی سے طالبان حق کو حاصل تقویٰ بنا دیا۔ آپ کے حضور حاضر ہونے والوں میں اللہ تعالٰی نے ایسا ذوق و شوق پیدا کر دیا کہ شب و روز عبادات سے بھی ان کا دل نہ اکتاتا۔ آپ کے فیضان نگاہ سے ارادت مندان ایسے ایسے مجاہدات کرتے جو ہر طرح سے آپ کی نگاہ کیمیاء اثر کی کرامت ہے۔ زائرین آپ کی زبان حق ترجمان سے اس حقیقت کی طرف متوجہ ہوتے جس کی رو سے انسان کی زندگی کا مقصد ہی زہدو تقویٰ ہے اور درحقیقت بے ریا عبادت ہی کے لئے اللہ تعالٰی نے انسان پیدا کیا ہے یہ بے ریا عبادت ہی معرفت کا زاد راہ ہے۔ آپ نے زہدو تقویٰ کو اپنا لباس بنا کر حجت تامہ کو پیش کیا اور بیان معرفت آثار سے خوابیدہ قلوب کو بیدار کر دیا آپ "گنج عرفان" میں فرماتے ہیں۔

ز زہد ریاضتاں کریں پیشہ بوہا راحتاں دا کریں بند یارا
ایہہ راحتاں رکھدیاں راہ اندر تقویٰ والیاں قدر بلند یارا
محنت اج دی کریں نہ کل بیاں ہوویں محنتاں تھیں سود مند یارا
توبہ نیکیوں ڈھل نہ کریں عاشق دم زندگی دے کوئی چند یارا

مفہوم: اے دوست' زہد و ریاضت کو پیشہ کر اور راحتوں کا دروازہ اپنے آپ پر بند کر دے۔ یہ راحتیں انسان کو منزل پر پہنچنے نہیں دیتیں اور راہ ہی میں زندہ درگور کر دیتی ہیں۔ یاد رکھ! کہ اہل تقویٰ کی منزل بلند ہے۔ آج کے کام کو کل پر مت ڈال تاکہ تیری محنت رنگ لائے۔ اے عاشق زندگی چند روزہ ہے اس لئے توبہ کرنے میں دیر مت کر۔

ز زہد عباداتاں ورع تقویٰ توشہ آخرت دا سنیں پند یارا
قرب حقدا ڈھونڈ ریاضتاں تھیں چھڈ راحتاں ہو درد مند یارا
کن نفس دے ملیں ریاضتاں تھیں دئیں راحتاں دا ناہیں قد یارا
عاشق پرت نہ زمیں تے آوناں جے کر لے محنتاں اج دہ چند یارا

مفہوم: اے دوست نصیحت سن' عبادت و ورع و تقویٰ توشہ آخرت ہے۔ قرب حق کا طلبگار ہو اور

ریاضت و محنت کے ساتھ دل پابند کر، تمام عارضی راحتوں کو چھوڑ کر درد مند ہو جا، تیرے نفس کے کان جو نصیحت نہیں سنتے ان کو مشقت و ریاضت کے ذریعے سے نصیحت سنا اور اپنے نفس کو اس کی من پسند مرغوبات عطا نہ کر اور نہ ہی اس کو قند و ثمر کا قیدی بنا۔ اے عاشق، دوستوں سے کہہ کہ دوبارہ یہ زندگی ملنے والی نہیں ہے اور نہ اس دنیا میں دوبارہ کوئی آشیاں بنائے گا۔ آج ہی محنت کر دو یہی موقع ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے نہ صرف خود اپنے آپ کو تمام برکات و حسنات کا پیکر بنایا اور پاکیزگی اپنائی بلکہ کثیر مخلوق خدا کو زہد و تقویٰ پر استوار کر کے عشق الٰہی کی زندہ مثال پیش کی۔ آپ نے لوگوں کو بتایا کہ تقویٰ و زہد درحقیقت حسن اخلاق ہی کا نام ہے۔ اس لئے جن رذائل سے بچنا ضروری ہے ان میں سخت کلامی۔ تلخ گوئی، عیب جوئی، ترش روئی، تند مزاجی، ٹھٹھہ، مسخری، شرک، افتر اعلے الحق، چوری، بخیلی، قتل، زنا، ظلم، شور و فساد، گالی گلوچ، غیبت کرنا اور سننا، جھوٹ، مکرو فریب، جادو ٹونہ، جھوٹی گواہی، بغض، حسد، تکبر، طیش اور جاہلوں کی صحبت شامل ہے۔ ان سب باتوں کو ترک کئے بغیر تقویٰ کی خوشبو اور زہد کی طمانیت نصیب نہیں ہوتی درحقیقت گناہ نہ کرنا ہی نیکی کی اصل ہے اس کے علاوہ دیگر حسنات اور نیکیوں سے اپنے آپ کو مزین کرنا ہی بارگاہ حق میں انسان کو مقبول بناتا ہے اور انسان صحیح معنوں میں متقی اور پرہیزگار بنتا ہے۔ وہ اعمال جو بارگاہ حق میں قبولیت کا وسیلہ بنتے ہیں ان میں طلب علم، عزم و ہمت، قیام نماز، صوم اخلاص، صبر و حلم، حیاو تمیز، عاجزی و انکساری، ایفائے عہد، حسن اخلاق، احترام شعار اللہ، تواضع مساکین، صدقہ و خیرات، صلہ رحمی، کسب حلال، راہ اعتدال، سیرچشمی، غنا، فقر، تلاش مرشد، شکر، طہارت نیت، استغفار، کثرت درود اور دیگر تمام نیک اعمال شامل ہیں اگر انسان رذائل سے اجتناب اور حسنات سے اپنی شخصیت کو مزین کرے گا تو درحقیقت زاہد و متقی بنے گا۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے عالم باعمل اور صوفی کامل کی حیثیت سے اس حقیقت کو طالبان حق کے سامنے پیش کیا کہ علم کے حصول کا اصل مقصد حسن عمل ہے نہ کہ محض مناظرہ و مجادلہ چنانچہ جس کا عمل اتباع رسولؐ اور اطاعت خداوندی میں درجہ عشق کو نہ پہنچے اس کے لئے زہد و تقویٰ محض دو لفظ ہیں، اپنے علم و عمل کو نور عشق سے منور کر کے اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا چاہئے کہ ہر غایت سے بڑھ کر وہ خود غایت حقیقی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

ت تقریراں پڑھ پڑھ عالم فاضل کردے سارے عقلاں مارے
آپس اندر جھگڑے کھتاں کردے پھرن نکارے ہمت ہارے
آکھن ایتھے ہووے ناہیں درشن کسے سوہارے حکم غفارے
عاشق ویکھ ہوئے متحیر زلفاں یار پیارے ماہ رخسارے

مفہوم: بعض لوگ ایسے ہیں کہ صرف اس لئے پڑھتے ہیں تاکہ تقریر کر سکیں گویا ان کی نیت حق تک پہنچنا نہیں بلکہ لوگوں سے وعظ کہنا ہے اسی لئے بعض عالم فاضل ایسے ہیں کہ تقریریں کر کر کے عقل گنوا بیٹھے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور بحث و تکرار ہی ان کی زندگی ہے۔ کہتے ہیں کہ رب غفار نے کہا ہے کہ لقائے حق ممکن نہیں لیکن وہ خوش نصیب جنہیں عشق نصیب ہے وہ زلف تحیر کا ایک حلقہ ہیں اور پیارے محبوب کے ماہ رخسار کا دیدار کر کے سراپا حاصل عشق ہو گئے ہیں گویا تحیر میں محبوب کی طرف پرواز کر گئے ہیں۔

حضرت مخدوم العصرؒ کا زہد و تقویٰ ان کی تمام زندگی پر محیط تھا۔ لذات و مرغوبات سے اس حد تک بے گانہ تھے کہ گھر میں کوئی پھل یا مولیاں یا گاجریں کڑوی سمجھ کر جو اہل خانہ چھوڑ دیتے تھے آپ انہیں کھاتے تھے تاکہ ایک طرف رزق ضائع نہ ہو اور دوسرے یہ کہ نفس مرغوبات کا تقاضا ہی نہ کرے۔ آپ کی شیریں بیانی کا یہ عالم تھا کہ نوجوانوں بچوں بوڑھوں سب سے اس قدر شفقت و محبت سے بات کرتے اور سیر چشمی و درگزر کا مظاہرہ کرتے کہ جو بھی ایک دفعہ آپ سے تھوڑی دیر کے لئے بات کرتا ساری زندگی آپ کو بھلا نہ سکتا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کے دامان عافیت سے وابستہ ہو جاتا۔ آپ کی طبیعت کا حلم و بردباری آپ کے زہد و تقویٰ کا ثمر بھی تھا اور آپ کے مشائخ عباسیہؒ کا تسلسل بھی۔

حضرت مخدوم العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر بلند مرتبہ عطا فرمایا اسی قدر آپ میں انکساری اور حلم تھا۔ آپ کے پاس درگاہ معلیٰ میں آنے والے زائرین میں علماء بھی ہوتے، حکماء بھی ہوتے حکام وقت کے اعلیٰ عہدے دار بھی اور فقراء بھی لیکن آپ کی نگاہ کریمانہ میں کبھی کسی کے لئے خصوصی توجہ نہ تھی البتہ فقراء اہل ارادت پر آپ خصوصی شفقت فرماتے کیونکہ یہ عمل خیر آپ کا جدی اخلاق تھا۔ باوجود اس کے کہ آپ کے دادا محترم حضرت غوث العصرؒ اور والد گرامی حضرت سلطان العصرؒ فرمانروا ہائے ریاست کے بلانے پر بعض اوقات ان کے محلات میں جاتے تھے تاکہ ان کو عوام الناس کے بارے میں بہتر امور کی طرف راغب کریں اور نگاہ حق آثار سے حکمرانوں کے دلوں میں خوف خدا کی تجلی وارد کریں لیکن حضرت مخدوم العصرؒ درگاہ معلیٰ قادریہ سے باہر بہت کم قدم نکالتے۔ اجداد کے مریدین کے بلانے پر سیالکوٹ لاہور اور چند ایک شہروں میں ضرور جاتے لیکن حکمرانوں کو اکثر انکار کر دیتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ کے دور تک درگاہ معلیٰ عالیہ قادریہ کے زائرین میں اس قدر اضافہ ہو چکا تھا کہ آپ کو زیادہ سے زیادہ وقت درگاہ معلیٰ ہی میں گزارنا ہوتا تھا دوسرے آپ کی شخصیت میں عشق حق نے ایسا تجلاء طور روشن فرمایا کہ آپ اپنے زہد و تقویٰ اور محویت عبادت ہی میں قلبی سکون محسوس کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کسی دوسرے شہر میں بھی جاتے تو محفل تمام ہونے کے بعد آپ فوراً عبادت میں محو ہو جاتے اور طلوع فجر تک کسی کو

آپ سے ملاقات کی جرات نہ ہوتی۔

آپ کے زہدو تقویٰ اور شان عشق ذوالجلال کا یہ عالم تھا کہ آپ کے چہرہ اقدس سے تاریک کمرے جگمگ کرنے لگتے اور ہر طرف نور ہی نور پھیل جاتا۔ رات کے وقت جب آپ محو عبادت ہوتے تو آپ کے چہرہ انور کی نورانی تجلیات لاتعداد لوگوں نے دیکھنے کا شرف حاصل کیا۔ ایسے بے شمار واقعات آپ کی نسبت اویسی اور نہایت زہدو تقویٰ کی عاشقانہ تفسیر زبان حال سے بیان کرتے ہیں۔ خواہشات نفسانی کو معدوم اور حقیقت انسانی کو معلوم کرنا اور اس شان سے کہ ہمہ وقت اپنے والد گرامی اور پیر و مرشد حضرت سلطان العصرؒ کی طرح محو مشاہدہ حق رہنا آپ کی دیگر ہزاروں کرامتوں پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ ہی سے اپنے بندوں کو بزرگی و اکرام عطا فرمایا ہے۔ ہمہ وقت محو حق رہنے اور لذات سے بے نیاز ہونے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت مخدوم العصرؒ کوٹ پیرو شاہ اپنے سسرال تشریف لے گئے تو اہل خانہ میں سے کسی نے غلطی سے چاولوں پر چینی کی بجائے نمک ڈال دیا اور حضرت مخدوم العصرؒ کو چاول پیش کر دیئے۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے کھانا تناول فرمایا۔ جب ایک لقمہ رہ گیا تو اہل خانہ نے تبرکاً پس خوردہ کی خواہش کی تو آپ نے کچھ تامل فرمایا لیکن اہل خانہ نے اصرار کر کے وہ پس خوردہ اٹھا لیا جب کھایا تو نمک کی زیادتی کی وجہ سے کھایا نہ جا سکا اور اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی آپ سے نہایت افسوس کرتے ہوئے معذرت کی لیکن آپ نے مرضی مولا از ہمہ اولیٰ کے مصداق ارشاد فرمایا کہ "مجھے تو معلوم نہیں ہوا کہ میں نے نمک کھایا ہے کہ چینی' آپ اس بات کا ہرگز افسوس نہ کریں میں نے چینی والے چاول سمجھ کر ہی کھائے ہیں۔"

حضرت مخدوم العصرؒ محویت حق میں قائم بالحق رہتے تھے جس نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے خصوصی خزانوں کا محرم بنا دیا تھا۔ باوجود اس کے کہ آپ نے ظاہری علوم میں ایک عمر صرف کی اور مروجہ تمام علوم نہایت محنت و تواتر کے ساتھ حاصل کئے لیکن عشق ذوالجلال نے آپ کو جن مخفی علوم کا مخزن بنا دیا وہ آثار تقویٰ' قرب خداوندی اور شان اویسی کی ایسی شہادت تھے کہ آپ کا ہر عمل کرامت' ہر جملہ معمورہ عرفاں اور ہر نظر خزینہ سخاوت عرفاں تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی فنافی اللہ اور باقی باللہ کے اکرامات کے ساتھ عطا فرمایا تھا اور یہ ایسا فضل عظیم تھا کہ آپ سراپا خود سیرت قرآن تھے۔ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا "جس طرح قرآن مجید کے ظواہر ہیں اسی طرح اس کے سات باطن ہیں۔ اللہ اپنے فضل سے ایک ولی کامل پر اپنی اس کتاب کے چار باطن آشکار فرماتا ہے لیکن مجھ پر اللہ نے ایسا خاص فضل فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے سات باطن آشکار فرمائے ہیں۔"

یہ سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم تھا کہ اس نے اپنے عاشق کو ایسا قرب اور اپنے خاص اذن

سے ایسا علم عطا کیا کہ مقامات علم بھی اس عاشق ذوالجلال سے ایک قدم دور رہ گئے اور عاشق حق منازل فقر کو تمام کرتا ہوا گنجینہ احدیت کا شاہد بن گیا۔ فقر حق تمام ہوا تو نور حق میں ڈھل گیا اور نور حق ہی سے حق کا مشاہدہ ہے ورنہ انسان بشری صفات پر قائم رہتے ہوئے نور حق کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ عاشق ذوالجلال کی حیثیت وہی ہے جو قرآن کی حیثیت ہے قرآن جو ذات حق کا عین بھی نہیں اور غیر ذات حق بھی نہیں کیونکہ یہ اس کی صفت ہے۔ یہ منزل اعلیٰ انسان کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب وہ مظہر ذات خدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باطن میں فنائے کاملہ حاصل کر کے مشاہدہ حق کے قابل ہوتا ہے۔ یہ معرفت مقام مصطفیٰؐ کی اولیں تجلیات ہیں جس میں اپنی پہچان بھی نور حق ہی سے ہوتی ہے حضرت مخدوم العصرؒ کی سیرت کو ایک نظر دیکھنے ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تقویٰ مشاہدہ حق کا ذریعہ ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تقویٰ اختیار کرنے کی اس شدت کے ساتھ منادی کی ہے کیونکہ ان کے روحانی تجربات و مشاہدات میں نور محمدیؐ نور قرآن، اور قلب صاحب تقویٰ ایک ہی نور ذات کی واحد تجلی سے معمور ہیں حضرت مخدوم العصرؒ فرماتے ہیں۔

نورِ قرآں یہ سیرتِ قرآن — نورِ حق سے کمالِ ہے انسانؔ
ہے تری ذات دوجہان کی جان — نورِ حق دیکھ اپنے آپ میں تو
جان کو راہِ حق میں کر قربان — اللہ لا الہ الا اللہ
رہگذر وہ نہایتِ عرفان — ڈال آنکھوں میں سرمۂ مدنی

حضرت مخدوم العصرؒ کا زہد و تقویٰ ان تمام انعامات ربانی سے مشہود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اہل تقویٰ کے لئے کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت و قرب اہل تقویٰ کو حاصل ہے جو اللہ سے ایسی شدید محبت کرتے ہیں کہ انفس و آفاق کے مشاہد بن کر انفس و آفاق سے بھی گزر جاتے ہیں اور نور ازلی کی تجلیات میں اس انداز سے محویت اختیار کرتے ہیں کہ خود نور یوم الست کی ایک تجلی بن جاتے ہیں۔ جس طرح سورج اپنی کرن سے دور نہیں اسی طرح عاشق ذوالجلال کو محویت حق میں ماسواء اللہ سے بے نیازی کی خلعت حاصل ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نماز میں اس قدر محو ہوتے تھے کہ آپ کی نماز سراپا انوار ابو ترابؓ کی ایک جھلک تھی۔ ایک واقعہ ملاحظہ ہو کہ حضرت مخدوم العصرؒ حضرت میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے غسل روضہ میں شمولیت کے لئے لاہور تشریف لائے کہ نماز فجر ادا کرتے ہوئے ایک سانپ آپ کی قمیض میں گھس گیا۔ آپ نماز میں اس قدر محو تھے کہ سانپ نے اکیس ڈنک کمر پر اور سینہ پر دل کے مقام پر سات ڈنک مارے چنانچہ سلام پھیرنے کے بعد آپ کو محسوس ہوا کہ کوئی چیز ہے اس لئے آپ دربار شریف سے باہر آئے اور آ کر قمیض اتار کر جھاڑی جس میں سے ایک سانپ گرا اور بھاگ گیا۔ آپ نے دربار شریف کے احاطہ مسجد میں قمیض اس لئے نہ تاری کہ سانپ کہیں کسی دوسرے شخص کو اذیت

نہ دے۔ جب آپ واپس احباب طریقت میں تشریف لائے تو آپ نے اپنے صاحبزادے اور جانشین درگاہ معلی حضرت امیر العصرؒ سے ارشاد فرمایا کہ "میری کمر میں جلن محسوس ہو رہی ہے ہاتھ سے ذرا مسل دو" چنانچہ جب حضرت امیر العصرؒ نے کمر سے قمیض اٹھا کر دیکھا تو حیران رہ گئے کہ کمر کے بائیں طرف نیلے رنگ کے اکیس آبلے تھے۔ حضرت امیر العصرؒ نے ان آبلوں کو مل کر زہریلا پانی نکال دیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا "سینے پر بھی ملو" جب حضرت امیر العصرؒ نے سینے پر دیکھا تو سات ڈنک تھے چنانچہ ان سے بھی زہریلا پانی نکال دیا گیا۔

جب حضرت مخدوم العصرؒ گوجرانوالہ تشریف لے گئے تو جلن محسوس ہوتی رہی بعد ازاں ملک الف دینؒ آپ کو سیالکوٹ لے گئے اور سپیروں کو طلب کیا۔ جو بھی ان نشانات کو دیکھتا بھونچکا رہ جاتا آخر ملک الف دینؒ نے ان سپیروں سے کہا کہ "خاموش کیوں ہو کچھ بتاتے نہیں؟" ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ "ملک صاحب' ایک ایسے سانپ نے ان کو ڈسا ہے جس کی پھونک سے ہی آدمی کا جسم پھٹ جاتا ہے اور مریض کبھی جانبر نہیں ہو سکتا ہم حیران ہیں کہ اکیس ڈنک کمر پر اور سات دل پر ہیں اور آپ کس طرح زندہ ہیں"۔ ملک صاحبؒ نے کہا کہ "تم آپ کی شخصیت سے واقف نہیں ہو بہرحال جو علاج ہے تجویز کرو" چنانچہ انہوں نے زہر کو زائل کرنے کی دوا اور مرہم دیا جس سے کچھ دنوں کے بعد زہر کے جلن کا احساس جاتا رہا۔

سبحان اللہ کہ نماز میں ایسی محویت اور ذکر حق میں ایسا استغراق کہ موذی آپ کے جسم کو ڈس رہا تھا لیکن آپ کے بدن پر خشوع و خضوع کی طمانیت حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰؒ کے فیضان سیرت کی زندہ کرامت تھی۔ یہی وہ عالم ہے جس کی روح تقویٰ ہے اور تقویٰ اس تحقیق کو کہتے ہیں جو علم پر اس شان کے ساتھ عمل کے نتیجے کے طور پر سامنے آئے کہ شاہد حق بنا دے۔

باجھ علم تحقیق نہ حق ہووے باجھ علم دے عمل ناچیز میاں
عاشق علم دے شہر جے جاونا ایں پہلاں علیؓ دی چم دہلیز میاں

(علم کے بغیر حقیقت کی تحقیق نہیں اور علم عمل کے بغیر لاحاصل ہے۔ اے عاشق اگر شہر علم میں جانا ہے تو حضرت علیؓ کی دہلیز کو بوسہ دے)

حضرت مخدوم العصرؒ کا ظاہر و باطن حاصل تقویٰ اور آئینہ مشاہدہ حق تھا۔ آپ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی اپنے زہد و تقویٰ کی انتہائی اعلیٰ منازل سے غفلت نہ کرتے تھے ایک مرتبہ آپ داڑھی کے خط بنوانے کے لئے حجام کے پاس گئے۔ اس وقت مزدوری دو پیسے تھی لیکن حجام نے روایتی بازاری ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک آنہ طلب کیا' آپ نے اسے سمجھایا کہ وہ اپنی مزدوری سے زیادہ طلب نہ کرے لیکن وہ نہ مانا چنانچہ آپ نے حجام کو داڑھی مونچھ اور بھنوئیں تک صاف کرنے کا حکم دے دیا اور بعد ازاں ایک آنہ مزدوری دے کر گھر آ گئے۔ آپ

کے والد محترمؒ نے سبب دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ وہ حجام اپنے حق سے زائد مزدوری لے کر اپنی کمائی میں حرام کی آمیزش کرنا چاہتا تھا گویا آپ نے نہ خود مزدوری سے زیادہ عوضانہ دیا نہ اس کو لینے دیا بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن اگر حضرت مخدوم العصرؒ کا زہد و تقویٰ اور اس کا معیار پیش نظر رہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس خانوادہ عظیم میں تربیت پائی اور جیسا اعلیٰ روحانی درجہ حاصل کیا اس کی محافظت کسی حیلہ سازی یا مصلحت کوشی سے نہ ہو سکتی تھی اس کے لئے آپ نے اپنی ساری زندگی کو تقویٰ کی تلوار کی دھار پر محو سفر رکھا کیونکہ اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ہی پسندیدہ ہے کہ فکر و قول و عمل میں ایسی ہم آہنگی ہو کہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیات روز روشن کی طرح واضح ہو جائیں سبحان اللہ آپ کے زہد و تقویٰ نے اولیائے سلف کی یاد تازہ کر دی اور نگاہ کریمانہ سے سخاوت معرفت کا حق ادا کر دیا۔

عاشقِ ذوالجلال والاکرام — شاہ کریم اللہؒ عاشقوں کے امام
سرمۂ چشم ہے درود و سلام — آپ کے عشقِ مصطفیٰؐ کا مقام
وضع ہے ارتفاعِ عرشِ عظیم — ہاتھ میں فخرِ انبیاءؐ کا ہے جام
جوشِ رفتار رشکِ الجبزوم — نطقِ جبریلؑ شعلۂ حسام
آپ سلطان العصرؒ کا کردار — سیرتِ عکسِ سورۂ انعام
چشمۂ الکریم فیضِ وسیع — الحیؒ ابن الحیؒ کا دوام
سینے میں آپ کے تجلاءِ طور — تقویٰ ہے آپؒ کا لباس تمام
شرحِ رومیؒ ہے آپ سے مشہود — مثلِ حافظؒ ہے عاشقانہ کلام
حوصلہ ہو تو یہ کہ نذر ہو روح — زندگی ہو تو ہو وہ آپؒ کے نام
ہم سخن آپؒ سے محیط آفاق — کائنات آپؒ کو کرے ہے سلام
پلکیں عشاق کی قلم ہوں ہزار — منقبت آپؒ کی نہ ہو گی تمام
سائلِ در ہے کُندنؔ لاہور — اک نظر ہو بہ صدقہ خیرِ انامؐ

کے والد محترمؒ نے سبب دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ وہ حجام اپنے حق سے زائد مزدوری لے کر اپنی کمائی میں حرام کی آمیزش کرنا چاہتا تھا گویا آپ نے نہ خود مزدوری سے زیادہ عوضانہ دیا نہ اس کو لینے دیا بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن اگر حضرت مخدوم العصرؒ کا زہد و تقویٰ اور اس کا معیار پیش نظر رہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس خانوادہ عظیم میں تربیت پائی اور جیسا اعلیٰ روحانی درجہ حاصل کیا اس کی محافظت کسی حیلہ سازی یا مصلحت کوشی سے نہ ہو سکتی تھی اس کے لئے آپ نے اپنی ساری زندگی کو تقویٰ کی تلوار کی دھار پر محو سفر رکھا کیونکہ اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ہی پسندیدہ ہے کہ فکر و قول و عمل میں ایسی ہم آہنگی ہو کہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیات روز روشن کی طرح واضح ہو جائیں سبحان اللہ آپ کے زہد و تقویٰ نے اولیائے سلف کی یاد تازہ کر دی اور نگاہ کریمانہ سے سخاوت معرفت کا حق ادا کر دیا۔

عاشقِ ذوالجلالِ والاکرام — شاہ کریم اللہؒ عاشقوں کے امام
سرمۂ چشم ہے درود و سلام — آپ کے عشقِ مصطفیؐ کا مقام
وضع ہے ارتفاعِ عرشِ عظیم — ہاتھ میں فخرِ انبیاءؐ کا ہے جام
جوشِ رفتار رشکِ الجیزوم — نطقِ جبریلؑ شعلۂ حسام
آپ سلطان العصرؒ کا کردار — سیرتِ عکسِ سورۂ انعام
چشمۂ الکریم فیضِ وسیع — المخیؒ ابن المخیؒ کا دوام
سینے میں آپ کے تجلاءِ طور — تقویٰ ہے آپؒ کا لباس تمام
شرحِ رومیؒ ہے آپ سے مشہود — مثلِ حافظؒ ہے عاشقانہ کلام
حوصلہ ہو تو یہ کہ نذر ہو روح — زندگی ہو تو ہو وہ آپؒ کے نام
ہم سخن آپؒ سے محیط آفاق — کائنات آپؒ کو کرے ہے سلام
پلکیں عشاق کی قلم ہوں ہزار — منقبت آپؒ کی نہ ہو گی تمام
سائلِ در ہے کُندنؔ لاہور — اک نظر ہو بہ صدقہ خیرِ انامؐ

حضرت مخدوم العصرؒ اور نسبتِ اویسی

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمدؐ کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کو فنافی اللہ و بقاباللہ کا جلال و جمال نسبت اویسی کی تجلیات سے عالم نوجوانی ہی میں حاصل ہو گیا تھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے مقامات اعلیٰ اس سرچشمہ اویسی سے تکمیل یاب کئے جس کو حضرت فخرا نحیاءؒ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت سلطان العصرؒ نے اہل حق کے لئے دائمی طور پر جاری فرمایا تھا۔ یہ مشیت الٰہی تھی کہ آپ اس سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلعت سجادگی زیب تن کریں جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی رضا اور معرفت خداوندی کو پوری دنیا میں عشق رسولؐ کے نور علی نور کی تابانیوں کے ساتھ جلوہ نما کرے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے علم ظاہریہ و باطنیہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگان نے ہر لحظہ آپ کی دستگیری فرمائی۔ حضرت غوث العصرؒ تو بارہا حضرت مخدوم العصرؒ کی رہنمائی کے لئے مزار اقدس سے باہر تشریف لائے اس کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ حضرت سیدنا میانمیرؒ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ حضرت مولانا نور احمدؒ اور حضرت فخرا نحیاءؒ بطریقہ اویسی آپ کے ظاہر و باطن کی تشکیل میں مددگار اور عوامل دنیوی میں کارفرما رہے۔ سبحان اللہ جب کسی مرد عظیم کے فکر و کردار کی تشکیل زیر تکمیل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نفوس قدسیہ کو اپنے عشاق کی تعمیر سیرت میں شریک کار بنا دیتا ہے کیونکہ مرد عظیم کی تشکیل کا اصل مقصد مشیت ایزدی میں انوار مصطفیٰؐ کا ایسا فروغ ہے جس سے عصر متاخرہ کے ظلمت کدے میں قرون اولیٰ کی تجلیات عشق رسولؐ نمایاں ہو سکیں اور یہ

امر فنافی الرسولؐ کی اویسی شان کے بغیر محال ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ کا پسندیدہ بندہ فنافی الرسولؐ کی منزل پر پہنچتا ہے تو وہ اپنے نبیؐ کے نور سے عشق ذوالجلالی کے قابل ہوتا ہے اور ایسے ہی مرد باکمال کی سخاوت گنجینہ عرفان سے نوع انسانی کی روحوں کی قلاشی و افلاس غنائے عشق حق سے معمور ہو جاتی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ ایسے ہی مردان عظیم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبرؐ کہ ہست از امتم　　کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم

مرمرا زاں نور بیند جان شاں　　کہ من ایشاں را ہمی بینم عیاں

مفہوم: پیغمبر اسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے جوہر (علم) اور ہمت (مشاہدہ حق) سے مناسبت رکھتے ہوں گے وہ اسی طرح نور کا مشاہدہ کریں گے جس طرح میں ان کے اوصاف ولایت کا اپنے نور باطن سے مشاہدہ کرتا ہوں یعنی جس طرح میں ان کے اوصاف ولایت کا اپنے نور باطن سے مشاہدہ کرتا ہوں اسی طرح وہ میرے اوصاف اور کمالات نبوت کو اپنے نور باطن سے مشاہدہ کریں گے۔

یہی نسبت اویسی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور باطن میں فنا حاصل کر کے اللہ کا دیدار کیا جائے اور اللہ کی شان میں فنا ہو کر ایسی بقا سے معمور ہو کر حضورؐ سے ایسا والہانہ عشق کرے کہ اس عشق کی سراپا تجلی بن جائے جو عشق اللہ کو حضورؐ سے ہے۔ درحقیقت حضورؐ سے محبت تو اللہ ہی کو بتمامہ ہے کیونکہ حضورؐ اللہ کے نور ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ کا مشاہدہ اللہ کے نور ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ کو اللہ کا غیر نہیں جان سکتا۔ معرفت اوج وحدت حق ہی سے موسوم ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے عالم شباب میں اپنے پیرو مرشد عارف باللہ حضرت سلطان العصرؒ کی ذات میں ایسی فنا حاصل کی کہ بطریقہ اویسی عالم شباب ہی میں فنافی الرسولؐ ہو کر مشاہدہ حق سے معمور ہو گئے یہاں تک کہ اس نسبت اویسی کا جلال و جمال جسم و روح کے مابین فاصلوں اور قیود کو رفتہ رفتہ اس قدر مفقود و معدوم کرتا چلا گیا کہ حضرت مخدوم العصرؒ جب رات کو محو عبادت ہوتے تو آپ کے چہرہ انور سے نور جھلکتا جس سے تاریک کمرہ روشن ہو جاتا۔ آپ کے چہرہ اقدس سے نورانی شعاعوں کا مشاہدہ کسی ایک شخص نے نہ کیا بلکہ جس نے بھی آپ کو رات کے وقت محو عبادت رب ذوالجلال والاکرام دیکھا آپ کے چہرہ انور سے نکلنے والی نورانی شعاعوں کا شاہد بن گیا۔ آپ نے اذکار روحانیہ کی تمام منازل کو قلب سے سر تک نہ صرف طے کیا بلکہ اس مقام ارفع تک پہنچے جہاں اذکار اور فقر تمام ہو جاتا ہے اور صرف اور صرف اللہ کا متجلی نور رہ جاتا ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ قائم اللیل اور صائم الدہر تھے لیکن اس کے باوجود آپ پر کبھی نقاہت نہ سستی نہ تھکن نہ بے زاری طاری ہوئی بلکہ چہرہ بارونق آبدار مثل آفتاب دمکتا اور مزاج محبت و

شفقت میں سیرت رسولؐ کی زندہ تصویر تھا۔ درحقیقت آپ سراپا کرامت تھے اور شب و روز شراب محبت الہٰی سے مسرور تھے۔ آپ اپنے والد گرامیؒ کی طرح مستغرق مشاہدہ حق اور عارف باللہ تھے یہی وجہ تھی کہ کثرت ریاضت سے بھی بشری عوامل کی کمزوریاں آپ پر طاری نہ ہوتیں اور ہر شب نسبت اویسی اپنے جلال و جمال کے ساتھ آپ کے چہرہ نورفشاں سے ظاہر اور ہر روز روز عید کی طرح وصل حق اور اوج پرواز شاہباز ذوق عاشقانہ سے منضبط تھا۔

رات کے وقت محویت عبادت کے نورانی آثار کی چند روایات درج کی جاتی ہیں جو حضرت امیر العصرؒ کی تصنیف "سیرت الفقراء" کے حصہ چہارم سے اخذ کی گئی ہیں کہ سائیں نور دینؒ نے بیان کیا کہ ایک بار میں حضرت مخدوم العصرؒ کے ساتھ جیسروالا (تحصیل ڈسکہ سیالکوٹ) میں مستری بلند بخشؒ درزی کے مکان پر گیا۔ سردیوں کا موسم تھا اور ایک چھوٹے سے کمرے میں آپ کی چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ جوں جوں دوستوں نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی آپ کی محفل میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ تقریباً آدھی رات تک محفل میں قرآن و حدیث کے مسائل و معارف سے اہل محفل فیض یاب ہوتے رہے اس کے بعد محفل برخاست کر دی گئی اور احباب اپنے گھروں کو چلے گئے اور حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں صرف میں رہ گیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد میں سو گیا۔ اچانک نیند سے بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کمرے میں چاروں طرف روشنی ہی روشنی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ آج اٹھتے اٹھتے سورج نکل آیا ہے جس کی روشنی دروازے کی دراڑوں سے آ رہی ہے۔ پہلے تو مجھے خیال آیا کہ میں باہر جا کر قضائے حاجت سے فارغ ہو آؤں اور پھر حضرت صاحب کو بیدار کروں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ شاید حضور نماز سے فارغ ہو کر دوبارہ آرام فرما رہے ہوں۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو باہر سخت اندھیرا تھا یہ منظر دیکھ کر حواس باختہ ہوا اور دروازہ بند کر کے سوچنے لگا کہ یہ روشنی کیسے اور کہاں سے آ رہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد میری نظر حضرت مخدوم العصرؒ کی چارپائی پر گئی جہاں آپ محو خواب تھے اور آپ ہی کے چہرہ انور کے نور نے کمرہ روشن کیا ہوا تھا مجھے سخت تعجب ہوا میں نے اپنا ہاتھ آپ کے چہرہ انور کے اوپر بالشت برابر اونچا رکھا تو میرے ہاتھ کا سایہ چھت پر پڑا پھر مجھے یقین ہوا کہ یہ روشنی حضور کے چہرہ انور ہی سے نمودار ہے۔ میں حضور کے چہرہ انور کے اور نزدیک ہو گیا تو سنا کہ آپ بحالت خواب ذکر اللہ میں مشغول ہیں۔

سبحان اللہ کہ عارفوں کا جسم آرام کرتا ہے لیکن دل نہیں سوتا کیونکہ جس کا دل عشق سے زندہ ہو جائے اس پر ورود اجل بھی محض شائباً ہی ہوتا ہے چہ جائیکہ دل سو جائے حضرت مخدوم العصرؒ کے چہرہ انور کی نوری تابشوں کی ایک اور روایت مزید ملاحظہ ہو۔

ملک شفیع سیالکوٹیؒ نے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک دن حضرت مخدوم العصرؒ میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ یہ غریب خانہ آپ کے ڈیرہ کے لئے تیار کیا تھا۔ نیچے کی منزل میں دو

کمرے آگے پیچھے بنے ہوئے ہیں اور مغرب کی طرف کا کمرہ خاصا لمبا چوڑا ہے اور مشرق کی طرف کا کمرہ چھوٹا ہے۔ دونوں کمروں کے دروازے گلی میں مسجد کے بالمقابل موجود ہیں اور تیسرا دروازہ دونوں کمروں کے درمیان ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ بڑے کمرے میں تشریف فرما تھے اور کافی تعداد میں احباب طریقت آپ کی شرف باریابی پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ نصف شب تک آپ وعظ و تلقین ارشاد فرماتے رہے اس کے بعد محفل برخاست ہو گئی اور احباب اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے۔ آپ کے ساتھ آنے والے دو احباب کی چارپائیاں چھوٹے کمرے میں تھیں۔ مجھے آپ نے ارشاد فرمایا "میں نے ابھی نماز ادا کرنی ہے لیکن تمہیں دیر ہو جائے گی اس لئے تم چراغ بجھا دو اور گھر چلے جاؤ" چنانچہ میں حسب الارشاد چراغ بجھا کر اور دروازے بند کر کے اپنے سکونتی مکان میں آرام کرنے چلا گیا۔

سردی کا موسم تھا جب میں بستر پر لیٹ گیا تو مجھے خیال آیا کہ حضور نے نماز کی ادائیگی کے متعلق فرمایا تھا لیکن میں وضو کے لئے پانی دینا بھول گیا ہوں چنانچہ میں اسی وقت اٹھا اور حمام سے پانی بھر کر چل دیا اور نہایت آہستگی سے چھوٹے کمرے کا بیرونی دروازہ کھولا اور جب میں درمیانی دروازے تک پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ بڑے کمرے کے جنوب مغربی کونے میں مصلے پر نماز ادا کر رہے ہیں اور کمرے میں اتنی روشنی جلوہ گر ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں اور یہ روشنی مغربی کمرے سے نکل کر مشرقی کمرے میں آ رہی تھی۔ ابھی میں آپ کے چہرہ انور سے روشنی نکلنے کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ آپ نے سلام پھیرا۔ آپ نے حسب سنت ارشاد فرمایا "کون ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "حضور میں محمد شفیع ہوں اور میں وضو کے لئے پانی رکھنا بھول گیا تھا اس لئے پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں باوضو تھا اب تم پانی یہاں رکھ کر چلے جاؤ" میں نے حسب الحکم پانی وہاں رکھدیا اور واپس چلا گیا' سبحان اللہ آپ کے نورانی چہرہ کی ضیاء پاشیوں سے کمرہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے صاحبزادگان اور دیگر اہل خانہ نے بارہا آپ کے چہرہ انور کے نورانی جلوے دیکھے۔ حضرت امیر العصرؒ نے بیان فرمایا کہ وہ رات کے وقت اپنے برادر نذیر حسین خاورؒ کے ساتھ لاہور سے گوجرانوالہ رات کے وقت پہنچے اور حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضرت امیر العصرؒ ان دنوں لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے دونوں صاجبزدگان کو آرام کرنے کا حکم دیا چنانچہ حضرت امیر العصر فرماتے ہیں کہ "ابھی ہم دونوں بھائی نیم خوابی کے عالم میں تھے کہ حضرت مخدوم العصرؒ اپنی چارپائی سے اٹھے اور وضو کے لئے باہر تشریف لے جانے لگے ابھی ایک ہی قدم اٹھایا تھا کہ آپؒ کے چہرہ انور سے روشنی ظاہر ہونے لگی جس سے تمام کمرہ جگمگ کرنے لگا۔ ہم لیٹے لیٹے آنکھیں کھول کر مشاہدہ کر رہے تھے۔ آپ نے دروازہ کھولا اور

صحن میں تشریف لے گئے صحن میں جابجا چیزیں بکھری پڑی تھی' آپ ان چیزوں کو دور ہٹاتے ہوئے
نلکا پر پہنچے وضو فرمایا اور واپس تشریف لے آئے دروازہ بند کر دیا اور مصلے پر عبادت میں مشغول ہو
گئے جب تک آپ عبادت میں مشغول رہے ہم جاگتے رہے اور اس نور کا مشاہدہ کرتے رہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو بلند مقام عطا فرمایا تھا ایسا ہی آپ میں ذوق سخاوت
معرفت جلوہ فشاں تھا۔ آپ نے اپنے نیاز مندوں کو بغیر کثرت مجاہدہ کے بلند مقامات روحانیہ عطا
فرمائے اور حضرت فخر انبیاءؐ کے جام عرفاں اویسی نسبت کی جلوہ سامانیوں کے ساتھ اہل اخلاص کو
پیش کیا' جس پر نگاہ کریمانہ کی اس کو تجلیات حق کا مشاہدہ بنا دیا۔ دلوں کو نور یقین اور اذہان کو تابانی
فکر سے منور کر دیا۔ اور صدقہ جاریہ کے طور پر امور شریعت و طریقت کو جب بھی محفل میں عارفانہ
بصیرت کے ساتھ بیان کیا تو نزدیک دور تمام سامعین آپ کی کرامت سے آپ کی آواز سنتے تھے۔
اس دور میں لاؤڈ سپیکر نہیں تھا اور آپ کا انداز بیان تحمل و بردباری کے ساتھ صبغۃ اللہ کا جمال روز
روشن کی طرح آویزاں فرماتا۔ محفل میں نزدیک و دور اصحاب محفل تک ایک طرح سے سماعت کو
آواز پہنچانا تو ہر روز کی کرامت تھی اس کے علاوہ جس ارادت مند نے بھی آپ کو کسی بھی جگہ سے
اور کسی بھی شہر سے پکارا آپ نے اس کی آواز سنی اور سماعت کے سلسلے میں آپ کی کرامت کا
اظہار آپ کے عالم عنفوان شباب ہی میں خدام درگاہ معلیٰ پر ہو چکا تھا جب ایک مرتبہ درگاہ معلیٰ سے
آپ کے والد محترم اور پیر و مرشد حضرت سلطان العصرؒ نے آپ کو اس وقت آواز دی جب آپ
اپنے سسرال میں تھے پورا واقعہ اس طرح سے ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ ایک بار اپنے سسرال علی پور میں تشریف لے گئے۔ رات کو جب کھانا
کھانے لگے تو دو ہی لقمے کھائے ہوں گے اور تیسرا لقمہ ہاتھ میں تھا کہ آپ نے حضرت سلطان العصرؒ
کی آواز سنی کہ "بیٹا بارش ہونے والی ہے میری چارپائی اندر رکھوا دو" چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ
نے والد ماجدؒ کے اس حکم کو سنتے ہی کھانا چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ساس سسر نے پوچھا کہ
"بیٹا کھانا کھاؤ اتنی جلدی کیوں کھانا چھوڑ دیا" آپ نے فرمایا کہ "اب مجھے اجازت دیں کیونکہ میں
گوجرانوالہ واپس جا رہا ہوں" سسرال والوں کے دل میں طرح طرح کے خیال آئے کہ شاید کھانا
پسند نہیں یا گھر والوں سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "نہ تو آپ لوگوں کی کسی
بات سے ناراض ہوں نہ کھانا ناپسند ہے بہر حال آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں گوجرانوالہ پہنچ
جاؤں۔ آپ گھبرائیں نہیں میں صبح پھر واپس آ جاؤں گا" چنانچہ آپ علی پور سے چل پڑے۔

ساون کا مہینہ رات کا وقت اور راستہ بھی انتہائی خراب تھا بہر حال سحری کے وقت ۲۷ میل
کی مسافت طے کر کے حضرت مخدوم العصرؒ بہ امر والد ماجدؒ گوجرانوالہ پہنچ گئے۔ حضرت سلطان العصرؒ
آپ کے منتظر تھے فرمایا بیٹا تم آ گئے ہو؟ عرض کیا "حضور بندہ حاضر ہے" حضرت سلطان العصرؒ نے

فرمایا "میری چارپائی اندر لے چلو" آپ نے چارپائی اندر کمرے میں بچھا دی اور بارش شروع ہو گئی۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے عرض کیا کہ حضور آپ کے پاس درگاہ شریف میں آٹھ دس خدام تھے ان میں سے کسی کو نہ کہا کہ چارپائی اندر رکھوا دیتے، آپ نے مجھے ۲۷ میل سے آواز دی ہے"۔ حضرت سلطان العصرؒ نے ارشاد فرمایا "میں نے اسی کو آواز دینی چاہی تھی جس نے میری آواز (باطنی) سنی تھی۔"

سبحان اللہ حضرت مخدوم العصرؒ نے ۲۷ میل کی مسافت سے اپنے پیر و مرشدؒ کی آواز سنی اور پیر و مرشدؒ نے آواز اس کو دی جس کے ذریعے سے پیر و مرشد کی آواز ایک دنیا کو پہنچنی تھی۔ آواز پر ہی کیا موقوف جس طرح حضرت سلطان العصرؒ روحانی طور پر دور دراز علاقوں میں پہنچ کر طالبان حق کو مشغول بہ ذکر حق کرتے رہے اور کثیر مخلوق خدا کو نعمت سخاوت معرفت میں رجوع الی اللہ کا طریق قادریہ تعلیم فرمایا اسی طرح حضرت مخدوم العصرؒ نے بھی روحانی طور پر بے شمار طالبان حق کو نسبت اویسی کے جلال و جمال کے ذریعے منزل شناس بنایا اس ضمن میں آپ سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا۔ ایک واقعہ نذر قارئین ہے۔

چودھری اللہ دتہ (موضع بڈھا گورایہ تحصیل ڈسکہ) مسجد میں رہتا تھا۔ وضو کے لئے پانی بھرتا اور مسجد کی خدمت میں زندگی گزارتا تھا۔ کئی درویشوں کی صحبت میں ذکر بالجہر کی تعلیم حاصل کی تھی اور کسی کی بیعت نہ کی تھی۔ ایک مرتبہ سردیوں کے موسم میں رات کے وقت وہ مسجد کا دروازہ اندر سے بند کر کے بوقت سحری مشغول ذکر بالجہر تھا کہ حضرت مخدوم العصرؒ مسجد میں تشریف فرما ہوئے حالانکہ سب دروازے اندر سے مقفل تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اللہ دتہ جس طرح تم ذکر کر رہے ہو یہ طریق نہیں ہے ذکر کا طریق میں تمہیں بتاتا ہوں" اللہ دتہ آپ کو دیکھ کر چونک پڑا اور آپ کے چہرہ نورفشاں کو دیکھ کر کہا کہ "حضور فرمایئے"۔ آپ اس کے پاس بیٹھ گئے اور ایک ہی نظر سے اس کے قلب میں اللہ کا ذکر جاری کر دیا اور ذکر کی مداومت کی تلقین فرما کر نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

اللہ دتہ بیان کرتا ہے کہ میں بارہ سال تک اس نورانی صورت کی تلاش میں مختلف جگہوں اور اعراس میں جاتا رہا اور جب کسی درویش کی کسی جگہ آمد کی خبر ملتی ضرور حاضر خدمت ہوتا لیکن وہ صورت نظر نہ آنے کی وجہ سے مایوس واپس لوٹ آتا۔ آخر بارہ سال کے بعد موضع بڈھا گورایہ کے چند آدمی اکٹھے ہو کر مسجد کے پاس سے گذرے تو میں نے ان سے پوچھا کہ تم اکٹھے ہو کر کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم گوجرانوالہ شریف میں اپنے پیرخانے کے سالانہ عرس پر جا رہے ہیں۔ میں نے ان کو کہا "کیا میں بھی تمہارے پیرخانے جا سکتا ہوں؟" انہوں نے کہا کیوں نہیں اگر تم جانا چاہتے ہو تو خوشی سے ہمارے ساتھ جا سکتے ہو چنانچہ میں ان کے ساتھ تیار ہو گیا۔ پہلے وہ سب دوست

مواضع سکھو کے میاں غلام محمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر میاں غلام محمد صاحبؒ کی معیت میں گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب میں دربار شریف پہنچا تو درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کے روضہ اقدس پر فاتحہ خوانی کی پھر حضرت سلطان العصرؒ کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ میں نے دوستوں سے پوچھا کہ تمہارے پیرو مرشد کہاں ہیں اور کون ہیں؟ کسی نے مجھے بتایا کہ حضور دوستوں کے جھرمٹ میں کھڑے ہیں۔ جب ہم سب آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یکے بعد دیگرے دوست دست بوسی کرنے لگے تو میں نے آپ کو پہچان لیا کہ وہ نورانی صورت یہی ہے' میری خوشی کی انتہا نہ رہی لیکن میں نے کسی سے اس بابت بات نہ کی۔ جب عرس مبارک کی تقریب سے فارغ ہوئے تو دوسرے روز علی الصبح میں نے میاں غلام محمد صاحبؒ سکھو کے والوں سے عرض کیا کہ "میں بھی سرکار سے بیعت چاہتا ہوں۔" میاں غلام محمد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر سرکار کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور عرض کیا کہ "حضور یہ دوست آپ کی بیعت میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو بھی اللہ کا نام تلقین فرما دیجئے۔" حضرت مخدوم العصرؒ نے ہلکا سا تبسم فرمایا اور کہا کہ "بیعت کرنی چاہتے ہو تو کر لو لیکن اللہ کا ذکر تو وہی ہے جو میں نے بارہ سال قبل تم کو بڈھا گھورایہ کی مسجد میں سحری کے وقت تلقین کیا تھا" سبحان اللہ کہ آپ نے نور باطنی سے مخلص ذاکر حق کو راہ ہدایت عطا فرمائی انعام پہلے عطا فرمایا اور بیعت بعد میں کیا۔ یہ شان و عظمت عشق رسولؐ اور تجلیات حق سے معمور ہے آپ "گنج عرفاں" میں فرماتے ہیں۔

د دوستی نبیؐ کریم دے تھیں ہووے رب دا خاص لقا یارو
موجودات ساری اسدے نور دے تھیں اس دا نور ہے نور خدا یارو
اوس تے لکھ ہزار درود ہووے عالی اوہ محبوب اللہ یارو
والی امتاں دا حامی مجرماں دا عاشق شافعی روز جزا یارو

مفہوم: نبیؐ کریم کی دوستی سے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی توفیق ملتی ہے کیونکہ تمام مخلوقات آپؐ ہی کے نور سے تخلیق ہوئی ہیں۔ آپؐ کا نور' نور خدائے عظیم ہے۔ آپؐ پر لاکھ ہزار درود و سلام ہو عاشق کی طرف سے کیونکہ آپؐ اللہ کے محبوب اور صاحب خلق عظیم ہیں۔ آپؐ تمام امتوں کے حامی' خطاکاروں کے خطا پوش اور شافع روز جزا ہیں۔

حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت میں نسبت اویسی کی جلوہ افروزیاں ہر ایک رنگ میں ظاہر تھیں۔ حلال و حرام کی وجدانی پہچان' احکامات خداوندی کی ربانی بصیرت' احادیث رسولؐ کی فقہ حنفیہ میں حیثیت اور اس کے علاوہ شعار قادریہ کی ہر طرح سے تشہیر و تبلیغ آپ کے کردار کا عملی پہلو تھا آپ نے شریعت کی روح کو طریقت کے رنگ میں خود بھی اپنایا اور مریدین صادقین کے سیرت و کردار پر بھی شریعت کا رنگ ایسا چڑھایا کہ ان کو بھی شریعت ہی سے طریقت کے تمام اصولوں کو اخذ

کرنے کی بصیرت نورانی عطا فرمائی۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے والد گرامی اور پیر و مرشد حضرت سلطان العصرؒ کی طرح کئی ایک استدراجی عاملوں کو سخت سرزنش فرمائی اور قرار واقعی سزا بھی دی جو مخلوق خدا کو اذیت دیتے تھے اس کے علاوہ ان لوگوں کو بھی راہ ہدایت کی طرف قوت تصرف سے حق آشنا کیا جو لغویات کو مذہب کا جزو تصور کرنے لگے تھے۔ اس سلسلے میں ایک عامل کو سرزنش کرنے کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

موضع اگوچک کا ایک موچی عامل تھا جس نے حضرت سخی احمد یارؒ کے خاندان کے ایک شخص کو حال کھیلانا شروع کرا دیا اور وہ حال کھیل کھیل کر بے حال ہو رہا تھا۔ وہ عامل دعویٰ کرتا تھا کہ اگر کوئی شخص اس کا حال اتارے تو مانوں کیونکہ کوئی اس حال کو توڑ نہیں سکتا۔ اگوچک کے لوگوں نے درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں حاضر ہو کر حضرت مخدوم العصرؒ سے سارا واقعہ بیان کر دیا اور آپ اگوچک روانہ ہو گئے۔ سب سے پہلے آپ نے حسب عادت دربار فخرا نخیاءؒ میں سلام عرض کیا اور پھر پنڈال میں تشریف لائے جہاں بہت سے لوگ جمع تھے اور عامل تکبر میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ آپ نے عامل سے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ "اگر آپ میں طاقت ہے تو آپ اس کا حال توڑ دیں" آپ نے حاضرین سے کہا کہ اگر حال اتار دوں تو اس خبیث عامل کی کیا سزا ہونی چاہئے؟" لوگوں نے کہا کہ "پچاس روپے جرمانہ اور پچاس جوتیاں" چنانچہ آپ نے حال کھیلنے والے کو بہ آواز بلند کہا کہ "فوراً" باہوش و حواس میرے پاس آ جاؤ" آپ کے زبان کی تاثیر سے حال کھیلنے والے کا حال فوراً" ختم ہو گیا اور وہ آپ کے پاس آ گیا۔ چنانچہ آپ نے پاؤں سے جوتا اتارا اور فرمایا کہ "اس خبیث سے پچاس روپے تو میں ہرگز نہ لوں گا" اور پچاس جوتیاں بھرے مجمعے میں اس عامل کو رسید کیں چنانچہ عامل نے پاؤں میں گر کر معافی مانگ لی۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے دور سجادگی میں نہ صرف معاملات تکوینی میں اہل اللہ کی رہبری کی بلکہ معاملات تکوینیہ میں بھی ابرار و اخیار کی پیشوائی کی۔ آپ جس مسند قادریہ پر فائز المرام تھے وہ سربسر نسبت اویسی کے جلال و جمال ہی سے روشن تھی۔ حضرت فخرا نخیاءؒ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت سلطان العصرؒ قطب الاقطاب کی حیثیت سے اہل طریقت کے ہادی و پیشواء تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مخدوم العصرؒ کو بھی قطب الاقطاب کے جلیل القدر منصب روحانی پر فائز فرمایا تھا۔ وقت کے ابدال آپ سے معاملات تکوینی میں آپ سے مشورہ کرتے تھے۔ جب آپ کے روبرو کوئی ابدال آپ سے محو گفتگو ہوتا تو حاضرین کچھ بھی نہ سمجھ سکتے کہ کیا گفتگو ہو رہی ہے اس گفتگو میں بعض جملے مریدین کاملین کی سمجھ میں آ جاتے اور زیادہ گفتگو کا مافی الضمیر ان سے بھی پوشیدہ رہتا۔

سائیں نور دینؒ نے بیان کیا کہ حضرت مخدوم العصرؒ لاہور میں احباب طریقت کے ساتھ محفل میں رونق افروز تھے کہ دو آدمی جنہیں ہم میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا آپ کی ملاقات کے لئے آئے

اور السلام علیکم اور مصافحہ کے بعد آپ کے نزدیک بیٹھ گئے اور راز دارانہ گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد ایک شخص نے آئندہ زمانے کے متعلق حضورؒ سے دریافت کیا اور آپ نے آئندہ زمانے کے حالات بیان کرنا شروع کر دیئے اور صرف آخری جملے ہماری سمجھ میں آئے کہ آپ فرما رہے تھے کہ "دوستو اب خزاں کا وقت آ رہا ہے اور تمام اچھی باتیں دنیا سے آہستہ آہستہ اس طرح مفقود ہو جائیں گی جس طرح کہر سورج کی گرمی سے ناپید ہو جاتی ہے"۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ حضور یہ آدمی کون تھے اور کہاں سے آئے تھے پہلے تو آپ نے فرمایا کہ "یہ بہت دور سے ملاقات کرنے کے لئے آتے تھے" جب میں نے بہت اصرار کیا تو آپؒ نے بتایا کہ "یہ ابدال وقت تھے۔"

حضرت مخدوم العصرؒ کو اپنے فقر پر فخر تھا کہ فقر پر فخر سنت رسولؐ ہے اور آپ نے تو اپنے لئے تخلص بھی عاشق اختیار کیا کیونکہ آپ مادر زاد ولی اللہ اور عاشق حق تھے۔ آپ کی بے شمار ایسی کرامات لوگوں کی زبانوں پر ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر ضخیم جمع ہو جائے مثلاً" مختلف مقامات پر ایک ہی وقت پر بہت سے لوگوں سے آپ کا ملاقات کرنا' ارادت مندوں کو رہنمائی کے لئے یا کسی خاص پریشانی سے بچانے کے لئے ظاہر ہو جانا اور رہنمائی کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہو جانا' بے شمار حجاج کا آپ کو حرم کعبہ اور مسجد نبویؐ میں محو نماز دیکھنا' عازمین حج کی اس طرح رہنمائی کرنا کہ تمام مقامات کا مشاہدہ قبل از سفر حج کرا دینا' سیالکوٹ کے مریدین سے رخصت لے کر چلنا اور بعد ازاں روحانی پرواز کر کے چند لمحوں میں گوجرانوالہ پہنچ جانا وغیرہ ایسے کثیر واقعات ہیں کہ جو آپ کے وجود اقدس کا سراپا کرامت ہونا روز روشن کی طرح واضح کرتے ہیں بقول حضرت مخدوم العصرؒ۔

یہ شکلِ آب و گل ہے یہ آب و گل نہیں ہے
میں ہوں لطیف اس میں جا پوچھ عارفاں سے

حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے عرصہ سجادگی میں عارفانہ بصیرت سے لاتعداد غیر مسلموں کو نعمت عرفان بخشی۔ ایک واقعہ ہے کہ ہندوستان کے علاقہ صوبہ سی پی کے علاقہ جبل پور شہر سے آٹھ میل دور موضع نسر میں ایک ہندو جوگی باوا گیا پرشاد رہتا تھا۔ جو ہندوانہ طریق ریاضت میں نہایت پختہ اور نہایت عابد زاہد تصور کیا جاتا تھا اس کی ساری زندگی سخت تپسیا اور مجاہدے میں گذری تھی اور ناگپور' جبل پور اور دیگر بہت سے شہروں میں اس کی شہرت سوامی گورو اور اوتار کی حیثیت سے عام تھی۔ حضرت مخدوم العصرؒ کا ایک اہل ارادت ملک محمد شفیع اور باوا گیا پرشاد میں اکثر گفتگو رہتی تھی۔ ایک رات ملک محمد شفیع اپنے گھوڑے پر کپڑا لادے باوا گیا پرشاد کے ڈیرے پر نصف شب کے قریب پہنچا۔ ڈیرے پر کوئی آدمی نہیں تھا۔ صرف ایک چارپائی پڑی تھی۔ ملک محمد شفیع نے گھوڑے سے کپڑا اتارا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ ابھی آنکھ ہی لگی تھی کہ باوا گیا پرشاد اپنے ساتھ گھر سے حلوہ پوڑی

تیار کروا کر ڈیرے پر آیا اور ملک محمد شفیع کو جگایا اور کہا "یہ کھانا کھالو"۔ ملک محمد شفیع نے باوا گیا پرشاد کو دیکھ کر کہا کہ "باوا صاحب رات کے دو بجے آپ نے کھانے کا تکلف کیوں کیا ہے"۔ باوا صاحب نے کہا "پہلے کھانا کھالو پھر سب بات بتائے دیتا ہوں" ملک کھانا کھانے لگا اور باوا صاحب نے یوں بیان کیا کہ "میں اپنے بستر پر محو خواب تھا کہ ایک بزرگ ہستی نے مجھے جنجھوڑ کر جگایا اور فرمایا "گیا پرشاد جاگو تمہارے ڈیرے پر ایک مسافر چارپائی پر بھوکا سو رہا ہے اس کے کھانے کا فوراً بندوبست کرو" میں چونکہ غنودگی میں تھا دوبارہ سو گیا مجھے پھر اس بزرگ ہستی نے کان سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے پھر دوبارہ یہی ارشاد فرمایا تو میں گھبرا کر اٹھا اور بیوی کو جگایا اور کھانا تیار کروا کر تمہاری خدمت میں پیش ہو گیا" چنانچہ ملک محمد شفیع کھانا کھانے کے بعد سو گیا اور باوا پرشاد اپنے گھر چلا گیا۔ دوسرے روز علی الصبح جب باوا گیا پرشاد دوبارہ ڈیرے پر آیا تو ملک شفیع نے اس بزرگ ہستی کے حلیہ کے متعلق دریافت کیا۔ باوا نے جو حلیہ بیان کیا وہ حضرت مخدوم العصرؒ کا حلیہ تھا۔ ملک محمد شفیع نے کہا کہ "یہ حلیہ تو میرے قبلہ و کعبہ پیر و مرشد کا آپ نے بیان فرمایا ہے" باوا نے حضرت مخدوم العصرؒ کی زیارت و ملاقات کی درخواست کی چنانچہ ایک دن ملک اور باوا دونوں حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں گوجرانوالہ حاضر ہوئے۔ باوا گیا پرشاد نے درگاہ معلیٰ کے اندر آتے ہی جب حضرت مخدوم العصرؒ کے چہرہ انور پر نظر کی تو فوراً پہچان لیا اور کہا "ملک صاحب یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اس رات مجھے جگایا تھا۔" اس کے بعد باوا نے حضرت مخدوم العصرؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے باوا کو بیعت میں قبول فرمایا اور ارکان اسلام اور درود شریف خضری باوضو پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

باوا صاحبؒ کے اسلام قبول کرنے سے ان کے بہت سے شاگردوں نے بھی راہ ہدایت حاصل کی اور ان کے ڈیرے پر خلق خدا بہت کثرت سے آنے لگی باوا صاحبؒ کو ایسا مقام حاصل ہو گیا کہ جس مریض کی طرف دیکھتے یا درود شریف پڑھ کر دم کرتے وہ اسی وقت شفایاب ہو جاتا اور کبھی بھی نامراد اور مایوس واپس نہ جاتا۔ اگر معاملات روحانیہ میں کوئی مشکل پیش آتی تو باوا دست بستہ مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بہ آواز بلند عرض کرتا کہ "اے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم میں تیرا ایک ادنیٰ غلام ہوں اس سائل کی مشکل حل کر دے" ایسا کہنے سے وہ مشکل فوراً دور ہو جاتی۔ باوا سے لاکھوں لوگوں کو فیض حاصل ہوا۔ جب باوا کا انتقال ہوا تو ان کے اہل خاندان نے صندل کی لکڑیوں پر ان کو رکھ کر چتا جلائی لیکن باوا کا جسم آگ نہ جلا سکی چنانچہ ملک شفیع اور دیگر باوا کے خاص شاگردوں نے اہل خاندان کو باوا کے خفیہ مسلمان ہو جانے کی حقیقت واضح کر دی۔ اس موقع پر ملک محمد شفیع نے کہا کہ "باوا صاحبؒ کے جسم کو کبھی بھی آگ نہیں جلا سکتی کیونکہ ان کے جسم کے ہر روئیں میں درود شریف کے انوار سرایت کر چکے ہیں درحقیقت وہ مسلمان ہو چکے تھے" چنانچہ

مسلمانوں نے باوا صاحب" کو نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دفن کر دیا۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے تبلیغ اسلام اور عقائد راسخہ کے سلسلے میں اپنی ذات باکرامات سے جو جلوہ ہائے رنگ رنگ پیدا کیا اس کو "حضرت مخدوم العصرؒ بحیثیت مبلغ اسلام" میں بیان کیا گیا ہے مذکورہ بالا واقعہ یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ حضرت مخدوم العصرؒ کے فیضان نگاہ سے باوا گیا پر شاد کو عشق رسولؐ میں اعلیٰ مقام حاصل ہوا تھا جو حضرت مخدوم العصرؒ کی اویسی نسبت کی تجلیات سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت و کردار اور تربیت مریدین میں جذبہ عشق حق بنیادی اہمیت رکھتا ہے آپ کی ساری زندگی عشق الٰہی اور محبت رسولؐ سے سرشار ہے اور اس مقدس عشق کی تجلیات آپ کے اردو اور پنجابی نعتیہ و حمدیہ کلام میں اس شان سے جلوہ نما ہیں کہ دل و نگاہ کو منزل حقیقی کی طرف مائل کر کے جلوہ ہائے نور میں مستغرق کرتی ہیں۔

آپ کے حمدیہ کلام میں ایک ایسا نطق گنجینہ عرفان ہے جو عاشق ذوالجلال والاکرم کے عرفان حق کی تعبیر ہے اور آپ کے نعتیہ کلام میں مقام مصطفیٰؐ کی نورانی کرنیں قلب و نگاہ کو حضور بارگاہ نبوت کی شادمانی سے معمور کر کے لحہ فکریہ سے آشنا کرتی ہیں اس کے علاوہ آپ کا دیگر کلام معرفت حق کے شمس تاباں سے دمک رہا ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے عارفانہ شعور سے فیض حاصل کرنے والوں میں ایک کثیر تعداد ان دانشوروں کی ہے جنہوں نے برصغیر کی تاریخ میں علمی و ثقافتی اور سماجی لحاظ سے گراں قدر خدمات انجام دیں، شوکت اسلام اور ناموس اولیائے کرامؒ کے لئے جان و دل قربان کئے۔ یہ سراسر معجزہ عشق الٰہی تھا کہ حضرت مخدوم العصرؒ سے گفتگو کا شرف حاصل کرنے والے ساری زندگی آپ کے الفاظ و کلمات کی تاثیر اپنے قلب و روح میں محسوس کرتے رہتے۔ آپ کی شخصیت سربسر رحمت خداوندی کا سایہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عنایات کو حاصل کرنے کے لئے وسیلہ طریقت ہے۔

حضرتِ خواجہ کریم اللہ کریم ابن الکریم
جلوۂ نورِ خدا طورِ شرافت را کلیم
قادری حنفی بہارِ بوستانِ شرع ودین
تا قیامت باد بروے رحمتِ ذاتِ قدیم

حضرت مخدوم العصرؒ بحیثیت مبلغِ اسلام

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ علوم ظاہریہ میں بے مثال علوم باطنیہ میں لازوال اور عصری آویزشوں سے نمٹنے میں باکمال تھے۔ علوم ظاہریہ میں آپ کا تبحر علمی ایسی شان و عظمت رکھتا تھا کہ علمائے عصر دقیق ترین مسائل کی توضیح میں آپ کو فقہ حنفیہ میں سند و حجت تسلیم کرتے تھے۔ علوم ظاہریہ میں آپ کے استاد مکرم حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ سجادہ نشین درگاہ قادریہ نوریہ (بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ) اکثر اس امر کا اظہار کیا کرتے تھے کہ ان کے شاگردوں میں کوئی بھی خواجہ محمد کریم اللہ جیسے تبحر علمی کو نہیں پہنچا۔

حضرت مخدوم العصرؒ ایسا بلند نصیب لے کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے کہ آپ کے علوم ظاہریہ کی تحصیل مکتب کے ساتھ ساتھ بطریقہ اویسی اولیائے عظامؒ نے فرمائی۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ، حضرت غوث الاعظمؓ حضرت میاں میرؒ حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ اور حضرت غوث العصرؒ نے بارہا مختلف مسائل علم ظاہریہ میں بھی آپ کو درس دیا چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ کا عالم بے بدل اور فقیہ روزگار بن کر ابھرنا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مخدوم العصرؒ کو علم ظاہری و باطنی کے جملہ کمالات میں بے نظیر بے مثل بنانے کے سامان اس لئے مہیا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مخدوم العصرؒ سے اپنے محبوب نبی حضرت محمدؐ مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت کی رہنمائی کا کام لینا چاہتا تھا اور اپنے اس عاشق صادق سے فروغ اسلام کے نئے افق روشن

کرنا چاہتا تھا۔ سبحان اللہ حضرت مخدوم العصرؒ نے عالم با عمل اور صوفی حق پرست بن کر فتنہ پردازوں کو تاریخی شکست سے دوچار کیا اور معارف قرآن و سنت اور اولیاء اللہ کے آثار و معتقدات کو اسی طرح بیان کیا جس طرح اہل سنت و جماعت کے جلیل القدر علمائے حق نے بیان کیا ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ طبعی لحاظ سے عاشق ذوالجلال والاکرام تھے۔ بحث و تکرار، مناظرہ و مجادلہ اور جلسوں میں شوق خطابت سے آپ کو قطعی مناسبت نہ تھی لیکن جب طاغوتیت کی طرف سے کوئی چیلنج ہوتا تو آپ شاہباز کی طرح پہنچتے اور حق و باطل میں ایسا امتیاز فرماتے کہ وہ مناظرہ لوگ برسوں یاد کرتے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار تاریخی مناظروں میں طاغوتیت کو اس کا انجام دکھایا۔ آپ کی ذات باکرامات نے عقائد اہلسنت و جماعت کو روز روشن کی طرح واضح فرمایا ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ کا حلقہ اثر نہ صرف پنجاب میں تھا بلکہ برصغیر کے کئی بڑے بڑے شہروں میں درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ کے خلفاء کی وساطت سے آپ کی حکیمانہ تعلیمات پر عمل کیا جاتا تھا آپ نے کسی قسم کی سیاسی تحریک کا اجراء مناسب نہ سمجھا کیونکہ آپ ایک صوفی کامل تھے۔ آپ کا تعلق ایک عظیم روحانی خانوادے سے تھا۔ سیاسی تحریکیں اچھی ہوں یا بری ان کا دائرہ کار یک رخ اور عارضی نوعیت کی دوستی و دشمنی سے ہوتا ہے۔ آپ نے عوام الناس کو بغیر تفریق رنگ و نسل و زبان و مذہب امن کی تلقین کی اور ہر انسان کو بحیثیت انسان کے قابل احترام قرار دیا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے ارشادات برصغیر کے کونے کونے تک پہنچے اور وہ تمام لوگ جن کے دلوں میں یہ پیغامات اثر کر گئے انہوں نے اپنے آپ کو فتنہ پردازی سے بچایا اور خون خرابے کی کاروائیوں سے اپنے آپ کو الگ کر لیا۔ آپ کی تصنیف "گنج عرفاں" جو ابھی شائع نہیں ہوئی تھی اس کی قلمی نقول دور دور تک پہنچیں اور اہل ارادت نے اس حکیمانہ و عارفانہ کتاب کے مضامین و معارف کو دیگر علاقائی زبانوں میں بیان کیا۔ آپ کے عارفانہ استدلال کی یہ زندہ کرامت ہے کہ بے شمار لوگ جو کسی نہ کسی طرح سے فرنگی کے پھیلائے ہوئے جال میں الجھ چکے تھے آپ کی زیارت کے لئے پنجاب آتے اور آپ کے حکیمانہ ارشادات کو جواہر و مروارید سمجھ کر اپنے دل میں بساتے اور امن و امان کے عہد و پیمان کرتے۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے بارہا کئی ایک مقامات پر وہابیوں خارجیوں کو دندان شکن شکست سے دوچار کیا لیکن آپ کے جلال میں بھی جمال ہوتا تھا کیونکہ آپ کو ذاتی دشمنی کسی سے نہ تھی۔ جب مخالف عاجز آ جاتا تو آپ درگزر کرتے۔ اس سلسلے میں ایک منتخب واقعہ یوں ہے کہ سیالکوٹ چھاؤنی کی ایک مسجد میں ایک بد عقیدہ مولوی نے اہلسنت و الجماعت کے عقائد پر اعتراضات کرنے کی ذمہ داری سنبھال رکھی تھی۔ وہ مولوی خارجی نظریات کی تبلیغ میں اہانت رسولؐ اور اولیائے کرامؒ پر گھٹیا الزامات کا مرتکب تھا جس وجہ سے علاقہ کے اہل اخلاص کی سخت دل آزاری ہوتی تھی۔ وہ

مولوی اپنی خباثت باطنی اور خارجی فتنہ سامانی کی بدترین مثال تھا اور ہر طرح سے امن عامہ کا دشمن ثابت ہوا تھا۔ اس مولوی سے جب اہل علاقہ سخت تنگ آ گئے تو انہوں نے اس سے کہا کہ "ہم تمہارے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتے انشاء اللہ حضرت مخدوم العصرؒ جب تشریف لائیں گے تو ہم ان سے عرض کریں گے کیونکہ وہ مذہب الحقیقت اہلسنت و الجماعت کے دشمنوں کو نکیل ڈالنا خوب جانتے ہیں۔"

جب حضرت مخدوم العصرؒ ایک روز سیالکوٹ تشریف لائے تو اہل علاقہ اور اہل ارادت نے اس معاملہ کو آپ کے سامنے بیان فرمایا۔ اسی اثناء میں وہ بدعقیدہ مولوی قرآن پاک ساتھ لئے آ گیا اور اہلسنت کے اس عقیدے کے خلاف بیان کرنا شروع کیا کہ اہلسنت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مظہر ذات خدا کیوں کہتے ہیں؟ اس کے علاوہ دیگر خارجی نظریات کی حمایت میں زور شور کے ساتھ تقریر شروع کر دی اور اولیائے کرامؒ اور صوفیائے عظامؒ کی شان میں گستاخی میں دلیر ہو گیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے نہایت تحمل اور بردباری سے قرآن و حدیث سے اہلسنت والجماعت کے عقائد کی وضاحت پیش کی اور شان نبی آخر زماں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر ذات خدا ہونا ثابت کر دیا۔ جب وہ بدعقیدہ مولوی ہر طرحؐ سے لاجواب ہو گیا تو اس کی خباثت یوں ظاہر ہوئی کہ اس کی باچھوں سے جھاگ نکلنے لگی اور غصے سے بے قابو ہو کر قرآن پاک کے اوراق کو جلدی جلدی الٹنے پلٹنے لگا تاکہ کوئی اور دلیل مل سکے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اس مولوی کو قرآن حکیم کے آداب سمجھائے کہ وہ قرآن کے صفحات کو اس جلدی اور غصے کی حالت میں پھڑ پھڑانے سے گریز کرے لیکن اس بدعقیدہ مولوی کی عقل غصے اور عناد کے جہنم میں پہنچ چکی تھی' وہ بدستور قرآن حکیم کے صفحات کو اسی طرح بے ادبی کے ساتھ پھڑ پھڑاتا رہا اور کوئی دلیل تلاش کرتا رہا اور نہایت غصے سے آیت لیس کمثلہ شی کی تکرار شروع کر دی۔

حضرت مخدوم العصرنے فرمایا کہ حضورؐ کا مظہر ذات خدا ہونا اس آیت کے متضاد نہیں یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے "کون ہے تم میں مجھ جیسا" لیکن وہ مولوی خارجی نظریات پر بضد رہا یعنی حضورؐ اسی طرح بشر ہیں جس طرح ہم سب لوگ ہیں (معاذ اللہ) حضرت مخدوم العصرؒ نے نہایت تحمل سے اس کو کہا کہ "اس آیت کے آگے بھی پڑھ کیا تمہیں گولی لگ گئی ہے؟" حضرت مخدوم العصرؒ کی زبان حق ترجمان سے ان الفاظ کا ادا ہونا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس اہانت رسولؐ کرنے والے بدعقیدہ مولوی کی زبان بند کر دی اور اسی وقت گونگا ہو گیا چنانچہ اسی وقت اس پر خوف طاری ہو گیا اور اس نے قرآن پاک کے صفحات کو پھڑ پھڑانے سے ہاتھ روک لیا اور قرآن پاک ایک طرف رکھ کر منہ کے بل حضرت مخدوم العصرؒ کے قدموں میں گر گیا اور گونگوں کی طرح رونا چلانا شروع کر دیا اور معافی مانگنے لگا چنانچہ آپ نے اس پر نگاہ کرم کی اور اس کے لئے استغفار کیا تو اسی وقت اس کی

زبان کھل گئی اور وہ بولنے لگا اس نے کانوں کو ہاتھ لگا کر وہابی مولویوں کے خارجی نظریات پر لعنت کی اور خود توبہ کر کے اہلسنّت والجماعت کے مذہب کی حقانیت کا بہ آواز بلند اقرار کیا اس کے بعد اس نے حضرت مخدوم العصرؒ سے گزارش کی کہ آپ اس کو بیعت میں قبول فرما کر اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیں چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ نے شان کریمی کا اظہار کرتے ہوئے اس کو بیعت کر لیا اور ذکر و فکر کی تلقین کی۔

حضرت مخدوم العصرؒ کا طریق تخاطب کبھی معاندانہ نہ ہوتا تھا بلکہ آپ کی نگاہ حق تعالیٰ کی طرف اور وما علینا الاالبلاغ المبین کی آیہ شریفہ کی طرف رہتی اور بارگاہ حق سے امیدوار شرح صدر رہتے کہ اللہ تعالیٰ جب تک نہ چاہے کسی کا سینہ حق کی طرف نہیں کھلتا حضرت مخدوم العصرؒ اپنی عالمانہ ذمہ داری عارفانہ تجلیات کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے جہاں بہت سے بدعقیدہ خارجیوں کی اصلاح میں من اللہ کامیابی حاصل کی وہاں شیعہ حضرات کی غلط فہمیوں کو بھی دور کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے دور میں بعض نیم وہابی گروہوں نے اہل سنت سے شکست کھا کر خود بھی اہلسنّت کہلانا شروع کر دیا لیکن ان کے نظریات و خیالات وہی خارجی ہی ہوتے تھے۔ اپنے آپ کو اہل سنت بھی کہتے اور ساتھ ساتھ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے وسیلے اور اولیاء اللہ کے مقام کے منکر ہی رہتے۔ وہابیوں کی اس چال نے شیعہ حضرات میں اہلسنّت کی طرف سے بہت غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں۔ اگرچہ اہلسنّت کے بعد جو پہلا گروہ برصغیر میں وارد ہوا وہ شیعہ تھے چونکہ اہلسنّت و جماعت اور شیعہ حضرات میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی عقیدت مشترکہ حقیقت تھی اس لئے اختلافات کے باوجود فتنہ و فساد کی نوبت نہ آتی تھی۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے پاس جب بھی کوئی شیعہ عالم اہلسنّت کے اصل عقائد کے ضمنی معاملات جاننے کے لئے آتا تو آپ اہل سنت و جماعت کے اصل عقائد سے آگاہ کر کے راہ اعتدال کی تلقین کرتے۔ ایک واقعہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے قریب محلّہ نورباوا کے قاضی محمد عالم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں درگاہ شریف میں گیا تو حضرت مخدوم العصرؒ کے پاس ایک شیعہ عالم آپ سے مناظرہ کے لئے بیٹھا ہوا تھا وہاں اور احباب بھی موجود تھے۔ سلسلہ گفتگو شروع ہوا سوال و جواب ہوتے رہے اور آپ اس کے ہر سوال کا دندان شکن جواب دیتے رہے لیکن آپ کے سامنے وہ شیعہ عالم بے بس نظر آتا تھا لیکن پھر بھی اپنی بات پر مصر تھا۔ آپ اس کو بار بار مذہب الحقیقت کی حقانیت واضح فرماتے لیکن وہ شیعہ عالم مزید سوالات کرنا چاہتا تھا۔ میں اسی دوران میں بیچ میں بول پڑا اور ان شیعہ عالم سے مخاطب ہو کر کہا کہ "مولوی صاحب آپ سرکار کے سمجھانے کے باوجود نہیں سمجھتے؟" میرے اس دخل در معقولات سے حضرت مخدوم العصرؒ ناراض ہوئے اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ "تم چپ نہیں رہ سکتے؟ عالموں کے مسائل میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے۔ خاموشی سے

ہر بات سنتے رہو" چنانچہ اسی وقت میری زبان بند ہو گئی اور مناظرہ پھر جاری ہو گیا یہاں تک کہ وہ شیعہ عالم آپ کے جوابات سے مطمئن ہو گیا اور اس پر مذہب الحقیقت اہلسنت والجماعت کی حقانیت واضح ہو گئی چنانچہ مولوی صاحب نے سر تسلیم خم کیا اور اپنے عقائد سے توبہ کی اور اہلسنت و جماعت کا سچا اور پکا طالب بننے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گیا اہل محفل اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب میں گھر گیا تو مجھ سے گفتگو نہ ہو سکی اور پندرہ روز تک میری یہی حالت رہی آخر کار میں آپ کے قدموں میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے پانی دم کر کے مجھے پلایا تو میری زبان کھل گئی اور میں باتیں کرنے لگا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ "حضور جب مجھے آپ نے چپ رہنے کو کہا تھا اس روز میں تو گفتگو سے عاجز آ گیا تھا اور اب آپ کی نظر کرم سے گفتگو کرنے لگا ہوں پیر کامل قادر است بر لفظ کن"۔ مذکورہ بالا واقعہ سے یہ حقیقت ظاہر ہے کہ وہ علماء جو اپنے علم میں راسخ ہوں ان کی بحث نتیجہ خیز رہتی ہے اور فتنہ و فساد کی نوبت نہیں آتی بلکہ باہمی کدورتیں معدوم ہو جاتی ہیں جب کم علم رکھنے والے نازک دینی معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں تو اس کا سارا نقصان عوام الناس کو پہنچتا ہے۔ علمائے راسخہ کے اختلاف کو ہی رحمت قرار دیا گیا ہے جس کا نتیجہ مثبت نکلتا ہے۔ اسلام وہ دین ہے جو دلوں کو توڑتا نہیں بلکہ دلوں کو جوڑتا ہے اور اول آخر امن ' دوستی ' صلح کل اور حقیقت کے اعتراف کی دعوت دیتا ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ بحیثیت ایک عالم دین اپنے عہد کے تمام فتنوں سے آگاہ تھے اور ہر فتنے کا علاج آپ کے پاس موجود رہتا تھا۔ تفسیر قرآن بالقرآن اور شرح الحدیث بالحدیث میں آپ کو کمال حاصل تھا اور تفسیر قرآن بالحدیث اور شرح اقوال عارفین بالحدیث کی وضاحت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور جب مخاطب علمی و تحقیقی معاملے میں صفر ہوتا تو آپ خدائی فیصلہ کی دعوت بے محابا پیش کر دیتے۔ آپ کی کرامتوں کا شہرہ آپ کی زندگی ہی میں ہو چکا تھا اور علمی و تحقیقی وسعت کی شہرت دور دور تک تھی چنانچہ آپ کے پاس اختلافی مسائل جاننے والے بھی آتے اور ایسے لوگ بھی آ جاتے جن کا مقصد صرف یہ ہوتا کہ معلوم کریں کہ یہ درویش درگاہ معلیٰ کن اصولوں سے استدلال کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک مناظر کا ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ عبداللہ روپڑی کا ایک شاگرد دہلی سے آپ سے بحث کرنے کے لئے آیا۔ ابتدا میں گفتگو قرآن پاک اور حدیث رسولؐ اور دیگر مسائل فقہ کے باب میں ہوتی رہی اور پھر تفسیر قرآن کے حوالے سے گفتگو کا آغاز ہوا۔ وہ مولوی اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا تھا جو کہ وہابیوں ہی کی ایک شاخ ہے۔ وہ مولوی جو سوال بھی کرتا حضرت مخدوم العصرؒ اس کا شافی جواب امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کے عین مطابق دیتے اور جب آپ اس سے کوئی سوال کرتے تو وہ بغلیں جھانکنے لگتا۔ چند دیگر احباب ارادت مثلاً" پیر

سید محمد حفیظ اللہؒ اور ڈاکٹر فقیرؒ محمد فقیر بھی اس گفتگو کو سماعت کر رہے تھے اور حضرت امیر العصرؒ بھی موجود تھے۔ دو دن گفتگو جاری رہی جب تیسرا روز آیا تو عقلی دلائل کا آغاز منطقی انداز میں ہوا جب وہ مولوی کسی طرح سے بھی اہلسنّت و الجماعت پر اعتراض کرنے سے باز نہ آیا تو حضرت مخدوم العصرؒ نے اس سے ارشاد فرمایا "تم قرآن پاک کے ترجمہ کو عین قرآن سمجھتے ہو یا غیر قرآن" مولوی حسب الاستعداد کوئی جواب نہ دے سکا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے فرمایا کہ "اگر تم ترجمہ کو عین قرآن سمجھتے ہو تو غلط سمجھتے ہو کیونکہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا ہے انا انزلنہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون (بے شک ہم نے قرآن پاک عربی زبان میں نازل فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ سکو) اور اگر تم اس کو غیر قرآن سمجھتے ہو تو قرآن پاک کی تفہیم کے لئے غیر قرآن کا استعمال جائز ہوا اور جب غیر قرآن کا استعمال جائز ہوا تو حدیث رسولؐ پھر کس طرح ناجائز ہوئی؟" لیکن مولوی اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔

دوپہر کے وقت جب اہل خانہ نے کھانا پکانے کے لئے تنور اچھی طرح جلایا ہوا تھا اور آگ کے شعلے تنور سے باہر آنے لگے تو حضرت مخدوم العصرؒ اس مولوی کو لے کر مع دیگر احباب کے کمرے سے نکل کر تنور کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت مخدوم العصر نے اس مولوی کو مخاطب کر کے فرمایا "مولوی صاحب اب میں اور آپ خدا سے فیصلہ چاہتے ہیں (جس کا غلبہ ہر چیز پر ہے) تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ میرا مذہب اہلسنّت و جماعت سچا ہے یا تمہارا" مولوی نے کہا کہ "کس طرح" آپ نے فرمایا کہ "تنور میں آگ کے شعلوں کو دیکھ رہے ہو؟ تم بھی اس میں ہاتھ ڈال دو اور میں بھی اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیتا ہوں جس کے ہاتھ کا ایک بال بھی جل جائے وہ جھوٹا ہو گا"۔ مولوی گھبرا گیا اور گھبرا کر کہنے لگا "آگ کا فعل تو جلانا ہی ہے" (گویا مولوی نے آگ کے جلانے کے فعل کو قائم بالذات مان کر آگ کو خدا مان لیا) حضرت مخدوم العصرؒ نے اس کم عقل اور بد عقیدہ مولوی کو قرآن پاک سے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "سچے لوگوں کو آگ نہیں جلا سکتی" لیکن مولوی نے آگ میں ہاتھ رکھنے سے انکار کر دیا گویا وہ آگ پر خدا کے غلبے کا منکر ہو گیا تھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنا دایاں بازو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا اور پندرہ منٹ تک رکھا پھر ہاتھ نکال کر مولوی اور حاضرین کو دکھایا۔ آگ آپ کے ہاتھ اور بازو کا ایک بال بھی نہ جلا سکی۔ مولوی نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو سخت پریشان ہوا اور اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر لی اور آپ کے ہاتھ پر مذہب الحقیقت اہلسنّت و جماعت کی صداقت پر بیعت کر لی۔

رومیؒ وقت جامیؒ دوراں شہ کریم اللہ جلوۂ رحمان
عالمِ بے مثال عارفِ حق رونق افزائے سیرتِ قرآن

ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔

سیالکوٹ میں مولوی میر محمد ابراہیم سیالکوٹی جمیعت اہل حدیث کے صدر تھے۔ ان کے چند معتقد ٹبہ گگے زیاں میں بھی رہتے تھے اور ٹبہ گگے زیاں میں حضرت مخدوم العصرؒ کے احباب کی بھی کثرت تھی اور سیالکوٹ میں آپ اکثر وہاں ٹھہرتے تھے۔ آپ جب بھی وہاں رونق افروز ہوتے احباب طریقت بڑی کثرت سے حاضر خدمت ہوتے۔ اس وجہ سے مولوی ابراہیم سیالکوٹی کے پاس حضرت مخدوم العصرؒ کے علم و فضل کے تذکرے پہنچتے رہتے تھے جس سے اہل حدیث کو اکثر پرخاش رہتی تھی چنانچہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی آپ سے مناظرہ کی غرض سے وقت مقرر کر کے آ گئے اور مختلف موضوعات پر مناظرہ ہوا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے دندان شکن جواب کے سامنے اہل حدیث کی خوب سبکی ہوئی اور مولوی ابراہیم کی عقل کے سارے خانے خالی ہو گئے چنانچہ کسی اور روز ملاقات کا کہہ کر راہ فرار اختیار کیا۔

دو چار مہینوں کے بعد جب ایک بار پھر اہل ارادت کے ہاں حضرت مخدوم العصرؒ جلوہ افروز تھے تو مولوی ابراہیم کو اطلاع ملی چنانچہ انہوں نے سخت تیاری شروع کی اور عقلی و نقلی مسائل اور خارجی منطق سے لیس ہو کر آ گئے لیکن ایک بار پھر مولوی صاحبؒ چاروں خانے چت رہے اور کسی اور دن ملاقات کا کہہ کر رفو چکر ہو گئے۔ اسی وقت فقیہہ اعظم مولوی محمد شریف صاحبؒ (کوٹلی لوہاراں والے) بھی حضرت مخدوم العصرؒ سے ملاقات کے لئے شریک محفل تھے اور مناظرے کی وجہ سے لوگ بہت کثرت کے ساتھ موجود تھے چنانچہ حاضرین سے حضرت مخدوم العصرؒ اور مولوی شریف صاحبؒ نے مسلک اہلسنت و جماعت کی حقانیت کے حوالے سے خطاب فرمایا کیونکہ علاقہ کی اکثریت اہلسنت و جماعت تھی اور وہابی و اہل حدیث مولویوں کے طعن و تشنیع سے سخت دل زار تھی اس بابرکت اجتماع اہلسنت و جماعت نے اپنے مسلک کی حقانیت کے علمی و عقلی و منطقی و برہانی و روحانی فضائل سے آگاہی حاصل کی اور حاضرین پر گمراہ فرقوں کی گمراہی عقلی لحاظ سے بھی واضح ہو گئی۔

چند ایک روز کے بعد آپ کے ارادت مند منشی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ظفر احمدؒ کی شادی تھی چنانچہ انہوں نے بہ اصرار بسیار آپ کو شادی میں شرکت پر رضامند فرمایا۔ جب بارات کی روانگی کا وقت آیا تو منشی صاحب نے حضرت مخدوم العصرؒ کو بوسکی کی قمیض پیش کی۔ ہر چند کہ آپ نے انکار کیا لیکن اہل خانہ کے اصرار بسیار کے بعد آپ نے یہ سوچ کر کہ اس شادی کے موقع پر اہل خانہ کی دل آزاری نہ ہو وہ بوسکی کی قمیض پہن لی۔ جیسے ہی آپ بوسکی کی قمیض پہن کر شریک محفل ہوئے مولوی ابراہیم سیالکوٹی کے کارندے اس کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ آج آپ کے حریف نے بوسکی کا جوڑا پہنا ہوا ہے اس لئے آج آپ مناظرہ میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اسی اثناء میں بارات چل پڑی اور ٹبہ گگے زیاں کی طرف آ رہی تھی کہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے اسی وقت حضرت مخدوم العصرؒ کو مناظرہ کرنے کے لئے کہا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اس کو سمجھایا کہ میں اس

وقت شادی میں شرکت کی غرض سے بارات میں شامل ہوں پھر کبھی آنا چنانچہ دوسرے دن کا وقت طے ہو گیا۔ دوسرے دن جب مناظرہ شروع ہوا تو مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے آپ کے کل والے لباس پر اعتراض کر دیا اور یہ حدیث پیش کر دی کہ من لبس لباس الحریرۃ فی الدنیا لبس اللہ لباس الذلتہ فی الاخرۃ (جو مرد دنیا میں خالص ریشم کا لباس پہنے گا آخرت میں خدا اسے ذلت کا لباس پہنائے گا) حضرت مخدوم العصرؒ نے مولوی صاحب کو بڑے تحمل سے فرمایا کہ "مولوی صاحب اس کا ترجمہ کیجئے مولوی صاحب نے ترجمہ کیا تو آپ نے فرمایا "یہاں حضورؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبس فرمایا ہے یا یلبس فرمایا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ "لبس فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا "تو اس کا ترجمہ ہے جو کوئی خود پہنے (اپنی خواہش نفس سے) میں نے خود نہیں پہنا بلکہ مجبوراً پہنایا گیا ہوں اس لئے یہ حدیث مجھ پر صادق نہیں آتی" مولوی صاحب کی بھرے مجمعے میں خوب سبکی ہوئی اور مجبوراً" معذرت کی اور روانہ ہو گئے۔

فرقہ وہابیت و نجدیت کی کوئی بھی شاخ ہو درحقیقت ایک ہی خارجی زنجیر کا ایک حلقہ بن کر رہتے ہیں اور اگر مسلمان انما المومنون اخوۃ کی حجت بیان کریں تو مسلمانوں پر کفر و شرک کے الزامات لگاتے ہیں۔ وہابیوں کی ہی ایک شاخ مرزائی بھی ہیں ان کو بھی دندان شکن شکست سے جہاں دیگر علمائے اہلسنت نے دوچار کیا وہاں حضرت مخدوم العصرؒ کے نام سے یہ بھی تھر تھر کانپتے تھے۔ اس ضمن میں حضرت مخدوم العصرؒ کا ایک واقعہ پروفیسر محمد اکرم رضا نے اپنے مضمون میں یوں نقل کیا ہے

> "آپ اسلامی تعلیمات پر غیر متزلزل ایمان رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ چنوں موم ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے تو ھڈال کا ایک قادیانی مولوی آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آیا۔ آپ میاں محمد اسماعیل کے گھر تشریف فرما تھے۔ مناظرہ شروع ہوا تو چار گھنٹے جاری رہا مگر وہ قادیانی مولوی ضد پر اڑا رہا۔ آخر اس مرد قلندر (حضرت مخدوم العصرؒ) کو جلال آگیا اپنے پیسوں سے سرسوں کا تیل منگوایا اور گھر والوں سے اسے خوب گرم کرنے کو کہا جب تیل کھولنے لگا تو آپ نے قادیانی مولوی سے فرمایا۔"میں بھی اس کھولتے ہوئے تیل میں ہاتھ ڈالتا ہوں تم بھی ایسا ہی کرو جو سچا ہو گا اس کا ہاتھ ہرگز نہ جلے گا"۔ قادیانی مولوی میں صداقت کیسے ہوتی وہ قہر الٰہی سے ڈر گیا۔ آپ نے حاضرین مجلس کی موجودگی میں اپنا ہاتھ کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا۔ جب ہاتھ نکالا تو بالکل صحیح سالم تھا۔ ایک بال بھی نہیں جلا

تھا۔ یہ سب کچھ آپ کی حیرت انگیز ایمانی قوت کی کرشمہ کاری تھی
کیونکہ آپ تو شاعر مشرقؒ کے ان جذبات کی عملی تفسیر تھے۔

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

(مخدوم ملت، ایک شخصیت ایک دبستان معرفت، از پروفیسر محمد اکرم رضا، سہ ماہی مفیض گوجرانوالہ حضرت مخدوم العصر نمبر ۱۹۹۲ء)

جس طرح حضرت مخدوم العصرؒ نے سراپا حجت حق بن کر اہلسنت و جماعت کی نمائندگی کی اور راسخ عقائد کی اعلیٰ سطح پر علمی و تحقیقی خدمت انجام دی اسی طرح آپ کی گراں بہا تصانیف نے بھی آپ کے اس عزم صمیم کو صدقہ جاریہ بنا دیا ہے۔ آپ کی تصانیف شعری و نثری عارفانہ نگارشات کے اعلیٰ معیار پر نظر آتی ہیں۔ آپ کو اردو عربی فارسی اور پنجابی پر عبور تھا لیکن آپ نے ایک صوفی ہونے کی وجہ سے زیادہ کلام مادری زبان یعنی پنجابی میں فرمایا ہے کیونکہ یہ صوفیائے کرام کی روایت رہی ہے کہ وہ علاقائی زبانوں کو اولیت دیتے ہیں۔ آپ کی تصنیف "گنج عرفاں" "میزان عشق" "آداب المریدین اردو" اور اس کے علاوہ دیگر بہت سی تصانیف میں علم و عرفاں کے سمندر موجود ہیں۔ یہ تصانیف خاص طور پر "گنج عرفاں" نے اشاعت نظریات و فیوضات روحانیہ کے سلسلے میں ایک ہراول دستے کے طور پر کام کیا ہے اور اہل علم و عقل کو اسرار و رموز شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کے سلسلے میں عارفانہ سطح پر رہنمائی عطا کی ہے۔

سیالکوٹ کے ٹبہ گگے زئیاں کے ایک اہل حدیث نے حضرت امیر العصرؒ کی محفل میں حضرت مخدوم العصرؒ کے بارے میں یہ واقعہ بیان کیا کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے میں اور میرا ایک دوست دہلی کو روانہ ہوئے۔ وزیر آباد سے گاڑی تبدیل کر کے دہلی کو جانے والی گاڑی میں سوار ہوئے اور اپنا سامان ٹرنک اور بستر وغیرہ بڑی احتیاط سے بیٹھنے والی جگہ کے نیچے پاؤں کے ساتھ رکھا اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ وزیر آباد سے ایک اور آدمی بھی میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ جب گاڑی لاہور پہنچی تو کافی لوگ گاڑی میں سوار ہو گئے اور جوں جوں گاڑی دوسرے جنکشنوں سے گزری لوگ اور سوار ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ درمیان کی جگہ پر بھی لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ بیٹھنے والے بھی اپنی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔

جب بٹھنڈہ کے جنکشن پر پہنچے تو لوگ کافی اتر گئے اور گاڑی میں کافی جگہ خالی ہو گئی میں نے اپنے سامان کی طرف اچانک دیکھا تو مجھے وہاں بالکل کوئی سامان نظر نہ آیا۔ میرے اوسان خطا ہو گئے

اور میں نے اپنے دوست کو سامان کے گم ہو جانے کی خبر دی ہم دونوں اٹھ کر گاڑی کے نیچے اوپر دیکھنے لگے لیکن سامان کسی جگہ بھی نظر نہ آیا۔ ہم اسی پریشانی کی حالت میں اپنی جگہ واپس بیٹھ گئے تو اس تیسرے آدمی نے جو وزیر آباد سے ہمارے ساتھ سوار ہوا تھا ہماری پریشانی کو دیکھ کر ہم سے کہا "دوست کیا بات ہے" میں نے اپنے سامان گم ہو جانے کے متعلق سب کچھ بتا دیا کہ ہمارا سامان کوئی آدمی اتار کر لے گیا ہے اور ہمارے روپے اور ٹکٹیں بھی ہمارے سامان کے ساتھ ہی چلے گئے ہیں کیونکہ وہ ٹرنک میں بند تھے۔ اس شخص نے بہت افسوس کیا اور ہمدردانہ لہجے میں کہا کہ "دہلی تک اگر کسی ریلوے بابو نے پوچھا تو میں تمہارا مکمل ساتھ دوں گا اور اگر کرایہ بھی دینا پڑا تو دے دوں گا" ہم نے اس کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا لیکن دل کو کب چین آ سکتا تھا آخر اس نے ہماری بڑھتی ہوئی بے چینی کو بھانپتے ہوئے کہا کہ "اگر تم ہمارے پیرو مرشد کا گیارہ روپے نذرانہ مان لو تو انشاء اللہ تمہارا گم شدہ سامان تمہیں مل سکتا ہے" ہم اس کی بات پر حیران ہوئے کہ گم شدہ سامان دوبارہ کس طرح مل سکتا ہے حالانکہ کسی کو علم بھی نہیں کہ کون سے سٹیشن پر سامان اتارا گیا ہے لیکن وہ اس بات پر اصرار کر رہا تھا آخر میں نے کہا کہ تمہارے پیر و مرشد کون ہیں؟ اس نے کہا کہ "میرے پیرو مرشد گوجرانوالہ شہر کے رہنے والے ہیں اور ان کا اسم گرامی حضرت خواجہ محمد کریم اللہ صاحب ہے اور میاں صاحب کے نام سے مشہور ہیں" جب اس نے میاں صاحب کا نام لیا تو میں نے کہا کہ وہ تو سیالکوٹ ٹبہ گلے زئیاں میں اکثر جاتے رہتے ہیں اور ہمارے محلے کے تمام چیدہ چیدہ گلے زئی ان کے مریدین ہیں اور باوجود ہم اہل حدیث ہونے کے ان کی محفل میں جاتے ہیں اور دل و جان سے ان کے معتقد ہیں۔ میں نے حضور میاں صاحب کا نذرانہ اس شرط پر مان لیا کہ اگر ہمارا سامان مل گیا یا ہم دہلی کے ریلوے سٹیشن سے باہر بخیریت نکل گئے تو ہم یہ نذرانہ تمہاری خدمت میں پیش کر دیں گے۔

دہلی ابھی چار پانچ سٹیشن دور تھا کہ ہم پانچ آدمی صرف گاڑی کے ڈبہ میں موجود تھے کچھ اونگ رہے تھے اور کچھ سوئے ہوئے تھے اور گاڑی کے دروازے بند تھے۔ ایک سٹیشن پر جب گاڑی رکی تو وہاں سے چند مسافر گاڑی میں سوار ہو رہے تھے تو باہر سے ایک دروازہ پر زور زور سے آوازیں آنی شروع ہو گئیں کہ "دیکھو گاڑی چلنے والی ہے اور دروازے سے سامان پیچھے ہٹاؤ۔ ہم گاڑی میں سوار ہونا چاہتے ہیں اور دروازہ رکا ہوا ہے" پہلے تو ہم نے سمجھا شاید کسی چڑھنے والے مسافر نے سامان دروازے پر رکھ دیا ہے۔ جب بار بار انہیں الفاظ کا شور زیادہ ہو گیا تو میں نے سوچا کہ میں ہی سامان دروازے سے ہٹا دوں۔ یہ خیال آتے ہی اٹھا اور دروازے سے سامان کو ہٹایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہ سامان ہمارا ہے۔ سامان کو دیکھ کر میں حیران و پریشان رہ گیا کہ یہ کہاں سے آ گیا ہے۔ سامان کا پیچھے ہٹانا تھا کہ بہت سی سواریاں گاڑی میں چڑھ آئیں اور ہمیں کوسنے لگیں لیکن ہم نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور سامان کو گھسیٹتے ہوئے اپنی جگہ پر لے آیا اور اپنے ساتھی کو جو اس وقت

اونگ رہا تھا خبردار کیا اور سامان مل جانے کی مبارک دی۔ ٹرنک کا دروازہ کھول کر دیکھا تو ہر ایک چیز موجود تھی۔ صبح ہوتے ہی ہم دہلی کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے اور نہایت خوشی خوشی ٹکٹیں بابو کو دے کر سٹیشن سے باہر آ گئے پھر اس ساتھی نے کہا کہ "لاؤ ہمارے پیر و مرشد کا نذرانہ" ہم نے بخوشی گیاہ روپے اس کو پیش کر دیئے۔ اس نے کہا کہ "تم باغ میں بیٹھو تاکہ میں ان کی مٹھائی خرید کر لے آؤں"۔ ہم وہاں بیٹھ گئے اور وہ مٹھائی خریدنے کی غرض سے دوبارہ سٹیشن کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مٹھائی لے کر واپس آ گیا اور ہم کو کہا کہ "میں تو ان پڑھ ہوں تم اس پر ختم شریف پڑھو" میں نے کہا کہ ہم تو اہلحدیث خیال کے لوگ ہیں اور ختم شریف سے بالکل ناواقف آخر ہم سب اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور میاں صاحبؒ ہمارے پاس آ گئے اور السلام علیکم کہا ہم نے جو نظر اٹھا کر میاں صاحبؒ کی طرف دیکھا تو ادب سے کھڑے ہو گئے اور مصافحہ کیا اور اس دوست نے نہایت ادب سے دست بوسی کی پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا "کیا بات ہے؟" اس دوست نے کہا کہ "حضور یہ مٹھائی ہے اور اس پر آپ ختم شریف پڑھیئے" آپ نے ختم شریف غوثیہ پڑھا اور دعا مانگنے کے بعد فرمایا کہ "تم بھی کھا لو اور باقی آنے جانے والے لوگوں میں تقسیم کر دو۔" میں نے سوال کیا کہ حضور آپ دہلی کب تشریف لائے ہیں اور کہاں ٹھہریں گے؟ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ "میں ابھی ابھی آیا ہوں صرف میرے اس دوست نے مجھے تکلیف دی تھی جس کی وجہ سے تمہارا گم شدہ سامان تم کو واپس دلانا پڑا اور اب میں نے سوچا کہ چلو وہ نذرانہ بھی خود ہی وصول کر لوں جو گاڑی میں تم نے مانا تھا" اور یہ کہہ کر آپ اچانک نظروں سے غائب ہو گئے سبحان اللہ آپ کس قدر ولی کامل تھے حد بیاں سے باہر ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنی زندگی میں ان سینکڑوں نو مسلموں کو بھی تعلیم شریعت سکھائی جو حضرت سلطان العصرؒ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے تھے اور وہ لوگ جو آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے ان کی تربیت بھی آپ نے کی۔ نو مسلموں کو نماز و روزہ کے مسائل سکھائے اس کے علاوہ آپ کے صاحبزادے پروفیسر صوفی عبدالعزیز عباسیؒ نے بھی بعض نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کی یہاں تک کہ وہ فرائض شریعہ کی ادائیگی میں راسخ ہو گئے۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے ایک حجتہ الاسلام کی حیثیت میں فرائض شریعت و طریقت ادا کئے۔ اہل اخلاص کو حقیقت اسلام یعنی بحر معرفت کی شناوری سکھائی اور نعمت سخاوت عرفاں سے برصغیر کے کئی ایک شہروں میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوضات سرمدی کے انوار و تجلیات پھیلائے۔ جس طرح حضرت سلطان العصرؒ نے فروغ اسلام کے سلسلے میں بربانی جلال کی تجلیات سے ایک دنیا کو طریقت قادریہ کا معترف بنایا تھا اسی طرح حضرت مخدوم العصرؒ نے بھی منشائے حق اور رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل و جان سے پورا کیا اور دنیا کو ایک ولولہ تازہ اور پیغام معرفت بخشا بقول حضرت امیر

العصر ؔ ؎

شہ کریم اللہ صاحبؒ حضرتِ عالی جناب — نام او روشن دریں عالم بشکلِ آفتاب
مذہبِ حنفیہ دارد خاندانِ قادری — شمعِ رشد و ہدایت قاضیِ دینِ نبیؐ
نیرِ چرخِ ولایت صاحبِ فضل و کرم — شانِ او ارفع و اعلیٰ از بیانِ عاجزم
حجتِ علمِ شریعت عالماں را فخرِ دیں — مفتیِ راہِ حقیقت پیشوائے راستیں
بحرِ بے پایانِ عرفاں منبعِ اسرارِ حق — شاہدِ نورِ محمدؐ چشمۂ انوارِ حق
ہادیِ راہِ ہدایت خسروِ ملکِ رضا — کاشفِ اسرارِ پنہاں بادشاہِ پُرغنا
عارف و کامل امام و مقتداء و رہنما — عاشقِ صادق حقیقی بود خلفِ اصفیاؒ

حضرت مخدوم العصرؒ اور سخاوت و بشارت

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمدؒ کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کا وجود اقدس سراپا مخزن سخاوت و بشارت تھا۔ آپ کو جو گنجینہ ہائے معرفت اللہ تعالیٰ سے عطا ہوئے آپ نے انہیں مخلوق خدا میں نگاہ کریمانہ سے تقسیم فرمایا۔ حضرت فخرا نخیاءؒ نے دوران ریاضت برلب آب چناب اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو منزل مقصود عطا فرمائے تو آپ اس کی مخلوق کو مشقت و تکلیف سے بچائیں گے اور آسان طریق پر رہنمائی فرمائیں گے اس عہد عاشقانہ پر حضرت فخرا نخیاءؒ بھی کاربند رہے اور آپ کے وارثین حضرت غوث العصرؒ اور حضرت سلطان العصرؒ نے بھی اس وعدے کو بتمامہ قائم رکھا اسی طرح حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت میں سخاوت معرفت خصوصی شان رکھتی تھی۔

آپ اپنے نیاز مندوں کو ابتدائی ذکر ہی ذکر قلبی اللہ کی تجلیات کے ساتھ عطا فرماتے اور بہت جلد سالکین قلب کے ذکر سے ذکر روحی و سری کو آپ کی نگاہ کریمانہ سے طے فرماتے آپ کی محفل میں آنے والے خواہ طالبان حق ہوتے یا زائرین درگاہ معلیٰ تمام لوگ اپنی اپنی مرادیں حاصل کرتے۔ یہاں نہ ذات پات کی کوئی قید تھی نہ منصب وجاہ کی کوئی قدغن اور نہ ہی خواندہ ناخواندہ کی کوئی تفریق تھی۔ جو بھی خوش نصیب آپ کی بارگاہ حق آثار میں پر خلوص جذبات کے ساتھ حاضر ہوتا آپ اس کی دستگیری فرماتے۔

آپ کا طریق سنت رسولؐ کے قدم بقدم تھا اپنے مریدوں اور ارادت مندوں کو دوست اور بھائی کہہ کر مخاطب فرماتے اور دوسروں سے خدمت لینے کی بجائے ہر طرح سے نیاز مندوں کو خدا کا مہمان سمجھتے ہوئے خود خدمت کرتے۔ رزق حلال میں انتہائی سخت محنت کرتے اور اپنی کمائی کا بیشتر حصہ مساکین میں سخاوت فرماتے اور لنگر شریف کی ذمہ داری تازیست نبھاتے رہے۔ آپ کی سخاوت کا بنیادی رنگ معرفت خداوندی اور معرفت مقام مصطفیٰؐ کی سخاوت تھا۔ بعض اوقات آپ کی صرف ایک نگاہ کریمانہ سالکین کو ایسے بلند مقامات روحانیہ عطا فرماتی جو برسوں کے مجاہدات سے بھی حاصل نہ ہو سکتے تھے۔

آپ نے شب و روز اپنے آپ کو اہل اخلاص کی روحانی رہنمائی کے لئے وقف رکھا۔ آپ کا طریق قدم بقدم امام سلسلہ حضرت میانمیر بالا پیرؒ کے مطابق تھا۔ آپ طالبان حق کو کم گوئی کم خوری اور کم نومی کی نصیحت فرماتے اور تنہائی میں ذکر خداوندی پر کامل توجہ دینے پر مائل کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ سالکین حق قلیل عرصہ میں عناصر بشری سے نجات حاصل کرتے اور تجلیات حق کے جلوہ زار میں آباد ہو جاتے۔ درحقیقت اصل سخاوت تو راہ حق بتانا ہی ہے کہ یہ ایسی سخاوت ہے جس سے حاصل ہونے والی نعمت زندگی میں بھی ساتھ رہتی ہے اور برزخ و عقبیٰ میں بھی نور بن کر تخلیق ہستی کے مقصد کو کامیاب و بامراد کرتی ہے۔ ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایسے لوگ بھی حاضر ہوتے تھے جو مختلف شیوخ کے پاس زندگی کا ایک بڑا حصہ محو اذکار ہو کر گزارتے تھے لیکن ان کے مقامات روحانیہ ناسوت سے آگے نہ بڑھ سکے تھے لیکن ایسے لوگ جب آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے تو آپ چشم زدن میں ان کو اوج روحانی سے شادمان فرماتے اور مقامات اعلیٰ کا مشاہدہ کرا کے حقیقی صراط مستقیم سے ان کے قلب و نظر کو متجلی بنا دیتے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ وہ شیر بیشہ معرفت تھے کہ آپ کو مقامات اعلیٰ نسبت اویسی کے طریق پر بارگاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئے اور تائید دربار غوث الاعظمؓ سے قطب الاقطاب ہوئے مگر صرف مشائخ کی سنت ادا کرنے کے لئے سخت مجاہدے بھی کئے اور انعامات فقر و ولایت اہل اخلاص کو عنایت کئے۔

قطب شیر و صید کردن کار او
باقیاں ایں خلق باقی خوار او

(مولانا رومؒ)

(قطب کی مثال اس شیر کی ہے جو فیضان غیب کو شکار کرتا ہے یعنی حاصل کرتا ہے اور باقی ارادت مند اور مریدین اسی کے توسط سے حصہ حاصل کرتے ہیں یعنی اسی کی کمائی کھاتے ہیں)

سبحان اللہ حضرت مخدوم العصرؒ نے شب و روز مجاہدے میں گزارے اور تمام زندگی مشاہدہ حق سے معمور رہے البتہ اپنے نیاز مندوں کو مجاہدات کی سختی سے نجات دی اور مداومت اذکار ہی کی

تلقین کی اور مشاہدہ حق کی تجلیات کے قابل بنا دیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی سخاوت و بشارت کے ایمان افروز واقعات اس قدر کثرت سے اصحاب علم و یقین بیان کرتے ہیں کہ اگر سب کو بیان کیا جائے تو سینکڑوں صفحات پر پھیل جائیں چند ایک نکات کو سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

سخاوتِ علم شریعت حضرت مخدوم العصرؒ نے علوم شریعت میں قرآن و حدیث فقہ اور دیگر مسائل میں ایسی بصیرت حاصل فرمائی تھی کہ آپ اپنے عہد میں فقہ حنفیہ کے نابغہ روز گار عالم با عمل تھے۔ آپ کا طریق حیات عارفانہ تھا اس لئے آپ فتویٰ نویسی نہ فرماتے تھے اور جہاں تک مسائل کی وضاحت اور بیان کا تعلق تھا آپ سائلین کو نہایت شفقت و توجہ سے مسائل فقہ کی تفہیم اور دلائل کے ماخذ نہایت شرح و بسط کے ساتھ عطا فرماتے۔

آپ کے پاس مسائل شریعہ کو دریافت کرنے والے اکثر و بیشتر حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے اور آپ کی طرف سے کسی پر کوئی پابندی اوقات لازم نہیں تھی چنانچہ آپ نے مسائل شریعہ کے بیان اور مسائل کی وضاحت میں ہمیشہ آنے والوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا اور معاملات کی ہر طرح وضاحت کے بعد پھر دریافت فرماتے کہ اگر سمجھ میں نہیں آیا تو پھر دہرا دوں چنانچہ جب سائل اچھی طرح مطمئن ہو جاتا تو چلا جاتا۔ مسائلِ شریعہ کی وضاحت کے ضمن میں آپ کسی قسم کی نذر یا تحفہ قبول نہ فرماتے بلکہ اپنے حق میں اپنے بیان علم کو خیر کثیر سمجھتے تھے۔ یہ آپ کی علمی سخاوت کا ایک رنگ تھا کہ آپ مسائل کو اس انہماک اور توجہ سے بالتفصیل بیان کرتے گویا زندگی میں اس کے علاوہ آپ پر اور کوئی ذمہ داری نہیں۔ علوم سے محبت آپ کو ورثے میں ملی تھی چنانچہ علمی سوال کرنے والے آپ کی نظروں میں لائق احترام ٹھہرتے تھے۔ نہ صرف خورد و نوش سے ان کی خدمت کی جاتی بلکہ جن لوگوں کے پاس زاد راہ نہ ہوتا ان کو اپنی جیب سے جانے کا کرایہ بھی مرحمت فرماتے کیونکہ علمی سوال دریافت کرنے والے آپ کے نزدیک نہایت محترم تھے کہ جنہوں نے شریعت کے مسائل جاننے کے لئے سفر کیا تو گویا جنت کی طرف سفر کیا اور ایسے لوگوں کی خدمت و دستگیری آپ اپنے آپ پر فرض کر لیتے تھے۔

سخاوتِ معارف الادب حضرت مخدوم العصرؒ علوم عربیہ و فارسیہ میں اعلیٰ استعداد رکھتے تھے۔ آپ کے حضور حاضر ہونے والے ایسے لوگ بھی کثیر التعداد ہوتے تھے جو مختلف عربی و فارسی کتابوں کے معارف کے بارے میں رہنمائی طلب کرتے تھے اور آپ بہ تمامہ مہارت سائلین کے ادق اور عمیق مسائل کو حل کر دیتے تھے۔ بعض اوقات حاضر خدمت ہونے والوں کے ہاتھوں میں ایسی کتب ہوتی تھیں جن کے ابتدائی و آخری صفحات غائب ہوتے تھے، آپ کتاب کو دیکھتے ہی اس کا نام مصنف کا نام اور تمام کیفیت مضامین کے بارے میں بیان فرما دیتے۔ آپ کا مطالعہ نہایت عمیق تھا اور انداز بیاں خوشبوئے معرفت سے معمور ہوتا تھا۔ آپ کے دور میں مثنوی شریف حضرت

مولانا جلال الدین رومی"، دیوان حافظ شیرزای" اور ادبیات عبدالرحمٰن جامی" ہر طرف پڑھی اور سمجھی جاتی تھیں کیونکہ اس عہد کی علمی زبان فارسی تھی لیکن ان عظیم مصنفوں کے معارف تک دستگاہ ہر کس و ناکس کو کسی دور میں بھی نہیں رہی۔ چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت اقدس میں بے شمار اصحاب نے آپ سے مثنوی شریف، ایوان حافظ" اور ادبیات عبدالرحمٰن جامی" کی شرح و توضیح کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو ادب عالیہ کی شرح و توضیح میں ایسی عظمت و بزرگی حاصل تھی کہ جس وقت آپ مثنوی شریف، دیوان حافظ" یا ادبیات عبدالرحمٰن جامی" کے اسرار و رموز و معارف بیان کر رہے ہوتے حاضرین پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کسی کو حرف زدن کی مجال نہ ہوتی۔ بارہا حاضرین نے یہ بات محسوس کی کہ جس وقت آپ مثنوی شریف کا درس دیتے ہیں تو حضرت مولانا جلال الدین رومی" کی روح اقدس آپ کی زبان پر کلام کرتی ہے۔ اور جب آپ دیوان حافظ" کی شرح کرتے ہیں تو خود روح حافظ" آپ کی زبان پر کلام کرتی ہے۔ گویا ادب لطیف میں آپ کو ایسا وجد و بے خودی کی کیفیت حاصل تھی کہ فی نفسہ معدوم ہو جاتے اور صاحب تصنیف خود محفل سے مخاطب ہوتا۔ سبحان اللہ یہ تو ادب عالیہ کا مسئلہ تھا جب آپ حدیث شریف کی توضیح فرماتے تو آپ کا چہرہ اقدس سرخ و سفید اور نورانی کرنیں بکھیرنے لگتا اور حاضرین آپ کے چہرہ اقدس کا رعب و دبدبہ برداشت نہ کر سکتے اور نظریں جھکا لیتے اور جب آپ قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرتے تو آپ کی زبان اقدس سے گنجینہ ہائے عرفاں کے موتی جھڑتے اور نسبت اویسی کی مصطفائی تجلیات سے تمام محفل دم بخود ہو جاتی حضرت مخدوم العصرؒ ذات حق میں فنا اور عاشق ذوالجلال تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کے تخاطب میں وہی انوار منعکس ہو جاتے جس بابت گفتگو ہوتی۔

آپ کی سخاوت معارف الادب سے بہت سے نادر نکتے معلوم ہوتے ہیں جو اہل ادب و نقد و نظر کے لئے حیات جاوداں کی حیثیت رکھتے ہیں اول یہ کہ معارف کے بیان کرنے والے کو اہل فنا میں سے ہونا چاہئے جو متن میں ایسا فنا ہو جائے کہ خود سراپا اس متن کا ایک حصہ بن جائے تاکہ جب معارف کو بیان کرے تو بعینہ وہی امور سامعین تک پہنچ جائیں جو کتاب کے مصنف کا منشا و مقصد ہے دوم یہ کہ وسعت علم ایسا ہی ہو جیسا کہ کتاب کے مصنف کا ہے ورنہ کم از کم ایسا عشق و جذب ضرور حاصل ہو جو مصنف کی روح کا کشاف ہو سکے سوم یہ کہ صرف ابلاغ مبین ہی کو مقصد بنائے اور قائل کرنے کی شعوری کوشش سے گزر جائے۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے بغیر کسی ادارے یا مدرسے کی تشکیل کئے ایک عرصہ تک ادب عالیہ کے معارف سے اہل اخلاص کو نور تصوف کی ادیبانہ و شاعرانہ فتوحات سے بھی آگاہ کیا اور ایک زمانے نے آپ سے معارف تصوف کو ادب عالیہ کے ذریعے سے بھی حاصل کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی شخصیت بذات خود ایک علمی و تحقیقی ادارہ تھی۔ ادب عالیہ کے نقد و نظر کے وہ مسائل جو ناقدان

ادب کو کہیں سے حاصل نہ ہوتے تھے حضرت مخدوم العصرؒ کی بارگاہ اقدس سے ان مسائل کا احسن حل مل جاتا تھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے گنجینہ اسرار و رموز سے اس عہد کے لاتعداد مفکروں، دانشوروں، شاعروں، ادیبوں، فلسفیوں اور مفتیان وقت نے خوشہ چینی کی اور اس سخاوت معارف الادب سے مستفیض ہو کر ایک دنیا کو آشنائے حقیقت کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے نہ صرف ادبیات عالیہ کی عارفانہ و مجددانہ تعبیر و تفسیر فرمائی بلکہ خود بھی ایسا الہامی کلام ارشاد فرمایا جس نے اردو اور پنجابی کے ادب عارفانہ میں بے مثال اضافہ کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی سخاوت معارف الادب ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے کہ جس کی خوشبو اور نورانی شعاعوں کو آج بھی خلق خدا اپنے قلب و نظر میں سمو کر حقیقت تک رسائی حاصل کر رہی ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کا جذبہ سخاوت معارف الادب ایسا وسیع ہے کہ خود طالبان نقد و نظر کی تلاش میں ہے۔ درحقیقت سخاوت اسی کو زیبا ہے جو مستحق کی خود تلاش کرے بقول حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ۔

جود محتاج است و خواہد طالبے

ہم چناں کہ توبہ خواہد تائبے

(درحقیقت اصل سخاوت مانگنے والے کی طالب ہے جو طلب کرے سخاوت کسی نہ کسی طالب کی تلاش میں ہے جس طرح توبہ کی قبولیت توبہ کرنے والے انسان کو ڈھونڈ رہی ہے جو توبہ کی قبولیت کا آرزومند ہو)

سخاوتِ خیر و برکت حضرت مخدوم العصرؒ کی سخاوت شہرہ آفاق ہے۔ آپ نسبت اویسی کے گنجینہ معرفت اور سراپا باعث خیر و برکت تھے۔ آپ کی توجہ باطنی سے تھوڑے رزق کا بے کنار ہو جانا تو ہر روز کی کرامت تھی۔ دوران سفر بعد ازاں دو آدمیوں کے کھانے پر حضرت مخدوم العصرؒ درود شریف پڑھتے تو بیسوں اصحاب کے لئے وہ کھانا کافی ہو جاتا، حضرت میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف کے موقعہ پر جب زائرین کو تبرک میں پریشانی ہوتی تو آپ تھوڑے سے چاولوں کو کسی برتن میں رکھ کر تقسیم کرنا شروع کر دیتے اور جب تک آپ ہاتھ نہ روکتے چاول ختم نہ ہوتے اسی طرح مختلف مقامات پر آپ کی خیر و برکت سے رزق کے کثیر ہو جانے کی مصطفائی تجلیات آپ کے عشق رسولؐ کی زندہ کرامت تھیں۔

اس سلسلے میں بے شمار واقعات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ حضرت مخدوم العصرؒ جب مریدین کے ہاں تشریف لے جاتے تو جہاں جہاں احباب عقیدت کو خبر ملتی سب امڈ آتے اور میزبان کے گھر تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی چنانچہ اگر میزبان پریشان ہوتا کہ اس قدر مہمانوں کی مدارت کیونکر ہو سکے گی تو حضرت مخدوم العصرؒ اس کو دلاسا دیتے اور کہتے کہ تردد نہ کرے اور جو کچھ بھی تناول کے لئے موجود ہے وہی لے آئے چنانچہ آپ اپنے دست بابرکت سے خود تقسیم کرتے اور مہمانوں سے یہ بات

پوشیدہ رہتی البتہ آپ کی کرامت دیکھ کر جو اکثر وقوع پذیر ہوتی رہتی تھی میزبان خدا کا شکر کرتا کہ اس کی غربت کی پردہ دری نہ ہوئی اور حضور خواجہ صاحبؒ کی برکت سے مہمانوں کی مدارت سے سبکدوشی حاصل ہوئی۔ ایک واقعہ یوں ہے کہ ملک الف دین سیالکوٹیؒ نے بیان کیا کہ حضرت مخدوم العصرؒ میرے ڈیرے پر رونق افروز ہوئے تو احباب طریقت کے علاوہ اور بھی بہت سے اہل عقیدت جمع ہونا شروع ہو گئے۔ رات کے کھانے کا وقت تھا۔ میں نے اپنے اہل خاندان اور حضرت مخدوم العصرؒ اور دو دوستوں کی دعوت کا انتظام کیا تھا۔ جب دوستوں کے اجتماع کی طرف دھیان کیا تو دل میں خیال آیا کہ دوست کافی تعداد میں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کھانے کا انتظام بہت تھوڑا ہے کیوں نہ چاولوں کی دو دیگیں پکوالوں۔ یہ خیال آتے ہی گھر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو حضرت مخدوم العصرؒ نے مجھے آواز دی کہ "بھائی تم کہاں چلے ہو" میں نے نہایت آہستگی سے دل کی پریشانی کا اظہار کیا لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ملک صاحب مزید انتظام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں گھر میں جو کھانا تیار ہے وہ یہاں لے آؤ اور ان دوستوں کے کھلانے کے لئے برتن بھی ساتھ لیتے آؤ اور ان دوستوں کو کہہ دو کہ کھانا کھانے کے لئے طریقہ سے بیٹھ جاؤ"۔ میں حسب الحکم گھر سے کھانا اور برتن لے آیا اور آپ کھانا تقسیم کرنے کے لئے بیٹھ گئے اور مجھے دوستوں کو کھانا کھلانے کی خدمت سپرد کی۔

جب سب دوستوں کے آگے کھانا رکھ دیا گیا تو آپ نے ان کو کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ "خوب سیر ہو کر کھانا اور جس چیز کی ضرورت ہو مانگ لینا" دوستوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور آپ نے نصف روٹی کے قریب کھانا تناول فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ "تم یہ کھانا اور سامان گھر لے جاؤ اور افراد خانہ میں بیٹھ کر کھاؤ" جب میں نے کھانا اٹھایا تو کھانا ویسے کا ویسا ہی معلوم ہوا، گھر کے افراد نے بھی خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا۔ سبحان اللہ آپ کی برکت سے تقریباً ایک سو سے زائد افراد نے اس دعوت میں کھانا کھایا ایسی سینکڑوں کرامات مختلف دوستوں کے گھروں میں صادر ہوتی رہیں۔

حضرت مخدوم العصرؒ جب بھی احباب طریقت کے ہمراہ ہوتے اہل ارادت ہر قسم کی پریشانی سے اپنے آپ کو نجات یافتہ سمجھتے کہ جب حضرت مخدوم العصرؒ ساتھ ہیں تو اللہ کی خیر و برکت سایہ فگن ہے کسی قسم کا خورد و نوش کا فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جس کو ہم نے حکمت دی اس کو خیر کثیر دیا" سبحان اللہ حضرت مخدوم العصرؒ حکمت الہیٰ اور خیر و برکت کی زندہ تصویر تھے۔

حضرت مخدوم العصرؒ کی زبان حق ترجمان میں ایسی تاثیر تھی۔ جو بات زبان سے نکلی تیر بے خطا رہی۔ بے شمار مریضوں کو آپ کے حکیمانہ ارشادات ہی سے شفا ہو گئی۔ یہ امر آپ کے سراپا حکمت

ہونے کی دلیل تھا۔ ایک واقعہ ہے کہ میاں لدھاؒ جو کہ موضع دھلے میں امامت نماز کا منصب ادا کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ نہایت سخت نمونیا میں مبتلا ہو گئے۔ مولوی محمد غنیؒ جو کہ گاؤں میں ایک اعلیٰ طبیب تھے اور میاں لدھاؒ کے پیر بھائی تھے ان کا علاج کر رہے تھے لیکن نمونیا بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ دیگر معالجین نے بھی کوشش کی لیکن نمونیا قابو سے باہر ہو گیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ سیالکوٹ میں تھے، جب واپس گوجرانوالہ آئے تو میاں لدھاؒ کی سخت بیماری کی اطلاع ملی چنانچہ عیادت کے لئے موضع دھلے تشریف لائے۔ میاں لدھاؒ سے سلام و دعا کے بعد پوچھا "میاں لدھاؒ تم کو کیا تکلیف ہے اور کس کا علاج کر رہے ہو" میاں لدھاؒ نے عرض کیا کہ "حضور مجھے نہایت سخت نمونیا ہو گیا ہے۔ چھاتی اور کمر پر روئی بندھی ہوئی ہے دو گدے نیچے اور دو لحاف اوپر لے کر بے بس لیٹا رہتا ہوں اور مولوی غنی صاحب کے زیر علاج ہوں اور مولوی صاحب نے مجھے سادہ پانی بھی پینے سے منع کر دیا ہے صرف جوشاندہ وغیرہ استعمال کرتا ہوں" حضرت مخدوم العصرؒ نے ارشاد فرمایا کہ "تم بتاؤ کہ کسی چیز کے کھانے پینے کو دل چاہتا ہے؟" اس نے عرض کیا کہ "حضور کوئی ٹھنڈی چیز پینے کو دل چاہتا ہے" آپ نے فرمایا "کیا شربت پینا چاہتا ہے؟" اس نے کہا کہ "حضور شربت مل جائے تو مجھے اور کیا چاہئے لیکن نمونیا کے بیمار کو شربت کون پلا سکتا ہے" آپ نے فرمایا "ہم پلا دیں گے" پھر آپ نے میاں لدھاؒ کی اہلیہ کو فرمایا کہ تمہارے گھر میں میٹھی چیز ہے"؟ اس نے عرض کیا "حضور شہد ہے"۔ آپ نے شہد پانی میں ملا کر میاں لدھاؒ کو پلا دیا اور فرمایا "اور پینا چاہتے ہو؟" میاں لدھاؒ نے عرض کیا "دل تو چاہتا ہے" آپ نے اس کی بیوی سے فرمایا "کچھ اور بھی تمہارے گھر میں ہے؟" اس نے کہا "حضور گڑ موجود ہے"۔ آپ نے فرمایا "گڑ ہی لے آؤ" وہ لے آئی تو آپ نے گڑ کا شربت بنا کر ایک پیالا اس کو دے دیا۔ میاں لدھاؒ وہ بھی پی گیا۔ آپ نے فرمایا "اتنا شربت پی کر بھی اب کیا تو صحت مند نہیں ہوا۔ اٹھ لحاف چھوڑ دے اور جسم سے روئی الگ کر دے" جب میاں لدھاؒ نے لحاف اور جسم سے روئی کو الگ کیا تو میاں لدھاؒ بالکل تندرست ہو گئے جیسے وہ کبھی بیمار ہی نہیں ہوئے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں بعض سائلین ایسے بھی آتے جو سوال بھی نہ کرتے اور آپ نگاہ کریمانہ سے ان کو عوارض جسمانیہ و روحانیہ سے باذن اللہ شفایاب فرما دیتے یا دوا بتا دیتے۔

جو بھی در پر آ گیا بس ہو گیا وہ با مراد
جس نے دیکھا آپ کو اس نے کیا اللہ کو یاد

سخاوتِ دنیاوی حضرت مخدوم العصرؒ جہاں سخاوت معرفت، سخاوت معارف الادب، سخاوت خیر و برکت اور سخاوت حکمت میں بے مثال تھے وہاں آپ نے سخاوت دنیاوی میں بھی حاتم ثانی ہونے کا ثبوت دیا۔ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے لنگر شریف کا یہ اعجاز تو ایک دنیا میں مشہور تھا کہ زائرین کھانے کے لئے جو بھی چیز طلب کرتے خدام درگاہ لنگر خانے سے وہی طعام نکال

کر پیش کر دیتے۔ حضرت سلطان العصرؒ کے دور میں لنگر خانے کا یہ اعجاز پورے برصغیر میں مشہور تھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے مسند غوث العصرؒ پر رونق افروز ہونے پر بھی لنگر خانے کا یہ اعجاز و کرامت جاری رہی۔ درگاہ معلیٰ پر حاضر ہونے والے صبح و شام جس وقت بھی حاضر ہوتے انہیں حسب دل خواہ طعام میسر آ جاتا تھا اس کے علاوہ حضرت مخدوم العصرؒ نے دیگر دنیاوی سخاوت میں ہزاروں لوگوں کی کاروباری پریشانیوں کو نگاہ سخاوت سے دور فرما کر ان کو امراء ملک میں شامل کر دیا بے شمار قیدیوں کے لئے دعائے نجات کی تو فی الفور ان کی رہائی عمل میں آگئی' "اس کے علاوہ آپ نے بعالم خواب ہزاروں لوگوں کو دنیاوی خطرات سے بچایا اور بروقت ان کو راہ صواب پر مطلع کیا۔ غرض یہ کہ دنیاوی طور پر عوام الناس کی دستگیری کی ایسی مثال قائم کی کہ ضرورت مندوں کی ہر لحظہ بھیڑ رہنے لگی ایسے عالم میں کبھی کبھی آپ ارشاد فرمایا کرتے کہ "اللہ کا نام طلب کرنے والے دنیا میں کم ہو گئے ہیں اور دنیاوی نعمتوں کے شائق بڑھ گئے ہیں۔" آپ نے کبھی بھی درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے زائرین کو مایوس نہ کیا اور فیضان قادریت سے سب طلبگاروں کو دینی و دنیاوی مرادوں میں بامراد کیا۔ نہ جبیں پر شکن نہ طبیعت میں بے زاری' ہر لحظہ خندہ پیشانی کے ساتھ مخلوق خدا سے محبت و شفقت سے پیش آکر یہ بات ثابت کر دی کہ اللہ کا عاشق اللہ کی مخلوق سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہے بغیر تفریق رنگ و نسل و مذہب صرف اور صرف اللہ رب العالمین کے لئے محبت کرتا ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ کی سخاوت کا بحر مواج ہر لحظہ اپنی لہروں کو فلک بوس کرتا رہا۔ محروم آئے تو خوشحال بن کر واپس گئے' مجبور آئے تو نعمت خود داری سے مالا مال واپس گئے۔ بیمار آئے تو شفایاب ہو کر گئے۔ بے اولاد آئے تو صاحب اولاد ہو گئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے ہاتھوں میں جام فخرا نخیاءؒ تھا جس نے فیوضات سلسلہ عالیہ قادریہ کو ایک دنیا پر محیط کر دیا بقول حضرت امیر العصرؒ۔

در شریعت پیروِ تحقیقِ نعمانؒ ہر زماں
در طریقہ قادری بودش تتبع فی العیاں
شمعِ بزمِ بارگاہِ شاہِ جیلاںؒ بالیقین
حبذۂ ذاتِ مقدس بود زبدہ سالکین
عارف و کامل تعالیٰ اللہ چہ احسن رہنما
بادشاہِ ملکِ معنی بود قدوہ اصفیا
خوابگاہش گوجرانوالہ زآں رو فیضِ عام
ہست جاری کزپئے اہلِ حوائج یار و عام
چوں ندائے ارجعی آمد بگوششِ ناگہاں
حاضرم گویاں بہ بستہ رخت زی دارالجناں

نعم عقبیٰ الدار دارالآخرہ بالاولیاء
بادٗ دائم اے خدا او درمعیت مصطفیٰؐ

حضرت مخدوم العصرؒ کی شان سخاوت آپ کے بعد آپ کے جانشین اور سجادہ نشین درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ آپ کے صاحبزادے امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کو عطا ہوئی اور حضرت امیر العصرؒ نے اپنے کردار کریمی سے عہد رفتہ کے نقوش عصر حاضر میں ایک مرتبہ پھر شان و عظمت کے ساتھ تازہ فرمائے اور جود و سخا کے دریا بہا دیئے یہاں تک کہ شان حضرت مخدوم العصرؒ کا عرفان آپ ہی کے ذریعے ان لوگوں کو حاصل ہوا جنہوں نے حضرت مخدوم العصرؒ کو نہیں دیکھا تھا اور جنہوں نے حضرت مخدوم العصرؒ کے شان جود و سخاء سے نعمت ارادت حاصل کی تھی ان کے معاملات روحانیہ و دنیاوی میں بھی حضرت امیر العصرؒ ہی نے رہنمائی کا حق ادا کیا اور اپنی سیرت کے ذریعے اسلاف کے کردار عظیم کو آئینہ اوصاف کے ساتھ پیش کیا اور جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

چرچا ہے عام تیری سخاوت کا اے کریمؒ ۔ ثانی نہیں تمہاری کرامت کا اے کریمؒ
جس سے بیان ہو ترا حُسنِ نگہِ کرم ۔ ہو حرف بھی رقم نہ عبارت کا اے کریمؒ
پنجاب تیرے نورِ شرافت سے تابناک ۔ ہے سر بلند اہلِ طریقت کا اے کریمؒ
قرآن تیری روحؒ ترا جسم الحدیث ۔ تو نے بتایا وصف عبادت کا اے کریمؒ
جس کو امیر العصرؒ بنایا تو اس نے ہی ۔ جلوہ دکھایا تیری حکومت کا اے کریمؒ
تیری نگاہِ ذوالکرم و ذوالعلا کے بعد ۔ ورثہ اسے ملا تری حکمت کا اے کریمؒ

زمانٗ و مکاں اور بھی ہیں ۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے نہ صرف اپنی حیات ظاہریہ میں مخلوق خدا کی روحانی و علمی دستگیری فرمائی بلکہ بعد از وصال آپ کی توجہ باطنی سے ظاہر ہونے والی کرامات بے حد بے حساب ہیں جو اہل عقیدت بیان کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک اہم واقعہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر انتہا پسند ہندو سکھوں نے قیامت صغریٰ برپا کر دی جس وجہ سے کئی ایک خاندانوں کو تہہ تیغ ستم کر دیا گیا اور بڑی بے چارگی کے عالم میں مہاجرین کے قافلے پاکستان آئے۔

مہاجرین کے قافلے میں ایک سیدہ خاتون حضور اماں حاجنؒ بھی تھیں جن کے سات نوجوان بیٹوں کو بلوائیوں نے شہید کر دیا تھا اور انہیں بھی خنجروں اور تلواروں کی کاری ضربیں لگائی تھیں اور مردہ سمجھ کر بھاگ گئے تھے بعد ازاں حضور اماں حاجنؒ کو ہوش آیا اور ہجرت کے قافلے کے ساتھ پاکستانی سرحد واہگہ پر پہنچیں۔ ان کا دل حادثات ظلم کی وجہ سے چور چور تھا۔ باوجود اس کے آپ نہایت اولوالعزم اور باہمت خاتون تھیں لیکن دکھ بھی کچھ کم نہ تھے۔ آپ امرتسر کے ایک معزز

سید خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور محبت الٰہی کا خروش ایسا تھا کہ متعدد بار پاپیادہ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف تھیں۔ جب آپ لاہور کی سرحد پر پہنچیں تو حضرت مخدوم العصرؒ بہ نفس نفیس آپ سے ملے۔ سر پر پیار دیا اور دلاسا دیتے ہوئے فرمایا کہ "گھبراؤ نہیں تم جب محکمہ بحالی مہاجرین کے اندراج وغیرہ کی ضروری کارروائی سے فارغ ہو جاؤ تو گوجرانوالہ آ جاؤ" اور آپ نے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کا مکمل پتہ دے دیا۔

چنانچہ حضور اماں حاجنؒ جب درگاہ معلیٰ پہنچیں تو امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری سے حضرت مخدوم العصرؒ کے بارے میں استفسار کیا اور ملاقات کی خواہش کی۔ حضرت امیر العصرؒ سمجھ گئے کہ حضرت مخدوم العصرؒ نے انہیں روحانی ملاقات سے فیض یاب فرمایا ہے چنانچہ آپ نے حضرت مخدوم العصرؒ کے مرقد پرانوار کی طرف اشارہ فرمایا اور بتایا کہ آپ کا وصال ۱۹۴۲ء میں ہو چکا ہے۔ حضرت اماں حاجن صاحبہؒ بہت حیران ہوئیں اور جو حلیہ اقدس بیان فرمایا حضرت امیر العصرؒ نے اس کی تصدیق فرمائی بعدازاں حضور اماں حاجنؒ حضرت امیر العصرؒ کے توسط سے بنت مخدوم العصرؒ محترمہ حمیدہ بی بیؒ کے پاس ۲/۶ میانمیر صاحبؒ میں حضرت اکبر لاہوریؒ کے گھر قیام پذیر ہو گئیں اور آپ کے اخلاق و اطوار اعلیٰ کا چرچا پورے گاؤں میں ہوا اور لوگ حضرت اماں حاجنؒ کی بے حد عزت و احترام کرتے تھے بعد ازاں حضرت اکبر لاہوری مرحوم کے پڑوسی جناب بٹ صاحب نے اپنے مکان کی چھت پر ایک کمرہ حضور اماں حاجنؒ کے لئے بنوایا اور بقیہ عمر کا کثیر حصہ وہیں گزرا۔ بٹ صاحب اور ان کے بچے نہایت با اخلاق اور اماں حاجن صاحبہؒ کے تہہ دل سے عقیدت مند اور خدمت گذار تھے لیکن اکثر اوقات حضور اماں حاجنؒ گذرے ہوئے مصائب کو یاد کر کے آبدیدہ ہو جاتیں۔ شب و روز ورد حق میں مشغول رہتیں۔ چھت پر چڑیوں کو آٹے کی سویاں بنا کر ڈالتی رہتی تھیں اور ذکر اللہ میں محو رہتی تھیں۔

جب حضرت امیر العصرؒ عرس حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ کے موقعہ پر لاہور آتے تو آپ حضرت مخدوم العصرؒ کے فضائل بہ وجدان بیان فرمایا کرتی تھیں اور حضرت امیر العصرؒ پر بہت شفقت و عنایت فرماتیں۔ راقم الحروف نے حضور اماں حاجنؒ کی زیارت اپنے بچپن میں کی ہے آپ کی شان سخاوت و شفقت ایسی تھی کہ پورا گاؤں آپ کو اپنی ماں کہتا تھا۔ آپ کی طبع میں جہاں جمال و مہربانی تھی وہاں غصہ و جلال بھی تھا چنانچہ ہر کس و ناکس کی آنکھیں آپ کے روبرو جھکی رہتی تھیں۔ آپ کی عمر اقدس ایک سو سال سے زائد ہوئی ہے۔ آپ کے کچھ اعزاء سمندری فیصل آباد میں بھی رہتے تھے چنانچہ آخری عمر میں وہاں تشریف لے گئیں اور وہیں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس سمندری فیصل آباد میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ اور فضائلِ شخصیت

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمدؒ کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک جامع الصفات عالم دین اور عارف باللہ کی حیثیت سے درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں سخاوت معرفت کے فروغ کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ کی ترقی اور فقہ حنفیہ کی عظمت کو اس قدر احسن طریق صوفیانہ سے پیش کیا کہ نفرت کی دیواریں گرنا شروع ہو گئیں۔ مسلمانوں کے تمام گروہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ کے حاشیہ نشینوں میں مقلد و غیر مقلد ہر قسم کے لوگ شامل رہے اس پر مستزاد غیر مسلموں میں آپ کا بے حد احترام اور جذبہ عقیدت موجود رہا۔ آپ نے ایک کامل عارف حق کی مثالی شخصیت کے اس تصور کو اجاگر کیا جو اس عظیم درگاہ کے شعار عارفانہ کا حصہ تھا۔ آپ نے عنفوان شباب سے اولاد کے جوان ہونے تک مسلسل محنت و مشقت کے ذریعہ روزی بقوت بازو حاصل فرمائی اور اپنی تمام صلاحیتوں کو اپنے والد گرامی حضرت سلطان العصرؒ کی شخصیت کے آئینے میں اجاگر کر کے فقیر حق کی شہرت حاصل کی اور پیر بن کر مخلوق خدا کے نذرانوں پر اکتفا نہ کیا۔

آپ نے شعار صوفیاء کی وہ تعبیر کی کہ تصوف سے برگشتہ لوگوں کے قلوب بھی صوفیانہ طریق زندگی کی حقیقت پسندی کے ہمنوا بن گئے۔ آپ کی شخصیت میں فیاضی اور سخاوت خصوصی شان کی غماز ہے۔ آپ نے تصوف کے تمام شعبہ ہائے نظری و وجدانی کے بارے میں متلاشیان حق کو بے مثال رہنمائی عطا کر کے تصوف کے نظری اور وجدانی معاملات کی علمی نہج کو زمانہ حال کے ساتھ

مطابقت کا ہنر سکھایا اور تمام زندگی امن بھلائی اخوت ' وطن دوستی ' مذہبی آزادی اور عظمت انسانیت کی روشنی کو مخلوق خدا کے قلوب میں ضو فگن فرمایا۔ آپ نے اپنے برہانی دلائل اور عارفانہ کلام سے نہ صرف ادبیات مشرق میں گراں قدر اضافہ کیا بلکہ شہرت و گمنامی سے بے نیاز ہو کر روح تصوف سے خراج تحسین حاصل کیا۔ آپ کے آثار فضائل سینکڑوں صفحات کے متقضی ہیں جنہیں اجمالی طور پر بیان کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

تاثیر قرآن العظیم حضرت مخدوم العصرؒ کے عہد میں غیر مقلدین خارجی مولویوں نے صوفیاء پر بے پناہ الزامات تراشے اور بہانے بنا بنا کر اہل تصوف کے فضائل و برکات سے عوام الناس کو برگشتہ کرنے کی کوششیں شروع کر رکھی تھیں خاص طور پر غیر مقلدوں کی تان "تعویذ" پر ٹوٹتی تھی۔ وہ تعویذ کو غیر اسلامی ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے اس کے پس پردہ غیر مقلدین کے عزائم انتہائی خوفناک اور مسلمانوں کے لئے تباہی کا موجب تھے۔ چنانچہ جب بعض صوفیاء کے خانوادوں نے غیر مقلدین کے طعن سے تنگ آ کر تعویذ لکھنا چھوڑ دیا تو مسلمان آبادی دنیاوی مسائل کے لئے استدارجیوں ' جوگیوں اور مشنری پادریوں کی طرف رجوع ہوئی۔ غیر مقلدین کو برصغیر میں جمانے والے مشنری ہی تھے چنانچہ ان افسوس ناک حالات میں بعض صوفیاء نے حضرت مخدوم العصرؒ سے استدعا کی کہ مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچانا چاہئے کیونکہ جو تاثیر اللہ کے کلام میں ہے اس سے اگر مسلمانوں کو برگشتہ کیا گیا تو عوام الناس اپنی ضرورتوں سے مجبور متبادل ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ میں تعویذ نہیں لکھا جاتا تھا اور نہ ہی تعویذ کا لکھنا شعار تصوف کا کوئی رکن ہے بلکہ صوفیاء نے مخلوق خدا کی بھلائی اور استفادے کے لئے ہی تعویذ لکھے اور قرآن حکیم کی خیر و برکت سے لوگوں کو استدراجوں ' جوگیوں اور دیگر شعبدہ بازوں سے محفوظ رکھا لیکن جدید عہد کے طلوع ہوتے ہی غیر مقلدین نے قرآن کی اس شفائی نوعیت سے انکار کر کے عوام الناس کو بلاواسطہ اور بالواسطہ طور پر استدراجیوں کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کر دیا۔ قرآن حکیم کی رحمتیں برکتیں اور معجزات بے حد و بے شمار ہیں۔ قرآن اہل تقویٰ کے لئے ہدایت ' اہل ایمان کے لئے تسلی ' بیماروں کے لئے شفاء ' عاقلوں کے لئے نصیحت ' اہل محبت کے لئے بشارت ' عاشقان حق کے لئے نوید جلوہ دیدار ' مستوں کے لئے میخانہ وحدت ' پڑھنے والوں کے لئے برکت ' عمل کرنے والوں کے لئے نجات ' اتباع رسولؐ کرنے والوں کے لئے منبع حکمت ' آنکھوں والوں کے لئے مبین ' صدق سماعت رکھنے والوں کے لئے العجب ' بے سہاروں کے لئے العزیز ' کمزوروں کے لئے العظیم ' حق کے متلاشیوں کے لئے صراط مستقیم ' تاریک ذہنوں کے لئے نور ' غافلوں کے لئے نصیحت ' پاکیزہ خلق والوں کے لئے برہان ' لاعلموں کے لئے البصائر ' بے زبانوں کے لئے البیان ' پژمردوں کے لئے

الروح' اللہ سے گفتگو کے شائقین کے لئے الوحی' اہل زہد کے لئے الہدیٰ' عاجزوں کے لئے الرحمتہ' اہل قرب کے لئے کلام اللہ' محققین کے لئے المفصل' ڈھونڈنے والوں کے لئے الحدیث' بے خیالوں کے لئے الذکر' اہل ریب کے لئے الحق' اہل تجزیہ کے لئے تبصرہ' اہل ایقان کے لئے تنزیل' اور صادق الاحوال لوگوں کے لئے گواہ ہے۔ قرآن حکیم کے برکات و فضائل انسانی توصیف کے حد بیان میں سما نہیں سکتے۔ یہ اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے۔ اللہ پر پختہ ایمان والوں کو قرآن ہر چیز سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ یہ ایسا بزرگ ہے جس کی شفاعت منقول' شہادت مقبول اور حامل آخری رسولؐ ہے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت مخدوم العصرؒ سیالکوٹ گئے تو وہاں کچھ لوگوں نے تعویذات کے بارے میں اور تاثیرات قرانی کے اس تعویذی سلسلے میں متعدد سوال کئے جس کا حضرت مخدوم العصرؒ نے قرآن و حدیث سے واضح ثبوت ارشاد فرمایا کہ وہ اصحاب رسولؐ جنہوں نے تعویذ کو پسند نہیں کیا تو اس کی وجہ ان کا وہ توکل ہے جس کا نور ان کو بارگاہ رسولؐ سے حاصل تھا اس سے تعویذ کا امتناع ثابت نہیں ہوتا اور پھر ہندوستان کے ہر مسلمان سے صحابہ رسولؐ کے توکل کا تقاضا کرنا اور ان کو استدراجیوں کے سپرد کرنا کسی طرح سے بھی مسلمانوں کے حق میں بہتر نہیں اس سلسلے میں آپ نے ایک واقعہ بھی بیان کیا کہ قرون وسطیٰ کے کسی مصنف نے لکھا ہے کہ بو علی سینا جو ایک نامور شاہی حکیم تھا ایک روز بادشاہ سے کہنے لگا کہ مریضوں کے لئے ایک خیراتی شفا خانہ کھول دینا ضروری ہے۔ بادشاہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ایک شفا خانہ شاہی خزانہ سے جاری کر دیا۔ اور حکیم بو علی سینا کی سرکردگی میں چند اور حکماء بھی متعین کر دیئے اور شہر میں بھی اعلان کر دیا لیکن دو مہینے گزر گئے اور کوئی مریض دوا لینے نہ آیا۔ حکماء ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے آخر تنگ آ گئے چنانچہ لوگوں سے استفسار کیا گیا کہ اس شہر میں کوئی آدمی بیمار بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ لوگوں نے کہا کیوں نہیں بیمار تو لوگ ہوتے ہیں لیکن یہاں ایک اللہ والا ہے اس کے پاس جاتے ہیں تو تندرست ہو جاتے ہیں۔ حکیم بو علی سینا نے ماتحت حکماء سے مشورہ کر کے ایک روز اس اللہ والے کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا اور کہا کہ دیکھیں تو سہی کہ وہ لوگوں کو کیا دیتا ہے۔

بو علی سینا ایک صبح اس اللہ کے درویش کے پاس پہنچ گئے دیکھا کہ اللہ والا اپنے سجادہ پر بیٹھا ہے اور لاتعداد بوڑھے بچے اور عورتیں پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ بو علی سینا نے دیکھا کہ اس بزرگ نے ایک تعویذ کسی مریض کو دیا۔ اسی دوران دیگر حکماء بھی وہاں پہنچ گئے۔ بو علی سینا نے طنزاً اس درویش کو کہا کہ "یہ جو کاغذ آپ اس مریض کو لپیٹ کر دے رہے ہیں کس خلعت کو فائدہ دے گا؟" اس اللہ والے نے بو علی سینا سے کہا "بیٹھ او گدھے" بس پھر کیا تھا بو علی سینا کے تن بدن میں غصے سے آگ لگ گئی اور اپنی بے عزتی سمجھتے ہوئے اس بزرگ کو خوب جی بھر کے برا بھلا کہا۔ آخر

لوگوں نے اس بزرگ سے حکیم صاحب کا تعارف کرایا اور اس بزرگ نے معذرت کی اور حکیم صاحب کا غصہ ٹھنڈا ہوا چنانچہ اس اللہ والے نے حکیم صاحب سے کہا کہ "حکیم صاحب میں نے آپ کو کیا کہا تھا؟" حکیم صاحب نے کہا کہ "آپ نے میرے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ "بیٹھ او گدھے" اس بزرگ نے کہا "میرے الفاظ اور بدکلامی کا اثر آپ کے جسم پر اس قدر ہوا کہ آپ کی صفراوی خلعت دوسری تمام خلطوں پر غالب آگئی اور آپ کو اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہا اور جب میں نے معذرت کی تو آپ کی وہ بڑھی ہوئی صفراوی خلعت اپنی جگہ پر دوبارہ عود کر آئی۔ اگر ایک انسان کے کلام میں یہ اثر ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے خلعت بڑھ جائے یا اپنے مقام پر عود آئے تو اللہ کے کلام کو آپ نے اتنا ہی بے اثر سمجھا ہوا ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی خلعت زیادہ یا کم نہیں ہو سکتی اللہ کا ارشاد ہے کہ وننزل من القرآن مابو شفاء ورحمتہ للمومنین ولا یزید الظلمین الاخسارا

(ترجمہ) اور جو کچھ ہم نے قرآن میں نازل کیا ہے یہ مومنین کے لئے رحمت اور شفاء ہے اور ظالم لوگ خسارے میں ہیں۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اس آیت کی مفصل تفسیر بیان کی۔ اس کے بعد کچھ سامعین نے قرآن کی حرکی تاثیر کے مشاہدے کی خواہش کرتے ہوئے کہا کہ "حضور ہم مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔" آپ نے ان کے اصرار پر ایک تعویذ لکھ کر ایک لکڑی کے کاٹے ہوئے تنے پر رکھا جو نزدیک ہی پڑا تھا۔ جیسے ہی آپ نے لکڑی کے تنے پر تعویذ رکھا تو اس لکڑی کے تنے میں حرکت پیدا ہوگئی۔ آپ نے وہ تعویذ تنے سے اٹھالیا اور لکڑی کا تنا دوبارہ ساکت ہوگیا اس موقع پر آپ نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرائتیہ خاشعا متصدعا من خشیتہ اللہ (ترجمہ) اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر نازل فرماتے تو تو دیکھے گا کہ وہ اللہ کے خوف سے لرزہ براندام ہوں گے۔ اس مشاہدے سے تمام حاضرین سبحان اللہ پکارنے لگے۔

اطاعتِ مرشد میں لازوال مقام حضرت مخدوم العصرؒ ابتدائے عمر ہی سے اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد حضرت سلطان العصرؒ کے بے حد اطاعت گذار تھے۔ زندگی کے تمام اطوار پر حکم مرشد کو فائق رکھا۔ آپ ہر طرح سے حضرت سلطان العصرؒ کے جلال و جمال کے وارث اور لازوال اطاعت کی مثال تھے۔ حضرت سلطان العصرؒ حضرت مخدوم العصرؒ ہی سے اپنی ضروریات زندگی کے سلسلے میں حکم آرشاد فرماتے اور آپ ہی کے گھر سے کھانا کھاتے تھے جس کام یا ذریعہ روزگار میں حضرت سلطان العصرؒ ناپسندیدگی کا اظہار کرتے آپ فوراً اس کو چھوڑ دیتے۔ حضرت مخدوم العصرؒ اپنے شیخ طریقت حضرت سلطان العصرؒ کی ذات والا صفات میں اس قدر فنا تھے کہ قدم بقدم راہ سلوک کو طے فرما کر مشاہدہ حق تک پہنچے اور چہرہ انور سے اندھیروں میں اجالا ہوگیا۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے پیر و مرشدؒ کی ذات میں اسوہ رسولؐ کی روحانی تابناکیوں کی تجلیات سے اس قدر محبت کی کہ تو من شدی من تو شدی۔ جس طرح حضرت سلطان العصرؒ کو نسبت اویسی کا ایسا جاہ و جلال حاصل تھا کہ آپ روحانی پرواز کر کے دور افتادہ علاقوں میں اہل مجاہدہ کو راہ حق کی ہدایت فرما کر مشاہدہ حق کی راہ پر لے جاتے اسی طرح حضرت مخدوم العصرؒ سے بھی اویسی جلال و جمال ظاہر ہوا۔ حضرت مخدوم العصرؒ میں وہ تمام اوصاف کریمہ ظاہر ہوئے جو حضرت سلطان العصرؒ کا افتخار فقر تھے یہاں تک کہ جب حضرت مخدوم العصرؒ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے حقہ تازہ کرنے کا حکم دیا حالانکہ آپ حقہ نہیں پیتے تھے لیکن وقت رخصت تھوڑی دیر کے لئے حقہ پیا تا کہ مرشد معظم کی کوئی سنت قضا نہ ہو سبحان اللہ۔

ولی اللہ بحق گوئید حضرت مخدوم العصرؒ جید عالم دین تھے جب کلام فرماتے اور حاضرین کو گفتگوئے کیمیاء نہاد سے معمور فرماتے تو جذب وحدت سے سرشار ہوتے تھے۔ آپ نے خشک علمی دلائل اور محض نظری مسائل کے رٹے رٹائے مقولوں پر اکتفا کرنے کی بجائے حقائق و معارف کو اپنی ذات کا جزو بنایا تھا۔ آپ کی تلقین و نصیحت کی شان یہ تھی کہ نزدیک و دور کے لوگ ایک ساتھ اور ایک ہی زیر و بم اور لحن و صوت سے آپ کی گفتگو سماعت کرتے اور کبھی کسی دور بیٹھنے والے نے یہ نہ کہا کہ حضور آپ کی آواز ہم تک نہیں آ رہی' یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ نے علوم اسلامیہ کو احسن عمل کے ساتھ اپنی شخصیت میں نور وحدت سے آمیختہ کیا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ العلم الھدیٰ کے متجلی تھے۔ جب کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو اس کی اساس علوم شریعہ پر قائم فرماتے اور شریعت کا اصل و اصول یعنی طریقت کے معارف کو ساتھ ساتھ بیان فرماتے رہتے۔ آپ کی شخصیت میں شریعت و طریقت حقیقت و معرفت کی ایسی حقیقی وحدت کا جلوہ تھا کہ جو ہر طرح سے آپ کے عارفانہ درجہ اعلیٰ کا غماز تھا۔ اگر کبھی کسی سوال کے جواب میں آپ کے پاس اس سوال کے عقلی و علمی دلائل ہوتے اور وجدانی تحقیق میں کچھ ندرت محسوس کرتے تو خاموشی اختیار فرماتے اور ذکر اللہ میں ڈوب کر حقائق و معارف کے گنجینہ صدق و یقین کو ساحل زبان پر لاتے' محض نظری دلائل بیان کرنے اور خشک منطقی بحث و مناظرہ کرنے سے آپ کی طبع عارفانہ مطمئن نہ تھی کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے محققانہ مزاج عطا فرمایا تھا۔

قرآن حکیم کا بھی یہی تقاضا علمائے راسخ سے ہے کہ ابلاغ مبین ہونا چاہئے یہاں مبین سے مراد یہ ہے کہ عالم کے لئے ضروری ہے کہ اس کا علم اس کی شخصیت میں تدبر اور تحقیق کا درجہ حاصل کرے۔ زبان سے بیان کی گئی باتیں اگر قلب و نظر پر متحقق نہ ہوں تو زبان کی بات محض ہوس وعظ ہے اور ہوس کی ہر صورت اور ہر رنگ تصوف کی نفی ہے جبکہ صوفی سالک کے لئے یہ امر لازم ہے کہ اس کا علم اور عقائد اس کے مشاہدہ قلبی سے تحقیق کے ثمرات سے متمول ہوں۔ اگرچہ حصول

علم بھی جگرداری کا کام ہے لیکن اپنے علم پر تحقیق سوز جگر ہے۔ اس سوز جگر اور درد دل کے بغیر عالم کا کردار نامکمل رہتا ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ عالم باعمل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عظیم سے آپ کو نسبت اویسی کے فیضان سے قرآن حکیم کے باطن در باطن سات باطنوں سے آگاہ فرمایا تھا چنانچہ آپ کے نزدیک عالم کے صاحب کردار ہونے کا معنی و مفہوم نہایت ارفع ہے۔ آپ کی طبع عارفانہ مناظرے اور مجادلے سے کسی طرح بھی مناسبت نہ رکھتی تھی لیکن جب فتنہ پردازوں کی فتنہ پروری سے مقابلہ ہوتا تو آپ تیغ جگردار ہو جاتے اور اکثر اوقات آپ کے مخالفین نے مسلک اہلسنت کی حقانیت کا اقرار کیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

اے حریص وعظ کب تبلیغ تیرا کام ہے
واسطے تبلیغ کے کردار ہونا چاہئے

آپ کے نزدیک مناظرہ و مجادلہ محض مخالف پر طعنہ زنی اور نشتر طنز آزمانے کا نام نہ تھا بلکہ آپ نہایت خلوص دل سے حق مبین کا اظہار فرماتے لیکن ہدایت کی توقع اللہ رب العالمین ہی سے کرتے کہ تمام مخلوقات کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جسے چاہے ہدایت دے۔ بے شک اللہ کا ولی حق کے ساتھ وحدت اختیار کرتا ہے اور حق بات بجٹی بیان کرتا ہے۔ اللہ کے ولی کا طریق لوگوں کے مزاج پر نہیں صاحبؐ معراج کے اس قرب قاب قوسین پر ہوتا ہے جس میں لوگوں کی ہدایت اشک پیازی اور درد دل کے ساتھ اللہ الصمد سے طلب کی جاتی ہے۔ اللہ کے ولی کا ہتھیار حکمرانوں کی حمایت نہیں بلکہ اللہ کی تائید ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ اللہ ذوالجلال و الاکرام کے عاشق ارفع مقام اور عارف باللہ تھے آپ کا طریق و معیار تلقین عام علماء سے بہت مختلف تھا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ جو عظمت طریق قادریہ سے متعلق ہے حضرت امیر العصرؒ کی تصنیف "سیرت الفقراء" کی جلد چہارم غیر مطبوعہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

میاں جلال الدین مرحوم بھانو پنڈی والوں کے چند مریدین موضع بمبانوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں تھے جو کہ اپنے پیر و مرشدؒ کے حکم سے باقاعدہ گیارہویں شریف کا ختم دیا کرتے تھے۔ اس گاؤں میں اہل حدیث (وہابی) فرقہ کا بھی زور تھا۔ وہ ان کے مریدین کو گیارہویں شریف کی ادائیگی سے منع کرتے اور مخالفت کرتے ہوئے گیارہویں شریف کا قرآن و حدیث سے ثبوت مانگتے لیکن ان مریدین نے کہا کہ ہم تو ان پڑھ ہیں اگر کسی وقت ہمارے پیر و مرشد یہاں تشریف لے آئے تو ان سے بات کر لینا چنانچہ میاں جلال الدین صاحبؒ اچانک بمبانوالہ میں آئے تو مریدین نے اہل حدیث فرقہ کی تخریبی کارروائیوں سے آگاہ کیا اور کہا کہ وہ اس مسئلہ پر ہر قسم کا مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔

میاں جلال الدین صاحبؒ اپنی گھوڑی پر بیٹھ کر سیدھے گوجرانوالہ آئے اور صورت حال

سے آگاہ کیا اور عرض کیا کہ "حضور میں آپ کو ساتھ لے جانے کے لئے آیا ہوں" آپ" میاں جلال الدین صاحب" کے التماس کو مانتے ہوئے ساتھ چل دیئے۔ شام کے قریب آپ بمبانوالہ پہنچے اور میاں جلال الدین صاحب" کے مریدوں نے اہل حدیث فرقہ کو اطلاع دے دی کہ ہمارے پیر و مرشد تشریف لے آئے ہیں لہٰذا آپ بھی اپنے فرقہ کے علماء کرام کا بندوبست کر لیں اور صبح مناظرہ کرنا چاہو تو کر لو۔ اہل حدیث فرقہ نے بھی رات بھر میں اپنے جید علماء کا بندوبست کر لیا اور صبح مناظرہ کا انتظام شروع ہو گیا۔ قبلہ عالم" نے میاں جلال الدین کو فرمایا کہ آپ اپنے مریدین کے حلقہ میں رہیں اور مجھے ایک الگ جگہ آرام کرنے کے لئے دے دیں۔ ان مریدین کی ایک حویلی تھی جہاں وہ لکڑی کا کام کرتے تھے اس میں سرکار عالیہ" کا انتظام کیا گیا۔

جب تقریباً" آدھی رات ہوئی اور آپ اپنے بستر پر آرام فرما رہے تھے کہ ایک آدمی اس حویلی میں آیا اور آپ کے پاس آ کر السلام علیکم کہی۔ آپ اسی وقت بستر سے اٹھے اور وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاۃ جواب دیا اور مہمان کو بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ مہمان آپ کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو ہوتی رہی۔ آخر اس نے کہا کہ میں حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق حاضر ہو کر آپ کو ساتھ لے جانے کے لئے آیا ہوں ۔ آپ اسی وقت تیار ہو گئے اور آدھی رات کے وقت دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پرواز کرنے لگے۔

سرکار عالیہ" نے اپنی اس سیر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے خود فرمایا کہ ہم پرواز کرتے ہوئے دریاؤں پہاڑوں درختوں وغیرہ کے اوپر سے گزرتے ہوئے ایک ایسی وادی میں پہنچے جس کے چاروں طرف پہاڑ تھے اور وادی میں کافی مخلوق جمع تھی اور وسط میں ایک منبر پر حضرت سیدنا غوث الثقلین" ہاتھ میں قرآن پاک پکڑے جلوہ افروز ہیں۔ جب ہم وادی میں پہنچے تو حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے پاس بلاتے ہوئے عام مجلس کو ارشاد فرمایا کہ "میرے دوستو جس کا مجھے انتظار تھا وہ آ پہنچے ہیں اس لئے میں اب اپنا وعظ شروع کروں گا۔" قرآن پاک کی سورۃ فجر کی پہلی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے تفسیر بیان کرنا شروع کی جس میں قرآن پاک سے گیارہویں رات کا ثبوت احادیث سے اس رات کی فضیلت اور نبی اکرم" کا آپ کو گیارہویں رات ایصال ثواب کرنے کا حکم اور اس کی حقیقت اور ادائیگی کے متعلق سب کچھ ارشاد فرما دیا۔ جب وعظ ختم کر چکے اور مجلس برخاست ہو گئی تو آپ نے اسی آدمی کو حکم دیا کہ ان کو جا کر وہاں چھوڑ آؤ جہاں سے تم ان کو لائے ہو۔ اجازت ملنے کے بعد پھر اسی طرح ہم دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پرواز کرتے ہوئے موضع بمبانوالہ کی اس حویلی میں آ گئے۔ اس وقت تہجد گزارنے کا ہی وقت باقی تھا تہجد کی نماز سے فارغ ہونے کے چند لمحے بعد فجر کی آذان ہو گئی اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد میاں جلال الدین اور چند ان کے مریدین آپ" کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ تیار ہو گیا۔ کھانے سے

فارغ ہو کر آپ میدان مناظرہ کی طرف چل پڑے۔ تمام گاؤں والے (مسلم ہندو سکھ اور عیسائی) سب کے سب وہاں جوق در جوق آ کر جمع ہو رہے تھے ۔ پھر اہل حدیث فرقہ کے علمائے کرام بھی آ گئے اور سلسلہ کلام شروع ہوا۔

سرکار عالیہ" نے فرمایا "اگر آپ کو قرآن و حدیث سے گیارہویں کا ثبوت مل جائے تو آپ اپنی شکست مانتے ہوئے اہل حدیث فرقہ کو چھوڑ کر اہل سنت و جماعت میں داخل ہو جاؤ گے' اس کے لئے آپ کو اس مجلس میں اقرار کرنا پڑے گا۔" علمائے اہل حدیث نے اقرار کیا کہ اگر ہم شکست کھا گئے تو ہمیں آپ کی ہر شرط منظور ہو گئی۔ سب مجلس نے بدیں الفاظ اقرار کیا۔ سرکار عالیہ" نے حضور غوث الثقلینؓ کے فرمودات کے عین مطابق قرآن و حدیث سے گیارہویں رات کا ثبوت دیتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کیا اور تقریباً" ایک گھنٹہ تک آپ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے حوالہ جات اور دلائل پیش کرتے رہے۔ پھر کیا تھا اہل حدیث علماء حیران و پریشان اپنی کم علمی اور حقیقت سے نا آشنائی سے شرمندہ ہو کر آپ" کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھ رہے تھے اور آپ کا کلام سن رہے تھے۔ کسی کو بھی ایک حرف زبان سے نکالنے کی جرات نہ ہوئی اور نہ ہی کوئی اعتراض کر سکے بلکہ آپ" نے ان کے ہر اعتراض کا خود بخود جواب باصواب ارشاد فرمایا۔ جب علمائے اہل حدیث نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا تو تمام مجلس میں نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالتؐ اور نعرہ حیدریؓ بلند ہو گیا اور سبحان اللہ سب کی زبان پر تھا اور سب، لوگ آپ کی دست بوسی کر رہے تھے۔ اس کے بعد گاؤں والوں نے گاؤں سے دودھ اکٹھا کیا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس پر گیارہویں شریف کا ختم پڑھا اور دعا مانگنے کے بعد میاں جلال الدین کو حکم دیا کہ یہ دودھ لوگوں میں تبرکا" تقسیم کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

چاند کی گیارہویں رات عبادات و اذکار کے فضائل اصحاب رسولؐ سے منقول ہیں۔ معترضین صرف اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ اس رات کو اہتمام کے ساتھ صرف حضرت غوث الاعظمؓ کے عقیدت مند مناتے ہیں اور حضورؐ کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرتے ہیں معترضین کا اصل حسد حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ سے ہوتا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ حق کا میزان معلٰی ہیں۔ آپ کی محبت صحت ایمان کا جام آب حیات ہے۔ ایمان کے جام صحت کی تمنا اہل ایقان و برہان کو ہی ہو سکتی ہے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے فیوضات نے امت محمدیہؐ کو قرب درگاہ نبوتؐ اور قرب بارگاہ حق سے سرشار کیا ہے تا قیامت اولیاء اللہ کی گردنوں پر آپ کا قدم ہے بقول حضرت احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی"۔

واہ کیا مرتبہ اے غوثؒ ہے بالا تیرا
اچھے اچھوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

قطبُ الاقطاب حضرت مخدوم العصرؒ حضرت مخدوم العصرؒ کی روحانی سیادت و عظمت کا تذکرہ اولیائے کاملین سے منقول ہے اور بے شمار ایسے واقعات ہیں جس میں آپ کی سخاوت معرفت اور فروغ روحانیت کی زندہ مثالیں ہیں۔ جس طرح حضرت سلطان العصرؒ نے حضرت غوث العصرؒ کے بعض اہل ارادت کی روحانی تربیت فرمائی اسی طرح حضرت مخدوم العصرؒ نے بھی حضرت سلطان العصرؒ کے بعض مریدوں کی تربیت فرما کر ان کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔ اس کے علاوہ دیگر سلاسل کے بے شمار سجادگان اور درویشوں نے آپ کے فیضان سے منازل سلوک طے فرمائے اور بعض کو آپ نے خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے بارے میں ایک واقعہ صوفی محمد گلزار صاحب (ساہیوال) بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت پیر سید نادر شاہ قادریؒ (نتھیں شریف) اور دیگر جلیل القدر شخصیات اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ بابو غلام سرور قادریؒ رحمتہ اللہ علیہ کے حضور حاضر تھے کہ اچانک حضرت بابو صاحبؒ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور پیر سید نادر شاہ قادریؒ کو مخاطب کر کے فرمایا "شاہ صاحب ذرا سنبھل کر' کہ زمانے کے قطب عالم جلوہ افروز ہو رہے ہیں" اور چند لمحوں بعد مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے اور سب آپ کی تعظیم کے لئے اٹھے اور دست بوس ہوئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اسد المعرفت بن کر طالبان حق کی تربیت فرمائی اور اپنے بزرگان سلسلہ کی روایات کو نبھاتے ہوئے طالبان حق کو مشقت و تکلف سے بچایا اور نگاہ کیمیا نہاد سے ارفع و اعلیٰ مقامات روحانیہ سے سرفراز فرمایا۔

شیرازہ تعلیمات قادریہ حضرت مخدوم العصرؒ نے جہاں اپنے کردار و عمل نصائح دل افروز' مواعظ خرد مہمیز اور کرامات عظیمہ سے درگاہ معلی غوث العصرؒ کی احسن پیشوائی فرمائی اسی طرح آپ نے بہ انداز شعر و سخن بھی اعلیٰ معارف تصوف کو بیان کر کے تعلیمات قادریہ کو عام فرمایا۔ آپ نے ادب پنجاب میں اپنے عہد ساز اسلوب سے تصوف کی وہ تعلیم پیش کی جو ہر طرح سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظیم روایات کی امین ہے۔

آپ ادب پنجاب کے وہ پہلے سرخیل ہیں جنہوں نے شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کے باب میں مفصل اور عارفانہ انداز سے جزویات و دقائق کے ساتھ روحانی رہنمائی فرمائی۔ آپ سے قبل شعراء پنجاب میں اگر کسی نے عارفانہ کلام میں بیان کیا تو شریعت پر نہ لکھا اگر کسی نے شریعت پر لکھا تو اس انداز سے کہ تصوف کی اقدار کی مخالفت کے پہلو کو پیش نگاہ رکھا۔ اگر کسی نے رندانہ انداز اپنایا تو شریعت و طریقت دونوں کو یکسر عبور کر کے حقیقت و معرفت کے بیان کو اپنایا جبکہ آپ کا کلام

ادب پنجاب میں کلام حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی شان رکھتا ہے جس میں شریعت طریقت کا آئینہ، طریقت حقیقت کا راستہ اور حقیقت معرفت کا ذریعہ ہے۔ آپ کی پنجابی شعری تصانیف میں "گنج عرفان" اور "میزان عشق" زیادہ معروف ہیں اس کے علاوہ آپ نے اردو میں حمد و نعت و منقبت اور عارفانہ غزل کے گلہائے عشق الٰہی کھلائے ہیں۔ آپ کے کلام میں جذبہ عشق الٰہی تمام جذبات پر فائق ہے۔ آپ پنجابی میں عاشق تخلص فرماتے تھے اور اردو و فارسی میں کریم یا کریمی' آپ کا سرمایہ شعر و سخن ہر لحاظ سے شیرازہ تعلیمات قادریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

وصال اقدس حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے وصال سے کئی سال پہلے ہی جانشین سلسلہ حضرت امیر العصرؒ سے وقت وصال بیان فرما دیا تھا۔ بعد ازاں ایک رات آپ کو بعالم خواب حضرت سلطان العصرؒ نے آپ کی آخری آرام گاہ آپ کی والدہ ماجدہؒ کے قدموں میں دکھاتے ہوئے فرمایا کہ "بیٹا دیکھو ہم نے تمہاری آخری آرام گاہ کے لئے یہ جگہ پسند کی ہے کیا تمہیں بھی یہ جگہ پسند ہے"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "حضور جو جگہ آپ کو پسند ہے وہ مجھے بھی پسند ہے" آخر ۲۹ سال مسند غوث العصرؒ کو رونق افروز کرنے کے بعد ۱۸ شعبان ۱۳۶۱ء بمطابق ۳۱ اگست ۱۹۴۲ کو بوقت تہجد آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مولانا غلام جیلانیؒ سجادہ نشین درگاہ عالیہ نوریہ اور حضرت امیر العصرؒ نے آپ کو غسل دیا۔ جب آپ کی چارپائی میدان میں رکھی گئی تو باوجود اس کے کہ آسمان صاف تھا ایک خوشبو دار پھوار آسمان سے گرنے لگی اور حاضرین نے سبحان اللہ کا ورد شروع کر دیا۔ یہ نورانی پھوار عاشقان صادق کے لئے اللہ تعالیٰ کا اذن خوشنودی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ حضرت امام غزالیؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی میت پر بھی اسی طرح آسمانی پھوار برسی تھی۔ آپ کی چارپائی کے ساتھ بانس باندھے گئے تھے کیونکہ مخلوق خدا ہزاروں کی تعداد میں جمع تھی برصغیر کے کئی ایک دور افتادہ شہروں سے بھی مشائخ کرام اور صوفیائے کرام تشریف لائے تھے۔

اہل ارادت قرآن خوانی اور ورد کلمہ شہادت میں محو تھے۔ مخلوق خدا جوق در جوق مسلسل جمع ہو رہی تھی جس کے باعث آپ کی نماز جنازہ تین بار ادا کی گئی۔ نماز جنازہ پڑھانے والوں میں حضرت مخدوم العصرؒ کے صاحبزادے صوفی محمد شریف غیرت قادریؒ، حضرت صاحبزادہ غلام سرور جان مجددی سرہندیؒ اور ایک بزرگ مثل آفتاب چہرہ رکھتے تھے جنہیں نہ کسی نے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا' اللہ ہی اپنے دوستوں کو جانتا ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے تمام زندگی درگاہ معلّٰی قادریہ حضرت غوث العصرؒ کی پیشوائی فرما کر اس عظیم روحانی درگاہ کے فیضان کو نزدیک و دور عام فرمایا اور اسی درگاہ میں آسودہ لحد ہوئے۔ عشق الٰہی میں خود بھی بشکل آفتاب طلوع ہوئے اور ان گنت قلوب کو سرور وحدت سے آشنا کر کے ازلی سعادت کے قابل بنایا۔ قطعہ تاریخ وصال حضرت امیر العصرؒ

نے فرمایا۔

حضرتِ خواجہ کریم اللہ کریم ابن الکریم
جلوۂ نورِ خدا طورِ شرافت را کلیم
قادری حنفی بہارِ گلستانِ شرع و دین
تا قیامت باد بروے رحمتِ ذاتِ قدیم
ہم بن ویک ہزار و سہ صد و شصت و یکے
در مہِ شعبان رواں شد جانبِ دارالنعیم

۱۳۶۱ھ

قطعہ وصال ثانی

حضرتِ شہ کریمؒ شانِ کریمی
مرقدش قبلۂ قلوبِ حنفیلی
جنبشِ نگہ او بہ اذنِ الٰہی
"قاطعِ کفر و شرک عیرتِ نوری"

۱۹۴۲ء

آپ کے بعد حضرت امیر العصرؒ نے اس عظیم روحانی درگاہ کی عظمتوں کو اپنے روشن کردار اور بزرگان سلف کے شعار کے تمام اخلاقی و روحانی تقاضوں کے مطابق قائم رکھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے جس اوصاف کریمانہ کی روشنی سے طالبان حق کو سرفراز کیا حضرت امیر العصرؒ نے انہی اوصاف مطہرہ کے ہر تقاضے کو نسبت اویسیؒ کے جلال و جمال کے ساتھ نئے عہد میں پیش کیا اور حضرت مخدوم العصرؒ کے اخلاق و کردار عالیہ اور درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ کے فیوضات کو سخاوت معرفت کے ساتھ اہل حق تک پہنچا کر امیر العصرؒ ہونے کا ثبوت دیا اور حضرت مخدوم العصرؒ کے علمی و روحانی ورثے کو زندہ و جاوید بنا دیا۔

حضرت رابعہ ثانی قدس اللہ العزیز

خیر النساء زبدہ حیا، عروس سخاء، نجم ضیاء، مظہر تعلیمات قرآنی، شوکت حدیقہ ایمانی، اوج فلک برہانی رابعہ ثانی حضرت محترمہ بیگم بی بی رحمتہ اللہ علیہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں ابن فخرا تخیاء حضرت خواجہ محمد محمود قادری رحمتہ اللہ علیہ کے صاجزادے حضرت خواجہ محمد ناصرؒ کے خانہ فقرولایت میں پیدا ہوئیں۔ آپ سے بڑے دو بھائی تھے جبکہ آپ سے چھوٹی دو بہنیں بعد ازاں تولد ہوئیں۔ رابعہ ثانی حضرت محترمہ بیگم بی بیؒ نے ابتدائے عمر ہی سے شعار اسلامیہ کی پابندی اپنے والد مشفق سے حاصل کی اور ناظرہ قرآن اور مجمل مسائل فقہ اپنی والدہ محترمہؒ سے تعلیم پائے۔ آپ مادر زاد اللہ کی ولیہ اور انتہائی نیک سرشت و خوش اخلاق تھیں۔

ابھی آپ کی عمر اقدس سات آٹھ سال تھی کہ آپ کی والدہؒ نے آپ کو گھریلو امور میں اپنا مددگار و معاون بنا لیا لیکن جیسے ہی آذان کی آواز کانوں میں پڑتی آپ فوراً وضو فرما کر نماز میں کھڑی ہو جاتیں اور محویت نماز اس قدر طاری رہتی کہ گرد و پیش کے بارے میں یکسر بے خبر ہو جاتی تھیں۔ ذوق نماز و قرات قرآن حکیم آپ کے قلبی و جسمانی آرام کا واحد ذریعہ تھے۔ والدینؒ کی حد درجہ اطاعت کی وجہ سے اور طبعی شائستگی و اخلاق اعلیٰ کے باعث آپ صغر سنی ہی میں اپنے خاندان میں نہایت محترم تھیں یہاں تک کہ آپ کی عمر اقدس تیرہ چودہ سال کو پہنچ گئی لیکن آپ نے زندگی کے کسی ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے والدینؒ کی حکم عدولی نہ کی تھی۔ اس ازلی سعادت اور فنائے نفس

کی وضاحت کے لئے اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خدمات کے لئے جو کام آپ سے لینا تھا اس کے لئے ایسی ہی اولوالعزمی اور فنائے نفس لازم تھی چنانچہ آپ کی تمام زندگی بے لوث خدمت اور ارفع عبادت کی ایک لازوال داستان ہے۔

شاہ بیگمؒ رابعہ ثانی بود خیر النسا — بحر انوار شرافت مشعل فقر و فنا
دختر شہ ناصر عباسیؒ آں مرد حق ولی — زوجہ شاہ کریمؒ اللہ قطب اولیا
آں کہ در بے لوث خدمت بمثال و بینظیر — آں کہ ام شہ بشیر القادریؒ سیف خدا
در امازت شمس تاباں در حیا ماہ حجاز — جوشش تقویٰ جمالش ذوق عرفاں مرحبا
ہر ارادہ محو در حکمت مثال حق نما — ہر قدم معصوم دارد بر زمین بندگی

حضرت مخدوم العصرؒ سے عقد حضرت مخدوم العصرؒ کی پہلی شادی ابتدائے عمر میں حضرت سلطان العصرؒ کے حکم سے قصبہ علی پور میں ہوئی تھی۔ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ نہایت خلیق با اخلاق اور خدمت گذار خاتون تھیں جن میں سے حضرت مخدوم العصرؒ کے تین بیٹے حافظ عبدالحکیمؒ، پروفیسر صوفی عبدالعزیزؒ اور صوفی محمد شریف غیرت قادری تھے اور ایک بیٹی تھی۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے صاحبزادگان ابھی عنفوان شباب ہی کو پہنچے تھے کہ آپ کی پہلی زوجہ کا انتقال ہو گیا ان حالات میں سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے جانشین سلسلہ حضرت مخدوم العصرؒ کا عقد ثانی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور آپ نے خود بہ نفس نفیس کوٹ پیرو شاہ جا کر رابعہ ثانی حضرت محترمہ بیگم بی بیؒ کا رشتہ حضرت مخدوم العصرؒ کے لئے طلب کیا اور یہ عقد اسعد طے پا گیا اور رابعہ ثانی حضرت محترمہ بیگم بی بی نے اپنا قدم مبارک حضرت مخدوم العصرؒ کے گھر میں رکھا۔ ہر چند کہ آپ پر بے حد ذمہ داریاں تھیں، بچوں کے خورد و نوش اور دیگر گھریلو امور کے علاوہ درگاہ معلیٰ کی ضروریات اس پر مستزاد لیکن آپ کے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی۔ آپ نے آتے ہی تمام ذمہ داریوں کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینا شروع کیا اور ساری زندگی نبھایا۔

پہلی زوجہ کی اولاد آپ کی ہم عمر تھی لیکن وہ آپ کے کردار، خدمت اور اولوالعزمی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ہمیشہ آپ کو اپنی ماں کی جگہ سمجھا، نگاہیں جھکی رہتیں اور ادب و توقیر میں کوئی کمی نہ آتی تھی۔ ان حالات میں کبھی کوئی ایسا مقام نہ آیا جب آپ کی پہلی زوجہ کی اولاد کو یہ احساس ہوا ہو کہ ان کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے۔ حضرت سلطان العصرؒ جن توقعات کے پیش نظر آپ کو حضرت مخدوم العصرؒ کے لئے بیاہ کر لائے تھے آپ نے ان جملہ توقعات کو احسن طریق سے پورا کر دکھایا۔ حضرت سلطان العصرؒ اپنی اس کم سن بہو سے انتہائی خوش تھے کیونکہ آپ نے جس صغر سنی میں اتنی بڑی ذمہ داریوں کو پورا کر دکھایا، وہ ہر طرح سے آپ کی طبعی عظمت، خداداد بزرگی اور روحانی بردباری و اخلاقی رفعت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی پہلی

زوجہ مرحومہ کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ آپ نے خود اپنی ذمہ داری میں ان کی شادیاں کیں اور انہیں حضرت مخدوم العصرؒ کے اذن سے الگ رہنے کی اجازت دی چنانچہ آپ کا مشفقانہ سلوک ایسا تھا کہ انہیں ماں کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔

بیعت اقدس روایت ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ کے وصال کے بعد حضرت رابعہ ثانیؒ اکثر حضرت مخدوم العصرؒ سے فرمایا کرتی تھیں کہ آپ مجھے بیعت کریں لیکن حضرت مخدوم العصرؒ اس کے جواب میں فرمایا کرتے کہ "تم سخی صاحب کی پوتی ہو بعد اجازت بیعت کروں گا" آپ فرمایا کرتیں کہ "اپنے طور پر عبادت کرتی ہوں' اللہ اللہ کرتی ہوں ایسا کب تک چلے گا؟" لیکن حضرت مخدوم العصرؒ مسکرا کر خاموش ہو جایا کرتے۔ حضرت رابعہ ثانیؒ کا بیعت کے لئے اصرار اس لئے بھی شدت اختیار کر گیا تھا کہ آپ حضرت مخدوم العصرؒ کو رات کے اوقات میں جب محو عبادت دیکھتی تھیں تو عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرتی تھیں حضرت مخدوم العصرؒ کے چہرہ اقدس سے نورانی شعاؤں کا پھوٹنا اور تاثیر ذکر اللہ سے اردگرد کے ماحول میں نورانی تاثیرات کا سرایت کرنا آپ کے لئے روحانی بالیدگی کا باعث بنتا تھا چنانچہ ایک شب حضرت سلطان العصرؒ بحالت خواب تشریف لائے اور فرمایا "بیٹا میں تم کو بیعت کرنے آیا ہوں" اور ایک ہی نگاہ کرم سے مقامات ارفع پر فائز فرمایا۔

آپ فرمایا کرتی تھیں کہ جب حضور نے مجھے بیعت فرمایا اور اللہ کا نام تعلیم فرمایا تو مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے ایک نور میرے وجود میں سرایت کر گیا ہے جس نے میرے احساسات اور جذبات پر بھی ایسی گرفت کی ہے گویا آسمان میں ہوں"۔

اخلاق حسنہ حضرت رابعہ ثانیؒ اخلاق و حسنات میں عہد گذشتہ کی یادگار تھیں۔ کم گوئی' درگذر' سادگی' حلم و بردباری' عزم و ہمت' ایفائے عہد اور ذمہ داری کے احساس میں آپ جیسی محکم تھیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ باوجود اس کے جملہ خاندان کے زر و نقد پر آپ متصرف تھیں لیکن کبھی فی نفسہ آپ کو کسی آرائش و زیبائش کی حرص نہ تھی۔ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا اس کے حصے کر دیتی تھیں کہ یہ فلاں کا اور یہ فلاں کا اور کبھی اپنا نام زبان پر نہ آتا تھا۔ آپ نے حضرت مخدوم العصرؒ کی پہلی بیوی کی اولاد کی شادیاں نہایت دھوم دھام سے کیں۔ لاہور بمبئی اور امرتسر سے ملبوسات اور بھاری زیورات منگوائے جاتے تھے' خرچ کرنے کے معاملے میں آپ کے دست اقدس کی وسعت ہشت بہشت کو شرماتی تھی۔ اہل خاندان آپ کو "حضور بے جی" (رانی ماں) کے نام سے بلاتے تھے۔

مقبول بارگاہ اولیاء اللہ حضور رابعہ ثانیؒ جب اولیاء اللہ کے مزارات پر جاتیں تو بزرگان حق کی ارواح فی الفور آپ کی آنکھوں کے سامنے نمودار ہوتیں اور آپ بالمشافہ زیارت و گفتگو فرمایا کرتیں۔ نیز آپ کسی بھی قبر پر جھانک کر بتا دیتی تھیں کہ اس میں کون ہے اور کس حال

میں ہے۔ اولیاء اللہ میں حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ اسرارہ' حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ حضرت سخی احمد یارؒ اور دیگر لاتعداد اولیاء اللہ آپ پر شفقت فرماتے تھے۔ بالخصوص حضرت داتا گنج بخشؒ اور حضرت سیدنا میانمیر صاحبؒ نسائے غیب کے ہاتھ آپ کو تحائف بھیجا کرتے تھے۔

اس ضمن میں ایک اہم واقعہ بہت مشہور ہے جس میں خاندان اور اہل محلّہ کی خواتین نے غیب سے نمودار ہونے والی خواتین کا مشاہدہ کیا۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت رابعہ ثانیؒ کے بطن سے آپ کے بیٹے حضرت نذیر حسین خاورؒ تولد ہوئے اور چالیس دن گزرنے پر دعوت کی گئی تو کئی ایک خواتین کی موجودگی میں چند خواتین ہاتھوں میں تحائف لئے وارد ہوئیں۔ وہ خواتین دنیائے غیب سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے قد دراز' آنکھیں کشادہ لمبی انگشت برابر' ناک ستویں' ہونٹ غنچہ مثال' چاہ زنخداں کے گڑھے متبسم رخساروں سے ظاہر اور زرق برق لباس میں ملبوس تھیں' بعض کی رنگت زریں اور بعض سرخ و سفید تھیں' انہیں دیکھتے ہی موجود عورتیں سبحان اللہ پکار اٹھیں کیونکہ ایسے حسن و جمال کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ ہر ایک دل سینے میں متحیر تھا کہ یہ کون لڑکیاں ہیں اور کہاں سے آئیں ہیں کہ جن کے چہروں پر روشنی کے ایسے دائرے ہیں کہ آنکھ نہیں ٹکتی۔ ان نسائے غیب نے تحائف حضور رابعہ ثانی کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ "خواتین حیران نہ ہوں ہم اس دنیا کی عورتیں نہیں ہیں ہمیں حضور داتا گنج بخشؒ نے آپ کی خدمت میں مبارکباد کا پیغام دے کر بھیجا ہے قبول فرمائیں" چند ساعت ٹھہر کر وہ نسائے غیب رخصت ہوئیں' جیسے ہی گھر سے باہر نکلیں موجودہ لڑکیوں میں سے چند ان کے پیچھے بھاگیں لیکن گلی میں کسی کو نہ پایا۔

استغناء حضرت امیر العصرؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میری والدہ ماجدہؒ نے ساری زندگی دوسروں کی خدمت کی ہے لیکن خود کبھی خوش دلی کے ساتھ کسی سے خدمت لینے کی خواہش نہیں کی" یہ آپ کا استغناء تھا کہ آپ ہر حال میں صابر و شاکر رہتی تھیں اور ذکر اللہ میں ہی اپنی خوشی حاصل کرتی تھیں۔ حضرت امیر العصرؒ ہر روز بلا ناغہ درگاہ معلّٰی جانے سے پہلے سلام رخصت پیش کرتے اور رات کو واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پاؤں دباتے اور بعد ازاں عبادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ حضرت امیر العصرؒ نے حضرت رابعہ ثانیؒ کی اضافی خدمت کے لئے اپنی مرید محترمہ نواب بی بیؒ کو مامور فرمایا تھا چنانچہ محترمہ نواب بی بیؒ نے دل و جان سے آپ کی خدمت کی اور فرمایا کرتی تھیں کہ "میری تمام منزلیں حضور بے جیؒ کی خدمت میں طے ہیں"۔

جذبہ سخاوت خدمت و فروتنی کے ساتھ ساتھ جذبہ سخاوت آپ کی سیرت کا اہم پہلو تھا۔ آپ نہ صرف اہل خانہ رشتہ داروں اور مہمانوں کی ہر طرح خدمت کرتی تھیں بلکہ دن میں کئی کئی مرتبہ درگاہ معلّٰی قادریہ کے مہمانوں کے لئے کھانا بنا کر بھیجتیں تھیں اور زندگی میں کبھی ایک مرتبہ بھی تکان کی شکایت نہ کی۔ کوئی اپنا ہو کہ غیر آپ ہر کسی پر شفقت فرماتیں۔ آپ نے اپنی ساری

زندگی میں کسی شخص یا خاتون پر غصہ نہ کیا' نہ کبھی کسی کی تحقیر کرتے ہوئے نازیبا نام و خطاب کے ساتھ پکارا۔ آپ میں جلالیت یاد حق کا ایسا خروش تھا کہ حس مزاح و طنز بالکل مفقود تھی۔ کسی نے آپ کو لطیفہ سناتے یا کسی کے تمسخر کی حوصلہ افزائی کرتے نہیں سنا۔ آپ کو غیبت سے انتہائی نفرت تھی۔ کسی کی برائی نہ خود کرتی تھیں نہ سننا گوارا تھا۔ اگر کوئی غیبت پر بضد ہوتا تو فرماتیں "جرات اور ایمان اچھی چیزیں ہیں' اگر تم میں ہیں تو جس کو برا کہنا ہے اس کے منہ پر کہو"

جس طرح حضرت مخدوم العصرؒ نے ظاہری باطنی سخاوت کے دریا بہائے اسی طرح حضرت رابعہ ثانیؒ نے لاتعداد ناداروں اور ضرورت مندوں کو روپے پیسے اور کپڑے سے مدد دی۔ آپ کا دست شفقت ہمیشہ ستم رسیدہ خواتین کے سر پر رہتا تھا۔ آپ کے شان کرم میں ایسی تاثیر تھی کہ آپ کی غمزاری سے روتے ہوئے ہنس پڑتے' تنگ حال دعائے کاملہ سے خوشحال ہو جاتے اور جس کے لئے نصرت کی آرزو فرماتیں وہ ہر محاذ پر کامیاب ہو جاتا۔ آپ نے خاندان کے چیدہ چیدہ افراد کو اس بات کی اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ "میرے مرنے کے بعد اگر مجھ سے بات کرنا چاہو تو میری قبر پر آ کر سلام کرنا میں جواب دوں گی اور تمہاری بات سنوں گی۔"

دیدار رسولؐ اللہ بعالم بیداری جذبہ عشق رسولؐ طریقت کا خصوصی افتخار ہے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کو اس میں خصوصی فضیلت حاصل ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ شہنشاہ فقر و ولایت حضرت میانمیر بالا پیر قادریؒ اور فخرالاغنیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادریؒ کے وابستگان خواص نسبت اویسی سے سرشار رہتے ہیں' ایسے عالم میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے وارثین کے کس قدر اعلیٰ احوال ہوں گے اس کا گمان و خیال عام درویشوں سے ممکن ہی نہیں کہ دیدار رسولؐ کے بغیر عشاق صادقین اپنے آپ کو کس قدر تہی داماں سمجھتے ہیں۔ اسی امر کا احسن اظہار ہے کہ جب حضور رابعہ ثانیؒ حج بیت اللہ کی فضیلت حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ دربار رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حاضر ہوئیں تو آپ نے حضورؐ کی سنہری جالیوں کو تھام لیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ! میں یہ پتھر کی عمارت دیکھنے نہیں آئی' مجھے دیدار کی نعمت عطا فرمایئے ورنہ میں نے واپس نہیں جانا" سبحان اللہ اس عرضداشت میں عشق فخرالاغنیاءؒ کی طلب دیدار کی خوشبوئے جذبہ ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے آپ پر نہایت شفقت فرماتے ہوئے بعالم بیداری نعمت دیدار سے سرفراز فرمایا اور آپ نے جان و دل سے حج کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گویا آپ کے نزدیک حج کی قبولیت کا مژدہ یہی تھا کہ اگر حضورؐ دیدار عطا فرمائیں تو حج مقبول ہوا ورنہ محض صعوبت مسافت ہی رہی۔

اولاد اطہار حضور رابعہ ثانیؒ کے بطن سے حضرت مخدوم العصرؒ کے تین بیٹے محمد حسین عباسیؒ' نذیر حسین خاورؒ اور سلسلہ عالیہ کے جانشین امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادریؒ تولد ہوئے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

شیرازہ خاندان حضرت رابعہ ثانیؒ کی مروت پرور شخصیت خاندان عباسیہ میں شیرازہ خاندان جیسی تھی کہ جملہ تنازعوں میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور ہر فرد تہہ دل سے آپ کا احترام کرتا تھا اس کے علاوہ خاندان سے باہر جملہ ارادت مندان درگاہ حضرت غوث العصرؒ آپ کا نہایت احترام کرتے اور آپ سے دعا کے لئے استدعا کرتے تھے۔ آپ کے سامنے جب بھی کوئی متنازعہ مسئلہ پیش ہوا آپ نے اپنی فطرت سلیمہ کے پیش نظر ہمیشہ حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا بالخصوص جب حضرت مخدوم العصرؒ کے وصال کے بعد جانشین درگاہ کے معاملے میں تنازعہ پیدا ہوا تو آپ نے جملہ اکابر سلسلہ کے روبرو حضرت مخدوم العصرؒ کی وصیت حضرت امیر العصرؒ کے حق میں بیان فرمائی جس کی تصدیق اکابر سلسلہ نے بزرگان سلسلہ سے وجدانی تائید ملنے پر واضح الفاظ میں دہرائی اور حضرت امیر العصرؒ سجادہ نشین درگاہ عالیہ قادریہ ہوئے۔ اس کے علاوہ خاندان کے خانگی وجائیداد کے حصص کے معاملے میں آپ نے ہمیشہ حقداروں کو ان کا حق دلانے میں اپنا اثر و رسوخ قرآن و سنت کے مطابق استعمال کیا یہاں تک آج تک کسی فرد کو حضرت رابعہ ثانی کے خلاف کوئی شکایت نہیں یہ بھی منجملہ آپ کی کرامات میں سے ہے۔

آپ کی شخصیت جہاں خاندان کے افراد کے باہمی روابط اور باہمی احترام کے حق میں شیرازہ حق و انصاف تھی وہاں بارگاہ اولیاء اللہ میں ارباب سلسلہ کی کوتاہیوں کے ضمن میں بھی آپ کی سفارش ہر حال میں مقبول تھی جو آپ کے مقام اعلیٰ و ارفع کی دلیل ہے۔

وصال اقدس وصال سے قبل حضور رابعہ ثانیؒ نے کئی ماہ تک کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ اور ذکر اللہ پر ہی مدار غذا تھا جس روز آپ کا وصال ہوا اس روز بے حد بارش ہوئی ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ میں اس زیر زمین حجرے کو آراستہ کیا گیا جس میں حضرت مخدوم العصرؒ بغرض مجاہدہ وقت گذارا کرتے اور ذکر الٰہی میں محو رہا کرتے تھے جو حضرت مخدوم العصرؒ کی لحد اقدس کے پہلو میں تھا۔ امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں جیسے پورا شہر امڈ آیا تھا۔ ظہر و عصر کے درمیانی وقت میں آپ کو حضرت مخدوم العصرؒ کے بائیں پہلو میں مذکورہ حجرہ کے اندر دفن کیا گیا۔ بے شمار لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ آپ کی دعاؤں کا محتاج تو اک زمانہ تھا۔ آپ کا وصال بروز جمعرات بعد نماز فجر مورخہ ۱۹۔ مئی ۱۹۷۷ء کو ہوا اور آپ کی تدفین بروز جمعتہ المبارک مورخہ ۲۰۔ مئی ہے۔ قطعہ تاریخ وصال یوں ہے۔

ماہتاب حکمت نوری، حق جوشش مقال است
منتہی در نعمت تقویٰ، در خدمتش مثال است
اولیاء را مادر مشفق، اخلاق او کمال است

"شاہ بیگم رابعہ ثانیؒ از مصحفِ جمال است"

آپ کے نشست و برخاست اور انداز و اطوار میں حضرت سلطان العصرؒ کے اخلاق جلوہ فرما تھے جس طرح حضرت سلطان العصرؒ تا حیات حضرت مخدوم العصرؒ کے گھر مقیم رہے اور انہی کے گھر سے کھانا کھایا اور وہیں وصال فرمایا اسی طرح حضرت رابعہ ثانیؒ نے اپنے کثیر بچوں میں سے کسی کے گھر قیام نہ کیا بلکہ ساری زندگی حضرت امیر العصرؒ کے ساتھ اسی گھر میں رہیں جہاں حضرت سلطان العصرؒ انہیں حضرت مخدوم العصرؒ کی زوجہ بنا کر لائے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت سلطان العصرؒ کو اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد میں سے بھی کسی پر ایسی شفقت نہ تھی جیسی شفقت اور پیار حضرت رابعہ ثانیؒ کو نصیب تھا اور اس کی وجہ حضور رابعہ ثانیؒ کی وہ شبانہ روز خدمت تھی کہ جس کا اندازہ عقل ظاہری سے ممکن نہیں ہے۔ خدمت کو عبادت اور عبادت کو مقصد زندگی بنانا کوئی آسان کام نہیں۔ باوجود اس کے کہ حضرت رابعہ ثانیؒ کی بے شمار کرامات و خوارق اہل خاندان اور وابستگان سلسلہ کی زبانوں پر ہیں لیکن سب سے بڑی کرامت حضور رابعہ ثانیؒ کا کردار لازوال ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے خلفائے عظامؒ

مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں اپنے ۲۹ سال بحیثیت جانشین سلسلہ عالیہ قادریہ گزارے اور اس دوران درگاہ معلیٰ قادریہ کے تمام روحانی تقاضوں کو شایان شان طریق سے پورا کیا۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ نے حاضر ہونے والے طالبان مریدان حق اور زائرین درگاہ کی رہنمائی سخاوت معرفت اور نسبت اویسی کے جلال و جمال سے کی۔ آپ کا عہد نئی عصری آویزش کا دور تھا جس میں آپ نے اعلیٰ صوفیانہ اقدار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور سیاسی معاملات سے الگ رہتے ہوئے روحانیت اور عظمت انسانیت کے فروغ کے سلسلے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

آپ کا طریق امام سلسلہ حضرت میانمیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے جد امجد حضرت غوث العصرؒ کے عین مطابق تھا۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت سلطان العصرؒ کے حاصلات کو اپنی شخصیت میں جلوہ گر فرما کر عوام الناس کی بے لوث رہنمائی کا صوفیانہ فرض ادا کیا۔ باوجود اس کے کہ آپ سے بیعت کی استدعا کرنے والے بے شمار لوگ تھے لیکن آپ نے تمام سائلین کو ان کی طبعی و روحانی استعداد کے مطابق توجہ روحانی سے منزل مقصود پر پہنچایا۔

آپ کا معیار ارادت نہایت اعلیٰ و ارفع تھا۔ آپ نے جس کو بھی بیعت کیا اس سے ایک زمانے نے فیض حاصل کیا اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے اپنے محققانہ مواعظ اور عارفانہ کلام کے

ذریعے سے ادب پنجاب کو عظمت حکمت کے حوالے سے ناقابل تسخیر بنا دیا اور اپنے روح افروز اسلوب سے عہد گزشتہ کے تمام صوفیاء کی عارفانہ علمی و روحانی روایات کی ترجمانی فرمائی۔ آپ کے گرد علماء و ادباء شعرا و دانشوران ملک و ملت کا ایک جم غفیر رہتا تھا البتہ آپ کے خلفاء اور روحانی وارث خصوصی تذکرے کے مستحق ہیں جنہوں نے فیض قادریہ کو عام کیا ہے۔

امیر العصر حضرت خواجہ محمدؒ بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ فخر العلماء و الفقراء، سرچشمہ فیض کریم، منبع انوار عمیم، خواجہ ہفت اقلیم، صاحب جود و سخاء، عمدہ حکماء، شارح اسرار حنفیہ، نازش طریقت قادریہ، مقتدائے عارفین، عاشق ذوالجلال والاکرام، فنا فی الرسولؐ، قائم بالحق، مظہر اسلاف، حق نمائے بےمثال و بے نظیر، پیر دستگیر، قطب الافاق، ابوالعالی امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری قدس اللہ سرہ العزیز حضرت مخدوم العصر رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اصغر تھے۔ آپ ابتدائے عمر ہی سے نہایت ذہین و محنتی اور والدین کریمینؒ کے انتہائی اطاعت شعار تھے۔ آپ ۱۹۲۱ء کو حضرت مخدوم العصرؒ رحمتہ اللہ علیہ کے خانہ نورفشاں میں پیدا ہوئے۔ آثار ولایت و نیابت جبین حق آثار سے نمایاں تھے۔ آپ کی تمام زندگی جہد مسلسل اور اطاعت دین حق میں گذری۔

آپ نے محبوب عالم اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ اور دیال سنگھ کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ آپ نہایت ذہین طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ ہاکی کے بہترین کھلاڑی بھی تھے۔ آپ نے نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں میں بے شمار انعامات حاصل کئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ سیکنڈ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے منتخب ہو گئے تھے لیکن مشیت الہٰی میں آپ کا عہدہ قطب الافاق تھا چنانچہ حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ کو درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ میں طلب فرما کر درگاہ قادریہ کی تمام ذمہ داریوں سے آگاہ فرماتے ہوئے بیعت کیا اور آپ نے نہایت قلیل عرصہ میں منازل سلوک کو طے فرما کر نسبت اویسی کا جلال و جمال حاصل کیا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے وصال کے بعد آپ ۲۱ سال کی عمر میں مسند حضرت غوث العصرؒ پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے مخلوق خدا کے استفادے کے لئے طب یونانی میں عمدۃ الحکماء اور آیورویدک میں طبیب کامل کی اسناد حاصل فرمانے کے بعد مسلسل تحقیق اور روحانی بصیرت سے بے شمار لاعلاج مریضوں کو بفضل تعالیٰ شفایاب فرمایا۔ آپ کی زندگی کا اصل مقصد اقدار روحانیہ کا طالبان حق میں فروغ تھا چنانچہ آپ نے اپنے اسلاف کے عزم سخاوت معرفت کو شایان شان طریقے سے پورا کیا اور صحیح معنوں میں مظہر اسلاف اور امیر العصر ہوئے۔ آپ نے اپنے اسلاف کی طرح رزق حلال قوت بازو سے حاصل فرمایا اور فی سبیل اللہ فیضان حکمت و معرفت کو زینت اخلاق بنایا۔ آپ حمد و نعت و منقبت کے بہترین شاعر بھی تھے اور علاقہ کے ادباء و شعراء و صوفیاء آپ کے ارشادات سے

جوق در جوق مستفیض ہوتے تھے۔ آپ شعار اسلامیہ و رموز معرفت میں بے نظیر و بے مثال تھے۔ حلم و بردباری شفقت و سخاوت، اخلاص و محبت، توکل و رضا، صبر و شکر، استقامت و بصیرت، جرات و رعب، اخوت و اخلاق اور جلال و جمال عاشقان رسولؐ کی احسن تعبیر تھے۔ راقم الحروف کی بیعت آپ ہی سے ہے۔ آپ نے بروز جمعتہ المبارک ۲۵ جولائی ۱۹۸۵ء کو وصال فرمایا اور درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں آسودہ لحد ہوئے۔

امیر العصر حضرت شہ بشیر القادریؒ　　فقید المثل مثلِ میاں میرؒ القادری
جمالِ فقر ظاہر از تبِ چہرۂ حقؒ　　مجسم نورِ عرفاں حق سفیر القادری
خوشا قطبِ زماں، پیرِ جہاں، فقرِ نجی　　مکمل روحِ قرآں دل فقیر القادری
عقیق الماس کردد از نگاہِ نورِ حق　　مسیحُ الملک آں حکمت کثیر القادری
بہ بحرِ نَو رقم کردن صفاتِ مرشدم　　کہ ذاتِ آں شہِ مہرِ منیر القادری

حضرت حافظ عبدالحکیم عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید و تفرید، عمدہ مناظرین، از زمرہ علمائے اہلسنت و جماعت، محقق صحائف آسمانی، واقف اسرار روحانی حضرت حافظ عبدالحکیم قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم العصرؒ کے بڑے صاجزادے تھے۔ عنفوان شباب ہی سے کثرت مطالعہ کے شائق تھے۔ قرآن حکیم حفظ کرنے کے بعد حضرت مخدوم العصرؒ ہی سے علوم اسلامیہ کی تحصیل کی اور مشرف بہ بیعت ہوئے۔ آپ بہترین مناظر کی حیثیت سے نزدیک و دور پہچانے جاتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار اہل حدیث وہابی، قادیانی، اور عیسائی مشنریوں کی دعوت مناظرہ پر فقید المثال مناظرے کئے اور فتح یاب ہوئے۔

آپ اہلسنت و جماعت کے محقق علماء میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ حفظ قرآن کے علاوہ آپ کو دیگر آسمانی صحائف حفظ تھے۔ آپ زہد و تقویٰ میں بے مثال اور بیان و اظہار میں لازوال شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کو بخاری شریف مسلم شریف اور مشکواۃ شریف کے کثیر ابواب حفظ تھے اس کے علاوہ ادب تصوف میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ نصف کے قریب مثنوی مولانا رومؒ بھی حفظ تھی۔ حافظہ اس قدر بے مثال تھا کہ کوئی شخص برسوں کے بعد بھی مسئلہ دریافت کرنے آتا تو بتا دیتے کہ اتنے سال قبل تو نے فلاں مسئلہ دریافت کیا تھا۔ مجاہدات و مسخرات میں باکمال تھے۔ سیرت رسولؐ کے شیدا و عاشق اور امور اسلامیہ کے بہترین محقق ثابت ہوئے آنکھوں کی بینائی سے محروم ہوئے اور عالم شباب میں وصال فرمایا۔

آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے اپنے دادا محترم حضرت سلطان العصرؒ سے خصوصی تربیت و فیضان نظر حاصل کیا تھا اور حضرت مخدوم العصرؒ سے منازل سلوک کو شایان شان طریق سے طے فرما کر نسبت اویسی سے سرشار ہوئے اور بے شمار بزرگان دین کی زیارت بعالم خواب فرمائی۔

ایثار و محبت، خلق و مروت اور حکمت کے جامع تھے۔

حضرتِ عبدالحکیم عباسیؒ فقرِ دل فگار | عاشقِ خیر الوریٰؐ درویشِ کامل حق شعار
حافظِ قرآن و انجیل و زبور و صحفے | چشمِ ظاہر تیرہ و باطن بود بینائے عار
نامور عالم، مناظر، واعظِ ہر دل عزیز | زاہد و عابد مقرب متقی پروانہ دار
نعمتِ اخلاص گنجینہ، عبادت زادِ راہ | لحظہ لحظہ محوِ شوقِ دیدِ ربِ کردگار
صاحبِ تجرید و تفرید، اہلِ زہد و معرفت | دم بدم کُندَن غریقِ رحمتِ پروردگار

حضرت پروفیسر صوفی عبدالعزیز صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ

صاحب حلم و بردباری، استاذ الاساتذہ، ماہر علوم اسلامیہ، نازش محققین ادبیات حضرت پروفیسر صوفی عبدالعزیز قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم العصرؒ کے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۸۹۳ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ زندگی کے ابتدائی بیس سال اپنے دادا محترم حضرت سلطان العصرؒ کی شفقت و نظر عنایت سے مستفیض ہوئے اور ابتدائی تعلیم و شرف بیعت حضرت مخدوم العصرؒ سے حاصل کیا۔ ایم اے اور ایم او ایل کرنے کے بعد محبوب عالم اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ میں ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے تدریس کا آغاز کیا۔ بعد ازاں گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرنوالہ اور ایم اے او کالج لاہور میں صدر شعبہ اور وائس پرنسپل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ آپ عربی، فارسی، انگریزی، اردو، پنجابی، سنسکرت اور ہندی زبانوں کے ماہر تھے اور بلا تکلف کسی بھی پروفیسر کی رخصت پر کلاس کو پڑھاتے تھے۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے طلباء میں ذوق تحقیق و جستجو کو نمودار کیا۔ آپ کے شاگردوں میں سے بے شمار لوگوں نے شعبہ قانون، حکمت، ادب، صافحت، سائنس اور لسانیات میں بے شمار خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے قریبی شاگردوں میں ن۔ م۔ راشد، ڈاکٹر وحید قریشی، میر خلیل الرحمٰن مرحوم، الطاف گوہر، صوفی جمال اللہ اور ڈاکٹر محمد یوسف عباسی محردم قابل تذکرہ ہیں۔ آپ نے شعر و سخن اور نصابی کتابوں کی تصنیف میں بھی دلچسپی ظاہر کی اور بہت بہتر کتابیں تصنیف کیں۔ آپ نے بچوں کے لئے اسلامی ادب پر بھی کچھ کتابیں تحریر کیں تاکہ مسلمانوں کے بچے اقدار اسلامیہ سے روشنی حاصل کریں۔ آپ نے مجلّہ، ننھے منوں کی دنیا، غیرت، اسلام، اور اورنگ کی ادارت بھی فرمائی ہے۔ آپ کا وصال ۱۹۷۱ء کو ہوا اور تکیہ معصوم شاہ لاہور میں مدفون ہوئے۔

حضرتِ عبدالعزیز عباسیؒ فقرِ بے ریا | عالم و فاضل، معلم فیلسوف و دل کشا
شاعرِ دل صوفی رکامل حکیمِ نکتہ داں | بحرِ زخارِ حقیقت نطقِ او مثلِ صبا

آں کہ رغبت داد بہرِ اتقاء حُسنِ سلوک　　آں کہ استادِ زمانہ در حقائق برملا
آں کہ پروردۂ مخدومِ زماںؒ، سلطان العصرؒ　　آں کہ خوش اطوار کم گفتار از جذب و لقا
آں ولی اللہ بباطنؒ، منکسر صد عجز را　　کُندنِؔ لاہور گوئید مدحِ حکمت آشنا

حضرت صوفی علامہ محمد شریف غیرت عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ شاعر خوش آہنگ، خطیب زماں، از زمرہ اطباء و محققین حضرت صوفی علامہ محمد شریف غیرت قادری عباسی رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم العصرؒ کے صاحبزادے تھے اور رموز شریعت و طریقت پر گہری محققانہ نظر رکھتے تھے۔ بی۔ اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایم بی ایچ شمس الاطباء فاضل کلیہ پنجاب بھی ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد بحیثیت ہیڈ ماسٹر کے شعبہ تدریس سے منسلک ہوئے۔ قیام پاکستان سے پہلے ماہنامہ غیرت گوجرنوالہ سے شائع کیا اور قیام پاکستان کے بعد معرف شائع کیا جو ۱۹۵۷ء تک زیور طبع سے آشنا ہوتا رہا۔

غیرت قادریؒ نہایت بلند آہنگ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اہلسنت و جماعت کے ہر دلعزیز خطیب بھی تھے۔ عربی و فارسی ادبیات میں آپ کی ژرف نگاہی مثال تھی۔ اہل علاقہ نے آپ کی ادبی و علمی صلاحیت کے پیش نظر بزم اقبال گوجرانوالہ، انجمن تحفظ ناموس اولیاءؒ اور بزم ادب شاہ کوٹ کا سرپرست بنایا تھا۔ آپ نے مختلف موضوعات پر کتب بھی تصنیف فرمائیں جن میں چند ایک زیور طبع سے آشنا ہوئیں۔

آپ نے شاہنامہ فردوسیؒ کے طرز پر "شہنشاہ نامہ" لکھا جس کا دیباچہ شیخ سر عبدالقادر نے تحریر کیا تھا۔ "شہنشاہ نامہ" کی کتابت کرا کے اور اصل مسودہ ساتھ لئے سفر کر رہے تھے کہ حاسدین کے نشانہ ستم کا شکار ہو گئے۔ کسی ستم گر نے کتابت مع مسودہ اڑا لیا۔ غیرت قادریؒ نازک مزاج اور بلند دماغ تھے چنانچہ اسی صدمے سے بیمار ہو گئے اور اسی دکھ میں ۱۹۷۳ء میں وصال فرمایا اور درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں مدفون ہوئے۔

شیخ سر عبدالقادر کا لکھا ہوا دیباچہ حال ہی میں دریافت ہوا ہے جو محققین ادب کی دلچسپی کا باعث بنا ہوا ہے اور جس سے بہت سے اہم نکات کی وضاحت ہوتی ہے۔

شہ شریفِ غیرت عباسی معلم بینظیر　　کشتۂ ایجادِ معنیٰ، صوفی و شاعر فقیر
راز دارِ سطوتِ کرامِ اہلِ دینِ حق　　اہلسنت را مناظر، قاطعِ مکرِ حقیر
آں تراشید آہ کہسارِ ہنر نعتِ رسولؐ　　محوِ حیرت اہلِ تحقیق از کلامِ حق اسیر
"شہنشہ نامہ" را شاعر زندہ شد با عاقبت　　چہ جزائے عشق جز دید رخِ ربِ قدیر
کُندنِؔ لاہور گوئید دل گرفتہ محوِ عشق　　تا قیامت داد یاب آں محشرِ کلک و سریر

حضرت نذیر حسین خاور قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب زہد و تقویٰ، از زمرہ

اہل اخلاص، صاحب استغراق و صادق الاحوال، حضرت نذیر حسین خاور قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم العصرؒ کے صاحبزادے اور مشرف بیعت تھے۔ آپ ۱۹۱۷ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حضرت مخدوم العصرؒ سے حاصل کرنے کے بعد محبوب عالم اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ سے میٹرک اور دیال سنگھ کالج لاہور سے بی اے کیا اور بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے ایم ۔ اے کرنے کے بعد شعبہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔ آپ معارف طریقت میں فرد اور بزرگاں سلسلہ کے منظور نظر رہے۔ آپ میں شعروسخن کا ذوق بھی بدرجہ اتم تھا۔ اردو میں بہت بلند معانی کلام کہا اور جملہ اصناف شعر میں طبع آزمائی کی۔

آپ حضرت بابو خواجہ غلام سرور قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے داماد تھے۔ آپ لاہور میں رہے اور لاہور ہی میں ۱۹۸۰ء میں وصال فرمایا اور حضرت بابو صاحبؒ کے روضہ پر انوار کے بائیں طرف آسودہ لحد ہوئے۔ آپ شریعت اسلامیہ کے محقق اور اتقاء و عبادات میں بے مثال و بینظیر تھے۔ آپ جب بھی کسی موضوع پر اظہار خیال فرماتے تو ایک بحر بیکراں کا احساس ہوتا اسی طرح جب راجع الی اللہ ہوتے تو آپ کا چہرہ بقعہ وجد محسوس ہوتا۔ چند لمحوں کی گفتگو میں سینکڑوں کتب سے روایات کا اعادہ فرماتے۔ آپ کا مطالعہ آپ کے عمل سے ہم آہنگ تھا۔

آخری عمر وجد و استغراق میں گزاری لیکن جیسے ہی نماز کا وقت ہوتا فی الفور عالم ہوش میں آ جاتے اور نماز ادا فرمانے کے بعد پھر استغراقی حالت طاری ہو جاتی۔ آپ طبیعت کے نہایت سخی اور سیر چشم تھے۔ بے شمار لوگوں کو رموز طریقت و شریعت کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا۔ آپ کی گفتگو کا موضوع فضائل شریعت و طریقت ہوتا تھا۔ خود بھی شعار اسلامیہ پر سختی سے عمل کیا اور اپنی اولاد کی تربیت بھی نہایت احسن طریق سے فرمائی، اعراس درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ میں بصد ذوق حاضر ہوتے رہے۔

حضرتِ شاہِ نذیرؒ از آیتِ ربُّ العلا ۔۔۔ حق ولی اللہ، فقیہِ معنیٔ رازِ بقا
حجتِ اہلِ تدبر، صاحبِ احوالِ فقر ۔۔۔ تجلۂ ادراک را معراجِ جملہ صوفیا
آں کرمِ خوش عطا و دل پناہ و جاں گداز ۔۔۔ ماہرِ اخفائے کشف و خوارق آں صبر و رضا
اوجِ عرفانِ خدا آویزاں در شعرِ نشاط ۔۔۔ در کلامش حلقۂ تاثیر ازحد مرحبا
از بہارِ غوثِ اعظمؒ آں گلابِ عاشقی ۔۔۔ آں کہ بود اندر زمانہ خاورِ نورِ وفا

حضرت خواجہ بابو غلام سرور قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، امیر العابدین، زبدہ عارفین، صاحب کرامات و مسخرات و عجائبات، عارف حق، عاشق رسولؐ حضرت خواجہ بابو غلام سرور قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۸۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حافظ فتح بخشؒ علمائے اہل سنت و جماعت میں سرفراز تھے۔ آپ نسباً صدیقی قریشی

خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حصول تعلیم کے بعد یورپین گریڈ میں محکمہ ریلوے کے لئے بحیثیت گارڈ ملازمت اختیار کی۔ آپ محکمہ ریلوے میں پہلے مسلمان افسر تھے جو یورپین گریڈ پر فائز ہوئے اسی حوالے سے بابو صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی اقتداء و بیعت حضرت میاں امام الدین قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ سے تھی انہی کے حکم سے حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں تجدید بیعت کی اور مقامات فقر و سلوک میں سرفراز ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی شخصیت جلال و جمال کا آئینہ' اور اتباع رسولؐ کا احسن اظہار ہے۔ ظاہر امیرانہ باطن فقیرانہ اور سخاوت معرفت طبع ارفع کا تقاضا تھی۔ آپ صاحب استغراق اور مشاہدہ حق میں صاحب استقامت تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا ہے۔ آپ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کی محافل اعراس پر اپنے مریدین کے جم غفیر کے ساتھ حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے بے شمار اہل ارادت کو بغیر محنت و مشقت منازل روحانیہ کی اعلیٰ رفعتوں تک پہنچایا جس کے باعث سرکار عالی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے ارشادات و ملفوظات عجائب تصوف کا گنجینہ اور دقائق واردات روحانیہ کا خزینہ ہیں۔ آپ کے خطوط کے دو مجموعے "مکتوبات سرور" اور "مکاتیب سرور" کے نام سے اشاعت پذیر ہوئے۔ آپ کا وصال ۲۹ جنوری ۱۹۴۹ء کو لاہور میں ہوا اور باغ گل بیگم لاہور مزنگ میں آسودہ لحد ہوئے جہاں آپ کا روضہ انور مرجع خاص و عام ہے۔

سرورِ عشق غلام ذوالجلال	آں امیرِ کاروانِ حق وصال
سیرتش آئینۂ خلقِ عظیم	ذکرِ او برتر ملائک از جمال
از برائے محفلِ ابرار شمس	حق عیاں شد از رہِ حکمت مقال
درگہِ سرورؒ زرِ لاہور ہست	تا قیامت حجتِ اہلِ شغال
مردِ میدانِ بقا اندر وجود	خسروِ دوراں زہے امرِ تعال
گفتگوئے او عجائب در طریق	بینظیر و بے حریف و بے مثال
آں عقابِ عالمِ لاہوتؒ	شہ کریم اللہؒ بخشد صدقِ حال
شہرۂ او سرورِ اہلِ وفا	مرقدش سر چشمۂ حق لازوال
نیست ممکن مدحتِ آں سرو قد	گندنِ لاہور گوئید حق مقال

حضرت میاں نبیؐ بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص' صاحب زہد و تقویٰ' شاہد تجلیات کبریاء' عاشق رسولؐ' صاحب جود و سخاوت حضرت میاں نبی بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ درگاہ عالیہ قادریہ فخرا حیاءؒ کے سجادہ نشینان میں سے تھے۔ آپ نے تمام زندگی درگاہ عالیہ قادریہ پر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے حضرت مخدوم العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کر کے فیضان

روحانیت کی تحصیل کی۔ ایک کثیر مخلوق خدا نے دنیاوی و روحانی معاملات میں آپ سے استدعا کی اور بامراد ہوئے۔ آپ کی زبان پر ہر وقت حضرت مخدوم العصرؒ کے ارشادات کا تذکرہ رہتا تھا۔ آپ کو اس قدر ارادت شیخ میں کمال حاصل تھا کہ حضرت مخدوم العصرؒ جب بھی گوجرانوالہ میں آپ کو یاد فرماتے بغیر کسی قاصد کے پہنچ جاتے تھے۔

آپ کی زندگی فقر و فاقہ اور ایثار و جود و بخشش کا نمونہ تھی۔ بے لوث زائرین کی خدمت کرتے رہے اور باوجود اس کے کہ حضرت فخر اغنیاءؒ کے خانوادہ مقدسہ سے تعلق تھا لیکن طبع میں انتہائی عاجزی خلوص اور درد مندی موجود تھی۔ آپ کو حضرت مخدوم العصرؒ کے عارفانہ کلام کے بہت سے حصے زبانی یاد تھے اور درگاہ عالیہ قادریہ فخر اغنیاءؒ میں حاضرین کے سامنے بیان کرتے اور نہایت عالمانہ شرح کرنے پر بھی قدرت رکھتے تھے حالانکہ آپ کی ظاہری تعلیم معمولی تھی۔ زہد و مجاہدہ سے خاصہ شغف رکھتے تھے۔ آپ نے ساری زندگی رزق حلال قوت بازو سے بذریعہ زمینداری حاصل کیا اور ایک وسیع علاقہ کو مستفیض فرمایا ہے۔

نبی بخش صوفیؒ صفائے محبت ہے کردار ان کا طریقت پہ حجت
اخوت کے پیکر، حقیقت کے صابر عطائے نبیؐ سے مصاحب ولایت
طبیعت میں سادہ، عبادت میں اعلیٰ تھی زہد و ورع سے نیابت خلافت
انہیں حفظ تھی مصحفِ "گنج عرفاں" مطالب میں رفعت بیاں میں بلاغت
نبی بخشؒ پیرِ حقیقت تھے کُندن ہزاروں کو ان سے ہوئی ہے ہدایت

حضرت پیر سید رسول شاہ بخاری قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، امیر الکاملین، زبدہ العابدین، عارف حق، صاحب جلال و جمال، زہد و تقویٰ میں فرد، صاحب تجلیات عرس معلیٰ، عبد مقبول حضرت پیر سید رسول شاہ بخاری قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت پیر سید شاہ زمان بخاری قادری رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے اور آستانہ عالیہ قادریہ جیسروالہ کے سجادہ نشین تھے۔ آپ ابتدائے عمر ہی سے زہد و اتقاء میں فائق تھے۔ تعلیم مکمل کرنے پر محکمہ پولیس میں انسپکٹر کے عہدے تک ترقی کی اور دوران ملازمت شعار اسلامیہ کے نگہبان اور مرد کامل ثابت ہوئے۔ جب جذبہ قلبی سے روحانی منازل کی طرف رجوع کیا تو حضرت مخدوم العصرؒ سے مشرف بہ بیعت ہوئے اور قلیل مدت میں روحانی منازل کو طے فرما کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ کی شخصیت آپ کے اجداد کی طرح نہایت دل آویز تھی۔ حسن و خلق و مروت و سخاوت و استقامت سے اہل علاقہ کے دل جیت لئے۔ بے حد مسکین پرور اور غرباء سے جود و سخاء سے پیش آنا آپ کی عادت تھی۔ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر اکثر حاضر ہوتے اور خصوصی طور پر اعراس مقدسہ پر اپنے ارادت مندوں کے ساتھ شرکت کرتے تھے۔ آپ نہایت ہر دلعزیز اور مقبول بارگاہ

تھے۔ اپنے علاقے میں جرگہ کمیٹی کے صدر اور یونین کونسل کے تاحیات چیئرمین بھی رہے۔ آپ کا رجوع الی الحق نہ کثرت درویشاں سے منقطع ہوتا نہ تنہائی میں۔ آپ نے طویل عمر پائی اور بعد از وصال درگاہ عالیہ قادریہ موضع جیسروالا ضلع سیالکوٹ میں آسودہ لحد ہوئے۔

سید رسول شاہ بخاریؒ ولی کریم پیر جمال، مرشدِ حق، رہبرِ عظیم
خلفِ شہِ زمانؒ بہ شانِ سخائے بفقر گنجِ یقین و عشقِ عیاں از رخِ کلیم
عالم، فقیہ، زاہد و عابد ز شوقِ درد چہرہ کہ مثلِ معنیٔ وجہہُ اللہ الکریم
در مرقدے طلوعِ رخِ والضحائی ہست اندر جہاں بکشف و کرامت سخی حلیم
شانِ جلال حضرت مخدوم العصرؒ داد بر درگہش قبول شود ہر دعا سلیم

حضرت ڈاکٹر فقیر محمد فقیر قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، محقق ادبیات پنجاب، صاحب نقد و نظر، شاعر اسلوب انداز، بابائے پنجابی حضرت ڈاکٹر فقیر محمد فقیر رحمتہ اللہ علیہ ۵ جون ۱۹۰۰ میں حکیم لال دین کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد رمضان اور منشی امام دین سے حاصل کی اور علم فلسفہ و منطق بدیع و طب قاضی نذیر حسین سے پڑھے۔ بعد ازاں حضرت مخدوم العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ ادبیات پنجاب میں دلچسپی ابتدائے عمر ہی سے تھی۔ علم و ادب کے سلسلے میں بے شمار خدمات سرانجام دیں خصوصاً پنجابی ادب اور پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ پنجابی کے قیام کے سلسلے میں آپ کی خدمات عہد ساز ہیں۔ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر اکثر حاضر ہوتے اور خصوصاً اعراس مقدسہ پر احباب کے ساتھ شرکت فرماتے۔ پنجابی کے لئے نصابی کتابیں بھی مرتب کیں خاص طور پر "کلیات بلھے شاہ" کو بے حد مقبولیت نصیب ہوئی اور ادارہ یونیسکو کی طرف سے اس کے تراجم ہوئے۔ اس کے علاوہ دیگر مرتب کردہ کتابوں میں کلیات علی حیدر، کلیات ہدایت اللہ، کلیات ہاشم، ہیر وارث شاہؒ، ہیر مقبل، مرزا صاحباں از حافظ برخوردار، بابا فریدؒ کے دوہے "بول فریدی" اس کے علاوہ "نادر دی وار" "سکھاں دی وار" "چھٹیاں دی وار" اور سیف الملوک از میاں محمد بخش قابل ذکر ہیں۔ آپ کی طبع زاد تصانیف میں صدائے فقیر، ستاراں دن، سنگی، ہیر، نیلے تارے، پاٹے گلمے، مواتے، لہراں، مہکدے پھل، پنج ہادی اہم ہیں اس کے علاوہ سید مناظر احسن گیلانی کی سیرت رسولؐ "نبی الخاتم" کا منظوم ترجمہ "آخری نبیؐ" کے عنوان سے کیا۔ علامہ اقبالؒ سے دوستانہ مراسم قائم تھے اور اکثر محفل میں شرکت کرتے تھے۔

ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ اسم بامسمی تھے۔ بے لوث طبع، اخلاق شائستہ، مزاج رندانہ، اور بصیرت صوفیانہ تھی۔ پنجابی ثقافت پر گہری نظر رکھتے تھے اور پنجاب کی ثقافت کے حقائق و دقائق پر خاصی مہارت حاصل تھی۔ آپ کا وصال ۱۹۷۴ء کو ہوا اور درگاہ حضرت سید مبارک شاہ صاحبؒ بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں مدفون ہوئے۔

فقیرِ محمدؐ فقیرِ قلندر رموزِ طریقت کے زریں سمندر
خطابت بہ حکمت سخن کے شناور مگر رازِ حق راز تھا دل کے اندر
وہ شاعر وہ صوفی وہ عالم وہ زاہد بھگائے انہوں نے حماقت کے بندر
محقق، معلم، مدوّن وہ نقاد دہلتا تھا زورِ بیاں سے جلندر
خصائص میں اپنے بہت منفرد تھے مقدر کے تھے ایک وہ بھی سکندر

حضرت استاد عشق لہر قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ شعرائے پنجاب، صاحب اسلوب، خوددار و بے ریا حضرت استاد عشق لہر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۶۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر ہی سے فکر معاش دامنگیر ہوئی۔ طبع میں بے کلی اور اضطراب پیدائشی تھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اور وجدان و استغراق کی دنیا دیکھی بعد ازاں بصرہ بغداد کوفہ و نجف اشرف کی زیارت سے مشرف ہوئے لیکن روزگار سازگار نہ آنے پر واپس وطن لوٹ آئے۔ طبع نہایت موزوں تھی، شعر کی روانی دریاؤں کو شرماتی تھی۔ بالکل ناخواندہ تھے لیکن جہد مسلسل سے لکھنے پڑھنے میں مہارت حاصل کی۔ نہایت پرگو اور بلند آہنگ شاعر تھے۔ اہل لاہور میں آپ کی خاصی منزلت تھی اور ہر محفل میں نہایت اعزاز کے ساتھ پڑھائے اور سنے جاتے تھے۔ شاعری میں میاں فضل دین لوہار کی شاگرد تھے۔

عشق لہر نے سیحرفی کے علاوہ نظمیں بھی لکھیں اور اعلیٰ تخیل اور روانی بیان سے محفل پر چھا جاتے تھے۔ پیر خانے کی مناسبت سے علامہ اقبالؒ سے بھی مراسم تھے ایک مرتبہ عشق لہر نے ہیر لکھنے کا ارادہ کیا تو علامہ اقبالؒ نے کہا "استاد سنا ہے تم ہیر لکھنا چاہتے ہو دیکھ لینا دوسری طرف وارث شاہؒ ہے" عشق لہرؒ نے بھرپور اعتماد سے جواب دیا" پھر کیا ہوا ادھر بھی تو عشق لہر ہے" عشق لہرؒ نے تحریک پاکستان میں باقاعدہ مسلم لیگ کی حمایت میں جلسوں کو رونق بخشی اور شب و روز بے پناہ کلام کہا اس کلام میں زیادہ کلام فی البدیہہ ہوتا تھا۔ عشق لہر نے آزادانہ اظہار اور آزادانہ شاعرانہ زندگی کو فقر فاقے کے ساتھ قبول کیا۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

استاد عشق لہرؒ کی لہریں تھیں بے حساب دریائے عشق وہ تھا کہ تھا حیرتِ سراب
استاد عشق لہرؒ نے فاقے سے کہہ دیئے وہ شعرِ تر کہ جس کو ترستے تھے نام یاب
درگاہِ غوث العصرؒ کہ ہے کہکشاں وسیع جس کا ہر ایک نجم منور ہے فیضیاب
تھا اک کلیم عجز کا درویشِ عشق لہرؒ باطن میں ضوفشاں تھے کئی ماہ و آفتاب
کُن سے یہ کائنات بھی اک لہر تھی قدیم جس کا وجودِ بحر تھا ذاتِ خدا وہاب

حضرت منشی عمرالدین قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ شعرائے پنجاب، صاحب علم و بردباری، صاحب زہد و تقویٰ، ماہر موسیقی، مدحت گذار بزرگان قادریہ حضرت منشی عمرالدین

تھے۔ اپنے علاقے میں جرگہ کمیٹی کے صدر اور یونین کونسل کے تاحیات چیئرمین بھی رہے۔ آپ کا رجوع الی الحق نہ کثرت درویشاں سے منقطع ہوتا نہ تنہائی میں۔ آپ نے طویل عمر پائی اور بعد از وصال درگاہ عالیہ قادریہ موضع جیسروالا ضلع سیالکوٹ میں آسودہ لحد ہوئے۔

سید رسول شاہ بخاریؒ ولی کریم پیرِ جمال، مرشدِ حق، رہبرِ عظیم
خلفِ شہِ زمانؒ بہ شانِ سخائے فقر گنجِ یقین و عشق عیاں از رخِ کلیم
عالم، فقیہ، زاہد و عابد ز شوقِ درد چہرہ کہ مثلِ معنیٔ وجہہُ اللہ الکریم
در مرقدے طلوعِ رخِ والضحائی ہست اندر جہاں بکشف و کرامت سخی حلیم
شانِ جلال حضرت مخدوم العصرؒ داد بر درگہش قبول شود ہر دعا سلیم

حضرت ڈاکٹر فقیر محمد فقیر قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل اخلاص، محقق ادبیات پنجاب، صاحب نقد و نظر، شاعر اسلوب انداز، بابائے پنجابی حضرت ڈاکٹر فقیر محمد فقیر رحمتہ اللہ علیہ ۵ جون ۱۹۰۰ میں حکیم لال دین کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد رمضان اور منشی امام دین سے حاصل کی اور علم فلسفہ و منطق بدیع و طب قاضی نذیر حسین سے پڑھے۔ بعد ازاں حضرت مخدوم العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ ادبیات پنجاب میں دلچسپی ابتدائے عمر ہی سے تھی۔ علم و ادب کے سلسلے میں بے شمار خدمات سرانجام دیں خصوصاً" پنجابی ادب اور پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ پنجابی کے قیام کے سلسلے میں آپ کی خدمات عہد ساز ہیں۔ درگاہ معلّیٰ حضرت غوث العصرؒ پر اکثر حاضر ہوتے اور خصوصاً" اعراس مقدسہ پر احباب کے ساتھ شرکت فرماتے۔ پنجابی کے لئے نصابی کتابیں بھی مرتب کیں خاص طور پر "کلیات بلھے شاہ" کو بے حد مقبولیت نصیب ہوئی اور ادارہ یونیسکو کی طرف سے اس کے تراجم ہوئے۔ اس کے علاوہ دیگر مرتب کردہ کتابوں میں کلیات علی حیدر، کلیات ہدایت اللہ، کلیات ہاشم، ہیر وارث شاہؒ، ہیر مقبل، مرزا صاحباں از حافظ برخوردار، بابا فریدؒ کے دوہے "بول فریدی" اس کے علاوہ "نادر دی وار" "سکھاں دی وار" "چھٹیاں دی وار" اور سیف الملوک از میاں محمد بخش قابل ذکر ہیں۔ آپ کی طبع زاد تصانیف میں صدائے فقیر، ستاراں دن، سنگی، ہیر، نیلے تارے، پاٹے گلمے، مواتے، لہراں، مہکدے پھل، پنج ہادی اہم ہیں اس کے علاوہ سید مناظر احسن گیلانی کی سیرت رسولؐ "نبی الخاتم" کا منظوم ترجمہ "آخری نبیؐ" کے عنوان سے کیا۔ علامہ اقبالؒ سے دوستانہ مراسم قائم تھے اور اکثر محفل میں شرکت کرتے تھے۔

ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ اسم بامسمیٰ تھے۔ بے لوث طبع، اخلاق شائستہ، مزاج رندانہ، اور بصیرت صوفیانہ تھی۔ پنجابی ثقافت پر گہری نظر رکھتے تھے اور پنجاب کی ثقافت کے حقائق و دقائق پر خاصی مہارت حاصل تھی۔ آپ کا وصال ۱۹۷۴ کو ہوا اور درگاہ حضرت سید مبارک شاہ صاحبؒ بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں مدفون ہوئے۔

فقیرِ محمدؐ فقیرِ قلندر رموزِ طریقت کے زریں سمندر
خطابت بہ حکمت سخن کے شناور مگر رازِ حق راز تھا دل کے اندر
وہ شاعر وہ صوفی وہ عالم وہ زاہد بھگائے انہوں نے حماقت کے بندر
محقق، معلم، مدوّن وہ نقاد دہلتا تھا زورِ بیاں سے جلندر
خصائص میں اپنے بہت منفرد تھے مقدر کے تھے ایک وہ بھی سکندر

حضرت استاد عشق لہر قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ شعرائے پنجاب، صاحب اسلوب، خوددار و بے ریا حضرت استاد عشق لہر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۶۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر ہی سے فکر معاش دامنگیر ہوئی۔ طبع میں بے کلی اور اضطراب پیدائشی تھا۔ حضرت مخدوم العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اور وجدان و استغراق کی دنیا دیکھی بعد ازاں بصرہ بغداد کوفہ و نجف اشرف کی زیارت سے مشرف ہوئے لیکن روزگار سازگار نہ آنے پر واپس وطن لوٹ آئے۔ طبع نہایت موزوں تھی، شعر کی روانی دریاؤں کو شرماتی تھی۔ بالکل ناخواندہ تھے لیکن جہد مسلسل سے لکھنے پڑھنے میں مہارت حاصل کی۔ نہایت پرگو اور بلند آہنگ شاعر تھے۔ اہل لاہور میں آپ کی خاصی منزلت تھی اور ہر محفل میں نہایت اعزاز کے ساتھ پڑھائے اور سنے جاتے تھے۔ شاعری میں میاں فضل دین لوہار کی شاگرد تھے۔

عشق لہر نے سیحرفی کے علاوہ نظمیں بھی لکھیں اور اعلیٰ تخیل اور روانی بیان سے محفل پر چھا جاتے تھے۔ پیر خانے کی مناسبت سے علامہ اقبالؒ سے بھی مراسم تھے ایک مرتبہ عشق لہر نے ہیر لکھنے کا ارادہ کیا تو علامہ اقبالؒ نے کہا "استاد سنا ہے تم ہیر لکھنا چاہتے ہو دیکھ لینا دوسری طرف وارث شاہؒ ہے" عشق لہرؒ نے بھرپور اعتماد سے جواب دیا" پھر کیا ہوا ادھر بھی تو عشق لہر ہے" عشق لہرؒ نے تحریک پاکستان میں باقاعدہ مسلم لیگ کی حمایت میں جلسوں کو رونق بخشی اور شب و روز بے پناہ کلام کہا اس کلام میں زیادہ کلام فی البدیہہ ہوتا تھا۔ عشق لہر نے آزادانہ اظہار اور آزادانہ شاعرانہ زندگی کو فقر فاقے کے ساتھ قبول کیا۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

استاد عشق لہرؒ کی لہریں تھیں بے حساب دریائے عشق وہ تھا کہ تھا حیرتِ سراب
استاد عشق لہرؒ نے فاقے سے کہہ دیئے وہ شعرِ تر کہ جس کو ترستے تھے نام یاب
درگاہِ غوث العصرؒ کہ ہے کہکشاں وسیع جس کا ہر ایک نجم منور ہے فیضیاب
تھا اک کلیم عجز کا درویشِ عشق لہرؒ باطن میں ضوفشاں تھے کئی ماہ و آفتاب
کُندن سے یہ کائنات بھی اک لہرِ تھی قدیم جس کا وجودِ بحر تھا ذاتِ خدا وہاب

حضرت منشی عمرالدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ شعرائے پنجاب، صاحب علم و بردباری، صاحب زہد و تقویٰ، ماہر موسیقی، مدحت گذار بزرگان قادریہ حضرت منشی عمرالدین

قادری رحمتہ اللہ علیہ زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ سے مشرف بیعت ہوئے اور منازل سلوک طے کیے۔ صاحب علم و فضل اور بصیرت نگاہ کے مالک تھے۔ آپ کو حضرت مخدوم العصرؒ سے اس درجہ محبت تھی کہ آپ کا اکثر کلام مدحت مخدوم العصرؒ اور مدحت پیر خانہ کے باب میں ہے۔ قادر الکلامی ان کی شاعری سے ظاہر ہے۔ زیادہ کلام پنجابی میں لکھا۔

آپ رموز موسیقی سے بدرجہ اتم آگاہ تھے، بہت سی مدحتیں کافیوں کی طرز پر راگوں اور راگنیوں پر مشتمل ہیں اور کافیوں کے ساتھ راگوں کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ آپ کی آواز بہت سریلی اور بلند آہنگ تھی۔ حمد و نعت و منقبت میں خاصی مہارت رکھتے تھے اور اکثر ترنم سے کلام سناتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۹۴۹ء میں ہوئی اور موضع دمیدو والی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں مدفون ہوئے۔

حضرتِ منشی عمر دینؒ انقلابِ شش جہت — حق ولی اللہ بفیضِ پیر کامل معرفت
زہرِ خشک اندر بدن وز قلب رازِ حق سرود — آں کہ محوِ عشقِ غوث العصرؒ صاحب مملکت
بہتریں قندیل روشن کرد آں بزمِ کریمؒ — للہ رگ و ریشہ نمائش کرد سوزِ منقبت
آں کہ حاصل کرد در مدحت نصیبِ عارفاں — منزلِ اذکار را خند برنگِ عاقبت
جوششِ عشقِ نبیؐ مشکل کشا مولائے عشق — خند آں خواجہ کریم اللہؒ پیرِ معرفت

حضرت میاں فیروز الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص، صاحب زہد و تقویٰ، عارف المولیٰ حضرت میاں فیروز الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں امام الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ آپ کو حضرت مخدوم العصرؒ سے شرف بیعت حاصل ہوا اور ساری زندگی استقامت و محبت الٰہی میں گذاری۔ نہایت کم گو خدمت خلق میں سرشار، نعمت مقامات سلوک سے بہرہ مند اور پر اثر شخصیت رکھتے تھے۔ آپ منازل سلوک طے کرنے کے بعد اپنے جد امجدؒ کے روضہ پر سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی رہائش کوچہ سہ کی بنداں اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں تھی ۱۹۶۳ء میں فریضہ حج ادا کیا اور حج کی فضیلت حاصل کرنے بعد مدینہ المنورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں آسودہ لحد ہوئے۔ آپ عشق رسولؐ میں رقیق القلب اور معرفت سے سرشار تھے۔ لاتعداد لوگوں کو آپ سے شرف ارادت تھا۔

حضرتِ ابن امام الدین فیروزِ لقا — رہنمائے کاملان و مرشدِ حق آشنا
عالمِ حکمِ شریعت مفتیٔ حُسنِ طریق — منبعٔ حلم و عطا و پردہ پوشِ اغنیا
صاحبِ عرفان و اہلِ دل برائے عاجزاں — بیعتِ شاہ کریمؒ اکسیر کردد عشق را
آں برہنہ پا رواں شد جانبِ مخدوم العصرؒ — از بہ فیضانِ ادب محبوبِ جملہ اولیا
آں کہ مقبول درِ حق آں محبِ مصطفیٰؐ

دفن شد اندر مدینۂ البقیع یوم جزا

حضرت مولانا مولوی محمد غنی قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص، زبدہ اطباء، ماہر قانون، صاحب زہد و تقویٰ حضرت مولانا مولوی محمد غنی قادری رحمتہ اللہ علیہ نہایت عالم فاضل علوم اسلامیہ کے ماہر تھے۔ آپ ۱۹۰۰ء میں موضع دھلے گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت میاں فضل دین سے حاصل کی اور بعدازاں حکمت و طب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مسیح الملک حضرت حکیم اجمل خاں دہلویؒ کے شاگرد ہوئے اور حکمت میں خوب نام کمایا بعد ازاں ڈی سی آفس گوجرانوالہ میں ملازمت کے دوران کتب قوانین کی تحقیق کی اور مختلف تصانیف رقم کیں۔ آپ نے حضرت مخدوم العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اور عقیدت و فریفتگی کا یہ عالم تھا کہ ہر روز تشریف لاتے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے وصال کے بعد بھی تا زندگی صبح دفتر جانے سے پہلے اور واپسی پر درگاہ معلی غوث العصرؒ میں سلام عرض کرتے رہے۔ آپ اتقاء و استقامت میں در شہوار اور شرافت و امانت میں نابغہ روزگار تھے۔ آپ کا وصال ۱۹۸۳ء کو ہوا اور اپنے اجداد کی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔

غنیؒ جو عشقِ محمدؐ میں لوگ ہوتے ہیں ۔۔۔ تمام رات میں چند ایک پل ہی سوتے ہیں
فراق ہو کہ وصال اور خوشی ہو یا غم ہو ۔۔۔ کبھی فراق کبھی قربتوں میں روتے ہیں
جمال اور ہی شے ہے مگر بخوفِ جلال ۔۔۔ یہ دل قرار کے سائے سے دور ہوتے ہیں
غنیؒ غنی تھے کہ عشقِ حضورؐ میں تھے غنی ۔۔۔ یہ لوگ فقر کے پردے میں شاہ ہوتے ہیں
وہ اہلِ علم میں حجت نہ تھے یونہی کُندن
یہ لوگ بحرِ حقیقت میں جاں ڈبوتے ہیں

حضرت محمد صدیق قریشی قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص، صاحب زہد و ورع، صاحب مروت و محبت، خطاط عہد ساز حضرت محمد صدیق قریشی قادری رحمتہ اللہ علیہ جام کے چیمہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی بعد ازاں لاہور مستقل قیام کیا۔

آپ بہترین خطاط تھے۔ نسخ و نستعلیق اور دیگر اسلوب خطاطی میں اپنے عہد میں فرد تھے۔ مینار پاکستان لاہور کی تعمیر کے وقت آپ کو خطاطی کے لئے چنا گیا اور آپ کا کام دیکھ کر صدر محمد ایوب خاں نے "الماس رقم" کے خطاب سے سرفراز کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ سے مشرب بیعت تھے اور عبادت و شعار اسلامیہ میں اپنی نظیر آپ تھے۔ روضہ اقدس حضرت غوث العصرؒ پر آپ کی خطاطی آپ کے فن کا بہترین اظہار ہے۔ لاہور میں وصال فرمایا اور لاہور ہی میں مدفون ہوئے۔

حضرتِ صدیق قرشیؒ شاہ الماسِ رقم — آں کہ خطاطِ ہنر در جلوہ گاہِ والقلم
صوفیؒ دل سوز و زاہد، متقی پرہیز گار — عاشقِ قرآں مثالِ معنیٔ جانِ کرم
بیعتِ مخدوم العصرؒ الماسِ کردد بےمثال — ہم جلیسِ اولیاء اللہ بہ خلقِ محتشم
حاصلِ ہستی فروغِ علم و توقیرِ ہنر — شہرتِ آفاق گیر انعامِ او زیرِ قدم
ہر کہ شہکارِ ہنر حق منفرد اندر جہاں — دستِ او میزان کُندن از پے عرب و عجم

حضرت سائیں نور الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص، صاحب زہد و ورع، تجرید و تفرید میں فرد، صاحب استقامت خادم درگاہ معلیٰ حضرت سائیں نور الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ علوم ظاہری و باطنی میں صادق القول ارفع الدرجات اور حضرت مخدوم العصرؒ کے منظور نظر تھے۔ آپ جب حضرت مخدوم العصرؒ سے مشرف بہ بیعت ہوئے تو مرشد سے فراق دل پر گراں تھا چنانچہ علائق دنیا کو ترک کر کے درگاہ معلیٰ میں شب و روز خدمت درویشاں کو اپنایا۔ باوجود اس کے کہ مقامات سلوک کو نہایت قلیل عرصہ میں شایان شان طریق سے طے فرمایا لیکن درگاہ سے جانے کو طبع نے گوارا نہ کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے وصال کے بعد آپ لاہور آگئے اور لاہور ہی میں وصال فرمایا۔

شیخ نورالدینؒ جانِ اولیا مقتداء اہلِ صفائے عشق را
معنیٔ خاموشیٔ مخدوم العصرؒ عاشقِ پیر معظم خوش لقا
خادمِ درگاہِ غوث العصرؒ بود جان و دل قرباں زہے صلِ علیٰ
محوِ استغراق و محوِ خدمتے صاحبِ کشف و کرامت برملا
جانثارِ حضرتِ خواجہ بشیرؒ از وفائے دل شود نور البقا

حضرت میاں محمد اسمٰعیل قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص، صاحب زہد و تقویٰ، حلیم الطبع، منکسر المزاج حضرت میاں محمد اسمٰعیل قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں محمد کرم الٰہی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ صورت و سیرت میں درویش کامل گزرے ہیں۔ آپ حضرت مخدوم العصرؒ سے مشرف بیعت ہوئے اور منازل سلوک طے فرمانے کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے اور درگاہ عالیہ قادریہ حضرت میاں محمد کرم الٰہی رحمتہ اللہ علیہ پر سجادہ نشین ہوئے۔ آپ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر اکثر حاضر ہوتے اور پیر طریقت سے فیضان نظر حاصل کرتے۔ آپ کی تمام زندگی عشق رسولؐ اور اطاعت شعار اسلامیہ میں گزری۔ طبع میں بردباری صبر و شکر اور خدمت درویشاں کا جذبہ رکھتے تھے۔ ہر وقت ذکر اللہ میں محویت آپ کا شعار تھا۔ آپ نے اپنے آبائی گاؤں موضع چنوں موم ضلع سیالکوٹ میں وصال فرمایا اور وہیں اپنے اجداد کی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔

حضرتِ خواجہ محمد اسماعیل القادریؒ آں ولی ابنِ ولی شد زندہ بہرِ عاشقی
عالمِ ہر ضابطہؒ شرع و دینِ مصطفیٰؐ پاکباز و حق شعار و صوفیؒ حق متقی
شاہبازِ وسعتِ ازکارِ بستانِ طریق صاحبِ کشف و کرامت دستگیرِ بیکسی
جاں گداز و دلنواز و محتشم مہماں نواز سیرتِ حضرتؒ مثالِ مشعلِ دینِ نبیؐ
کُندنِ لاہور گوید مدحتِ آں ذوالکرم بیعتِ خواجہ کریم اللہؒ کردد دل غنی

حضرت میاں محمد لدھا قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص، صاحب زہد و اتقاء، شرافت و امانت میں شہوار حضرت میاں محمد لدھا قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم العصرؒ سے مشرف بہ بیعت ہوئے اور احسن طریق پر منازل روحانیہ کو طے کر کے حضرت مخدوم العصر کے حکم پر اپنے علاقے کی جامع مسجد میں تدریس و امامت کے فرائض تا حیات ادا فرماتے رہے۔ آپ نہایت مدبرانہ مزاج رکھتے تھے۔ فقہ حنفیہ کے مسائل میں خاصی مہارت تھی۔ تمام زندگی رزق حلال قوت بازو سے کما کر کھاتے رہے۔ آپ ہر روز حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور زیارت کر کے واپس چلے جاتے یہ معمول ساری زندگی رہا۔ آپ نہایت خدا ترس اور ہمدردی انسانیت سے سرشار تھے اور الفت و محبت کا پیکر تھے آپ کا وصال ۱۹۶۹ء میں ہوا اور قبرستان دھلے میں مدفون ہوئے۔

میاں لدھا قادریؒ نیکو صفات عالم و عارف حکیم کائنات
حکمتِ دین نبیؐ را واعظے ظاہر و باطن پُر از نورِ نجات
صوفیؒ خوش حال مردِ خوش خصال سینۂ او مثلِ بحرِ ممکنات
آں کہ استقلالِ او لوحِ یقین آں بیاں کردد نبیؐ را معجزات
از پئے عشقِ نبیؐ آں شہنشاہ بے نمود و بے ریا و بے جہات

حضرت باوا صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص، صاحب مجاہدات و مسخرات و کرامات، عاشق رسولؐ حضرت باوا صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ کا اصل نام باوا گیا پرشاد تھا۔ آپ صوبہ سی پی کے علاقہ جبل پور کے قریب رہتے تھے۔ ساری زندگی جہد و ریاضت میں گزری تھی اور کثیر مخلوق خدا آپ سے متاثر تھی۔ حضرت مخدوم العصرؒ سے بعالم خواب مشرف بہ بیعت ہوئے اور مشغول حق ہونے اور منازل سلوک طے کرنے کے بعد درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ پر حاضر ہو کر ظاہری طور پر بھی حضرت مخدوم العصرؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ ہمہ وقت محو درود رہتے تھے۔ آپ سے کثیر کرامات کا ظہور ہوا۔ وصال کے بعد ہندوؤں نے چتا جلائی لیکن ساری لکڑی جل جانے پر بھی نہ آپ کا کفن جلا نہ آپ کا ایک بال ہی آگ کی لپیٹ میں آیا چنانچہ آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کو آپ کے آبائی گاؤں میں دفن کیا۔

آپ نے بے شمار ہندوؤں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقیدت سے سرشار کیا ہے۔

گوشہ دامن تبرک المذل کا علم — باوا صاحب قادریؒ کا عشق مشکوۃ الکرم
کوہسار قرب حق پر جم گیا ان کا قدم — درقبائے حق ہیں احوال ولی اللہ بصدق
ہو گئے قربان جب دیکھا محمدؐ کا حشم — کرشن کے درشن ہوئے اور رام کو دیکھا مگر
جب مبدل ہو گئیں ہستی سے شب ہائے عدم — حاصل ان کو ہو گئیں مولا علیؑ کی نسبتیں
کھو گئے سب بیش و کم اور مٹ گئے درد و الم — شہ کریم اللہؒ سے بیعت ہو گئے جب باواجیؒ

حضرت میاں غلام محمد صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ

صاحب فقر و غناء، از زمرہ اہل صفا، بندہ رب العلاء، عاشق جمال مصطفیؐ، مزین حقیقت و معرفت حضرت میاں غلام محمدؒ صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم العصرؒ کے مرید باصفا تھے۔ آپ کو حضرت مخدوم العصرؒ کے سمدھی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا کہ حضرت مخدوم العصرؒ کے بیٹے حضرت محمد حسینؒ آپ کے داماد تھے لیکن باوجود رشتہ داری کے ہمیشہ تعلق روحانی پیش نظر رہا۔ آپ نے طریقت و سلوک کی منازل بہ احسن طے فرمائیں۔ آپ زہد و تقویٰ اور عقیدت پیر خانہ کی زندہ و جاوید تصویر تھے۔ لاہور کے رئیس کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن عجز و فروتنی میں اہل فقر و فنا درویشوں کی مانند تھے۔ آپ انتہا درجہ سخی دل، غریب پرور اور عقبیٰ طلب تھے۔ دولت و امارات کا کوئی اثر آپ کی طبع متمول پر نہ تھا۔ آپ کو حضور مرشد بے ریا حضرت امیر العصرؒ سے بھی تعلق خاطر و نیاز مندی حاصل رہا۔ آپ بعد از وصال قبرستان میانی صاحبؒ لاہور میں مدفون ہوئے۔

غلام محمدؐ ہمائے طریقت — رئیسِ زمانہ فقیر محبت
کریمانہ اخلاق وارد۔ بغایت — بہ شوکت تقرب، مجاہد بہ ہمت
آں مشہورِ عالم بہ وصفِ خصائل — عبادت، نیابت، لطافت، سخاوت
تپیدہ دل و جاں ز ذکرِ الٰہی — آں ہر دلعزیز از وفورِ ریاضت
بہ درگاہِ عالی سرِ او خمیدہ — دلِ او منور ز فرطِ عقیدت

حضرت پیراں دتا صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ

از زمرہ اہل اخلاص فدائی پیر طریقت، طالب جمال مصطفائی، آئینہ عقیدت و محبت حضرت پیراں دتا صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم العصرؒ کے مرید با اخلاص و فدائی و جانثار تھے۔ آپ کی مستقل رہائش کوچہ نیاریاں اندرون بھاٹی گیٹ لاہور میں تھی۔ حضرت مخدوم العصرؒ اکثر آپ ہی کے گھر رونق افروز ہو کر دیگر مریدان شہر لاہور سے ملاقات فرماتے تھے۔ روایت ہے کہ جب حضرت پیراں دتا صاحبؒ کو حضرت مخدوم العصرؒ کے لاہور ورود اقدس کی اطلاع ملتی تو آپ تمام پیر بھائیوں کے پاس خود جا کر اطلاع تاریخ آمد پہنچاتے اور جملہ پیر بھائی آپ کے گھر جمع ہو کر حضرت مخدوم العصرؒ کے ارشادات عالیہ و

فیضان نگاہ سے مستفیض ہوتے تھے۔

حضرت پیراں دتا صاحبؒ حضرت مخدوم العصرؒ کے جانشین و وارث سلسلہ حضرت امیر العصرؒ کے جاں نثار اور نیاز مند رہے۔ اکثر یہ خواہش بحضور امیر العصرؒ پیش کرتے تھے کہ "حج پر جاؤں لیکن واپس نہ آؤں" چنانچہ ایک سال حضرت امیر العصرؒ نے اجازت سفر عطا کی چنانچہ حضرت پیراں دتا صاحبؒ اپنے تمام رشتہ داروں اور برادران طریقت سے قبل از سفر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے کہ "مجھے مل لو، میں نے واپس نہیں آنا" چنانچہ بعد از حج بیت اللہ ہلکا سا بخار ہوا اور دار فانی کو الوداع کہا۔ آپ کی لحد اقدس مکہ المکرمہ میں ہے۔ حضرت پیراں دتا صاحبؒ محبت پیر خانہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ راقم الحروف نے اپنے بچپن میں حضرت پیراں دتا صاحبؒ کو دیکھا ہے۔ آپ کا اخلاق اعلیٰ وضع درویشانہ، گفتگو انتہائی نرم و نازک، طبع عارفانہ اور شعار صادقانہ تھا۔ ہر لحظہ آپ کے لبوں پر پیر خانہ کی تعریف و توصیف رہتی اور اپنے پیر طریقت حضرت مخدوم العصرؒ کے فضائل سے احباب طریقت کو مستفید فرماتے تھے۔

پیراں دتاؒ بخشش پیران پیرؒ ۔۔۔ آں فنا شد در وفائے میاں میرؒ
صادق الاحوال، عبدِ حق بود ۔۔۔ عاشقِ پیرِ طریقت بے نظیر
خادمِ درگاہِ عالی کامیاب ۔۔۔ قبرِ او در شہرِ مکہ حق ضمیر
آں مریدِ با صفا و خوش خصال ۔۔۔ مخلص و ایثار کوش و جاں سفیر
کُندنِؔ لاہور گوید مدحت اش ۔۔۔ شعلہ وش در محفلے شمعِ منیر

حضرت پیر سید محمد شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ از زمرہ اہل وعظ، عاشق خیر انامؐ، خطیب صاحب الہام، نقیب اہلسنّت و جماعت، عالم با عمل، بندہ محسود حضرت پیر سید محمد شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ شہر سیالکوٹ کے معروف عالم دین اور خطیب خوش الحان تھے۔ مطالعہ وسیع نظر دقیق اور آثار اولیاء اللہ کو بیان کرنے میں نابغہ روزگار تھے۔ ضخیم کتابوں کے کئی کئی ابواب زبانی یاد تھے خارجی مولویوں کے لئے ان کی آواز صور اسرافیلؑ کی حیثیت رکھتی تھی۔ غیر مقلد ان کے نام ہی سے گھبراتے تھے۔ سیالکوٹ کی سنہری مسجد سے پرچم حق بلند کر رکھا تھا۔ آپ کی آواز بد عقیدہ لوگوں کے جگر چیر کر ان کی روح کو دریدہ کر دیتی تھی۔ عوام میں "محمد شاہ رنگیلا" کے نام سے مشہور تھے۔

آپ نے مختلف موضوعات پر تصانیف بھی لکھیں جن میں تفسیر قرآن بہ زبان فارسی زیادہ معروف ہے اس کے علاوہ پنجابی شعر و ادب میں بھی قابل تذکرہ خدمات ہیں۔ آپ کو خرقہ خلافت حضرت مخدوم العصرؒ سے عطا ہوا۔ بے شمار بد عقیدہ آپ کی نگاہ سے فیضان اولیاء اللہ کے قائل ہو گئے۔ آپ مبلغ اسلام بھی تھے۔ اور صاحب وجدان بھی۔ آپ کا روضہ پر نور سیالکوٹ میں ہے۔

پیر محمد شاہؒ مصاحب واعظِ ہر دل نشین عالم و زاہد، مناظر، متقی اہلِ یقین
در گروہِ صوفیاء ماہِ جبیں از وجدِ حال از برائے اہلسنت عالمِ دنیا و دین
حق نگار و حق شعار و حق فشاں او را قلم مقصدِ زورِ بیاں عشقِ خدائے عالمین
جان و دل قربان کردد از برائے مصطفیٰؐ بیعتِ مخدوم العصرؒ آں کرد پیرِ حق امین
آں خطیبِ صاحبِ الہام صوفی صدق حال گفت کُندنؔ منقبت رنگیں ز الماس و نگین

متفرق خلفاء و مریدین

حضرت میاں حیات محمد کھوکھرؒ از امین پور، حضرت میاں غلام محمد کھوکھر کا مونکی، حضرت میاں نبی بخشؒ از گوجرانوالہ، حضرت میاں محمد حسینؒ از موماں، حضرت میاں ملک عطاء اللہؒ از سیالکوٹ، حضرت صوفی اللہ رکھا از مراد پور، حضرت شاہ دین بٹؒ از اکبر آباد، حضرت ماسٹر محمد حسین از جیسر والا، حضرت مولوی محمد حسین از دھلے (صدیق اکبر ٹاؤن) گوجرانوالہ، حضرت باؤ محمد اسماعیلؒ گوجرانوالہ، حضرت میاں محمد ابراہیم از چنوں موم ضلع سیالکوٹ، حضرت عنایت اللہ قادریؒ، حضرت مہر امام دین قادریؒ دھلے، گوجرانوالہ۔

امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری قدس اللہ العزیز

بشارتِ رسولِ کریمؐ حضرت امیر العصرؒ

عزیز العلماء وا لحکماء زبدۃ العابدین، عمدہ کاملین، مصدر انوار کریم، خواجہ ہفت اقلیم، قطب العارفین، نازش سلسلہ عالیہ قادریہ، گنجینہ بصیرت حنفیہ، شیر بیشہ خانوادہ عباسیہ، بشارت محمدؐ مصطفیٰ، نائب غوث الورا، مرشد الصوفیاء سرچشمہ زخار فخرا غنیاءؒ، پیر بےمثال و بے نظیر، ابو العالی امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اطہر سیرت و کردار سے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصر رحمتہ اللہ علیہ کی عنایات قدسیہ کا سفر عہد جدید میں ضوفگن ہوا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے جس اویسی عارفانہ جمال و جلال سے اس عظیم روحانی خانقاہ میں پیشوائی فرمائی تھی اس کا احسن تسلسل حضرت امیر العصرؒ کے اخلاق اقدس اور فیوضات روحانیہ سے محکم ہوا اور عہد گزشتہ کے صوفیانہ حقائق کے جلوے مشہود ہوئے۔

حضرت امیر العصرؒ جس زائر خوش نصیب پر نگاہ کرم فرماتے وہ خوش بخت بزرگان سلسلہ کے درباروں میں منظور نظر ہو جاتا۔ حضرت امیر العصرؒ نے اپنے بزرگوں کی طرح امام سلسلہ قادریہ شہنشاہ فقر و ولایت حضرت میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے طریق حق نگہداری کی کامل پاسداری فرمائی، اپنے مشائخ عباسیہؒ کے عزم و سخاوت معرفت کو نگاہ حق رسید سے تابندہ کیا اور الفقر فخری کے

مصطفائی نصب العین کو بے مثال اتباع رسولؐ سے لازوال بنا کر بقائے دوام کو پہنچے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا اور دیکھ کر سبحان اللہ کہا کہ اس دور آخریں میں اس مرد حق نے انوار طریقت قادریہ کو عام فرمایا۔ حضرت امیر العصرؒ صفات قدسیہ محمدیہؐ کے کامل مظہر بن کر اور فنا فی الرسولؐ کے بام نور سے طلوع ہو کر امیر العصرؒ ہوئے۔ حضرت امیر العصرؒ نے قریباً نصف صدی رموز عرفان حق اور مقصد تخلیق انسانی کے براہین کو تصوف قادریہ کے آفاقی طریق پر پیش کیا اور درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کے جانشین ہونے کا حق ادا کر دیا۔ تمام وابستگان بسلسلہ عالیہ قادریہ کے لئے حضرت امیر العصرؒ طریقت کے نور مبین تھے۔ آپؒ کا مواج بحر فیض ایک دنیا پر محیط ہے۔

شہ امیر العصرؒ قطب العارفین خوے خلقِ رحمتہؐ للعالمینؐ
دیدم آں شانِ نجی از نورِ جاں در بیابانِ جہاں ماہِ مبین
دلگداز و جاں سپار و حق وصال محفلِ ابرار را شمسِ یقین
صاحبِ سجادہ غوث العصرؒ بود مہرِ تاباں سر گروہِ کاملین
محرمِ آذانِ فخرِ انجیاءؐ ، شاہ عبداللہؒ غنی را دل نشین
صحبتِ شانِ کریمیؒ سر بسر دست بست آمد گروہِ سالکین
در گہش سرمایۂ اہلِ شہود از برائے صادقین و عاشقین
عاشقِ پیغمبرِ خیر البشرؐ شہ بشیر القادریؒ مردِ امین

حضرت امیر العصرؒ نے بارگاہ نبیؐ کریم میں عشق رسولؐ کی اویسی تجلیات سے جو پسندیدگی حاصل کی وہ ازل ہی سے مکتوب تھی کہ حضرت غوث العصرؒ کے گہوارہ معرفت کی پاسبانی کے لئے ایسے ہی عظیم المرتبت پیر طریقت شناور حقیقت اور شاہباز معرفت کی ضرورت تھی جو وقت کی گردشوں پر غالب آ کر اور سلسلہ روز و شب کے تکوینی ازلی امور میں شایان شان طریق سے خلق خدا کی رہنمائی کرے۔

بشارتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مخدوم العصرؒ کثیر الاولاد تھے لیکن جس رشک ماہتاب کا انتظار تھا اس کی بشارت ولادت بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوئی جس میں ایک مادرزاد ولی اللہ اور اتباع سیرت رسولؐ میں فرد مرد حق کی خوشخبری تھی۔ اس بشارت اقدس سے حضرت مخدوم العصرؒ کو بے انتہا خوشی ہوئی کہ درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کے رونق مسند کے ظہور کا وقت قریب آنے والا ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے اس بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ عرصہ بعد اس بشارت انعام کو عالم رویت میں مشاہدہ کیا جب حضرت مخدوم العصرؒ کی اہلیہ محترمہ حمل سے تھیں اور روز و شب عبادت الٰہی میں بسر کر رہی تھیں۔

حضرت مخدوم العصرؒ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے گھر کے آنگن میں روشن منور پورا چاند

اتر آیا ہے۔ چاروں طرف نور علی نور کا زمزمہ گونج رہا ہے اور پھر وہ چاند حضرت مخدوم العصرؒ کی گود میں آگیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے ہاتف غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ "یہ چاند آپ کا ایسا بیٹا ہے جس سے نہ صرف آپ کے خاندان بلکہ احباب علم و یقین کو بے پناہ روشنی عطا ہو گی۔ آپ کے گھر کا یہ چشم و چراغ مادر زاد ولی اللہ ہو گا اور جب یہ عالم شباب کو پہنچے گا تو آپ اس دنیا سے رخصت ہوں گے"۔

حضرت مخدوم العصرؒ اس رویت اقدس سے بے حد مسرور و فرحاں ہوئے اور بصد انبساط یہ خواب اپنی اہلیہ محترمہ رابعہ ثانی حضرت بیگم بی بیؒ کو سنایا، وہ بھی یہ بشارت سن کر بے حد خوش ہوئیں اور بارگاہ حق تعالیٰ میں شکرگزار ہوئیں۔ آپؒ اکثر فرمایا کرتیں کہ "اللہ کے فضل و کرم اور اس روح اسعد کی برکت سے نہ مجھے دوران حمل کوئی تکلیف ہوئی اور نہ بوجھ محسوس ہوا۔" آپؒ اکثر دن کو روزہ رکھتیں اور رات کا زیادہ حصہ تلاوت قرآن اور عبادت الٰہی میں گزرتا۔ آپ کے لئے یہ امر دین و دنیا کی فلاح تھا کہ وہ ایک ایسے انسان کامل کو جنم دینے والی تھیں جس کی روح اسعد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود درگاہ معلیٰ قادریہ کی پیشوائی کے لئے انتخاب کیا تھا۔

ولادت اقدس امیرالعصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ یکم اپریل ۱۹۲۱ء کو حضرت مخدوم العصرؒ کے خانہ نور فشاں میں پیدا ہوئے۔ بوقت ولادت آپؒ کے رخ روشن پر آثار ولایت و نیابت ضوفشاں تھے۔ حضرت امیرالعصرؒ کی روح اسعد کا اس دنیا میں آنا بشارت نبویؐ سے تھا اس لئے آپ کے والد بزرگوار حضرت مخدوم العصرؒ نے آپ کا اسم گرامی محمدؐ بشیر رکھا کہ آپؒ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خود بھی بشارت تھے اور دنیا کو بھی حضورؐ کی سیرت اقدس کی پیروی میں مثال بن کر بشارت دنیاوی و اخروی پیش کرنے والے تھے۔ حضرت امیرالعصرؒ کی ولادت اقدس سے نہ صرف اہل خاندان کو بے مثال خوشی عطا ہوئی بلکہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے جید علماء و مشائخ نے بھی حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کے احسان و کرم پر تہہ دل سے شکر ادا کیا۔

قطعہ تاریخ ولادت حضرت امیرالعصرؒ

حضرتِ شاہِ بشیر القادریؒ محبوب ہست
نائبِ غوث جلیؓ وزحق تجلی منسوب ہست
آسماں صد بقعۂ نور ایں ولادت پاک را
"شیرِ بیشہ شمسِ صبحِ نور نور مطلوب" ہست
۱۹۲۱ء

قطعہ ثانی تاریخ ولادت حضرت امیرالعصرؒ

در جہانِ حق ولایت حق امیرِ قادری بود
عالمِ علمِ لدنی قلبِ پیرِ قادری بود
وقتِ مولودِ مقدس آں جبین اش نور افزا
"مصحفِ عشقِ محمدؐ شہ بشیرِ قادری" بود؟

۱۹۲۱ء

حضرت امیر العصرؒ کی ولادت اقدس پر جہاں ایک دنیا نے مبارکباد دی وہاں جلیل القدر اولیاء اللہ نے حضرت مخدوم العصرؒ اور آپ کی اہلیہ محترمہؒ کو روحانی و باطنی طور پر مبارکباد کے پیغام دیئے۔

حضرت امیر العصرؒ عالم شیر خوارگی میں بھی انتہائی صبر و تحمل اور اطمینان کے مجسمہ تھے۔ آپ نے کبھی عام بچوں کی طرح کہرام نہ مچایا اور نہ کبھی بے قراری کا اظہار کیا۔ مشاہدہ ہے کہ جب آپ کی والدہ محترمہؒ گھر کے کام کاج میں مصروف ہوتیں تو آپ کو جھولے میں ڈال دیتیں اور جھولے کو ایک دفعہ ہلا کر چھوڑ دیتیں اور اس کے بعد جھولا خود بخود اس وقت تک جھولتا رہتا جب تک آپ کی والدہ محترمہؒ مصروف رہتیں۔ اس نورانیت کا مشاہدہ کئی لوگوں نے کیا کہ جب آپ جھولے میں سو رہے ہوتے تو آپ کے چہرہ اقدس پر ہلکا ہلکا پسینہ ہوتا جس سے عنبر و عود کی خوشبو آتی اور جب آپ جھولے میں اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہوئے تو آپ ادھر ادھر خلا میں دیکھ کر مسکرانے لگتے گویا ارواح مقدسہ کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ جب بھی کھکھلا کر ہنستے تو دونوں ہاتھوں کو دعا کے انداز میں بلند کرتے اور آپ کے چہرے اور ہاتھوں سے ایک عجیب روشنی نکلتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ حضرت امیر العصرؒ کو عالم صغر سنی ہی میں اہل خاندان "میاں پیر صاحب کے نام سے بلاتے تھے۔

حضرت امیر العصرؒ جب گھٹنوں کے بل چلنے لگے تو اکثر کھلی فضا میں آسمان پر نظریں لگائے کئی ساعتوں تک دیکھتے رہتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ جنگلی کبوتر اور فاختائیں آپؒ کے قریب آکر بیٹھ جاتیں اور آپ ان سے کھیلتے رہتے لیکن نہ کسی پرندے کا پنکھ توڑتے نہ کسی قسم کی اور اذیت دیتے۔ آپ کو پرندوں سے ایک عجیب انس تھا اور پرندوں کو آپ سے محبت تھی۔

ابتدائی تعلیم حضرت امیر العصرؒ چار سال کی عمر ہی میں نہایت تنومند اور دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ مستعد اور ذہین تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی توجہ آپؒ پر رہتی تھی چنانچہ چار سال کی عمر میں حضرت مخدوم العصرؒ نے حضرت امیر العصرؒ کی ابتدائی تعلیم گھر پر شروع کی۔ حضرت امیر العصرؒ کی طبع نہایت سنجیدہ نفاست پسند اور محنتی تھی۔ آپ اپنا سبق بغیر تاخیر کے ہر روز سناتے اور مزید سبق پڑھتے۔ حضرت امیر العصرؒ کے والدینؒ نے آپ کی تربیت کا آغاز اس انداز سے کیا کہ آپؒ مسند فقر و ولایت کی اعلیٰ سطح پر پاسبانی کر سکیں۔ آپ نے نہایت قلیل عرصہ میں قرآن پاک

ناظرہ پڑھا اور چھ سال کی عمر میں نماز یاد کی۔ تمام خاندان آپؒ سے بے حد محبت و عقیدت کا مظاہرہ کرتا اور آپ کے اس صغر سنی کے عالم ہی میں آپ سے استدعا کی جاتی کہ "میاں پیر صاحب ہمارے لئے دعا کیجئے"

پرائمری اور ہائی سکول میں تعلیم آپؒ سات سال کی عمر میں پرائمری سکول میں داخل کئے گئے جہاں آپ اپنے ہم سبق ساتھیوں سے فائق رہے اور کبھی اپنے اساتذہ کو شکایت کا موقع نہ دیا۔ یہی وہ دور ہے جب آپؒ نے والد گرامی حضرت مخدوم العصرؒ سے ابتدائی طور پر مسائل شرعی، ترجمہ قرآن، ابتدائی عربی فارسی، بنیادی حدیث اور نظری تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ پرائمری تعلیم کے بعد حضرت امیر العصرؒ محبوب عالم اسلامیہ ہائی سکول میں داخل ہوئے اور نہایت ذوق و شوق کے ساتھ تعلیم میں انہماک حاصل کیا۔ اس سکول میں آپؒ کے برادر اکبر پروفیسر صوفی عبدالعزیزؒ بھی معلم تھے اور صوفی جمال اللہ صاحبؒ بھی آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔

حضرت امیر العصرؒ عنفوان شباب میں مضبوط جسم اور بلند حوصلہ ہونے کی وجہ سے اپنے نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکول کی ٹیم میں بھی کھیلے۔ آپ نے سکول میں ہاکی، فٹ بال اور لمبی چھلانگ کے کھیلوں میں خصوصی حیثیت حاصل کی اور اپنے تعلیمی معاملات میں بھی صف اول کے طالب علم رہے۔ اس وقت اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جو طالب علم کسی کھیل کو اپناتے تو اپنا تعلیمی وقار کھو دیتے تھے۔ ایسے تمام طالب علموں کے سامنے سکول کی انتظامیہ حضرت امیر العصرؒ کی مثال پیش کرتی تھی کہ "سکول کے کھلاڑی کو صاحبزادہ محمد بشیر عباسی جیسا ہونا چاہئے جو بہترین طالب علم ہونے کے بعد بہترین کھلاڑی ہے"۔ تعلیمی ذمہ داری اور کھیل کے مشاغل میں یہ توازن درحقیقت آپ کی کرامات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں ایسی رغبت اور ایسی صلاحیت پیدا فرمائی تھی کہ آپ نئے زمانے کے لوگوں کے لئے ایک مکمل نمونہ اور بشارت محمدیؐ کی نوید تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن صورت و سیرت دونوں میں باکمال پیدا فرمایا تھا اور دیکھنے والے آپ پر رشک کرتے تھے۔

حضرت امیر العصرؒ کی عادت تھی کہ آپ سکول کے بعد حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے اور خانقاہ کی ذمہ داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ آپ ہر روز تھوڑی دیر کے لئے نصابی کتابوں کو نہایت گہری توجہ کے ساتھ ضرور مطالعہ کرتے بعد ازاں تیسرے پہر آپ کے کھلاڑی ساتھی آپ کے منتظر ہوتے اور آپ شام تک کھیلتے تھے۔ آپ کی شخصیت ایسی جاذب نظر اور پرکشش تھی کہ آپ کے جملہ احباب آپ کی شخصیت کے رعب ہی سے اپنے احوال و کردار کی اصلاح کرتے تھے اور آپ نے کبھی احباب سے ناصحانہ گفتگو نہ کی۔ آپ کی طبعی نفاست و پاکبازی آپ کے ہر ایک کام سے ظاہر تھی۔ آپ نے میٹرک اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا اور مزید تعلیم کے لئے کالج کا ارادہ کیا جسے حضرت مخدوم العصرؒ نے منظور فرمایا۔

کالج کی تعلیم حضرت امیر العصرؒ میٹرک کے بعد مزید تعلیم کے لئے احسن البلاد لاہور تشریف لائے اور اپنے احباب کے ایماء پر دیال سنگھ کالج لاہور میں داخل ہوئے اور پوری توجہ تعلیم پر مبذول کر دی۔ آپ نے انگریزی زبان پر غیر معمولی مہارت حاصل کی اور نصاب کے علاوہ لائبریری سے کثیر کتب کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد آپ کالج کی ہاکی ٹیم میں شامل ہوئے اور بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا۔

نصاب اور کھیل میں ایک خوبصورت امتزاج پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اسی دور میں شعر گوئی کی طرف بھی آپ کی توجہ ہوئی چنانچہ آپ نے اصلاح سخن کے لئے علامہ تاجور نجیب آبادی کو اپنا کلام دکھانا شروع کیا اور اردو شعری روایت کا دل لگا کر مطالعہ کیا۔ آپ نے دوران تعلیم اردو زبان کے جملہ اساتذہ کے کلام کو پڑھا۔ آپ چونکہ درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ کے وارث تھے۔اس لئے آپ کے مشاہدات کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عجیب رنگ دکھائے جو سربسر آپ کی کرامت ہیں ان میں چند ایک کا تذکرہ نذر قارئین ہے۔

سید عابد علی عابد اور علامہ تاجور نجیب آبادیؒ کی عقیدت حضرت امیر العصرؒ کی شخصیت میں ایسی جامعیت اور روحانی تنویر تھی کہ آپ کے ہم مکتب احباب کے ساتھ ساتھ آپ کے اساتذہ بھی آپ سے خصوصی عقیدت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ سید عابد علی عابد علامہ اقبالؒ کی زندگی کے آخری سالوں میں علامہ سے نفس عاقلہ پر گفتگو فرما رہے تھے اور نفس عاقلہ کو عین خودی قرار دے رہے تھے جبکہ علامہ سمجھا رہے تھے کہ نفس عاقلہ خودی کی صفت ہے خود نفس عاقلہ خودی نہیں ہے۔ اس دلچسپ مکالمے کی روداد سید عابد علی عابد نے کلاس میں بیان کی اور فرط انبساط سے کہا کہ "اگر علامہ اقبال نہ ہوتے تو شاید اس معاملے (نفس عاقلہ عین خودی یا صفت خودی) کے بارے میں میری فکر محدود رہتی" کلاس تمام ہونے کے بعد حضرت امیر العصرؒ نے سید عابد علی عابد سے فرمایا کہ "جناب آپ اس معاملے میں اس قدر متفکر تھے حالانکہ آپ کے مشاہدے میں یہ بات ہے کہ تمام حیوانات نفس عاقلہ برائے تنازعہ للبقا سے مزین ہیں پھر بھی وہ انسانی خودی کی صفت نفس عاقلہ کے مقابلے میں نہایت حقیر ہیں پھر مجرد نفس عاقلہ انسانی خودی کا عین کس طرح ہو سکتا ہے؟" سید عابد علی عابد نے جب یہ سنا تو مسکرائے اور کہا "تم میرے ساتھ علامہ اقبال کے پاس چلو یہ بات میں انہیں سناؤں گا کہ جس معاملے کی وضاحت میں علامہ نے چار دن تک گفتگو جاری رکھی لیکن میری تسلی نہ ہوئی وہ بات اس ایک جملے سے حل ہو گئی" حضرت امیر العصرؒ نے ارشاد فرمایا "جناب آپ جیسے اساتذہ ہی علامہ سے ملیں میرا جانا مناسب نہیں" اس واقعے کے بعد سید عابد علی عابد حضرت امیر العصرؒ کا بہت ادب کرنے لگے اور اکثر کہا کرتے کہ "سنا ہے کہ کھلاڑیوں میں عقل نہیں ہوتی لیکن بشیر عباسی نے اس مقولے کو رد کر دیا۔"

اسی طرح علامہ تاجور نجیب آبادیؒ اکثر اوقات حضرت امیر العصرؒ کی مثال اپنے شاگرد شعراء کے سامنے پیش کیا کرتے تھے کہ "صاحبزادہ صاحب شائستگی کم گوئی اور نکتہ آفرینی میں بے مثال ہیں، کبھی آپ کی زبان سے بے لطف کلمہ نہیں سنا نہ کبھی غیر ضروری بات کرتے ہیں" علامہ تاجور نجیب آبادی طبعی طور پر غصیلے تھے اور اکثر شاگردوں کو بھی گالیاں سنایا کرتے تھے لیکن حضرت امیر العصرؒ کی شخصیت میں ایسا اثر تھا کہ جب آپ محفل میں ہوتے تو علامہ تاجور کی زبان سے کبھی کوئی لغو بات نہ نکلتی اور اگر کوئی ایسی بات ہوتی جسے ان کا غصہ نہ دبا سکتا تو پریشانی سے کہتے "صاحبزادہ صاحب ابھی تشریف فرما ہیں یہ جالیں پھر خبر لوں گا" علامہ تاجور نجیب آبادی شعرائے قدماء کی تصویر تھے اور استاد زماں کہلاتے تھے، کبھی کسی کو خاطر میں نہ لائے، نہ کبھی کسی کی پرواہ کی، شعر ایسے فرمائے کہ دشمنان عقل و خرد کی محفلوں میں کہرام مچ گیا اور فدایان علم و فرہنگ نے بہار جادواں کا نظارہ کیا۔ اس قدر تبحر علمی اور صاحب اسلوب شاعر ہونے کے باوجود اور حضرت امیر العصرؒ کے استاد سخن ہونے کے باوصف علامہ تاجور آپ کا بے حد احترام کرتے تھے کیونکہ وہ حضرت امیر العصرؒ کے روحانی و خانقاہی مقام و مرتبے اور دنیائے طریقت سے آپؒ کی وابستگی کا علم رکھتے تھے۔ یہ دور شاعرانہ پارٹی بازی اور ہنگامہ مشاعرہ کا دور تھا لیکن حضرت امیر العصرؒ ان بکھیڑوں سے الگ ہی رہے اور محافل شعر و سخن میں کم شرکت کی اور زیادہ توجہ تعلیم اور کھیل کے لئے وقف رکھی۔

لاہور لاہور ہے حضرت امیر العصرؒ نے جب ایف۔ اے کا امتحان پاس کیا اور بی۔ اے کی کلاس میں پہنچے تو اس وقت تعلیمی اداروں میں ملکی سیاسی حالات کے پیش نظر ایک گھما گھمی مذاکرہ و مکالمہ، تنقید و تجزیہ اور صحافتی اکھاڑ پچھاڑ میں تندی آگئی تھی۔ بے شمار طالب علم اسی ہنگامے میں اپنی تعلیمی مصروفیات کو داؤ پر لگا چکے تھے۔ تحریک خلافت، کانگریس کی اپیل، گاندھی کی التجا، فکر اقبالؒ کا عروج اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں زوروں پر تھیں۔ لاہور سیاسی و سماجی و علمی تحریکوں کا مرکز تھا۔ حضرت امیر العصرؒ نے جلسے جلوس سے دل نہ لگایا اور تعلیم میں گہری دلچسپی لی اور آپ کے روشن مستقبل کا تعین کرنے والے اساتذہ نے آپ کے لئے فوج میں کمیشن کے لئے درخواست دی۔ ان دنوں کالج میں اکثر مذاکرے اور سیمینار منعقد ہوا کرتے تھے جس میں اکثر اوقات آپ کی پر مغز تقاریر سے سامعین عش عش کر اٹھتے اور بہتوں نے آپ کو سیاسی پلیٹ فارم کی پیش کش کی جسے آپ نے منظور نہ فرمایا۔

اس دور میں پنجاب بھر کے کھلاڑیوں میں حضرت امیر العصرؒ کی شہرت تھی اور کھیل کے میدان میں مسلسل کامیابیوں نے پورے لاہور کو آپ کا مدح خواں بنا دیا تھا۔ جب ۱۹۳۹ء میں آپ کو صوبہ پنجاب کا بہترین کھلاڑی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا تو آپ کو آل انڈیا ہاکی ٹورنامنٹ کی تیاری کے لئے پنجاب یونیورسٹی نے ذمہ داریوں کا اہل اقرار دیا اور آپ یونیورسٹی گراؤنڈ میں ٹورنامنٹ کی تیاری

میں مصروف ہو گئے۔ انہی دنوں فوج میں کمیشن کے لئے اساتذہ کی طرف سے دی گئی درخواست منظور ہو گئی اور آپ کو فوج کی طرف سے پیغام آگیا۔ آپ اس کے بارے میں فیصلہ کرنے ہی والے تھے کہ حضرت مخدوم العصرؒ نے آپ کو فوراً گوجرانوالہ آنے کا پیغام بھجوایا۔ ان دنوں آپ کے بی اے کے امتحان بھی قریب تھے اور لاہور میں کھیلوں کے شائقین آل انڈیا ہاکی ٹورنامنٹ میں آپ کا کھیل دیکھنے کے منتظر تھے لیکن آپ بحکم حضرت مخدوم العصرؒ گوجرانوالہ چلے گئے۔

حضرت امیر العصرؒ اور اتباعِ رسولِ کریمؐ

امیر العصر حضرت خواجہ محمدؒ بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ جب لاہور سے رخصت ہوئے تو ان کے زیرِ دسترس ایک ایسا مستقبل تھا جس میں دنیاوی زندگی کی عزت شہرت نام و نمود اور اعلیٰ عہدوں کا شکوہ و جلال تھا جس کی دنیا تمنا کرتی ہے۔ ان سب معاملات کو چھوڑ کر آپ نے ایک ایسے مستقبل کی طرف قدم اٹھایا جو مشیت ازلی نے آپ کے لئے انتخاب کیا تھا جس میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب نامہ' بارگاہ حق تعالیٰ میں پسندیدگی اور خدا کی غریب و مجبور مخلوق کے لئے بشارت شفائے قلب و جاں تھی۔ یہ ایک ایسا مستقبل تھا جس کی صبح نوید کے لئے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کے نور افزاء درو دیوار منتظر و شائق تھے۔

حضرت امیر العصرؒ کو جیسے ہی حضرت مخدوم العصرؒ کا پیغام ملا آپ فوراً حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے ارشاد فرمایا "میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ میری طبیعت علیل ہے"۔ حضرت امیر العصرؒ اسی وقت سے حضرت مخدوم العصرؒ کی تیمار داری میں مشغول ہو گئے اور حضرت مخدوم العصرؒ کے استفسار حالات دیگراں کے باب میں حکومت برطانیہ کی طرف سے فوج میں کمیشن کا اطلاع نامہ پیش کر دیا' جسے دیکھتے ہی حضرت مخدوم العصرؒ نے فرمایا "بیٹا میں نے تمہیں اپنے لئے پڑھایا ہے انگریز کی نوکری کے لئے نہیں" چنانچہ حضرت امیر العصرؒ نے اس اطلاع نامہ کو پھاڑ دیا اور رضائے حق کو مقدم جانا اور اپنی پوری توجہ حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں لگائی۔

حضرت امیر العصرؒ کو حضرت مخدوم العصرؒ جس عظیم روحانی درگاہ کی نیابت کے لئے تیار کر رہے تھے اس نیابت کے سامنے تخت سکندری بھی پرکاہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس فقر اختیاری کو صمیم قلب سے قبول کرنا حضرت امیر العصرؒ کا اعزاز تھا کہ انہوں نے دنیاوی جاہ و حشم کو سرمہ چشم نہ بننے دیا۔

اللہ بس باقی ہوس ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت مخدوم العصرؒ نے حضرت امیر العصرؒ کو حضرت مولانا غلام جیلانیؒ کو بلانے کے لئے درگاہ عالیہ نوریہ کھیالی دروازہ بھیجا چنانچہ جب حضرت امیر العصرؒ ان کے پاس پہنچے تو مولانا صاحبؒ اپنے بزرگوں کی ابیاض کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ سلام و دعا کے بعد حضرت امیر العصرؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ کا پیغام دیا تو حضرت مولاناؒ نے حضرت امیر العصرؒ کو نہایت مشفقانہ اور رازدارانہ انداز سے فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کو ایک خصوصی شے بتا دوں جو میرے والد ماجدؒ کے مجربات اور معمولات سے ہے، عمل کشف القبور" چنانچہ حضرت مولاناؒ نے اپنے ہاتھ سے وہ عمل کشف القبور لکھ کر حضرت امیر العصرؒ کی خدمت میں پیش کیا اور تھوڑی دیر بعد درگاہ معلیٰ قادریہ حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔ حضرت امیر العصرؒ واپس درگاہ معلیٰ قادریہ تشریف لائے اور حضرت مخدوم العصرؒ کی خدمت میں عرض کیا "جناب مولانا صاحب ابھی آتے ہیں۔" اس کے بعد حضرت امیر العصرؒ نے حضرت مخدوم العصرؒ کے پاؤں دبانے شروع کر دیئے اسی اثناء میں حضرت مخدوم العصرؒ نے آپ سے استفسار کیا کہ "بیٹا تمہاری جیب میں کیا ہے؟" حضرت امیر العصرؒ نے مولانا غلام جیلانی صاحبؒ کا لکھا ہوا عمل کشف قبور آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جسے دیکھ کر حضرت مخدوم العصرؒ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "بیٹا جو سبق (ذکر اللہ اور درود شریف) میں نے تمہیں تعلیم کیا ہے اس کے بعد تمہیں کسی چیز ضرورت نہیں ہے انشاء اللہ سب کچھ اسی سے عطا ہو گا۔ رہا مسئلہ اوراد و وظائف کا تو میں ہر اس وظیفہ کی اجازت عطا کرتا ہوں جو اس عالم دنیا میں موجود ہے" اس ارشاد سے حضرت مخدوم العصرؒ کے اوج معرفت اور بارگاہ ایزدی میں تقربؒ کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ابتداء ہی سے اللہ بس باقی ہوس کی تعلیم عطا کی تھی اور حضرت امیر العصرؒ کا وظیفہ جیب میں رکھنا حضرت مولانا غلام جیلانی صاحبؒ کے ادب کی وجہ سے تھا۔

محبت کو ہے جستجوئے محمدؐ حضرت امیر العصرؒ کے معمول میں درود و ذکر اللہ عنفوان شباب ہی سے تھا لیکن جب سے آپ حضرت مخدوم العصرؒ کے ارشاد پر لاہور سے گوجرانوالہ تشریف لائے تھے آپ کی توجہ ذکر اللہ اور درود شریف کی طرف انتہائی تھی یہاں تک کہ حضرت مخدوم العصرؒ کی تیمارداری کے دوران بھی آپ کا قلب اقدس محو ذکر ہوتا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا حضرت امیر العصرؒ کے قلب و نگاہ میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عارفانہ اسرار و رموز منکشف ہو رہے تھے چنانچہ رفتہ رفتہ محبت رسولؐ نے کاشانہ انتظار کو خاکستر کر دیا اور حضورؐ کی زندگی کے مشاہدے کی طلب حد ضبط و قرار سے نکل گئی۔

ایک مرتبہ حضرت امیر العصرؒ نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں التجا کی کہ حضورؐ آپ کی حیات پاک کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں چنانچہ حضرت امیر العصرؒ نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی مکمل حیات طیبہ کا مشاہدہ بعالم رویت فرمایا۔ یہ ایک ایسا مشاہدہ تھا جس کی تاثیر نے دو عالم کو آپ کی نگاہوں سے خیال خام کی طرح محو کر دیا اور صرف اور صرف سیرت رسولؐ علیہ الصلواۃ والسلام آپ کا مرکز قلب و نگاہ ہو گئی۔

حضرت امیر العصرؒ چونکہ پیدائشی طور پر بشارت نبویؐ تھے اس لئے آپ کے جوش محبت نے دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب قرار پکڑا اور جب دیدار ہوا تو اس کی انفرادیت ایسی تھی کہ حضورؐ کی پوری زندگی کھلی کتاب کی طرح نظر آئی جس کی فرحت اور المناکی ساتھ ساتھ تھی جس نے حضرت امیر العصرؒ کی شخصیت میں قرون اولیٰ کا جذبہ اتباع رسولؐ پیدا کیا۔ یہ تمام فضائل حضرت مخدوم العصرؒ کی روحانی تربیت کا حاصل تھے کہ حضرت مخدوم العصرؒ نے جب سے حضرت امیر العصرؒ کے رخ روشن کو اپنے آنگن میں دیکھا تھا اسی دن سے آپ کی تربیت روحانیہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نگاہ باطنی سے حضرت امیر العصرؒ کے سامنے آنے والی مشکلات کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ واضح اظہار حضرت مخدوم العصرؒ نے اپنے وصال کے کئی سال قبل بھی کر دیا تھا کہ جب آپؒ نے گھر میں افراد خانہ کو سورۃ یوسف کی تفسیر کے بعد حضرت امیر العصرؒ سے فرمایا تھا کہ "تمہارے بھائی بھی یوسفؑ کے بھائی ہیں جناب یوسفؑ سے جو انہوں نے کیا تمہارے ساتھ اس سے بڑھ کر کریں گے"

حضرت مخدوم العصرؒ کی غمخواری حضرت امیر العصرؒ کے ظاہری باطنی مشاہدات جیسے جیسے بڑھ رہے تھے ان کے قرب و اضطراب میں اضافہ ایک فطری بات تھی۔ ایک روز حضرت امیر العصرؒ متفکر تھے کہ حضرت مخدوم العصرؒ نے کیفیت قلبی کو رخ روشن سے پڑھتے ہوئے استفسار کیا کہ "بیٹا پریشان کیوں ہو اور کیا سوچتے ہو؟" آپ نے حال دل چھپاتے ہوئے جواب دیا "جناب کچھ نہیں ایسے ہی" حضرت مخدوم العصرؒ نے ایک حکایت بیان فرماتے ہوئے اور حضرت امیر العصرؒ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "بیٹا تمہیں فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ ایک دفعہ ایک لڑکا جناب بہاء الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کے حضور حاضر ہوا اور آتے ہی کہنے لگا کہ مجھے فوراً ایک گھوڑا اور ایک جوڑا چاہیے۔ چنانچہ آپؒ کو اس کا اس طرح بات کرنا ناگوار گزرا۔ آپؒ نے فرمایا "بھاگ جاؤ ہم تمہیں کچھ نہیں دیں گے" اس لڑکے نے جاتے ہوئے کہا "اگر آپ نے انکار کیا ہے تو یاد رکھئے گا کہ میں یہ ملتان شہر اٹھا کر الٹ دوں گا" اور چلا گیا۔ حضرت سہروردیؒ اس لڑکے کے اس جملے سے متعجب ہوئے اور مراقبہ میں اس کو اور اس کے والد کو دیکھا تو ان میں کچھ اہلیت نہ تھی لہٰذا آپؒ مطمئن ہو گئے۔ اسی دوران آپ کو مرشد علیہ الرحمتہ کی طرف سے رہنمائی ملی کہ "اگر آپ

نے اس کو اور اس کے باپ کو عالم مراقبہ میں دیکھا ہے تو اس سے آگے بھی دیکھو" چنانچہ حضرت سہروردیؒ نے جب ان سے آگے دیکھا تو کیا مشاہدہ کیا کہ اس کے اجداد سے چھٹی جگہ پر ایک ولی کامل ہے جو ملتان شہر اپنے ہاتھ پر اٹھائے ہوئے جا رہا ہے، حضرت سہروردیؒ نے پوچھا حضرت یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا "یہ کھلونا ہے، میرا بچہ ضد کر رہا ہے اس کے لئے لے جا رہا ہوں" چنانچہ حضرت سہروردیؒ نے فوراً مراقبہ ترک فرمایا اور حکم دیا کہ اس لڑکے کو تلاش کرو، خدام نے عرض کیا کہ حضرت کیا ماجرا ہے؟ تو آپ نے گفتگو کی اور معاملہ واضح فرمانے کے بعد ارشاد کیا کہ "اگر بچے کے ہاتھ کھلونا لگ گیا تو جو وہ کہہ گیا ہے کر دکھائے گا"۔ چنانچہ اس لڑکے کو تلاش کیا گیا اور اس کی فرمائش پوری کی گئی۔

اس واقعہ کو سنانے کے بعد حضرت مخدوم العصرؒ نے حضرت امیر العصرؒ سے ارشاد فرمایا "بیٹا یہ ایک ولی اللہ کے تصرف کا عالم ہے جو اس کی چھٹی نسل تک ہو رہا ہے جبکہ تم پر تو اللہ نے خصوصی انعام فرمایا ہے کہ تمہارے تمام اجداد اغیاث زمانہ ہیں۔ دیکھو میرے حضرت سخی صاحبؒ غوث، جناب خواجہ عمر صاحبؒ غوث، میرے والد محترم غوث اور آج تمہارا باپ اس دنیا سے غوثیت کے مرتبے پر فائز المرام جا رہا ہے، لہٰذا تم فکر نہ کرو"۔ حضرت امیر العصرؒ پر حضرت مخدوم العصرؒ کی جو عنایت و شفقت تھی وہ کہنے سننے اور لکھنے میں نہیں سما سکتی کیونکہ حضرت مخدوم العصرؒ کے پیش نگاہ ہمیشہ حضرت امیر العصرؒ ہی رہے تھے جنہوں نے اس سلسلہ عالیہ قادریہ کے روحانی تسلسل کو قائم رکھنا تھا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کا زمانہ علالت تقریباً چھ ماہ رہا اس دوران شب و روز حضرت امیر العصرؒ ہی حضرت مخدوم العصرؒ کے قریب تھے اور ہر لحظہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی رہنمائی کے اصول و قواعد اور اسرار و رموز سے آگاہ کئے جاتے تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ اکثر اوقات سلسلہ عالیہ قادریہ کی روایات قدسیہ کے ضمن میں حضرت امیر العصرؒ سے فرمایا کرتے کہ "بیٹا ہمارے اجداد کریمہ فقیر تھے اور تم بھی فقیر بننا، پیر نہ بننا پیر دنیا کے پیچھے اور فقیر کے پیچھے دنیا ہوتی ہے" اور گاہے ارشاد فرماتے "بیٹا ہمارے طریق میں سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہمارے اجداد نے ہاتھ ہمیشہ اوپر کیا ہے، سخاوت فرمائی ہے لہٰذا میں بھی تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم بھی اس طریق پر قائم رہنا اور اگر کچھ ضرورت محسوس کرو تو مجھے کہنا میں انشاء اللہ ضرورت کے وقت مدد کروں گا"۔

رضائے مرشد کی بہترین مثال حضرت امیر العصرؒ کے بعض اہل خاندان اور اکثر احباب اس امر سے بے حد حیران ہوئے کہ آپ نے باوجود اعلیٰ تعلیمی اہلیت کے اور نوکری کی معقول پیش کش کے باوجود ایک خانقاہ میں اپنے آپ کو فنا کیوں کر دیا ہے۔ سبحان اللہ دنیا کی آنکھیں دنیا میں جو کچھ ہے وہ بھی نہیں دیکھتیں اور جو کچھ دیکھتی ہیں وہ بغیر وسیلے کے نہیں دیکھتیں، چیزوں کا مذکور ہی

کیا جب دیکھنے کا عمل آنکھوں کے وسیلے کا محتاج ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے روزی روٹی محل ماڑی کے بغیر جاں بہ لب ہے۔ انسانی احتیاج کا مشاہدہ کرنے کے بعد حیف ہے اگر انسان سوچے کہ روحانی علم کسی وسیلے کا باعث نہیں۔ جب علم کی انتہا عشق، عشق کی انتہا فقر اور فقر اللہ ہی اللہ ہے۔ حضرت امیر العصرؒ بشارت رسولؐ اور مشاہدہ سیرت رسولؐ میں اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم سے مقامات حضرت مخدوم العصرؒ میں فنا ہو کر جلوہ وحدت سے سرشار ہوئے، تو من شدی من تو شدی۔ حضرت مخدوم العصرؒ عظیم المرتب کہ فنائے سیرت رسولؐ کا یہ عالم کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسا فضل کمال فرمایا تھا کہ چاہیں تو موت کو موخر کر لیں چاہیں تو طلب فرمائیں۔ ایک شان اقدس اور روزگار عشق کے دائمی سلسلے تھے۔

ایک رات حضرت مخدوم العصرؒ نے حضرت امیر العصرؒ کو خدا کے اس امر سے آگاہ کیا جیسا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی سیرت اور سنت ہے کہ "اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ آرام دنیا اختیار کرے یا رخصت دنیا، اللہ کے بندے نے اللہ کی ملاقات کو پسند کیا ہے" سبحان اللہ یہ ہے اتباع سنت و سیرت رسولؐ میں فنا فی الرسولؐ کی جلوہ سامانی، اللہ تعالیٰ کے فضل مدام کا ایک ادنیٰ کرشمہ، کیونکہ موت و حیات تو مخلوق ہیں۔ اتباع سیرت رسولؐ اہل اللہ کو وجہ اللہ الکریم کے قدیمی جلوے کی ایک تجلی بنا کر دنیا میں حجت اسوہ رسولؐ کا محمدیؐ معجزہ بن جاتی ہے۔ ولی کی ادنیٰ کرامت بھی نور نبوتؐ کا معجزہ ہے تو جلوہ حق تعالیٰ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا معجزہ عشق ہے جسے کرامت کہا جاتا ہے جو آثار ولایت محمدؐیہ کے نور سے منور ہے۔ حضورؐ اللہ کے محبوب ہیں حضورؐ کا اسوہ کامل اللہ کا اعلان ہے، احسان ہے قرآن ہے الکتاب ہے علم و عشق و فقر کی انتہا ہے نور خدا ہے حضورؐ نور ہیں اللہ جسے چاہتا ہے اسے اندھیروں سے نور کی طرف لے آتا ہے۔

حضرت امیر العصرؒ کی زندگی میں ایک وہ کالج کا دور تھا جب تعلیمی سرگرمیوں میں وہ صف اول کے محنتی متعلم ثابت ہوئے اور کھیل کے میدان میں لاکھوں دلوں کی دھڑکن تھے "ایک شیر ہے جو میدان میں اپنی ٹیم کے لئے ہراول دستہ ہے"۔ آپ کا کالج ریکارڈ اور اسناد و انعامات اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور پھر زندگی کا ایک وہ دور آیا جب دنیا و مافیہا نگاہ عاشق رسولؐ میں نہ ہونے کی طرح تھے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے مقامات عرفان فقر فخر انبیاءؑ سے تعبیر تھے سبحان اللہ کہ حضرت امیر العصرؒ نے بہ مدت قلیل بحر عشق محمدؐ کی شناوری کی اور اس درجے پر پہنچے کہ امر بیعت کی رسم کی ظاہری گواہی متحقق ہو گئی۔ حضرت مخدوم العصرؒ کی طبع کا ناساز ہونا اور حضرت امیر العصرؒ کا خدمت میں رہ کر نور علیٰ نور کا مشاہدہ کرنا امر الٰہی تھا۔

بیعت اقدس اور درگاہ معلیٰ غوث العصرؒ پر جانشینی حضرت مخدوم العصرؒ نے ایک روز حضرت امیر العصرؒ سے ارشاد فرمایا کہ کمرے کی الماری سے فلاں کتاب لاؤ۔ آپؒ لے

آئے تو فرمایا فلاں صفحہ کھول کر پڑھو۔ کتاب عربی میں تھی، حضرت امیر العصرؒ نے نہایت صحت کے ساتھ پڑھا۔ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد حضرت امیر العصرؒ سے ارشاد ہوا کہ "بس اس کو وہیں رکھ آؤ، ہم نے تمہیں جتنا پڑھانا تھا پڑھا دیا" اس پڑھانے اور پڑھنے میں ایک امر الٰہی تھا جو حضرت مخدوم العصرؒ کی کرامت سے ظاہر ہوا کہ اس ایک صفحہ پڑھنے کے بعد حضرت امیر العصرؒ نے محسوس کیا کہ علم ظاہر و باطن کا ایک مواج بحر زخار ہے جو ہر طرف ٹھاٹھیں مار رہا ہے ایک نور کا سمندر ہے۔

سبحان اللہ کہ حضرت امیر العصرؒ باقاعدہ طور پر کسی مدرسے یا مولوی کی بجائے نور کے سمندر سے تعلیم دیئے گئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ کے نور عرفاں میں فنا کا عالم یہ تھا کہ حضرت مخدم العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تعلیم باطن در باطن عشق رسولؐ سے عطا فرمائی اور قرآن کے ہفت باطن جو بتمامہ ہیں عطا فرمائے۔ یہی نور کا سمندر جب حضرت امیر العصرؒ پر مشہود ہوا تو آپ نازش سلسلہ عالیہ قادریہ اور سرمایہ بصیرت حنفیہ کے لقب سے یاد کئے گئے۔ حضرت مخدوم العصرؒ نے حضرت امیر العصرؒ کو درگاہ معلیٰ قادریہ غوث العصرؒ کا تاج ولایت بہ امر غوث الاعظمؓ اور بہ رضائے شہنشاہ مدینہؐ عطا فرمایا اور مخلوق کی رہنمائی کی اجازت عطا فرمائی چنانچہ ظاہری بیعت کے لئے حضرت امیر العصرؒ اپنی والد ماجدہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے حضرت کی خدمت میں پیش کریں۔ آپ کی والدہ محترمہؒ نے آپؒ کی اس اہلیت اور تابناک جلال و جمال کی ساعت کو دیکھا تو بہت خوش ہوئیں اور اسی خوشی کے موقعے پر حضرت امیر العصرؒ کے بھائی حضرت نذیر حسین خاورؒ کو بھی بیعت ہونے کے لئے کہا چنانچہ وہ بھی نہایت خوشی سے طالب حق ہوئے۔ یہ وقت عالم رنگ و نور میں خوشی کا وقت تھا لیکن عالم دنیا میں اس خوشی کے ساتھ ایک غم بھی شامل تھا کہ یہ رات حضرت مخدوم العصرؒ کے دنیا سے پردہ کرنے کی رات تھی اور اہل خاندان اور وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ کے خاص خاص بزرگ جمع ہونا شروع ہو گئے تھے اور حضرت مخدوم العصرؒ خلوت میں تشریف فرما تھے۔

وصال کی رات حضرت امیر العصرؒ کی والدہ ماجدہؒ حضرت امیر العصرؒ اور حضرت نذیر حسین خاورؒ کو لے کر آپ کے کمرے میں داخل ہوئیں اور دونوں صاحبزادوں کو بارگاہ فقر و ولایت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ "جناب ان کو باقاعدہ شرف بیعت سے نوازیں" حضرت مخدوم العصرؒ نے دونوں صاحبزادگان کو شرف بیعت سے سرفراز کیا اور اذکار تعلیم فرمانے کے بعد حضرت نذیر خاورؒ اور اپنی اہلیہ محترمہؒ سے فرمایا کہ آپ جاکر آرام کریں اور حضرت امیر العصرؒ سے رکنے کے لئے کہا اور بعد ازاں حضرت مخدوم العصرؒ نے حضرت امیر العصرؒ کے قلب و روح پر نگاہ مشاہدہ وجہ اللہ الکریم کے انوار و تجلیات کے ذریعے نور کے سمندر کے مشاہدے میں طغیانی پیدا کر دی اور دو گھنٹے کی قلیل مدت میں تمام مقامات فقر و ولایت کا مشاہدہ کروا کر اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا "بیٹا ہم

نے تمہیں یہ سب کچھ اس لئے عطا فرمادیا ہے کہ اس وقت میرے والد صاحب (حضرت سلطان العصرؒ) اور میرے مریدین میں بڑے بڑے صاحب مقام لوگ موجود ہیں اور انہوں نے بوقت ضرورت تم ہی سے آکر مزید رہنمائی حاصل کرنی ہے' ایسا نہ ہو کہ تم ان کی راہنمائی نہ کر سکو' تم پر لازم ہے کہ تم یہ مقامات فقر و ولایت جس کا مشاہدہ کرا دیا ہے اپنے مجاہدہ سے محکم کرو۔"

سبحان اللہ حضرت مخدوم العصرؒ نے حضرت امیر العصرؒ کے لئے جس بام عروج نور کی وصیت کی تھی اور جن مقامات معلیٰ کا مشاہدہ کرایا تھا حضرت امیر العصرؒ نے قدم بقدم مجاہدات شاقہ سے ان ارفع مقامات روحانیہ کو طے فرما کر اللہ کی مخلوق کے لئے فقر فخرا نحیاءؒ اور شہنشاہ فقر ولایت حضرت سیدنا میاں میر بالا پیرؒ کے مخانہ جلوہ نور قدیم کو عام فرمایا۔ دنیا والے لاالہ' اللہ والے الا اللہ۔ حضرت امیر العصرؒ کو جس قدر اعلیٰ مقامات روحانیہ حاصل ہوئے اسی قدر "دشواری جان بقدر ایمان" کے مصداق حضرت مخدوم العصرؒ کے وصال کے بعد مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ حضرت امیر العصرؒ کے بڑے برادران اپنے اپنے گھر والے تھے اور گھر کی تمام ذمہ داریاں حضرت امیر العصرؒ ہی کے ذمے تھیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم العصرؒ کے ظاہرو باطن جانشین تھے چنانچہ حضرت امیر العصرؒ اہل خانہ بالخصوص اپنی والدہ محترمہؒ کی خدمت میں اور درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کی ذمہ داریوں میں مصروف ہو گئے۔

حضرت مخدوم العصرؒ کے دسویں شریف کے ختم پر برصغیر کے گوشے گوشے سے علماء ومشائخ جمع تھے اس کے ساتھ ساتھ درگاہِ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ سے وابستہ بزرگان قادریہ کی موجودگی میں دستار فضیلت اور درگاہ کی جانشینی کے سلسلے میں گفت وشنید شروع ہوئی کیونکہ مسند غوث العصرؒ عہد بہ عہد دنیائے فقر وولایت کے لئے حجتِ بے مثال ہونے کے ساتھ ساتھ برصغیر پاک وہند میں سلسلہ عالیہ قادریہ بالخصوص حضرت شیخ میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ فقر کی مرکزیت کے اعزاز کی حامل رہی ہے لہٰذا اس عظیم روحانی ذمہ داری کے نازک ترین فیصلہ کے لئے باہمی مشورہ سے عظیم المرتبت مشائخ سلسلہ عالیہ کی ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی جس میں حضرت پیر صید علی شاہؒ سجادہ نشین درگاہ عالیہ قادریہ حضرت میانمیر بالا پیرؒ' حضرت غلام جیلانیؒ سجادہ نشین درگاہ عالیہ نوریہ' حضرت خواجہ بابو غلام سرور صاحب قادری لاہوریؒ' حضرت سید زماں شاہ بخاری قادریؒ' حضرت میاں جلال الدینؒ' حضرت محمد غنیؒ' ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ اور میاں غلام محمد شامل تھے۔ ان اصحاب قلب ونظر نے سب سے پہلے حضرت العصرؒ کی والدہ محترمہؒ کی رائے معلوم کی کیونکہ حضرت مخدوم العصرؒ کی اہلیہ ہونے کی وجہ سے وہ بہتر رائے دے سکتی تھی چنانچہ انہوں نے حضرت مخدوم العصرؒ کے امر روشن کو واضح کرتے ہوئے ابکین کمیٹی پر واضح کر دیا کہ حضرت امیر العصرؒ ہی جانشین ہیں۔ جب کمیٹی نے یہ رائے سن لی تو ہر فرد نے اپنے اپنے طریق اور انفرادی طور پر حضرت غوث العصرؒ' حضرت سلطان العصرؒ اور حضرت مخدوم العصرؒ کی قبور

پر از نور پر مراقبہ کیا اور متفقہ طور پر حضرت امیر العصرؒ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔
اس کمیٹی کے ارکان نے اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے رابطہ پروفیسر صوفی عبدالعزیزؒ، حضرت نذیز خاور، اور حضرت محمد حسینؒ، پسران حضرت مخدوم العصرؒ سے رابطہ کیا اور تمام نے کمیٹی کے فیصلے کی تصدیق کی اور دعوی جانشینی نہ کیا مگر حضرت صوفی محمد شریف غیرت قادریؒ نے اس خواہش کا اظہار کیا۔ آخر میں کمیٹی کے اراکین حضرت امیر العصرؒ کے پاس آئے اور رائے دریافت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا "یہ معاملے چاہنے سے نہیں بلکہ انتخاب اور حکم وفضل الہی سے طے پاتے ہیں" حضرت امیر العصرؒ سے رائے معلوم کرنے کے بعد اراکین حضرت خواجہ محمد رحیم اللہ عباسی قادریؒ کے پاس گئے اور اس بابت رائے دریافت کی۔ انہوں نے حضرت امیر العصرؒ کی والدہؒ محترمہ کی رائے کو صائب قرار دیا اور کہا "ہماری بہن صاحبہ حیات ہیں میں ان کے فیصلے کا احترام کرتا ہوں جو فیصلہ فرمائیں گی درست ہوگا" کمیٹی نے اپنے فیصلے کو مزید محکم کرنے کے لئے حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت غوث الاعظمؓ اور حضرت میاں میر بالا پیرؒ سے حضرت فخر انخیاءؒ تک اور حضرت غوث العصرؒ سے حضرت مخدوم العصرؒ تک بزرگان کی غیر مبہم واضح رائے معلوم کرنے کے لئے باقاعدہ مراقبے شروع کئے اور اس مقصد کے لئے کمیٹی کے ارکان کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا چنانچہ بہت جلد جوابات جمع ہونے لگے جس کے دلائل وبراہین کو کمیٹی کے اراکین نے صیغۂ راز میں رکھا اور حضرت مخدوم العصرؒ کے چہلم کے بعد ایک متفقہ روز دستارِ فضیلت وجانشینی کی تقریب میں شرکت کے لئے ایک جم غفیر جمع تھا جس میں بزرگانِ سلسلہ عالیہ قادریہ کے علاوہ برصغیر کے کئی ایک نامور اصحاب امارت وثروت شامل ہوئے۔ کمیٹی کے بزرگان قادریہ نے اپنے اپنے مکاشفات بیان کئے اور دستار جانشینی کا حقدار حضرت امیرالعصر کو قرار دے کر دستار بندی کر دی۔

امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ جو مشیت ایزدی سے پہلے روز ہی سے وارث درگاہ عالیہ قادریہ تھے جب اکابر سلسلہ عالیہ قادریہ رحمتہ اللہ علیھم کے روبرو بھی وارث درگاہ عالیہ قادریہ دے دیئے گئے تو آپ نے اس عظیم منصب کو حضرت مخدوم العصرؒ کے قدم بقدم اعلی شعار معرفت کے ساتھ پورا کیا۔ آپ نے وابستگانِ سلسلہ اور زائرینِ درگاہ کو خدا کا مہمان سمجھتے ہوئے لطائفِ روحانی کے دریا بہا دیئے۔ آپ کا ضبط تحمل بے انتہا تھا اور آپ کا ہر ایک عمل حکمت شریعت وطریقت کے عین مطابق تھا۔ آپ نے درگاہِ مُعلیٰ غوث العصرؒ میں صاحب سیف نگاہ اور مرجع خلائق بن کر اس منصب عالیہ کو نبھایا۔ اور ساری زندگی اپنے اسلاف کے آئینۂ ذات بن کر گزاری۔

سر رشتۂ لبادۂ تقویٰ ردائے فقر قامت پر آئینۂ غنا ہے قبائے فقر

جامِ حیاتِ روح و دلِ گلستاں نواز　　نقشِ قدم ہے سبزۂ زندہ نوائے فقر
کبَ دیدۂ خمارِ شکستہ حریفِ دید　　دیکھے دلِ فقیر فقط جلوہ ہائے فقر
دائم ہے تیرا تذکرہ بزمِ یقین میں　　باقی تمہاری ذات کہ گنجِ بہائے فقر

بشارت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طلوع اس آب و تاب سے ہوا کہ مسئلہ جانشینی کے بہانے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ سے وابستہ مشائخ عظامؒ نے حضرت امیر العصرؒ کی مقبولیت کے اذن و اعلان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، بارگاہ غوثیت مابؒ اور امام سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر بالاپیرؒ کی بارگاہوں سے سنا، اور حضرت مخدوم العصرؒ کی سنائی ہوئی بشارت محمدیؐ کی بالمشاہدہ تصدیق کی۔

درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ اور حضرت امیر العصرؒ

امیر العصر حضرت خواجہ محمدؒ بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ پر روحانی علمی اور عارفانہ فضائل سے جانشینی کا حق ادا فرمایا ہے۔ آپؒ نے حضرت محی العصر رحمتہ اللہ علیہ کی شان کریمی کو سربسر اہل طریق کے سامنے پیش کر کے سلسلہ حضرت سیدنا میانمیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں نہایت محترم مقام حاصل کیا۔ حضرت خواجہ بابو غلام سرور قادری لاہوریؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "صاحبزادہ صاحب نے عنفوان شباب میں اپنے پیر و مرشد کے ظاہر و باطن کو اپنی روح میں جذب کر لیا اور عظمت اسلاف کے منزل نشاں ہوئے"۔ حضرت امیر العصرؒ نے جس طرح وابستگان درگاہ معلیٰ قادریہ حضرتؒ غوث العصرؒ کی علمی و روحانی رہنمائی کی وہ اسلاف قادریہ کے قدم بقدم ہے۔ اپنے ہوں یا بیگانے حضرت امیر العصرؒ کا جمال کیمیاء نہاد اخلاق مصطفائی کے نور علی نور سے معمور رہا۔ بحیثیت جانشین درگاہ معلیٰ آپ کے کردار کا روشن پہلو آپ کے اسلاف کی طرح سخاوت معرفت تھا۔ آپ نے درگاہ معلیٰ قادریہ میں افادہ عوام کی خاطر موثر طبابت بھی فرمائی اور لوگوں کے دکھ درد کو شان سخاوت سے شادمانی و خوشحالی میں بدل دیا۔ آپ کے روبرو سوال کرنے والا محروم نہیں دیکھا گیا۔ سبحان اللہ آپ کی نگاہ کرم سائل کے وسعت دامن پر محیط اور توقعات روحانیہ پر بسیط تھی۔

در جوانی توبہ کردن شیوهٔ پیغمبری حضرت امیر العصرؒ کو جانشین درگاہ معلیٰ قادریہ

حضرت غوث العصرؒ ہونے پر صرف ہاتھ پاؤں چومنے والے مریدان و عقیدت مندہی میسر نہ آئے بلکہ آپ نے جس عرصہ قلیل میں مقامات روحانیہ کو طے فرمایا تھا اس کے عظیم تقاضے بھی آپ کو ورثے میں ملے تھے۔ آپ کی نگاہ بلند عقیدت مندوں کے ہجوم کی طرف نہیں بلکہ معیار فقر کی میزان کی طرف تھی۔ باوجود اس کے کہ آپ کے لئے سرکاری اعلیٰ ملازمت کی پیش کش موجود تھی لیکن آپ نے درگاہ معلّیٰ قادریہ کے وقار و عظمت کے سامنے کسی دنیاوی منفعت کو نہ آنے دیا اور الکاسب حبیب اللہ کے مصداق اپنی انفرادی محنت و مشقت کی راہ اپنائی۔ آپ نے دوسروں سے خدمت لینے اور توقع وابستہ کرنے کی بجائے انتھک محنت سے خود دوسروں کی خدمت کی۔

حضرت امیر العصرؒ کے کردار کی عظمت و پختگی میں آپ کے والدین شریفینؒ کا خود دار اور بے ریا کردار آپ کا رہنما رہا۔ حضرت امیر العصرؒ نے مزدور کی عظمت کی گواہی دی اور ایک سچے محنتی تعلیم یافتہ مزدور ہونے کی حیثیت سے الفقر فخری کے اعلان کو عام فرمایا۔ حضرت امیر العصرؒ کے ہمرکاب کام کرنے والے محنتی اور انتھک لوگوں کو بہت جلد یہ احساس ہو گیا کہ یہی مرد مومن نوجوانوں کا روحانی پیشواء ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر العصرؒ نے بے شمار مزدوروں کو درجوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری کی شادمانی سے آگاہ کیا اور بہت سے محنتی افراد آپ کے ہاتھ پر تائب ہو کر وحدت سے سرشار ہوئے۔ توبہ کی حقیقت لوٹ آنا ہے کس چیز سے؟ کیا گناہ سے؟ توبہ کی حقیقت ہر خیر و شر سے لوٹ آنا ہے کیونکہ جب تک قلب و نگاہ مقام وحدت پر واپس نہ آ جائے خیر و شر کی صحیح پہچان محال ہے۔ توبہ کے بعد نور وحدت سے سرشار بندہ تائب جس چیز کو خیر قرار دے وہی خیر ہے جس چیز کو شر قرار دے وہی شر ہے گویا توبہ تو درحقیقت اللہ کی طرف سے ہے' وہ جس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اسے نور وحدت کی صہبائے علم سے متعارف کر دیتا ہے۔ اور اللہ کا قائم کردہ خیر و شر اور اس کی حقیقت تخلیق' بندہ تائب پر روشن رہتی ہے۔

حضرت امیر العصرؒ کا فقیرانہ مجاہدانہ کردار صحیح معنوں میں اس عہد کے نوجوانوں کے لئے مینارہ نور تھا جس کی کرنیں خود داری' عظمت کردار' محنت شاقہ' عبادت حق' مشاہدہ نور' وجدان فرقان' تعمیل قرآن اور عظمت انسان ہے۔ لوگ آپ کی مثال دیا کرتے تھے کہ "ہے کوئی آپ جیسا اطاعت والدین میں مستعد اعمال شرعہ میں متقی' محنت شاقہ میں فرد"۔ حضرت امیر العصرؒ نے رسمی پیری مریدی کی بجائے دل کی فقیری اور محبت کی اسیری کو پسند کیا تھا چنانچہ آپ نے نگاہ کریمی سے بے شمار نوجوانوں کو توبہ و اتباع سیرت رسولؐ کی طرف راغب فرما کر حکمت قادریہ کے نور کو عام فرمایا۔
حضرت امیر العصرؒ کی جانشینی کا یہ پہلا دور ہر طرح سے گردش دوراں کی تصویر تھا۔ تھے تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات لیکن سرشاری مقامات روحانیہ کے بحر بیکنار میں یہ مشکلات خاشاک ساحل کی طرح تھیں اور آپ کا عزم بلند' جسمانی و روحانی حسن جمال اور الفقر فخری کا مصطفائی نصب العین

آپ کے جلال و جمال کو ہر آن بڑھا رہا تھا۔

حضرت امیر العصرؒ اپنے سلسلہ مشائخ کی طرح اعراس حضرت داتا گنج بخشؒ اور اعراس حضرت سیدنا میاں میرؒ پر میر محفل ہوئے اور حضرت مخدوم العصرؒ کی طرح اپنے فرائض روحانیہ میں سرخرو ہوئے۔ حضرت امیر العصرؒ کے لئے وابستگان طریقت کی نگاہیں بچھی رہتی تھیں کہ آپ نے جس منصب پر جلوہ افروزی فرمائی اس منصب کو بہ عنوان فقر مصطفائی درجہ کمال تک پہنچایا اور طالبان فیضان روحانیہ نے عشق رسولؐ کے والضحائی جلوے دیکھے۔ سخاوت معرفت کا ایک بحر بے کراں تھا کہ جس طرف نگاہ اٹھی سائل سائل نہ رہا مرید ہو گیا' جس کے سینہ تپاں پر دست شفقت پھیرا علم و عرفاں کا چشمہ پھوٹ پڑا' جس کو سرزنش فرمائی وہ اتمام حجت ہوئی۔ جس کو درگذر فرمایا اس کا بیڑا پار ہو گیا۔ جس سے ناراض ہوئے اس کو شفقت سے سمجھایا اور غصے کو مشروب دل خواہ کی طرح نوش فرما گئے۔ آپ کی نوازش و سرفرازی کی شان دیکھ کر قلوب احباب طریق آپ کے گرویدہ ہو گئے۔

دمِ صبحِ قرارِ جاں پیامِ آفتاب آیا — کہ درسِ رنگ و نورِ عشق کی خاطر نصاب آیا
عروسِ معرفت فرطِ مسرت سے بہشت آثار — برائے سالکاں لے کر جمالِ بے حساب آیا
کمالِ روح سے ابھرا مہِ کامل بصد انداز — حریم گرمئ محفل میں جانِ انقلاب آیا
غرورِ عقل سجدہ ریز' خوئے عشق نیک انجام — تری محفل میں اے صاحب غلام بوترابؑ آیا
شبِ بیدار میں کُندنؔ کہاں دیدار کی امید — کہ لاریب اسکو نیند آئی تھی جسکو انکا خواب آیا

حضرت امیر العصرؒ عنفوان شباب میں وارث مسند ہوئے تھے اس لئے بعض احباب متردد تھے کہ آپ کس طرح حضرت مخدوم العصرؒ کی طرح درگاہ معلیٰ کی روحانی ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہوں گے لیکن جلد یا بدیر تمام معترضین اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ فیصلے آسمانوں میں ہوتے ہیں کہ زمین پر راہ حق کی طرف کون لا سکتا ہے۔

حضرت امیر العصرؒ کی جانشینی کے اس پہلے دور ہی میں بہت سے احباب نے آپ کی روحانی تجلیات کا مشاہدہ کیا۔ ان میں حضرت پیراں دتا رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا مشاہدہ کئی بار لوگوں سے بیان کیا کہ "میں ایک دن اس فکر میں گوجرانوالہ آ رہا تھا کہ درگاہ معلیٰ پر سلام عرض کروں' راستے میں میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ صاحبزادہ صاحب نوجوان ہیں یہ کس طرح وابستگان سلسلہ قادریہ کی رہنمائی کریں گے یہ خیال آتے ہی میں نے آپ کو سامنے جاتے ہوئے دیکھا۔ میں دوڑا تا کہ آپ کو سلام عرض کروں لیکن آپ نگاہوں سے غائب ہو گئے"۔ اس کے علاوہ بے شمار واقعات ہیں یہاں تک کہ مسئلہ جانشینی میں آپ کے خلاف دعویٰ جانشینی کرنے والے آپ کے برادر اکبر حضرت صوفی محمد شریف غیرت قادریؒ نے بھی بعدازاں آپ کے حق جانشینی کی تصدیق فرمائی اور ایک دن حضرت امیر العصرؒ سے عرض کیا کہ "بھائی صاحب! اب مجھ پر واضح ہوا ہے کہ آپ کو جانشین بنانے میں حق

تعالیٰ کی کیا حکمت تھی مجھ پر ایسے امور منکشف ہوئے ہیں جس سے یہ امر روشن ہوا ہے کہ بے شک آپ ہی اس مسند کریمی اور درگاہ معلّٰی کی جانشینی کا حق ادا کر سکتے ہیں۔"

طریقِ تعلیم روحانیہ حضرت امیر العصرؒ کا طریق تعلیم روحانیہ سطوت اسلاف کے عین مطابق اور جدید دور کے جملہ تقاضوں سے ہم آہنگ تھا۔ آپ لوگوں کی اہلیت و استقامت کے مطابق ابتدائی طور پر استغفار و درود شریف کی تعلیم دیتے اور بعد ازں ذکر قلبی اللہ حرکت قلب کے ساتھ عطا فرماتے تھے۔ بعض کو ابتداء ہی سے ذکر قلبی عطا فرماتے اور وہ لوگ جو مقام ذکر اللہ کے ظواہر و بطون سے ناواقف ہوتے انہیں اسم ذات اللہ مشاہداتی طور پر اپنی پیشانی اور سائل کے قلب پر منقش و متجلی دکھا کر مربوط فرماتے۔ دیکھنے والا جب اپنے دل پر نظر کرتا تو دل پر اللہ لکھا ہوا پاتا جس کی چمک دمک اور دل افروزی اس کی توجہ کو دل پر مرکوز کر دیتی اور جب سائل آنکھ اٹھا کر حضرت امیر العصرؒ کی پیشانی پر دیکھتا تو وہی منظر منقش اسم ذات اللہ آپؒ کی پیشانی پر روشن دیکھتا۔

حضرت امیر العصرؒ اہل عزم و ہمت کے ذکر قلبی کا ارتفاع فرماتے اور ذکر روحی و سری میں محو فرماتے اور اس کے علاوہ جملہ اذکار عطا فرماتے یہاں تک کہ ذکر اللہ کرنے والا کثرت ذکر سے شاد کام ہو کر مشاہدہ صفات و ذات الٰہی میں ذکر کو خیرباد کہتا اور بہ درجہ فلاح کثرت درود شریف منزل دل کی سعادت حاصل کرتا۔ حضرت امیر العصرؒ نے وابستگان سلسلہ قادریہ کے علاوہ بے شمار طالبان حق کو ان کے ذکر و فکر میں ترقی عطا فرمائی اور اعلیٰ منازل روحانیہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔

حضرت امیر العصرؒ اپنے ارشادات عالیہ میں اکثر اوقات فضائل ذکر اللہ و فضائل درود شریف، معارف اولیاء اللہ اسرار و رموز سیرت رسولؐ، فرائض معاشرت، رزق حلال، اور مسائل تصوف کو زیرِ بحث لاتے اور غفلت سے بچنے کی نصیحت فرماتے تھے۔ آپ کے خطبات علوم اسلامیہ و خزینہ معرفت کے انمول باب تھے اس کے علاوہ عام گفت و شنید میں بھی آپ پیچیدہ مسائل معاشرت کو بھی طریقت قادریہ کی روشنی میں حل فرماتے تھے۔

حضرت امیر العصرؒ نے روحانیت اور معاشرت میں ہم آہنگی خود بھی اختیار کی اور دوسروں کو بھی اس کی موثر تعلیم دی۔ آپ کے حلقہ ارادت اور آپ کے عقیدت مندوں میں آپ کے سخاوت نگاہ کرم سے بہار جاوداں کا سماں رہتا تھا حضرت امیر العصرؒ کو نسبت اویسیؒ کے لطائف اور عشق بلالیؓ کے کوائف ورثے میں عطا ہوئے تھے چنانچہ سائل کا سوال ابھی دل میں ہوتا تھا اور جواب عطا ہو جاتا تھا۔

طبیبِ غریباں حضرت امیر العصرؒ نے اپنی جانشینی کے ابتدائی دور میں محنت و مشقت سے بہ قوت بازو روزی کمانے کے ساتھ ساتھ اپنے مطالعے کو دہ چند رکھا اس ضمن میں حکمت کی کئی ایک گراں قدر کتابیں آپ کے مطالعے میں رہیں اس کے ساتھ ساتھ روحانی فیضان وہ سرچشمہ اویسی تھا

کہ جس کی تاثیر ہمہ گیر تھی۔ حضرت امیر العصرؒ سے پہلے آپ کے کسی بزرگ نے طبابت اختیار نہ فرمائی تھی، اگر کوئی سائل دوا معلوم کرتا تو کسی چیز کے کھانے کے لئے کہہ دیتے جو موثر ہو سکتی اور دعا فرما دیتے۔ حضرت امیر العصرؒ نے باضابطہ مطالعہ کے بعد افادہ عوام کے لئے طبابت کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں ایسی شفا عطا فرمائی تھی کہ دیرینہ مریض بھی شفایاب ہو جاتے تھے۔

آپ کی حکمت و طب کی کرشمہ سازیاں بے شمار ہیں کہ اگر لکھی جائیں تو الگ سے ایک کتاب بن جائے۔ آپ نے جس مقصد یعنی افادہ عوام کے لئے طب کو اختیار فرمایا اس میں ہر طرح سے سرخرو ہوئے۔ غریب نادار عوام بغیر عوضانہ کے دوالے جاتے تھے اور متمول لوگوں سے بھی نہایت معمولی عوضانہ قبول کیا جاتا تھا کیونکہ آپ کا مقصد خدا کی مخلوق کی خدمت تھا نہ کہ مال و دولت جمع کرنا۔ آپ نے کبھی کسی مریض سے عوضانہ طلب نہ کیا، لوگ اپنی استطاعت کے مطابق دے جاتے۔ درحقیقت آپ طبیب غریباں تھے، دکھی انسانیت کی خدمت آپ کا جذبہ محرکہ تھا جسے آپ نے خوشنودی خدا کے لئے اختیار فرمایا تھا۔

حضرت امیر العصرؒ کی زندگی کا یہ دور بحیثیت طبیب آپ کی شہرت کا دور بھی ہے۔ اسی عہد کا ایک واقعہ ہے کہ طبیہ کالج راولپنڈی کے پرنسپل اپنی زوجہ جو بیمار تھیں کے ساتھ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ پر حاضر ہوئے اور آپؒ سے علاج کے لئے درخواست کی۔ آپ نے علاج کیا اور بفضل خدا مریضہ صحت یاب ہو گئیں چنانچہ پرنسپل صاحب نے آپ سے کہا کہ جناب آپ نے طبابت میں کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے تو آپ نے فرمایا "میں نے ابھی تک کوئی سند وغیرہ حاصل نہیں کی" یہ سن کر پرنسپل صاحب بہت حیران ہوئے اور کہا "آپ کی طبابت سے میں بہت متاثر ہوا ہوں" چنانچہ پرنسپل صاحب جب واپس راولپنڈی گئے تو انہوں نے وہاں سے طبیہ کالج راولپنڈی کی "طبیب کامل" کی اعزازی سند روانہ کی اور متعلم اطباء کے سامنے آپ کے کردار و وضع کی بے حد تعریف کی جس کی وجہ سے طبیہ کالج راولپنڈی کے متعدد طالب علموں نے گوجرانوالہ آکر شرف زیارت و ملاقات حاصل کیا۔

بعد ازاں حضرت امیر العصرؒ نے "عمدۃ الحکماء" کے لئے باقاعدہ امتحان دے کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔ آپ کے امتحانات گوجرانوالہ میں منعقد ہوئے تھے اور سند جامع طبیہ لاہور سے جاری کی گئی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ "دوا تجربے کی طرف سے اور شفاء اللہ کی طرف سے ہے" آپ دوا کے ساتھ عند الطلب تعویذ بھی دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "طبابت و تعویذ تصوف نہیں ہے بلکہ یہ جزو تصوف ہے اگر خدمت خلق کے حوالے سے ہو" درگاہ معلیٰ پر طبابت کا باقاعدہ آغاز حضرت امیر العصرؒ ہی نے فرمایا تھا اور اس کے آغاز میں حضرت مولانا غلام جیلانیؒ سجادہ نشین درگاہ عالیہ نوریہ کا التماس بھی شامل تھا چنانچہ آپؒ نے اجراء فرمایا اور ہمہ وقت درگاہ پر رہنے لگے۔

تکبیرِ حق و صداقت حضرت امیر العصرؒ نے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ پر درگاہ کی روحانی روایات اور تقاضائے طریق کی پاسبانی حق گوئی و بے ریائی سے فرمائی۔ آپ سراپا تکبیر حق و صداقت تھے۔ درگاہ معلیٰ قادریہ سے منسوب تمام درگاہوں اور خانقاہوں میں آپ کے روحانی و انتظامی فیصلوں کو فوقیت حاصل تھی بالخصوص حضرت غلام جیلانیؒ، سید صید علی شاہؒ، حضرت سید شاہ زمانؒ اور دیگر کئی ایک بزرگ معاملات سلسلہ میں آپ سے مشورہ کرتے تھے۔ حضرت امیر العصرؒ نے تمام زندگی احباب طریقت کے عزت و احترام کو ملحوظ رکھا اور اس کے نتیجے میں جملہ بزرگان سلسلہ تہہ دل سے آپ کا احترام کرتے اور خدمت کرنا اپنا افتخار سمجھتے تھے۔

حضرت امیر العصرؒ کی طبع ارفع میں حق و صداقت بہت نمایاں پہلو تھا۔ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں اور احباب طریقت سے بھی عدل و احسان سے پیش آتے تھے اور اگر معاملہ نظری حیثیت رکھتا تو آپ سختی سے حق پر قائم رہتے تھے خواہ رشتہ دار ناراض ہو جائیں۔ آپ نے حتی المقدور احسان و سخاوت کا اظہار کیا لیکن عقائد و اعمال کے لحاظ سے کسی کی انفرادی رائے کو حق پر فائق نہ کیا اور متوکل کامل کی طرح حق پر قائم رہے یہی وجہ تھی کہ آپ سے خفا ہونے والے ایک نا ایک دن خود آپ کے سامنے معذرت خواہ ہوئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنے لگے۔

حضرت امیر العصرؒ صلح کل امن و دوستی اور فلاح عوام کو دوست رکھتے تھے۔ آپ لوگوں پر احسان بھی کرتے تو اس کو بھی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ سیر چشمی، بردباری، تحمل، شجاعت، وفائے حق، ایفائے عہد، تسلیم و رضا اور قول سدید آپ کا شعار تھا۔ آپ صلہ رحمی میں مثال ہمت و عظمت میں باکمال اور حق و صداقت کا جلال و جمال تھے۔ اپنی اوصاف کریمانہ کی وجہ سے آپ نے ہر ایک دل میں گھر کر لیا تھا۔

انفرادی فرائض حضرت امیر العصرؒ نے معاملات روحانیہ کو اپنی وسیع شخصیت کا نقطہ پر کار بنایا تھا۔ آپ کے نزدیک دنیاوی و دینی زندگی ایک ناقابل تقسیم وحدت تھی۔ آپ کے جملہ امور رضائے خدا و رسولؐ کے لئے تھے۔ آپ نے اپنے انفرادی فرائض میں والدہ محترمہؒ کی خدمت کو فائق رکھا۔ عنفوان شباب سے آخر عمر تک والدہ محترمہؒ کی خدمت میں صبح و شام حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کوئی خدمت بتایئے۔ آپ کی والدہ ماجدہؒ آپ سے بے حد خوش تھیں۔ آپ بلاناغہ سونے سے قبل والدہ ماجدہؒ کے پاؤں دباتے اور ان کے فرمودات سنتے۔ ادب کا یہ عالم تھا کہ والدہ ماجدہ کی طرف کبھی پاؤں پھیلا کر اور کمر کر کے نہ بیٹھے۔ حضرت امیر العصرؒ نے اپنی اولاد باسعادت کو بھی خود نگری و خودداری کی تعلیم و تربیت دی اور اہل خانہ کی خدمت اللہ کی خوشنودی سمجھ کر کی اور کبھی اپنی اولاد سے بھی غیر مناسب الفاظ سے گفتگو نہ کی۔ آپ نے اپنی اولاد کے فرائض بخوبی انجام دیئے اور ہر طرح سے شریعت و طریقت کی ہم آہنگی کا ثبوت دے کر رہبر حقیقت بنے۔ حضرت امیر

العصرؒ کو اپنے ایک صاحبزادے حضرت جاوید حامد اصغر عباسیؒ کے وصال پر دلی صدمہ پہنچا لیکن بہ رضائے خداوندی سر تسلیم خم کیا۔

حضرت امیر العصرؒ کو اپنی زندگی میں بہت سے معاشی معاملات میں مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑا اور بعض رفقاء کار کی خیانتوں کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی آپ کی روحانیت نے آپ کو کوہ ثبات و دوام بنا دیا تھا۔ نہ کسی سے طمع نہ لالچ نہ خوف نہ توقع صرف اور صرف منشائے خدا و رسولؐ آپ کے پیش نظر رہا اور ہر طرح سے اپنے انفرادی فرائض میں کامیاب ہوئے۔

حضرت امیر العصرؒ کے موئے مبارک کثرت ذکر الٰہی سے بہت جلد سفید ہونا شروع ہو گئے تھے۔ آپ کا تفکر وجدانی و لمحہ فکریہ بدرجہ انتہا تھا۔ آپ اپنے قلب پر وارد ہونے والے مشاہدات و تجلیات کا کبھی تذکرہ نہ فرماتے یہاں تک کہ خواص میں بھی آپ اپنے مشاہدات بیان نہ فرماتے تھے۔ رموز طریقت و حقیقت کی پاسداری میں آپ سراپا مصحف تصوف تھے۔ درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ پر آپ کی سخاوت معرفت ایک ایسا بحر منبع علم و حکمت تھا جس سے ایک زمانے نے فیض حاصل کیا۔ آپ نے رموز تصوف کو عہد جدید کی روح سے ہم آہنگ فرما کر امیر العصرؒ کی حیثیت سے شہرت و بقائے دوام حاصل کی ہے:

امیر العصرؒ منبعِ علم و حکمت، تکبیرِ عشق و ہمت شانِ کبیر آقا
امیر العصرؒ زخارِ بحر الفت، طیارِ عرش، عظمت اسم بشیرؒ آقا
امیر العصرؒ معروف کرخیؒ دلبر، فقرِ جنیدؒ رہبر، عشقِ اویسؒ والے
امیر العصرؒ دانائے رازِ وحدت، نقارۂ حقیقت، حق کے سفیر آقا
امیر العصرؒ کبر وریا کے قاطع، وصفِ ہدیٰ کے جامع، کرتے ہیں دستگیری
امیر العصرؒ سرچشمۂ سخا ہیں اور مرجعِ عطا ہیں بہرِ اسیر آقا
امیر العصرؒ صوفِ فنا کے جوہر بزمِ بقا کے داور، رنج والم مٹائیں
امیر العصرؒ خلقِ نبیؐ کے پیکر، حبِ علیؓ کے مظہر، ہیں بے نظیر آقا
امیر العصرؒ ظلمت ہوئی اجالا، تو نے کہ جب سنبھالا جوشِ خرد جنوں سے
امیر العصرؒ عصرِ رواں کے مولا، سرِ زماں کے داتا، میں ہوں فقیر آقا
امیر العصرؒ قلبِ سلیم و زاہد، جانِ حریم واحد، خوئے کریم شاہد
امیر العصرؒ لطفِ عمیم دارد، حق ان کے دل پہ وارد، رزمِ نذیر آقا

حضرت امیر العصرؒ اور نسبتِ اویسی کا جلال و جمال

امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کو نعمت عشق رسولؐ ابتدائے عمر ہی سے عطا تھی اور آپ سے خوارق و کرامات کا سلسلہ صغر سنی ہی سے جاری تھا۔ حضرت امیر العصرؒ کے سیرت و کردار میں نسبت اویسی کا جلال و جمال بہت اہم حیثیت رکھتا ہے جس کی تابانیاں آپ کے اسلاف قادریہ سے آپ تک پہنچی تھیں۔ حضرت امیر العصرؒ کے تشکیل کردار میں جہاں آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم العصرؒ کا بہت ہاتھ ہے وہاں آپ کی والدہ ماجدہؒ جو خاندان عباسیہ میں "حضور بے جی" کے نام سے موسوم تھیں کا بہت دخل ہے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہؒ رابعہ ثانی حضرت فخرا نجیاؒ کی پوتی تھیں اور باوجود سادگی طبع کے انتہا درجہ عبادت گذار اور قلب و نگاہ میں نور وحدت کی جلوہ سامانیاں رکھتی تھیں۔ حضور رابعہ ثانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ارفع و بلند مقام عطا فرمایا تھا کہ آپ بلا تکلف و بغیر چلا کشی بے محابا قبور اولیاء اللہ میں صاحبان قبور کو دیکھتی تھیں اور گفتگو فرماتی تھیں آپ کی خیر و برکت سے لا تعداد خواتین نے ذکر قلبی و اسباق روحانیہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ سے لا تعداد کرامات و خوارق عادات کا اظہار ہوا جو ایک الگ تصنیف کا متقاضی ہے۔ حضور رابعہ ثانیؒ جب حج بیت اللہ کے فرض کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت کو گئیں تو آپ نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے روضے کی جالیوں کو پکڑ لیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ میں پتھر کی عمارتیں دیکھنے نہیں آئی خدا را دیدار سے سرفراز فرمایئے" چنانچہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے دیدار پر انوار سے

سرفراز فرمایا۔ اس کے علاوہ بے شمار واقعات ہیں جو زبان زد خلائق ہیں۔ حضرت امیر العصرؒ نے ایسی خدا شناس اور محبت رسولؐ میں فرد خاتون کی آغوش میں آنکھ کھولی تھی اور حق و صداقت کی تربیت پائی تھی چنانچہ حضرت امیر العصرؒ اپنے والدین شریفینؒ کی نوازش ظاہریہ و باطنیہ سے اپنے والدین کی طرح نسبت اویسی کے جلال و جمال سے سرفراز ہوئے۔

جیسا کہ گذشتہ ابواب میں اس امر پر بحث ہو چکی ہے کہ نسبت اویسی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اس محبت کا عکس ہے جو محبت اللہ تعالیٰ کو حضورؐ سے ہے۔ حضور اللہ تعالیٰ کے نور ذات ہیں اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی محبت دراصل اپنے آپ ہی سے ہے اور اس کی شہنشاہی میں غیر نہیں ہے۔ حضرت امیر العصرؒ کی سیرت جس طرح نسبت اویسی سے سرشار تھی اسی طرح آپ کی تعلیمات میں عشق رسولؐ و محبت الٰہی سرفہرست تھے۔ آپ اپنے مریدین کو جملہ منازل روحانیہ درود شریف ہی سے طے کراتے تھے اس کے علاوہ بوقت ضرورت دیگر وظائف و اوراد کی تعلیم بھی دیتے تھے لیکن آپ کی تعلیمات اور سیرت کا نکتہ پرکار قرب محمدیؐ ہی ہے۔

حضرت امیر العصرؒ کی نسبت اویسی کا اظہار آپ کی کرامات کثیرہ سے بھی ہوا اس کے علاوہ آیات قرآنیہ کی عارفانہ تفسیر بیانیہ، احادیث کی تشریح وجدانیہ اور کتب تصوف کی تنقید روحانیہ کے ذریعے بھی آپ کے اویسی جلال و جمال کی کرنیں اہل علم و عرفاں کے قلوب کو منور کرتی رہیں، اس کے ساتھ ساتھ خدا کی مخلوق کی بے لوث خدمت و غمخواری بھی آپ کے جذبہ اویسی کی شہادت ہے۔ آپ نے فنا فی الرسولؐ فنا فی اللہ و بقا باللہ کی منازل ارفع کو بہ مدت قلیل شان و شوکت کے ساتھ حاصل فرما کر درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کے لئے ایک چشمہ نور کی حیثیت اختیار کر لی۔ یہ عظمت و بزرگی اللہ تعالیٰ کا فضل بیکنار اور قرب دربار محمدیؐ میں قبولیت تامہ کی نوید ہے۔ آپ کے مرید صادق مولانا محمد شریف شاکر قادری نے آپ کی مدحت میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

سلام اے صاحبِ ہمت سلام اے مردِ لاثانی
ترے دم سے ہے لطف و جود و رحمت کی فراوانی
تری شمعِ یقیں طوفانِ باطل میں فروزاں ہے
ہمارے سر پہ ہے سایہ ترا اے ظلِ سبحانی
ترے دل پر عیاں تھے سب کے سب اسرار فطرت کے
جہانِ فقر کی تجھ کو عطا کی حق نے سلطانی
ترا ظاہر فناء فی اللہ ترا باطن بقاء باللہ
منَ اللہ ہے تری حکمت تری تعلیم قرآنی

حضرت امیر العصرؒ کا عدل و احسان، حکمت و ارشاد، انعام و بخشش غرض کہ ہر عمل سنت نبویؐ

کی روشن شہادت تھا۔ آپ کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی سنت نبویؐ کے مطابق تھا اور انفرادی زندگی میں ہر ایک کام میں اعلیٰ ذوق اور نفاست موجود تھی۔ آپ کا پاکیزہ اخلاق، رفعت افکار، عفو و درگزر، شفقت و عنایت، احسان و کرم اور روحانی اوج مسلسل بے مثال ہے۔ آپ نے جس طرح درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے دور دراز علاقوں میں اہل طریق کی روحانی رہنمائی فرمائی اور اپنے جسد منورہ کی لامکانی و لازمانی تجلیات سے اہل حق کو متاثر کیا یہ سب کرشمے آپ کے جذبہ اویسی کی قندیل ضوفشاں کی نوری کرنیں ہیں۔

حضرت پیر سید شاہ زمانؒ کے عرس کے موقعہ پر دوران وعظ آپ نے ارشاد فرمایا "ہماری محفل میں جو حاضر ہو گا ہم پر فرض ہو گا کہ بروز قیامت اس کی سفارش کریں" سبحان اللہ یہ جملہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بلیغ ہے جس سے بہت سے امور طریقت کی وضاحت ہوتی ہے اول یہ کہ پیران طریقت کو انتہائی دل جمعی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنی چاہئے کیونکہ محفل آرائی ملا ازم کے نزدیک محض دل کی بھڑاس نکالنے کا ذریعہ ہے جبکہ اہل حق احساس ذمہ داری سے متصف ہوتے ہیں۔ دوم یہ کہ عوام الناس کو اعراس میں اس جذبے کے ساتھ شرکت کرنی چاہئے کہ توفیق توبہ حاصل ہو اور بزرگوں کی سفارش کے قابل ہو جائیں سوم یہ کہ جو میر محفل بارگاہ حق اور بارگاہ رسولؐ میں کسی عامی و کم نصیب کی سفارش نہ کر سکے اسے محفل آرائی کا کوئی حق نہیں کہ محض لوگوں کی سمع خراشی کرے۔

حضرت امیر العصرؒ مشائخ عباسیہؒ کی طرح مریدین کو اسباق روحانیہ عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اسباق کے فضائل مشاہداتی طور پر دکھا دیتے تھے اور مقامات روحانیہ کا مشاہدہ و تعارف عطا فرماتے تھے تاکہ مرید مجاہدہ سے ان مقامات عالیہ کو حاصل کرے۔ اگرچہ آپ نے بے شمار لوگوں کو بغیر مجاہدہ و مشقت اعلیٰ روحانی سرور و سکون عطا فرمایا لیکن جن خوش نصیبوں کی تربیت جامع صفات کے ساتھ مطلوب ہوتی انہیں مجاہدہ کی طرف اس انداز سے مائل فرماتے کہ مجاہدہ کرنے والا بغیر کسی تکلیف و پریشانی کے مجاہدہ میں کمال حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ آپ کے مریدوں میں ایسے ایسے با مجاہدہ افراد ہوئے ہیں کہ اگر عقل و خرد سے اپنے مجاہدہ میں صرف شدہ قوت ارادی کی تحلیل کریں تو ورطہ حیرت میں گم ہو جائیں کہ ان سے ایسے ایسے مشکل مجاہدات کا صدور کیسے ہو سکا۔ یہ سب آپؒ کی روحانی استعانت ہی ہے کہ قافلہ ہائے نگاہ و دل منزل فنا سے بھی آسان گذر جاتے تھے۔

پیر کامل صورت ظل الہ

یعنی دید پیر دید کبریاء

حضرت صاحبزادہ شبیر احمد عباسی صاحب مدظلہ العالی سے محمد جاوید قادری سکنہ جیسر والا نے

بیان کیا کہ میرے استفسار پر حضرت امیر العصرؒ نے درود شریف کی فضیلت کو وضاحت سے بیان فرمایا اور پھر میں اجازت لے کر واپس گاؤں گیا تو اپنی حویلی میں بیٹھ کر یہی معاملہ سوچ رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ہر شے زیر و بالا تباہ ہو رہی ہے حتی کہ جس حویلی میں بیٹھا ہوں وہ بھی شکست سے دو چار ہے۔ اسی اثناء میں حضرت امیر العصرؒ میرے سامنے آئے اور فرمایا "درود شریف پڑھو" میں نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اور محفوظ رہا مگر ہر طرف تباہی کا منظر تھا۔ پھر اچانک یہ منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ روز بعد جب حضرت امیر العصرؒ کی محفل اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا "اس دنیا میں اور اگلی دنیا میں درود شریف پڑھنے والا اسی طرح ہر شے سے محفوظ رہتا ہے جیسا کہ تم نے مشاہدہ کیا" نیز فرمایا "تصوف میں درود شریف ہی وجہ سعادت ہے۔ درود شریف ہی روح روان سلوک ہے۔ درود شریف دنیاوی و اخروی حاجات کے لئے کافی ہے' درود شریف عشق مصطفیٰ کا باعث ہے"۔

• حضرت امیر العصرؒ کے قلب و روح میں درود دائمی جاری و ساری تھا اس کے باوجود آپ بلا ناغہ اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم العصرؒ کے تعلیم کردہ درود و دعا کو باقاعدہ تسبیح کے دانوں پر شمار کر کے سنت مرشدؒ ادا فرماتے تھے۔ ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف کی پہلی نثری کتاب "مشعل تبسم" شائع ہوئی جو مزاحیہ مضامین پر مشتمل تھی۔ میں یہ کتاب حضرت امیر العصرؒ کی بارگاہ میں لے گیا اور آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی۔ صبح کے وقت میں سو رہا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے بہت سے لوگ مل کر درود خضری کا ورد کر رہے ہیں۔ میں نیم خوابی کے عالم میں سمجھا شاید کسی محفل کا انعقاد ہے چنانچہ بیدار ہو کر دیکھا کہ آواز بدستور آ رہی تھی جیسے در و دیوار سے پیدا ہو رہی ہو۔ جب برآمدے میں آیا تو حضرت امیر العصرؒ چارپائی پر بیٹھے ہاتھ میں تسبیح لئے پڑھ رہے تھے۔ میں ان دنوں نہایت حاضر جواب اور شوخ طبع رکھتا تھا۔ آپؒ جیسے ہی دعا مانگ کر فارغ ہوئے میں آ موجود ہوا اور عرض کیا "حضور درود شریف تو در و دیوار پڑھ رہے تھے آپ ہاتھ میں تسبیح لئے کیا کر رہے تھے؟" آپ نے میری زبان سے اس گستاخانہ لہجے پر چند ساعت خاموشی اختیار فرمائی پھر ارشاد فرمایا "میں اپنے پیر و مرشد کی سنت ادا کر رہا تھا" سبحان اللہ کہ آپ کے جسد منورہ میں درود دائمی اس درجہ سرایت تھا کہ آپ کی برکت سے در و دیوار میں درود جاری تھا لیکن آپ ابتدائے عمر کی طرح سنت مرشد کی ادائیگی میں تسبیح پر درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اتباع و فنا فی الشیخ کا کمال ہی آپ کے لئے دربار رسولؐ میں زینہ زریں بن گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے "میری نظروں کے سامنے ہمیشہ دربار رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رہتا ہے اور میں مشاہدہ کرتا ہوں۔" آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا بارگاہ شریفہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حضوری کے نو درجے اور مراتب ہیں نواں مرتبہ وہ ہے جہاں اقطاب زمانہ کو بھی جرات حاضری

نہیں اور بفضل خدا میں نویں مرتبہ پر ہمہ وقت حضوری کا شرف رکھتا ہوں" آپ کے اس ارشاد کی جلوہ نمائی متعدد اہل طریق نے آپ کی خوارق عادات و کرامات کے ذریعے بارہا مشاہدہ کی۔ بے شک آپ قطب الافاق اور مراد و مطلوب نبویؐ ہوئے ہیں۔

حضرت امیر العصرؒ کو بے شمار حجاج کرام نے مسجد نبویؐ میں مشاہدہ کیا اور بے شمار اہل طریق نے آپ کی ذات بابرکات سے فنا فی الرسولؐ کی تجلیات سے قلب و نگاہ کو خیرہ کیا۔ ان میں چند ایک واقعات کا اعادہ نذر قارئین ہے۔

حضرت امیر العصرؒ کے ایک مرید صادق حاجی محمد شفیق سکنہ نئی چوک فرید ٹاؤن گوجرانوالہ کے معاشی حالات غیر موزوں تھے انہوں نے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "حضور میں بیرون ملک جانا چاہتا ہوں" آپؒ نے فرمایا "اچھا باہر جانا چاہتے ہو" انہوں نے عرض کیا ہاں حضور آپؒ نے فرمایا کرایہ جمع کر لو باقی مالک فضل فرمائے گا۔ ایک ماہ بعد شفیق صاحب کا سعودی عرب سے ویزا آگیا اور وہ ٹکٹ وغیرہ بک کروا کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ "جناب ویزا آ گیا ہے" آپؒ نے فرمایا "برخوردار وہاں جا کر کیا کرو گے؟" عرض کیا "حضور کام تو مجھے کوئی نہیں آتا" آپؒ نے فرمایا "اچھا ہم تمہیں لوہے کی گرل وغیرہ کے بارے میں بتا دیتے ہیں" چنانچہ آپؒ نے ایک گھنٹہ میں اس کام کے بارے سمجھایا اور اس انداز سے سمجھایا گویا فن عطا کر دیا اور فرمایا "۲۹ روز تمہارے اور ایک روز کا حصہ سرکارؐ کے نام کا نکال کر علیحدہ رکھ دینا تمہیں وہاں نہ کوئی پوچھے گا اور نہ ہی تمہارے کام پر کوئی اعتراض کرے گا" اور ایسا ہی ہوا، شفیق صاحب کئی برس وہاں رہے اور آپؒ کا حرف حرف پورا ہوا اسی سفر کے دوران شفیق صاحب کو ۸ ماہ مدینہ منورہ میں حاضر رہنے کی توفیق بھی عطا ہوئی۔ ایک روز روضہ نبویؐ پر حاضری کے لئے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر العصرؒ روضہ اقدس کی جالیوں کے سامنے کھڑے دعا مانگ رہے ہیں، شفیق صاحب نہایت خوشی سے آگے بڑھے تاکہ پیر و مرشد کی خدمت میں سلام عرض کریں لیکن جیسے ہی ملاقات کا ارادہ کیا آپؒ نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ اسی طرح آپ کے مرید محمد ایوب زرگر ساکن لاہور بیان کرتے ہیں کہ "جب میں حج پر گیا تو ایک روز میں مسجد نبویؐ میں نماز عصر پڑھ رہا تھا سلام کے بعد جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھ سے دوسری آگے والی صف میں حضرت امیر العصرؒ تشریف فرما تھے بعد از نماز دعا کے بعد میں تیزی سے اٹھا اور آپ کی طرف لپکا لیکن آپؒ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے"

حضرت امیر العصرؒ کی ایک مرید محترمہ نواب بی بیؒ جنہیں حضور رابعہ ثانیؒ اور آپ کی خادمہ ہونے کا شرف عطا ہوا تھا بیان کرتی ہیں کہ "میں نے ایک دن آپؒ سے عرض کیا کہ "جناب میں حضور والاشان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتی ہوں۔" آپؒ نے فرمایا "اچھا گوشہ نشینی اختیار کرو اور اس مقصد سے معمولات پر عمل پیرا رہو" چنانچہ میں نے گوشہ نشینی اختیار

کی اور آپؒ کے فرمان کے مطابق عمل پیرا ہوئی۔ قریب چالیس روز بعد میں نے حضرت امیر العصرؒ کو مقام فنا فی الرسولؐ پر فائز المرام دیکھا اور بہ وسیلہ مرشد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نور آثار بعالم خواب کی اور بارگاہ حق تعالیٰ میں شکر ادا کیا۔"

حضرت امیر العصرؒ کے ایک مرید محمد اشرف صاحب حال مقیم یو اے ای بیان کرتے ہیں کہ "پندرہ سالہ برس کی عمر میں مجھے کسی نے جنات کا ایک عمل بتایا جو میں نے کامیابی سے کیا چونکہ میں نا سمجھ تھا اس لئے میں مختلف لوگوں کو تنگ بھی کیا کرتا تھا۔ میرے خاندان کے اکثر افراد حضرت امیر العصرؒ کے عقیدت مند تھے اس لئے میری شکایت آپؒ کے حضور پیش کی گئی۔ آپؒ نے مجھے بلایا اور نصیحت کی کہ "یہ کام ٹھیک نہیں ہے لہٰذا تم اس کام سے توبہ کرو" میں نے عرض کیا کہ "جنات میرے ہاتھ میں ایک طاقت ہے آپ دوسرے ہاتھ میں طاقت دے دیں میں اس کام کو چھوڑ دیتا ہوں"۔ محفل میں حاضر بزرگوں نے مجھے کہا "برخوردار مرشد کے سامنے ایسی گفتگو نہیں کرتے" میں نے جواب دیا کہ "میں نے ابھی تک مرشد نہیں پکڑا"۔ میری اس گفتگو سے آپؒ نے نہایت تحمل و بردباری سے فرمایا "اچھا تم اپنی خالہ (آپا جی نواب بی بیؒ) کے ہاں چلو' میں شام کو آؤں گا پھر بات کریں گے" چنانچہ میں اپنی خالہ صاحبہ کے ہاں چلا گیا اور شام کو آپؒ تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا وضو کرو" جب میں وضو سے فارغ ہوا تو ارشاد ہوا کہ "مصلّی پر بیٹھو" میں دو زانو مصلّی پر بیٹھ گیا اور آپ سامنے کرسی پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا "آنکھیں بند کرو" میں نے آنکھیں بند کر لیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک روشنی آسمان کی طرف سے میری پیشانی پر آ رہی ہے اس روشنی میں مجھے ایک بزرگ ہستی آتی نظر آئی اور میرے قریب آ گئی۔ آپؒ نے مجھے ارشاد فرمایا "ان سے کہو کہ مجھے حرمین شریفین کی زیارت مطلوب ہے"۔ میں نے حسب ارشاد عرض کیا تو اس بزرگ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میرا ہاتھ تھام کر حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے۔ میرا جسم مصلے پر تھا اور میں کعبتہ اللہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دے رہا تھا۔ بعد ازاں وہی بزرگ مجھے واپس لائے۔ اسی اثناء میں آپؒ نے میرے دل کے مقام پر آہستہ سے ہاتھ مارا تو میرے قلب میں ذکر اللہ کی ضربیں لگنی شروع ہو گئیں اور جب مجھے ہوش آیا تو دو تین گھنٹے گزر چکے تھے اور ذہن و خیال ہر قسم کی سفلیت سے پاک ہو چکے تھے چنانچہ میں نے اپنی غلطی اور اپنے عمل کی معافی طلب کی اور باقاعدہ مشرف بہ بیعت ہوا۔"

مبارک علیؒ سکنہ جودھپور تحصیل کبیروالا ضلع خانیوال بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۶۵ء میں جب حضرت غوث العصرؒ کے روضہ انور کی تعمیر جاری تھی کہ میں بغرض زیارت و ملاقات درگاہ معلّی قادریہ غوث العصرؒ پر حاضر ہوا اور حضرت امیر العصرؒ سے التماس کیا کہ مجھے بھی دیگر مزدوروں کے ساتھ خدمت کی سعادت کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ آپؒ نے منظور فرمایا اور میں بھی خدمت

تعمیر میں مشغول ہو گیا اور آپؒ کسی کام سے لاہور تشریف لے گئے۔ مستری صاحب نے میرے ذمے یہ کام لگایا کہ میں لکڑی کے پھٹے جو سپورٹ کے لئے لگائے گئے تھے ان پر چڑھ کر گنبد اقدس پر چپس کی رگڑائی کروں چنانچہ میں کافی بلندی پر کھڑا چپس کی رگڑائی کر رہا تھا کہ معاً سرکارؒ لاہور سے تشریف لے آئے اور آتے ہی فرمایا "مبارک علی دھیان سے کام کرو، کام ٹھیک نہیں ہو رہا" میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرا پاؤں پھسل گیا اور لکڑی کا پھٹہ نیچے گر گیا اور جو لکڑی گنبد کے ساتھ لگی ہوئی تھی وہ میں نے ایک ہاتھ سے پکڑ لی لیکن مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میرا ہاتھ لکڑی سے جڑ گیا ہے۔ سرکارؒ نے اچانک پھٹے کو شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا تو پھٹہ اپنی جگہ آ گیا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوئی صرف اتنا پتہ چلا کہ میں درست کھڑا ہوں اور پھر کام میں مصروف ہو گیا۔"

اس ضمن میں ایک اور واقعہ ہے کہ آپؒ لاہور تشریف لائے اور واپسی پر آپ نے ریلوے سٹیشن تک رکشہ میں سفر کیا۔ جب آپ رکشہ سے اترے تو آپ نے رکشہ والے کو پیسے دیئے لیکن رکشہ والے نے معمول سے دوگنا طلب کئے۔ آپ نے نہایت نرمی اور شفقت سے رکشہ والے کو سمجھایا کہ "بھائی میں لاہور میں پہلی مرتبہ نہیں آیا۔ میں اس شہر کی روایات کو تم سے بہتر جانتا ہوں تم حق حلال اختیار کرو خدا تمہاری روزی میں برکت دے گا" لیکن رکشہ والے کی سمجھ میں بات نہ آ سکی اور وہ آپ کو بھی ایک اجنبی سمجھ کر حسب دل خواہ اجرت لینے پر بضد رہا۔ آپ نے اس کو دوبار سہ بار سمجھایا لیکن وہ بدتمیزی پر اتر آیا چنانچہ آپ نے اس کے تقاضے کے عین مطابق روپے دیئے اور ارشاد فرمایا "جو لوگ خود حرام نہیں کھاتے ان کے پیسے کوئی بھی حرام طریقے سے نہیں کھا سکتا" وہ رکشہ والا بڑبڑاتا ہوا رکشہ سٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا ابھی وہ بمشکل ایک فرلانگ کے فاصلے پر گیا ہو گا کہ ایک شدید آواز کے ساتھ اس کے رکشے کا انجن پھٹ گیا اور رکشے کے حصے دور جا گرے۔

حضرت امیر العصرؒ کے نسبت اویسی کے جلال و جمال میں فلاح غرباء و مساکین بہت اہم ہے۔ آپ کے در اقدس سے کوئی سوالی محروم نہیں جاتا تھا۔ آپ بہت سے نادار مریضوں، زائرین، اور مسافروں کی خدمت بھی کرتے اور زاد راہ بھی فراہم کرتے تھے۔ آپ کی شان میں سخاوت حد درجہ نمایاں ہے۔ آپ کی دلنوازی و کرم فرمائی میں یہ امر بالمشاہدہ ہے کہ آپ بعض مریضوں کو فوری طور پر شفایاب کرنے کے لئے بہ اذن عشق رسولؐ مریضوں کے امراض اپنے جسم پر طاری کر کے ان کو سکون خاطر عطا فرما دیتے اور بعد ازاں اپنے اذکار و توجہ سے ان امراض کے اثرات اپنے وجود سے زائل فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اس درجہ محبت صرف اور صرف جذبہ اویسی ہی سے ممکن ہے ورنہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ طبیب حضرات مریضوں کی کھال اتار لیتے ہیں پھر بھی ان کی ہوس مال و دولت کم نہیں ہوتی۔ حضرت امیر العصرؒ نے اللہ تعالیٰ کی دکھی مخلوق سے سچی ہمدردی کی ایسی عظیم

مثالیں قائم کی ہیں کہ جس میں طریقت قادریہ ہی کو یہ امتیاز اور فخر حاصل ہے کہ اس سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ نوع انسانی کی فلاح میں سب سے زیادہ ممتاز اور فائق ہیں۔

حضرت امیر العصرؒ کے اویسی جلال و جمال میں آپ کا تصرف جملہ موجودات پر ثابت تھا چرند' پرند' آگ' پتھر' شجر' دریا' کوہسار غرض کہ ہر جگہ آپ کی روحانی عظمتوں کے مشاہدے کئے گئے ہیں حضرت امیر العصرؒ اپنے مشائخ سلسلہ قادریہ کی طرح انفس و آفاق میں اللہ کی نصرت رسول کریمؐ کی تائید اور غوث الاعظمؓ کی بشارت طریق کی روشن و پائندہ گواہی ہیں۔ موجودات عالم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو تصرف عطا فرمایا اگر اس کے آثار و واقعات کو مفصل لکھا جائے تو شاید سینکڑوں صفحات بھی کم ہوں اس ضمن میں چند ایک واقعات نذر قارئین ہیں۔

مبارک علیؒ بیان کرتے ہیں کہ "۱۹۷۲ء میں حضرت امیر العصرؒ ہمارے گھر تشریف لائے تو ہمارے پڑوسی اللہ دتہ صاحب نے خیر و برکت کی نیت سے آپؒ کو اپنے گھر بلایا چنانچہ آپؒ اس کے گھر رونق افروز ہوئے۔ میری چھوٹی بچی جس کی عمر آٹھ سال تھی وہ میرے چھوٹے بیٹے محمد سلیم کو کھلانے کے لئے مستری اللہ دتہ کے گھر لے آئی۔ وہاں بہت سے آدمی سرکارؒ کے ارد گرد جمع تھے۔ ایک طرف دہکتے ہوئے انگاروں سے بھری حقہ کی چلم رکھی ہوئی تھی۔ میرے چھوٹے بیٹے جس کی عمر چھ ماہ تھی اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دہکتے ہوئے کوئلے پکڑ لئے جب آدمیوں نے دیکھا کہ بچے نے انگاروں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھا ہے تو فوراً دوڑے اور سرکارؒ کے سامنے تذکرہ کیا کہ بچے کے ہاتھ جل گئے ہیں۔ سرکارؒ نے بچے کو اپنے پاس بلایا اور دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے جب دیکھا تو بچے کے دونوں ہاتھ سلامت تھے۔"

حضرت اماں حاجنؒ مدفون سمندری کا معمول تھا کہ وہ چڑیوں کو سارا دن آٹا سیویاں بنا کر ڈالتی رہتی تھیں اور سینکڑوں کی تعداد میں چڑیاں صبح و شام ان کے ارد گرد رہتی تھیں۔ حضرت میانمیرؒ کے سالانہ عرس مبارک پر چراغاں کے دن وہ آٹا لے کر چڑیوں کا انتظار کرنے لگیں جو طویل ہو گیا تو بہت پریشان ہوئیں کہ چڑیاں کہاں ہیں۔ اماں حاجنؒ بیان کرتی ہیں کہ ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ قدرت الٰہی سے مجھ سے مخاطب ہوئی اور کہا کہ "جناب (حضرت امیر العصرؒ) گوجرانوالہ سے تشریف لا چکے ہیں اور دربار عالیہ حضرت میانمیرؒ میں سلام عرض کر رہے ہیں اور ہم سب ساتھی (چڑیاں) دربار کی چار دیواری پر ان کی زیارت کے لئے جمع ہیں" سبحان اللہ کہ چڑیوں کو اپنی چوگ بھول گئی اور آپؒ کے دیدار کے اشتیاق میں صف بہ صف دربار شریف کی چار دیواری پر جمع ہو گئیں۔

موجودات پر آپ کے تصرفات لاتعداد ہیں جن میں بیمار پرندوں کا آپ کی نگاہ کرم سے شفا یاب ہونا' چرند کا آپ کے حضور مالکوں کے خلاف استغاثہ کرنا' یہاں تک کہ آپ کی ایک نگاہ جلال

سے طوفانی آندھیوں کا تھم جانا' دوران سفر مریدوں کو آفت سے محفوظ کرنا اور منکران تصرف اولیاء اللہ کو تصرف ولایت کا قائل کرنا جیسے بے شمار واقعات اہل علم و عرفاں کے مشاہدے میں رہے ہیں۔ حضرت امیر العصرؒ کو نسبت اویسی میں جو کمال حاصل ہوا وہ طریقت قادریہ کے فیضان دائمی کی ایک زندہ شہادت ہے۔ آپ کو اپنی زندگی میں اپنے مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ کے علاوہ بے شمار عہد رفتہ کے بزرگان دین کی زیارت بعالم بیداری حاصل رہی۔

امیر العصرؒ مردِ حق غنی است
کہ تبشیرِ محمدؐ زندگی است
جہانِ رنگ و نکہت در قبائے
کمالِ قربِ احمدؐ بیخودی است

حضرت امیر العصرؒ اور تبلیغِ اسلام

تبلیغ اسلام کے لحاظ سے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کی عارفانہ و مبلغانہ خدمات قریباً دو صدیوں کی تاریخ رکھتی ہیں بالخصوص پنجاب میں اس درگاہ قادریہ کے فیضان نظر نے لاکھوں لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کا شرف عطا کیا ہے۔ حضرت غوث العصرؒ کے دست اقدس پر لاکھوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا جن میں قصبوں کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں اسلام میں ذوق و شوق کے ساتھ داخل ہوئے بعد ازاں حضرت سلطان العصرؒ نے ہمہ جہت تبلیغ کو اپنایا ایک طرف غیر مسلموں کو اسلام کی پر امن اور پر فتوح تعلیمات سے سرفراز کیا دوسری طرف کج عقیدہ و بد اعتقاد مسلمانوں کو ناپاک عزائم سے محفوظ رکھا اور ان کے مفسدانہ نظریات کو عارفانہ بلوغ میں بدل دیا اور ساتھ ساتھ اسلامی و ہندی مابعد الطبیعیات کا صوفیانہ تجزیہ کر کے اور احوال صادقہ سے فکر و نظر کے قافلوں کی رہنمائی فرما کر منصب اسلام کی حقانیت کو اظہر من الشمس کر دیا۔ حضرت مخدوم العصرؒ اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سلطان العصرؒ کی امانت فروغ معرفت کے امین بنے تو آپ نے بھی اپنے عہد کے ملی و قومی تقاضوں کے پیش نظر عارفانہ بصیرت کے ذریعے ہزاروں لوگوں کو مشرف بہ اسلام ہونے کی کامیاب دعوت دی اسی طرح حضرت امیر العصرؒ نے بھی صوفیانہ شعار اور مبلغانہ کردار سے درگاہ معلیٰ کی روحانی روایات کو آگے بڑھایا۔

حضرت امیر العصرؒ کا طرز تبلیغ اسلام برصغیر کے صوفیائے کرامؒ کے اوصاف کریمانہ کے عین

مطابق تھا جس کی رو سے اسلام ایک ایسا واحد مکمل دین ہے جو ہر ثقافت' ہر علاقہ اور ہر تہذیب کے روحانی سماجی معاشی اور ثقافتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اسلام کی تعلیم بہت واضح اور آسان ہے یہ امن سلامتی صلح کل اور انسانی بھائی چارے کا معاشرہ وضع کرتا ہے جس میں ہر شخص کو مکمل آزادی اور نقطہ نظر کے لحاظ سے تدبر و تفکر کی کامل ہدایت موجود ہے۔

حضرت امیر العصرؒ کی خدمات کی عصری درجہ بندی کر کے فضائل تبلیغ کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ آپ کی جملہ خدمات ملت اسلامیہ میں ایک غیر منقسم وحدت پائی جاتی ہے۔ حضرت امیر العصرؒ کی توضیح و تشریح اسلام کا پہلا دور آپ کے تشکیل کردار کا دور ہے کہ جب تک کوئی ذی روح اپنی ذات کو انعامات اسلامیہ سے سرفراز نہ کرے وہ تبلیغ اسلام کے لئے موزوں نہیں ہے۔ کلام اور قدم کی ہم آہنگی کا عارفانہ تصور آپؒ کو حضرت مخدوم العصرؒ سے عطا ہوا تھا کہ حضرت مخدوم العصرؒ نے حق و صداقت کا کردار خود بھی پیش کیا تھا اور اپنے وارث بے نظیر و بے مثال کو بھی اسی عارفانہ بصیرت سے مشرف فرمایا تھا۔

حضرت امیر العصرؒ کے رگ و پے میں بصیرت مخدوم العصرؒ سرایت تھی اور آپؒ بجا طور پر حضرت مخدوم العصرؒ کے عارفانہ کلام کے بھی شارح و معارف افشا تھے معارف "گنج عرفاں" سے حضرت امیر العصرؒ کا ظاہر و باطن منور تھا اور آپ ہر لحاظ سے حق و صداقت' قول و فعل کی ہم آہنگی' بصیرت فقہ حنفیہ اور طریقت قادریہ کے جملہ فضائل سے مزین تھے۔ قدم اور کلام کی ہم آہنگی ہی کسی مبلغ اسلام کا افتخار ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کسی مبلغ میں یہ طاقت فی نفسہ نہیں کہ وہ کسی کو ہدایت دے سکے۔ ہدایت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا احسان ہے وہ جسے چاہتا ہے سرخرو فرماتا ہے اور یہ امر بھی اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ قول و عمل کی ہم آہنگی اللہ کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے۔ حضرت مخدوم العصرؒ "گنج عرفاں" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اتباع سیرت رسولؐ ہی سے بدعتوں سے نجات ملتی ہے اور قدم وکلام کی ہم آہنگی ہی سے راز حق کی معرفت نصیب ہے۔ فرماتے ہیں۔

ی یاد رکھیں نکتہ عاشقاں دا' کریں عاشقاں حق دعا یارا
جو کچھ سمجھیائے سو کجھ دسیائے ناہیں رکھیا کجھ لکا یارا
نری خشک توحید نہ سکھ لینی' آ حق تھیں کریں حیا یارا
عاشق قدم کلام یکجا ہووے راز پا یارا راز پا یارا

ی یار دیاں کریں نہ بیٹھ گلاں' کریں کار نہ عمل ریا سائیں
جام رندیاں پی نہ رند ہونا' کریں خلق نوں نہیں گمراہ سائیں

خرقہ صوف دا پہن تے ہو صوفی دسیں خلق پائیں سدھا راہ سائیں
عاشق قدم بقدم رسولؐ جائیں' دل بدعتاں جہات نہ پا سائیں
اللہ پاک تھیں منگ توفیق یارا کریں عاشقاں حق دعا سائیں

مفہوم: اے دوست حق تعالٰی کی بات کو یاد رکھنا اور عاشقان پاک طینت کے حق میں دعا گو رہنا عاشقوں نے حقیقت کے سوا کچھ بیان نہیں کیا اور نہ ہی کوئی بات چھپا رکھی ہے۔ اے دوست' توحید کے بارے میں صرف تقریریں اور مناظرے کرنے والے بے حیا لوگ ہیں۔ تجھے لازم ہے کہ تو وصال حق کے لئے کوشاں ہو اور توحید کے رسمی دعوے دار نفس پرست لوگوں کی شیطنت کو پہچانے۔ توحید میں کامل تو وہ ہے جو راز معرفت سے منور ہے اور یہی وہ خوش نصیب ہے جس کے قدم اور کلام میں فرق نہیں اس کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ میرے محترم' لوگوں میں بیٹھ کر خدا کی محبت کے دعوے ریا کاری ہیں۔ دل و جان سے خدا سے محبت کر لیکن لوگوں میں اپنی خدا رسائی کی ڈینگیں مت مار۔ تو رندی کو چھوڑ دے کہ منازل قرب حق میں جہاں عشق ایک تربیتی مرحلہ ہے اور منزل نہیں ہے وہاں تیری رندانہ باتیں مخلوق کو کیا ہدایت دے سکتی ہیں۔ اپنی ہستی میں مخلوق کے لئے گمراہی کا ذریعہ نہ بن۔ اہل صحو اہل وصال صوفیائے کرام کی طرح باہوش و حواس شعار شریعت کے عین مطابق لوگوں سے کلام کر اور صوف پہن کر باصفا ہو جا۔ اے عاشق' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم بقدم عین شریعت کے مطابق اپنا سفر جاری رکھ اور ہرگز بدعات کی طرف مت دیکھ۔ اے دوست' تو اللہ تعالٰی سے توفیق عمل اور قرب مانگ اور عاشقوں کے حق میں دعا گو ہو تاکہ تیرے دل سے مطلع صبح محبت نمایاں ہو۔

حضرت امیر العصرؒ کا تشکیل کردار حجازی فقر سے ہوا جس سے اسلامی طرز فکر اور روحانی معاملات میں آپ کی شریعت نئی بصیرت عنفوان شباب ہی میں لائق صد تحسین تھی۔ اس پہلے عہد میں ان کے جذبہ بلند اور ہمت جواں کو مروجہ علوم پر دسترس حاصل ہو چکی تھی اور آپ اکثر و بیشتر اپنے ہم مکتب ساتھیوں کو شعار اسلام کی پابندی اور معارف صوفیانہ کے بارے میں ارشادات سے مستفیض کرتے رہے۔

حضرت امیر العصرؒ کا تعلیمی زمانہ جو لاہور جیسے تاریخی و تہذیبی گہوارے میں گزرا آپ کے کردار کی پختگی کا باعث ہوا۔ کالج کی زندگی میں آپ کے مباحث اور مذاکروں میں تقریروں کو معروف معنوں میں تبلیغی قرار نہیں دیا جا سکتا البتہ آپ کے بیان میں اسلامی روایات روحانیہ کا عکس نمایاں ہوتا تھا جیسا کہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ وہ عہد برصغیر میں سیاسی تبدیلیوں اور قومی مفادات کے تحفظ کا دور تھا چنانچہ آپ کے مذاکروں اور نجی محفلوں میں آپ کی گفتگو کا موضوع اکثر و بیشتر اسلام کی روحانی تعلیمات تھا۔ آپ کی گفتگو میں میانہ روی' رواداری' امن' بھلائی اور باہمی اعتماد کی فضا کو

بحال رکھنے کی طرف گراں قدر اشارات و مباحث موجود ہوتے تھے۔ جو براہ راست نہ سہی بلاواسطہ طور پر اسلامی معاشرت کے حوالے سے تبلیغی و تعلیمی اہمیت رکھتے تھے۔ علم سے آپ کی محبت ابتدائے عمر سے شدید تھی چنانچہ آپ بہترین طالب علم اور کھلاڑی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا بیشتر وقت گراں قدر کتب کے مطالعے میں صرف کرتے تھے۔ راقم الحروف نے ایک روز آپؒ سے آپؒ کی تعلیمی زندگی میں اضافی سرگرمیوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "نفیس لوگوں کو نفیس لوگوں سے انس ہوتا ہے اور اس کے بعد کتابوں سے، میں نے لاہور میں قیام کے دوران لاہور کی تمام معروف لائبریریوں سے استفادہ کیا ہے۔" حضرت امیر العصرؒ کے مطالعے میں تنقیدی نقطہ نظر سے یہ بات بہت اہم ہے کہ آپ نے عربی و فارسی کی معروف کتابوں (کشف المحجوب، کیمیائے سعادت، تفاسیر و احادیث) کو براہ راست عربی و فارسی میں پڑھنے کے بعد ان کتابوں کے مختلف تراجم کو بھی بغور پڑھا یہاں تک کہ کشف المحجوب اور کیمیائے سعادت کے جس قدر بھی تراجم موجود تھے آپ نے ان کا تقابلی تجزیہ بھی کیا اور اس کے علاوہ برصغیر میں پیدا ہونے والی عرصہ قدیم و جدید کی مختلف مابعد الطبیعیاتی تحریکوں کے حوالے سے متقابل تحریری ادب کا بغور مطالعہ کر کے اپنے عصری و تہذیبی شعور اور صوفیانہ طرز فکر کے جدید عہد میں مطلوبہ کردار کے مسائل پر مہارت حاصل کی۔ حضرت امیر العصرؒ کی مبلغانہ فکر کی اصل نشوونما تو آپ کے بزرگان سلسلہ کے فیضان نظر ہی سے تکمیل یاب ہوئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کا ذوق تحقیق و مطالعہ اور وسعت نگاہ و تفکر نے بھی آپ کی شخصیت میں ایک کامل مبلغ اسلام کی صلاحتیں پیدا کر دی تھیں۔

حضرت امیر العصرؒ کی مبلغانہ صلاحیتوں کے روبہ عمل آنے کا باقاعدہ پہلا دور قیام لاہور کا دور ہی ہے۔ آپ بغرض تعلیم دیال سنگھ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ۱۹۳۸ء کے آغاز ہی سے گلی صدو باغیچی اندرون اکبری دروزاہ لاہور میں رہتے تھے۔ زندہ دلان لاہور کا یہ علاقہ خاص طور پر ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے اجتماعی تہذیبی روایات کا امین تھا اور تمام لوگ ایک خاندان جیسے باہمی عدل و انصاف اور احترام کے جذبات کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ اس سے قبل ۱۹۳۶ء میں کانگریس کی وزارتوں نے ظلم و تعدی کے ذریعے مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنا شروع کر دیا تھا جس کی وجہ سے برصغیر کے متحدہ معاشرے میں گروہ بندی کی دراڑیں سیاسی و تہذیبی طور پر بہت زیادہ نمایاں ہو چکی تھیں اور لاہور جیسے پر امن شہر میں بھی اس کے اثرات کا رونما ہونا غیر فطری نہ تھا۔ وقت کا تقاضا یہ تھا کہ اہل لاہور اپنی قدیم مخلصانہ روایات کو قائم رکھیں مذہبی منافرت کو ہوا نہ دیں اور سیاسی معاملات کو اپنی ذاتی زندگی کا حصہ بنا کر فساد کو عام نہ کریں بلکہ سیاسی زندگی سے اعتماد، گفتگو، تشکیل اور بصیرت کے ثمرات حاصل کریں کیونکہ برہمن ازم اور فرنگی سیاسی اختلافات کو عام فسادات میں تبدیل کرنے کی کارروائیوں میں مصروف تھے جبکہ دیگر سیاسی قائدین میں بہت سے ایسے

تھے جو سیاسی معاملات کو پرامن اور سیاسی جدوجہد کے ذریعے ہی حل کرنا چاہتے تھے۔

صمد و باغیچی اندرون اکبری دروازہ میں حضرت امیر العصرؒ کے علاوہ اور بھی بہت سے کالج و یونیورسٹی کے طالب علم رہائش پذیر تھے اور ان طالب علموں میں تقریباً ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے۔ اس لحاظ سے یہ علاقہ ایک لحاظ سے طالب علموں کے ہاسٹل کی صورت اختیار کر گیا تھا اور بوقت شام اکثر طالب علموں کی غیر رسمی مجلس مذاکرہ کا انعقاد ہوتا رہتا تھا جس میں ملک کی سیاسی مذہبی اور تہذیبی تبدیلیوں کے بارے میں طلباء اظہار خیال کرتے تھے اور بعض اوقات ان غیر رسمی محفلوں میں اساتذہ کرام و ادباء شعراء کو بھی مدعو کیا جاتا تھا۔ پطرس احمد شاہ بخاری، علامہ تاجور نجیب آبادی عبدالمجید سالک، سید عابد علی عابد کنہیا لال کپور، حکیم احمد شجاع اور علامہ گرامی جیسے نامور لوگ شرکت کرتے تھے۔ یہ احباب نقد و نظر سیاسی و جمہوری عمل کی حمایت اور فتنہ و فساد کی مذمت کے علاوہ مختلف النوع موضوعات پر اظہار خیال کیا کرتے تھے جس سے طالب علموں میں وسعت قلب و نگاہ پیدا ہوتی اور روشن خیالی کے اعلیٰ تصورات تشکیل پاتے تھے۔

حضرت امیر العصرؒ اکبری دروازہ میں سلسلہ حضرت میانمیرؒ سے وابستگی کی وجہ سے خصوصی عزت و احترام رکھتے تھے اور اہل علاقہ بہت سے معاملات میں اس جوان حق آگاہ سے مشورہ کرتے تھے اور بعض اوقات مذہبی منافرت کو دور کرنے کے لئے غیر معمولی واقعات کے سلسلے میں آپ کی حیثیت ثالث کی ہوتی تھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ بلا تفریق مذہب و ملت حضرت امیر العصرؒ ہر دلعزیز تھے اور صوفیا تصورات نے ان کی بصیرت کو ہمہ گیر بنا دیا تھا۔ آپ کا قدم اور کلام یکجا، نطق و بیاں علم و آگہی سے دلنشین اور بے ریا کردار ہر طرح سے متاثر کن تھا۔

حضرت امیر العصرؒ نے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کے جانشین بننے کے بعد قابل قدر روحانی و تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا طریق تبلیغ روائتی مبلغین اور شہرت کے بھوکے ملاؤں سے انتہائی مختلف تھا۔ آپ صوفیانہ طریق کے عین مطابق مذہب کو انسان اور خدا کے درمیان انفرادی تعلق سمجھتے تھے جسے بزرگان اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ کی تبلیغی مساعی کا غالب رنگ صوفیانہ و عالمانہ تھا اور آپ غیر مسلموں سے انہی کے تصورات کے حوالے سے رہنمائی عطا کرتے تھے۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ابتداء میں صوفیائے کرام نے بغیر اشاعت کتب اسلامیہ تبلیغ اسلام کی بنیاد اپنے کردار اور وجدانی بصیرت سے قائم کی ہے۔ اسلام قبول کرنے والے اپنی نفسی نجات کے پیش نظر ہی اسلام قبول کرتے تھے اور رفتہ رفتہ اسلام کی دیگر تعلیمات اور اعمال صالحہ سے ان کے سابقہ نظریات و اعتقادات کو محو ہونے میں چنداں دیر نہ لگتی تھی۔ صوفیائے کرام کا یہ حکیمانہ طرز تبلیغ اسلام سنت نبویؐ سے ماخوذ ہے جس میں کردار کی عظمت علم کی درستگی اور مقامات روحانیہ میں سربلندی تبلیغ اسلام کے موثر عوامل تھے۔ حضرت امیر

العصرؒ نے اپنی روحانی و تبلیغی مساعی میں اہل ایمان کو اعمال صالحہ کی اہمیت سے توجہ باطنی کے طفیل آگاہ کیا اور غیر مسلموں کو اسلام کی دائمی تعلیمات سے صوفیانہ طریق پر متعارف کرا کے بہت سے غیر مسلموں کو نعمت اسلام سے مشرف فرمایا۔

برصغیر میں صوفیائے عظام کا طریق رہا ہے کہ صوفیائے کرام کو کسی غیر مسلم کو مسلمان بنا کر اس قدر خوشی و مسرت نہ ہوتی تھی جس قدر ایک مسلمان کی درجات روحانیہ کی تحصیل میں مدد کرنے سے خوشی ہوتی تھی۔ حضرت امیر العصرؒ کو ورثے میں حضرت سیدنا میانمیر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت غوث العصرؒ کے انداز تبلیغ کے حکیمانہ اطوار نصیب تھے اور ان کے سامنے حضرت سلطان العصرؒ اور حضرت مخدوم العصرؒ کی تبلیغی مساعی کے عہد ساز کارنامے موجود تھے چنانچہ حضرت امیر العصرؒ نے مقامات روحانیہ کے فیضان سے غافلوں کو یاد حق اور غیر مسلموں کو حقانیت اسلام کی طرف کامیاب ہدایت دے کر درگاہ معلیٰ قادریہ کی عظیم روایات کو قائم رکھا۔

حضرت مخدوم العصرؒ کی جملہ تبلیغی مساعی کی اعلیٰ اقدار حضرت امیر العصرؒ میں جمع تھیں۔ وہی علم و فضل وہی فیضان باطنی اور وہی نسبت اویسی کا جلال و جمال چنانچہ حضرت امیر العصرؒ کی تبلیغی مساعی کا میدان صرف بنی نوع انسان تک محدود نہ رہا تھا بلکہ غیر مرئی مخلوق بھی آپ کے کردار عظیم اور اطوار کریم سے بے حد متاثر ہوئی اور بے شمار جنوں' اور پری زادوں نے بھی نعمت اسلام سے مشرف ہو کر عشق رسولؐ کی ازلی و ابدی کہکشاں کا مسافر بننا پسند کیا۔ حضرت امیر العصرؒ کے ظاہر و باطن کی ہم آہنگی ان کے کردار و سیرت میں بہت اہمیت رکھتی ہے ورنہ غیر مرئی مخلوق کو نعمت اسلام سے مشرف کرنا انسانوں میں تبلیغ کرنے سے دشوار ہوتا ہے کیونکہ ریا کار لوگ غیر مرئی مخلوقات کو مذہبی و روحانی طور پر متاثر نہیں کر سکتے۔

حضرت امیر العصرؒ نے تا زندگی مسخرات موکلات کے لئے کبھی چلہ کشی نہ کی اور نہ ہی کبھی ان معاملات کو خدمت اسلام و تقاضائے تصوف سمجھا بلکہ عشق رسولؐ پر ثابت قدم رہے۔ حضرت صاحبزادہ شبیر احمد عباسی قادری مد ظلہ العالی سجادہ نشین درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ بیان کرتے ہیں کہ "میرے بچپن کا ایک واقعہ جو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک سکھ جنی نے آپؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ میں اس وقت سکول میں پڑھتا تھا کہ آپؒ کے ملنے والوں میں سے ایک خاتون کو آسیب کی شکایت ہوگئی۔ وہ آپ کی خدمت میں لے آئے۔ مجھے یاد ہے کہ موسم گرما تھا اور دوپہر کے وقت آپ کمرے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے جب خاتون پر نظر کرم فرمائی تو وہ آسیب حاضر ہو گیا۔ آپؒ نے اس سے پوچھا کہ "تم کون ہو؟" اس نے اپنا نام بتایا اور اپنا مذہب بتایا اور اپنا مدعا عرض کیا۔ آپؒ نے اسے سمجھایا کہ تم کو بے جا کسی کو تنگ نہیں کرنا چاہئے' آپ نے اللہ اور اللہ کے پیارے رسولؐ کا پیغام سنایا اور کچھ نصائح سے اس کو راہ حق پر مائل کیا۔ آپؒ کی توجہ خصوصی

سے اس نے عہد کیا کہ جناب میں آئندہ اس کو تنگ نہیں کرتی اور اسے چھوڑ دیتی ہوں مگر آپ مجھ پر خصوصی کرم فرمائیں میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں"۔ صاحبزادہ صاحب کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ اس جننی نے اپنا مذہب سکھ مت بتایا تھا۔ آپؒ نے اس کو اسلام کی تعلیم دی اور کلمہ حق پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل فرمایا اور حکم دیا کہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ میں حاضری دو۔ اس نے عرض کی کہ حضور میری جرات نہیں کہ میں درگاہ معلیٰ میں داخل ہو سکوں' آپ صاجزادہ صاحب (حضرت صاجزادہ شبیر احمد عباسی قادری مد ظلہ العالی) کو میرے ساتھ بھیج دیں اس کی یہ بات سن کر صاجزادہ صاحب نے حضرت امیر العصرؒ سے عرض کیا کہ حضور میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گا چنانچہ آپؒ مسکرائے اور خود اس جننی کو ساتھ لے کر درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئے اور صاجزادہ صاحب کو بھی ساتھ لیا۔ آپؒ نے سلام عرض کیا اور قرآن پاک کی چند آیات اس جننی کو پڑھائیں (یاد کرائیں) پھر دعا فرمائی اور اس کا اسلامی نام رکھا (عربی فارسی نام رکھا) اور بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ یہی صراط مستقیم ہے اس پر عمل پیرا رہو" اس نے عرض کیا کہ "جناب مجھے اجازت ہو تو میں حاضری دے دیا کروں" آپؒ نے ارشاد فرمایا "میری طرف سے کوئی پابندی نہیں سوائے اس کے اسلام کے دامن رحمت کو تھامے رکھو اور کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہ کرو" چنانچہ وہ آپؒ کے حضور سلام عرض کر کے چلی گئی۔

اس ضمن میں متعدد واقعات ہیں جنہیں بتمامہ بیاں کرنے سے یکسانیت کا احتمال ہے چنانچہ حضرت صاجزادہ شبیر احمد عباسی قادری مد ظلہ العالی کے بیان کردہ ایک اور واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ صاجزادہ صاحب نے حضرت امیر العصرؒ سے جنات کی آپؒ کے حضور حاضری کے بابت استفسار کیا تو آپؒ نے اس دنیا کے معارف بیان کرتے ہوئے ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ "میں سیالکوٹ میں موجود تھا' محفل جمی ہوئی تھی احباب ایک حلقہ میں بیٹھے تھے ہمارے ایک دوست پٹواری صاحب کو جنات کی شکایت ہو گئی اس کی بیوی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ حضور آپ کے غلام کو بڑی سخت تکلیف ہے۔ میں دعوت و ارشاد میں مصروف تھا اور جا نہیں سکتا تھا اس لئے میرے قریب ایک پلیٹ میں رس پڑے تھے' میں نے ایک رس اس کو دے دیا اور کھلانے کے لئے کہا' وہ چلی گئی تھوڑی دیر کے بعد پٹواری صاحب اوپر سے نیچے ہمارے حلقہ میں آ کر گرے اور گرتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ چند لمحوں کی بے ہوشی کے بعد پٹواری صاحب کو ہوش آیا اور اچھے بھلے ہو گئے اور سلام عرض کر کے محفل میں بیٹھ گئے کہ جیسے بیمار ہی نہ تھے اور نہ ہی انہیں کوئی چوٹ آئی۔ احباب چند لمحوں کے لئے متفکر ہوئے مگر بعد ازاں مطمئن ہو گئے۔ محفل برخاست ہونے کے بعد ہم سب احباب وہاں سے اٹھے اور جماعت کی صورت میں کسی دوسری جگہ جانے کے لئے چل پڑے۔ جب ہم ایک پل کے اوپر پہنچے تو ایک بزرگ شخص باریش سفید لباس میرے سامنے آیا اور اس نے

مجھے سلام کیا اور پھر قدموں کو ہاتھ لگایا اور پھر مجھ سے بغلگیر ہونے کی درخواست کی۔ میں نے اس کو بغلگیر کیا تو اس نے کہا "حضور مجھے پہچانا؟ میں وہی پٹواری والا (جن) ہوں۔ چونکہ مجھے جانا ہی تھا کہ میں جان چکا تھا کہ پٹواری کس مرد کامل کا غلام ہے۔ اس لئے میں صرف حضور کی زیارت اور سلام و نیاز کے لئے اس روپ میں حاضر ہوا ہوں۔ میری خطا معاف فرمائیے" یہ کہہ کر وہ سلام عرض کر کے نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ تمام احباب اس شخص (جن) کے اچانک غائب ہو جانے سے بہت حیران ہوئے۔

حضرت امیر العصرؒ علم و فضل میں باکمال تھے۔ لاتعداد لوگوں نے فقہ و تصوف کے نظری و روحانی مسائل میں آپ سے رہنمائی حاصل کی اور بے شمار علماء نے آپ سے تبادلہ خیالات سے الطریقتہ الرسولؐ کی علمی وسعتوں کو حاصل کیا۔ آپ سے گفت و شنید کرنے والے علماء میں ہر طبقہ و گروہ کے علماء شامل رہے اور برملا آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا۔ اس ضمن میں بے شمار واقعات ہیں جن میں بالخصوص وہابی علماء کے مشاہدات ہیں جنہوں نے تصوف و فقہ کے باب میں بے شمار سوالوں کے جواب حاصل کئے اور اپنی غلط فکری نہج کی اصلاح میں کامیاب ہوئے۔ حضرت امیرالعصرؒ نے ہمیشہ غیر مقلدین علماء کا کافی و شافی جواب دے کر ان کو لاجواب کیا۔ میاں عبدالرشید ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہمارے پیر بھائی مستری محمد شریف صاحب ساکن شادباغ لاہور اپنے ہمراہ دو وہابی علماء لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام دعا کے بعد گفتگو شروع ہوئی جو کافی دیر تک جاری رہی اور حضرت امیرالعصرؒ نے وہابی علماء کے لایعنی خدشات و بے معنی اعتراضات بر اہلسنّت و جماعت کا جواب دیا یہاں تک کہ وہ دونوں مولوی حد درجہ بے بس ہو گئے کیونکہ انہیں ہر سوال کا جواب قرآن و سنت کے عین مطابق دیا گیا تھا۔ جانے سے پہلے ان وہابی مولویوں میں سے ایک نے کہا کہ "جناب آپ کا علم و فضل باکمال ہے آپ یہ بتائیے کہ آپ کس جامعہ کے فارغ التحصیل ہیں؟" آپ نے فرمایا "میں کسی جامعہ کا فارغ التحصیل نہیں ہوں" اس جواب پر وہ وہابی علماء بہت حیران ہوئے اور کہا "آپ بحرالعلوم کس طرح ہو گئے" آپ نے فرمایا "مجھے میرے رب نے یہ انعامات عطا فرمائے ہیں اور کتابیں میرے سامنے کھلی پڑی ہیں جن سے پڑھ کر بیان کر رہا ہوں" حضرت امیر العصرؒ کا یہ جواب ذومعنی ہے کیونکہ اگر آپ فیضان اولیاء اللہ کا ذکر کرتے تو شاید وہابی علماء انکار کر دیتے کیونکہ وہ فیضان اولیاء کے منکر تھے اس لئے اگر کتابوں کے سامنے کھلا ہونے کی تعبیر فیضان اولیاء اللہ کی جائے تو بہت ہی مناسب ہے۔

حضرت امیرالعصرؒ نے فیضان نگاہ سے اسلام کی بھی تبلیغ کی اور تبلیغ اسلام کی انہی اقدار کو پیش کیا جو صوفیائے عظام کا افتخار ہے۔ آپ کی تبلیغ اسلام سے جہاں غیر مسلم لوگوں کو اسلام سے مشرف ہونے کی توفیق ملی وہاں مسلمانوں پر گرجوں کی طرح جھپٹنے والے مفسد بدعقیدہ غیر مقلدین اور تصوف

کے دشمنوں کو بھی عبرت ناک ذلت و شکست کا سامنا کرنا پڑا جو تبلیغ کے بہانے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے فتنہ طاغوت پھیلا رہے تھے۔ درحقیقت اسلام کی تبلیغ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت اور زہد و تقویٰ کے عروج ہی سے کامیاب ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ اسلام کی کیا تبلیغ کر سکتے ہیں جو تبلیغ کے بہانے برصغیر کے مسلمانوں میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی مذموم کوششوں میں ملوث ہیں۔ صوفیائے کرام کا طریق تبلیغ بے ریا' کلام و قدم کی یکجائی اور غوث الاعظمؒ کے خصوصی انتخاب سے عمل پیرا ہے۔ تبلیغ اسلام میں دیگر سلسلہ ہائے طریقت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کو جو کامیابی حاصل ہے وہ وسعت و تاثیر کے لحاظ سے اظہر من الشمس ہے۔

حضرت امیر العصرؒ کے جامع الصفات کردار و سیرت میں ایک کامل مبلغ اسلام کے جلوے روشن تھے۔ نسبت اویسی بہ درجہ کمال' عشق رسولؐ بارگاہ حق تعالیٰ و بارگاہ رسولؐ میں مقبولیت ' درگاہ غوث الاعظمؒ اور دربار حضرت میانمیرؒ میں درجہ خوشنودی اور حضرت فخرانحیاءؒ سے حضرت مخدوم العصرؒ تک بزرگان دین کا مراد و مطلوب ہونا آپ کی عظمت روحانی اور فیضان دائمی کی اساس ہے۔ آپؒ نے جب بھی بارش کے لئے دعا کی دیکھنے والوں نے دیکھا کہ چند ساعتوں میں بارش ہوئی اور جل تھل ہو گیا۔ جب آپ نے کسی کی دعوت قبول کی کھانے میں خیرو برکت کے جلوے دیکھ کر مخلوق سبحان اللہ پکار اٹھی' جس خوش نصیب کے لئے علم میں وسعت کے لئے دعا کی اس کے لئے علوم و فنون کے دروازے کھل گئے۔ جس خوش نصیب کے لئے دنیاوی خوشحالی کی دعا کی وہ متمول و باثروت ہو گیا' جسے دم کیا اسے غم نہ رہا' جسے مسکرا کر دیکھا اس کی زندگی میں بہار آگئی۔ جسے فیضان نظر سے سرفراز کیا اسے حجابات سے نجات مل گئی۔ جس بیمار کو دوا دی اسے اللہ نے شفاء دی' جسے جو بشارت دی وہ پوری ہو کر رہی ۔ جسے اچھا کہا وہ واقعی اچھا تھا جسے برا کہا وہ واقعی برا نکلا' جسے باقاعدہ بیعت میں قبول کیا اس کی منازل روحانیہ کو بتدریج بڑھایا اور شعور و وجدان کے راستے واضح فرما دیئے سبحان اللہ ایسے مبلغ اسلام شاذ ہیں جو دنیاوی و دینی فلاح کے دروازے کھول دیں اور بصیرت و حکمت سے قلب و نگاہ کو اس طرح روشن و قوی بنا دیں کہ دنیا و مافیہا کی وقعت و قدر نگاہ عشق میں پرکاہ کے برابر نہ رہے۔

حضرت امیر العصرؒ اور تالیفِ قلوب

امیر العصر حضرت خواجہ محمدؒ بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی عادات کریمانہ میں عوام کے تالیف قلوب کا جذبہ آپ کے حسن اخلاق و مروت سے متعلق ہے۔ درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ پر حاضرین و زائرین آپ کی توجہ روحانی سے دنیا و دین کی برکات سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ کا جذبہ سخاوت' فروتنی' سادگی' نرم گوئی اور اخلاص کاملہ سے ایک دنیا نے فیض حاصل کیا۔ حضرت امیر العصرؒ بعض اوقات حکایات' امثال واقعات اور اشعار صوفیانہ سے بھی حاضرین کو نیکی اور حسن سلوک کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ عربی و فارسی ادب کی بے شمار حکایات آپ کو یاد تھیں اور سائلین کے بعض سوالات و گذارشات کے جواب میں آپ اکثر سبق آموز حکایات سے نوازتے تھے۔ حکایات و امثال کے ذریعے راہ حقیقت کی طرف متوجہ کرنا صوفیائے کرامؒ کی عادات میں شامل رہا ہے۔ حضرت امیر العصرؒ نے بھی معاملات معاشرت اور حقائق تصوف کے نظری پہلوؤں کو دلچسپ معروف حکایات و امثال سے پیش کیا کہ اگر آپ کی بیان کردہ معروف حکایات کو نقل کیا جائے تو ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ بر سبیل تذکرہ چند حکایات لکھی جاتی ہیں جس سے آپ کے ذوق تلقین اور طرز فہمائش پر روشنی پڑتی ہے۔

حکایت کے بارے میں نظریہ حضرت امیر العصرؒ سے راقم الحروف نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ "حضور حکایات و افسانوی ادب اکثر و بیشتر فرضی حکایات پر مشتمل ہوتا ہے اور فی نفسہ یہ

کذب کے دائرے میں آتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں حکایات افسانوی ادب کی کیا گنجائش ہے؟" آپ
" نے ارشاد فرمایا " جھوٹ وہ کلمہ ہے جو نہ صرف غیر حقیقی ہو بلکہ وہ کسی فرد یا گروہ کے انسانی حقوق
کو تلف کر دے جبکہ حکایات و افسانوی ادب تخیل کی جولاں گاہ سے ابھرتا ہے اور اس کا مقصد
مسرت ذہنی اور اصلاح معاشرت ہے۔ حکایت لکھنے یا بیان کرنے والا فرضی واقعات بھی لکھتا ہو پھر بھی
وہ کذب کی سزا کا مکلف نہیں ہے بلکہ عوام کی اخلاقی و معاشرتی اصلاح کی نیت کی وجہ سے تحسین
کے قابل ہے۔"

مقام سعدیؒ حضرت امیر العصرؒ نے حضرت شیخ سعدیؒ کی شاعری پر گفتگو فرماتے ہوئے یہ
معروف حکایت بیان کی کہ حضرت امیر خسروؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے محبوب مرید تھے۔ اعلیٰ پایہ
کے شاعر اور موسیقار تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ ہر شب اپنے بستر کے سرہانے کے نیچے دو کتب
(تصانیف سعدیؒ) رکھ کر سوتے اور پڑھتے تھے۔ ایک روز خسروؒ کے ذہن میں خیال گذرا اور دیرینہ
تمنا تھی کہ حضرتؒ نے کبھی میرے اشعار شاید توجہ سے نہیں سنے اور شیخ سعدیؒ کی یہ سادی سی کتب
حرز جاں سمجھتے ہیں اور تقریباً" روزانہ مطالعہ فرماتے ہیں۔ امیر خسروؒ نے ارادہ کیا کہ اب میں بھی
اسی طرز و اسلوب میں ویسی ہی بلند پایہ دو کتب تصنیف کر کے پیش خدمت کروں گا تاکہ آپ اس کو
بھی پڑھیں۔ چنانچہ دو کتابیں لکھ کر حضرتؒ کے سرہانے رکھ دیں اور کتب سعدیؒ اٹھا لیں ۔ حسب
معمول حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے جب کتب سعدیؒ کو دیکھنا چاہا تو وہ نہیں تھیں لہٰذا طبع میں گرانی
و ناراضگی کے آثار پیدا ہوئے اور فوراً" امیر خسروؒ کو طلب کر کے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ خسروؒ
نے عرض کیا کہ حضور میں چاہتا تھا کہ آپ بھی میری شاعری کو پڑھ کر شرف بخشیں مگر آپ نے مجھے
یہ سعادت نہیں بخشی۔ اس پر حضرتؒ نے ارشاد کیا کہ "کیا تو یہ جانتا ہے کہ شیخ سعدیؒ کا کیا مقام
ہے؟"۔ حضرتؒ نے توجہ فرمائی تو خسروؒ نے مشاہدہ کیا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی بارگاہ رسالتؐ
جلوہ نما ہے اور اصحاب رسولؐ بارگاہ میں حاضر ہیں اور حضرت شیخ سعدیؒ پاس کھڑے اپنی معروف
رباعی بلغ العلی بکمالہ پڑھ رہے ہیں اور حضورؐ سن کر جھوم رہے ہیں اور بار بار ارشاد عالی ہوتا ہے
کہ "اے سعدیؒ اسے پھر پڑھ" چنانچہ سعدیؒ مکرر پڑھ رہے ہیں۔ یہ مشاہدہ کرنے کے بعد خسروؒ
ہوش میں آئے تو حضرتؒ نے فرمایا "دیکھا سعدیؒ کا اور ان کی شاعری کا کیا مقام ہے" اس پر امیر
خسروؒ نے اعتراف و اقرار کیا اور اپنی وہ دو کتابیں ضائع کر دیں یا رکھ لیں لیکن حضرت شیخ سعدیؒ کی
کتب بصد نیاز پیش خدمت کر دیں۔ اور اس حقیقت کو سمجھ گئے کہ مقام سعدیؒ کی اساس نغز گوئی
کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہونے پر ہے۔

ذمہ دار عورت حضرت امیر العصرؒ نے عورت کی ذمہ داری کے بارے میں فرمایا کہ
اسلام نے عورت کو بہت بلند مقام عطا کرنے کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں کا اعادہ بھی کیا ہے اس

ضمن میں ایک حکایت ہے کہ بھلے وقتوں میں زمینداروں اور رؤساء کے میراثی ہی جا کر رشتہ وغیرہ طے کر لیا کرتے تھے لہٰذا ایک بہت متمول چودھری کی بیٹی کا رشتہ ایک بہت بڑے چودھری کے لڑکے سے میراثی نے طے کر دیا۔ جس کی بیٹی تھی وہ بڑا ذہین اور بارعب و متین شخص تھا جبکہ لڑکے والا چودھری انتہا درجہ کا بد خو اور بد اخلاق تھا۔ چودھری کو جب علم ہوا تو اس کو تشویش ہوئی مگر رشتہ توڑا نہ جا سکا لہٰذا شادی طے ہو گئی۔ شادی کا دن آ گیا اور جس لحظہ رخصتی ہونے لگی تو باپ نے بیٹی سے کہا کہ "بیٹی میں تمہیں ایسی جگہ بھیج رہا ہوں جہاں نہ اخلاق ہے نہ رویہ مثبت ہے۔ لوگ تمہارے سسر کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ اس کے کمی یعنی نوکر بھی پریشان رہتے ہیں لہٰذا میری عزت رکھنا تمہارے مرنے کا پیغام ہی مجھ کو آئے" اس پر بیٹی نے کہا "آپ فکر نہ کریں میں آپ کے شملہ کو اونچا کر دکھاؤں گی" رخصتی ہوئی اور جب وہ اپنے سسرال پہنچی تو اس نے دیکھا کہ میرے سسر ساس کا رویہ ہر ایک کے ساتھ بہت منفی ہے تو اس نے حویلی کے تمام خدام کو بلا کر کہا کہ کسی طرح چودھری صاحب کا آج رات حقہ تازہ کر کے پاس رکھ دینا اور ان کے پاؤں دبانا۔ چنانچہ ایسا کیا گیا وہ خود ساس کی خدمت کرتی رہی۔ آہستہ آہستہ دونوں کی طبیعت عادی ہو گئی پھر اس لڑکی نے کہا اب تم ان کو صبح ڈیرے پر لے جا کر بستر بچھا کر رکھ دیا کرو اور پاس اور بستر بچھا کر مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام کرو اور جو مہمان آئے صرف مجھے اطلاع کیا کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ چودھری صاحب ڈیرے پر بیٹھے ہیں آہستہ آہستہ لوگ پاس بیٹھنے لگے اور لڑکی نے مہمانوں کی تواضع کے لئے نوکروں کو اشیاء خورد و نوش دے کر بھیجنا شروع کر دیا۔ چودھری کو شروع شروع میں غصہ آیا مگر وہ از راہ مصلحت خاموش رہتا تھا آہستہ آہستہ لوگوں نے چودھری صاحب کی عزت شروع کر دی اور چودھری صاحب کا غیر اخلاقی رویہ محبت میں بدلنا شروع ہو گیا اور آخر کار اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں تک کے لوگ چودھری اور اس کے خاندان کی عزت کرنے لگے۔ لڑکی نے بہو ہونے کے صحیح ترین حق کو پورا کر دیا۔

حکمتِ درویشاں حضرت امیر العصرؒ نے حسن سلوک کے ضمن میں گفتگو فرماتے ہوئے اس حکایت کو بیان کیا کہ درویش کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ آپ مجھے ایسا تعویذ دیں کہ میری ساس مجھ سے لڑنا بند کر دے یا اس سے میری جان چھوٹ جائے۔ درویش نے کمال حکمت عملی سے فرمایا کہ میرے پاس ایک ایسا تعویذ ہے کہ اگر میں وہ تمہیں لکھ دوں تو وہ عورت یعنی تمہاری ساس بولنا اور لڑنا بند کر دے گی مگر شرط یہ ہے کہ جب وہ بولنا شروع کرے تم اس تعویذ کو اپنے دانتوں میں رکھ کر دبانا اور خوب دبا کر رکھنا۔ اس پر عورت نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گی۔ درویش نے کچھ لکھ کر اس عورت کو تعویذ بنا کر دے دیا۔ جب وہ عورت گھر پہنچی تو اس کی ساس نے بولنا شروع کر دیا اور اس نے فوراً تعویذ دانتوں میں دبا کر منہ بند کر لیا۔ ساس نے جب دیکھا کہ اس کی

بہو نے جواب نہیں دیا تو وہ کچھ بول کر خاموش ہو گئی۔ عورت کو یقین ہو گیا کہ تعویذ نے خوب اثر دکھایا ہے۔ ساس جب بھی لڑتی اور اونچا بولتی تو وہ ایسا ہی کرتی۔ آہستہ آہستہ جب ساس نے دیکھا کہ اس کی بہو اس کے سامنے اونچا بولنے سے شرماتی ہے اور کسی بات کا جواب نہیں دیتی تو ساس نے بھی لڑنا جھگڑنا چھوڑ دیا اور بہو کو یقین ہو گیا کہ تعویذ دینے والا درویش بہت حکمت والا ہے۔ اس حکایت کا حاصل یہ ہے کہ جھگڑے کے دوران ایک فرد صبر کرے تو جھگڑا ٹل جاتا ہے۔

درود اور داڑھی حضرت امیر العصرؒ نے درود شریف کی بارگاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں مقبولیت کے بارے میں ایک دلچسپ روایت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سرکار عالیہ (حضرت مخدوم العصرؒ) کے مرید خاص پروفیسر محمد عبداللہ صاحبؒ جو پشاور یونیورسٹی کے نامور اساتذہ میں سے تھے علامہ اقبالؒ کے ہم جلیس تھے اور بغیر داڑھی کے تھے۔ روزانہ یونیورسٹی جانے سے پیشتر خاصا وقت لگا کر شیو وغیرہ بناتے اور یونیورسٹی روانہ ہوتے تھے۔ ایک سب بعالم خواب کیا دیکھتے ہیں کہ بارگاہ رسالت ماب علیہ الصلواۃ والسلام ہے ہر طرف نور ہی نور ہے۔ اصحاب کی ایک جماعت حاضر بارگاہ ہے۔ وہ بھی اس محفل میں جا پہنچے، حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس بغیر داڑھی والے کو میری محفل سے نکال دیا جائے" چنانچہ پکڑ کر نکال دیا گیا اسی اثناء میں آنکھ کھل گئی۔ جب بیدار ہوئے تو خوب گریہ زاری کی اور تہیہ کیا کہ داڑھی رکھنا چاہئے۔ چنانچہ داڑھی رکھ لی اور روزانہ صبح بیدار ہو کر خاصا وقت صرف کر کے داڑھی کی خوبصورتی اور تزئین کرتے کہ داڑھی وہ چیز ہے جس کے نہ ہونے کے باعث بارگاہ اقدس سے نکال دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد پھر خواب میں بارگاہ حضورؐ کا مشاہدہ کیا اور حسب معمول سلام عرض کیا تو زبان حق ترجمان سے حکم ہوا کہ "اس داڑھی والے کو ہماری محفل سے نکال دو" اور پھر نکال دیئے گئے۔ جب بیدار ہوئے تو انتہائی اضطراب کے ساتھ گریہ زاری شروع کر دی۔ سارا معاملہ ورائے عقل و ہوش تھا چنانچہ صبح ہی صبح اپنے شیخ محترم حضرت سرکار عالیہؒ (حضرت مخدوم العصرؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام و قدم بوسی کے بعد بے خود ہو کر رونا شروع کر دیا۔ حضرتؒ نے معاملہ دریافت کیا تو انہوں نے ساری روداد کہہ سنائی۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا "پروفیسر صاحب بات یہ ہے کہ جب آپ شیو بناتے تھے تو خاصا وقت اس پر صرف کرتے تھے اور اس وقت یاد خدا اور درود شریف سے غافل رہتے تھے اور جب داڑھی رکھی تب بھی یہی کیا۔ آپ ہی بتائیں وہ عمل کیسے مقبول بارگاہ ہو جس میں یاد الٰہی کی خوشبو نہ ہو۔ لہٰذا آپ یاد الٰہی اور درود شریف سے غافل نہ ہوا کریں" چنانچہ پروفیسر صاحبؒ نے یاد حق اور درود شریف پر مداومت اختیار کی اور زیارت رسولؐ سے مشرف ہوئے اور حضورؐ نے نگاہ شفقت اور اپنی خوشنودی سے سرفراز کیا۔

پیر بھائی حضرت امیر العصرؒ نے درگاہ معلیٰ قادریہ غوث العصرؒ پر حاضرین محفل میں پیر بھائی

کی فضیلت کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے یہ معروف حکایت بیان کی کہ قیامت کے دن ایک شخص کو بارگاہ حق میں پیش کیا جائے گا جس کے اعمال میں ایک نیکی کی کمی ہو گی فرمان الٰہی ہو گا کہ جاؤ کسی سے ایک نیکی مانگ لاؤ تمہیں بخش دیا جائے گا۔ لہٰذا وہ شخص اپنے ماں باپ بہن بھائیوں' عزیزوں رشتہ داروں اور دوست احباب کے پاس جائے گا اور منت سماجت کرے گا لیکن آخر کار مایوس ہو کر واپس آ رہا ہو گا کہ ایک شخص اس کو آواز دے گا اور پوچھے گا کہ پریشان کیوں ہو؟ وہ شخص معاملہ بیان کرے گا جسے سن کر وہ شخص کہے گا کہ پریشان نہ ہو میرے پاس صرف ایک نیکی ہے یہ تو لے جا۔ وہ بہت حیران ہو گا اور کہے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا کہ میں تمہارا پیر بھائی ہوں تو مجھے نہیں جانتا مگر میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ وہ خوشی خوشی بارگاہ حق میں آئے گا اور کہے گا کہ میں کامیاب واپس آیا ہوں فرمان الٰہی ہو گا کہ کیسے؟ وہ سارا معاملہ بیان کرے گا۔ بارگاہ حق سے فرمان ہو گا کہ جاؤ اسے بھی لے آؤ چنانچہ وہ بھی حاضر ہو گا اور پھر بارگاہ حق سے ارشاد ہو گا کہ جاؤ ہم نے دونوں کو بخش دیا ہے۔

عافیت کی قدر حضرت امیر العصرؒ نے عافیت کی قدر و قیمت بیان فرماتے ہوئے حضرت شیخ سعدیؒ کی معروف حکایت بیان کی کہ ایک بادشاہ اپنے ایک غلام کے ساتھ سمندر میں کشتی کے ذریعے سفر پر تھا غلام نے اس سے قبل سمندر کا سفر نہ کیا تھا اس نے آہ و فریاد شروع کر دی اور جسم کپکپانے لگا۔ اس کو بہت تسلی دی گئی لیکن اس کے اضطراب میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ غلام کی اس آہ و بکا سے دیگر مسافروں کا سکون غارت ہو گیا اور بادشاہ کو سخت خفت اٹھانی پڑی۔ کشتی میں ایک دانا بھی سفر کر رہا تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں ایک طریقے سے اسے خاموش کرا سکتا ہوں۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ دانا نے حکم دیا کہ غلام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور غلام نے خوب غوطے کھائے اس کے بعد دانا نے کہا اس کو کشتی میں واپس کھینچ لو چنانچہ اس کو بالوں سے پکڑ کر کشتی میں بٹھا لیا گیا۔ اب غلام بہت سکون سے بیٹھ گیا اور اس کا شور و واویلا جاتا رہا۔ بادشاہ کو تعجب ہوا کہ اس کی کیا حکمت تھی دانا نے کہا کہ پہلے اس نے ڈوبنے کی تکلیف نہیں چکھی تھی اور کشتی کی سلامتی کی قدر نہیں جانتا تھا کیونکہ عافیت کی قدر وہ کرتا ہے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہوا ہو۔

حضرت امیر العصرؒ کے ارشادات عالیہ میں طریقت و حقیقت و معرفت کی خوشبو ہوتی تھی جس سے بھی کلام فرماتے دل میں گھر کر لیتے تھے۔ لاہور سیالکوٹ گجرات اور گوجرانوالہ کے بے شمار ادباء و شعراء آپ کی محفل میں رموز حقیقت و معرفت سے آشنائی حاصل کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے معاصرین کے دلوں میں آپ کا خصوصی احترام تھا۔

آپ کے معاصرین میں بہت قد آور شخصیات تھیں جن میں حضرت پیر سید شاہ زمانؒ حضرت

خواجہ بابو غلام سرور لاہوری ؒ، مخدوم سید صید علی شاہ لاہوری ؒ، حضرت مولانا مولوی غلام جیلانی، پیر آف پگارا شریف، حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ ؒ، حضرت شاہ محمد اشرف ؒ، حضرت یعقوب خان ؒ حضرت مولانا محمد حفیظ اللہ ؒ، حضرت میاں جلال دین ؒ، حضرت خواجہ رحیم اللہ عباسی ؒ، حضرت میاں فیروز دین، مخدوم نور الحسن شاہ، حضرت پیر حیدر شاہ، حضرت عاشق جیلانی، حضرت ابوداؤد محمد صادق، حضرت مولانا سعید احمد مجددی، حضرت عبدالعزیز چشتی، حضرت مولانا ضیاء اللہ قادری، حضرت پیر غلام محمد شاہ، حضرت پیر پھل شاہ ؒ، حضرت حافظ عالم، مولانا فضل الرحمان جامی، حضرت مفتی بشیر حسین ؒ، حضرت خلیفہ سعید، حضرت پیر کبیر علی شاہ، حضرت میاں غلام محمد ؒ، حضرت میاں نبی بخش ؒ، حضرت میاں سلطان سائیں، حضرت ابوالبرکات ؒ، حضرت پیر محمد کرم شاہ، ڈاکٹر نظیر صوفی، باؤ فضل الٰہی، میاں محمد اشرف، میاں محمد سعید، حکیم شیر محمد ناصر ؒ، پیر فضل گجراتی ؒ، پیر نادر شاہ، پیر گلزار شاہ، پیر انوار شاہ، میاں سراج دین، میاں لال صاحب، صاحبزادہ غلام احمد، صاحبزادہ غلام مرتضیٰ، میاں چراغ دین، میاں لدھا صاحب، مولانا محمد غنی، میاں اسماعیل، میاں محمد فضل، سید پیر نذیر حسین، میاں عنایت اللہ، میاں ثناء اللہ، حضرت صوفی اقبال، صاحبزادہ محمد رفیق اللہ، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ؒ، پروفیسر محمد اکرم رضا، ڈاکٹر محمد یوسف عباسی ؒ، ابوالاکبر علامہ ابراہیم خان فاضل، حکیم عبداللطیف عارف، میاں محمد شفیع عباسی اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کے نام شامل ہیں۔

حضرت امیر العصر ؒ نے اپنے بیگانوں اور درگاہ عالیہ قادریہ سے وابستگان و غیر وابستگان سب لوگوں کے دلی جذبات اور احساسات و توقعات کو پورا کر کے تالیف قلوب کا منصب احسن طریق پر نبھایا۔ آپ ؒ اپنے معاصرین کا تہہ دل سے احترام کرتے تھے اور معاصرین ہمیشہ آپ سے خصوصی عزت و احترام سے پیش آتے تھے اسی طرح حضرت امیر العصر ؒ سے فیضان باطنی حاصل کرنے والوں پر بھی آپ کی نوازشات احباب کی طرح تھیں یہ آپ کے کردار کی عظمت تھی کہ ہمیشہ عفو و درگزر اور مسلسل نوازشات روحانیہ سے نوازتے تھے۔

آپ کے ایک ایک جملے میں علم و حکمت کے سمندر موجزن ہوتے تھے۔ درگاہ معلیٰ قادریہ پر شب و روز ایک نور طمانیت سایہ فگن رہتا تھا۔ بچے بوڑھے جوان سبھی آپ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور آپ کے جذبہ سخاوت سے کبھی کوئی محروم نہیں جاتا تھا۔ آپ نے اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا جلوہ دکھایا کہ دوست ہوں کہ دشمن آپ کو دیکھنے والے آپ کو کبھی فراموش نہ کر سکے اور نہ فراموش کر سکیں گے کہ آپ کی شخصیت کی جامعیت، معرفت حق میں سرفرازی، عنایات فیوضات اور بالخصوص آپ کے دامن طریق سے وابستہ مریدین صادقین پر آپ کی نگاہ کریمی کے جلوے حد بیان سے باہر ہیں۔

کریمی شان ہے ' ہو جائے بیڑا پار اے خواجہؒ — سخی کے لاڈلے ہو تم نبیؐ کے یار اے خواجہؒ
تری نعلین کو چوموں کہ یہ الماسِ اسود ہے — نمازِ عشق ہے مجھکو ترا دیدار اے خواجہؒ
کہاں آئے قرینہ مجھکو تیرے مدحتِ رخ کا — ہمیشہ بے زبانوں کے بھی تم غمخوار اے خواجہؒ
تری رحمت نبیؐ کے سایۂ رحمت کا پرتو ہے — نہ ہو اچھا تو اچھا ہے ترا بیمار اے خواجہؒ
جہاں میں کون ہے جو مرتبہ دانِ محمدؐ ہے — یہ رمزِ معرفت روشن ترے دربار اے خواجہ
تکلم نور ہے تیرا جو دل میں جگمگاتا ہے — کہ عشقِ مصطفیٰؐ تیرا لبِ اظہار اے خواجہؒ
معاصر تیرے تیرا وصفِ حُسنِ خلق کہتے ہیں — مریدوں کے لئے تو سرورِ ابرار اے خواجہؒ
تمہارے فیض سے روشن ہوا شمسِ یقیں ایسا — کہ جس کے نور سے اللہ کا دیدار اے خواجہؒ
ترے ادنیٰ غلاموں میں ہے شامل کُندنِ لاہور — بیاں کیسے ہو ارفع ہے ترا کردار اے خواجہؒ

حضرت امیر العصرؒ کے فضائلِ شخصیت

امیر العصر حضرت خواجہ محمدؒ بشیر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ شخصیت کے لحاظ سے اسلاف قادریہ کے امین اور جامع الصفات تھے۔ آپؒ نے سلسلے کی نسبت طرفین حنفیت و قادریت کو اپنی باکمال سیرت و کردار سے نبھایا اور درگاہ معلٰی قادریہ حضرت غوث العصرؒ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ حضرت امیر العصرؒ نے شان کریمی سے متلاشیانِ حق کو منازل سلوک و طریقت میں بے مثل رہنمائی عطا فرمائی اور ہر قسم کی گروہ بندی اور فرقہ وارانہ مصلحتوں سے کنارہ کش رہے۔ آپ کی ذات بابرکات سے فیضان حاصل کرنے والوں میں ہر طبقہ زندگی کے لوگ شامل تھے اس کے علاوہ آپ کی محفل عرفان ہر لحاظ سے علم و فضل و آگہی کے انوار و تجلیات کا سرچشمہ رہی۔ آپؒ نے فقہ حنفی کی سماجی و ثقافتی اہمیت اور نسبت قادریہ کی عظمت و بزرگی کو اپنے قول و عمل سے استوار فرما کر اپنے اسلاف کریمہ کے قدم بقدم جادہ راہ حق کو منور و معمور فرمایا۔ سبحان اللہ کہ آپ کے روبرو کوئی ایسا علمی و روحانی مسئلہ نہ ہوتا جو حل نہ ہو جاتا ہو۔ ہزاروں لوگوں نے فقہ و تصوف کے اسرار و رموز کو آپ سے معلوم کیا اور اس بحر علوم سے مستفیض ہوئے۔ آپؒ کی شخصیت کے فضائل مفصل تحریر کرنے کے لئے ایک عمر درکار ہے البتہ ہم فضائل شخصیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حنفی قادری حضرت امیر العصرؒ کی شخصیت میں سب سے نمایاں اور روشن فضیلت آپ کا نسبت حنفی قادری کا ثبات ہے۔ یاد رہے کہ آپ کا عہد فرقہ واریت و مفاد پرستی و گروہ بندی

کا دور تھا آپ ہی کے عہد میں اہلسنت و جماعت میں سے کچھ نا عاقبت اندیشوں نے حنفی قادری کی واضح نسبت کی بجائے دیگر الحاقی نسبتوں پر اصرار کیا اور اہل سنت و جماعت کے صدیوں کے افتخار کی پرواہ نہ کی لیکن حضرت امیر العصرؒ اسلاف صوفیاء کی طرح حنفی و قادری نسبت ہی کی پاسبانی فرماتے رہے۔ آپ نے امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ اور غوث اعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے احسانات کو بیان کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ برصغیر کے بیشتر اہل حق و ثبات فقہی معاملات میں فقہ حنفی سے استدلال کرتے رہے ہیں اور طریقت قادریہ ہی سے روحانی منازل طے فرماتے رہے ہیں۔ حضرت امیر العصرؒ نے اپنے عقیدت مندوں کو ہر قسم کی مولویانہ انتہا پسندی اور اہلسنت و جماعت میں تفرقہ پسندی کرنے والوں سے محفوظ رکھا کیونکہ ظواہر پرستی روحانی ترقی میں رکاوٹ ہوتی ہے اور عوام الناس کسی طرح سے بھی علماء کی اختلافی بحثوں سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اہل حق و صداقت کے لئے صراط مستقیم یہی ہے کہ فقہی معاملات میں فقہ حنفی سے روشنی حاصل کریں اور معاملات طریقت میں غوث الاعظمؒ کے طریق و تعلیمات سے فیض یاب ہوں۔ کسی شاعر نے عقائد اہلسنت کو کیا خوب بیان کیا ہے۔

بندۂ پروردگارم امتِ احمد نبیؐ دوستدارم چار یارِ تابع اولادِ علیؓ
مذہبِ حنفیہ دارم ملتِ حضرت خلیلؑ خاکپائے غوثِ اعظمؒ زیرِ سایہ ہر ولی

حضرت امیر العصرؒ علمی طور پر ہی نہیں بلکہ ظاہر و باطن میں فقہ حنفی و طریقت قادریہ کے فضائل سے مزین تھے۔ آپؒ سے فقہ و تصوف پر گفتگو کرنے والے لاتعداد دانشور، حکماء، صوفیاء اور شعراء اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ فقہ حنفیہ اور طریقت قادریہ کے مینارہ نور کی حیثیت رکھتے تھے۔ علوم و عرفاں کا ایک بحر مواج تھا کہ جس کی مثال دور حاضرہ میں مشکل سے ملے گی۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر حضرت امیر العصرؒ تا حیات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپؒ کا انداز تلقین و ارشاد اس قدر موثر اور دلنشین تھا کہ جو بات بیان فرماتے وہ تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہوتی اور سامعین کے دل میں گھر کر لیتی۔ آپ کی نصیحت اور اسلوب ارشاد قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ کی جلوہ سامانیوں سے منور ہوتا تھا اور رموز تصوف کے حوالے سے آپ ہر مسئلے اور معاملے کا حل عین حکمت دین کے ذریعے بیان فرماتے تھے اس کے علاوہ آپ اپنے ارشاد و تلقین میں دلچسپ حکایات، مقولے، ضرب الامثال اور اشعار وغیرہ کو بیان کر کے معاملہ کی ہر طرح سے وضاحت فرماتے تھے۔ آپ کا انداز تلقین ہر عمر اور ہر طبقے کی ذہنی سطح اور عقل کے مطابق ہوتا تھا جس کی بے شمار مثالیں ہیں۔

حضرت امیر العصرؒ کے ایک مرید صادق، محمد شفیق قادری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حاضر مجلس تھا کہ ایک خاتون اپنے بچے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ "حضور اس کو

سمجھائیں اور دعا فرمائیں کہ یہ میری خدمت نہیں کرتا" حضرت امیر العصرؒ نے بڑے مشفقانہ انداز میں بچے کو سمجھایا کہ "ایک درویش جو ایک چوراہے میں بیٹھا ہوتا تھا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص علی الصبح بہت تیزی سے اس کے پاس سے گزر جاتا ہے اور شام کو وہ واپس اپنے گھر کی طرف اسی تیزی قدمی سے چلتا جاتا ہے کہ ایک روز درویش نے اس کو روک لیا اور پوچھا "برخوردار ماجرا کیا ہے" تو اس نے کہا "جناب میں بڑا مصروف ہوں۔ مجھے بہت سے امور انجام دینے ہوتے ہیں جن میں پہلا یہ ہے کہ میں دو کا قرض دار ہوں ان کا قرض اتار رہا ہوں وہ ہیں میرے والدین دو کو فی سبیل اللہ کھلاتا ہوتا ہے وہ ہیں میری دو بیٹیاں' دو کو قرض دار کر رہا ہوں اور وہ ہیں میرے دو بیٹے۔" حضرت امیر العصرؒ نے اس بچے کو یہ معروف حکایت سنانے کے بعد کہا "بیٹا یاد رکھو والدین کی خدمت ان پر کوئی احسان نہیں بلکہ تم صرف اپنے قرض کو ادا کرو گے" پھر دعا فرما کر آپؒ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت امیر العصرؒ عوام الناس کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے باخبر کرنے کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر اپنے مریدان صادقاں کو حق و صداقت کی خصوصی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور برادران طریقت کو ایک دوسرے کے لئے ایثار اور احسان کی تعلیم دیتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ روز محشر بھی برادران طریقت ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔ حضرت امیر العصرؒ کے تلقین و ارشاد میں جامعیت و اختصار ہوتا تھا۔ بغیر ضرورت کچھ ارشاد نہ فرماتے اور دیگر حاضرین کو بھی لا حاصل گفتگو سے منع فرماتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ شبیر احمد عباسی قادری مد ظلہ العالی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت امیر العصرؒ کی محفل میں حاضر تھا کہ ایک نوجوان آپ کے حضور حاضر ہوا اور اس نے آتے ہی عرض کیا کہ "حضور میری نبض دیکھیں"۔ آپؒ نے نبض پکڑ لی اور فرمایا "تمہیں عشق کا مرض ہے اس کو چھوڑ دو۔ بس یہی تمہارا علاج ہے اور یہی تمہاری دوا" اس نوجوان نے جب یہ سنا تو اس کے ماتھے پر پسینہ آگیا اس نے اپنی روداد عشق سنانے کی کوشش کی لیکن آپ نے فرمایا "برخوردار تشخیص اور علاج تمہیں بتا دیا ہے اب جاؤ میں مصروف ہوں" لہٰذا وہ چلا گیا۔ بعد ازاں صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا "حضور نبض تو جسم میں واقع خلل تو بتا سکتی ہے مگر ذہنی فتور نبض سے کس طرح پتہ چلتا ہے؟" آپؒ نے ارشاد فرمایا "بیٹا جب دل کا آئینہ شفاف ہو تو ہر شے اپنی خبر دیتی ہے' جب کوئی ہمارے سامنے آجائے تو وہ ہمارے سامنے ایک کتاب کی طرح کھلا ہوتا ہے۔ نبض کا دیکھنا اور تکلیف کا استفسار لوگوں کی ضرورت کے ماتحت ہے' ہمارا دل جو ہمیں کہتا ہے وہی درست ہوتا ہے۔"

حضرت امیر العصرؒ قول سدید کے امر حق کے پابند تھے۔ ہمیشہ صاف واضح اور غیر مبہم انداز سے گفتگو فرماتے تھے' آپ کے طریق ارشاد میں الجھاؤ نہیں تھا۔ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو سادگی کے ساتھ بیان کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے کسی سائل کے سوال کو تقریر کا موضوع

نہیں سمجھا، جس قدر سوال ہوتا اسی قدر جواب مل جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوس شہرت اور کثرت مریداں کی خواہش سے بے نیاز فرمایا تھا۔ حضرت امیر العصرؒ اپنے مشائخ سلسلہ قادریہ کی طرح بہت کم لوگوں کو بیعت فرماتے تھے۔ بے شمار لوگ آپ سے بیعت کی استدعا کرتے تھے لیکن آپ ان کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے کلمات و نگاہ کریمی عطا فرماتے اور طالب کو مقصود تک پہنچا دیتے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں بے شمار لوگ ایسے بھی ہوتے تھے جو کسی نہ کسی سلسلے میں بیعت ہوتے تھے لیکن جب آپ سے بیعت کی استدعا کرتے تو آپ ان کو ان کے پیران طریقت کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرماتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ بعض مریدان اپنے پیر صاحبان کے وصال کے بعد آپ سے بیعت کی استدعا کرتے لیکن آپ اصول طریقت کے مطابق انہیں یہی تلقین کرتے کہ پیر طریقت کے وصال کو موت نہیں سمجھنا چاہئے اور ان کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کو اسی طرح ادا کرتے رہنا چاہئے جیسے ان کی زندگی میں ادا کئے جاتے تھے اور اگر کوئی دشواری درپیش ہو تو پیر کامل کے مزار پر اسباق پڑھنے چاہیں کیونکہ پیر کامل کی بیعت منقطع نہیں ہوتی البتہ شیخ صحبت کی حیثیت آپ کے نزدیک متحقق تھی۔

ذوقِ تعمیر حضرت مخدوم العصرؒ نے جب سلطان العصر حضرت خواجہ محمدؒ عبداللہ عباسی قادریؒ کا روضہ اقدس تعمیر کیا تو روضے کا گنبد حضرت غوث العصرؒ کے گنبد سے بلند ہو گیا چنانچہ حضرت سلطان العصرؒ کی طبعی جلالیت کے باعث حضرت سلطان العصرؒ کے روضہ اقدس کا گنبد گر گیا بعد ازاں جب حضرت مخدوم العصرؒ نے مراقبے میں اس حادثے کا باعث معلوم کر لیا تو آپ نے دوبارہ حضرت سلطان العصرؒ کے روضے کا گنبد تعمیر فرمایا اور حضرت امیر العصرؒ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد و پیر طریق حضرت سلطان العصرؒ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کے والد ماجد و پیر طریق حضرت غوث العصرؒ کا گنبد بلند تر بناؤں گا لہٰذا تم میرا وعدہ ایفا کر دینا چنانچہ حضرت امیر العصرؒ نے اول ۱۹۴۳ء اور دوم ۱۹۶۵ء میں حضرت غوث العصرؒ کے روضہ اقدس کو تعمیر کیا۔ اس کے علاوہ حضرت سلطان العصرؒ کے روضہ زیریں کی تعمیر فرما کر تعویذ مرقد کو سیلاب و بارش سے محفوظ کیا اور حضرت مخدوم العصرؒ کی مرقد پر از انوار کی تعمیر بھی فرمائی۔ حضرت امیر العصرؒ نے اس کے علاوہ بھی بہت سے بزرگان سلسلہ کے روضوں کو تعمیر کیا اور سرپرستی فرمائی جن میں حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ، حضرت شاہ زمانؒ حضرت بابو غلام سرور لاہوریؒ، حضرت مخدوم سید عنایت علی شاہؒ، حضرت میاں جلال الدینؒ کے روضوں کی تعمیر کی نگرانی و سرپرستی قابل تذکرہ ہے اس کے علاوہ آپ نے بہت سے مزارات و مساجد کو بھی تعمیر کیا جن میں مسجد قادریہ درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ بہت اہم ہے۔

حضرت امیر العصرؒ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں حضرت فخرانبیاءؒ کے روضہ اقدس کو شایان شان طریق سے تعمیر کیا۔ ابھی یہ تعمیر نقاشی کے عمل سے نہیں گزری تھی کہ باعث ناسازگاری

طبع یہ تعمیر ملتوی ہو گئی جس کو حضرت امیر العصرؒ کے وصال کے بعد حضرت امیر العصر کے صاحبزادے اور جانشین درگاہ معلی حضرت غوث العصرؒ جناب صاحبزادہ شبیر احمد عباسی دائم برکاتہم العالیہ نے مکمل فرمایا۔ حضرت امیر العصرؒ کے ذوق تعمیر میں مسلمانوں کے فن تعمیرات اور اسلامی ثقافت کی جامع تشکیل نظر آتی ہے۔

تصانیف و تالیفات حضرت امیر العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے رموز طریقت میں بے مثل سرفرازی عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ نثر و نظم میں بھی منفرد صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کو عربی فارسی انگریزی، اردو اور پنجابی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ آپ کا عہد آفریں کارنامہ "سیرت الفقراء" کی تدوین ہے جس کی چار جلدیں ہیں اور جس میں حضرت فخرا نحیاءؒ حضرت غوث العصرؒ حضرت سلطان العصرؒ اور حضرت مخدوم العصرؒ کے سوانحی واقعات و فضائل کا بیان ہے۔ پہلی دو جلدیں صاحبزادہ شبیر احمد عباسی نے شائع کی ہیں بقیہ دو جلدیں غیر مطبوعہ ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت امیر العصرؒ نے تفسیر سورۃ فاتحہ اور "میلاد حضورؐ دا" کے عنوان سے میلاد النبیؐ کے حوالے سے پنجابی میں جامع مضمون لکھا ہے جو متعدد بار شائع ہو کر قبولیت عام حاصل کر چکا ہے۔ حضرت سیدنا میانمیر رحمتہ اللہ علیہ کے فضائل سیرت پر آپ کا ایک اور مضمون "میر فقر" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس کے علاوہ طب، روحانیت اور علم کیمیاء کے حوالے سے بھی آپ کی تحریریں مذکور ہیں۔ شعر و سخن کے حوالے سے حضرت امیر العصرؒ نے اردو پنجابی میں حمد نعت و منقبت اولیاء اللہ اور عارفانہ کلام فرمایا ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ حضرت امیر العصرؒ کی تصنیف و تالیف میں آپ کی شخصیت کی جامعیت کے تمام رنگ اہل نقد و نظر کے لئے سرمایہ ہدایت ہیں۔

صاحبزادگان حضرت امیر العصرؒ حضرت امیر العصرؒ کی شادی خانہ آبادی حضرت مخدوم العصرؒ کے ایما پر ضلع گوجرانوالہ میں محترمہ ممتاز بیگم عباسی سے انجام پائی۔ حضرت امیر العصرؒ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت سعادت مند اولاد سے سرفراز فرمایا۔ آپؒ کی پانچ صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے ہیں۔ صاحبزدگان میں محترم صاحبزادہ احمد عالی اختر عباسی، صاحبزادہ محمد منیر عباسی، محترم صاحبزادہ محمد ظہیر عباسی اور صاحبزادہ شبیر احمد عباسی ہیں۔ ان صاحبزدگان میں محترم حامد جاوید اصغر عباسیؒ عنفوان شباب ہی میں وصال فرما گئے تھے۔ حضرت امیر العصرؒ کے وصال کے بعد آپ کے ارشاد کے مطابق محترم صاحبزادہ شبیر احمد عباسی دائم برکاتہم العالیہ مسند حضرت غوث العصرؒ پر جلوہ افروز ہوئے اور سلسلہ قادریہ کے حوالے سے شب و روز خدمات میں مصروف ہیں۔ آپ نے نہایت جگر داری کے ساتھ تعمیرات و تصانیف اسلاف کی اشاعت کے کام کو شایان شان طریق سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سخت محنت کی ہے اور تا حال یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی خصوصی اعانت فرمائے آمین ثمہ آمین۔

مرکز مہر و وفا حضرت امیر العصرؒ کے حلقہ نشینوں میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ شامل تھے۔ آپؒ کی شخصیت میں تعصب نہیں تھا۔ آپ کا طریق "بادوستاں مروت با دشمناں مدارا" کے مطابق تھا۔ ہر طبقہ معاشرہ آپ کا احترام کرتا تھا۔ آپ رسمی اختلافات کو دین اسلام کے محکمات اسلامیہ پر کبھی فوقیت نہ دیتے تھے۔ آپ کی شخصیت ہر طرح سے مرکز مہر و وفا تھی۔ دور و نزدیک سے لوگ آپ کی خدمت میں جوق در جوق حاضر ہوتے تھے اور نوازشات روحانیہ سے فیضاب ہوتے تھے۔ آپ کے اخلاق عالیہ میں اتباع سیرت رسولؐ کا ایسا جوہر تھا کہ ہر شخص آپ سے متاثر ہوتا اور آپ کے سیرت و کردار کی مدح و توصیف کرتا تھا۔

وصال حضرت امیر العصرؒ کی طبع ۱۹۸۳ء میں علیل رہنا شروع ہوئی تو آپ کے اہل خانہ کو تشویش ہوئی کسی نے کہا کہ حضور آپ رفیق اعلیٰ سے ملاقات کے شائق ہیں اور دوسری طرف آپ پر اپنی چھوٹی صاحبزادی کی شادی کی ذمہ داری بھی ہے چنانچہ کچھ ہی دنوں کے بعد آپ بظاہر ہر طرح سے صحت مند ہو گئے اور بڑی دھوم دھام سے چھوٹی صاحبزادی اور صاحبزادہ محمد ظہیر عباسی کی شادی خانہ آبادی کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد آپ پھر علیل رہنے لگے۔ آپ کا صبر و ہمت بے مثال تھا۔ اول اول آپ کے اہل خانہ نے آپ کو گوجرانوالہ کے ایک ہسپتال میں داخل کرایا لیکن ڈاکٹروں کے فہم و ادراک سے مرض عاشق حق وراء الوراء تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "طبیب حضرات ہمارے کیا کام آسکتے ہیں" اس کے باوجود آپ اہل خانہ واحباب طریقت کے تالیف قلوب کے لئے علاج جاری رکھے ہوئے تھے۔ جولائی ۱۹۸۵ء کو آپ کے داماد حمید الدین بھٹی کے ایما پر سروسز ہسپتال لاہور میں داخل کرایا گیا باوجود اس کے کہ آپ پر مرض کا حملہ شدید تھا لیکن آپ کی وجاہت و ہمت کہ آپ اپنے قدموں سے چل کر ہسپتال گئے جہاں آپ تقریباً دس بارہ دن زیر علاج رہے۔ ۲۱ جولائی کو آپ پر استغراق طاری ہوا۔ آپ کے سینے اور سر مبارک میں ذکر اللہ کی ضرب قریب بیٹھنے والوں کو بھی محسوس ہوتی تھی۔

حضرت امیر العصرؒ کا وصال ۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء بروز جمعتہ المبارک ہوا۔ اس وقت فجر کے آثار تھے اور موذن آذان دے رہا تھا اور آپ حالت جذب و استغراق میں تھے۔ معاً آپ نے آنکھیں کھولیں اور حضرت صاحبزادہ شبیر احمد عباسی قادری مد ظلہ العالی کو آواز دی، محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کچھ پڑھ رہے ہیں ماحول میں ایک عجیب سکوت تھا اور درود و سلام کی ہلکی ہلکی آوازیں گونج رہی تھیں اس کے ساتھ ہی ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوئی اسی اثناء میں آپ محبوب حقیقی کی طرف پرواز کر گئے۔ آپ کے جسد محترم کو ایمبولنس میں رکھا گیا اور گوجرانوالہ کی طرف سفر شروع ہوا۔ جب حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ اقدس کے قریب پہنچے تو بادل گھر آئے اور طوفانی بارش شروع ہوئی۔ جب آپ کے جسد خاکی کو گوجرانوالہ گھر لایا گیا تو بارش تھم گئی۔ اہل عقیدت کا ایک

کثیر انبوہ تھا جو اُمڈا چلا آتا تھا۔ غسل کے دوران آپ کے دل اور سر اقدس میں ذکر اللہ اللہ جاری تھا جس کے مشاہدہ سے اہل طریق آبدیدہ ہو گئے کہ آپ کی یاد حق بوقت غسل آخر بھی دائم قائم ہے۔ غسل کے بعد آپ کے جسد ذی اکرام کو درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ میں لایا گیا۔ آپ کے چہرے کے نور اور حسن و جمال کو جو بھی دیکھتا سبحان اللہ کہتا ایسا معلوم ہوتا گویا آپ متبسم سو رہے ہیں۔ آپ کے دیدار آخر کرنے والوں کے قلب و روح میں ایک عجیب نورانیت پھیل رہی تھی۔ بے شمار لوگ کلمہ شہادت درود و سلام اور السلام علیک یا ولی اللہ پکار رہے تھے۔ ہزاروں آنکھیں اشکبار تھیں۔ اس موقع پر ایک عیسائی خاتون نے آپ کا دیدار کیا تو اس کے قلب و روح میں ایسی ہلچل مچی کہ کلمہ شہادت اس کے لبوں پر آگیا اور وہ اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ آپ کی تربت آپ کے والدین شریفینؒ کے پہلو میں تیار کی گئی۔

نماز جنازہ و تدفین حضرت امیر العصرؒ کی نماز جنازہ عالم باعمل صوفی صادق حضرت میاں محمد شریف صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی اور بے شمار لوگوں نے اس نماز جنازہ میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جب حضرت امیر العصرؒ کے جسد منورہ کو لحد میں اتارنے کا وقت آیا تو دائیں بائیں کوئی جگہ نہ تھی جہاں آپ کی چارپائی کو رکھ کر قبر اقدس میں رکھا جاتا چنانچہ مجبوراً آپ کی چارپائی کو آپ کی والدہ ماجدہؒ کی تربت پر رکھا گیا تو اسی لمحے حاضرین نے دیکھا کہ آپ کا سر دائیں بائیں جنبش کر رہا تھا گویا آپ زبان حال سے فرما رہے تھے کہ "تمام عمر میں نے اپنی والدہ کی طرف کمر نہیں کی اور آج تم ان کی قبر پر میری چارپائی رکھ رہے ہو" چنانچہ احباب طریقت نے فوراً" آپ کی چارپائی کو وہاں سے اٹھا لیا اور عشاء کے وقت آپ کے جسد اقدس کو لحد میں رکھا گیا اور تدفین کی جملہ رسوم و دعا کو عمل میں لایا گیا۔

حضرت امیر العصرؒ کے وصال کے ساتھ ایک ایسا درخشندہ دور تکمیل یاب ہوا جس کی یادیں برس ہا برس تک اہل علم و عرفاں کے قلوب سے محو نہ ہوں گی۔ آپ کے وصال پر پاکستان اور پاکستان سے باہر سے بھی بے شمار مشائخ، فقراء، درویش اور حضرات اہل علم و حکمت نے آپؒ کی عظمت شخصیت کا اعتراف کیا اور آپ کی سیرت کو اسلاف قادریہ کا احسن جلوہ نورانی قرار دیا۔ ہر زبان پر آپ کی خوارق و کرامات کا تذکرہ تھا۔ شناسا و غیر شناسا ہر قسم کے لوگ آپ کی کرامات بیان کر رہے تھے۔ آپ کی سیرت کا یہ اعجاز تھا کہ آپ سے ملنے والا ہر شخص یہ گمان کرتا تھا کہ آپ جیسی شفقت اور محبت اس سے فرماتے ہیں کسی اور کو نصیب کہاں ہو گی۔ آپ رحمت خداوندی کا ایک ایسا نشان تھے کہ سراپا سخاوت گرانمایہ تھے۔ آپ کے وصال پر آہ و فریاد کرنے والوں کی بھی کمی نہ تھی کیونکہ ایک ایسا مرد سخی دنیا سے رخصت ہوا تھا جس کا نعم البدل کسی کو نظر نہیں آ سکتا تھا متعدد شعراء نے آپ کے وصال پر ہدیہ عقیدت رقم کیا اور بے شمار علماء نے بہ ذریعہ تقریر آپ کے

مناقب و فضائل بیان فرمائے ہیں۔ حافظ محمد اسحاق چشتی قادری نے قطعہ تاریخ وصال میں کیا خوب ارشاد کیا کہ ۔

سراپا نورِ حق سر چشمۂ توحیدِ ایمانی
مجسم آیۂ رحمت مکمل روحِ قرآنی
امیر العصر ماہ و آفتابِ علم و عرفانی
سخی آقا بشیرِ قادریؒ ہیں قطبِ حقانی
یہ ہے وہ مردِ مومن جو بدل دیتا ہے تقدیریں
کہ اس کی ہر نظر ہے مظہرِ تائید ربانی
حصارِ دینِ احمدؐ بھی انہی کا آستانہ ہے
ہے جس در کی بدولت سارے عالم کی نگہبانی
کہو حافظ ہوا "غریقِ دریائے محبت" ہے
"وہ کامل شہبازِ لامکانی مردِ لاثانی"

حضرت امیر العصرؒ نے بہ اذن الٰہی اور بہ قبولیت شہنشاہ مدینہؐ بعد از وصال اپنے عقیدت مندوں کی بہ نفس نفیس دلجوئی فرمائی۔ آپ کو بعد از وصال عالم بیداری و خواب میں دیکھنے والوں میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے بے شمار احباب شامل ہیں۔ اس کے باوجود کہ آپ کی نگاہ کرم فرما بعد از وصال بھی اپنے عقیدت مندوں کی پیشوائی فرماتی ہے اور آپ کا فیضان طریق مہ وسال کی گردش سے بے نیاز رواں دواں ہے لیکن آپ کی حیات ظاہریہ میں آپ کی نوازشات کو یاد کرنے والے اس دور کی کرم فرمائیوں کو کبھی بھلا نہیں سکتے گویا زمین آسمان ایک ہی نغمہ بکھیر رہے ہیں کہ وقت گزر جاتا ہے والعصر نہیں بدلے گا کیونکہ والعصر تمام گذشتہ و موجودہ و آئندہ وقتوں کے لئے شیرازہ ہے جس میں تمام زمانے جمع ہو جاتے ہیں اگر وقت گریزاں کی طرف رجوع کیا جائے تو یہی صدا دل سے ابھرتی ہے کہ ۔

ابوالعالی ابوالکمال گذشت عاشقاں را مقالِ حال گذشت
شاہ محمد بشیر عباسیؒ ملکِ پنجاب را جمال گذشت
اشکِ خونیں چکید ارضِ وطن حُسنِ احسان را جلال گذشت
گوجراں والا تختِ فیضِ کریم عشق را ہمتِ بلال گذشت
شہرِ لاہور شد نیازِ سپاس پیرِ حق مردِ بے مثال گذشت
مرکزِ مہر و ماہ مرقدِ او آہ صد آہ خوش خصال گذشت

گفت کُندنَ بہ گریہ سامانی حسرتا عشقِ ذوالجلال گذشت

قطعہ تاریخ وصال حضرت امیر العصرؒ

حضرت امیر العصرؒ در عالم شہِ شہاں
فیضانِ او محیطِ دلِ جملہ مرشداں
آں گفت از حریم لحد خود مقامِ عشق
"حق عاشقِ رسولِؐ خدا ہستم" اے جواں

۱۹۸۵ء

قطعہ ثانی تاریخ وصال حضرت امیر العصرؒ

آں خواجہ حق نما بود عشقِ مصطفیٰؐ بود
حقیقت معرفت راز وصالِ کبریاء بود
در عالم بے مثال آں مقدس پیشواء بود
محبت در قبائے کرامت منتہا بود
در انبوہِ فقیراں "کہ شاہِ اغنیاء بود"

۱۴۰۵ھ

تذکرۂ اولیائے قادریہ

حضرت امیر العصرؒ کے خلفاء و مریدین

امیر العصر حضرت خواجہ محمدؒ بشیر عباسی قادری نور اللہ مرقدہ نے اپنے دور سجادگی میں حضرت مخدوم العصرؒ کے آئین طریق کو ہر طرح زندہ رکھا اور حضرت مخدوم العصرؒ کی طرح طریقت قادریہ کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔ نوازشات روحانیہ کا یہ عالم تھا کہ جو بھی شخص آپ کی بارگاہ اقدس میں شرف حضوری حاصل کرتا آپ کی نگاہ کریمانہ سے محروم نہ رہتا۔ بے شمار لوگ جو دیگر سلاسل سے تعلق رکھتے تھے آپ سے تربیت روحانیہ کے طلبگار ہوتے تھے اور انعامات روحانیہ سے فیض یاب ہوتے تھے۔

حضرت امیر العصرؒ کبھی کثرت مریداں کے شائق نہ ہوئے اور شان قلندرانہ کے ساتھ محویت حق کے گلستان میں سرو قد کی طرح فقید المثال نظر آئے چنانچہ آپ نے اپنے مریدوں اور طالبوں میں ذکر اللہ کے علاوہ کوئی ذوق نہ چھوڑا اور یہ امر واضح الفاظ کے ساتھ عیاں کر دیا کہ آپ کی بارگاہ میں ذاکرین و شاغلین حق ہی کی توقیر ہے۔ حضرت امیر العصرؒ کے مریدوں میں معاشرے کے ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں ان احباب طریقت میں بعض کو منصب خلافت اور بعض کو مقامات منفرد عطا ہوئے ہیں اور بفضل خدا ان کے ذوق و شوق میں ہر لحظہ ارتقاء جاری رہا ہے اور حضور پیر طریقتؒ کے تذکار جاں افروز اور فیضان ابدی سے خوش دل و حق شناس ہیں۔

حضرت امیر العصرؒ کے مریدین میں قابل ذکر مریدان سعادت نشان کا تذکرہ کیا جائے گا۔

امیر العصرؒ کے اہلِ ارادت خوب سے ہیں خوب
جو نگہِ پیرؒ میں منظور وہ عالم میں ہیں محبوب
بیاں کیا شان ہو ان کے مریدوں کی زمانے سے
جو درگاہ شہنشاہِ ولایت سے ہوئے منسوب

حضرت صاحبزادہ شبیر احمد کمالؔ عباسی قادری مدظلہ العالی

نور چشم اولیاء، شیر بیشہ صبر و رضا، منبع طریق حکماء نخل گلستان قادریہ، حرمت ارباب حنفیہ، از زمرہ غلامان مصطفیٰؐ، روح روان محبان مرتضیٰ، محبوب صوفیاء و الفقراء نقیب العصر حضرت صاحبزادہ شبیر احمد عباسی قادری دائم برکاتہم العالیہ حضرت امیر العصرؒ کے خانہ ضوفشاں میں ۲ جون ۱۹۶۳ء بروز اتوار پیدا ہوئے۔ آپ حضرت امیر العصرؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی پیدائش پر ہی حضرت امیر العصرؒ نے آپ کی جانشینی کا اعلان فرما دیا۔ آپ کو اپنے والد ماجدؒ کی توجہ خاص کے ساتھ ساتھ حضور رابعہ ثانی رحمتہ کی خصوصی محبت، شفقت، تربیت اور دعائیں چودہ برس تک نصیب رہیں۔ آپ نے گوجرانوالہ ہی میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا اور ایف۔ ایس سی کرنے کے بعد حضرت امیر العصرؒ کے حکم سے ۱۹۸۱ء سے آپ کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر رہے اور تعلیمات صوفیاء سے بہرہ اندوز ہوئے۔

۱۹۸۳ء میں حضرت امیر العصرؒ نے احباب خانوادہ اور اصحاب سلسلہ کی موجودگی میں آپ کی جانشینی کا اعلان فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم کو دوبارہ جاری رکھنے کا اذن ارشاد فرماتے ہوئے ہومیوپیتھک کی تعلیم حاصل کرنے پر پسندیدگی ظاہر فرمائی چنانچہ آپ نے ہومیو میڈیسن میں گریجوایشن لندن سے کی۔

آپ کا خاندانی نام صاحبزادہ شبیر احمد عباسی، تاریخی نام "کمال ارمغاں" اور شاعرانہ تخلص کمال ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ کے لئے آپ کی علمی و ادبی خدمات حد شمار سے باہر ہیں اور انفرادی ذوق سخن نہایت شائستہ رکھتے ہیں۔ کئی ایک مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت مخدوم العصرؒ کے عارفانہ کلام کی اشاعت، مزارات سلسلہ عالیہ قادریہ کی تعمیرات اور درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ پر آپ کی عنایات آپ کے گراں قدر اوصاف ہیں۔ حضرت امیر العصرؒ کے وصال کے بعد ۳۱ اگست ۱۹۸۵ء بموقعہ چہلم سلسلہ عالیہ قادریہ کے جید علماء و صوفیاء و مشائخ نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور آپ مسند درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ تقریبات اعراس حسب روایت منعقد فرماتے ہیں اور اسلاف کی تعلیمات و اخلاق عالیہ کے فروغ میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔

فروغِ تجلّی مجسم محبت کمالِ سخاوت بڑا پُراثر ہے
تصوف کی حکمت عبادت کی شوکت ہراک حال میں پیرِ حق معتبر ہے
تبسم بہاراں جمالِ فروزاں نصیحت بداماں ہے عادت سخی کی
دوامِ حکومت وقارِ مروت سراپا بشارت شہِ کاشغر ہے
یہ مشرق یہ مغرب شمال و جنوب اب اسی کے لئے کر رہے ہیں دعائیں
وہ نورِ نگاہِ ولایت بصر ہے وہ شہ غوثِ اعظمؒ کا فیضِ نظر ہے
وہ ہے گنج بخش عالمینؒ کا تونگر کہ شہ میرؒ کے باغ میں گل کھلا ہے
کہ جس کی نظر میں دلِ بے خطر میں خدائے محبت کا نورِ سحر ہے
وہ دربانِ فخر سخاءؒ و حکم کا وہ غوثِ زماںؒ کی دعاؤں سے پیدا
ہیں سلطان العصرؒ انکے منصب پہ شاہد کہ جنکی جلالت کی سبکو خبر ہے
نہیں دوست دشمن کی تفریق اس میں سبھی پہ ہے اسکی مدارت کا سایہ
وہ مخدومِ عالمؒ کی آنکھوں کا تارا امیرِ زمانہؒ کا دل ہے جگر ہے

حضرت حامد جاوید اصغر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نونہال میثاق الست، واقف اسرار بود و ہست، عاشق ساقی کوثر، نخل خیابان اویسؒ، حجت اہل وصال، مظہر عشق بلالؓ، جمیع القلب، صادق الاحوال، صاحب کشف و کرامات، مرشد جوانان جواں ہمت، تارک جملہ علائق، سرچشمہ نور حقائق، شہید لقائے کبریاء، محو تجلیات محامد محمدؐ حضرت حامد جاوید اصغر عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ حضرت امیر العصرؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ ابتدائے عمر ہی سے والدین مکرمین کے انتہائی اطاعت گزار، شائق ذکر و فکر اور عبادات کی طرف متوجہ تھے۔ آپ نے عنفوان شباب تک آتے آتے جملہ منازل سلوک کو طے فرمایا اور ہمہ وقت حضور حق میں متوجہ رہتے تھے۔ انتہائی کم گو، کم خور اور کم آمیز تھے۔

دنیا جس قدر آپ کی نظروں میں حقیر تھی اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اوج اذکار کے باعث آپ کا جسم اطہر حدت میں رہتا تھا۔ جب حضرت مولانا غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اور ان کی لحد تیار کی گئی تو آپ اس میں لیٹ گئے اور دیر تک متبسم ہونٹوں کے ساتھ آنکھیں بند کئے لیٹے رہے۔ ہر چند احباب نے آپ کو باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن آپ باہر نہ آتے تھے آخر کار آپ کے والد ماجد حضرت امیر العصرؒ نے آپ کو باہر نکالا اور گھر جانے کا حکم دے دیا۔ آپ گھر آئے اور بستر پر لیٹ گئے جیسے ہی حضرت امیر العصرؒ تدفین سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو ایک نظر والد مشفق کی طرف دیکھا اور وصال فرما گئے۔ یہ آپ کا ادعائے سبقت تھا کہ عشاق کبریاء کسی ولی اللہ کے وصال پر اسی طرح رشک کرتے ہیں جس طرح دنیا والے احباب کی شادی بیاہ پر رشک کرتے

ہیں۔ آپ کا مزار اقدس حضرت غوث العصرؒ کے روضہ اقدس کے احاطے میں بجانب مغرب واقع ہے۔ آپ کا سنہ وصال ۱۹۵۷ء ہے۔

قطعہ تاریخ وصال:

شوقِ دیدارِ محمدؐ جوششِ طور است
نعمتِ وصلِ خدائے عشق معمور است
در خلائق خوب ذوق و شوق مشہور است
"حضرتِ جاوید حامد مصحفِ نور" است

۱۹۵۷ء

حضرت حامد جاوید اصغر عباسیؒ کے وصال پر درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے وابستگان کو انتہائی صدمہ پہنچا کیونکہ آپ کی کرامات کا شہرہ دور دور تک تھا۔ باوجود اس کے کہ آپ مست و مجذوب نہ تھے لیکن فنائے ذات کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان سے نکلتا تقدیرِ الٰہی بن کر پورا ہوتا تھا اور ایک زمانہ آپ کی دعاؤں کا طلبگار رہتا تھا۔

حضرت جاوید حامدؒ عاشق خیرؐ الورا درؒ وجود او سرایت کرد نور کبریا
در نگاہ عشق او پرکاہ ایں دنیا تمام محو کرد اندر وفا طور تجلی مرحبا
از غرور عشق سبقت کرد بہر وصل حق آں فقید المثل بے مانند در بزم وفا
مرقدش مزدلفہ ثانی بہ نقش جراتش آسماں بوسہ کناں در صورت موج صبا
کندن لاہور گوئید مدحت ابن ولی مظہر عشق اویسؒ آں جوشش قرب و رضا

حضرت صاحبزادہ احمد عالی اختر عباسی قادری مد ظلہ العالی از زمرہ مقبولان بارگاہ اولیاء" سرور خدام درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ، دلبند حضرت امیر العصرؒ حضرت صاحبزادہ احمد عالی اختر عباسی قادری دامت برکاتہم، بروز جمعرات مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۶ء کو حضرت امیر العصرؒ کے خانہ نور فشاں میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت امیر العصرؒ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی اور حضرت امیر العصرؒ کے ارشاد ہی سے کاروباری دنیا میں قدم رکھا اور برکات خاص سے مالا مال ہوئے۔

آپ حضرت امیر العصرؒ سے روحانی طور پر مشرف ہیں اور آپ کے اسباق و ارشادات کے انتہائی درجہ پابند ہیں۔ آپ کی اہل خانوادہ اور درگاہ معلیٰ کے حوالے سے خدمات ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔

شاہ احمد عالی اختر صاحبِ انعام ہست مہربانِ صوفیاء و دافعِ آلام ہست

آں کہ فرزندِ امیر العصرؒ شاہِ اغنیاء ‌ ‌ ‌ شرفِ بیعت یاب مثلِ مشعلِ انعام ہست
سرورِ خدامِ درگاہِ معلیٰ غوث العصرؒ ‌ ‌ ‌ باطن اش درِّ یگانہ ظاہرِ او عام ہست
من ندانم کیست حبِ اولیائے حق نہاد ‌ ‌ ‌ گفت پیرِ ما کہ عالی اخترِ اکرام ہست
گفت گُندنؔ در خمارِ عشق مدحِ شاہِ دل ‌ ‌ ‌ منبعِ نورِ محبت' مہوشِ احرام ہست

حضرت صاحبزادہ محمد منیر عباسی قادری مد ظلہٗ العالی

مقبول بارگاہ اولیاء اللہ' ظاہر افسرانہ باطن درویشانہ' زاہد یگانہ' نازش احباب تصوف' ماہر قانون' زبدہ دوستداری حق' متوکل علی اللہ' مرد بے ریا' لائق صد احترام و تعظیم' صاحب رضا و تسلیم' بے نظیر تمکین' بندہ قلب یقین' اہل ذوق اذکار' بے نیاز شہرت و تشہیر حضرت صاحبزادہ محمد منیر عباسی قادری دائم برکاتہم العالیہ حضرت امیر العصرؒ کے لاڈلے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۹۵۱ء میں موضع حضرت میانمیر صاحبؒ لاہور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک عارف ہائی سکول لاہور سے اور اعلیٰ تعلیم اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور سے حاصل کی۔ لاء کالج پنجاب یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔

قیام لاہور کے دوران حضرت اکبر لاہوریؒ کی شخصیت اور قانونی مہارت سے بہرہ مند ہوئے اور باقاعدہ قانونی تربیت کے لئے محترم رفیق احمد باجوہ صاحب کے چیمبر سے وابستہ ہوئے۔ بعد ازاں حضرت امیر العصرؒ کے حکم سے گوجرانوالہ میں مستقل طور پر وکالت کے پیشہ کو اپنایا اور اپنی راست گوئی' ایمانداری اور نیک نامی کے باعث دولت کم اور عزت زیادہ کمائی۔ ۱۹۸۱ء میں حضرت امیر العصرؒ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور احباب طریقت کے لئے اپنی سادگی اور بے ریائی کے باعث قابل تقلید قرار پائے۔

آپ گوجرانوالہ ضلعی بار کونسل کے بارہا عہدہ دار منتخب ہوئے۔ پہلے ینگ لائیرز کے صدر اور بعد ازاں ضلعی بار کونسل کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ اعراس کی تقاریب اور دیگر علمی و ادبی تقاریب کے انعقاد میں آپ کی خدمات قابل صد ستائش و تحسین ہیں۔ مجھ راقم الحروف ہیچ مقدار پر آپ کا یہ احسان قابل تذکرہ ہے کہ مجھے آپ ہی کی سفارش سے حضرت امیر العصرؒ نے بیعت میں قبول و منظور فرما کر انسان بنا دیا۔ آپ کا حلقہ احباب نہایت وسیع ہے لیکن آپ کی انفرادیت پر کثرت دوستاں کا کوئی اثر نہیں۔

شہ منیر عباسی محبوبِ جہاں ‌ ‌ ‌ جانِ واحد در ہجومِ دوستاں
سادہ و آزادۂ جاں خوش خصال ‌ ‌ ‌ پاک طینت از وقارِ مرشداںؒ
شہ امیر العصرؒ کے ہیں لاڈلے ‌ ‌ ‌ سامنے ان کے نہیں کھلتی زباں
ہے جبینِ بے ریا حرمِ یقین ‌ ‌ ‌ مقصدِ ہستی ہے سینے میں نہاں

ہیں۔ آپ کا مزار اقدس حضرت غوث العصرؒ کے روضہ اقدس کے احاطے میں بجانب مغرب واقع ہے۔ آپ کا سنہ وصال ۱۹۵۷ء ہے۔

قطعہ تاریخ وصال:

شوقِ دیدارِ محمدؐ جوششِ طور است
نعمتِ وصلِ خدائے عشق معمور است
در خلائق خوب ذوق و شوق مشہور است
"حضرتِ جاوید حامد مصحفِ نور" است

۱۹۵۷ء

حضرت حامد جاوید اصغر عباسیؒ کے وصال پر درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ کے وابستگان کو انتہائی صدمہ پہنچا کیونکہ آپ کی کرامات کا شہرہ دور دور تک تھا۔ باوجود اس کے کہ آپ مست و مجذوب نہ تھے لیکن فنائے ذات کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان سے نکلتا تقدیر الٰہی بن کر پورا ہوتا تھا اور ایک زمانہ آپ کی دعاؤں کا طلبگار رہتا تھا۔

حضرت جاوید حامدؒ عاشق خیر الورا — درؔ وجود او سرایت کرد نور کبریا
در نگاہ عشق او ہر کاہ ایں دنیا تمام — محو کرد اندر وفا طور تجلی مرحبا
از غرور عشق سبقت کرد بہر وصل حق — آں فقید المثل بے مانند در بزم وفا
مرقدش مزدلفہ ثانی بہ نقش جراتش — آسماں بوسہ کناں در صورت موج صبا
کندن لاہور گوئید مدحت ابن ولی — مظہر عشق اویسؒ آں جوشش قرب و رضا

حضرت صاحبزادہ احمد عالی اختر عباسی قادری مدظلہ العالی از زمرہ مقبولان بارگاہ اولیاء"، سرور خدام درگاہ معلیٰ حضرت غوث العصرؒ، دلبند حضرت امیر العصرؒ حضرت صاحبزادہ احمد عالی اختر عباسی قادری دامت برکاتہم، بروز جمعرات مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۶ء کو حضرت امیر العصرؒ کے خانہ نور فشاں میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت امیر العصرؒ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی اور حضرت امیر العصرؒ کے ارشاد ہی سے کاروباری دنیا میں قدم رکھا اور برکات خاص سے مالا مال ہوئے۔

آپ حضرت امیر العصرؒ سے روحانی طور پر مشرف ہیں اور آپ کے اسباق و ارشادات کے انتہائی درجہ پابند ہیں۔ آپ کی اہل خانوادہ اور درگاہ معلیٰ کے حوالے سے خدمات ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔

شاہ احمد عالی اختر صاحبِ انعام ہست — مہربانِ صوفیاء و دافعِ آلام ہست

آں کہ فرزندِ امیر العصرؒ شاہِ اغنیاء ‎ شرفِ بیعت یاب مثلِ مشعلِ انعام ہست
سرورِ خدامِ درگاہِ معلّیٰ غوث العصرؒ ‎ باطن اش دُرِّ یگانہ ظاہرِ او عام ہست
من ندانم کیست حبِ اولیائے حق نہاد ‎ گفت پیرِ ما کہ عالی اخترِ اکرام ہست
گفت گُندن در خمارِ عشق مدحِ شاہِ دل ‎ منبعٔ نورِ محبت، مہوشِ احرام ہست

حضرت صاحبزادہ محمد منیر عباسی قادری مد ظلہ العالی

مقبول بارگاہ اولیاء اللہ، ظاہر افسرانہ باطن درویشانہ، زاہد یگانہ، نازش احباب تصوف، ماہر قانون، زبدہ دوستداری حق، متوکل علی اللہ، مرد بے ریا، لائق صد احترام و تعظیم، صاحب رضا و تسلیم، بے نظیر تمکین، بندہ قلب یقین، اہل ذوق اذکار، بے نیاز شہرت و تشہیر حضرت صاحبزادہ محمد منیر عباسی قادری دائم برکا تہم العالیہ حضرت امیر العصرؒ کے لاڈلے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۹۵۱ء میں موضع حضرت میانمیر صاحبؒ لاہور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک عارف ہائی سکول لاہور سے اور اعلیٰ تعلیم اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور سے حاصل کی۔ لاء کالج پنجاب یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔

قیام لاہور کے دوران حضرت اکبر لاہوریؒ کی شخصیت اور قانونی مہارت سے بہرہ مند ہوئے اور باقاعدہ قانونی تربیت کے لئے محترم رفیق احمد باجواہ صاحب کے چیمبر سے وابستہ ہوئے۔ بعد ازاں حضرت امیر العصرؒ کے حکم سے گوجرانوالہ میں مستقل طور پر وکالت کے پیشہ کو اپنایا اور اپنی راست گوئی، ایمانداری اور نیک نامی کے باعث دولت کم اور عزت زیادہ کمائی۔ ۱۹۸۱ء میں حضرت امیر العصرؒ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور احباب طریقت کے لئے اپنی سادگی اور بے ریائی کے باعث قابل تقلید قرار پائے۔

آپ گوجرانوالہ ضلعی بار کونسل کے بارہا عہدہ دار منتخب ہوئے۔ پہلے ینگ لائیرز کے صدر اور بعد ازاں ضلعی بار کونسل کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ اعراس کی تقاریب اور دیگر علمی و ادبی تقاریب کے انعقاد میں آپ کی خدمات قابل صد ستائش و تحسین ہیں۔ مجھ راقم الحروف ہیچ مقدار پر آپ کا یہ احسان قابل تذکرہ ہے کہ مجھے آپ ہی کی سفارش سے حضرت امیر العصرؒ نے بیعت میں قبول و منظور فرما کر انسان بنا دیا۔ آپ کا حلقہ احباب نہایت وسیع ہے لیکن آپ کی انفرادیت پر کثرت دوستاں کا کوئی اثر نہیں۔

شہ منیر عباسی محبوبِ جہاں ‎ جانِ واحد در ہجومِ دوستاں
سادہ و آزادۂ جاں خوش خصال ‎ پاک طینت از وقارِ مرشداںؒ
شہ امیر العصرؒ کے ہیں لاڈلے ‎ سامنے ان کے نہیں کھلتی زباں
ہے جبینِ بے ریا حرمِ یقین ‎ مقصدِ ہستی ہے سینے میں نہاں

قدسیوں کے لب پہ مدحت آپکی   کُندنؔ لاہور کی جرات کہاں

حضرت ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قادری مد ظلہ العالی

مرشد اہل حقیقت، کلید علوم ظاہری و باطنی، زبدہ محققین، عمدہ صوفیاء، صاحب صادق الاحوال، خاور فلک شوق، ماہتاب کہکشان ذوق، غریق بحر محبت، میزان اخلاص و عقیدت حضرت ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قادری دائم برکاتہم العالیہ حضرت مخدوم العصرؒ کے پوتے ہیں۔ آپ کی ولادت خانہ منورہ حضرت نذیر حسین خاورؒ کے ہاں لاہور میں ہوئی۔ ابتدائے عمر ہی سے انتہائی ہونہار اور شوق تحصیل علوم جدیدہ و قدیمہ میں فرد تھے۔

آپ نے بی ایس سی پنجاب یونیورسٹی سے کی۔ آپ قواعد سلسلہ عالیہ قادریہ کے مطابق درگاہ قادریہ حضرت خواجہ بابو غلام سرور قادری لاہوری قدس اللہ اسرارہ کے جانشین قرار پائے۔ آپ حضرت قبلہ بابو جیؒ کے نواسہ محبوب بھی تھے لیکن اعلیٰ تعلیم کے شوق نے انگلستان پہنچا دیا جہاں آپ نے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ ایم ایس سی کی اور اپنے اساتذہ کرام کی خصوصی توجہ کا باعث رہے۔

بعدازاں آپ نے مائیکرو بیالوجی جینیٹکس میں پی ایچ ڈی کی ڈگری اعلیٰ تحقیقی خدمات کے ساتھ حاصل کی اور شعبہ تدریس کو اپنایا۔ آپ ایک عرصہ تک انگلستان، ترکی، یوگنڈہ، عراق، کویت اور بحرین کی یونیورسٹیوں میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد وطن عزیز پاکستان کی تعلیمی و سائنسی خدمت کی نیت سے وطن واپس تشریف لائے لیکن جیسا کہ یہاں رواج ہے کہ درمیانی اور ادنیٰ صلاحیت رکھنے والے کسی حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن اعلیٰ صلاحیت اور نابغہ علم و فن کی یہاں ہرگز قدر افزائی نہیں ہوتی۔ آپ لیلائے وطن کے ایک ایسے قیس خود افروز ہیں کہ تا حال وطن ہی میں مقیم ہیں۔

آپ ان دنوں ترکی میں تھے کہ آپ کو حضرت بابو جی غلام سرورؒ کی طرف سے بعالم خواب حضرت امیر العصرؒ کی بیعت کا ارشاد ہوا۔ حضرت امیر العصرؒ کی والدہ ماجدہ محترمہ بے جی حضورؒ کی سفارش سے حضرت امیر العصرؒ نے شرف بیعت سے شاد کام کیا اور قلیل مدت میں اعلیٰ روحانی تربیت فرما کر ان الفاظ میں اجازت بیعت عطا فرمائی کہ "اب لوگوں کو آپ میں سے بزرگوں کی خوشبو آتی ہے اس لئے جو رہنمائی کے لئے آئے اس کی رہنمائی فرمایا کریں" سلسلہ عالیہ قادریہ کے لئے آپ کی خدمات لائق صد افتخار ہیں۔

منبعؔ مہر و وفا محبوب عالم قادری   نازشِ صبر و رضا محبوب عالم قادری

نورِ جاں انکا ہوا ہے ذوقِ تحقیقِ جدید — رشکِ شہباز و ہما محبوب عالم قادری
ہے لبادہ آپ کا اخلاقِ اعلیٰ بےمثال — اہلِ دل کے بادشہ محبوب عالم قادری
جوشِ غفران خدا کے بحر کے پیراک ہیں — خوش خصال و بے ریا محبوب عالم قادری
شکوۂ ناقدریٔ دنیا نہ کُندن کیجئے — قلب و جاں کا حوصلہ محبوب عالم قادری

حضرت پیر سید سبط الحسن طارق شاہ بخاری قادری مد ظلہ العالی پیر طریقت، رہبر حقیقت، زبدہ کاملین، مصدر جود و سخاء حضرت پیر سید سبط الحسن طارق شاہ بخاری قادری دائم برکاتہم العالیہ یکم فروری ۱۹۵۰ء میں خانہ فقر و ولایت حضرت سید پیر رسول شاہ بخاری قادریؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں جیسروالا کے پرائمری سکول سے حاصل کی بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول ڈسکہ میں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے اور میٹرک کیا۔ آئی کام گورنمنٹ کالج سے اور پھر ہیلے کالج آف کامرس سے بی کام کی ڈگری حاصل کی۔ اپنے انفرادی ذوق و شوق کی وجہ سے ۱۹۹۲ء میں ایم۔ اے اسلامیات کیا۔ دینی و مذہبی مطالعہ قابل قدر اور بصیرت فقہ خداداد ہے۔ اس وقت واپڈا اسلام آباد میں اسسٹنٹ آڈٹ آفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ ۱۹۷۸ء میں درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ میں بغرض بیعت حاضر ہوئے اور حضرت امیر العصرؒ کے دست حق پرست پر مشرف بیعت ہوئے۔ آپ نہایت پاکیزہ اخلاق، صاحب خضوع و خشوع اور ادب پیر خانہ میں مثال ہیں۔ آپ اپنے والد ماجدؒ کی جگہ خانقاہ قادریہ حضرت شاہ زمان بخاری قادری جیسروالہ کے سجادہ نشین اور رہبر طریق ولایت ہیں۔ آپ کے مریدین و عقیدت مندوں کی خاصی تعداد ہے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے جس قدر بلند مقامات سے نوازا ہے اسی قدر آپ ورطہ عاجزی و انکساری میں رہتے ہیں۔ آپ حضرت امیر العصرؒ کے ان چیدہ خلفاء میں سے ہیں جو نہایت ہی منظور نظر اور مقبول بارگاہ ولایت تھے۔

پیر کامل سیدِ سبط الحسن شاہِ طریق — آپ کی نگہ کرم ہے بحرِ وحدت کا عمیق
مضطرب ہوتے ہیں آلامِ خلائق سے کہ ہیں — ہر دلِ طالب کے محسن ہر غمِ دل کے رفیق
صاحبِ سجادۂ شاہِ زماںؒ بحرِ سخاء — یادگارِ شہرۂ اخلاقِ اسلافِ عتیق
فخر ان کا ادبِ درگاہِ معلیٰ ثبت ہے — منبعٔ شانِ حقیقت مشعلِ جانِ خلیق
آبِ گوہر کے تقدس کی مثال آساں نہیں — ظاہر و باطن مصفا مثلِ سینۂ عقیق

حضرت میاں محمد سعید قادری مد ظلہ العالی مرد تارک شہرت و مدحت، درویش صاحب خوش خصال، پیر طریقت حضرت میاں محمد سعید صاحب قادری موضع کوٹ پیر و شاہ میں حضرت میاں نبی بخشؒ کے ہاں پیدا ہوئے اور ابتدائے عمر ہی سے کھیتی باڑی کے آبائی کام کو اختیار کیا۔

آپ نے حضرت امیر العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اور ذکر و فکر کی تعلیمات میں نہایت جاں فشاں ثابت ہوئے۔ آپ حضرت فخر انجیاءؒ کی اولاد اطہار میں سے ہیں۔ آپ اپنے والد ماجدؒ کے وصال کے بعد درگاہ معلیٰ قادریہ فخر انجیاء حضرت نحی احمد یار عباسی قادری کے سجادہ نشین ہوئے حضرت امیر العصرؒ سے بے حد محبت ہے۔ اکثر اوقات پیر طریقت کے تذکار آپ کی زبان گوہر فشاں پر رہتے ہیں۔

حضرتِ شاہِ سعیدِ باوفا صاحبِ سجادہ فخرالانجیاء
ہمتِ او فقر را شانِ جمل نعمتِ او عشقِ احمد مصطفیٰؐ
خلق او را دلگدازی دلبری شوقِ او قائم در آئینِ لقا
شہ بشیرؒ او را کند بیعت بجی سادہ و آزادہ تمثیلِ صبا
کندنِ لاہور گوئید مدحِ فقر شہرتش ہر دل عزیز اہلِ صفا

حضرت عاشق جیلانی صاحب قادری مدظلہ العالی

تارک علائق دنیا، صاحب تجرید و تفرید، ارمغان اسلاف، درویش یگانہ، پیر طریقت حضرت عاشق جیلانی صاحب قادری عالم صغر سنی میں حضرت مولانا غلام جیلانیؒ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ نوریہ گوجرانوالہ کے دامن ولایت سے وابستہ ہوئے اسی مناسبت سے عاشق جیلانیؒ کہلاتے ہیں۔ حضرت مولانا غلام جیلانیؒ نے بوقت وصال آپ کا ہاتھ حضرت امیر العصرؒ کے ہاتھ میں دے دیا چنانچہ حضرت امیر العصرؒ نے پیر صحبت کی حیثیت سے آپ کی اعلیٰ روحانی تربیت فرمائی۔ آپ حضرت امیر العصرؒ کے بارے میں فرمایا کرتے ہیں کہ "ہم نے مولانا غلام جیلانیؒ کے بعد اپنا سب کچھ آپؒ ہی کو سمجھا ہے"۔ آپ امور شریعت اور حقائق طریقت میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور اعراس کے موقع پر تہہ دل سے خدمات انجام دیتے ہیں۔
آپ درگاہ سید مبارک شاہ صاحبؒ گوجرانوالہ میں مقیم ہیں اور فرائض روحانیہ انجام دیتے ہیں۔

عاشقِ جیلانی کامل اولیا ظاہر و باطن جمالِ انجیاؒ
در شریعت تابعِ ام الکتاب در طریقت پیروِ کہف الوریٰؐ
در حقیقت موجۂ بحرِ شہود در حریمِ معرفت فرخ لقا
شارحِ فیضانِ درگاہِ جمالؒ در عمق سید مبارکؒ بادشہ
حق مریدِ شاہِ جیلانیؒ بجی شہ امیر العصرؒ کردد کیمیا

حضرت سید منور علی شاہ گیلانی قادری

مرد خوش خصال، صاحب ریاضت و مجاہدہ، پیر طریقت حضرت سید منور علی شاہ گیلانی قادری درگاہ معلیٰ قادریہ شہنشاہ فقر و ولایت حضرت میانمیر بالا پیر قادریؒ کے سجادہ نشینوں میں سے ہیں۔ آپ نے ایک عرصہ ملتان میں گزارا، نہایت متمول اور

خوشحال زندگی گزارتے تھے بعد ازاں عملیات کی طرف رجوع ہوئے تو جان و مال کی طرف تشویش میں مبتلا ہوئے۔ نہایت ہی قابل رحم حالت میں حضرت امیر العصرؒ کے دامان طریقت سے وابستہ ہوئے اور بیعت سے مشرف ہو کر منازل سلوک طے فرمانے لگے جس سے حالات میں کشائش کے آثار نمودار ہوئے۔ موجودہ دور میں راقم الحروف کے محلہ چاہ ہزارہ فتح گڑھ لاہور میں رہتے ہیں گاہے ملاقات ہوتی ہے۔ نہایت خلیق درویشانہ اور فراخ دل فقیرانہ مزاج رکھتے ہیں بہت سے لوگ آپ کی بیعت اور عقیدت سے وابستہ ہیں۔

حضرتِ سید منور شہ علیؒ را خاکسار ‌ ‌ حاذقِ مرضِ عداوت صلحِ کُل دارد شعار
نیک خو درحُسنِ صحبت درد مندِ عشق را ‌ ‌ حجتِ اہلِ عنایت صاحبِ قلبِ فگار
زیرِ پائے اولیاء اللہ بیند منزلت ‌ ‌ آں فقیرِ درگہِ شہ میرؒ مثلِ جاں نثار
رونقِ بزمِ سعادت آں وجودِ محترم ‌ ‌ از برائے قادریّت مشعلِ نورِ وقار
بیعتِ حضرتؒ امیر العصرؒ کردد خوشحال ‌ ‌ جان و دل بخشند نوری عاشقِ پروردگار
کُندنؔ لاہور گوید مدحتِ ابنِ ولی ‌ ‌ در گلستانِ محبت نازشِ فصلِ بہار

حضرت سید غضنفر علی شاہ گیلانی قادری صاحب جستجوئے حق، مرد حق مقال و بے ریا، درویش یگانہ، پیر طریقت حضرت سید غضنفر علی شاہ گیلانی قادری زمرہ سجادگان درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت میانمیر بالاپیرؒ میں سے ہیں۔ آپ نے عالم شباب میں ہی حضرت امیر العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اور ذوق و شوق خدا داد ہے۔ انتہائی تحقیقی مزاج رکھتے ہیں مختلف سلاسل کے اعمال و طریق کے بارے میں جس قدر باخبر اور ناقد ہیں ایسے لوگ نہایت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ نہایت ملنسار، سخی مزاج، باہمت اور بردباد شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ مستقل طور پر موضع حضرت میانمیر صاحب میں رہتے ہیں اور اہل علاقہ کی نگاہ میں آپ کی عزت و منزلت بہت ہے۔ سلوک و معرفت میں عاشقانہ ترنگ اور اقوال میں رندانہ اسلوب نہایت ہی دلنشین ہے البتہ غیر شرعی افعال و عقائد سے ہر طرح سے محفوظ و مامون ہیں۔

حضرتِ سید غضنفر شہ علیؒ را حق غلام ‌ ‌ در کفِ او را حمائل شد سخاوت مثلِ جام
سرفروش و متقی و زاہدِ سرمستِ عشق ‌ ‌ میکدۂ نورِ عشقِ مصطفیؐ او را مقام
در دلِ آں شیرِ بیشہ گم شود دنیا و دین ‌ ‌ بنیم عکسِ ذوالکرم در چشمِ بینائے صیام
در جہانِ صوفیاء آں زندہ دل مثلِ عقاب ‌ ‌ مرکزِ تحسینِ فقر آئینۂ لطفِ قیام
بیعتِ خواجہ بشیرؒ او را کند قرآنِ عشق ‌ ‌ معتمد در بزمِ رنداں عاقلِ شہر الانعام
گفت کُندنؔ در خمار ایں مدحتِ صاحب جمال ‌ ‌ بندۂ پروردگار و عاشقِ خیر الانامؐ

حضرت میاں عبدالکریم قادری رحمتہ اللہ علیہ رہبر شریعت، جویائے حقیقت، پیر طریقت حضرت میاں عبدالکریم قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں جلال الدین صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ حضرت میاں جلال الدین صاحبؒ نے اپنے وصال سے قبل آپ کو حضرت امیر العصرؒ کے سپرد فرمایا تھا چنانچہ حضرت امیر العصرؒ نے آپ کی روحانی تعلیم و تربیت کے بعد آپ کو آستانہ عالیہ قادریہ بھانو پنڈی پر سجادہ نشین کی حیثیت سے جلوہ افروز فرمایا۔ آپ کا حلقہ ارادت گوجرانوالہ اور فیصل آباد میں ہے۔ آپ کا وصال ۱۱ جولائی ۱۹۹۴ء بمطابق ۱۳ محرم الحرام ہوا اور درگاہ عالیہ قادریہ کے قرب میں مدفون ہوئے۔ قطع تاریخ وصال بلحاظ سنہ عیسوی درج ذیل ہے:-

فقرِ حق، درویشِ کامل، عارفِ ربُ الصمد	فیضِ او جاری و ساری از برائے نیک و بد
بے ریا و صلح کوش و انتہائے صدقِ دل	"حضرتِ عبدالکریمِ قادریؒ حق بود"

۱۹۹۴ء

حضرت میاں عنایت اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ رہبر شریعت، پیر طریقت، غریق معرفت حضرت میاں عنایت اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ خانوادہ حضرت میاں خداداد بھٹی کالو چیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت امیر العصرؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اور ذکر و فکر کی تعلیم کے بعد خرقہ خلافت پایا اور آستانہ عالیہ قادریہ کالو چیمہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نے پچاس برس کے قریب عمر پائی۔ آپ کا حلقہ ارادت خاصہ وسیع ہے۔ آپ وصال کے بعد درگاہ قادریہ کالو چیمہ میں مدفون ہوئے۔

شہ عنایتُ اللہؒ درویشِ خدا	در منازل شاہبازِ اولیا
منبرِ عشقِ الٰہ را حق خطیب	نطقِ او بر دوشِ تسنیم و صبا
در حقائق رندِ میخانہ شعار	خوش خصال و دلنواز و باوفا
حکمتِ او شرحِ قلبِ نور نور	سطوتش عرفانِ شانِ مصطفیٰؐ
آں مریدِ حضرتِ شاہِ بشیرؒ	در جہانِ فقر شمعِ مرتضیٰؓ

حضرت میاں ثناء اللہ صاحب قادری مدظلہ العالی رہبر شریعت، پیر طریقت، جویائے حقیقت و معرفت حضرت میاں ثناء اللہ قادری، میاں عنایت اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ بھی حضرت امیر العصرؒ سے شرف بیعت و خرقہ خلافت رکھتے ہیں، پیشہ زمینداری ہے۔ آپ اپنے بڑے بھائی کے وصال کے بعد درگاہ عالیہ قادریہ کالو چیمہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ نہایت حلیم الطبع اور عقیدت پیر خانہ میں فرد ہیں۔ اگر کوئی آپ کے پاس بغرض بیعت آئے

تو اسے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصرؒ کی جانب بھیج دیتے ہیں۔ پنجابی میں شعر کا بھی شوق رکھتے ہیں، بقید حیات ہیں اور موضع کالو چیمہ میں ہی مستقل سکونت رکھتے ہیں۔

شہ ثناء اللہ فقیرِ بے ریا آں سعادت مند در بزمِ سخا
زہد و تقویٰ مسندِ دل ریش ہست مردِ کامل مہبطِ صبر و رضا
صاحبِ سجادہؒ درگاہِ فقر کم نما و جوششِ جود و عطا
ہمتش اعلیٰ بخدمت شہ بشیرؒ آں سپہ سالارِ جیشِ اولیا
کربلائے عشق را حق جنگجو مہربان و پاسبان اہلِ حیا

حضرت محمد علیم کھوکھر قادری مد ظلہ العالی

از زمرہ محبان اولیائے قادریہ، صاحب علم و ایقان، یکے از اہل اخلاص حضرت محمد علیم کھوکھر قادری، آپ موضع دھلے گوجرانوالہ میں حضرت مولانا مولوی محمد غنی قادریؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ بی اے۔ ایل ایل بی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈسٹرکٹ کورٹس گوجرانوالہ میں وکالت کا آغاز کیا۔ مذہبی رجحان ورثہ میں ملا اور حضرت امیر العصرؒ سے مشرف بیعت و فیض ہوئے۔ حضرت مولانا مولوی محمد غنی قادریؒ کے وصال کے بعد حضرت امیر العصرؒ نے آپ کو ان کے جد امجد حضرت میاں فیض بخش قادریؒ (خلیفہ حضرت غوث العصرؒ) کی درگاہ پر بحیثیت صاحب سجادہ مقرر فرمایا اور دستار بندی کی۔ آپ حسب روایت سلسلہ عالیہ قادریہ کے معمولات کو بہ احسن ادا فرماتے ہیں۔ طبعاً نہایت خوش خلق، حلیم طبع اور درویش صفت شخصیت ہیں۔

متفرق مریدان سعادت نشان

جناب محمد رشید ہاشمی عاصی قادریؒ، جناب مولانا محمد شریف شاکر قادری (خطیب مسجد درگاہ معلیٰ گوجرانوالہ)، جناب علامہ رستم علی فاروقی قادری (ڈسکہ) جناب ملک محمد ریاض قادری (لاہور) جناب عبدالرشید کھوکھر قادری (ڈسکہ) جناب پروفیسر رحمت اللہ اعتماد قادری (میرپور آزاد کشمیر) جناب ملک محمد یونس قادری (سیالکوٹ)، جناب چودھری محمد حسین (جیسر والا) جناب محمد ایوب زرگر قادری (لاہور)، جناب ظفر اللہ خان لودھی قادری (سیالکوٹ)، جناب محمد شریف قادری (بھانو پنڈی)، جناب محمد شفیق قادری (گوجرانوالہ)، جناب محمد ارشد سلیم قادری (چنوں موم) جناب محمد قمر قادری (گوہد پور)، جناب حاجی محمد سرور قادری (داد والی)، جناب محمد ادریس قادری، جناب ماسٹر محمد بوٹا قادری (چک گلاں)، جناب محمد رمضان بٹ قادری (گوجرانوالہ) جناب مولوی محمد لطیف قادری (گوجرانوالہ) جناب مولوی مبارک علی قادری (جودھ پور) جناب محمد اقبال بدھروی (سیالکوٹ) جناب مولوی محمد لطیف قادری، جناب مولوی محمد شریف قادری (اسلام نگر سیالکوٹ)، جناب محمد اکبر قادری (بڑانوالی) جناب ماسٹر غلام رسول قادری (بجوال)، جناب محمد اسلم قادری

جناب عبدالرشید بدھروی قادری مرحوم (سیالکوٹ) جناب ملک محمد یعقوب قادری مرحوم (سیالکوٹ) جناب محمد اعظم خان لودھی (سیالکوٹ) جناب پیر محمد اشرف قادری (یو۔ اے۔ ای) جناب میاں محمد اشرف قادری (یو۔ اے۔ ای) جناب محمد صدیق کھوکھر (گوجرانوالہ) جناب ش۔ م۔ قادری (کینڈا)' جناب محمد بشیر کھوکھر (سعودی عرب)

شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ

لاکھ ہا حمد و ثنا ربِّ العُلیٰ کے واسطے
نعت احمدؐ مُصطفیٰؐ و مُجتبیٰ کے واسطے

آلؓ و اصحابؓ نبیؐ پر صد دُرود و صد سلام
اور اہلِ بیتؓ و آلِ اصفیاؒ کے واسطے

یا الٰہی بندۂ مسکیں گدا بے کس غریب
مُلتجی دَر پر کھڑا ہے التجاء کے واسطے

سر پہ ہے انبارِ عصیاں دِل میں گمراہی کا داغ
مجھ پہ رحمت کیجئے آپ مصطفیٰؐ کے واسطے

غیر کی اُلفت کو یاربّ دور کر دے قلب سے
سیّدِ عرب و عجم شمسُ الضحیٰؐ کے واسطے

نیک کاموں کی مجھے توفیق یاربّ کر عطا
خواجۂ یثرب امامُ الانبیاؐ کے واسطے

ہو نہ رُسوائی خدایا روزِ محشر میں میری
نُورِ وحدت شافعِ روزِ جزا کے واسطے

ہو الٰہی جنت الفردوس میں میرا مقام
والیِ فردوس شاہِ مُکتفیٰؐ کے واسطے

چشمۂ کوثر سے میری دُور ہو جائے پیاس
ساقیِ کوثر امامِ دوسرا کے واسطے

یا الٰہی میں ہوا ہوں بحرِ عصیاں میں غریق
دستگیری ہو میری خیرُ الوریٰؐ کے واسطے

راہ سیدھی کی ہدایت کر مجھے ربِّ کریم
انبیاء و اولیاءؒ واتقیاؒ کے واسطے

منزلِ رُشد و ہدائت میں ہو میرا راہبر
چار یارِ مخزنِ رُشد و ہُدا کے واسطے

ہو صداقت اے خُدا میری زباں پر تاحشر
حضرتِ صدّیقؓ شیخُ الاصفیاء کے واسطے

تیغ لا سے قطع کر دے سب میرے اعدائے جان
حضرتِ فارُوقؓ راسُ الاتقیاء کے واسطے

شرم رکھ دونوں جہاں میں تو میری اے ذوالمنن
شاہِ عثمانؓ منبعِ حِلم و حیا کے واسطے

مشکلیں تو دُور کر دے دِین و دُنیا کی تمام
شمس عرفاں شہ علیؓ مشکل کشا کے واسطے

یا الٰہی دے بصیرت تا کہ پاؤں راہِ راست
خواجۂ بصری حسنؒ صاحب ضیاء کے واسطے

میں ہوں عجمی پُر خطا میری خطائیں بخشیو
خواجۂ عجمیؒ حبیبِ کبریا کے واسطے

قطرۂ رحمت کا ہُوں طالب جو ہو جائے نصیب
شیخ بُوداوُد طائیؒ باسخا کے واسطے

جاہل و مجہُول ہُوں مجہُول سے معرُوف کر
خواجہ معرُوف کرخی حق نُما کے واسطے

سِرِّ حق سے بہرہ ور ہو یہ مُریدِ نا رسا
سِرّیِ سَقطیؒ حقیقت آشنا کے واسطے

نفسِ شیطاں سے بچانا بندۂ مظلوم کو
برکتِ خواجہ جنیدؒ بے ریا کے واسطے

رہنمائی کیجیو اے ہادیِ عِلمُ الہُدےٰ
شیخ شِبلیؒ قُطبِ عالم راہنما کے واسطے

یا اِلٰہی دِل میں تُو ہی تُو ہو اَور دِیگر نہ ہو
شیخ عبدُالواحدؒ یمنی سَرا کے واسطے

دے فَرحَ مجُھ کو دلِ غمگین کو راحت ملے
شیخ حضرت بُوالفرحؒ طرطُوسیؒ کے واسطے

حَسَنَۃً دُنیا و عُقبےٰ آتِنَا یا رَبَّنَا
شیخ ہنکاری حسنؒ صاحب رضا کے واسطے

یا اِلٰہی دے سَعادت خادم مخدوم کو
شیخ شیخاں بُوسعیدؒ پیشوا کے واسطے

قادر اقادر کرو اِس نفسِ شیطاں پر مجُھے
شیخ عبدُالقادرؒ صدرُ العُلےٰ کے واسطے

کر عطا رَزّاقِ مجُھ کو روزیِ وصل و لقا
عبدِ رزّاقِ مُقرّب با خُدا کے واسطے

یا اِلٰہی کر مجُھے خُلقِ نبیؐ سے بہرہ وَر
خواجہ قرشیِ حسنؒ اہلِ صفا کے واسطے

حافظا اِس نفسِ دُشمن سے مجُھے محفُوظ رکھ
شیخ جُفیںؒ بُوبکر حق آشنا کے واسطے

حرص و خواہش سے بچا لے پُر شکستہ کو کریم
شاہ سُلیماںؒ صاحبِ جیش ولوا کے واسطے

میرے سنگیں دِل کو یارب موم کردے دَرد سے
شیخ بُو داوُدؒ پیرِ دوسَرا کے واسطے

یا اِلٰہی کر مجُھے مقبُول اپنی راہ کا
خواجہ بُوبکرؒ مقتُولِ رضا کے واسطے

طُوطیائے طُورِ مُوسیٰ آنکھ میں ڈالو مِری
مُوسیٰ حلبیؒ طبیبِ حق نما کے واسطے

میری قِسمت میں ہو یارب پارسائی کی دَوا
شیخ بُوالقاسمؒ جنابِ پارسا کے واسطے

اے میرے معبُود میری اِس دُعا کو کر قبُول
سیّد عابدؒ کبیرُ الاولیاء کے واسطے

کھینچ دے میرے گناہوں پر مُعافی کا قلم
سیّدِ احمدؒ ولی فرخ لقا کے واسطے

تِشنہ لب ہُوں میں پلاؤ کاسۂ آبِ حیات
خِضرِ ابدالِ بیابانی عُبا کے واسطے

اِفتخارِ فقر سے مجُھ کو الٰہی میر کر
حضرتِ شاہ میرؒ فخرِ اصفیاء کے واسطے

دے سعادت جاوداں اے مالکِ کون و مکاں
شاہ سعیدؒ مظہرِ نُورِ خُدا کے واسطے

یا اِلٰہی دے مجُھے اُلفت سے دیدارِ جمال
خواجہ شاہِ جمالؒ نُوریا کے واسطے

کر کرم مجُھ پر خُدایا بے نواہُوں بے نوا
خواجہ عبدؒ الکریم خُوش لقا کے واسطے

رَاحما رحمت کرو مِسکین ہے دَر پر کھڑا
صاحبِ عبدُالرحیمؒ با خُدا کے واسطے

پالیو شِیر محبّت سے یہ طِفلِ ناتواں
حضرتِ شیر محمدؒ غازیا کے واسطے

یا الٰہی فیض کے چشمہ سے دِل سیراب کر
شاہ محمدؒ فیض فیّاضُ الورٰی کے واسطے

نُورِ احمدؐ سے منور کیجیؤ دِل اے خدا
نُورِ احمدؒ قبلۂ نُورُ الہُدےٰ کے واسطے

رہ نہ جائے بندہ بے یارو مددگار آپ کا
سخی احمدؒ یار فخرِ اخیاء کے واسطے

یا الٰہی رکھ گدا کو اپنی اُلفت میں سدا
حضرتِ خواجہ عُمرؒ ظِلِ خُدا کے واسطے

اے میرے معبُود دے فیضِ عبادت عبد کو
پیرِ عبدؒ اللہ شاہِ پُر غنا کے واسطے

راہ میں اپنی تُو رکھ محفوظ شیطاں سے مُجھے
شاہ کریم اللہ حق بیں حق نما کے واسطے

دوجہاں میں کر عطا ہم کو وقارِ زندگی
شہ بشیرِ قادریؒ سیفِ خُدا کے واسطے

فضل سے اپنے تُو مجھ کو صاحبِ انعام کر
حضرتِ شبیر احمد مقتداء کے واسطے

ماہِ تاباں نُور کا دل میں میرے روشن رہے
مُرشدِ کامل امیرُ الاولیاء کے واسطے

ساقیا بھر بھر پلا دے جامِ وحدت تُو مجھے
بے خبر ہستی سے ہُوں' اِن اولیاء کے واسطے

ہے یہ مولا مُدعا میری دُعا کو کر قبول
قبلۂ حاجات میرے پیشوا کے واسطے

شجرۂ امامیہ قادریہ

حمدِ رب العالمین الکبریاء کے واسطے
یارب اپنے چہرۂ شانِ بقا کے واسطے
تو ہے رحمان اور ارحم اے رحیم دوجہاں
لامکانی تو یارب المحیط المقتدر
تو زمین و آسماں کا نور ہے میرے کریم
تو ہے دانا اور بینا کر عطا رزقِ وصال
کر نگاہِ عفو اس خاکسترِ زندان پر
کر عطا صدق وصفا میدانِ عشقِ پاک میں
تو کہ بحرِ نور ہے مجھ کو بنا نورِ صدف
تو مری شمعِ محبت کو بنا دے کوہِ طور
تیرہ تاریک دنیا کو بنا دے جامِ نور
دشمنوں اور حاسدوں سے رکھ ہمیں محفوظ تو

نعت احمدؐ مجتبیٰ صلِ علیٰ کے واسطے
بخش دے مجھ کو محمدؐ مصطفےٰ کے واسطے
رحم کر مجھ پر علیؓ المرتضیٰ کے واسطے
نگہِ رحمت کر حسنؓ خضرا عبا کے واسطے
فضل کر دے الحسینؓ احمر قبا کے واسطے
شاہ زین العابدینؓ اہلِ دعا کے واسطے
شاہ باقرؓ الامام الاولیاء کے واسطے
شاہ جعفر صادقؓ آئینِ خدا کے واسطے
شاہ موسیٰ کاظمؓ اخلاقِ مُلا کے واسطے
بادشاہِ عشق علی موسیٰ رضاؓ کے واسطے
حضرتِ معروف کرخیؒ حق نما کے واسطے
سَرّیَ سقطی ہمارے پیشواء کے واسطے

دامنِ حضرت اویسؓ افلاک پر کر دے محیط ۔ شہ جنیدؒ احسان پرور دلربا کے واسطے
دل خودی و بیخودی میں یاد رکھے تیرا حق ۔ حضرت شبلیؒ امیر الاغنیاء کے واسطے
مطمئن دل کی مجھے نعمت عطا کر الاحد ۔ واحدِ یمنیؒ سفیر الانبیاء کے واسطے
دے مرے نطق و بیاں میں وسعتِ معنی محیط ۔ بوالفرحؒ طرطوسِ تعیم سخاء کے واسطے
ظاہری و باطنی امراض سے محفوظ رکھ ۔ شیخ ہنکاری حسنؒ قلبِ رسا کے واسطے
دے سعادت اہلِ دل کی محو کر جملہ خیال ۔ بو سعیدؒ اہلِ عطا صاحب لقا کے واسطے
شرم رکھنا روزِ محشر اے شہنشاہِ جنود ۔ شاہ عبدالقادرؒ آقا بادشہ کے واسطے
کر عطا مجھکو دوائے دردِ دل ربِ غفور ۔ عبدِرزّاق اہلِ دل اہلِ عطا کے واسطے
استقامت توبہ کی تو بخش دے عصیان سے ۔ حضرتِ قرشی حسنؒ فخرِ لقا کے واسطے
دے عروجِ نورِ حق باطن کو میرے یا رقیب ۔ شاہِ حفصِ بوبکرؒ امر العلاء کے واسطے
بوسہ کر مجھکو عطا تو پائے تختِ عشق کا ۔ شہ سلیمانؒ اہلِ ہمت حق نما کے واسطے
میں گدا گرہوں محبت کا مرا مولا ہے تو ۔ شیخ ابوداوُدؒ شاہِ مقتداء کے واسطے
دے مجھے اخیار کی محفل میں توفیقِ حضور ۔ بوبکر مقتولؒ محبوبِ خدا کے واسطے
نورِ شرع و عظمتِ شانِ طریقت کر عطا ۔ موسیٰ جلیؒ امامِ دوسرا کے واسطے
جامِ کوثر ہو مرے ہاتھوں میں مشعل کی طرح ۔ شیخ ابوالقاسم امیرِ اصفیاء کے واسطے
دے مجھے ذوقِ عبادت ورطۂ زرناب کا ۔ حضرتِ عابد کبیرؒ اہلِ رضا کے واسطے
کھول دے میرے لئے راہِ نجات القادرم ۔ سیدِ احمد ولیؒ صدر العلاء کے واسطے
حق ادا ہو مجھ سے صحرائے جنوں کا دمبدم ۔ خضر ابدالِ بیابانیؒ قبا کے واسطے
صرف اک محتاج رکھ اپنا مجھے اے لا شریک ۔ شیخِ شیخاں شاہ میرؒ اہلِ غنا کے واسطے
دمبدم دھڑکن مری مل جائے تیرے امر سے ۔ بو سعیدؒ حق نما حق پیشواء کے واسطے
دے مرے سر میں وہ سودا جو ہو رشکِ عامری ۔ شاہ جمال اللہ نوریؒ باوفا کے واسطے
جاں یہ لیلائے حیا کا حجلۂ خود سوز ہو ۔ حضرتِ عبدالکریم اہلِ دعا کے واسطے
حرف ہونٹوں پر ہو وقتِ مرگ اِلّااللہ کا ۔ حضرتِ عبدالرحیم اہلِ صفا کے واسطے
میں بعقلِ خود ہوا رسواء تمہارے عشق میں ۔ حضرتِ شیرِ محمدؒ حق زرہ کے واسطے
میں نے دنیا کو ہے سمجھا مثلِ کاہِ سیم و زر ۔ شہ محمد فیضؒ احسان و عطا کے واسطے
کھول دے مجھ پر علومِ عشقِ نورِ ذاتِ حق ۔ نور احمدؒ السراجُ الصوفیاء کے واسطے
تو کریم ایسا کہ شق الصدر ہے نور القمر ۔ نخی احمد یارؒ نورِ مصطفےٰؐ کے واسطے

والضحائی نور کا دیدار یارب دے مجھے
ہو بشارت میری خاطر قبرو محشر کے لئے
ہر گناہ و جرم کی بخشش ہو اے ربِ کریم
نسبتِ بیعت کو قائم رکھ مثلِ کوہسار
کر فنا مجھکو خدایا حکمتِ قرآن میں
صدقے اہلِ بیت کے ساری دعائیں کر قبول

حضرتِ خواجہ عمرؒ صاحب سخا کے واسطے
شاہ عبداللہ غنی حق مقتداء کے واسطے
شہ کریم اللہ عشقِ کبریاء کے واسطے
حضرتِ خواجہ بشیرؒ اہلِ رضا کے واسطے
شاہ شبیرؒ احمد آئینِ حیا کے واسطے
سلسلۂ قدسیہ امامیہ کے واسطے

یکم رجب المرجب

۱۴۱۷ھ

۴۵۔ اشعار

کندن لاہوری

شجرہ منظوم خانوادہ عالیہ عبّاسیہ

حمد بے حد خالقِ ارض و سما کے واسطے ہر عبادت ہر ثناء ذاتِ خدا کے واسطے

نعت ختمؐ الانبیاء خیرالوریٰؐ کے واسطے ہو درودِ دائمی المصطفیٰؐ کے واسطے

مجملہ اصحابِؓ نبیؐ پر صد درود و صد سلام اور اہلِ بیتؓ آلِ مجتبیٰؐ کے واسطے

یا الٰہی کر مجھے مقبولِ حق بہرِ رسولؐ حضرت عباسؓ عمِّ مصطفیٰؐ کے واسطے

علمِ دینِ حق عطا کر اے خدائے ذوالکرم شاہِ عبداللہ نصیرؒ علمِ الہدیٰ کے واسطے

خُلقِ درویشاں سے بھر دے میرا دامن یا خدا شاہ رکن الدینؒ امیرِ اصفیا کے واسطے

اس جہانِ عارضی سے کر مجھے عہدہ براہ خواجہ تاج الدینؒ تفسیرِ بقا کے واسطے

میرے مولا کر مجھے اپنے کرم سے خوش خصال خواجہ بوبکرؒ فیاضُ الوریٰ کے واسطے

بے کسی میری بدل دے شادکامی سے کریم شہ نظام الدینؒ صدرِ اولیا کے واسطے

یہ دلِ تاریک کر دے نُورِ حق سے ضوفگن شیخ نورالدینؒ امیر الاتقیا کے واسطے

ظاہر و باطن کو میرے بخش دے حسن و جمال شیخ ہرمزؒ مظہرِ حُسنِ خدا کے واسطے

کر عطا فتحِ مبیں اہلِ طریقت کے لئے شیخ علاؤ الدینؒ شہیدِ کبریا کے واسطے

رکھ مجھے محفوظ امراضِ جہاں سے یا الٰہ شیخِ شیخاں زکریاؒ نُوری قبا کے واسطے

کر عطا اپنے کرم سے معرفت مجھ کو نصیب　　شہ بہاوالدینؒ اقلیم رضا کے واسطے
دے مجھے توفیق یا اللہ جہادِ زہد کی　　شیخ شیخاں شہ تقیؒ صاحب غنا کے واسطے
یا خدا آسان کر دے مجھ پہ تسلیم و رضا　　شہ محمد صادقِؒ قلبِ رسا کے واسطے
میری قسمت میں ہو یارب بارگاہِ مصطفیٰؐ　　شہ ضیاء الدینؒ شمسِ پُر ضیا کے واسطے
گوشہ تنہائی میں مجھ کو عطا ہو قُربِ حق　　شیخ فانی باللہؒ قطبِ دوسرا کے واسطے
یا الٰہی وصل سے اپنے مجھے مخمور کر　　شیخ منصورؒ احسنِ وصلِ خدا کے واسطے
خاک میری کیمیا کر دے خدائے لامکاں　　شہ محی الدینؒ دستِ کیمیا کے واسطے
رزم گاہِ زیست میں کر کامیاب و شاد کام　　شہ جنیدؒ صاحبِ اذنِ خدا کے واسطے
ہو مری توقیر درویشوں میں مولا تا ابد　　شیخ سِریؒ مقتدائے انخیا کے واسطے
غیب سے امداد کر میری اے ربِّ العالمین　　شیخنا معروفِؒ حق جوشِ عطا کے واسطے
مظہرِ توحید کر مجھ کو سراپا اے خدا　　شیخ احمدؒ منبع رمزِ لقا کے واسطے
دو جہاں کو میرے دل سے دُور کر دے اُلْاَحَد　　شیخ مسعودِؒ زماں حکمت روا کے واسطے
دے فضیلت فقر سے تُو بادشاہوں میں مجھے　　شیخ ابراہیمؒ اکمل باخدا کے واسطے
دُور کر دے تنگ دستی دُور کر دے ہر بلا　　شیخ محمودِؒ امیرُ الاغنیا کے واسطے
روز و شب اصلاحِ باطن کی مجھے توفیق بخش　　شہ محمد صالحؒ نصرت عطا کے واسطے
فارغُ البالی و اطمینان کر دل کو عطا　　شہ معین الدینؒ عارف مہا کے واسطے
ہو مری عزت زیادہ اہلِ دل میں دم بدم　　شہ عطاء الدینؒ رعبِ بالہدیٰ کے واسطے
نورِ احمدؐ مصطفیٰ ہو میرے دل پر جلوہ ریز　　شاہ اسحاقؒ الفتِ کہف الوریٰ کے واسطے
یا الٰہی پاک کر دے بندہ محمود کو　　حضرتِ جانِ محمدؒ مہ لقا کے واسطے
عیش و راحت دین و دنیا کی مجھے حاصل رہے　　خواجہؒ محمودؒ سِرِّ مرتضیٰ کے واسطے
یا خدا خوش حالی و قلبِ سلیم انعام کر　　شیخ اللہ دادؒ تبشیرِ غنا کے واسطے
میری قسمت میں ہو دیدارِ رسولِ آخریںؐ　　عبدِ رحمانؒ رازِ دارِ مصطفیٰؐ کے واسطے
پُل صراطِ آخرت کا ہو سفر آسان تر　　شہ کمال الدینؒ سراپا حق نما کے واسطے
صاحبِ ہمّت رہے یہ قلبِ مضطر ذوالجلال　　شاہِ داوٗدِ محمدؒ دِلکُشا کے واسطے
کم نصیبی کو بدل دے تُو غِنا سے العظیم　　خواجہ محمودؒ میر اغنیاء کے واسطے
غیر کی الفت کا داغِ بدنما دل سے مٹا　　شہ محمد ماحیؒ ظلمت عُربا کے واسطے
کر عطا تاثیرِ نُطقِ عارفاں میرا نصیب　　حضرتِ یارؒ محمد مقتدا کے واسطے
سب گناہوں کو مٹا اے مالکِ یومِ قیام　　شیخ مردانِ علیؒ صاحب قبا کے واسطے

زندگی مثلِ بہاراں ہو مری یا ذوالجلال
حضرتِ جیونؒ ابوالاُتقیا کے واسطے

ہوش نورِ نبیؐ ہم کو عطا کر دے کریم
نجی احمد یارؒ، عمرؒ فخرِ سخا کے واسطے

اے میرے معبود کر مقبول اپنے عبد کو
پیر عبداللہؒ غنی مسند رضا کے واسطے

ہو سلوک و معرفت میں رہنما نورِ نبیؐ
شہ کریم اللہؒ شاہِ اغنیا کے واسطے

توڑ دے زنجیرِ محرومی عطا کر دردِ شوق
شہ بشیرِ قادریؒ شانِ بقا کے واسطے

چشمِ روحانی عطا کر علم اشیاء کے لئے
حضرتِ شبیر احمد پیشواء کے واسطے

ہر دعا مقبول کر اور بخش دے مجملہ گناہ
یا الٰہی ان نفوسِ قدسیہ کے واسطے

رحمت و برکت عطا کر دو جہانوں میں ہمیں
سلسلۂ خاندان عباسیہ کے واسطے

العارفین سکینتہ العارفین سکینتہ العارفین سکینتہ العارفین سکینتہ العارفین سکینتہ العارفین سکینتہ العارفین سکینتہ العارفین سکینتہ